بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی و تحقیقی رسائل

جلد نوزدھم

19

1. موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ
2. تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق

مصنف

مُفتی محمد رضوان

ادارۂ غفران

راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد19

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ

(2)...تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

نام کتاب: علمی وتحقیقی رسائل (جلد19)
مصنّف: مفتی محمد رضوان خان
طباعتِ اوّل: صفرالمظفر 1444ھ - ستمبر 2022ء
صفحات: 768

ملنے کے پتے

رسائل کی اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست رسالہ اول

(موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ)

صفحہ نمبر — مضامین

تفصیلی فہرست رسالہ دوم
(تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق)

صفحہ نمبر	مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

’’مجلسِ فقہی‘‘ ادارہ غفران، راولپنڈی

مولانا مفتی محمد رضوان خان صاحب حفظہ اللہ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کے علمی وتحقیقی رسائل کی انیسویں جلد کے مضامین ورسائل، بحمداللہ تعالیٰ، نظرِ ثانی وغیرہ کے متعلقہ مراحل سے گزر کر اشاعت کے مرحلہ میں داخل ہورہے ہیں۔

اس جلد میں درجِ ذیل دو تحقیقی، علمی اور تفصیلی موضوعات پر مشتمل رسائل شامل ہیں:

(1)...موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ

(2)...تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق

مزید کئی جلدوں کے رسائل ومضامین پر بھی بحمداللہ تعالیٰ نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ وغیرہ کا کام جاری ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو بصدق واخلاص مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ادارہ غفران سے منسلک مختلف اہلِ علم نے اس جلد کے رسائل کا مطالعہ کیا، اور مفید مشورے اور قابلِ اصلاح امور کی نشاندہی کی، جن میں سے بعض امور سے مؤلف نے کلی، یا جزوی اتفاق کیا، اور بعض پر مؤلف کو شرح صدر نہ ہوا، اس لیے اس میں حسبِ منشاء ترمیم، یا اس کی توضیح کی، اور اس طرح کی جزوی چیزوں میں نیک نیتی کے ساتھ، حسبِ ذوق وحسبِ استعداد، اختلاف، شرعی وفقہی اعتبار سے مذموم نہیں۔

اراکینِ مجلس نے ان رسائل کو تحقیق پر مبنی اور وقت کے اہم موضوعات پر مشتمل محسوس کیا۔

دعاء ہے کہ یہ مجموعہ، اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہو، اور علمی وفقہی دنیا میں وسعت واعتدال کے قائم ہونے کا باعث بنے، اور جملہ حضراتِ اہلِ علم کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

اسمائے گرامی: اراکینِ مجلسِ فقہی، ادارہ غفران

(1)...... مفتی محمد رضوان صاحب (صدر مجلس)

(2)...... مفتی محمد یونس صاحب (نائب صدر)

(3)...... مولانا طلحہ مدثر صاحب (ناظم)

(4)...... مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(5)...... مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(6)...... مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(7)...... مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(8)...... مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

(9)...... مولانا شعیب احمد صاحب (رکن)

28/ ذوالحجہ/ 1443ھ 28/ جولائی/ 2022ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(علمی وتحقیقی سلسلہ)

موجودہ زمانہ میں
خلوت کے چند خطرناک گناہ

موجودہ زمانے میں خلوت وتنہائی
کے چند خطرناک اور سنگین گناہوں کا ذکر
حالاتِ حاضرہ پر احادیث میں کی گئی پیشین گوئی
مذکورہ گناہوں سے بچنے کا طریقہ اور اس سلسلہ میں مسنون اذکار

مؤلف
مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اول: صفر المظفر 1444ھ - ستمبر 2022ء

صفحات: 30

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون: 051-5507270 - 051-5702840

www.idaraghufran.org

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
22	**تمہید** (ازمؤلف)
23	**موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

موجودہ زمانہ، مختلف جہات واطراف سے پُرفتن دور شمار ہوتا ہے، جس میں طرح طرح کے فتنے مختلف اطراف سے امڈ کر آ رہے ہیں، اور انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں، ان گناہوں میں کئی ایسے گناہ بھی ہیں، جن میں عوام کے ساتھ ساتھ خواص، یعنی صلحاء وعلماء کا ایک بڑا طبقہ بھی مبتلا ہو چکا ہے، اور خطرناک بات یہ ہے کہ ان گناہوں کی طرف نہ توجہ ہے، اور نہ ان کے گناہ ہونے کا احساس ہے، جس کی وجہ سے ان گناہوں سے توبہ واستغفار اور ان سے اجتناب بھی مشکل ہو رہا ہے۔

قربِ قیامت کے ان فتنوں میں ایک اہم فتنہ میڈیا کی صورت میں ہمارے سامنے ہے، جس کے ذریعہ خفیہ طریقہ پر اور ایسے انداز میں گناہوں کا ایک سیلاب ہے کہ جس کی زَد میں آ کر دوسرے لوگوں کی نظروں میں انسان کا دین بھی متاثر نہیں ہوتا، اس لیے ان گناہوں میں معاشرہ کا وہ طبقہ بھی ملوث ہو چکا جو لوگوں کی نظروں میں صلحاء وعلماء کے طبقہ میں شامل ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں اس فتنہ پر ہی کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے علانیہ اور خفیہ گناہوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین

محمد رضوان خان

08/ شعبان المعظم/ 1443 ہجری۔ بمطابق 12/ مارچ/ 2022ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ

موجودہ زمانہ، مختلف جہات سے فتنوں کا زمانہ ہے، جس میں قیامت سے پہلے، احادیث میں بیان فرمودہ کئی قسم کے نت نئے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں۔

جن میں بعض فتنے ایسے ہیں کہ جن پر نفس وشیطان کی طرف سے اتنی خوبصورت ومزین ملمع سازی کر دی گئی ہے کہ ان کو ایک بڑا دیندار طبقہ بھی گناہ سمجھنے اور ماننے کے لیے تیار نہیں، جبکہ ان فتنوں کا گناہ ہونا شریعت کی رو سے واضح ہے، اور ان میں امتِ مسلمہ کے کسی مسلک و فرقہ اور مکتبِ فکر کا بھی اصولی اعتبار سے اختلاف نہیں۔

چنانچہ بدنظری، فحش گوئی، بدگوئی اور بدزبانی و بدکلامی، الزام و بہتان تراشی، غیبت چغلی، بے جا تجسس، بدگمانی، اور مسلمان کی عیب جوئی اور تحقیر و تذلیل جیسے گناہوں کے، گناہ ہونے میں کوئی قابلِ ذکر اختلاف نہیں، اور ان کا گناہ ہونا اجتہادی و اختلافی درجہ کی چیز نہیں، لیکن افسوس کہ بعض فروعی، اجتہادی و اختلافی نوعیت کے مسائل میں کسی ایک موقف کو ثابت کرنے کے لیے بھی مذکورہ اور اس جیسے دوسرے کئی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا جانے لگا ہے۔

اور یہ گناہ، موجودہ ذرائع ابلاغ اور بطورِ خاص سوشل میڈیا کے ذریعے سے ایسے عام ہونے لگے ہیں کہ بہت سے دیندار اور صاحبِ علم حضرات بھی دوسروں سے نظریں چُرا کر اور تنہائی اور خلوت میں بیٹھ کر، اس قسم کے گناہوں سے محفوظ نہیں رہے۔

جبکہ آج سے ہزاروں سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کو اس قسم کے فتنوں اور گناہوں سے آگاہ فرما دیا تھا۔

جس کی کچھ تفصیل، احادیث وروایات کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

ایک حدیث میں جلوت میں نیک عمل کرنے،،اور خلوت میں گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کی برائی اور مذمت کا ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِّنْ أُمَّتِي يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيْضًا، فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا،قَالَ ثَوْبَانُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا، أَنْ لَّا نَكُوْنَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ،قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ، وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ، وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ، وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوْهَا (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث ۴۲۴۵، ابواب الزهد، باب ذكر الذنوب) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں، جو قیامت کے دن ''تہامہ'' کے پہاڑوں کے برابر، صاف ستھری نیکیاں لے کر آئیں گے ،لیکن اللہ عزوجل ان کو اس گردوغبار کی طرح کر دے گا، جو اُڑ جاتا ہے، حضرت ثوبان نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان کر دیجئے ،اور کھول کر بیان فرما دیجیے، تاکہ ہم لاعلمی سے ان لوگوں میں شامل نہ ہو جائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جان لو کہ وہ لوگ تمہارے بھائیوں (یعنی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل عقبة بن علقمة بن حديج .أبو عامر الألهاني :هو عبد الله بن غابر.

وأخرجه الروياني في "مسنده "(651)، والطبراني في "الأوسط "(4632)، وفي "الصغير" (662)، وفي "مسند الشاميين "(680)، والمزي في ترجمة عبد الله بن غابر من "تهذيب الكمال 488 /15 "من طريقين عن علقمة بن حديج، بهذا الإسناد (حاشية سنن ابنِ ماجه)

مسلمانوں) میں سے ہوں گے، اور تمہاری طرح کے (عبادت گزار) ہوں گے، اور رات کی عبادت کا کچھ حصہ بھی پائیں گے، جیسے تم (رات کو) عبادت کرتے ہو ، لیکن وہ لوگ یہ کریں گے کہ جب اکیلے (اور تنہائی میں) ہوں گے، تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے (سنن ابنِ ماجہ)

مذکورہ حدیث میں ان لوگوں کی حالت بیان ہوئی ہے، جو نہایت دیندار، عبادت گزار، شب بیدار اور نیک صالح لوگ ہوں گے، اور وہ تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اور تہامہ سے مراد مکہ اور اس کے اردگرد اور اطراف کی جگہیں ہیں، جہاں بلند ترین پہاڑیاں اور ٹیلے واقع تھے۔ [1]

لیکن آخرت میں ان نیک لوگوں کی وہ عظیم ترین نیکیاں گرد وغبار کی طرح بے وزن ثابت ہوں گی۔

اور اس کی وجہ مذکورہ حدیث میں یہ بیان کی گئی کہ وہ خلوت وتنہائی میں حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق آج کے دور میں خاص طور پر وہ دیندار لوگ ہیں ، جو جلوت میں لوگوں کے سامنے عابد وزاہد شمار ہوتے ہیں، بعض تو دین کی تبلیغ وتشہیر بھی کرتے ہیں، اور بعض **قال اللّٰہ و قال الرسول** کی صدائیں بلند کر کے عظیم خدمات بھی سرانجام دیتے ہیں اور ذکر وتسبیح اور تہجد وغیرہ بھی پڑھتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اصولاً اس کا ذکر ہے۔

لیکن وہ خلوت اور تنہائی میں بیٹھ کر موجودہ دور کے ذرائع ابلاغ، خاص کر انٹرنیٹ، اور فیس بک وغیرہ کے ذریعے سے کئی گناہوں اور حرام کاموں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔

---

[1] وتهامة بكسر المثناة هى مكة وما حولها وأصلها من التهم وهو شدة الحر وركود الريح (فتح البارى لابن حجر ، ج : ۵ ص : ۳۳۷، كتاب الشروط ، قوله باب الشروط فى الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط)

مثلاً مذکورہ وسائل کے ذریعہ بدنظری، بدزبانی وبدکلامی، جھوٹ، غیبت، بہتان، الزام تراشی وغیرہ کے سننے اور کرنے کے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

یا اس طرح کے اور دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ بعض تو ایسے بھی ہیں کہ جو نعوذ باللہ تعالیٰ فحش پروگرام دیکھتے اور ان سے نفس کا حظ اور لذتِ نفس کی تسکین حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو عبادت گزار بھی قرار دیا، اس لیے یہ حالت ایسے دیندار لوگوں پر ہی منطبق ہوتی ہے۔

پس مذکورہ حدیث، بطورِ خاص دینداروں، اور علماء وصلحاء کے لیے بہت توجہ اور اہمیت کی حامل ہے، جن کو اپنی اس نوعیت والی خلوت وتنہائی کی حالت کا خاص جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ [1]

---

[1] (أنه) صلى الله عليه وسلم (قال :(أقسمت بالإله الذى لا إله غيره (لأعلمن) أنا (أقواما من أمتي يأتون يوم القيامة) أرض المحشر، حالة كونهم ملتبسين (بحسنات) أى :بأعمال حسنة (أمثال) وأشباه (جبال تهامة) فى العظم والكثرة.

والتهامة :خلاف نجد؛ وهى ما انخفض إلى جهة البحر من أرض الحجاز.

حالة كون تلك الحسنات (بيضا) أى :بيضاء نيرة، جمع أبيض، سوغ مجيء الحال من النكرة وصفها بما بعدها (فيجعلها الله عز وجل) أى :يصير تلك الحسنات (هباء منثورا) أى :هباء منتثرا معدوما لا يرى له أثر؛ والهباء :غبار يظهر فى ضوء الشمس عندما تدخل الشمس فى البيت بالطاقة.

(قال ثوبان) رضى الله تعالى عنه :(يا رسول الله؛ صفهم لنا) أى :اذكر لنا يا رسول الله أوصاف أولئك القوم الذين يجعل الله حسناتهم هباء منثورا و (جلهم لنا) أمر من جلي؛ من باب زكي؛ من التجلية؛ أى :اكشف لنا عن أوصافهم، وبينها لنا لنعرفهم بأوصافهم لـ (ألا نكون منهم ونحن لا نعلم) أى:ونحن لا نعلم كوننا منهم، فـ (قال) لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جواب سؤالهم عن بيان أوصاف أولئك القوم :(أما) - بتخفيف الميم -أى :انتبهوا واستمعوا ما أقول لكم (إنهم) أى :إن أولئك القوم (إخوانكم) من المسلمين فى ظاهر حالهم (من جلدتكم) أى :من جنسكم من بنى آدم، لا من الجن ولا من الملائكة (ويأخذون من الليل) أى :يأخذون نصيبهم من الأعمال الصالحة فى الليل؛ يعنى :يصلون صلاة الليل (كما) أنتم (تأخذون) من أعماله (ولكنهم) أى :لكن أولئك (أقوام إذا خلوا) وتجردوا من الناس وغيرهم (بمحارم الله) متعلق بخلوا - (انتهكوها) أى :استخفوا تحريم ما حرم الله عليهم من محرماته بارتكابها وعملها؛ كأنه تعالى لا يراهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے احادیث میں خلوت کے اندر اپنے آپ کو گناہ سے بچانے، اور خفیہ انداز میں نیک عمل کرنے کی عظیم فضیلت کا ذکر آیا ہے، اور جلوت، وخلوت، ہر حال میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم آیا ہے، اور جس عمل سے مومن بندہ کے دل میں کھٹک پیدا ہو، اور لوگوں کا اس عمل پر مطلع و آگاہ ہونا، ناگوار معلوم ہو، اس کو گناہ کا عمل قرار دیا گیا ہے۔

ابو ہریرہ، اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کی حدیث

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفٰى حَتّٰى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ (صحيح البخاری،رقم الحديث ٦٦٠، كتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ (قیامت کے دن خاص) اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن کہ اللہ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک انصاف کرنے والے امام (حکمران وحاکم) کو، دوسرے اس جوان کو جس نے اپنے رب کی عبادت میں پرورش پائی ہو، اور تیسرے اس آدمی کو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وهذا الحديث انفرد به ابن ماجه، ودرجته :أنه صحيح؛ لصحة سنده، وغرضه :الاستشهاد به لحديث ابن مسعود(شرح سنن ابن ماجة المسمى مرشد ذوى الحجا والحاجة إلى سنن ابن ماجه والقول المكتفى على سنن المصطفى،لمحمد الأمين الأثيوبى،ج٢٦،ص١٠٢، ١٠٣، تتمة كتاب الزهد،باب ذكر الذنوب)

جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا ہوا (اور وابستہ) ہو، چوتھے وہ دونوں آدمی جو اللہ ہی کے لئے آپس میں (مخلصانہ) محبت رکھتے ہوں، اللہ ہی کی محبت کی بنیاد پر جمع ہوتے ہوں، اور اسی بنیاد پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں، اور پانچویں اس آدمی کو کہ جس کو کوئی منصب اور حسن والی عورت (نفس کی خواہش پوری کرنے کے لئے) بلائے، پھر یہ جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور چھٹے اس آدمی کو جو صدقہ کرے، اور اتنا خفیہ صدقہ کرے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی یہ نہ جان سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، اور ساتویں اس آدمی کو جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے، پھر اس کی آنکھوں سے (اللہ کی یاد اور اس کے خوف یا شوق کی وجہ سے) آنسو جاری ہو جائیں (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ، یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ : إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ إِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٧٣٣٨، ج ١٦ ص ٣٣٢، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين، باب إخباره صلى الله عليه وسلم عن البعث وأحوال الناس فى ذلك اليوم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ اپنے سایہ میں

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية صحيح ابنِ حبان)

جگہ عطا فرمائے گا، جس دن کہ اللہ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، ایک انصاف کرنے والے امام (وحکمران) کو، دوسرے اس جوان کو کہ جس نے اللہ کی عبادت میں پرورش پائی ہو، اور تیسرے اس آدمی کو کہ جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا ہوا (اور وابستہ) ہو، اس وقت سے، جب سے مسجد سے نکلے، اس وقت تک کہ جب تک مسجد کی طرف لوٹ کر نہ آجائے، چوتھے وہ دونوں آدمی کہ جو اللہ ہی کے لئے آپس میں (مخلصانہ) محبت رکھتے ہوں، اللہ ہی کی محبت کی بنیاد پر باہم جمع ہوتے اور ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں، اور پانچویں اس آدمی کو کہ جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے، پھر اس کی آنکھوں سے (اللہ کی یاد اور اس کے خوف یا شوق کی وجہ سے) آنسو جاری ہوجائیں، اور چھٹے اس آدمی کو کہ جس کو کوئی حسب (وعہدہ) والی اور خوبصورت عورت (نفس کی خواہش پوری کرنے کے لئے) بلائے، پھر یہ جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور ساتویں اس آدمی کو کہ جو کوئی چیز صدقہ کرے، اور اس کو اتنا چھپائے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی یہ نہ جان سکے کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے (ابنِ حبان)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاکَ فِيْ صَدْرِکَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۵۳ ”۱۴“ کتاب البر والصلة والآداب، باب تفسیر البر والاثم)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق ہیں،

اور گناہ وہ ہے، جو آپ کے سینے میں کھٹک پیدا کرے، اور آپ اس بات کو مکروہ وناپسند سمجھیں کہ لوگ اس پر مطلع (وآگاہ) ہوں (مسلم)

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۱۳۵۴)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو (اور تقویٰ اختیار کرو) جہاں کہیں بھی تم ہو، اور برے عمل کے بعد نیک عمل کرلو (نیک عمل میں توبہ بھی داخل ہے) تاکہ وہ نیک عمل (اور توبہ) اس برے عمل کو مٹا دے اور لوگوں کے

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط:

حسن لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين غير ميمون بن أبي شبيب، فقد روى له مسلم في المقدمة، وهو صدوق حسن الحديث، لكنه لم يسمع من أبي ذر كما قال أبو حاتم وغيره، ثم قد اختلف على سفيان -وهو الثوري -في إسناده كما يأتي.

وأخرجه الدارمي (2791)، والترمذي (1987)، والحاكم 1/54، وأبو نعيم في "الحلية 4/378"، والبيهقي في "الشعب" (8026)، وفي "الزهد الكبير" (869) من طرق عن سفيان الثوري، بهذا الإسناد.

وغلط الحاكم فصححه على شرط الشيخين!

وسيأتي عن وكيع وعبد الرحمن بن مهدي برقم (21403)، وعن يحيى القطان برقم (21536) ثلاثتهم عن سفيان الثوري.

وانظر ما سيأتي برقم (21487) و (21573).

وسيأتي في مسند معاذ بن جبل 5/228 عن وكيع عن سفيان، و 5/236 عن إسماعيل ابن علية عن ليث بن أبي سليم، كلاهما (سفيان وليث)- وغيرهما كما سيأتي تخريجه هناك -عن حبيب بن أبي ثابت عن ميمون بن أبي شبيب، عن معاذ. لكن قال محمود بن غيلان شيخ الترمذي فيما نقله عنه بإثر الحديث (1987): والصحيح حديث أبي ذر! كذا قال، لكن وقع في حديث عن أنس كما سيأتي في تخريج حديث معاذ ما يؤيد أنه من حديث معاذ (حاشية مسند احمد)

ساتھ اچھے اخلاق کو اختیار کرو (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں برائی کے بعد نیک عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور نیک عمل میں توبہ بھی داخل ہے، بعض گناہ تو نیک عمل سے معاف کردیے جاتے ہیں، مثلاً جو صغیرہ گناہ ہوں، اور محققین کے نزدیک بعض گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، مثلاً جو کبیرہ گناہ ہوں، اور بعض گناہوں کی تلافی کے لیے ان کی ادائیگی بھی ضروری ہوتی ہے، جو توبہ کا حصہ کہلاتی ہے، مثلاً قضاء شدہ فرض نمازوں کو اداء کرنا، یا تلف شدہ حقوق العباد کو اداء کرنا۔

مذکورہ حدیث میں لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق، اختیار کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، جس کا بعض دوسری احادیث میں بھی ذکر آیا ہے، اور اچھے اخلاق کو، گناہوں کی معافی وتلافی میں خاص دخل ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَّأْخُذُ مِنِّي خَمْسَ خِصَالٍ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ، أَوْ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ؟ قَالَ: قُلْتُ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِيْ فَعَدَّهُنَّ فِيْهَا، ثُمَّ قَالَ: اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ، وَأَحْسِنْ إِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۸۰۹۵)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون آدمی ہے، جو مجھ سے پانچ

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث جيد، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أبي طارق -وهو السعدي البصري والحسن -وهو البصري -لم يسمع من أبي هريرة شيئاً (حاشية مسند احمد)

باتیں حاصل کرے، اوران پرعمل کرے، یاکم ازکم (ان پانچ چیزوں کو) کسی شخص کو بتادے، جوان پرعمل کرے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں یہ کام کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اوران پانچ چیزوں کو شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک تو حرام کاموں سے بچو، اس کی وجہ سے تم سب سے بڑے عابد (یعنی عبادت گزار بندہ) بن جاؤ گے۔

دوسرے اللہ کی تقسیم پرراضی رہو، تم سب سے بڑے غنی ومالدار بن جاؤ گے۔

تیسرے اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، تم مومن بن جاؤ گے۔

چوتھے تم لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرو، جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، تو تم مسلمان بن جاؤ گے۔

اور پانچویں تم زیادہ مت ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ بنادیتا ہے (مسند احمد)

بعض دوسری روایات میں بھی ان پانچ اعمال کا دوسرے الفاظ میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، كُنْ وَرِعًا تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَكُنْ قَنِعًا تَكُنْ أَشْكَرَ النَّاسِ، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَأَحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَأَقِلَّ الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۲۱۷، ابواب الزهد، باب الورع والتقوى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! ایک تو تم تورع و پرہیزگاری اختیار کرو، اس کے نتیجے میں تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن، والنهي عن الضحك منه صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أن أبا رجاء -واسمه محرز بن عبد الله -ومكحول موصوفان بالتدليس، وقد روياه بالعنعنة (حاشية سنن ابن ماجه)

گے، اور دوسرے تم قناعت (یعنی حرص وطمع اور لالچ سے پرہیز) اختیار کرو، تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گزار بن جاؤ گے، اور تیسرے تم لوگوں کے لیے اسی چیز کو پسند کرو، جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، تو تم مومن بن جاؤ گے، اور چوتھے تم اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، تو تم مسلمان بن جاؤ گے، اور پانچویں تم کم ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ بنا دیتا ہے (سنن ابن ماجہ)

مذکورہ احادیث وروایات میں جن پانچ اعمال کا ذکر ہے، موجودہ دور میں ان کی بڑی کمی پائی جاتی ہے، بلکہ بعض دین دار لوگوں میں بھی ان اعمال میں بہت کمزوری پائی جاتی ہے۔

چنانچہ اولاً تو بعض گناہ اور حرام کام، ایسے عام ہو گئے ہیں، جن میں بہت سے نیک لوگ اور عبادت گزار بھی مبتلا ہو چکے ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔

دوسرے مال ودولت کی حرص اور لالچ بھی بہت سے نیک لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا ہے، جو ہمہ وقت لوگوں سے پیسے بٹورنے میں لگے رہتے ہیں اور اس کے لیے طرح طرح کے حیلے اور تدبیریں اختیار کرتے ہیں، ان کی حرص وہوس کبھی پوری نہیں ہوتی، عیش وعشرت کے اسباب کی بھرمار ہے، بعض بڑے بڑے بزرگ، مشائخ اور پیر بھی لینڈ لارڈز والا، اور شاہانہ انداز اختیار کیے ہوئے ہیں، پھر بھی قناعت نہیں۔

تیسرے اپنے پڑوسیوں، ہم نشینوں، تعلق داروں کے ساتھ قطع تعلقی اور بداخلاقی بھی عام ہو چکی ہے، تحاسد، تباغض اور کینہ کپٹ کی بھرمار ہے۔

چوتھے اپنے لیے بڑے بڑے آداب والقاب پسند کرتے ہیں، اپنی بزرگیت اور عقیدت کے دوسروں سے خواہش مند ومتلاشی ہیں، اور اپنے مقابلے میں دوسروں کی پگڑیاں اور عزتیں اچھالتے ہیں، ان کی تحقیر وتذلیل کرتے ہیں، یہاں تک کہ ذرا ذرا سی باتوں پر دوسروں پر لعنت وملامت کرنا اور کفر وزندیق وغیرہ کے فتوے صادر کرنا ایک مشغلہ بن کر رہ گیا ہے۔

اور پانچویں ہنسی مذاق بھی بہت عام ہو گیا ہے، استہزاء وتمسخر بہت پھیل گیا ہے، اور یہ چیزیں

خلوت میں بیٹھ کر فیس بک کے ذریعے عام ہو رہی ہیں، جو انتہائی بداخلاقی میں داخل ہیں۔

جبکہ اسلام میں حسنِ اخلاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ ؟قَالُوْا: بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: خِيَارُكُمْ أَطْوَلُكُمْ أَعْمَارًا، وَأَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا (مسند احمد، رقم الحديث ۹۲۳۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بہترین لوگ کون ہیں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول بے شک (ضرور بتلائیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں، جو تم میں لمبی عمروں والے اور اچھے اخلاق والے ہوں (مسند احمد)

جب لمبی عمر کے ساتھ اچھے اخلاق کا استعمال ہوتا ہے، تو یقیناً نامۂ اعمال میں اسی اعتبار سے نیکیوں کا اضافہ بھی ہوتا ہے، اس لئے لمبی عمر اور اچھے اخلاق والوں کو سب سے بہترین لوگ قرار دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ يَقُوْلُ: خِيَارُكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، إِذَا فَقِهُوْا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۰۲۲) [2]

ترجمہ: میں نے ابوالقاسم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں، جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھے ہوں،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن إسحاق (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح إسناد سابقه (حاشية مسند احمد)

بشرطیکہ وہ (اللہ کے احکام کی) فہم اور سمجھ بوجھ رکھیں (مسند احمد)

فہم اور سمجھ بوجھ رکھنے کی قید اس لیے لگائی گئی کہ اللہ کے اوامر اور نواہی کو سمجھنا اور کتاب وسنت کے اصل نہج اور طریقہ پر چلنا ہی اصل نعمت ہے، اس کے بغیر اچھے اخلاق کو اختیار کرنا، بلکہ اچھے اخلاق کی سمجھ بوجھ رکھنا بھی مشکل ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمْ؟ فَقَالَ: هُمُ الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۸۲۲) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں تم میں شریر ترین لوگ نہ بتادوں، پھر فرمایا کہ جو لوگ خوب بولنے والے (اور بسیار گو) ہوں، اور چرب لسان (اور تکلف گو) ہوں (مسند احمد)

اس سے ملتی جلتی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

معلوم ہوا کہ زیادہ بولنا اور منہ پھٹ اور چرب لسان، یعنی زبان سے تکلف اختیار کرنے والا ہونا، بُرے اخلاق میں داخل ہے، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی خصلت وعادت سے سخت نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔

منہ پھٹ اور چرب لسان انسان، دراصل جھوٹ، غیبت، بہتان، الزام تراشی اور بدگوئی

---

[1] (خيركم إسلاما أحاسنكم أخلاقا إذا فقهوا) أى فهموا عن الله أوامره ونواهيه وسلكوا مناهج الكتاب والسنة وفى رواية لأبى يعلى بسند حسن كما قاله الهيثمى بدل فقهوا إذا سددوا. (خد عن أبى هريرة) وسنده حسن (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۴۱۱۵)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[3] أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن من أحبكم إلى وأقربكم منى مجلسا يوم القيامة أحاسنكم أخلاقا، وإن أبغضكم إلى وأبعدكم منى مجلسا يوم القيامة الثرثارون والمتشدقون والمتفيهقون، قالوا: يا رسول الله، قد علمنا الثرثارون والمتشدقون فما المتفيهقون؟ قال: المتكبرون: (سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۰۱۸، باب ما جاء فى معالى الأخلاق)

اور برائی وغیرہ کی نشر واشاعت وغیرہ میں بھی پیش پیش ہوتا ہے، اس لیے وہ بھی اس میں داخل ہے۔ [1]

اسی وجہ سے بعض روایات میں ایسے دوست سے پناہ طلب کی گئی ہے، جو اچھائی کو دیکھ کر دفن کردے، اور برائیوں کو دیکھ کر پھیلا دے۔ [2]

اور آج ایسے لوگوں کی کمی نہیں، جو دوسروں کی اچھائیوں کو تو دفن کر دیتے ہیں، اور ان کا کوئی ذکرِ خیر ہی نہیں کرتے، اور اس کے مقابلہ میں دوسرے کی کوئی برائی نظر آ جائے، تو اس کی خوب نشر واشاعت کرتے ہیں، جس میں آج کل کے دیندار اور بعض اہلِ علم حضرات بھی مبتلا ہیں، جن کے مناظر، سوشل میڈیا اور فیس بک پر بکثرت نظر آتے ہیں۔

---

[1] (شرار أمتی الثرثارون) أی المكثارون فی الكلام والثرثرة صوت الكلام وترديده تكلفا وخروجا عن الحق (المتشدقون) أی المتكلمون بكل أشداقهم ويلوون ألسنتهم جمع متشدق وهو الذی يتكلف فی الكلام فيلوی به شدقيه أو هو المستهزء بالناس يلوی شدقه عليهم والشدق جانب الغم (المتفيقهون) أی المتوسعون فی الكلام الفاتحون أفواههم للتفصح جمع متفيهق وهو من يتوسع فی الكلام وأصله الفهق وهو الامتلاء كأنه ملأ به فاه فكل ذلک راجع إلی معنی الترديد والتكلف فی الكلام ليميل بقلوب الناس وأسماعهم إليه قال العسكری: أراد المصطفی صلی الله عليه وسلم النهی عن كثرة الخوض فی الباطل وأن تكلف البلاغة والتعمق فی التفصح مذموم وأن ضد ذلک مطلوب محبوب (وخيار أمتی أحاسنهم أخلاقا) زاد فی رواية إذا فقهوا أی فهموا (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۴۸۶۱)

[2] حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، ثنا الحسن بن حماد الحضرمی، ثنا أبو خالد الأحمر، عن محمد بن عجلان، عن سعيد المقبری، عن أبی هريرة، رضی الله عنه قال: كان من دعاء رسول الله صلی الله عليه وسلم: اللهم إنی أعوذ بک من جار السوء، ومن زوج تشيبنی قبل المشيب، ومن ولد يكون علی ربا، ومن مال يكون علی عذابا، ومن خليل ماكر عينه ترانی وقلبه ترعانی إن رأی حسنة دفنها، وإذا رأی سيئة أذاعها (الدعاء للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۳۹)

حدثنا محمد بن حنيفة الواسطی قال: نا حفص بن عمر الرازی قال: نا محمد بن عبادة الواسطی قال: نا هيثم الحذاء قال: نا أبو علی الرحبی، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: كان من دعاء داود النبی عليه السلام: اللهم إنی أعوذ بک من مال يكون علی فتنة، ومن ولد يكون علی وبالا، ومن امرأة السوء، تقرب الشيب قبل المشيب، وأعوذ بک من جار سوء، ترعانی عيناه، وتسمعنی أذناه، إن رأی حسنة دفنها، وإن رأی سيئة أذاعها (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۶۱۸۰)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: كُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ، صَدُوقِ اللِّسَانِ، قَالُوا: صَدُوقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ، فَمَا مَخْمُومُ الْقَلْبِ؟ قَالَ: هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيهِ، وَلَا بَغْيَ، وَلَا غِلَّ، وَلَا حَسَدَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۲۱۶، ابواب الزهد، باب الورع والتقوى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ انسان جو دل کا مخموم ہو، اور زبان کا بہت سچا ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ زبان کا بہت سچا ہونا تو ہمیں معلوم ہے، لیکن دل کا مخموم ہونا کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل کا مخموم وہ ہے، جو متقی ہو، دل صاف ہو، اس میں گناہ نہ ہو، اور نہ بغاوت ہو، اور نہ کینہ ہو، اور نہ حسد ہو (ابنِ ماجہ)

اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ زبان کے بہت زیادہ سچے اور دل کے کینہ وحسد وغیرہ سے بہت زیادہ صاف لوگوں کے بعد، وہ شخص افضل ہے، جو دنیا کے بجائے آخرت سے محبت رکھے، اور پھر اس کے بعد وہ مومن

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] حدثنا العباس بن عبد الله الترقفي، ثنا محمد بن المبارك الصورى، ثنا يحيى بن حمزة، حدثني زيد بن واقد، عن مغيث بن سمي الأوزاعي، عن أبي هريرة قال: قيل: يا رسول الله، أي الناس أفضل؟ قال: كل مخموم القلب، صدوق اللسان. قالوا: صدوق اللسان نعرفه، فما مخموم القلب؟ قال: التقي النقي، لا إثم فيه، ولا بغي، ولا غل، ولا حسد (مساوء الأخلاق، للخرائطي، رقم الحديث ۲۲٦)

ہے، جو اخلاق میں اچھا ہو۔ [1]

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کا سچا، اور دل کا مسلمان کی طرف سے کینہ و حسد سے پاک شخص، اخلاق کی اعلیٰ بلندی پر فائز ہوتا ہے، اور وہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] أخبرنا طالب بن قرة الأذني، ثنا محمد بن عيسى الطباع، ثنا القاسم بن موسى، عن زيد بن واقد، عن مغيث بن سمي، وكان قاضيا لعبد الله بن الزبير ,عن عبد الله بن عمرو، قال :قيل للنبي صلى الله عليه وسلم :أي الناس أفضل؟ قال :مؤمن مخموم القلب صدوق اللسان ، قيل له :وما المخموم القلب؟ قال " :التقي لله ,النقي ,لا إثم فيه ولا بغي ,ولا غل ولا حسد ,قالوا :فمن يليه يا رسول الله؟ قال :الذي نسي الدنيا ويحب الآخرة ,قالوا :ما نعرف هذا فينا إلا أبا رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم ,قالوا :فمن يليه قال :مؤمن في خلق حسن(مسند الشاميين،للطبراني، رقم الحديث ١٢١٨)

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان، أنا عبد الله بن جعفر النحوي، نا يعقوب بن سفيان، نا هشام بن عمار، نا صدقة بن خالد، نا زيد بن واقد، حدثني مغيث بن سمي الأوزاعي، عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال: قلنا يا رسول الله، من خير الناس؟ قال: " ذو القلب المخموم، واللسان الصادق "، قلنا: فقد عرفنا الصادق، فما ذو القلب المخموم؟ قال: " هو التقي النقي الذي لا إثم فيه ولا حسد "، قلنا: فمن على أثره؟ قال: " الذي يشنأ الدنيا ويحب الآخرة "، قالوا: ما نعرف هذا فينا إلا رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فمن على أثره قال: " مؤمن في خلق حسن "، قالوا: أما هذه فإنها فينا (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٦١٨٠)

[2] (وخم العين) بالخاء المعجمة وشد الميم تنقيتها، والمخموم النقي، ورجل مخموم القلب أي نقيه من الغل والحسد (شرح الزرقاني، ج٣، ص ٥٤٥، كتاب المساقاة،باب ما جاء في المساقاة)

(وعن عبد الله بن عمرو) : بالواو (قال: قيل لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أي الناس أفضل؟ قال: " كل مخموم القلب ") : بالخاء المعجمة أي: سليم القلب لقوله تعالى:(إلا من أتى الله بقلب سليم)من خممت البيت إذا كنسته على ما في القاموس وغيره، فالمعنى أن يكون قلبه مكنوسا من غبار الأغيار، ومنظفا من أخلاق الأقذار، ("صدوق اللسان ") : بالجر أي: كل مبالغ للصدق في لسانه، فيحصل به المطابقة بين تحسين لسانه وبيانه، فيخرج عن كونه منافيا أو مرائيا مخالفا، (قالوا: صدوق اللسان) : بالجر على الحكاية، ويجوز رفعه على إعراب الابتدائية والخبر قوله: (نعرفه، فما مخموم القلب؟ قال: " هو النقي ") أي: نقي القلب، وطاهر الباطن عن محبة غير المولى ("التقي ") أي: المجتنب عن خطور السوى ("لا إثم عليه ") : فإنه محفوظ، وبالغفران

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عَمر و رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَكَانَ يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۵۵۹، كتاب المناقب، باب صفة النبی صلی الله عليه وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحش اور متفحش (یعنی فحش و بدگوئی کرنے اور اس کو پسند کرنے والے) نہیں تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں، جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والے ہوں (بخاری)

آج فحش گوئی اور بدگوئی کی اتنی گرم بازاری ہوگئی ہے کہ اس سے بہت سے دین دار اور اہلِ علم بھی محفوظ نہیں رہے، جن کا کام ہی نیٹ اور فیس بک وغیرہ پر بیٹھ کر مسلمانوں، یہاں تک کہ علماء وصلحاء کے خلاف بدگوئی اور فحش گوئی کرنا رہ گیا ہے اور یہ عمدہ مشغلہ بنالیا گیا ہے۔

اسی وجہ سے قرآن مجید میں مومنوں میں فاحشہ، اور برائی پھیلانے کو پسند کرنا سخت وبال کا باعث بتلایا گیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (سورة النور، رقم الآية ۱۹)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ (یعنی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محظوظ، وبعين العناية ملحوظ، ومن المعلوم أن "لا" لنفي الجنس "فقوله: ("ولا بغي") أي: لا ظلم له ("ولا غل") أي: لا حقد ("ولا حسد") أي: لا تمني زوال نعمة الغير من باب التخصيص والتعميم على سبيل التكميل والتعميم، لئلا يتوهم اختصاص الإثم بحق الله، فصرح بأنه لا مطالبة عليه لا من الخلق ولا من جهة الخالق، والله تعالى أعلم بالحقائق .قال الطيبي رحمه الله: الجواب يلي إلى قوله تعالى: (أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى)أي: أخلصها للتقوى من قولهم: امتحن الذهب وفتنه إذا أذابه، فخلص إبريزه من خبثه ونقاه، وعن عمر رضي الله عنه: أذهب الشهوات عنها (مرقاة المفاتيح، ج۸، ص ۳۲۶۸، كتاب الرقاق)

برائی) پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے (سورہ نور)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۶۲۳، کتاب الفتن والملاحم) [1]

ترجمہ: ایک انصاری نوجوان آیا، اور اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، اور بیٹھ گیا، پھر اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مؤمنین میں سب سے افضل شخص کونسا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے افضل و بہتر ہو (حاکم)

اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَمَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْعَبْدُ؟ قَالَ: خُلُقٌ حَسَنٌ

(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۶۰۶۱، کتاب الطب) [2]

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بندے کو جو چیزیں (توفیقِ الٰہی سے) عطاء کی گئی ہیں، ان میں سب سے بہتر عطیہ کون سی چیز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اخلاق (ابنِ حبان)

---

[1] قال الحاکم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: صحيح.

[2] قال ابن حبان: قال سفيان: ما على وجه الأرض اليوم إسناد أجود من هذا.
وقال شعيب الأرنؤوط في حاشية ابن حبان: إسناده صحيح.

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ عمدہ اور اچھے اخلاق، عمدہ ترین وبہترین عطیۂ الٰہی ہے۔

جبکہ اس کے برعکس اپنے مسلمان بھائی کی بات بات پر تذلیل وتحقیر کرنا، اس کے عیوب کا افشا کرنا، لعنت وملامت کرنا، کفر وارتداد کی فتویٰ بازی کرنا، الزام تراشی، بہتان، جھوٹ اور تہمت وغیرہ جیسے گناہ، بداخلاقی کا بہت بڑا مظہر ہیں۔

جن میں آج اس قدر ابتلائے عام ہوگیا ہے کہ **الامان والحفیظ**۔

یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ مذکورہ تفصیل سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اگر گناہوں کو خفیہ کرنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے، تو خفیہ گناہ کرنے کے بجائے اس گناہ کو علانیہ کیا جائے، ایسا سمجھنا غلط ہے۔

بلکہ مقصود یہ ہے کہ اپنی خلوت والی گناہ کی عادت سے اپنے آپ کو بچایا جائے، اور توبہ کی جائے۔

جو گناہ، خفیہ کیا گیا ہو، اس سے توبہ کرنے کا حکم ہے، اور اس گناہ کو بلا عذر ظاہر کرنا ایک مستقل گناہ ہے، اور کسی کے گناہ وعیب پر مطلع ہونے کے بعد اس کی پردہ پوشی کرنا، عظیم اجر وثواب کا باعث ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلَ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٠٦٩، كتاب الادب، باب ستر المؤمن على نفسه، مسلم، رقم الحديث ٢٩٩٠ ”٥٢“)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میری سب امت کی معافی کر دی جائے گی، مگر کھلم کھلا گناہ کرنے والوں کی نہیں، اور کھلم کھلا گناہ میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی رات میں کوئی (گناہ کا) عمل کرے، پھر صبح کرے اور اللہ نے اس کے عیب پر پردہ ڈالا ہوا ہے، پھر وہ یہ کہے کہ اے فلانے! میں نے رات اس طرح اور اس طرح (گناہ کا) عمل کیا ہے، اور کوئی شخص اس حال میں رات گزارے کہ جس (کے عیوب) پر اس کے رب نے پردہ ڈالا ہوا ہے، اور وہ صبح کر کے اللہ کے پردہ کو اپنے اوپر سے اٹھا دے (یعنی اپنے عیب کو دوسروں کے سامنے ظاہر کر دے) (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ بَعْدَ أَنْ رَجَمَ الْأَسْلَمِيَّ فَقَالَ: اِجْتَنِبُوْا هٰذِهِ الْقَاذُوْرَةَ الَّتِيْ نَهَى اللّٰهُ عَنْهَا فَمَنْ أَلَمَّ فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰهِ وَلْيَتُبْ إِلَى اللّٰهِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۶۱۵، کتاب التوبة والانابة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلمی کو رجم کرنے کے بعد کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ اس (زنا کاری کے) گناہ سے بچو، جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے، پھر جو شخص مبتلا ہو جائے، تو اسے چاہیے کہ اللہ نے جس چیز پر پردہ رکھا، وہ (خود بھی) اس پر پردہ رکھے، اور اللہ سے توبہ کرے (یعنی اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے، تو لوگوں سے چھپائے، اور اللہ سے توبہ کرے) (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے عیوب کا لوگوں کے سامنے اظہار کرنا اللہ کو پسند نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الحاکم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه "
و قال الذهبی فی التلخيص: على شرط البخاری ومسلم.

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا، إِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحيح مسلم،رقم الحديث ٢٥٩٠ "٧١"كتاب البر والصلة والآداب، باب بشارة من ستر الله تعالى عيبه فى الدنيا، بأن يستر عليه فى الآخرة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ دنیا میں جس کے عیوب پر پردہ فرماتا ہے، تو قیامت کے دن بھی اس کے عیوب پر پردہ فرمائے گا (مسلم)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ کی دنیا میں عیب پوشی فرماتا ہے، اس کی آخرت میں بھی عیب پوشی فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ستّار ہونا بھی ہے۔

خلوت کے گناہوں سے توبہ وحفاظت کے چند مسنون اذکار

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلوت کے گناہوں سے توبہ وحفاظت کے چند مسنون اذکار کو بھی نقل کر دیا جائے۔

خلوت کے گناہوں سے بچنے، اور حفاظت کے لیے مندرجہ ذیل دعاء کا پڑھنا مفید ہے:

”رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ، وَإِسْرَافِيْ فِيْ أَمْرِيْ كُلِّهٖ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطَايَايَ، وَعَمَدِيْ وَجَهْلِيْ وَهَزْلِيْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“.

ترجمہ: اے میرے رب میری خطاء اور جہل کی اور میری طرف سے میرے ہر معاملہ میں زیادتی کی مغفرت فرما دیجئے، اور تو اس کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، اے اللہ میری خطاؤں کی، اور میرے عمد، اور جہل اور مزاح والی خطاؤں کی بھی، اور یہ

سب میری طرف سے سرزد ہوئی ہیں، اے اللہ! میرے اگلے اور پچھلے، اور خفیہ اور علانیہ گناہوں کی مغفرت فرما دیجئے، تو ہی مقدم ہے اور تو ہی مؤخر ہے، اور تو ہر چیز پر قادر ہے (بخاری) [1]

خلوت کے گناہوں سے بچنے، اور حفاظت کے لیے مندرجہ ذیل دعاء کا پڑھنا بھی مفید ہے:

”اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَیَّامُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ، أَنْتَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ، أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُکَ الْحَقُّ، وَقَوْلُکَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰھُمَّ لَکَ أَسْلَمْتُ، وَبِکَ آمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَإِلَیْکَ أَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ، وَإِلَیْکَ حَاکَمْتُ، فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَأَخَّرْتُ، وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ، أَنْتَ إِلٰھِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ“.

ترجمہ: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اور تیرے لیے تمام تعریفیں ہیں، تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے، اور تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں، تو آسمانوں اور زمین اور ان میں جو چیزیں موجود ہیں، ان کا ربّ ہے، تیری ذات حق ہے، اور تیرا وعدہ حق ہے، اور تیرا فرمان حق ہے، اور تجھ سے ملاقات حق ہے، اور جنت حق ہے، اور جہنّم حق ہے، اور قیامت حق ہے، اے اللہ! تیرے لیے ہی میں اسلام لایا، اور تجھ ہی پر ایمان لایا، اور تجھ پر ہی

---

[1] عن ابن أبی موسی، عن أبیه، عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه کان یدعو بهذا الدعاء: رب اغفر لی خطیئتی وجهلی، وإسرافی فی أمری کله، وما أنت أعلم به منی، اللهم اغفر لی خطایای، وعمدی وجهلی وهزلی، وکل ذلک عندی، اللهم اغفر لی ما قدمت وما أخرت، وما أسررت وما أعلنت، أنت المقدم وأنت المؤخر، وأنت علی کل شیء قدیر (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۳۹۸، کتاب الدعوات، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: اللهم اغفر لی ما قدمت وما أخرت)

میں نے توکل اختیار کیا، اور تیری ہی طرف میں نے توبہ اور رجوع کیا، اور تیری ہی مدد سے میں نے (دشمنوں سے) مقابلہ کیا، اور تیری ہی طرف میں نے اپنے معاملات کو فیصلے کے لیے پیش کیا، پس تو میری مغفرت فرما دے، اُن کمزوریوں کی جو پہلے اور بعد میں مجھ سے سرزد ہوئیں، اور جو میں نے خفیہ اور علانیہ کیں، تو ہی میرا معبود ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں (مسلم) [1]

خلوت کے گناہوں سے بچنے، اور حفاظت کے لیے مندرجہ ذیل دعاء کا پڑھنا بھی مفید ہے:

اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَيْبَ، وَقُدْرَتِکَ عَلَى الْخَلْقِ، أَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِيْ، وَتَوَفَّنِيْ إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِيْ، اَللّٰهُمَّ وَأَسْأَلُکَ خَشْيَتَکَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُکَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَأَسْأَلُکَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى، وَأَسْأَلُکَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ، وَأَسْأَلُکَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ، وَأَسْأَلُکَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُکَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِکَ، وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَآئِکَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْإِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ.

ترجمہ: اے اللہ! اپنے غیب کے علم اور مخلوق پر قدرت کی وجہ سے مجھے اس وقت تک نیک زندگی عطا فرمائیے جب تک آپ کے علم میں میرے لئے زندہ رہنا

[1] عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان يقول إذا قام إلى الصلاة من جوف الليل :اللهم لک الحمد ، أنت نور السماوات والأرض، ولک الحمد، أنت قيام السماوات والأرض، ولک الحمد، أنت رب السماوات والأرض ومن فيهن، أنت الحق، ووعدک الحق، وقولک الحق، ولقاؤک حق، والجنة حق، والنار حق، والساعة حق، اللهم لک أسلمت، وبک آمنت، وعليک توكلت، وإليک أنبت، وبک خاصمت، وإليک حاكمت، فاغفر لي ما قدمت وأخرت، وأسررت وأعلنت، أنت إلهي لا إله إلا أنت (صحيح مسلم، رقم الحديث ٧٦٩"١٩٩"كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب الدعاء فى صلاة الليل وقيامه)

بہتر ہو، اور جب آپ کے علم میں میرے لیے موت بہتر ہو، تو مجھے موت عطاء فرمایئے، اے اللہ! میں تنہائی میں ہوتے ہوئے اور سب کے سامنے ہوتے ہوئے آپ کی خشیت کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور میں رضامندی میں اور غصے میں درست بات کہنے کا سوال کرتا ہوں، اور تنگدستی اور مالداری میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں، اور میں آپ سے ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہوں، اور میں آپ سے ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں، جو کبھی ختم نہ ہو، اور میں آپ سے تقدیر کے (فیصلے کے) بعد رضاء کا سوال کرتا ہوں، اور میں آپ سے موت کے بعد آرام دہ زندگی کا سوال کرتا ہوں، اور میں آپ سے آپ کے چہرے کی زیارت کی لذت کا اور آپ سے ملاقات کے شوق کا نقصان دہ چیزوں اور گمراہ کن فتنوں سے بچتے ہوئے سوال کرتا ہوں؛ اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزیّن فرمایئے اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ بنایئے (نسائی، مسنداحمد) [1]

---

[1] حدثنا عطاء بن السائب، عن أبيه، قال: صلى بنا عمار بن ياسر صلاة، فأوجز فيها، فقال له بعض القوم: لقد خففت أو أوجزت الصلاة، فقال: أما على ذلک، فقد دعوت فيها بدعوات سمعتهن من رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما قام تبعه رجل من القوم هو أبي غير أنه كنى عن نفسه، فسأله عن الدعاء، ثم جاء فأخبر به القوم:

اللهم بعلمک الغيب، وقدرتک على الخلق، أحيني ما علمت الحياة خيرا لي، وتوفني إذا علمت الوفاة خيرا لي، اللهم وأسألک خشيتک في الغيب والشهادة، وأسألک كلمة الحق في الرضا والغضب، وأسألک القصد في الفقر والغنى، وأسألک نعيما لا ينفد، وأسألک قرة عين لا تنقطع، وأسألک الرضاء بعد القضاء، وأسألک برد العيش بعد الموت، وأسألک لذة النظر إلى وجهک، والشوق إلى لقائک في غير ضراء مضرة، ولا فتنة مضلة، اللهم زينا بزينة الإيمان، واجعلنا هداة مهتدين(سنن النسائی، رقم الحديث ١٣٠٥، ورقم الحديث ١٣٠٦؛ مسند احمد، رقم الحديث ١٨٣٢٥، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ١٩٧١؛ مستدرک حاکم، رقم الحديث ١٩٢٣)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه .

وقال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

پس مسلمانوں اور خاص طور پر علماء وصلحاء کو چاہیے کہ احادیث پر غور فرما کر اپنے طرزِ عمل کی اصلاح فرمائیں، اور موجودہ دور کے فتنوں سے اپنے ایمان کی حفاظت فرمائیں۔

خاص طور پر موجودہ زمانے کے سوشل میڈیا کے اِن گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں، جن میں نیک صالح لوگ بکثرت مبتلا ہیں، اوران کی وجہ سے اپنے نیک صالح ہونے پر بھی بظاہر اثر نہیں پڑتا، کیونکہ وہ گناہ مزین شکل وصورت اختیار کیے ہوئے ہیں، یا ایسے گناہ ہیں کہ جو دوسروں کی نظروں میں نہیں آتے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر شعوری طور پر اپنی خلوت وتنہائی میں ایسے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جائیں، جو قیامت کے دن انتہائی قیمتی اور یہاں تک کہ شب بیداری والے نیک اعمال کے ''هباءً منثورا'' ہونے کا باعث ہوں۔

اس موضوع پر بندہ کی ایک مفصل تالیف ''اصلاحِ اخلاق اور حفاظتِ زبان'' بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

محمد رضوان خان

23/شوال المکرّم/1441ھ 15/جون/2020ء، بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق

مسلمانوں میں مختلف فرقے ہوجانے اور ''ناجی'' و''ناری'' فرقوں کا ذکر
شیعہ وروافض وغیرہ کی تکفیر وتفسیق پر تحقیقی کلام
اس سلسلہ میں فقہاء ومحدثین اور محققین کی تصریحات وحوالہ جات
تعصب وتحزب سے بالا، اعتدال پر مبنی تحقیق

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

فہرست

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مولف)

بہت سے لوگوں کی طرف سے اہلِ تشیع وروافض کے متعلق مختلف قسم کے سوالات کیے جاتے رہتے ہیں، ہمارے یہاں اہلِ تشیع کی بہت بڑی تعداد، گاؤں، دیہات وغیرہ کے ایسے اَن پڑھ لوگوں کی ہے، جن کو دین ومذہب کا بنیادی علم بھی حاصل نہیں، وہ صرف علاقہ کی شیعی رسوم ورواج، مجالس وغیرہ کو ثواب سمجھ کر بطورِ بدعت کے ان میں مبتلا ہیں، اور ایسے ماحول میں شیعہ، سنی لوگوں کا بہت زیادہ آپس کی معاشرت ومعاملات میں اختلا ط وارتباط ہے، یہاں تک کہ مناکحت وازدواجیت وغیرہ کے رشتے بھی آپس میں قائم ہیں، اور اس کے نتیجے میں توالد وتناسل کا سلسلہ بھی جاری ہے، ایک دوسرے کے جنازے پڑھنا اور باہمی تدفین وغیرہ کا تعلق بھی وابستہ ہے، اس کے علاوہ ایک دوسرے کے ذبیحے کھانے میں بھی ابتلائے عام ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یک طرفہ طور پر تمام اہلِ تشیع پر علی الاطلاق کفر کا حکم صادر کرنا آسان نہیں، اسی کے ساتھ اہلُ السنۃ والجماعۃ کو اہلِ تشیّع واہلِ روافض کے باطل وگمراہ کن عقائد وافکار اور اعمال وافعال سے بچانا بھی ضروری ہے۔

دوسری طرف بعض جذباتی حضرات کی طرف سے علی الاطلاق'' کافر کافر شیعہ کافر'' ہونے کا نعرہ لگایا جاتا ہے، تو ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ'' جو نہ مانے، وہ بھی کافر'' اور اس موقع پر یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی کہ اس مطلق اور عمومی دعوے کے نتیجہ میں تو غیر شعوری طور پر جمہور فقہائے کرام، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور وہ تمام محدثین بھی اس حکم کی زَد میں آجاتے ہیں، جنہوں نے اہلِ تشیّع وروافض وغیرہ پر کفر کا حکم لگانے کے بجائے، ان پر اہلِ

فسق وبدعت وغیرہ کا حکم لگانے پر اکتفا کیا، اور جن محدثین نے احادیث کے باب میں بہت سے اہلِ تشیّع واہلِ روافض کی روایات کو قبول کیا، اوران راویوں کو ثقہ، سچا اور معتبر قرار دیا، اور انہوں نے مخصوص تعلیق وتقسیم اور شرائط کے ساتھ ہی کسی خاص شخص، یا گروہ کو آخری درجہ میں کافر قرار دیا۔

اوراس عمومی اور مطلق دعوے کے نتیجے میں بہت سے مسلمانوں کے معاملات میں بھی مشکل اور دشواری پیش آتی ہے، کیونکہ اہلِ تشیّع واہلِ روافض کے مختلف فرقے، دنیا بھر کے عرب وعجم کے علاقوں میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے لوگوں کے ساتھ آباد ہیں، جن کے ساتھ، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے لوگوں کے بہت سے معاملات اور معاشرتی امور وابستہ ہیں۔

چونکہ ایک عرصے سے اس مسئلے پر اہلِ علم اور عوام میں بحث مباحثہ کی گرم بازاری ہے، اور بعض لوگوں نے اس مسئلے کو تحقیق سے زیادہ جذبات اور تعصّبات کی نذر کردیا ہے، اور پہلے سے ایک خاص قسم کا جذباتی وتعصّباتی نظریہ اپنے دل ودماغ میں قائم کرلیا ہے، جس کے نتیجے میں اپنے اس جذباتی وتعصّباتی نظریہ کے خلاف کوئی موقف سامنے آنے پر فوراً ردِعمل کا اظہار کیا جاتا ہے، اور بڑے بڑے فتوے، کفر والحاد، اور غیروں ودشمنوں کے بغل گیر ہونے وغیرہ کے صادِر کیے جاتے ہیں، اوراس پر سنجیدہ انداز میں غور وفکر اور تحقیق کا اہتمام نہیں کیا جاتا، اوراس کے نتیجے میں کئی قسم کے مفاسد اور فتنے لازم آتے ہیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ اس قسم کے مسائل میں کسی روایتی قول کی اتباع، یا اپنے جذبات وغیرہ کی پیروی کے بجائے، فقہائے مجتہدین وائمہ متبوعین کی بیان کردہ تحقیق وتفصیل اور تعلیق وتقسیم کے پہلوؤں کو نظر انداز نہ کیا جائے، اور جب تک کوئی بھی تاویل ممکن ہو، اس وقت تک، تکفیرِ مسلم کے بارے میں احتیاط سے کام لیا جائے، اور شیعہ وروافض وغیرہ کے عنوان سے علی الاطلاق ان کے تمام لوگوں اور فرقوں پر صریح کفر وشرک، یا ارتداد کا حکم صادر کرنے سے اجتناب کیا جائے، اوراس قسم کے مسائل کو صرف دوسرے سے مسلکی اختلاف کی وجہ

سے ضرورت سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش نہ کیا جائے، بلکہ اختلاف کو اپنی حدود پر رکھا جائے۔

اس قسم کے حالات میں ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ یکطرفہ جذباتی موقف سے اجتناب کرتے ہوئے اس سلسلے میں محققین کی عبارات کی روشنی میں تحقیق پیش کی جائے، جس کو آنے والی تحریر میں پیش کرنی کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر کسی کو اس تحقیق پر شرح صدر واطمینان نہ ہو، اور اس کو اپنی، یا کسی دوسرے کی تحقیق پر اطمینان ہو، تو وہ فیما بینهٔ و بین الله، اسی کو اختیار کرنے کا مکلّف ہے، لیکن جس طرح وہ اپنی تحقیق، یا اپنے شرح صدر واطمینان کا مکلّف ہے، اسی طرح اسے دوسرے کے متعلق بھی اسی طرزِ عمل کو پسند کرنا چاہیے کہ دوسرے کو بھی اگر اس کے برعکس اپنی کسی تحقیق، یا دوسرے کی تحقیق پر فیما بینهٔ و بین الله اطمینان ہو، تو اس کو بھی ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

حدیث شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ١٣، كتاب الإيمان، باب: من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے، جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے (بخاری)

اس لیے عین ممکن ہے کہ بعض روایتی، یا جذباتی ذوق کے مخلص کرم فرماؤں کو اس تحریر میں مذکور، کسی رائے سے اتفاق نہ ہو، لیکن چونکہ الحمد للہ تعالیٰ اصل مقصود، رضائے مخلوق کے بجائے، رضائے خالق ہے، اس لیے خالق کے مقابلے میں مخلوق کی عدمِ رضا، اس سلسلہ میں فیما بیننا و بین اللہ، حقِ رائے دہی اور اس کے اظہار میں حائل اور رکاوٹ کا باعث محسوس نہیں ہوتی۔

اختلاف رکھنے والے مخلص کرم فرماؤں کو بھی پوری طرح حق حاصل ہے کہ وہ جس رائے کو

اپنے اور اللہ کے درمیان حق سمجھیں، اس کا دلائل کے ذریعہ اظہار کریں، پھر اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ خالی الذہن ہوکر، تدبر اور غور وفکر کرنے والوں کو جس کی رائے، اللہ اور اس کے رسول کی رائے کے زیادہ موافق محسوس ہو، وہ اس کو اختیار کریں، اور بس۔

اس کے بعد پھر اس مسئلہ کو باہمی منازعہ ومجادلہ کا ذریعہ بنا کر اپنی ہی صفوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنا، کسی طرح بھی عقل مندی پر مبنی نہیں، کیونکہ یہ کوئی دنیاوی مال و دولت کی باہمی جنگ نہیں، بلکہ خالص ایک دینی مسئلہ ہے، جس میں سلف کے طریقہ کو نظر انداز کرنا درست، بابرکت اور باعثِ نورانیت طریقہ نہیں، جس کا خمیازہ، آج دنیا بھر میں بے شمار مسلمان بھگت رہے ہیں، اور اس کے نتیجے میں کفار ومشرکین اور اعدائے دین باہم منظّم ہوکر مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچا رہے ہیں، اور مسلمان، دن بدن تنزلی کی طرف جا رہے ہیں۔

آنے والے مضمون میں متقدمین وسلف محققین کے علاوہ موجودہ دور کے وسیع تر ممالک میں آباد، اصحابِ علم وقلم حضرات کی تحریرات وبیانات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، تاکہ ہمارے یہاں کے ایک مخصوص طبقہ کو معلوم ہو کہ دنیا بھر میں جمہور امت کا اس سلسلہ میں موقف کیا ہے؟

فقط

محمد رضوان خان

28/ شوال المکرّم/ 1440ھ۔ بمطابق 02/ جولائی/ 2019ء بروز منگل

نظرِ ثانی: 7/ محرم الحرام/ 1444ھ بمطابق 8/ اگست/ 2022ء، بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق

سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ستّر (70) سے زیادہ فرقے ہوجانے کا ذکر فرمایا ہے، اوران میں سے ایک فرقے کو ناجی اور باقی کو ناری قرار دیا ہے۔

اور جس فرقہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجی قرار دیا ہے، راجح قول کے مطابق وہ ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' کا فرقہ اور جماعت ہے، اور بدعات کے مرتکب اور اسی طرح، خوارج وروافض وغیرہ جیسے سب فرقے ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' سے خارج ہیں۔

اور ہر زمانے میں اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج فرقوں کو مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام، اہلُ الاھواء اور اہلُ البدعۃ میں شامل کرتے آئے ہیں، اور انہوں نے حتی الامکان من حیث المجموع کسی فرقہ کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، اور جہاں تک ممکن ہوا، تاویلات وتوجیہات کو بروئے کار لاتے ہوئے، تکفیر اور التزامِ کفر کے باب میں احتیاط سے کام لیا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات مفید تشریح وتوضیح کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۶۴۱، ابواب الایمان، ما جاء فی افتراق ھذہ الأمۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ضرور وہ حالات پیش آئیں گے، جو بنی اسرائیل پر پیش آئے تھے، ایک جوتے کے دوسرے جوتے کے ہو بہو برابر ہونے کی طرح، یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے کھلے عام بدکاری کی ہوگی، تو میری امت میں بھی کوئی شخص یہ حرکت کرے گا، اور بنی اسرائیل کے بہتّر فرقے ہوگئے تھے، اور میری امت کے تہتّر فرقے ہو جائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی)

اس حدیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث مفسر غریب لا نعرفه مثل ھذا إلا من ھذا الوجه.

[2] عن عبد الله بن عمرو بن العاص, عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لیأتین علی أمتی ما أتی علی بنی إسرائیل مثل بمثل, حذو النعل بالنعل, حتی لو أن فیهم من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، قَالُوْا: وَمَا تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۸۸۶، ورقم الحدیث ۷۸۴۰، المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۲۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت تہتّر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، سب فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أتى أمه علانية كان في أمتي من يصنع ذلك , وإن بني إسرائيل تفرقوا على ثنتين وسبعين ملة , وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة , كلها في النار إلا ملة واحدة , قالوا: وأي ملة تنفلت من النار؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي (البدع لابن الوضاح، رقم الحديث ٢٥٠)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل: تفرق بنو إسرائيل على اثنتين وسبعين ملة وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين، تزيد عليهم، كلها في النار إلا ملة واحدة، فقالوا: من هذه الملة الواحدة؟ قال: ما أنا عليها وأصحابي "(الشريعة للآجري، رقم الحديث ٢٣)

عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سيأتي على أمتي ما أتى على بني إسرائيل مثلا بمثل حذو النعل بالنعل، وإنهم تفرقوا على ثنتين وسبعين ملة وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار غير واحدة ، قالوا: يا رسول الله وما تلك الواحدة؟ قال: هو ما أنا عليه اليوم وأصحابي (السنة للمروزي، رقم الحديث ٥٩)

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الصغير، وفيه عبد الله بن سفيان، قال العقيلي :لا يتابع على حديثه هذا، وقد ذكره ابن حبان في الثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٩٩)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، جس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [1]

لیکن گزشتہ سندوں سے یہ حدیث معتبر ہے۔ [2]

---

[1] عن عبد الله بن يزيد بن آدم الدمشقى، قال، حدثنى أبو الدرداء ، وأبو أمامة، وواثلة بن الأسقع، وأنس بن مالك قالوا :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما، ونحن نتمارى فى شىء من أمر الدين، فغضب غضبا شديدا لم يغضب مثله، ثم انتهرنا، فقال :..........ذروا المراء ، فإن بنى إسرائيل افترقوا على إحدى وسبعين فرقة، والنصارى على ثنتين وسبعين فرقة كلهم على الضلالة إلا السواد الأعظم .قالوا :يا رسول الله، ومن السواد الأعظم؟ قال :من كان على ما أنا عليه، وأصحابى من لم يمار فى دين الله، ومن لم يكفر أحدا من أهل التوحيد بذنب غفر له(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٧٦٥٩،الشريعة للآجرى،رقم الحديث ١١١،الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة،رقم الحديث ٥٣٢)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه كثير بن مروان، وهو ضعيف جدا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٠٤،باب ما جاء فى المراء)

[2] قال الفتنى:افترقت اليهود على اثنين وسبعين فرقة والنصارى كذلك وتفترق أمتى على ثلاث سبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة قالوا من هى يا رسول الله قال ما أنا عليه وأصحابى حسن صحيح روى عن أبى هريرة وسعد ابن عمر وأنس جابر وغيرهم(تذكرة الموضوعات للفتنى، ج ا ص ١٥ ، باب افتراق الامة على ثلاث وسبعين فرقة)

وقال الالبانى:والحديث أورده الحافظ ابن كثير فى تفسيره (1/390) من رواية أحمد، ولم يتكلم على سنده بشىء ، ولكنه أشار إلى تقويته بقوله ":وقد ورد هذا الحديث من طرق ." ولهذا قال شيخ الإسلام ابن تيمية فى "المسائل "(2/83)"هو حديث صحيح مشهور ."وصححه أيضا الشاطبى فى "الاعتصام "(3/38). ومن طرق الحديث التى أشار إليها ابن كثير، وفيها الزيادة، ما ذكره الحافظ العراقى فى "تخريج الإحياء "(3/199) قال: "رواه الترمذى من حديث عبد الله بن عمرو وحسنه، وأبو داود من حديث معاوية، وابن ماجه من حديث أنس وعوف بن مالك، وأسانيدها جياد ." قلت :ولحديث أنس طرق كثيرة جدا تجمع عندى منها سبعة، وفيها كلها الزيادة المشار إليها، مع زيادة أخرى يأتى التنبيه عليها، وهذه هى : الطريق الأولى :عن قتادة عنه . أخرجه ابن ماجة (2/480) ، وقال البوصيرى فى "الزوائد :" "إسناده صحيح، رجاله ثقات ." قلت :وفى تصحيحه نظر عندى لا ضرورة لذكره الآن، فإنه لا بأس به فى الشواهد .الثانية: عن العميرى عنه...................

السابعة :عن عبد الله بن سفيان المدنى عن يحيى بن سعيد الأنصارى عنه . وفيه الزيادة بلفظ ": قال :ما أنا عليه وأصحابى ." أخرجه العقيلى فى "الضعفاء "(ص 208 - 207) والطبرانى فى "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ افْتَرَقَتْ عَلٰى إِحْدَى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَإِنَّ أُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِی النَّارِ، إِلَّا وَاحِدَةً وَهِیَ: الْجَمَاعَةُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٩٩٣، ابواب الفتن، باب افتراق الأمم) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصغير " (150) وقال ":لم يروه عن يحيى إلا عبد الله بن سفيان ."وقال العقيلى " :لا يتابع على حديثه ."قلت :وهو على كل حال خير من الأبرد بن أشرس فإنه روى هذا الحديث أيضا عن يحيى بن سعيد به، فإنه قلب متنه، وجعله بلفظ ":تفترق أمتى على سبعين أو إحدى وسبعين فرقة كلهم فى الجنة إلا فرقة واحدة،قالوا :يا رسول الله من هم؟ قال :الزنادقة وهم القدرية ."

أورده العقيلى أيضا وقال ":ليس له أصل من حديث يحيى بن سعيد "وقال الذهبى فى "الميزان ":"أبرد بن أشرس قال ابن خزيمة :كذاب وضاع ."قلت :وقد حاول بعض ذوى الأهواء من المعاصرين تمشية حال هذا الحديث بهذا اللفظ الباطل، وتضعيف هذا الحديث الصحيح، وقد بينت وضع ذاک فى "سلسلة الأحاديث الضعيفة "رقم (1035) ، والغرض الآن إتمام الكلام على هذا اللفظ الصحيح،فقد تبين بوضوح أن الحديث ثابت لا شک فيه، ولذلک تتابع العلماء خلفا عن سلف على الاحتجاج به حتى قال الحاكم فى أول كتابه "المستدرک " :"إنه حديث كبير فى الأصول (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٠٤)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح .هشام بن عمار متابع.

وأخرجه ابن أبى عاصم فى "السنة "(64) ومن طريقه الضياء المقدسى فى "المختارة" (2500) عن هشام بن عمار، بهذا الإسناد.

وأخرجه الضياء المقدسى (2499) من طريق أبى عامر موسى بن عامر بن خريم، عن الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد .وهذا إسناد حسن.

وأخرجه أحمد (12208) من طريق زياد بن عبد الله النميرى، عن أنس .والنميرى ضعيف.وانظر تمام تخريجه وبيان طرقه عند أحمد.

ويشهد له حديث عوف بن مالک السالف قبله، وانظر تمام شواهده عنده(حاشية سنن ابن ماجه)

وقال البوصيرى:هذا إسناد صحيح رجاله ثقات (مصباح الزجاجة، تحت رقم الحديث ١٤٠٤)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتّر (71) فرقے ہوئے اور میری امت کے بہتّر (72) فرقے ہوں گے، سب کے سب آگ میں ہوں گے، سوائے ایک کے اور وہ ایک "اَلْجَمَاعَۃُ" ہے (ابن ماجہ)

جماعت سے مراد اہلِ سنت ہیں، جس کی سب سے پہلی مصداق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت ہے، اور پھر قیامت تک آنے والے، وہ افراد، جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقہ پر ہوں، وہ بھی صحابۂ کرام کی اتباع میں درجہ بدرجہ اس کا مصداق ہیں۔[1]

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو عامر عبداللہ بن لحی سے روایت ہے کہ:

حَجَّجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الظُّهْرِ، فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً يَعْنِيْ: اَ لْأَهْوَاءَ، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِيْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمُ

[1] (ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة قيل :من يا رسول الله؟ قال :الجماعة) وفي لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى) .فقوله :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى) يدل على اتباع السنة، واتباع ما كان عليه الرسول صلى الله عليه وسلم، ووصفهم بأنهم جماعة ثم كونه يقول :إنهم أهل سنة وإنهم ليسوا جماعة هذا كلام غير صحيح؛ لأن أهل السنة هم الجماعة، والجماعة وأهل السنة والطائفة المنصورة والفرقة الناجية؛ كل هذه الصفات لفرقة واحدة، وهم من هم على ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وكونه يصير هناك شيء من الاختلاف والتنافر لأمور دنيوية أو لأمور أخرى هذا لا يؤثر على الاتفاق فى العقيدة وعلى ما كان عليه سلف الأمة، فإذا وجد شيء من ذلك لا يقال :إن هذا يقتضى أن يفرق بين السنة والجماعة، وأن السنة شيء والجماعة شيء ، بل أهل السنة هم الجماعة، والجماعة هم أهل السنة، وعقائد أهل السنة فيها ذكر السنة والجماعة معاً فلا يقال :إن هذا شيء وهذا شيء آخر(شرح سنن ابى داؤد لعبدالمحسن العباد"دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية"رقم الدرس ٢٨٦ ص ٣٢، حكم من يقول السلفيون فى هذا الزمان أهل سنة وليسوا أهل جماعة)

تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ ،وَاللّٰهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَئِنْ لَّمْ تَقُوْمُوْا بِمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَغَيْرُكُمْ مِنَ النَّاسِ أَحْرٰى أَنْ لَّا يَقُوْمَ بِهِ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۷، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۴۳، ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۵۹۷) [1]

ترجمہ: ہم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے، تو وہ ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ اپنے دین میں بہتّر (72) فرقوں میں تقسیم ہوگئے، جبکہ یہ امت تہتّر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ جماعت کے نقشِ قدم پر ہوگا اور میری امت میں کچھ ایسی اقوام بھی آئیں گی، جن پر یہ فرقے (اور خواہشات) اس طرح غالب آجائیں گے، جیسے ''کُتَّا'' کسی پر چڑھ دوڑتا ہے اور اس شخص کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رہتا، جس میں زہر سرایت نہ کرجائے، اللہ کی قسم! اے گروہِ عرب! اگر تم اپنے نبی کی لائی ہوئی شریعت پر قائم نہ رہے، تو دوسرے لوگ تو زیادہ ہی اس پر قائم نہ رہیں گے (مسند احمد، حاکم)

کئی احادیث میں حق پرست جماعت کے تاقیامت باقی رہنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن، وحديثُ افتراق الأمة منه صحيح بشواهده(حاشية مسند احمد)
وقال الحاكم: هذه أسانيد تقام بها الحجة فى تصحيح هذا الحديث، وقد روى هذا الحديث عن عبد الله بن عمرو بن العاص وعمرو بن عوف المزنى بإسنادين تفرد بأحدهما عبد الرحمن بن زياد الأفريقى، والآخر كثير بن عبد الله المزنى، ولا تقوم بهما الحجة.
وقال الذهبى فى التلخيص: هذه أسانيد تقوم بها الحجة.

[2] عن المغيرة بن شعبة، عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال:لا يزال طائفة من أمتى ظاهرين، حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون(صحيح البخارى ،رقم الحديث ۷۳۱۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اکثر اہلِ علم حضرات کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ احادیث میں ایک فرقے کے علاوہ، جن تمام فرقوں کو''نـارِی'' قرار دیا گیا ہے، ان میں مسلمانوں کے فرقے ہی مراد ہیں، کافروں کے فرقے مراد نہیں، کیونکہ اس قسم کی احادیث میں اہلِ کتاب اور بنی اسرائیل کو جدا کر کے اس امت کے فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور اصولی طور پر اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج فرقوں میں رافضیوں اور خارجیوں کے فرقے بھی داخل ہیں۔

اس لیے کسی بھی ایسے فرقہ کو، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ سے اختلاف رکھتا ہو، جھٹ سے دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد و کافر قرار دینا درست نہیں، اور اس سلسلے میں پوری احتیاط اور تحقیق ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ خیرُ القرون کے دور ہی سے معتزلہ، خوارج، روافض، قدریہ، جہمیہ وغیرہ، جیسے پچاسوں فرقے ظاہر ہوئے، اور اہلِ حق کی طرف سے ان کی شرعی دلائل کے ذریعہ تردید کی جاتی رہی، لیکن جمہور محققین کی طرف سے ان کی تکفیر میں احتیاط سے کام لیا گیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق، لا يضرهم من خذلهم، حتى يأتى أمر الله وهم كذلك(مسلم،رقم الحديث ۱۹۲۰ "۱۷۰")

عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، أن عمير بن هانىء، حدثه، قال: سمعت معاوية، على المنبر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تزال طائفة من أمتى قائمة بأمر الله، لا يضرهم من خذلهم أو خالفهم، حتى يأتى أمر الله وهم ظاهرون على الناس(مسلم، رقم الحديث ۱۰۳۷ "۱۷۴")

[1] وقال الإمام أبو محمد الحسن بن أحمد بن إسحاق التسترى فى كتابه افتراق الأمة أهل السنة والجماعة فرقة، والخوارج خمس عشرة فرقة، والشيعة ثلاث وثلاثون، والمعتزلة ستة، والمرجئة اثنا عشر، والمشبهة ثلاثة، والجهمية فرقة واحدة، والضرارية واحدة، والكلابية واحدة، وأصول الفرق عشرة أهل السنة والخوارج والشيعة والجهمية والضرارية والمرجئة والنجارية والكلابية والمعتزلة والمشبهة، وذكر أبو القاسم الفورانى فى كتابه فرق الفرق إن غير الإسلاميين: الدهرية والهيولى أصحاب العناصر الثنوية والديصانية والمانوية والطبائعية والفلكية والقرامطة (عمدة القارى للعينى، ج۲۴ص ۱۹۵، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم موجودہ زمانے کے بعض علمائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ تمام اہلِ تشیع واہلِ روافض کافر ہیں، خواہ وہ دنیا کے کسی خطے میں بھی آباد ہوں، اور وہ پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں، یا ان پڑھ لوگ ہوں، جیسا کہ موجودہ دور کے گاؤں، دیہات کے اَن پڑھ اور جاہل شیعہ واہلِ روافض لوگوں کی حالت ہے۔

ظاہر ہے کہ اس حکمِ کفر کی وجہ سے کئی قسم کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں، اور کئی قسم کے شکوک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة) قيل: فيه إشارة لتلك المطابقة مع زيادة هؤلاء في ارتكاب البدع بدرجة، ثم قيل: يحتمل أمة الدعوة فيندرج سائر الملل الذين ليسوا على قبلتنا في عدد الثلاث والسبعين، ويحتمل أمة الإجابة فيكون الملل الثلاث والسبعون منحصرة في أهل قبلتنا، والثاني هو الأظهر، ونقل الأبهري أن المراد بالأمة أمة الإجابة عند الأكثر (كلهم في النار) : لأنهم يتعرضون لما يدخلهم النار فكفارهم مرتكبون ما هو سبب في دخولها المؤبدة عليهم ومبتدعتهم مستحقة لدخولها إلا أن يعفو الله عنهم (إلا ملة) : بالنصب أي إلا أهل ملة(مرقاة المفاتيح، ج ا ص ٢٥٩، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

(افترقت) بكسر الهمزة من الافتراق ضد الاجتماع (اليهود على إحدى) مؤنث واحد (وسبعين فرقة) بكسر الفاء وهي الطائفة من الناس (وتفرقت) هو بمعنى افترقت فمغايرة التعبير للتفنن (النصارى على اثنتين وسبعين فرقة) معروفة عندهم (وتفرقت أمتي) في الأصول الدينية لا الفروع الفقهية إذ الأولى هي المخصوصة بالذم وأراد بالأمة من تجمعهم دائرة الدعوة من أهل القبلة (على ثلاث وسبعين فرقة) زاد في رواية كلها في النار إلا واحدة زاد في رواية لأحمد وغيره والجماعة أي أهل السنة والجماعة وفي رواية هي ما أنا عليه اليوم وأصحابي وأصول الفرق ستة، حرورية وقدرية وجهمية ومرجئة ورافضة وجبرية وانقسمت كل منها إلى اثنتي عشرة فرقة فصارت اثنين وسبعين وقيل بل عشرون روافض وعشرون خوارج وعشرون قدرية وسبعة مرجئة وواحدة نجادية وواحدة فرارية وواحدة جهمية وثلاث كرامية وقيل وقيل وقال المحقق الدواني وما يتوهم من أنه إن حمل على أصول المذاهب فهي أقل من هذه العدة أو على ما يشمل الفروع فهي أكثر توهم لا مستند له لجواز كون الأصول التي بينها مخالفة مقيد بها هذا العدد أو يقال لعلهم في وقت من الأوقات بلغوا هذا العدد وإن زادوا أو نقصوا في أكثر الأوقات(فيض القدير للمناوي، ج٢ص ٢٠، تحت رقم الحديث ١٢٢٣، حرف الهمزة)

قوله (تفرقت اليهود على إحدى وسبعين فرقة أو اثنتين وسبعين فرقة) شك من الراوي ووقع في حديث عبد الله بن عمرو الآتي وإن بني إسرائيل تفرقت على اثنتين وسبعين ملة من غير شك (والنصارى مثل ذلك) أي أنهم أيضا تفرقوا على إحدى وسبعين فرقة أو ثنتين وسبعين فرقة (وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة) المراد من أمتي الإجابة(تحفة الاحوذي، ج٧ص ٣٣٢، كتاب الإيمان،باب ما جاء في افتراق هذه الأمة)

وشبہات لازم آتے ہیں، چنانچہ جب اس بات کی تبلیغ وتشہیر کی جاتی ہے کہ تمام اہلِ تشیع کافر ہیں، تو بہت سی معتبر احادیث کا بھی غیر معتبر ہونا لازم آتا ہے، اور پھر ان معتبر احادیث پر بھی بعض لوگوں کی طرف سے شکوک وشبہات کا اظہار سامنے آتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں بعض لوگوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر بھی اعتراضات کرنا شروع کردیے۔

کیونکہ کتبِ حدیث کی بہت سی احادیث کو روایت کرنے والے راوی ایسے گزرے ہیں کہ جو ''شیعہ'' یا ''رافضی'' ہیں، اور ان کی مرویات کو معتبر سمجھا جاتا ہے، اور اس طرح کی احادیث، سنن الترمذی، سنن ابی داؤد وغیرہ اور دوسری احادیث کی کتب میں بھی موجود ہیں۔ [1]

---

[1] معروف بن خربوذ......روى له أبو داود والنسائي وابن ماجه وقال ابن عبد البر في كتاب الكنى له كان من كبار التابعين وكان صاحب بلاغة وبيان شاعرا محسنا ثقة فاضلا بليغا عاقلا إلا أنه كان فيه تشيع(عمدة القارى،ج٢، ص٢٠٥، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية أن لا يفهموا)

قوله (نا أبو أحمد) اسمه محمد بن عبد الله بن الزبير بن عمرو بن درهم الأنصارى الزبيرى مولاهم الكوفى من أصحاب الكتب الستة.

قال العجلى ثقة يتشيع وقال بندار ما رأيت قط أحفظ من أبى أحمد وقال أبو حاتم حافظ للحديث عاقل مجتهد له أوهام مات سنة ثلاث ومائتين(تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج١، ص٣٦٦، أبواب الطهارة ،باب ما جاء فى الرجل يطوف على نسائه بغسل واحد)

عدى بن ثابت [ع] عالم الشيعة وصادقهم وقاصهم وإمام مسجدهم، ولو كانت الشيعة مثله لقل شرهم.

قال المسعودى: ما أدركنا أحدا أقول بقول الشيعة من عدى بن ثابت.

وثقه أحمد، وأحمد العجلى، والنسائى.

قلت: وفى نسبه اختلاف، والاصح أنه منسوب إلى جده [لامه] وأنه عدى ابن [أبان بن] ثابت بن قيس بن الخطيم الأنصارى الظفرى، قاله ابن سعد وغيره.

وقال ابن معين: عدى بن ثابت بن دينار.

وقيل عدى بن ثابت بن عبيد بن عازب ابن ابن أخ البراء بن عازب.

حدث عن جده لامه عبد الله بن يزيد الخطمى، وسليمان بن صرد، والبراء.

وعنه الأعمش، ومسعر، وشعبة، وآخرون.

قال أبو حاتم:صدوق.وقال ابن معين: شيعى مفرط.وقال الدارقطنى: رافضى غال، وهو ثقة.

عفان، قال:كان شعبة يقول: عدى بن ثابت من الرقاعين.

وقال الجوزجانى:مائل عن القصد(ميزان الاعتدال للذهبى، ج٣ص ٦١، ٦٢، تحت رقم الترجمة ٥٥٩١)

بلکہ بعض ''شیعہ'' یا ''رافضی'' راویوں کی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ہیں۔ [1]

اور بعض جلیلُ القدر محدثین وائمہ کے اساتذہ میں بھی اہلِ تشیع حضرات گزرے ہیں۔ [2]

اور بعض مشہور راوی اور محدثین ''شیعہ'' بھی ہوئے ہیں۔

چنانچہ امام حاکم، جن کی احادیث میں ''المستدرک علی الصحیحین'' مشہور کتاب ہے، ان کی طرف بھی تشیع کی نسبت کی گئی ہے۔ [3]

---

[1] أن رجال الصحيحين قد يوجد فيهم من صرحوا بأنه خارجي أو رافضي(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣،ص١٢٣٨ ، كتاب الجنائز،باب البكاء على الميت)

عباد بن يعقوب الرواجنى الكوفى أبو سعيد رافضى مشهور إلا أنه كان صدوقا وثقة أبو حاتم وقال الحاكم كان بن خزيمة إذا حدث عنه يقول حدثنا الثقة فى روايته المتهم فى رأيه عباد بن يعقوب وقال بن حبان كان رافضيا داعية وقال صالح بن محمد كان يشتم عثمان رضى الله عنه قلت روى عنه البخارى فى كتاب التوحيد حديثا واحد مقرونا وهو حديث بن مسعود أى العمل أفضل وله عند البخارى طرق أخرى من رواية غيره(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١ ،ص٤١٢،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

محمد بن جحادة الكوفى من صغار التابعين وثقه أحمد بن حنبل وجماعة وتكلم فيه بعضهم من أجل قول أبى عوانة كان يتشيع قلت روى له الجماعة وما له فى البخارى سوى حديثين لا تعلق لهما بالمذهب(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١ ،ص٤٣٧،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

قوله (حدثنا عباد بن يعقوب الكوفى) الرواجنى صدوق رافضى حديثه فى البخارى مقرون بالغ بن حبان فقال يستحق الترك(تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج٣،ص٢٣، ابواب الجمعة ، باب فى استقبال الإمام إذا خطب)

[2] محمد بن عبد الله بن الزبير الزبيرى نسبة إلى جده وهو مولى بنى أسد يكنى أبا أحمد الكوفى أحد الأثبات الثقات المشهورين من شيوخ أحمد بن حنبل قال حنبل عن أحمد كان كثير الخطأ فى حديث سفيان وقال أبو حاتم كان حافظا له أوهام ووثقه بن نمير وبن معين والعجلى وزاد كان يتشيع وقال النسائى ليس به بأس وقال أبو زرعة وغير واحد صدوق وقال بندار ما رأيت أحفظ منه قلت احتج به الجماعة وما أظن البخارى أخرج له شيئا من أفراده عن سفيان(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١ ،ص٤٣٩،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

شيخ الدارقطنى هو أبو العباس بن عقدة أحد الحفاظ لكنه شيعى، وقد تكلم فيه الدارقطنى وحمزة السهمى وغيرهما (عمدة القارى، ج٧، ص ١٤٩ ، كتاب الصلاة، باب الجمع فى السفر بين المغرب والعشاء)

[3] الحاكم محمد بن عبد الله بن حمدويه الضبى الشافعى الإمام الرحال المعروف بابن البيع. قال أبو حاتم وغيره :قام الإجماع على ثقته ونسب إلى التشيع (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج١ ، ص١٧ ،مقدمة المؤلف)

اسی طرح ''امام عبدالرزاق'' جن کی فنِ حدیث میں ''**المصنف لعبد الرزاق**'' مشہور کتاب ہے، ان کی طرف بھی تشیع کی نسبت کی گئی ہے۔ [1]

اسی طرح امام اعمش کی طرف بھی ''تشیع کی نسبت کی گئی ہے۔ [2]

پھر جس طرح محدثین نے بعض ''اہلِ تشیع'' راویوں کو ''**ثقه**'' قرار دیا ہے، اسی طرح بعض کو ''**صدوق**'' اور ''سچا'' اور ''**صالحُ الحديث**'' اور ''**زاهد، حسنُ الحديث**'' وغیرہ بھی قرار دیا ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''**تقريبُ التهذيب**'' میں اس طرح کے بہت سے راویوں کا ذکر کیا ہے۔ [3]

---

[1] عبد الرزاق ابن همام ابن نافع الحميرى مولاهم أبو بكر الصنعانى ثقة حافظ مصنف شهير عمى فى آخر عمره فتغير وكان يتشيع من التاسعة مات سنة إحدى عشرة وله خمس وثمانون ع(تقريب التهذيب، ص ۳۵۴، تحت رقم الترجمة ۴۰۶۴)

(عبد الرزاق) بن همام بن نافع الحميرى الصنعانى ثقة حافظ شهير عمى فى آخر عمره فتغير وكان يتشيع، وقد احتج به الشيخان فى جملة حديث من سمع منه قبل الاختلاط، وقال ابن معين :كان عبد الرزاق أثبت فى حديث معمر وروى له الجماعة(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج۴،ص ۲۰، كتاب البيوع،باب كسب الرجل وعمله بيده)

[2] الأعمش ولد يوم قتل الحسين، يوم عاشوراء سنة إحدى وستين .وقال البخارى :ولد سنة ستين، ومات سنة ثمان وأربعين ومائة، رأى أنسا، قيل :وأبا بكرة، وروى عن عبد الله بن أبى أوفى، وقال الشيخ قطب الدين فى (شرحه) : رأى أنس بن مالك وعبد الله بن أبى أوفى ولم يثبت له سماع من أحدهما، وسمع أبا وائل ومعرورا ومجاهدا وإبراهيم النخعى والتيمى والشعبى وخلقا، روى عنه السبيعى وإبراهيم التيمى والثورى وشعبة ويحيى القطان وسفيان بن عيينة وخلق سواهم. وقال يحيى القطان :الأعمش من النساك المحافظين على الصف الأول، وكان علامة الإسلام، وقال وكيع :بقى الأعمش قريبا من سبعين سنة لم تفته التكبيرة الأولى، وكان شعبة إذا ذكر الأعمش قال :المصحف المصحف، سماه المصحف لصدقه، وكان يسمى :سيد المحدثين، وكان فيه تشيع، ونسب إلى التدليس، وقد عنعن هذا الحديث عن إبراهيم، ولم ير فى جميع الطرق التى فيها رواية الأعمش للبخارى ومسلم وغيرهما أنه صرح بالتحديث أو الإخبار إلا فى رواية حفص بن غياث عن الأعمش(عمدة القارى، ج ۱، ص ۲۱۴، كتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم)

[3] أحمد ابن المفضل الحفرى بفتح المهملة والفاء أبو على الكوفى صدوق شيعى فى حفظه شىء من التاسعة مات سنة خمس عشرة د س(تقريب التهذيب،ص ۸۴، تحت رقم الترجمة ۱۰۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراحادیث کے شارحین نے بھی اس طرح کے بہت سے راویوں کا احادیث کی تشریح کرتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أجلح ابن عبد الله ابن حجية بالمهملة والجيم مصغر يكنى أبا حجية الكندى يقال اسمه يحيى صدوق شيعي من السابعة مات سنة خمس وأربعين بخ (تقريب التهذيب،ص ٩٦، تحت رقم الترجمة ٢٨٥)

ثعلبة ابن يزيد الحمانى بكسر المهملة وتشديد الميم كوفى صدوق شيعي من الثالثة عس (تقريب التهذيب،ص ١٣٤، تحت رقم الترجمة ٨٤٧)

داود ابن أبى عوف سويد التميمى البرجمى بضم الموحدة والجيم مولاهم أبو الجحاف بالجيم وتشديد المهملة مشهور بكنيته وهو صدوق شيعي ربما أخطأ من السادسة ت س ق (تقريب التهذيب،ص ١٩٩، تحت رقم الترجمة ١٨٠٥)

سالم ابن أبى حفصة العجلى أبو يونس الكوفى صدوق فى الحديث إلا أنه شيعي غالى من الرابعة مات فى حدود الأربعين بخ ت (تقريب التهذيب،ص ٢٢٦، تحت رقم الترجمة ٢١٧١)

عبد الملك ابن أعين الكوفى مولى بنى شيبان صدوق شيعي له فى الصحيحين حديث واحد متابعة من السادسة ع (تقريب التهذيب،ص ٣٦٢، تحت رقم الترجمة ٤١٦٤)

عبد الملك ابن مسلم ابن سلام الحنفى أبو سلام الكوفى ثقة شيعي من السابعة ت س (تقريب التهذيب،ص ٣٦٥، تحت رقم الترجمة ٤٢١٦)

عباد ابن يعقوب الرواجنى بتخفيف الواو وبالجيم المكسورة والنون الخفيفة أبو سعيد الكوفى صدوق رافضى حديثه فى البخارى مقرون بالغ ابن حبان فقال يستحق الترك من العاشرة مات سنة خمسين خ ت ق (تقريب التهذيب، ص ٢٩١، تحت رقم الترجمة ٣١٥٣)

عبد الله ابن الجهم الرازى أبو عبد الرحمن صدوق فيه تشيع من العاشرة د (تقريب التهذيب، ص ٢٩٩، تحت رقم الترجمة ٣٢٥٩)

عبد الله ابن عمر ابن محمد ابن أبان ابن صالح ابن عمير الأموى مولاهم ويقال له الجعفى نسبة إلى خاله حسين ابن على أبو عبد الرحمن الكوفى مشكدانة بضم الميم والكاف بينهما معجمة ساكنة وبعد الألف نون وهو وعاء المسك بالفارسية صدوق فيه تشيع من العاشرة مات سنة تسع وثلاثين م د س (تقريب التهذيب، ص ٣١٥، تحت رقم الترجمة ٣٤٩٣)

عبد الله ابن عيسى ابن عبد الرحمن ابن أبى ليلى الأنصارى أبو محمد الكوفى ثقة فيه تشيع من السادسة مات سنة ثلاثين ع (تقريب التهذيب، ص ٣١٧، تحت رقم الترجمة ٣٥٢٣)

جعفر ابن زياد الأحمر الكوفى صدوق يتشيع من السابعة مات سنة سبع وستين ل ت س (تقريب التهذيب، ص ١٤٠، تحت رقم الترجمة ٩٤٠)

خالد ابن مخلد القطوانى بفتح القاف والطاء أبو الهيثم البجلى مولاهم الكوفى صدوق يتشيع وله أفراد من كبار العاشرة مات سنة ثلاث عشرة وقيل بعدها خ م كد ت س ق (تقريب التهذيب، ص ١٩٠، تحت رقم الترجمة ١٦٧٧)

سلمة ابن كهيل الحضرمى أبو يحيى الكوفى ثقة [يتشيع] من الرابعة ع (تقريب التهذيب، ص ٢٤٨، تحت رقم الترجمة ٢٥٠٨)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوئے ذکر کیا ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عبد الله ابن شريك العامرى الكوفى صدوق يتشيع أفرط الجوزجانى فكذبه من الثالثة س(تقريب التهذيب، ص۳۰۷، تحت رقم الترجمة ۳۳۸۴)

عبد الجبار ابن العباس الشبامى بكسر المعجمة ثم موحدة خفيفة نزل الكوفة صدوق يتشيع من السابعة بخ قد ت(تقريب التهذيب، ص۳۳۲، تحت رقم الترجمة ۳۷۴۱)

عبد الرحمن ابن صالح الأزدى العتكى بفتح المهملة والمثناة الكوفى نزيل بغداد صدوق يتشيع من العاشرة مات سنة خمس وثلاثين س(تقريب التهذيب، ص۳۴۳، تحت رقم الترجمة ۳۸۹۸)

عبد السلام ابن صالح ابن سليمان أبو الصلت الهروى مولى قريش نزل نيسابور صدوق له مناكير وكان يتشيع وأفرط العقيلى فقال كذاب [من العاشرة] ق(تقريب التهذيب، ص ۳۵۵، تحت رقم الترجمة ۴۰۷۰)

عبد العزيز ابن سياه بكسر المهملة بعدها تحتانية خفيفة الأسدى الكوفى صدوق يتشيع من السابعة خ م ت س ق(تقريب التهذيب، ص۳۵۷، تحت رقم الترجمة ۴۱۰۰)

عبيد الله ابن موسى [بن أبى المختار] ابن باذام العبسى الكوفى أبو محمد ثقة كان يتشيع من التاسعة قال أبو حاتم كان أثبت فى إسرائيل من أبى نعيم واستصغر فى سفيان الثورى مات سنة ثلاث عشرة على الصحيح ع(تقريب التهذيب، ص۳۷۵، تحت رقم الترجمة ۴۳۴۵)

على ابن قادم الخزاعى الكوفى صدوق يتشيع من التاسعة مات سنة ثلاث عشرة أو قبلها د ت س(تقريب التهذيب، ص۴۰۴، تحت رقم الترجمة۴۷۸۵)

على ابن المنذر الطريقى بفتح المهملة وكسر الراء بعدها تحتانية ساكنة ثم قاف الكوفى صدوق يتشيع من العاشرة مات سنة ست وخمسين ت س ق (تقريب التهذيب، ص ۴۰۵، تحت رقم الترجمة ۴۸۰۳)

على ابن هاشم ابن البريد بفتح الموحدة وبعد الراء تحتانية ساكنة الكوفى صدوق يتشيع من صغار الثامنة مات سنة ثمانين وقيل فى التى بعدها بخ م(تقريب التهذيب، ص ۴۰۶، تحت رقم الترجمة ۴۸۱۰)

عمار ابن معاوية الدهنى بضم أوله وسكون الهاء بعدها نون أبو معاوية البجلى الكوفى صدوق يتشيع من الخامسة مات سنة ثلاث وثلاثين م (تقريب التهذيب، ص ۴۰۸، تحت رقم الترجمة ۴۸۳۳)

محمد ابن إسماعيل ابن رجاء الزبيدى بضم الزاى الكوفى صدوق يتشيع من الثامنة س(تقريب التهذيب، ص۴۶۸، تحت رقم الترجمة ۵۷۳۰)

أبو إدريس المرهبى بضم أوله وكسر الهاء بعدها موحدة الكوفى اسمه سوار أو مساور صدوق يتشيع من الرابعة ت ق(تقريب التهذيب، ص۶۱۷، تحت رقم الترجمة ۷۹۲۸)

؎ قلت :أما خالد فعن ابن معين :ما به بأس، وقال أبو حاتم :يكتب حديثه، وقال أبو داود : صدوق ولكنه تشيع وهو عندى، إن شاء الله، لا بأس به(عمدة القارى للعينى، ج۲۳، ص ۸۹، كتاب الرقاق،باب التواضع)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز شیعوں کے ''امامیہ'' اور ''اثنا عشریہ'' فرقوں سے منسلک بہت سے ایسے حضرات گزرے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مخول -بضم الميم وفتح الخاء المعجمة وتشديد الواو -بن إبراهيم بن مخول النهدى الكوفى، رافضى ولكنه صدوق(نخب الأفكار فى تنقيح مبانى الأخبار فى شرح معانى الآثار، لبدر الدين العينى، ج١٠، ص١٦٦، كتاب مناسك الحج، باب :الهدى يصد عن الحرم هل ينبغى أن يذبح فى غير الحرم)

مخول بن راشد النهدى الكوفى. قال الذهبى :رافضى بغيض، صدوق فى نفسه(نخب الأفكار فى تنقيح مبانى الأخبار فى شرح معانى الآثار، لبدر الدين العينى، ج١٣، ص٢٣٩، كتاب الكراهة، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا؟)

هو كوفى عرف بالطريقى، روى عن ابن عيينة والوليد بن مسلم .وعنه الترمذى والنسائى وابن ماجه – وغيرهم وقال ابن أبى حاتم: سمعت منه مع أبى وهو ثقة صدوق. وقال النسائى: شيعى محض ثقة، مات سنة ست وخمسين ومائتين (مرقاة المفاتيح، ج٩، ص ٣٩٤٢، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب على بن أبى طالب رضى الله عنه)

(محمد بن موسى) بن أبى عبد الله الفطرى، قال الحافظ فى "التقريب :"بكسر الفاء وسكون الطاء :وفى "الخلاصة :"القطرى، بكسر القاف، المدنى مولاهم، أبو عبد الله بن أبى طلحة، قال أبو حاتم :صدوق، صالح الحديث كان يتشيع، وقال الترمذى :ثقة، وقال أبو جعفر الطحاوى :محمود فى روايته(بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، ج١، ص٤٩٦، كتاب الطهارة، باب :فى التسمية على الوضوء)

(محمد بن فضيل) بن غزوان بفتح المعجمة وسكون الزاى، ابن جرير الضبى مولاهم، أبو عبد الرحمن الكوفى، عن أحمد :كان يتشيع وكان حسن الحديث، وعن ابن معين :ثقة، قال أبو زرعة: صدوق من أهل العلم، وقال ابن حبان :كان يغلو فى التشيع، وقال النسائى :ليس به بأس، وقال ابن سعد :كان ثقة صدوقا كثير الحديث متشيعا، وقال العجلى :كوفى ثقة شيعى (بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، ج٣، ص٣١٦، كتاب الصلاة، باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت)

(حدثنا مسدد، نا أبو عوانة، عن مخول) كمحمد وقيل كمحجن (ابن راشد) أبو راشد بن أبى المجالد الكوفى الحناط بمهملة ونون مشددة، وثقه ابن معين والنسائى، وقال العجلى: ثقة من غلاة الكوفيين، وقال الآجرى عن أبى داود: شيعى، وليس له (بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، ج٥، ص٧٧، كتاب الصلاة، باب ما يقرأ فى صلاة الصبح يوم الجمعة)

قلت عمرو بن طلحة هو عمرو بن حماد بن طلحة الكوفى أبو محمد القناد روى عن أسباط بن نصر ومندل بن على وروى عنه مسلم فرد حديث وإبراهيم الجوزجانى قال مطين ثقة وقال أبو داود رافضى كذا فى الخلاصة،والحديث أخرجه الحاكم وقال إسناده صحيح(عون المعبود شرح سنن أبى داود، ج١٤، ص١٠٩، كتاب الأدب، باب فى إطفاء النار بالليل)

(جعفر بن سليمان الضبعى) بضم الضاد المعجمة وفتح الموحدة نسبة إلى ضبيعة بن نزار كذا فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہیں کہ جن کا محدثین نے ذکر کیا ہے، اوران کی تکفیر کے بجائے، ان کی توثیق، یا ان کی تعریف کی ہے۔

چنانچہ امام صفدی نے ''محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم'' کو ''امامیہ'' کا شیخ اوران کا عالم قرار دیا ہے، اورعلامہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا، اوران سے صحابۂ کرام کے متعلق سب وشتم ثابت نہیں، بلکہ صحابۂ کرام کے فضائل میں ان کی ایک نظم ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المغنی لصاحب مجمع البحار وقال فی التقریب صدوق زاهد لكنه كان يتشيع(تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج ١ ،ص ٤٤٦، ابواب الصلاة،باب ما جاء فی تعجيل الصلاة إذا أخرها الإمام)

قوله (حدثنا جعفر بن سليمان الضبعى) بضم الضاد المعجمة وفتح الموحدة أبو سليمان البصرى صدوق زاهد لكنه كان يتشيع(تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج ٢ ،ص ٤٢ ، ابواب الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة)

(أخبرنا محمد بن موسى) بن أبى عبد الله الفطرى بكسر الفاء وسكون الطاء المدنى مولاهم روى عن المقبرى ويعقوب بن سلمة الليثى وعون بن محمد بن الحنفية وروى عنه عبد الرحمن بن أبى الموال وبن مهدى وبن أبى فديك وأبو المطرف بن أبى الوزير وإبراهيم بن أبى عمر بن أبى الوزير وغيرهم.

قال أبو حاتم صدوق صالح الحديث كان يتشيع وقال الترمذى ثقة وقال أبو جعفر الطحاوى محمود فى روايته كذا فى التقريب وتهذيب التهذيب(تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج٣، ص ١٨٠، ابواب الصلاة ،باب ما ذكر فى الصلاة بعد المغرب أنه فى البيت)

قوله (حدثنا على بن هاشم بن البريد) بفتح الموحدة وبعد الراء تحتانية ساكنة صدوق (تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج٥،ص ٣٧٨، ابواب اللباس،باب ما جاء فى شد الأسنان بالذهب)

اسمه سوار أو مساور صدوق يتشيع من الرابعة (تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج٦، ص ٣٤٧، كتاب الفتن،باب ما جاء فى الخسف)

قوله (أخبرنا خالد بن مخلد) القطوانى بفتح القاف والطاء أبو الهيثم البجلى مولاهم الكوفى صدوق يتشيع وله أفراد من كبار العاشرة (تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج٦ ،ص ٥١٤، ابواب الزهد،باب ما جاء فى تقارب الزمان وقصر الأمل)

قوله (حدثنا عبد الجبار بن عباس) الشبامى بكسر المعجمة ثم موحدة خفيفة نزل الكوفة صدوق يتشيع من السابعة (تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج٨، ص ٤٧٣، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة الكهف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان سے سنی نے ''شیعت'' کی تعلیم حاصل کی، اور رافضی نے ''سنت'' کی تعلیم حاصل کی، اور ان کے اوپر بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ [1]

اسی طرح امام صفدی نے ''امامیہ'' کے ایک شیخ اور بڑے عالم ''محمد بن عدنان بن حسن علوی''

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله (عن عبد العزيز بن سياه) بكسر المهملة بعدها تحتانية خفيفة الأسدى الكوفى صدوق يتشيع من السابعة (تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج١٠، ص٢٠٣، كتاب المناقب، باب مناقب عمار بن ياسر)

قوله (أخبرنا إسحاق بن منصور) السلولى (عن جعفر الأحمر) هو جعفر بن زياد الأحمر الكوفى صدوق يتشيع من السابعة (تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج١٠، ص٢٨٠، كتاب المناقب، باب فى فضل الأنصار وقريش)

قلت: جعفر هذا صدوق زاهد حسن الحديث لكنه كان يتشيع (مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦، ص ٤٧٣، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال، الفصل الثانى)

[1] محمد بن أبى بكر بن أبى القاسم:

شيخ الإمامية وعالمهم شمس الدين الهمدانى الدمشقى السكاكينى الشيعى.

قال شيخنا الذهبى، رحمه الله تعالى: حفظ القرآن بالسبع، وتفقه وتأدب، وسمع فى حداثته من الرشيد بن مسلمة، والرشيد العراقى، ومكى بن علان وجماعة، وخرج له ابن الفخر عنهم.

وربى يتيماً فأقعد فى صناعة السكاكين عند شيخين رافضيين، فأفسداه، وأخذ عن أبى صالح الحلبى، وصاحب الشريف محيى الدين بن عدنان.

وله نظم وفضائل، ورد على التلمسانى فى الاتحاد. وأم بقرية جسرين مدة، ثم أخرج منها. وأم بالسامرية، ثم إنه أخذه منصور بن جماز الحسينى معه إلى المدينة، لأنه صاحبها، واحترمه. وأقام بالحجاز سبعة أعوام، ثم رجع.

وهو شيعى عاقل، لم يحفظ عنه سب، بل نظم فى فضائل الصحابة.

وكان حلو المجالسة، ذكياً عالماً فيه اعتزال، وينطوى على دين وإسلام، وتعبد، على بدعته، وترفض به ناس من أهل القرى.

قال الشيخ تقى الدين بن تيمية، رحمه الله تعالى: هو ممن يتشيع به السنى، ويتسنن به الرافضى.

وكان يجتمع به كثيراً وقيل: إنه رجع آخر عمره عن أشياء.

نسخ "صحيح "البخارى، وكان ينكر الجبر ويناظر على القدر.

وتوفى فى سادس عشرى صفر سنة إحدى وعشرين وسبع مئة.

ومولده سنة خمس وثلاثين وست مئة (أعيان العصر وأعوان النصر، للصفدى، ج٤، ص٣٥٥، ٣٥٦، حرف الميم، تحت ترجمة "محمد بن أبى بكر بن أبى القاسم")

کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو ''سید محی الدین'' کا لقب دیا ہے، اور ان کو بڑا عابد وزاہد اور ولی قرار دیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ رات دن قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، اور حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اچھائی کے ساتھ تذکرہ کرتے تھے۔ [1]

اس کے علاوہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''اسعد بن عمر بن مسعود جبلی'' کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ''اسماعیلیہ'' اور ''نصیریہ'' کے رد میں تصنیف کی ہے، اور ابنِ ابی طی نے ان کو علمائے امامیہ میں سے قرار دیا ہے۔ [2]

نیز علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''جعفر بن محمد بن ظفر بن محمد علوی'' کا ذکر کرتے ہوئے خطیب بغدادی سے ان کا ''رافضیوں'' کے ''امامیہ مذہب'' سے وابستہ ہونا، اور ان سے احادیث کا

---

[1] محمد بن عدنان بن حسن:

الشيخ الإمام العابد الشريف السيد محيي الدين العلوى الحسيني الدمشقي الشيعي، شيخ الإمامية وكبيرهم.

ولي مرةً نظر السبع، مات ولداه زين الدين حسين وأمين الدين جعفر وهما من جلة رؤساء دمشق، باشر الأنظار ونقابة الأشراف، وتقدم ذكرهما في مكانهما، فاحتسبهما عند الله تعالى .وأخبرني غير واحد أنه لما مات كل منهما كان يسجيه قدامه وهو قاعد يتلو القرآن ولم تنزل له دمعة، وولي النقابة في حالة حياته ابن ابنه شرف الدين عدنان بن جعفر إكراماً لجده.

وكان محيي الدين ذا تعبد زائد وولاية وتلاوة دائمة وتأله، وانقطع بالمزة.

وكان يترضى عن عثمان وعن غيره من الصحابة، ويتلو القرآن ليلاً ونهاراً، ويناظر منتصرا للاعتزال متظاهراً بذلك.

توفي رحمه الله تعالى ليلة الجمعة الثاني والعشرين من ذي القعدة سنة اثنتين وعشرين وسبع مئة.

ومولده سنة تسع وعشرين وست مئة.

(أعيان العصر وأعوان النصر،للصفدي،ج۴،ص ۵۷۲، ۵۷۳، تحت ترجمة "محمد بن عدنان بن حسن" حرف الميم)

[2] (ز) :أسعد بن عمر بن مسعود الجبلي.

بفتح الجيم والموحدة.

أخذ عن الذي قبله وصنف في الرد على الإسماعيلية والنصيرية، وغيرهم قاله ابن أبي طي قال :وكان من علماء الإمامية(لسان الميزان،لابن حجر العسقلاني،ج۲،ص۹۵،حرف الألف، رقم الترجمة ۱۱۱۵)

لکھنا، اوران سے سماع کا صحیح ہونا نقل کیا ہے۔ [1]

اورمحدثین نے ''ابان بن تغلب بن رباح جریری'' کے بارے میں ان کا قاری، فقیہ اور لغوی اور امامی ثقہ ہونے، اور عظیم المرتبت اور جلیل القدر ہونے جیسی صفات کا ذکر کیا ہے۔

بعض نے ان کو ''غالی شیعہ'' بھی قرار دیا ہے، اوران کی مرویات مسلم اور کئی دیگر کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ [2]

---

[1] جعفر بن محمد بن الظفر بن محمد العلوى ويعرف بالزبارى.
روى عن جده، وأبى الحسين الخفاف والحاكم، وأبى عبد الرحمن السلمى، وغيرهم.
قال الخطيب :كتبت عنه وكان سماعه صحيحا وكان معتقده مذهب الإمامية من الرافضة بلغنى أنه مات بنيسابور سنة 448(لسان الميزان،لابن حجر العسقلانى،ج۲،ص۴۲۹،من اسمه جعفر، رقم الترجمة ۱۸۹۶)

[2] أبان بن تغلب بن رباح الجريرى أبو سعيد البكرى:
مولى بنى جرير بن عباد .قال ياقوت :كان قارئا فقيها لغويا إماميا ثقة، عظيم المنزلة، جليل القدر، روى عن على بن الحسين وأبى جعفر وأبى عبد الله عليهم السلام، وسمع من العرب، وصنف غريب القرآن وغيره.
وقال الدانى :هو ربعى كوفى نحوى يكنى أبا أميمة؛ اخذ القراء ة عن عاصم بن أبى النجود وطلحة بن مصرف وسليمان الأعمش؛ وهو أحد الثلاثة الذين ختموا عليه القرآن، وسمع الحكم بن عتيبة وأبا إسحاق الهمدانى، وفضيل بن عمرو وعطية العوفى، وسمع منه شعبة وابن عيينة وحماد بن زيد وهارون بن موسى.
مات سنة إحدى وأربعين ومائة(بغية الوعاة فى طبقات اللغويين والنحاة،لجلال الدين السيوطى،ج۱،ص۴۰۴،حرف الهمزة، رقم الترجمة ۸۰۳)
أبان بن تغلب بن رياح الجريرى(بالجيم أبو سعد الربعى الكوفى البكرى)
مولى بنى جرير بن عباد بن ضبيعة بن قيس بن ثعلبة بن عكابة بن صعب بن على بن بكر بن وائل قال ياقوت ذكره أبو جعفر محمد بن الحسن الطوسى فى مصنفى الإمامية فقال هو جليل القدر ثقة عظيم المنزلة فى أصحابنا لقى أبا محمد على بن الحسين وأبا جعفر وأبا عبد الله رضى عنهم وروى عنهم وكانت له عندهم حظوة وقدم قال أبو جعفر اجلس فى مجلس فى مسجد المدينة وأفت الناس فإنى أحب أن أرى فى شيعتى مثلك وكان قارئا فقيها لغويا تبدى وسمع من العرب وروى عنهم وصنف الغريب فى القرآن وذكر شواهد من الشعر فجاء فيما بعد عبد الرحمن ابن محمد الأزدى الكوفى فجمع من كتاب أبان ومحمد بن السائب الكلبى وأبى روق عطية بن الحارث فجعله كتابا واحدا وبين ما اختلفوا فيه وما اتفقوا عليه فتارة يجىء كتاب أبان مفردا وتارة يجىء مشتركا على ما عمله عبد الرحمن ولأبان أيضا كتاب الفضائل وتوفى سنة إحدى وأربعين ومائة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ ''امامیہ'' اور ''اثنا عشریہ'' مذہب سے تعلق رکھنے والے بہت سے ایسے اہلِ علم حضرات گزرے ہیں، جن کی اہلُ السنۃ والجماعۃ کے جلیلُ القدر علماء نے تعریف وتوصیف کی ہے، جن میں ''نصیرالدین طوسی'' کا نام بھی شامل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

روى لـه مسلـم والأربعة وقال شمس الدين هو صدوق موثق(الوافى بالوفيات، ج٥ص ١٩٩، رقم الترجمة ٣، تحت ترجمة ''أبان بن تغلب بن رياح الجريرى'')

أبان بن تغلب القارى من أهل الكوفة.

مات سنة إحدى وأربعين ومائة.

روى عن فضيل بن عمرو الفقيمى والأعمش فى الإيمان والحكم بن عتيبة فى الصلاة.

روى عنـه شعبة وإدريـس الأودى وسـفيـان بـن عيينـة (رجـال صـحيـح مسلـم لابنِ منجويـه، ج ١ ص ٦٨ ،باب الالف، ذكر من اسمه أبان)

م:أبان بن تغلب، أبو سعد وقيل أبو أمية الربعى الكوفى المقرء الشيعى.

روى عن: الحكم بن عتيبة، وعدى بن ثابت، وفضيل الفقيمى، وغيرهم.

وعنه: إدريس بن يزيد الأودى، وابنه عبد الله إدريس، وشعبة، وسفيان بن عيينة، وآخرون.

وقد أخذ القرائة عرضا عن عاصم، وطلحة بن مصرف وتلقى من الأعمش.

وحديثه نحو من مائة حديث، وهو صدوق فى نفسه موثق لكنه يتشيع.

مات سنة إحدى وأربعين ومائة(تاريخ الاسلام للذهبى، ج٣ص٨٠٧، رقم الترجمة ١)

أبـان ابن تغلب بفتح المثناة وسكون المعجمة وكسر اللام أبو سعد الكوفى ثقة تكلم فيه للتشيع من السابعة مات سنة أربعين م(تقريب التهذيب،ص٨٧، تحت رقم الترجمة ١٣٦ ، حرف الالف)

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه، وإسحاق بن منصور عن يحيى بن معين، وأبو حاتم النسائى: ثقة.

زاد أبو حاتم: صالح.

وقال إبراهيم بن يعقوب السعدى الجوزجانى : زائغ، مذموم المذهب، مجاهر.

وقـال أبو أحمد بن عدى : لـه أحـاديـث ونسـخ، وعـامتها مستقيمة إذا روى عنه ثقة، وهو من أهل الـصـدق فـى الـروايات، وإن كان مذهبه مذهب الشيعة، وهو معروف فى الكوفيين، وقد روى نحوا من مئة حديث، وهو فى الرواية صالح لا بأس به .

قال أبو بكر أحمد بن على بن منجويه :مات سنة إحدى وأربعين ومئة .

روى له الجماعة، إلا البخارى(تهذيب الكمال للمزى، ج٢ص٧،٨، رقم الترجمة ١٣٥)

[1] محمد بن محمد بن الحسن:

العلاّمة نصير الدين أبو عبد الله الطوسى .

الـعـجـمـى الفيلسوف، صاحب العلوم الرياضية والرصد .كـان رأسـا فـي علوم الأوائل لا سيما فى الأرصاد والمجسطى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان کے علاوہ بہت سے دیگر افراد سے بھی تاریخِ اسلام بھری پڑی ہے، جن کے علم وزہد کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قرأ على العين سالم بن بدران المصرى المعتزلي الرافضى وعلى الشيخ كمال الدين بن يونس الموصلي، وكان يعمل الوزارة لهلاكو من غير أن يدخل يده فى الأموال .واحتوى على عقل هلاكو حتى صار لا يسافر ويركب إلاّ فى وقت يأمره به، وكان ذا حرمة وافرة ومنزلة عالية عند هلاكو.
قيل :إن سبب اتصاله بهلاكو، أن هلاكو كان ينكر هذا العلم ويحط عليه وقبض على نصير الدين هذا وأمر بقتله بعد أن قال له: أنت تطلع إلى السماء؟ فقال له: لا، فقال: ينزل عليك ملك يخبرك؟ فقال له: لا، فقال هلاكو: فمن أين تعرف؟ قال نصير الدين: بالحساب، فقال: تكذب، أرنى من معرفتك ما أصدقك به .وكان هلاكو جاهلا قليل المعرفة فقال له نصير الدين: فى الليلة الفلانية فى الوقت الفلانى يخسف القمر فقال هلاكو: احبسوه، إن صدق أطلقناه وأحسنّا إليه وإن كذب قتلناه .فحبس إلى الليلة المذكورة فخسف القمر خسوفا بالغا فاتفق أن هلاكو تلك الليلة غلب عليه السّكر فنام ولم يجسر أحد على انتباهه فقيل لنصير الدين ذلك فقال نصير الدين: إن لم ير القمر بعينه وإلاّ فغدا أنا مقتول لا محالة وفكر ساعة ثم قال للمغل: دقوا على الطاسات وإلاّ يذهب قمركم إلى يوم القيامة فشرع كل واحد يدق على طاسته فعظمت الغوغاء فانتبه هلاكو بهذه الحيلة ورأى القمر قد خسف فصدق وآمن به وكان ذلك سببا لاتصاله بهلاكو.
قلت: ومن ثم صار الدق على النحاس إذا خسف القمر ولم يكن له سبب غير ما ذكرناه .انتهى.
وكان نصير الدين هذا ذا عقل وحدس صائب وهو الذى عمل الرصد العظيم بمدينة مراغة واخذ فى ذلك قبّة وخزانة عظيمة وملأها من الكتب التى نهبت من بغداد والشام والجزيرة حتى تجمع فيها زيادة على أربعمائة ألف مجلد وقرر بالرصد المنجمين والفلاسفة والفضلاء .وكان حسن الصورة سمحا كريما جوادا حسن العشرة غزير الفضائل جليل القدر ذا هيبة .
قال ابن كثير :حكى أنه لما أراد العمل للرصد رأى هلاكو ما يصرف عليه فقال له: هذا العلم المتعلق بالنجوم أيدفع ما قدر أن يكون؟ فقال له الطوسى: أنا أضرب لمنفعته مثلا، القان يأمر من يطلع إلى أعلا هذا المكان ويدعه يرمى من أعلاه طست نحاس كبير من غير أن يعلم به أحد ففعل ذلك فلما وقع كان له وقعة هائلة روّعت كل من هناك وكاد بعضهم يصعق، وأما هو وهلاكو فإنهما ما تغيّر عليهما شيء/لعلمهما بأن ذلك يقع، فقال له: هذا العلم النجومى له هذه الفائدة يعلم فيه المحدث فيه ما يحدث فلا يحصل له من الروعة ولا الاكترات ما يحصل للذاهل الغافل عنه، فقال هلاكو: لا بأس بهذا وأمره بالشروع فيه انتهى.
وقال غيره: ومن عقله وعلمه ما وقع له بأن حضرت إليه من شخص من جمله ما فيها: يقول له يا كلب يا ابن كلب!! فكان جواب الطوسى له: وأما قوله كذا فليس بصحيح لأن الكلب من ذوات الأربع وهو نابح طويل الأظفار، وأما أنا فمنتصب القامة بادى البشرة، عريض الأظفار ناطق ضاحك فهذه الفصول والخواص غير تلك الفصول والخواص وأطال فى نقض ما قاله بتأن غير منزعج، ولم يقل فى الجواب كلمة قبيحة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محدثین ومورخینِ اسلام نے اعتراف کیا ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكان كثير الخير لا سيما للشيعة والعلويين وغيرهم، وكان يبرهم ويقضى أشغالهم ويحمى أوقافهم من أعوان هلاكو فإنه كان هو المشار إليه فى مملكة هلاكو وهو المتكلم فى جميع الأمور وكان مع ذلك فيه تواضع وحسن ملتقى .انتهى.

وقال الشيخ شمس الدين :قال حسن بن أحمد الحكيم: سافرت إلى مراغة وتفرجت فى هذا الرصد ومتوليه صدر الدين على بن الخواجا نصير الدين الطوسى، وكان شابا فاضلا فى التنجيم والشعر الفارسى وصادفت شمس الدين محمد بن المؤيد الفرضى وشمس الدين الشيروانى والشيخ كمال الدين الأيكى وحسام الدين الشامى فرأيت فيه من آلات الرصد شيئا كثيرا منها ذات الحلق وهى خمس دوائر متخذة من نحاس الأولى دائرة نصف النهار وهى مركوزة على الأرض، والثانية [د] ائرة معدل النهار، والثالثة دائرة منطقة البروج، والرابعة دائرة العرض، والخامسة دائرة الليل، ورأيت الدائرة الشمسية يعرف بها سمت الكواكب وأسطرلابا يكون سعة قطره ذراعا، وأسطرلابان أخر .قلت: وقد فعل ألوغ بك بن شاه رخ بن تيمور رصدا بسمرقند، وحكم عليه قبل موته فى حدود الخمسين وثمانمائة .انتهى.

ومن مصنفات الطوسى: كتاب (المتوسطات بين الهندسة والهيئة) وهو جيد إلى الغاية ومقدم فى الهيئة، وكتاب وضعه للنصيرية، واختصر (المحصل) للإمام فخر الدين وزاد فيه، وشرح (الإشارات) ورد فيه على الإمام فخر الدين فى شرحه، وقال: هذا جرح ما هو شرح، وقال فيه: إنى حررته فى عشرين سنة، وناقض فخر الدين كثيرا.

وله (التجريد فى أصول الدين)، و (أوصاف الأشراف) و (قواعد العقائد) و (التلخيص فى علم الكلام)، و (شرح الثمرة لبطليوس)، وكتاب (مجسطى) و (جامع الحساب فى التخت والتراب)، و (الكرة والأسطوانة)، و (المعطيات والظاهرات)، و (المناظر)، و (الليل والنهار)، و (الكرة المتحركة)، و (الطلوع والغروب بالقطاع)، و (الجواهر)، و (الأسطوانة)، و (الفرائض على مذهب أهل البيت)، و (تسطيح الكرة)، و (المطالع)، و (تربيع الدائرة)، و (المخروطات)، و (تعديل المعيار فى نقد تنزيل الأفكار)، و (بقاء النفس بعد بوار البدن)، و (الجبر والمقابلة)، و (إثبات العقل الفعال)، و (شرح مسألة العلم ومسألة الإمامة)، و (رسالة إلى نجم الدين الكاتبى فى إثبات واجب الوجود)، و (حواشى على كليات القانون)، و (رسالة ثلاثون فصلا فى معرفة النفوس) وغير ذلك.

وله نظم بالفارسية، وتوفى فى ذى الحجة سنة اثنتين وسبعين وستمائة ببغداد وقد أناف على الثمانين، ودفن بمشهد الكاظم(إنباء الأمراء بأنباء الوزراء لشمس الدين محمد بن على بن طولون دمشقى،ص٩٧ الىٰ ١٠١، رقم الترجمة ٢٦)

؎ يحيى بن محمد بن القاسم بن محمد، أبو المعمر بن طباطبا العلوى الشيعى .(المتوفى: 478هـ)

من كبار الإمامية .روى عن الحسين بن محمد الخلال .وشارك فى العلم، روى عنه أبو نصر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض اہلِ علم حضرات اس پر کہتے ہیں کہ پہلے زمانے کے بعض شیعہ تو سچے اور ثقہ ہوا کرتے تھے، اور وہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت کرتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ ان کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الغازی، وإسماعیل ابن السمرقندی (تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام، للذهبی، ج١٠، ص٤٣٦، تحت رقم الترجمة ٢٧١)

حمزة بن محمد، الشریف أبو یعلی الجعفری البغدادی، (المتوفی 465 :هـ)

من أولاد جعفر بن أبی طالب.

کان من کبار علماء الشیعة، لزم الشیخ المفید، وفاق فی علم الأصلین والفقه علی طریقة الإمامیة، وزوجه المفید بابنته، وخصه بکتبه .وأخذ أیضا عن السید المرتضی، وصنف کتبا حسانا .وکان من صالحی طائفته وعبادهم وأعیانهم، شیع جنازته خلق کثیر، وکان من العارفین بالقراء ات .وکان یحتج علی حدث القرآن بدخول الناسخ والمنسوخ فیه.

ذکره ابن أبی طیء.(تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام،للذهبی،ج١٠،ص٢١٥، تحت رقم الترجمة ١٣٠)

هبة الله بن علی بن محمد بن حمزة، أبو السعادات ابن الشجری، العلوی، النحوی، النقیب . (المتوفی 542 :هـ)

ولد سنة خمسین وأربعمائة.

أحد الأئمة الأعلام فی علم اللسان، قرأ علی الشریف أبی المعمر یحیی بن محمد بن طباطبا النحوی، وقرأ الحدیث فی کهولته علی :أبی الحسین المبارک ابن الطیوری، وأبی علی بن نبهان، وغیرهما، وطال عمره، وانتهی إلیه علم النحو، وناب فی النقابة بالکرخ، ومتع بجوارحه وحواسه، وأظنه أخذ الأدب أیضا عن أبی زکریا التبریزی.

قرأ علیه التاج الکندی کتاب "الإیضاح "لأبی علی الفارسی، و "اللمع "لابن جنی، وتخرج به طائفة کبیرة، وصنف التصانیف فی العربیة (تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام، للذهبی، ج١١، ص٨١٨، تحت رقم الترجمة ١٢٣)

أسعد بن أحمد بن أبی روح، القاضی العالم أبو الفضل الطرابلسی، (الوفاة 520 - 511 :هـ)

رأس الشیعة بالشام، وتلمیذ القاضی ابن البراج.

جلس بعد ابن البراج بطرابلس لتدریس الرفض، وصنف التصانیف، وولاه ابن عمار قضاء طرابلس بعد ابن البراج، وکان أخذه عن ابن البراج فی سنة ثمانین وأربعمائة وقبلها، وله کتاب "عیون الأدلة فی معرفة الله "، وکتاب "التبصرة "فی خلاف الشافعی للإمامیة، وکتاب "البیان عن حقیقة الإنسان "، وکتاب "المقتبس فی الخلاف بیننا وبین مالک بن أنس "، وکتاب "التبیان فی الخلاف بیننا وبین النعمان "، "مسألة تحریم الفقاع "، کتاب "الفرائض "، کتاب "المناسک "، کتاب "البراهین "، وأشیاء أخر ذکرها ابن أبی طیء فی "تاریخه"، وأنه انتقل من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر، تفضیل کے قائل تھے، لیکن موجودہ دور کے اہلِ تشیع کی یہ حالت نہیں، اور وہ سب ''تقیہ'' کر کے جھوٹ سے کام لیتے ہیں، اس لیے موجودہ زمانے کے تمام اہلِ تشیع کافر ہیں، خواہ وہ ان کے مسلک کے اہلِ علم ہوں، یا عوام ہوں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طرابلس إلى صيدا، وأقام بها، وكان مرجع الإمامية بها إليه،فلم يزل إلى أن ملكت الفرنج صيدا، قال أبي :فأظنه قتل بصيدا عندما ملكت الفرنج البلاد، ورأيت من يقول :إنه انتقل إلى دمشق.

قال :وذكره ابن عساكر، فقال :كان جليل القدر، يرجع إليه أهل عقيدته.

قال :وكان عظيم الصلاة والتهجد، لا ينام إلا بعض الليل، وكان صمته أكثر من كلامه.

قلت :لم أره في تاريخ ابن عساكر، وحكى أبو اللطيف الداراني، قال :ما استيقظت من الليل قط إلا وسمعت حسه بالصلاة، وبالغ في وصفه، وحكى له كرامة، وحكى الراشدي تلميذه قال :جمع ابن عمار بين أبي الفضل وبين مالكي فناظره في تحريم الفقاع، وكان الشيخ جريئا فصيحا، فنطق بالحجة ووضح دليله، فانزعج المالكي وقال :كلني كلني، فقال :ما أنا على مذهبك، أراد أن مذهبه جواز أكل الكلب.

وقال له ابن عمار يوما :ما الدليل على حدث القرآن؟ قال :النسخ، والقديم لا يتبدل ولا يدخله زيادة ولا نقص.

وقال له آخر :ما الدليل على أنا مخيرون في أفعالنا؟ قال :بعثة الرسل، وقال له أبو الشكر بن عمار : ما الدليل على المتعة؟ قال :قول عمر :متعتان كانتا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنا أنهى عنهما، فقبلنا روايته، ولم نقبل قوله في النهي.

قلت :هلا قبلت رواية إمامك علي في النهي عن متعة النساء ؟ .!(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،للذهبي،ج ١١،ص ٣٣٠، ٣٣١، تحت رقم الترجمة ٣٤٤)

ريحان الحبشي، أبو محمد الزاهد الشيعي .(الوفاة 551 - 560 :هـ)

كان بالديار المصرية بعد الخمسين، وكان من فقهاء الإمامية الكبار، قال ابن أبي طيء في "تاريخه ":"كان مقيما بالقاهرة، وكان مولى الأمير سديد الدولة ظفر المصري .تفقه على الشيخ الفقيه علي بن عبد الله بن عبد العزيز بن كامل الفقيه المصري، وعليه تخرج، وقرأ عليه في سنة أربع وثلاثين وخمسمائة كتاب "النهاية "، وروى عن ريحان سديد الدين شاذان بن جبريل القمي، وحكى لي أبي مذاكرة قال :كان الفقيه ريحان من أحفظ الناس، كان يكرر على "النهاية "و "المقنعة "و" الذخيرة "، وقال :ما حفظت شيئا فنسيته .وحدثني أبي عن القاضي الأسعد محمد بن علي المصري قال :كان الفقيه ريحان يصوم جميع الأيام المندوب إلى صومها، وكان لا يأكل إلا من طعام يعلم أصله، وكان إذا قدمت الغلال التقط من الطرقات حبات من الشعير والقمح فيتقوت به، وكان يؤجر نفسه إذا احتاج، وكان لا يصلي النوافل مقابل أحد ويقول :أخاف الرياء .وكان إذا علم أحدا يحب العلم قصده في بيته وعلمه، ولا يأكل له شيئا، وإذا علم أن الطالب محتاج دخل به

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر دیگر اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اولاً تو مذکورہ دعویٰ ہی محلِ نظر ہے، اور اس کے علاوہ خود محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت کے قول کو ''جمہور اہلُ السنۃ'' کے خلاف قرار دیا ہے، لیکن اس کو گمراہی قرار نہیں دیا، اور جس صورت کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على الصالح بن رزيک وسلم، فيعلم ابن رزيک أنه جاء في مثوبة، فيقوم لذلک الرجل بجميع ما يحتاج إليه .وكان لا يطأ له على بساط، ولا يزيده أكثر من السلام في باب داره، وكان ابن رزيک يبجله ويعظمه، ويقول :يقولون ما ساد من بني حام إلا اثنان :لقمان وبلال، وأنا أقول :ريحان ثالثهم.

وقيل :إن ريحان هذا منذ تفقه ما نام إلا جالسا، ولا جلس قط إلا على وضوء ، وأنه ما ذكر النار إلا وأخذه دمع منها، وكان سريع الدمعة كثير الحب لآل رسول الله صلى الله عليه وسلم، خفيف الرفض (تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،للذهبي،ج١٢،ص١٩٥،١٩٦، تحت رقم الترجمة ٣٨٩)

قشتمر، الأمير جمال الدين الناصري المستنصري، مقدم الجيوش الإمامية .(المتوفى 637 :هـ)

كان أميرا، جليل القدر، مهيبا، وقورا، كثير الصدقات والمعروف.

توفي في ذي القعدة، وكان يوما مشهودا، غسله الإمام نجم الدين عبد الله الباذرائي الشافعي وساعده على غسله المقرء عبد الصمد بن أبي الجيش .وشيعه الكافة .ودفن بتربته.

وكان أكبر الدولة المستنصرية، كان حوله من الغلمان والخدم المحللين الشعور نحو خمس مائة نفس (تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،للذهبي،ج١٤،ص٢٤٧، تحت رقم الترجمة ٤٩١)

الجعفري أبو يعلى حمزة بن محمد الهاشمي.

عالم الإمامية، الشريف أبو يعلى حمزة بن محمد الهاشمي، الجعفري.

من دعاة الشيعة.

لازم الشيخ المفيد ، وبرع في فقههم، وأصولهم، وعلم الكلام، وزوجه المفيد بنته، وخصه بكتبه.

وأخذ أيضا عن الشريف المرتضي، وصنف التصانيف، وكان يحتج على حدث القرآن بدخول الناسخ فيه والمنسوخ، وكان بصيرا بالقراء ات.

قال ابن أبي طي في (تاريخ الشيعة) : كان من صالحي طائفته وعبادهم وأعيانهم، شيع جنازته خلق عظيم.

توفي :سنة خمس وستين وأربع مائة ببغداد.

فأما ما زعمه من حدث القرآن، فإن عنى به خلق القرآن، فهو معتزلي جهمي، وإن عنى بحدوثه إنزاله إلى الأمة على لسان نبيها -صلى الله عليه وسلم -واعترف بأنه كلام الله ليس بمخلوق، فلابأس بقوله، ومنه قوله تعالى:"ما يأتيهم من ذكر من ربهم محدث إلا استمعوه وهم يلعبون"

أي محدث الإنزال إليهم(سير أعلام النبلاء،ج١٨،ص١٤١،١٤٢، تحت رقم الترجمة ٧٦)

گمراہی قرار دیا، اس کو بھی کفر کے درجے کی گمراہی قرار نہیں دیا، بلکہ بدعت کے درجے کی گمراہی قرار دیا، اور وہاں بھی ہر راوی کی روایت کو جھوٹا اور غیر معتبر نہیں بتلایا۔ [1]

---

[1] قلت: ليس تفضيل على برفض، ولا هو ببدعة، بل قد ذهب إليه خلق من الصحابة والتابعين، فكل من عثمان وعلى ذو فضل وسابقة وجهاد، وهما متقاربان فى العلم والجلالة، ولعلهما فى الآخرة متساويان فى الدرجة، وهما من سادة الشهداء - رضى الله عنهما -، ولكن جمهور الأمة على ترجيح عثمان على الإمام على، وإليه نذهب.

والخطب فى ذلک يسير، والأفضل منهما - بلا شک - أبو بكر وعمر، من خالف فى ذا فهو شيعى جلد، ومن أبغض الشيخين واعتقد صحة إمامتهما فهو رافضى مقيت، ومن سبهما واعتقد أنهما ليسا بإمامى هدى فهو من غلاة الرافضة - أبعدهم الله -.(سير أعلام النبلاء، ج١٦، ص٤٥٧، ٤٥٨، تحت ترجمة "على بن عمر بن أحمد الدارقطنى"رقم الترجمة ٣٣٢)

أما التشيع فقد قدمنا أنه إذا كان ثبت الأخذ والأداء لا يضره لا سيما ولم يكن داعية إلى رأيه(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١، ص٤٢٣،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

والتشيع محبة على وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبى بكر وعمر فهو غال فى تشيعه ويطلق عليه رافضى وإلا فشيعى فإن انضاف إلى ذلک السب أو التصريح بالبغض فغال فى الرفض وإن اعتقد الرجعة إلى الدنيا فأشد فى الغلو(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١، ص٤٥٩،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

وكذا الرافضة تقدم ما يتعلق بهم فى كتاب الأحكام وهؤلاء الفرق الأربع هم رؤوس البدعة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٣، ص٣٤٤، كتاب التوحيد)

وفي الأزهار رواه السدى وقال الحاكم: السدى شيعي يسب الشيخين .اهـ.

وقد ذكروا أن السدى شخصان: كبير وهو سني، وصغير وهو رافضي .

قال السيوطى فى شرح التقريب: من إمارات كون الحديث موضوعا أن يكون الراوى رافضيا، والحديث فى فضائل أهل البيت .

قال الشيخ الحافظ على بن عراق فى كتاب: تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، أو فى ذم من حاربهم، وذكر بعض شيوخى أنه روى عن شيخه الحافظ المحدث البرهان الناجى بالنون أن من أمارات الموضوع أن يكون فيه، وأعطى ثواب نبى أو النبيين ونحوهما.

قلت: كلام السيوطى وابن عراق ليس على الإطلاق، بل ينبغى أن يكون مقيدا بما إذا وجد فيه مبالغة زائدة غير معروفة فى مدح أهل البيت أو ذم أعدائهم، وإلا ففضل أهل البيت وذم من حاربهم أمر مجمع عليه عند علماء السنة وأكابر أئمة الأمة، ثم لا يلزم من أكثرية المحبة تحقق الأفضلية إذ محبة الأولاد، وبعض الأقارب أمر جبلى مع العلم القطعى بأن غيرهم قد يوجد أفضل منهم وأما بالنسبة إلى الأجانب فالأفضلية توجب زيادة المحبة، وبهذا يندفع الإشكال والله أعلم بالأحوال (مرقاة المفاتيح، ج٩، ص ٣٩٧٦، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب أهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم رضى الله عنهم)

اگر واقعتاً ''تقیہ'' تمام اہلِ تشیّع واہلِ روافض کا مسلک ہوتا، تو پھر محدثین واہلِ علم حضرات، ان راویوں کو ثقہ اور سچا کیوں قرار دیتے، کیونکہ جھوٹ بولنے والے کو ثقہ اور سچا نہیں کہا جاتا، اور ایسے راوی کی روایت کو محدثینِ عظام، معتبر قرار نہ دیتے، جبکہ ''تقیہ'' کا مطلب حقیقت کو چھپانا اور بالفاظِ دیگر، جھوٹ بولنا ہی ہے۔

اس کے علاوہ موجودہ زمانے کے بہت سے اہلِ تشیع، کفریہ عقائد کو قبول نہیں کرتے، اور وہ خود صاف یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو اللہ کی صحیح سالم اور محفوظ کتاب سمجھتے ہیں اور اس میں کسی غلطی وتحریف کے قائل نہیں، اور نہ ہی ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا الزام عائد کرتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں ان کی برائت نازل ہو چکی ہے، اور نہ ہی ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الوہیت اور خدائیت کا درجہ دیتے ہیں، اور نہ ہی نبوت ورسالت کا درجہ دیتے ہیں، بلکہ ہم ان کو اللہ کا عظیم ولی سمجھتے ہیں اور ان سے بہت محبت رکھتے ہیں، اور اسی طرح ہم حضرت جبریلِ امین کے وحی لانے میں بھی غلطی کے قائل نہیں اور ہمارے نزدیک حضرت جبریلِ امین تو کیا اللہ کے کسی فرشتے سے بھی کبھی اس طرح کی غلطی کا صدور ممکن نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ ''لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ'' کہ فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جس چیز کا اللہ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے، وہ حکم پورا کرتے ہیں۔

اور اس حکم میں ''وحی لانے'' کا اہم حکم بھی شامل ہے، لہٰذا قرآن کی رو سے جبریلِ امین سے اس طرح کی غلطی کا ہونا ممکن نہیں۔

اور اس طرح کا کوئی دوسرا کفریہ عقیدہ بھی بہت سے اہلِ تشیع کی طرف سے ظاہر نہیں ہوتا، البتہ صرف ماتم وغیرہ جیسی بدعات ومنکرات وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے، لہٰذا اُن کو کافر قرار دینا درست نہ ہوگا، البتہ اس قسم کی حرکات وبدعات کی وجہ سے ان کو فاسق اور اہلِ بدعت قرار دینے اور اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دینے میں شبہ نہ ہوگا۔

اس پر بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دراصل تمام اہلِ تشیع، مذکورہ اور اس جیسے کفریہ عقائد رکھتے ہیں، لیکن وہ ''تقیہ'' کرتے ہیں، یعنی اپنے کفریہ عقائد کو دوسروں سے چھپاتے ہیں اور اہلِ تشیع کی بعض کتابوں میں تقیہ کو عبادت کہا گیا ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا جو بعض اہلِ تشیع کی کتابوں میں کفریہ عقائد کا ذکر آ گیا اور بعض اہلِ تشیع کی کتابوں میں ''تقیہ'' کا ذکر آ گیا، تو ان دونوں باتوں کے جمع کرنے سے اہلِ تشیع کا کافر ہونا ثابت ہو گیا۔

لیکن دیگر اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اولاً تو تمام اہلِ تشیّع کی طرف ہر بات میں تقیہ کی نسبت کرنا ہی محلِ نظر ہے، ورنہ تو شیعہ راویوں کی مرویات کو بھی رَد کرنا پڑے گا، جس سے اہلُ السنۃ والجماعۃ ہی کے بہت سے مسائل کھٹائی میں پڑ جائیں گے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

دوسرے ''تقیہ'' کا تعلق باطن سے ہے، اور جب تک کسی کی طرف سے کفریہ عقیدہ کا اظہار نہ ہو، اس وقت تک صرف ''تقیہ'' کی بنیاد' پر کفر کا حکم لگا دینا درست نہیں، جیسا کہ قرآن وسنت میں منافقینِ حقیقی کے متعلق تفصیل مذکور ہے، اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے دوسرے مضمون میں بیان کردی ہے، جو''منافقِ اعتقادی وعملی کا حکم'' کے عنوان سے، معنون ہے۔

البتہ کوئی خود اس سے اس بناء پر احتیاط کرے کہ ممکن ہے کہ وہ ''تقیہ'' کررہا ہو، اور اس کے ساتھ ایسے معاملات نہ کرے، جس سے اپنے دین کو نقصان پہنچ سکتا ہو، مثلاً اس کی اقتداء میں نماز اداء نہ کرے، اس سے مناکحت وازدواجیت کا رشتہ وسلسلہ قائم نہ کرے، اس کے ذبح شدہ جانور کو استعمال کرنے سے اجتناب کرے، تو وہ الگ معاملہ ہے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جو رافضی اور شیعہ کوئی ایسا کفریہ عقیدہ رکھے کہ جس کی تاویل ممکن نہ ہو، اور اس سے قرآن مجید کی کسی آیت، یا حکم کی صریح خلاف ورزی لازم آتی ہو، مثلاً وہ قرآن مجید میں تحریف کا قائل ہو، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں مخصوص الوہیت کا عقیدہ رکھتا ہو، یا جبریلِ امین سے وحی لانے میں غلطی کا قائل ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتا ہو، یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی

صحابیت کا انکار کرتا ہو، وہ تو کافر ہے، اور جو اس طرح کا کفریہ عقیدہ نہ رکھے، وہ کافر نہیں، البتہ اپنے فسقیہ، یا قابلِ تاویل غلط عقائد اور اعمال کی وجہ سے سخت گناہ گار ہے۔

اور ائمۂ متبوعین و متقدمین کی تصریح کے مطابق اگر کوئی شیعہ ورافضی، صحابۂ کرام وشیخین کریمین رضی اللہ عنہم پر تبری، یعنی سب وشتم کرے، تو راجح یہ ہے کہ وہ بھی فاسق اور سخت گناہگار ہے، لیکن کافر نہیں، جس کی بناء پر ان کو کافر قرار دینے پر اصرار کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں چند عبارات وحوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

ابو برزہ اسلمی کی حدیث اور امام طحاوی کا حوالہ

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَغْـلَظَ رَجُلٌ لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَقُلْتُ: أَقْتُلُهُ، فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: لَيْسَ هٰذَا لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۴۰۷۱، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کچھ غلیظ باتیں کہیں، تو میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس آدمی کو قتل کردوں؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ کو منع کردیا، اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، کسی کے لیے جائز نہیں (نسائی)

مذکورہ روایت کی تشریح وتوضیح کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی: 321ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وبان بذلک أن معنی قول أبی بکر رضی اللّٰہ عنہ أنها لم تكن لأحد بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنه أراد بذٰلک أنه لم

يكن لأحد أن يأمر بقتل أحد لسب سبه من سواه مما ينطلق به له مثل ذلك فيمن سب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ومن سواه في ذلك لأن من سب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان كافرا واجبا على أمته قتله أمروا بذٰلك أو لم يؤمروا بذٰلك ومن سب من سواه من ولاة الأمور بعده فالذى يستحقه على ذٰلك الأدب عليه أدب مثله فأما ما سوىٰ ذٰلك مما يوجبه عليه خروجه عن الإسلام إلى الكفر فلا واللّٰه نسأله التوفيق (شرح مشكل الآثار، ج١٢، ص ٤١٣ و ٤١٤، باب بيان مشكل ما روى عن أبى بكر الصديق رضى الله عنه من قوله لأبى برزة لما استأذنه فى قتل الرجل الذى استأذنه فى قتله إنها لم تكن لأحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وفى ذلك الشىء ما هو)

ترجمہ: اس تقریر سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کہ ”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، کسی کے لیے جائز نہیں“ سے آپ کی مراد یہ تھی کہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کے علاوہ، کسی اور کو سب وشتم کرنے پر قتل کا حکم دے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کو سب وشتم کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کے مثل قرار دے، کیونکہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ کافر شمار ہوگا، امت پر اس کا قتل واجب ہوگا، اسی کا ان کو حکم دیا گیا ہے، اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کے بعد ولاۃُ الامور میں سے کسی کو سب وشتم کرے، تو وہ اس بات پر تعزیر و تادیب کا مستحق ہوگا، لیکن اس کے علاوہ وہ اسلام سے کفر کی طرف خارج نہیں ہوگا، واللّٰہ نسأله التوفيق (شرح مشكل الآثار)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو سب وشتم کرنا، گناہ ہے، لیکن اس کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا۔

اسی وجہ سے راجح یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر محض سب وشتم کرنا سخت گناہ ہے، لیکن باعثِ کفر نہیں، اور جو بعض کتبِ حنفیہ میں اس کا کفر ہونا مذکور ہے، محققین کے نزدیک وہ راجح نہیں، جس کی باحوالہ مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

علامہ ذہبی کا حوالہ

شمس الدین علامہ ذہبی (المتوفیٰ: 748 ہجری) روافض کی تردید میں تحریر کردہ، اپنی معرکۃُ الآراء تالیف "**المنتقی من منهاج الاعتدال فی نقض کلام أهل الرفض والاعتزال**" میں فرماتے ہیں کہ:

"جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں غلو کرتے ہیں، جیسا کہ وہ غالی لوگ، جو "نصیریہ" وغیرہ جیسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الٰہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور جیسا کہ "اسماعیلیہ" فرقہ کے ملاحدہ لوگ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، تو یہ کافر، مرتد ہیں۔

اور وہ لوگ جو دیگر صحابۂ کرام سے بغض رکھتے ہیں، وہ کافر نہیں ہیں، کیونکہ خوارج کا بھی یہی طرزِ عمل تھا (کہ وہ حضرت علی اور دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے تھے، یہاں تک کہ ان سے قتال بھی کرتے تھے) لیکن ان کو اس طرزِ عمل کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا گیا"۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] والذين قدحوا فى على رضى الله عنه جعلوه كافرا وظالما ليس فيهم طائفة معروفة بالردة عن الإسلام.

بخلاف الذين يمدحونه ويقدحون فى الثلاثة كالغالية الذين يدعون إلهيته من النصيرية وغيرهم وكالإسماعيلية الملاحدة الذين هم شر من النصيرية وكالغالية الذين يدعون نبوته فإن هؤلاء كفار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آگے باحوالہ آتا ہے کہ ''نصیریہ'' اور ''اسماعیلیہ'' فرقے، امامیہ اوراثناعشری فرقہ سے الگ فرقوں سے تعلق رکھتے تھے، جن کی ان حضرات نے بھی تکفیر کی ہے، جنہوں نے دیگر روافض کی تکفیر نہیں کی، لہٰذا مذکورہ عبارت میں جن فرقوں کے کفریہ عقائد کا ذکر کیا گیا ہے، ان کو نہ تو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مرتدون كفرهم بالله ورسوله ظاهر لا يخفى على عالم بدين الإسلام.

فمن اعتقد فى بشر الإلهية أو اعتقد بعد محمد صلى الله عليه وسلم نبيا فهذه المقالات ونحوها مما يظهر كفر أهلها لمن يعرف الإسلام أدنى معرفة.

بخلاف من يكفر عليا ويلعنه من الخوارج وممن قاتله ولعنه من أصحاب معاوية وبنى مروان وغيرهم فإن هؤلاء كانوا مقرين بالإسلام وشرائعه يقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة ويصومون رمضان ويحجون البيت العتيق ويحرمون ما حرم الله ورسوله وليس فيهم كفر ظاهر بل شعائر الإسلام وشرائعه ظاهرة فيهم معظمة عندهم وهذا أمر يعرفه كل من عرف أحوال الإسلام فكيف يدعى مع هذا أن جميع المخالفين نزهوه دون الثلاثة.

بل إذا اعتبر الذين كانوا يبغضونه ويوالون عثمان والذين كانوا يبغضون عثمان ويحبون عليا وجد هؤلاء خيرا من أولئک من وجوه متعددة ولو تخلى أهل السنة عن موالاة على رضى الله عنه لم يكن فى المتولين له من يقدر أن يقاوم المبغضين له من الخوارج والأموية والمروانية فإن هؤلاء طوائف كثيرة.

ومعلوم أن شر الذين يبغضونه هم الخوارج الذين كفروه واعتقدوا أنه مرتد عن الإسلام واستحلوا قتله تقربا إلى الله تعالى حتى قال شاعرهم عمران بن حطان:

(يا ضربة من تقى ما أراد بها ...إلا ليبلغ من ذى العرش رضوانا)

(إنى لأذكره يوما فأحسبه ...أوفى البرية عند الله ميزانا)

فعارضه شاعر أهل السنة فقال

(يا ضربة من شقى ما أراد بها ...إلا ليبلغ من ذى العرش خسرانا)

(إنى لأذكره يوما فألعنه ...لعنا وألعن عمران بن حطانا)

وهؤلاء الخوارج كانوا موجودين فى زمن الصحابة والتابعين يناظرونهم ويقاتلونهم والصحابة اتفقوا على وجوب قتالهم ومع هذا فلم يكفروهم ولا كفرهم على بن أبى طالب رضى الله عنه.

وأما الغالية فى على رضى الله عنه فقد اتفق الصحابة وسائر المسلمين على كفرهم وكفرهم على بن أبى طالب نفسه وحرقهم بالنار وأما الخوارج فلم يقاتلهم على حتى قتلوا واحدا من المسلمين وأغاروا على أموال الناس فأخذوها.

فأولئک حكم فيهم على وسائر الصحابة بحكم المرتدين وهؤلاء لم يحكموا فيهم المرتدين(المنتقى من منهاج الاعتدال فى نقض كلام أهل الرفض والاعتزال،لشمس الدين الذهبى، ص ۳۰۱ الىٰ ۳۰۴،الفصل الثالث فى إمامة على رضى الله عنه)

تمام اہلِ تشیع واہلِ روافض کی طرف منسوب کرنا درست ہے، اور نہ ہی امامیہ اور اثنا عشری کی طرف منسوب کرنا درست ہے۔

علامہ ذہبی مزید فرماتے ہیں:

''رافضی لوگوں میں ایسے عبادت گزار اور پرہیز گار لوگ بھی ہیں، جو دیگر اہلِ ہواء (یعنی اہلِ بدعت) میں نہیں پائے جاتے، لیکن اس کے باوجود ان میں کذب اور فجور پایا جاتا ہے، البتہ شیعوں میں ''زیدیہ'' فرقہ، بہتر ہے، اور وہ صدق وعدل اور علم کے زیادہ قریب ہے۔

لیکن اہلُ السنۃ، روافض اور خوارج دونوں سے بہتر ہیں، جو باہم ایک دوسرے کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرتے ہیں، اور دوسروں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرتے ہیں، جس کا بعض روافض بھی اعتراف کرتے ہیں۔

چنانچہ خوارج اپنے علاوہ کی تکفیر کرتے ہیں، اور اسی طرح سے اکثر معتزلہ بھی اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے ہیں، اور اسی طرح سے اکثر رافضی بھی کرتے ہیں، اور جو تکفیر نہیں کرتے، وہ تفسیق کرتے ہیں، اور اسی طریقہ سے اکثر اہلِ ہواء، ایک رائے کا اختراع کرتے ہیں، اور اپنی مخالفت کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

لیکن اہلُ السنۃ، دراصل حق کی اتباع کرتے ہیں، اور وہ اپنے مخالفین کی تکفیر نہیں کرتے، اور وہ حق کو زیادہ جانتے ہیں، اور وہ مخلوق کے ساتھ زیادہ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہیں''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] والرافضة فيهم من هو متعبد متورع زاهد لكن ليسوا فى ذلك مثل غيرهم من أهل الأهواء فالمعتزلة أعقل منهم وأعلم وأدين والكذب والفجور فيهم أقل منه فى الرافضة.

والزيدية من الشيعة خير منهم وأقرب إلى الصدق والعدل والعلم.

وليس فى أهل الأهواء أصدق ولا أعبد من الخوارج ومع هذا فأهل السنة يستعملون معهم العدل والإنصاف ولا يظلمونهم فإن الظلم حرام مطلقا كما تقدم.

بل أهل السنة لكل طائفة من هؤلاء خير من بعضهم لبعض بل هم للرافضة خير وأعدل من بعض الرافضة لبعض.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ذہبی مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے ان لوگوں میں سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا، جنھوں نے آپ کی تکفیر کی، اور نہ ہی ان کی اولاد کو قیدی بنایا''۔انتہٰی۔[1]

علامہ ذہبی کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ خوارج وروافض اور معتزلہ وغیرہ کے مقابلے میں ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' کا مسلک معتدل اور صحیح ہے، جو دوسروں کی تکفیر میں احتیاط کرتے ہیں، اسی وجہ سے وہ علی الاطلاق نہ خوارج کی تکفیر کرتے، اور نہ ہی روافض ومعتزلہ کی تکفیر کرتے۔

امام نووی کا حوالہ

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفٰی: 676ھ) صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

ومذهب الشافعي وجماهير أصحابه العلماء أن الخوارج لا يكفرون وكذلك القدرية وجماهير المعتزلة وسائر أهل الأهواء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا مما يعترفون هم به ويقولون أنتم تنصفوننا ما لا ينصف بعضنا بعضا.
وهذا لأن الأصل الذى اشتركوا فيه أصل فاسد مبنى على جهل وظلم.
وهم مشتركون فى ظلم سائر المسلمين فصاروا بمنزلة قطاع الطريق المشتركين فى ظلم الناس.
ولا ريب أن المسلم العالم العادل أعدل عليهم وعلى بعضهم من بعض.
والخوارج تكفر أهل الجماعة وكذلك أكثر المعتزلة يكفرون من خالفهم وكذلك أكثر الرافضة.
ومن لم يكفر فسق وكذلك أكثر أهل الأهواء يبتدعون رأيا ويكفرون من خالفهم فيه.
وأهل السنة يتبعون الحق من ربهم الذى جاء به الرسول ولا يكفرون من خالفهم فيه بل هم أعلم بالحق وأرحم بالخلق(المنتقى من منهاج الاعتدال فى نقض كلام أهل الرفض والاعتزال،لشمس الدين الذهبى،ص ۳۲۸،الفصل الثالث فى إمامة على رضى الله عنه)

[1] أن عليا لم يكفر أحدا ممن قاتله حتى الخوارج الذين كفروه ولا سبى لهم ذرية. وكان يترضى عن طلحة والزبير ويدعو على معاوية وعمرو من غير أن يكفرهما(المنتقى من منهاج الاعتدال فى نقض كلام أهل الرفض والاعتزال،لشمس الدين الذهبى،ص ۵۲۳،الفصل الثالث فى إمامة على رضى الله عنه)

قال الشافعی رحمه الله تعالى أقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية وهم طائفة من الرافضة يشهدون لموافقيهم في المذهب بمجرد قولهم فرد شهادتهم لهذا لا لبدعتهم والله أعلم(شرح النووی علٰی مسلم، ج۷،ص ۱۶۰، کتاب الزکاۃ،باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

ترجمہ: اور امام شافعی اور آپ کے جمہور اصحاب علماء کا مذہب یہ ہے کہ ''خوارج'' کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اسی طرح ''قدریہ'' کی بھی اور ''جمہور معتزلہ'' کی بھی، اور تمام ''اہلِ اھواء'' کی، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ''اہلِ اھواء'' کی شہادت کو قبول کرتا ہوں، سوائے ''خطابیہ'' کے جو کہ ''رافضیوں'' کی ایک جماعت ہے، جو اپنے مذہب کے موافق کے لیے محض ان کا قول ہونے کی وجہ سے، گواہی دے دیتے ہیں، پس اس وجہ سے ان کی گواہی مردود ہے، نہ کہ ان کی بدعت کی وجہ سے، **واللہ أعلم** (شرح النووی)

مذکورہ عبارت میں روافض کو بھی اہلِ اھواء واہلِ بدعت میں شمار کیا گیا، اہلِ کفر میں شامل نہیں کیا گیا، اسی وجہ سے رافضیوں کے ایک فرقہ ''خطابیہ'' کی گواہی کے حکم کو مستثنیٰ کیا گیا، اور اس میں بھی ان کے جھوٹی گواہی دینے کی علت کو مؤثر سمجھا گیا، نہ کہ بدعت کو۔

امام نووی کا دوسرا حوالہ

امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''جو غالی رافضی تمام صحابۂ کرام کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، لیکن ان غالی رافضیوں کے علاوہ دیگر رافضی اس مسلک کو اختیار نہیں کرتے، جہاں تک امامیہ اور بعض معتزلہ کا تعلق ہے، تو ان کا کہنا یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسرے حضرات کو مقدم کرنے میں خطاء کا ارتکاب کیا

ہے، لیکن وہ کافر نہیں ہیں“۔انتھیٰ۔ [1]

مذکورہ عبارت میں تصریح ہے کہ تمام اہلِ تشیع، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر نہیں کرتے، جن میں امامیہ فرقہ بھی داخل ہے۔

لہٰذا ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی، البتہ جو غالی رافضی ہیں، اور وہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں، وہ بلاشبہ کافر ہیں۔

امامیہ میں بہت سے فرقے ہوئے ہیں، جن کی بے شمار تالیفات ہیں، اگر ان میں سے کسی نے صراحتاً تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کی ہو، وہ بھی غالی روافض کے حکم میں داخل ہوکر، تکفیر کا مستحق ہوگا، لیکن اس کی وجہ سے اہلِ تشیع کے دیگر تمام فرقوں اور لوگوں کی تکفیر درست نہیں کہلائے گی۔

امام نووی کا تیسرا حوالہ

نیز امام نووی رحمہ اللہ نے ”المجموع شرح المهذب“ میں فرمایا کہ:

والرافضة الطائفة المبتدعة سموا بذلک لرفضهم زيد بن على رضى الله عنهما فلزم هذا الاسم كل من غلامنهم فى مذهبه والله أعلم(المجموع شرح المهذب، ج۵، ص ۲۹۶، كتاب الجنائز، فى مذاهب العلماء فى كيفية إدخال الميت القبر)

---

[1] قال القاضى هذا الحديث مما تعلقت به الروافض والإمامية وسائر فرق الشيعة فى أن الخلافة كانت حقا لعلى وأنه وصى له بها قال ثم اختلف هؤلاء فكفرت الروافض سائر الصحابة فى تقديمهم غيره وزاد بعضهم فكفر عليا لأنه لم يقم فى طلب حقه بزعمهم وهؤلاء أسخف مذهبا وأفسد عقلا من أن يرد قولهم أو يناظر وقال القاضى ولا شك فى كفر من قال هذا لأن من كفر الأمة كلها والصدر الأول فقد أبطل نقل الشريعة وهدم الإسلام وأما من عدا هؤلاء الغلاة فإنهم لا يسلكون هذا المسلک فأما الإمامية وبعض المعتزلة فيقولون هم مخطئون فى تقديم غيره لا كفار(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۵، ص۱۷۴، كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه)

ترجمہ: اور ''رافضی'' اہلِ بدعت کی جماعت کا نام ہے، ان کا نام ''رافضی'' اس وجہ سے رکھا گیا کہ انہوں نے زید بن علی رضی اللہ عنہما کو ترک کردیا، پھر یہ نام اُن میں سے اپنے مذہب میں غلو کرنے والے ہر شخص کا پڑ گیا، واللہ اعلم (المجموع)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے آگے آتا ہے کہ بعض غالی رافضی، درحقیقت رافضی نہیں تھے، بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو رافضیوں میں منضم کرلیا، جس کی وجہ سے اُن کو بھی رافضیوں کی اقسام میں شمار کیا جانے لگا۔

امام نووی کی مذکورہ عبارت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

علامہ ابنِ حجر کا حوالہ

علامہ ابنِ حجر نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا کہ:

''بعض بدعات کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے، اور بعض بدعات کی وجہ سے فسق لازم آتا ہے۔

''کفریہ بدعت'' تو وہ ہے کہ جس کی تکفیر پر پوری امت کے قواعد متفق ہوں، جیسا کہ غالی رافضیوں کا معاملہ ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ میں الوہیت کے حلول کا دعویٰ کرتے ہیں، یا اس کے علاوہ اسی طرح کا کوئی اور کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں۔

اور ''فسقیہ بدعت'' وہ ہے، جیسا کہ خوارج اور ان روافض کی بدعت، جو اس طرح کا غلو نہیں کرتے، لیکن وہ اہلِ سنت کے اصولوں کی کھلی مخالفت کرتے ہیں، تاہم وہ ایسی ظاہری تعبیر وتاویل کا سہارا حاصل کرتے ہیں، جس کی گنجائش پائی جاتی ہے''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] وأما البدعة فالموصوف بها أما أن يكون ممن يكفر بها أو يفسق فالمكفر بها لا بد أن يكون ذلك التكفير متفقا عليه من قواعد جميع الأئمة كما فى غلاة الروافض من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ حجر نے بھی روافض کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، بلکہ اس کا مدار کفریہ عقیدہ پر رکھا، ہم بھی اس تفصیل کے قائل ہیں۔

علامہ ابنِ حجر اور ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃُ المفاتیح'' میں، علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم (مرقاة المفاتيح، ج ا، ص ١٨٠، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بدعت اور اہلِ ہواء کو کافر قرار نہیں دیتے، اِلَّا یہ کہ وہ کفرِ صریح کا ارتکاب کریں، نہ کہ کفرِ استلزامی کا، کیونکہ اصح یہ ہے کہ مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوتا (مرقاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ ھواء سے، اہلِ بدعت مراد ہوتے ہیں، جو اپنی خواہشِ نفس کی بناء پر فاسد رائے، یا عمل کو اختیار کرتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اکثر سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ''کفرِ استلزامی'' کی وجہ سے کسی پر ''کفرِ صریح'' کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اہلِ بدعت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دعوى بعضهم حلول الإلهية في علي أو غيره أو الإيمان برجوعه إلى الدنيا قبل يوم القيامة أو غير ذلك وليس في الصحيح من حديث هؤلاء شيء البتة .والمفسق بها كبدع الخوارج والروافض الذين لا يغلون ذلك الغلو وغير هؤلاء من الطوائف المخالفين لأصول السنة خلافا ظاهرا لكنه مستند إلى تأويل ظاهرة سائغ(فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج ا ،ص ٣٨٥،الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

سلسلے میں اس اصول کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ [1]

آج کل بعض حضرات، اس غلط فہمی کا شکار ہوئے کہ انہوں نے جب دیکھا کہ فلاں قول، یا عقیدہ سے کفر لازم آتا ہے، مثلاً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محض عدالت وثقاہت کو تسلیم نہ کرنے سے قرآنِ مجید اور صحیح احادیث پر سے بھی اعتبار اٹھتا ہے، لہٰذا یہ کفر کو مستلزم ہوا، اس لیے انہوں نے روافض کی علی الاطلاق تکفیر کا بیڑہ اٹھالیا، اور یہ نہ دیکھا کہ اس اصول کی بناء پر تو خوارج، معتزلہ وغیرہ کی بھی تکفیر لازم آتی ہے، کیونکہ ان کے بہت سے اقوال وافکار بھی کفرِ استلزامی کا باعث ہیں، مزید یہ کہ مذکورہ حضرات نے اپنی اس غلطی کے اختیار کرنے کے لیے دوسروں پر بھی اصرار شروع کردیا۔

کفرِ استلزامی کی مزید تفصیل، علامہ ابنِ عابدین شامی کے حوالے سے آگے آتی ہے۔

امام تقی الدین سُبکی کا حوالہ

امام تقی الدین سُبکی رحمہ اللہ ''فتاویٰ سُبکی'' میں فرماتے ہیں کہ:

''جب حضرت ابوبکر، عمر وعثمان رضی اللہ عنہم پر سب وشتم، ان کی تکفیر اور مجمع علیہ چیز کے انکار کے بغیر کیا جائے، تو کفر نہیں، جیسا کہ وہ رافضی جوان حضراتِ گرامی پر صحابی ہونے کے بجائے، محض بغض کی وجہ سے سب وشتم کرے، کیونکہ وہ حضرت علی اور حضرت حسن، اور حضرت حسین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے، نبی صلی اللہ علیہ

---

[1] يطلق الهوى على ميل النفس وانحرافها نحو الشيء، ثم غلب استعماله في الميل المذموم والانحراف السيء .

ونسبت البدع إلى الأهواء، وسمى أصحابها بأهل الأهواء؛ لأنهم اتبعوا أهوائهم فلم يأخذوا الأدلة مأخذ الافتقار إليها والتعويل عليها، بل قدموا أهوائهم واعتمدوا على آرائهم، ثم جعلوا الأدلة الشرعية منظورا فيها من وراء ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨ص ٣١، مادة " بدعة ")

والهوى اصطلاحا: قال عبد العزيز البخاري: الهوى ميلان النفس إلى ما تستلذ به من الشهوات من غير داعية الشرع .

ويسمى أهل البدع بأهل الأهواء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٢ص ٣١١، مادة " هوى ")

وسلم کی وجہ سے ہی تو محبت بھی رکھتا ہے“۔انتھیٰ۔ [1]

امام تقی الدین سُبکی رحمہ اللہ ”فتاویٰ سُبکی“ میں ہی فرماتے ہیں کہ:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ روافض ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں، جو ضروری طور پر ثابت ہیں، اور وہ ایسے افراد پر جھوٹ گھڑتے ہیں، جن کا اِن گھڑی ہوئی باتوں سے بریٔ ہونا، ہمیں ضروری طور پر معلوم ہے۔

لیکن جو چیز ضروری طور پر معلوم ہو، اس کے منکر کی تکفیر کی بنیاد یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو متضمن ہے۔

تاہم روافض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے قائل نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کا قول، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو متضمن ہے، البتہ وہ اپنے (یا ائمہ کے) قول کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے، اور ہم اس سلسلہ میں ان کی تکذیب کرتے ہیں، اور ہم ان کے اقوال کی حقیقت کو جانتے ہیں، لیکن کسی کو کافر قرار دینے کا معاملہ اس سے اوپر کی چیز ہے“۔انتھیٰ۔ [2]

---

[1] وهـذا الـرافضى لعنه الله ومن أشبهه بغضهم لأبى بكر وعمر وعثمان رضى الله عنهم لا شك أنـه ليـس لأجـل الـصـحبة لأنهـم يـحبـون عـليـا والحسن والحسين وغيرهما ولكنه بهوى أنفسهم واعتـقـادهـم بـجهـلهم ظلمهم لأهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم فالظاهر أنهم إذا اقتصروا على السـب مـن غيـر تـكـفيـر ولا جـحد لمجمع عليه لا يكفرون (فتاویٰ السبکی، ج۲ص ۵۹۱، کتاب الـعتق، باب جامع، فصل قال ابن المنذر لا أعلم أحدا يوجب القتل بمن سب من بعد النبى صلى الله عليه وسلم)

[2] ولا شک أن الروافض ينكرون ما علم بالضرورة ويفترون على من علمنا بالضرورة براء تهم مـما افتروا عليهم به ولكن السر فى تكفير منكر ما علم بالضرورة تضمنه لتكذيب النبى -صلى الله عليه وسلم -والـروافض هنا لا يقولون ولا هو مضمون قولهم ولكنهم يدعون أن الذين يقولون هم: هـو الذى أتى به النبى -صـلـى الله عليه وسلم -ونـحـن نـكـذبهم فى ذلک ونعلم مباهتتهم ولكن التـكـفيـر فـوق ذلک فـلـم نتـحـقـق إلـى الآن مـن مـالـک مـا يـقـتـضـى قتلـه (فتـاوى السبـكى، ج۲، ص۵۷۹، كتاب العتق، باب جامع، فـصـل قال ابن المنذر لا أعلم أحدا يوجب القتل بمن سب من بعد النبى صلى الله عليه وسلم)

امام تقی الدین سُبکی کا دوسرا حوالہ

امام تقی الدین سُبکی رحمہ اللہ نے ''قضاء الأرب فی أسئلة حلب''میں ایک سوال کے جواب میں اہلِ ہواء اور خوارج وروافض کے ذبیحے اور ان کی تکفیر کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، جس کے ضمن میں انہوں نے فرمایا کہ:

''ان فرقوں کے ذبیحے کی حرمت اور اُن کی تکفیر کا ہمارے مذہب پر منطبق ہونا، ممکن نہیں، البتہ امام مالک کے مذہب پر یہ بات منطبِق ہوسکتی ہے، جو اہلِ اھواء سے نکاح کرنے سے منع کرتے ہیں، اُن سے اجتناب اور دوری اختیار کرنے کی وجہ سے، اگرچہ وہ اُن کی تکفیر نہیں کرتے، اور ہم کراہت کے حکم میں مالکیہ کی موافقت کرتے ہیں، لیکن حرام ہونے میں موافقت نہیں کرتے۔

البتہ اُن کی تکفیر کے قول پر، ان کا ذبیحہ اور ان سے نکاح کرنا، حلال نہیں ہوگا، اور ان کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی، جیسا کہ ابو منصور اُن کی تکفیر کے قائل ہیں۔

اور ابو منصور نے جو کفر کا حکم لگایا ہے، یا تو اس سے مراد، اُن فرقوں کی بعض جماعتیں ہیں، جو غالی ہیں، جن کے کفر میں کوئی تردد نہیں، جبکہ بعض جماعتیں ایسی ہیں، جن کے عدمِ کفر میں کوئی تردد نہیں، اور بعض جماعتوں کے کفر میں اختلاف ہے۔

پس ابو منصور کے کلام، اور ان کے اجماع کے دعویٰ کو اگر ہر فرقہ کے غالی لوگوں پر محمول کیا جائے، تو پھر ان کا قول صحیح قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن انہوں نے معتزلہ کو بھی کافر قرار دیا ہے، جبکہ مختار قول اُن کے کافر نہ ہونے کا ہے، سوائے اس کے، جو ''قدر'' کا قائل ہو۔

جہاں تک بقیہ معتزلہ کا تعلق ہے، جیسا کہ قرآن کو مخلوق کہنے والے، تو سلف نے اُن پر کفر کا اطلاق کیا ہے، جن میں ائمۂ اربعہ بھی داخل ہیں، لیکن ہمارے اصحاب کے متاخرین اور بعض مالکیہ اُن کی عدمِ تکفیر کے قائل ہیں، اور بیہقی نے سلف کے قول کی یہ تاویل کی ہے کہ اُن کی مراد کفر سے کم درجے کا کفر ہے، اور وہ ایسا کفر نہیں، جو مذہب سے خارج کرنے والا ہو، نووی نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

جہاں تک ''غالی رافضیوں'' کا تعلق ہے، جن میں ''غرابیہ'' فرقہ داخل ہے، تو ان کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

اور ہمارے فقہاء اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء اِن فرقوں کی تکفیر میں، اختلاف کو نقل کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ان کے کافر نہ ہونے کو مختار قرار دیتے ہیں، اور ہم بھی اس سلسلے میں ان کی موافقت کرتے ہیں، اور ہم تکفیر کے قول کو بہت بڑی چیز سمجھتے ہیں، کیونکہ تکفیر کا یہ حکم دو اہم ترین امور کا محتاج ہے۔

ایک تو یہ کہ اس کے عقیدے کی پوری طرح وضاحت ہو جائے، جبکہ دل کی حالت پر مطلع ہونا اور اس کے شبہ اور اس کی توضیح مشکل ہے، بعض اوقات انسان کو خود اپنے اعتقاد کی توضیح مشکل ہوتی ہے، چہ جائیکہ دوسرے کے عقیدے کی توضیح مشکل نہ ہو۔

دوسرا امر یہ ہے کہ اس بات کا حکم لگانا کہ یہ کفر ہے، علمِ کلام کی صعوبت اور اس کے مآخذ، اور حق کو غیر حق سے ممتاز کرنے کی وجہ سے یہ بھی دشوار ہے، یہ بات صرف اس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے، جس کا ذہن صحیح ہو، اور نفس کی ریاضت ہو چکی ہو، اور مزاج میں اعتدال ہو، اور علوم پر نظر اور غور وفکر کی تہذیب ہو چکی ہو، اور شرعی علوم سے وہ بھرا ہوا ہو، اور بے اعتدالی اور خواہش پرستی سے محفوظ ہو۔

ان دونوں امور کے بعد تکفیر، یا عدمِ تکفیر کا حکم لگانا ممکن ہے، پھر یہ حکم کسی خاص

شخص کے متعلق لگانا، جبکہ اس کی شرائط بھی پائی جائیں، اور وہ شخص اس کا اعتراف بھی کررہا ہو، یہ بات کیسے حاصل ہوسکتی ہے، اور اس پر ''بیّنہ'' قائم کرنا، اور اس کو قبول کرنا بھی مشکل ہے، کیونکہ وہ اس فہم کا محتاج ہے، جو ذکر کی گئی، اور اگر یہ چیز حاصل بھی ہوجائے، یا اس کی طرف سے اس کا اقرار پایا جائے، تو کسی خاص فرقہ کے متعلق، یہ بات ''علمِ حملی'' کی جہت سے ہی کہی جاسکتی ہے، جہاں تک مخصوص اشخاص پر اس حکم کو قائم کرنے کا تعلق ہے، تو اس کا راستہ یا تو ''اقرار'' ہے، یا ''بیّنہ'' ہے، اور یہ بات کافی نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اس شخص کا تعلق اس فرقے سے ہے، کیونکہ ہم نے جن مشکلات کا پہلے ذکر کیا، اُن کے ساتھ ایک دوسری بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ تمام فرقوں میں اکثریت عوام کی ہوتی ہے، جو اعتقاد کو نہیں پہچانتے، وہ صرف کسی مذہب سے محبت رکھتے ہیں، اور اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، لیکن اس مذہب کی پوری حقیقت کا احاطہ نہیں کرپاتے، پس اگر ہم اُن فرقوں کے عوام کی تکفیر کا اقدام کریں گے، تو اس سے بڑا عظیم باطل فساد لازم آجائے گا، اور اسی بات سے نووی کے قول کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے۔

اس وجہ سے ہر فرقے کی علی الاطلاق، یا اس فرقے سے منسوب ہر شخص کی تکفیر بہرحال مشکل ہے، البتہ جب اس کی تمام شرائط پائی جائیں، پھر اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اور میں نے کچھ لوگوں کی تصانیف کو دیکھا، جن کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اہلِ علم حضرات میں سے ہیں، جو بعض اوقات حدیث کی روایت سے بھی تعلق رکھتے ہیں، اور عبادت گزار بھی ہیں، اور علم میں مشہور بھی ہیں، لیکن انہوں نے ایسی باتوں کا قول کیا، یا ایسی باتوں کی تردید کی، جن سے اُن کی بڑی لاعلمی اور

صریح کذب کو نقل کرنے میں تساہل ظاہر ہو گیا، اور انہوں نے ایسے لوگوں کی تکفیر کا اقدام کیا، جو تکفیر کے مستحق نہیں تھے، اس کی وجہ لاعلمی اور تعصب کی زیادتی اور ایسی چیز پر اُن کا پرورش پانا ہے کہ جن کو ان چیزوں کے علاوہ سے واقفیت نہیں، حالانکہ وہ صحیح نہیں، اور انہوں نے اس شعبے کے علم سے مشغولی اختیار نہیں کی، تاکہ اس کی حقیقت کو سمجھ جاتے، اس طرح کے لوگوں سے اعراض کرنے میں ہی بھلائی ہے، جہاں اس قسم کی صورتِ حال پیش آئے، وہاں اگر آپ کو کوئی شخص ایسا ملے، جو ہدایت کو قبول کرے، تو اس کے لیے ہدایت کا سامان کرنا چاہیے، اور عامۃُ الناس کو اُن کے اس خالق کے حوالے کر دینا چاہیے، جو ان کے بھیدوں سے واقف ہے، وہ قیامت کے دن اُن سے حساب لے لے گا، اور اُن کے خفیہ رازوں سے پردہ ہٹا دے گا۔

اور ہمارے اکثر فقہاء نے اہلِ بدعت کے متعلق، فقہ کی ''کتابُ الشھادۃ'' میں ہی کلام کیا ہے، ان کی گواہی قبول ہونے کی وجہ سے''۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] قال الأستاذ أبو منصور البغدادی فی کتابه "الناسخ والمنسوخ" ما لفظه: أجمع أصحاب الشافعی وأكثر المتكلمين من أصحاب الحديث، على تحريم ذبائح أهل الأهواء من المعتزلة، والنجارية، والجهمية، والخوارج، وغلاة الروافض، والمشبهة، الذين يقولون فی الله تعالى بصورة وحد. انتهى.

هل هذا الكلام على إطلاقه أم على القول بالتكفير؟.

الجواب: (الحمد لله) أما أخذ ذلك مطلقا حتى يقال بالمنع مع عدم التكفير فلا يمكن على مذهبنا، نعم على مذهب مالک قالوا: إن أهل الأهواء لا يناكحون تجنبا وبعدا عنهم، وإن لم نكفرهم، ونحن نوافقهم على الكراهة فی ذلک دون التحريم.

وأما على القول بالتكفير فلا شک فی ذلک لأنهم ولدوا على الإسلام، ولا يقرون على كفرهم فلا تحل ذبيحتهم، ولا مناكحتهم والذبيحة والمناكحة من واد واحد، ولا تقبل شهادتهم، والأستاذ أبو منصور من القائلين بالتكفير.

وقد وقفت على نسخة من كتابه "الناسخ والمنسوخ" له الذی أشير إليه فی السؤال، واللفظ الذی رأيته فيه: أجمع أكثر المتكلمين، وأصحابنا من أهل الحديث، وهذا محتمل، لأن يريد: وأكثر أصحابنا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شافعیہ کی کتاب ''حاشیۃُ الشروانی'' میں صحابۂ کرام پر سب وشتم کرنے کو کبیرہ گناہوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بخلاف اللفظ الذى تضمن السؤال، ومع قيده بأهل الحديث فلم يعمم جميع أصحابنا.

لكن له كتاب آخر فى "الأسماء والصفات" نفيس وقفت عليه، قال فيه: أما أصحابنا فإنهم وإن أجمعوا على تكفير المعتزلة، والخوارج، والنجارية، والجهمية والمشبهة فقد أجازوا معاملتهم فى المعاوضات دون الأنكحة. فأما مناكحتهم، وموارثتهم، والصلاة عليهم، وأكل ذبائحهم، فلا يحل شىء من ذلك إلا الموارثة، ففيها خلاف بين أصحابنا: قيل لأقربائهم من المسلمين وإليه ذهب إسحاق بن راهويه، وقيل لأهل بدعتهم. انتهى.

ولا شك أن أبا منصور من القائلين بالتكفير ودعواه الإجماع إما أن يكون لعدم اعتداده بالخلاف، وهو قد نقل الخلاف، وإما أن يحمل على قطعه بتكفير بعض الطوائف، وهذا لا شك فيه، على أن فى الفرق من لا يتردد فى كفره، ومنهم من لا يتردد فى عدم كفره، ومنهم من هو محل الخلاف أو يظهر فيه الخلاف.

فإذا حمل كلام أبى منصور ودعواه الإجماع على الغلاة من كل فرقة صح، غير أنه أطلق المعتزلة، والمختار عدم تكفيرهم، إلا من قال بالقدر، على القول الذى يقول به معبد الجهنى، ومن قال بأن الله لا يعلم الأشياء قبل وقوعها، وما أشبه ذلك، ولا شك فى كفر هؤلاء.

وأما بقية بدع المعتزلة كخلق القرآن فقد أطلق السلف منهم الأئمة الأربعة على تكفيرهم به، والمتأخرون من أصحابنا ومن المالكية يرون عدم التكفير بذلك، وتأول البيهقى قول السلف بأن مرادهم كفر دون كفر، وليس هو الكفر المخرج عن الملة، ووافقه النووى.

وأما غلاة الروافض فمنهم الغرابية، ولا شك فى كفرهم.

وأصحابنا وغيرهم يطلقون الخلاف فى التكفير ويختارون عدمه، ونحن نوافقهم على ذلك، وعلى الإطلاق المذكور، ونستعظم القول بالتكفير، لأنه يحتاج إلى أمرين عزيزين.

أحدهما: تحرير المعتقد وهو صعب من جهة الاطلاع، على ما فى القلب، وتخليصه عما يشبهه وتحريره، ويكاد الشخص يصعب عليه تحرير اعتقاد نفسه، فضلا عن غيره.

الأمر الثانى: الحكم بأن ذلك كفر وهو صعب من جهة صعوبة علم الكلام، ومأخذه، وتمييز الحق فيه من غيره، وإنما يحصل ذلك لرجل جمع صحة الذهن ورياضة النفس واعتدال المزاج، والتهذب بعلوم النظر، والامتلاء من العلوم الشرعية، وعدم الميل والهوى.

وبعد هذين الأمرين يمكن القول بالتكفير أو عدمه، ثم ذلك إما فى شخص خاص وشرطه مع ذلك اعتراف الشخص به، وهيهات يحصل ذلك وأما البينة فى ذلك فصعب قبولها لأنها تحتاج فى الفهم إلى ما قدمناه فإن حصل ذلك أو حصل إقرار عمل بمقتضاه، وإما فى فرقة، فإنما يقال ذلك من حيث العلم الحملى، وإما على ناس بأعيانهم فلا سبيل إلى ذلك الا بإقرار أو بينة، ولا يكفى أن يقال هذا من تلك الفرقة، لأنه مع الصعوبة من جهة ما قدمناه يتطرق إليه شىء آخر، وهو أن غالب الفرق عوام لا يعرفون الاعتقاد وإنما يحبون مذهبا، فينتمون إليه، من غير إحاطة بكنهه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

میں شمار کیا گیا ہے، اور اس فعل کے مرتکب کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے پر کلام کیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلو أقدمنا على تكفيرهم جر ذلك فسادا عظيما باطلا، وبهذا يجاب عن قول النووى.

لو كان المراد الكفر المخرج عن الملة لقتلوا أو قوتلوا فيجاب بأن ذلك.إنما لم يقطع به، لعدم تعينه، وإن كنا نحكم من حيث الجملة على من اعتقد ذلك الاعتقاد أنه كافر، والشأن فى تشخيصه على أن التكفير صعب بكل حال، ولا ينكر إذا حصل شرطه.

ولقد رأيت تصانيف لجماعة يظن بهم أنهم من أهل العلم ويتعلقون بشىء من رواية الحديث، وربما يكون لهم نسك وعبادة وشهرة بالعلم قالوا بأشياء وردوا أشياء تبين عن جهلهم العظيم، وتساهلهم فى نقل الكذب الصريح ويقدمون على تكفير من لا يستحق التكفير وما سبب ذلك إلا ما هم عليه من فرط الجهل والتعصب (والنشأة على) شىء لم يعرفوا سواه وهو باطل، ولم يشتغلوا بشىء من العلم حتى يفهموا، بل هم فى غاية الغباوة، فالأولى الإعراض عمن هذا شأنه، وإن وجدت أحدا يقبل الهدى هديته، وترك عموم الناس موكولين إلى خالقهم العالم سرائرهم، يجادلهم يوم يبعثهم وتنكشف ضمائرهم، والضابط فى هذا أنه ما دام مقرا بالنبى صلى الله عليه وسلم منقادا بباطنه،للاتباع له وابتداعه لشبهة عنده، أما من جانب (هذا النبى) الكريم فالعلم الضرورى حاصل بكفره، وإن السيف قائم عليه إلا من أدى الجزية بشرطها.

وأكثر أصحابنا فى الفقه لم يتكلموا فى أهل البدع، إلا فى كتاب الشهادة لأجل قبول الشهادة وذكر الشافعى ذلك هنالك وممن تكلم فيه الصيمرى والماوردى، والقاضى حسين، والإمام وهو لا يرى التكفير، حتى قال :إن القول بخلق القرآن أهون بدعة، قالتها المعتزلة، ومع ذلك لا نرى تكفيرهم وأنا موافقه على ذلك، والمشهور عن الأشعرى التكفير (ولكن قوله الأخير الذى استقر عليه عدم التكفير(قضاء الأرب فى أسئلة حلب،للامام أبى الحسن تقى الدين السبكى، ص ٥٢٠،الیٰ ٥٢٦،المسألة الثالثة والستون)

[1] (قوله :وإن سب الصحابة إلخ) وقع فى أصل الروضة نقلا عن صاحب العدة وأقراه عد سب الصحابة -رضى الله تعالى عنهم -من الكبائر وجزم به ابن المقرى فى روضه وأقره عليه شارحه غير متعقب له، وجزم به بعض المتأخرين ووقع فى الروضة هنا تصويب شهادة جميع المبتدعة حتى ساب الصحابة -رضى الله تعالى عنهم -وجزم به ابن المقرى فى روضه وأقره شارحه وعبارته وتقبل شهادة من سب الصحابة والسلف؛ لأنه يقوله اعتقادا لا عداوة وعنادا انتهى وجرى عليه المتأخرون من شراح المنهاج وهو تناقض بحسب الظاهر ولعل وجه الجمع فيه أنه كبيرة إذا صدر من غير مبتدع؛ لأنه منتهك لحرمة الشرع انتهاكا قطيعا فى اعتقاده فلا يوثق به بخلاف المبتدع لما ذكر فيه سيد عمر أقول يدفع التناقض ما مر عن المغني والأسنى فى أول الباب مما نصه أن المراد بها أى الكبائر فى قولهم وشرط العدالة اجتناب الكبائر إلخ غير الكبائر الاعتقادية التى هى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”بحرُ المذهب فی المذهب الشافعی“ کا حوالہ

فقہ شافعی کی کتاب ”بحرُ المذهب“ میں ہے کہ:

وضرب يفسق به كمن سب الصحابة من الروافض والخوارج، فتصح الصلاة خلفه ولكنه يكره.

وضرب يكفر به كالقول بخلق القرآن والاعتقاد بأن علياً رضى الله عنه كان إلهاً أو كان نبياً كما قالت غلاة الرافضة فلا تجوز الصلاة خلفه .

وحكى عن مالك أنه قال :لا يؤتم ببدعى ولعله أراد من يحكم بكفره.

وقال القفال :تجوز الصلاة خلف الخوارج والروافض ولكن يكره لأن مذهب الفقهاء أن لا يكفر أهل الأهواء بالتأويل (بحر المذهب ،فى فروع المذهب الشافعى للبيروياني، ج٢، ص٢٦٣، كتاب الصلاة، باب اختلاف الإمام والمأموم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البدع فإن الراجح قبول شهادة أهلها ما لم نكفرهم .اهـ.

إذ هو صريح فى أن سب الصحابة اعتقادا مع كونه كبيرة لا يقدح فى الشهادة كسائر اعتقادات أهل البدعة والضلالة لاعتقادهم أنهم مصيبون فى ذلك لما قام عند هم .(قوله :وإن ادعى السبكى والأذرعى أنه غلط) أقره المغنى عبارته وقال السبكى فى الحلبيات فى تكفير من سب الشيخين وجهان لأصحابنا فإن لم نكفره فهو فاسق لا تقبل شهادته ومن سب بقية الصحابة فهو فاسق مردود الشهادة ولا يغلط فيقال شهادته مقبولة انتهى فجعل ما رجحه فى الروضة غلطا قال الأذرعى وهو كما قال ونقل عن جمع التصريح به وأن الماوردى قال من سب الصحابة أو لعنهم أو كفرهم فهو فاسق مردود الشهادة .اهـ.

وإلى ذلك ميل القلب وإن لم يجز لنا مخالفة ما فى الروضة الذى جرى عليه المتأخرون من شراح المنهاج (حاشية الشروانى على تحفة المنهاج، ج١٠، ص ٢٣٥، كتاب الشهادات)

ترجمہ: اور ایک قسم وہ ہے، جس کی وجہ سے فاسق قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ وہ لوگ، جو روافض اور خوارج میں، صحابۂ کرام پر سب وشتم کریں کہ ان کی اقتداء میں نماز صحیح ہوجاتی ہے، لیکن مکروہ ہوتی ہے۔

اور ایک قسم وہ ہے، جس کی وجہ سے کافر قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن کو مخلوق کہنا، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ علی رضی اللہ عنہ ''الٰہ'' ہیں، یا ''نبی'' ہیں، جیسا کہ ''غالی رافضیوں'' کا قول ہے، تو ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔

اور امام مالک سے یہ روایت مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بدعتی کی اقتداء نہیں کی جاسکتی، اور غالباً اُن کی مراد وہ بدعتی ہے، جس کے کفر کا حکم لگایا جاتا ہے۔

اور ''قفال'' نے فرمایا کہ خوارج اور روافض کی اقتداء میں نماز جائز ہے، لیکن مکروہ ہے، کیونکہ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ اھواء کی تاویل کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی (بحرُ المذهب)

مذکورہ عبارت میں خوارج کی طرح، روافض کو بھی اہلِ ھواء میں داخل مانا گیا ہے، اور ان پر علی الاطلاق کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔

''البيان فى مذهب الإمام الشافعی'' کا حوالہ

یحییٰ بن ابی الخیر شافعیؒ ''البيان فى مذهب الإمام الشافعی'' میں فرماتے ہیں:

وأما (الضرب الذى نفسقهم ولا نكفرهم) : فهم الروافض الذين يسبون أبا بكر وعمر -رضى الله عنهما -، والخوارج الذين يسبون عثمان وعليا -رضى الله عنهما -، فلا تقبل شهادتهم؛ لأنهم يذهبون إلى شىء لا يسوغ فيه الاجتهاد، فهم معاندون مقطوع بخطئهم وفسقهم، فلم تقبل شهادتهم(البيان فى مذهب الإمام

الشافعی،لیحیی بن أبی الخیر الشافعی،ج١٣،ص ٢٨٢،کتاب الشهادات،باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل،مسألة شهادة أهل الأهواء)

ترجمہ: اور دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے، جن کو ہم فاسق قرار دیتے ہیں، لیکن کافر قرار نہیں دیتے، اور وہ ''روافض'' ہیں، جو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرتے ہیں، اور وہ ''خوارج'' ہیں، جو حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرتے ہیں، تو ہم ان کی گواہی قبول نہیں کرتے، کیونکہ وہ ایسی چیز کو اختیار کرتے ہیں کہ جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں، پس وہ معاند ہیں، جن کی خطاء اور ان کا فسق یقینی ہے، پس ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (البیان فی مذهب الإمام الشافعی)

مذکورہ عبارت میں صحابۂ کرام کو سب وشتم کرنے والے روافض کی گواہی قبول نہ ہونے اور ان کے فاسق ہونے کا حکم مذکور ہے۔

''النجمُ الوهاج فی شرح المنهاج'' کا حوالہ

کمال الدین دمیری شافعی ''النجمُ الوهاج فی شرح المنهاج'' میں فرماتے ہیں کہ:

وتكره الصلاة خلف الروافض والمبتدعة والخوارج (النجم الوهاج فی شرح المنهاج،لکمال الدین الدَّمِیری الشافعی،ج٢،ص ٣٦٠،کتاب صلاة الجماعة)

ترجمہ: ''روافض'' اور ''اہلِ بدعت وخوارج'' کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے (النجم الوهاج فی شرح المنهاج)

مذکورہ عبارت میں روافض کو مبتدعہ فرقوں میں شامل کیا گیا ہے۔

''البیان والتحصیل، للقرطبی'' کا حوالہ

ابنِ رشد قرطبی مالکی نے ''البیان والتحصیل'' میں ایک مسئلے کے ضمن میں فرمایا کہ:

''جو خفیف بدعت کا مرتکب ہو، اور کافر نہ ہو، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دینے والا، یا اسی طرح کا کوئی اور شخص، تو اس کو ضرورت کے وقت زکاۃ دینا جائز ہے۔

جہاں تک گمراہ اہلِ بدعت کا تعلق ہے، جیسے کہ ''خوارج'' اور ''قدریہ'' اور ان کے مثل دوسرے فرقے، تو جنھوں نے ان کو کافر قرار دیا، ان کے نزدیک ان کو زکاۃ دینا جائز نہیں، اور جنھوں نے ان کو کافر قرار نہیں دیا، ان کے نزدیک ضرورت کے وقت ان کو زکاۃ دینا جائز ہے، اور زیادہ راجح یہی قول ہے۔

البتہ بعض بدعات کے کفر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، جیسا کہ بعض ''روافض'' کا یہ قول کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی تھے، لیکن جبریل نے رسالت میں غلطی کی ہے'' اور جیسا کہ بعض ''روافض'' کا یہ قول کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم ناطق نبی تھے، اور حضرت علی، صامت نبی تھی'' اور ''امام ایسے نبی ہوتے ہیں، جو ماکان ومایکون الیٰ یوم القیامۃ کا علم رکھتے ہیں'' پس یہ اور ان کے مشابہ لوگ کافر ہیں، جن کو بالاجماع زکاۃ نہیں دی جاسکتی'' ۔انتھیٰ۔ [1]

مذکورہ عبارت میں بھی روافض کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی۔

---

[1] مسألة:وسئل ابن القاسم عن أهل الأهواء هل يعطون من الزكاة إذا كانوا محاويج ؟ فاقل :إن نزلت بهم حاجة ، فأرى أن يعطوا من الزكاة -وهم من المسلمين يرثون ويورثون .
قال محمد بن رشد :يريد الهواء الخفيف الذى يبدع صاحبه ولا يكفر ، كتفضيل على -رضى الله عنه -على سائر الصحابة -رضى الله عنهم -أجمعين ، وما أشبه ذلک ؛ وأما الأهواء المضلة كالخوارج ، والقدرية ، وشبههم ؛ فمن كفرهم بمآل قولهم ، قال :لم يجز أن يعطوا من الزكاة ؛ ومن لم يكفرهم بمآل قولهم ، أجاز أن يعطوا منها إذا نزلت بهم حاجة -وهو الأظهر ، لقوله -عليه الصلاة والسلام -وتتمارى -فى الفرق ، ومن البدع ما لا يختلف أنه كفر ، كمن يقول من الروافض إن على بن أبى طالب كان النبى ولكن جبريل أخطأ فى الرسالة ؛ وكمن يقول منهم :إن الرسل تترى ، وأنه لا يزال فى كل أمة رسولان ، أحدهما ناطق ، والثانى صامت ؛ فكان محمد عليه السلام ناطقاً وعلى صامتاً ، أن الأئمة أنبياء يعلمون ما كان وما يكون -إلى يوم القيامة ؛ فهؤلاء ومن أشبههم لا يعطون من لزكاة بإجماع ، لأنهم كفار(البيان والتحصيل، لمحمد بن أحمد بن رشد القرطبى،ج ٢،ص ٣٩٢،٣٩٣،كتاب زكاة الذهب والورق،مسألة: عنده مائة دينار وعليه مائة دينار وعنده مائتا شاة قيمتها مائة دينار)

قاضی ابوبکر ابنِ عربی کا حوالہ

قاضی ابوبکر ابنِ عربی ''مؤطا امام مالک'' کی شرح ''المسالک'' میں فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک ''قدریہ اور اہلِ بدعت اور اہلِ اھواء'' کے فوت ہونے پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا تعلق ہے، تو اس موقف پر سب کا اتفاق ہے کہ ہر وہ شخص جو ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا قائل ہو، یا بدعتی ہو، یا کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو، تو اس کا نمازِ جنازہ پڑھا جائے گا، اور امام مالک نے جو اِن کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ ائمۂ دین اور ائمۂ علم، اُن کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے، تاکہ اُن کو تنبیہ ہو، اور ان کی بدعت کی وجہ سے اُن کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑے، اور وہ اپنے مذہب سے باز آئیں۔

جہاں تک ان مذکورہ اہلِ بدعت لوگوں کی گواہی کا تعلق ہے، تو امام مالک نے اِن لوگوں کی گواہی، قبول نہ ہونے کا حکم لگا کر، دوسرے فقہاء سے الگ موقف اختیار کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ مجھے ''جہمیہ'' اور ''رافضیہ'' اور ''قدریہ'' کی گواہی پسند نہیں''۔ انتہیٰ۔ [1]

---

[1] المسألة الثالثة :هل يسلم على القدرية وأهل البدع وأهل الأهواء، أم لا؟

فمذهب مالك :لا يسلم عليهم، ولا يصلى خلفهم، ولا يصلى عليهم، ولا تقبل شهادتهم .

تنقيح :أما قوله " :لا يصلى خلفهم "فإن الإمامة يتخير لها أهل الكمال في الدين من أهل التلاوة والفقه، هذا في الإمام الراتب.

وأما قوله" :لا يصلى عليهم "فإنه يريد إلا يصلى عليهم أيمة الدين والعلم؛ لأن ذلك زجر لهم وخزي لهم لابتداعهم، رجاء أن ينتهوا عن مذهبهم، وكذلك ترك ابتداء السلام عليهم.

وأما ترك الصلاة عليهم جملة إذا ماتوا، فلا، بل السنة المجتمع عليها أن يصلى على كل من قال : لا إله إلا الله محمد رسول الله، مبتدعا كان أو مرتكبا للكبائر، ولا نعلم أحدا من فقهاء الأمصار وأيمة الفتوى يقول في ذلك بقول ظاهر مالك .

وأما شهادتهم، فإن مالكا شذ في ذلك، إلا ابن حنبل فإنه قال :ما تعجبني شهادة الجهمية،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام مالک کا مشہور قول دوسرے فقہائے کرام کے مقابلے میں اہلِ بدعت کے متعلق زیادہ سخت ہے، اس لیے ان کے موقف کا الگ سے ذکر کیا گیا۔

لیکن تکفیر میں وہ بھی احتیاط سے کام لیتے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

''منهاجُ السنة لابنِ تيمية'' کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی: 728ھ) نے شیعہ کے رَد میں لکھی گئی اپنی مفصل ومدلل تالیف ''منهاجُ السنة'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

وهـذا حـال أهل البدع المخالفة للكتاب والسنة، فإنهم إن يتبعون إلا الظـن، ومـا تهـوى الأنـفـس، فـفيهـم جهل، وظلم، لا سيما الـرافـضة، فـإنهـم أعـظـم ذوى الأهواء جهلا وظلما يعادون خيار أوليـاء الـلـه (تـعالى) مـن بـعـد الـنبييـن، من السابقين الأولين من المهاجرين، والأنصار ، والذين اتبعوهم بإحسان رضى الله عنهم، ورضـوا عـنه، ويوالون الكفار، والمنافقين من اليهود، والنصارى، والـمشـركيـن، وأصـنـاف الـملحدين كالنصيرية، والإسماعيلية، وغيـرهـم مـن الـضـالين (منهـاج السـنة النبوية فى نـقـض كـلام الشيـعة القدرية، ج ا ،ص ٢٠، مقدمة المؤلف ،تحريم كتمان العلم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ والرافضة، ولا القدرية، قال إسحاق :وكذلك كل صاحب بدعة.
وهـذه الـمسـألة انـفـرد بهـا مالك، وجماعة الفقهاء أبو حنيفة والشـافـعـى وأصحابهما والثورى والـطبـرى وسـائـر مـن تـكـلـم فـى الـفقه إلا مالكا وطائفة من أصحابه، على قبول شهادة أهل البدع الـقدرية وغيرهم إذا كانوا عدولا لا يستحلون الزور، ولا يشهد بعضهم على تصديق بعض فى خبره ويمينه كما تصنع الخطابية .
وقـال الشافعى :وشهـادة مـن يـرى إنـفـاذ الـوعيد فى دخول النار على الذنب إن لم يتب منه، أولى بـالـقبول من شهادة من يستخف بالذنوب (المسالِك فى شرح موطأ مالك، للقاضى أبى بكر بن العربى، ج٧، ص ٢٣٣، ٢٣٤، كتاب الجامع، باب النهى عن القول بالقدر، المسألة الثالثة)

ترجمہ: اور یہ اُن اہلِ بدعت کا حال ہے، جو کتاب وسنت کی مخالفت کرتے ہیں، پس بے شک وہ صرف اپنے گمان اور اپنی خواہشِ نفس کی اتباع کرتے ہیں، پس ان میں جہالت اور ظلم پایا جاتا ہے، خاص طور سے رافضیوں میں، پس بے شک وہ اہلِ ھواء میں جہل اور ظلم کے اعتبار سے زیادہ عظیم ہیں، جو نبیوں کے بعد، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں، یعنی مہاجرین اور انصار صحابہ اور ان کی نیکی کے ساتھ اتباع کرنے والے بندوں سے، عداوت رکھتے ہیں، جو کہ سابقینِ اولین ہیں، ان سے اللہ راضی ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور وہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین، کفار اور منافقین اور ملحدین کے بعض لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں، جیسا کہ نصیریہ اور اسماعیلیہ اور ان کے علاوہ دوسرے گمراہ لوگوں سے (منهاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں ''رافضہ'' کو زیادہ سے زیادہ اہلِ ھواء واہلِ بدعت کا سخت ترین فرقہ ہی قرار دیا ہے، کافروں کا فرقہ قرار نہیں دیا، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ یہ کفار، مشرکین، منافقین اور ملحدین وغیرہ سے دوستی رکھتے ہیں، لیکن خود رافضہ کو کفار، مشرکین، منافقین، یا ملحدین وغیرہ قرار نہیں دیا، کیونکہ ان سے دوستی کا یہ عمل سخت گناہ کے زمرہ میں آتا ہے۔

''منهاجُ السنة'' کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ''منهاجُ السنة'' میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ومـمـا يـنـبـغـى أن يعرف أن ما يوجد فى جنس الشيعة من الأقوال، والأفـعـال الـمـذمـومـة، وإن كان أضعاف ما ذكر لكن قد لا يكون هـذا كـلـه فـى الإمامية (الاثنى عشرية) ، ولا فـى الـزيدية، ولكن يـكـون كثيـر مـنـه فـى الغالية، وفى كثير من عوامهم مثل ما يذكر

عنهم من تحريم لحم الجمل، وأن الطلاق يشترط فيه رضا المرأة، ونحو ذلک مما يقوله بعض عوامهم ، وإن كان علماؤهم لا يقولون ذلک لکن لما كان أصل مذهبهم مستندا إلى جهل كانوا أكثر الطوائف كذبا وجهلا (منهاج السنة، لابن تيمية، ج ا ، ص٥٧، كلام عام عن الرافضة، بعض حماقات الشيعة)

ترجمہ: اس بات کو جان لینا بھی ضروری ہے کہ جنسِ شیعہ میں جو مذموم اقوال اور افعال پائے جاتے ہیں، جو ذکر کیے گئے، بلکہ ان سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں، لیکن بسا اوقات یہ تمام اقوال وافعال ''امامیہ اثنا عشریہ'' میں نہیں ہوتے، اور نہ ہی ''زیدیہ'' میں ہوتے ہیں، البتہ ان کے غالی لوگوں میں اکثر و بیشتر ہوتے ہیں، اور ان کے بہت سے عوام میں بھی اس طرح کی چیزیں ہوتی ہیں، مثلاً اونٹ کے گوشت کو حرام سمجھنا، اور طلاق میں عورت کی رضا مندی کا شرط ہونا، اور اس طرح کی بعض دوسری چیزیں، جن کے ان کے بعض عوام قائل ہیں، اگر چہ ان کے علماء ان چیزوں کے قائل نہیں، لیکن جب ان کے مذہب کی اصل بنیاد، جہل کی طرف منسوب ہے، تو ان کی اکثر جماعتیں کذب اور جہل والی ہیں (منهاجُ السنة)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ تیمیہ نے بہت سے ''شیعہ امامیہ'' میں، روافض کے متعدد اور مذموم اقوال موجود ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

''منهاجُ السنة'' کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ''منهاجُ السنة'' کتاب میں ہی فرماتے ہیں:

وأما قوله " :. وأن الأئمة معصومون كالأنبياء في ذلک "

فهذه خاصة الرافضة الإمامية التي لم يشركهم فيها أحد – لا

الزيدية الشيعة ولا سائر طوائف المسلمين – إلا من هو شر منهم كالإسماعيلية الذين يقولون بعصمة بنى عبيد:المنتسبين إلى محمد بن إسماعيل بن جعفر، القائلين بأن الإمامة بعد جعفر [فى محمد بن إسماعيل] .دون موسى بن جعفر، وأولئک ملاحدة [منافقون]

والإمامية الاثنا عشرية . خير منهم بكثير، فإن الإمامية مع فرط . جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة منافقين، لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم.

وأما أولئک فأئمتهم الكبار العارفون بحقيقة دعوتهم الباطنية زنادقة منافقون.

وأما عوامهم الذين لم يعرفوا باطن أمرهم فقد يكونون مسلمين (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۲،ص ۴۵۲، ۴۵۳، الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع، التعليق على قوله أن الأئمة معصومون كالأنبياء)

ترجمہ: رہا یہ کہنا کہ ’’ائمہ اس سلسلے میں انبیاء کی طرح معصوم ہوتے ہیں‘‘ تو یہ رافضیہ امامیہ کا خاصہ ہے، جن کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں، نہ زیدیہ شیعہ، اور نہ دوسری مسلمانوں کی کوئی جماعت، سوائے اُن لوگوں کے، جو اِن سے زیادہ شر والے ہیں، جیسا کہ اسماعیلیہ، جو بنوعبید کی عصمت کے قائل ہیں، یہ جماعت محمد بن اسماعیل بن جعفر کی طرف منسوب ہے، اُن کا قول یہ ہے کہ جعفر کے بعد امامت ’’محمد بن اسماعیل‘‘ میں ہے ’’موسیٰ بن جعفر‘‘ میں نہیں، اور یہ لوگ ملحد منافق ہیں۔

اور شیعہ امامی اثنا عشری، اُن (اسماعیلیوں) سے بہت بہتر ہیں، کیونکہ اپنی فرطِ جہالت وگمراہی کے باوجود ''امامیہ اثنا عشری'' میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو ظاہر اور باطن کے اعتبار سے مسلمان ہیں، وہ زندیق، منافق نہیں، البتہ وہ جاہل ہیں، اور گمراہ ہیں، اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔

لیکن ان لوگوں کے بڑے ائمہ، جو اپنی باطنی دعوت کی حقیقت سے واقف ہیں، وہ زندیق، منافق ہیں۔

اور جہاں تک ان عوام کا تعلق ہے، جو اُن کے باطنی امر سے واقف نہیں، تو وہ مسلمان شمار ہوں گے (منہاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ عبارت میں ''امامیہ اثنا عشریہ'' کو گمراہ قرار دینے کے باوجود ''اسماعیلی'' فرقے سے بہت بہتر قرار دیا ہے، اور اِن میں ظاہری وباطنی اعتبار سے مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہے، اور ان کے زندیق، منافق ہونے کی نفی کی ہے، اور اُن کے عوام کو مسلمان کہا ہے، البتہ اُن کے بڑے ائمہ کو، جو کفریہ چیزوں سے واقف ہیں، اُن کو منافق قرار دیا ہے۔ [1]

اور یہ وہی بات ہے، جس کو ایک مقام پر حضرت گنگوہی نے، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی

---

[1] ملحوظ رہے کہ حنفیہ کے محقق قول کے مطابق ''زندیق'' کے لیے ''کافر ومرتد'' ہونا ضروری نہیں، اور ''زندیق'' کا قتل دفعِ شر اور دفعِ ضرر کی بناء پر ہے، جیسا کہ باغیوں وغیرہ کے قتل کا حکم ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ'' میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

وأما الزنديق، والساحر فإنما قتلا وإن تابا، لا لخصوص الردة، وإنما هو لدفع شرهما و ضررهما عن العباد كقتل البغاة، والاعونة، والخناق، والخوارج، وإن كانوا مسلمين. فما فى الشروح والفتاوىٰ بيان لموجب شئ آخر غير الردة، وهو السعى فى الأرض بالفساد كما سيأتى توضيحه. فبقى كلام المتون على عمومهٖ شاملاً للساب، لأن علة قتله إنما هى ردتهٗ كما حققناه، وسيأتى له زيادة توضيح ايضاً (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ٥٦، الباب الاول، الفصل الثانى، المسئلة الثالثة، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

نے اور بعض دوسرے محققین نے اختیار فرمایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کی مذکورہ عبارات سے اُن اکابر ومشائخ اور اہلِ علم حضرات کے قول کی بھرپور تائید ہوتی ہے، جو تکفیر کا مدار ''امامی اثناعشری'' کے بجائے، کفریہ عقائد پر رکھتے ہیں، اور جن کے عقائد، کفریہ نہ ہوں، ان کو کافر قرار نہیں دیتے، خواہ وہ شیعہ ''امامی اثناعشری'' کیوں نہ ہوں۔

جہاں تک موجودہ دور کے بعض اہلِ علم کی اس بات کا تعلق ہے کہ ''روافض'' کا ''امامیہ'' فرقہ، اپنے تمام گروہوں کے ساتھ، اس وجہ سے کافر ہے کہ وہ ''امام'' کو معصوم سمجھنے کی وجہ سے ''ختمِ نبوت'' کا منکر ہے، تو علامہ ابنِ تیمیہ کو اس بات سے اتفاق نہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ ''امامیہ'' فرقہ نے ''امامت'' کو ''نبوت'' کے بعد کا درجہ قرار دیا ہے، جس کی علامہ ابنِ تیمیہ نے متعدد مقامات پر تصریح کی ہے۔ [1]

رہا اُن کا ائمہ کو معصوم قرار دینا، تو یہ عقیدہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک باطل اور مردود ہے،

---

[1] [الوجه الثانى الإمامية أنفسهم يجعلون الإمامة آخر المراتب فى أصول الدين]

الوجه الثانى:

أن يقال: أصول الدين عن الإمامية أربعة: التوحيد، والعدل، والنبوة، والإمامة، فالإمامة هى آخر المراتب، والتوحيد، والعدل، والنبوة قبل ذلک، وهم يدخلون فى التوحيد نفى الصفات، والقول بأن القرآن مخلوق، وأن الله لا يرى فى الآخرة، ويدخلون فى العدل التكذيب بالقدر ، وأن الله لا يقدر أن يهدى من يشاء، ولا يقدر أن يضل من يشاء، وأنه قد يشاء ما لا يكون، ويكون ما لا يشاء، وغير ذلک، فلا يقولون: إنه خالق كل شىء، ولا إنه على كل شىء قدير، ولا إنه ما شاء كان، وما لم يشأ لم يكن لكن التوحيد، والعدل، والنبوة مقدم على الإمامة، فكيف تكون [الإمامة] أشرف، وأهم؟.

وأيضا: فإن الإمامة إنما أوجبوها لكونها لطفا فى الواجبات، فهى .واجبة الوسائل، فكيف تكون الوسيلة أهم، وأشرف من المقصود؟ (منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية ، ج ا ص ۹۹، ۱۰۰، إبطال كلام ابن المطهر من وجوه،الوجه الثانى الإمامية أنفسهم يجعلون الإمامة آخر المراتب فى أصول الدين)

الإمامية يذكرون مسائل التوحيد، والعدل، والنبوة قبل مسائل الإمامة(منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية ، ج ا ص ۱۲۰ ،فصل مقدمة كتاب ابن المطهر، إبطال كلام ابن المطهر من وجوه،الوجه التاسع الأمر بطاعة الأئمة فى غير المعصية)

لیکن صرف اس عقیدے کی وجہ سے تکفیر کا حکم لگانا، مشکل ہے۔

اور یہ بات باحوالہ آگے آتی ہے کہ ''بعض اہلِ علم کے کلام میں جو بعض اہلِ اھواء کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہے، اس سے مراد ''کفر کا الزام'' ہے ''کفر کا التزام'' نہیں، کیونکہ مذہب کا لازم، مذہب نہیں کہلاتا''۔ [1]

اسی وجہ سے نبوت ورسالت کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہونے کے عقیدہ کو محققین نے امامیہ، یا اثنا عشریہ کے بجائے، غالی شیعوں کے ''فرقہ مفضلیہ'' اور فرقہ ''سیرغیہ'' کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں:

''فرقہ مفضّلیہ'' یہ فرقہ مفضیل صیرفی نامی ایک شخص کے ساتھیوں کا ہے، جب سبائی مذہب، برائیوں کا نشانہ اور لعنت ملامت کا ہدف بنا، تو ان لوگوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا، اور یوں کہنے لگے کہ جناب مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کو اللہ تعالیٰ سے وہی نسبت ہے، جو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے تھی، بقول نصاریٰ کہ لاہوت وناسوت دونوں باہم مل کر ایک چیز ہوگئے ہیں۔

اس فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ نبوت ورسالت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا، اور جس بھی کسی کا اتحاد، ذاتِ لاہوت سے ہوا، وہ نبی ہے، اور جس نے رہنمائی عالم اور گمراہوں کی ہدایت کو اپنا پیشہ بنادیا، وہی رسول ہے، اس لیے اس فرقہ میں نبوت

---

[1] وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما فى المباحث.

بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفى العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون. وأقول :وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفى الاختيار .اهـ .

وقوله :وإن وقع إلزاما فى المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بأنه كفر أى يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضى ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلك إلا لشبهة دليل شرعى على زعمهم، وإن أخطئوا فيه، ولزمهم المحذور على أنهم ليسوا بأدنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب(ردالمحتار، ج۳ص ۴۵، ۴۶، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)

ورسالت کے دعویدار بہت گزرے ہیں۔

''فرقہ سَیرغیہ'' یہ فرقہ ''سَیر غ'' کے ساتھیوں کا ہے، ان کا بھی وہی مذہب ہے، جو مفضّلیہ کا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے عقیدہ کے مطابق لاہوت کا حلول صرف پانچ ہستیوں میں ہوا، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر اور حضرت عقیل۔ رضی اللہ عنہم (تحفۂ اثنا عشریہ، ص ۴۰ و ۴۱، باب ا ''شیعہ مذاہب کی ابتداء اور اُن کا فرقوں میں بٹنا'' غالی شیعوں کے چوبیس فرقے، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

''منهاجُ السنة'' کا چوتھا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ''منهاجُ السنة'' کتاب میں ہی فرماتے ہیں:

فصرحوا هنا بأن عليا كان شريكه فى أمره، كما كان هارون شريك موسى، وهذا قول من يقول بنبوته، وهذا كفر صريح، وليس هو قول الإمامية، وإنما هو من قول الغالية (منهاج السنة، لابن تيمية، ج۷، ص ۲۷٦، الفصل الثالث، المنهج الثانى عند الرافضى فى الأدلة من القرآن على إمامة على رضى الله عنه، فصل البرهان السابع والثلاثون "واجعل لى وزيرا من أهلى "والجواب عليه)

ترجمہ: روافض نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات میں اسی طرح شریک تھے، جس طرح حضرت ہارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شریک تھے، اور یہ اس شخص کا قول ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہے، جو کہ صریح کفر ہے، لیکن یہ ''امامیہ'' کا قول نہیں ہے، بلکہ یہ غالی لوگوں کا قول ہے (منهاجُ السنة)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ تیمیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شریک فی النبوة

ہونے کے قول کے ''شیعہ امامیہ'' کا قول ہونے کی نفی کی ہے، بلکہ ان کے مقابلہ میں غالی لوگوں کا قول ہونے کا حکم لگایا ہے۔

''منهاجُ السنة'' کے دیگر حوالہ جات

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منهاجُ السنة'' میں ہی فرمایا:

''سچ کی تکذیب، اور جھوٹ کی تصدیق کرنے میں کوئی جماعت، روافض سے زیادہ نہیں، کیونکہ اُن کے مذہب کے رئیس اور وہ ائمہ، جنہوں نے اس مذہب کا اختراع کیا، اور اس کی بنیاد رکھی تھی، وہ منافق وزندیق تھے۔

اس کے باوجود ''روافض'' میں سے اکثر نہ تو منافق ہیں، اور نہ کافر ہیں، بلکہ اُن کے بعض لوگ مومن، اور عملِ صالح کے حامل ہیں، اور ان میں سے بعض مخطی ہیں، جن کی خطاء معاف کی جاسکتی ہے، اور ان میں سے بعض گناہ گار ہیں، جن کے لیے اللہ سے مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے، لیکن قرآن اور حدیث کے معنیٰ سے جہل اُن سب کو شامل ہے، اسی لیے ان میں سے کوئی بھی علم اور دین کے اندر مسلمانوں کے ائمہ میں امام شمار نہیں ہوتا، اور ان کے مذہب کی بنیاد کو ''زنادقہ، منافقین'' نے گھڑا تھا، جن کا مقصد، دینِ اسلام میں فساد پیدا کرنا تھا، اور میں نے روافض کے مذہب کی بہت سی کتابوں کو دیکھا ہے، اور اُن کے اقوال ملاحظہ کیے ہیں، جن میں بہت شدید اختلاف کو پایا، اور ان کے بہت سے ناقلین کا مقصد، کذب اور جھوٹ نہیں ہوتا، لیکن لوگوں کے اقوال کی حقیقت کی معرفت، اُن کے الفاظ کو نقل کیے بغیر، اور اُن کے تمام مقاصد کی پہچان کے بغیر، بعض لوگوں کے لیے دشوار ہو جاتی ہے، اور خود ان کے اپنے بعض لوگوں پر بھی دشوار ہو جاتی ہے۔

پھر اہلِ کلام کی کتابوں اور ان کے اقوال کو نقل کرنے والوں کا اکثر حصہ، وہی ہے،

جوانہوں نے لوگوں کے اقوال کے طور پر نقل کیا ہے، اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے اقوال کو، اس لیے نقل نہیں کیا کہ انہوں نے قصداً اُن کو ترک کیا ہو، بلکہ اس لیے نقل نہیں کیا کہ اُن کو اللہ اور اس کے رسول کے صحیح اقوال کی معرفت حاصل نہیں تھی، اور نہ انہوں نے ان اقوال کو سنا تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے صحابۂ کرام اور تابعین کی نصوص کی خبر اُن کو کم ہی تھی۔

اشعری کے مقالات میں اس طرح کے بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں، جو دوسرے لوگوں کے کلام میں نہیں پائے جاتے، جن میں انہوں نے اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کے مذہب کو، اپنی فہم اور ظن کے مطابق نقل کیا ہے۔

اور شہرستانی نے بھی متعدد مقامات پر دوسروں کے ضعیف اقوال کو نقل کیا ہے، باوجودیکہ ان کی کتاب اس سلسلے میں تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ اقوال کو جمع اور عمدہ نقل کرنے والی شمار ہوتی ہے، لیکن اس باب میں ان کی طرف سے بھی یہی بات واقع ہوئی ہے، اسی وجہ سے ان کی تصنیفات میں باہم مخالف باتیں پائی جاتی ہیں۔

اور تواریخ اور سیَر کے نقل کرنے میں اس طرح کی صحیح اور ضعیف اور مرسل اور منقطع، سب طرح کی روایات پائی جاتی ہیں، اور جب صورتِ حال یہ ہے، تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن وسنت اور نقلِ متواتر سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جو محاسن اور فضائل ثابت ہیں، اُن کو اس جیسی نقل کردہ روایات سے رَد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یقین کو شک سے زائل نہیں کیا جاتا"۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] وليس فى الطوائف أكثر تكذيبا بالصدق وتصديقا بالكذب من الرافضة، فإن رء وس مذهبهم وأئمته الذين ابتدعوه وأسسوه كانوا منافقين زنادقة، كما ذكر ذلک عن غير واحد من أهل العلم. وهذا ظاهر لمن تأمله، بخلاف قول الخوارج، فإنه كان عن جهل بتأول القرآن، وغلو فى تعظيم الذنوب .وكذلک قول الوعيدية والقدرية، كان عن تعظيم الذنوب .وكذلک قول المرجئة، كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان سب باتوں کے باوجود علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاجُ السنۃ'' میں کئی مقامات پر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أصل مقصودهم نفى التكفير عمن صدق الرسل .ولهذا رؤوس المذاهب التى ابتدعوها لم يقل أحد أنهم زنادقة منافقون.

بخلاف الرافضة، فإن رئوسهم كانوا كذلك، مع أن كثيرا منهم ليسوا منافقين ولا كفارا، بل بعضهم له إيمان وعمل صالح، ومنهم من هو مخطء يغفر له خطاياه، ومنهم من هو صاحب ذنب يرجى له مغفرة الله، لكن الجهل بمعنى القرآن والحديث شامل لهم كلهم، فليس فيهم إمام من أئمة المسلمين فى العلم والدين.

وأصل المذهب إنما ابتدعه زنادقة منافقون، مرادهم إفساد دين الإسلام .وقد رأيت كثيرا من كتب أهل المقالات التى ينقلون فيها مذاهب الناس، ورأيت أقوال أولئك ، فرأيت فيها اختلافا كثيرا.

وكثير من الناقلين ليس قصده الكذب، لكن المعرفة بحقيقة أقوال الناس من غير نقل ألفاظهم وسائر ما به يعرف مرادهم قد يتعسر على بعض الناس، ويتعذر على بعضهم.

ثم إن غالب كتب أهل الكلام والناقلين للمقالات، ينقلون فى أصول الملل والنحل من المقالات ما يطول وصفه .ونفس ما بعث الله به رسوله، وما يقوله أصحابه والتابعون لهم فى ذلك الأصل الذى حكوا فيه أقوال الناس، لا ينقلونه، [لا] تعمدا منهم لتركه، بل لأنهم لم يعرفوه، بل ولا سمعوه، لقلة خبرتهم بنصوص الرسول وأصحابه والتابعين.

وكتاب "المقالات "للأشعرى أجمع هذه الكتب وأبسطها، وفيه من الأقوال وتحريرها ما لا يوجد فى غيرها .وقد نقل مذهب أهل السنة والحديث بحسب ما فهمه وظنه قولهم، وذكر أنه يقول بكل ما نقله عنهم .وجاء بعده من أتباعه – كابن فورك -من لم يعجبه ما نقله عنهم، فنقص من ذلك وزاد، مع هذا فلكون خبرته بالكلام أكثر من خبرته بالحديث ومقالات السلف وأئمة السنة، قد ذكر فى غير موضع عنهم أقوالا فى النفى والإثبات لا تنقل عن أحد منهم أصلا مثل ذلك الإطلاق، لا لفظا ولا معنى، بل المنقول الثابت عنهم يكون فيه تفصيل فى نفى ذلك اللفظ والمعنى المراد وإثباته، وهم منكرون الإطلاق الذى أطلقه من نقل عنهم، ومنكرون لبعض المعنى الذى أراده بالنفى والإثبات.

والشهرستانى قد نقل فى غير موضع أقوالا ضعيفة، يعرفها من يعرف مقالات الناس، مع أن كتابه أجمع من أكثر الكتب المصنفة فى المقالات وأجود نقلا، لكن هذا الباب وقع فيه ما وقع .ولهذا لما كان خبيرا بقول الأشعرية وقول ابن سينا ونحوه من الفلاسفة، كان أجود ما نقله قول هاتين الطائفتين وأما الصحابة والتابعون وأئمة السنة والحديث، فلا هو ولا أمثاله يعرفون أقوالهم، بل ولا سمعوها على وجهها بنقل أهل العلم لها بالأسانيد المعروفة، وإنما سمعوا جملا تشتمل على حق وباطل.

ولهذا إذا اعتبرت مقالاتهم الموجودة فى مصنفاتهم الثابتة بالنقل عنهم، وجد من ذلك ما يخالف تلك النقول عنهم .وهذا من جنس نقل التواريخ والسير ونحو ذلك من المرسلات والمقاطيع وغيرهما، مما فيه صحيح وضعيف.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''رافضہ'' و''شیعہ'' کو ان کے سخت ترین عقائد واعمال کا ذکر کر کے ''اہلِ بدعت'' اور ''سخت اہلِ بدعت'' قرار دیا ہے، صریح کافر و مرتد وغیرہ قرار نہیں دیا۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإذا كان كذلك [فنقول:]ما علم بالكتاب والسنة والنقل المتواتر، من محاسن الصحابة وفضائلهم، لا يجوز أن يدفع بنقول بعضها منقطع، وبعضها محرف ، وبعضها لا يقدح فيما علم، فإن اليقين لا يزول بالشک، ونحن قد تيقنا ما دل عليه الكتاب والسنة وإجماع السلف قبلنا، وما يصدق ذلک من المنقولات المتواترة من أدلة العقل، من أن الصحابة – رضى الله عنهم – أفضل الخلق بعد الأنبياء، فلا يقدح فى هذا أمور مشكوک فيها فكيف إذا علم بطلانها؟ !(منهاج السنة النبوية، ج٦ص ٣٠٢ الىٰ ٣٠٥،الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع، فصل نقل الرافضى عن الشهرستانى ماذكره)

۱ وهو حال أهل البدع مع أهل السنة لا سيما الرافضة(منهاج السنة النبوية ، ج٢ص٥٨، الفصل الثانى،الرد على القسم الأول من كلام ابن المطهر فى المقدمة من وجوه ،الوجه الرابع)

والمقصود هنا ذكر ما يبين أصول الطوائف، وأن قول هؤلاء الرافضة المعتزلة من أفسد أقوال طوائف الأمة، فإنه ليس معهم حجة شرعية ولا عقلية يمكنهم الانتصاف بها من إخوانهم أهل البدع، وإن كان أولئک ضالين مبتدعين أيضا(منهاج السنة النبوية ، ج٢ص ٢٥٩، الفصل الثانى ،فصل موافقة جعفر الصادق لسائر السلف فى مسألة القرآن،معارضة أدلة الإمامية بأدلة غيرهم من المبتدعة)

ولهذا جعل هذا الكتاب " :منهاج أهل السنة النبوية فى نقض كلام الشيع والقدرية "فإن كثيرا من المنتسبين إلى السنة ردوا ما تقوله المعتزلة والرافضة وغيرهم من أهل البدع بكلام فيه أيضا بدعة وباطل(منهاج السنة النبوية ، ج٢ص ٣٤٢، الفصل الثانى ،الرد على قوله عن الإمامية إنهم يقولون إن الله قادر على جميع المقدورات،الطريق الاول)

ثم السنة كانت قبل دولة بنى العباس أظهر منها وأقوى فى دولة بنى العباس، فإن بنى العباس دخل فى دولتهم كثير من الشيعة وغيرهم من أهل البدع.

ثم إن أهل السنة متفقون على أن الخلافة لا تختص ببنى العباس، وإنه لو تولاها بعض العلويين أو الأمويين أو غيرهم من بطون قريش جاز، ثم من المعلوم أن علماء السنة كمالک وأحمد وغيرهما من أبعد الناس عن مداهنة الملوک أو مقاربتهم، ثم إن أهل السنة إنما يعظمون الخلفاء الراشدين، وليس فيهم أحد من بنى العباس.

ثم من المعلوم لكل عاقل أنه ليس فى علماء المسلمين المشهورين أحد رافضى، بل كلهم متفقون على تجهيل الرافضة وتضليلهم، وكتبهم كلها شاهدة بذلک، وهذه كتب الطوائف كلها تنطق بذلک، مع أنه لا أحد يلجئهم إلى ذكر الرافضة، وذكر جهلهم وضلالهم.

وهم دائما يذكرون من جهل الرافضة وضلالهم ما يعلم معه بالاضطرار أنهم يعتقدون أن الرافضة من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں ہی ایک مقام پر فرمایا کہ:

ومـمـا يـدل عـلـى أن الـصـحـابة لم يكفروا الخوارج أنهم كانوا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أجهل الناس وأضلهم، وأبعد طوائف الأمة عن الهدى .كيف .ومذهب هؤلاء الإمامية قد جمع عظائم البدع المنكرة، فإنهم جهمية قدرية رافضة .وكلام السلف والعلماء في ذم كل صنف من هذه الأصناف لا يحصيه إلا الله، والكتب مشحونة بذلك، ككتب الحديث والآثار والفقه والتفسير والأصول والفروع وغير ذلك، وهؤلاء الثلاثة شر من غيرهم من أهل البدع كالمرجئة والحرورية(منهاج السنة النبوية ، ج۴ص ۱۳۰، ۱۳۱، الفصل الثاني،كلام الرافضي على اختيار الناس لمذهب أهل السنة طلبا للدنيا والرد عليه)

فنقول: الذي عليه أئمة الإسلام أن ما كان مشروعا لم يترك لمجرد فعل أهل البدع: لا الرافضة ولا غيرهم(منهاج السنة النبوية ، ج۴ص ۱۴۹، الفصل الثاني ،كلام الرافضي على وجوب اتباع مذهب الإمامية لأنهم لم يذهبوا إلى التعصب في غير الحق بخلاف غيرهم)

وهذا الرأي من أفسد الآراء، وهو رأي أهل البدع من الرافضة والمعتزلة وغيرهم(منهاج السنة النبوية ، ج٦ص ۱۱۸،الفصل الثاني،فصل كلام الرافضي أن عمر كان يأخذ بالرأي والحدس والظن)

الرافضة أبلغ في الضلال والغي من جميع الطوائف أهل البدع(منهاج السنة النبوية ، ج۷ص ۲۱۱،الفصل الثالث، المنهج الثاني، فصل البرهان الخامس والعشرون "فسوف يأتي الله بقوم يحبهم ويحبونه "والجواب عليه)

ما رئي في طوائف أهل البدع والضلال أجرأ من هذه الطائفة الرافضة على الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم(منهاج السنة النبوية ، ج۸ص ۳۰۴،الفصل الخامس، فصل قال الرافضي الثالث عشر أنه ابتدع التراويح والرد عليه)

وهم وسائر أهل البدع، كالخوارج والمعتزلة؛ وإن كانوا عند التحقيق لا يرجعون إلى حجة صحيحة: لا عقلية ولا سمعية، وإنما لهم شبهات؛ لكن حججهم أقوى من حجج الرافضة السمعية والعقلية، أما السمعيات فإنهم لا يتعمدون الكذب كما تتعمده الرافضة ولهم في النصوص الصحيحة شبهة أقوى من شبه الرافضة.

وأيضا فإن سائر أهل البدع أعلم بالحديث والآثار منهم، والرافضة أجهل الطوائف بالأحاديث والآثار وأحوال النبي – صلى الله عليه وسلم،ولهذا يوجد في كتبهم وكلامهم من الجهل والكذب في المنقولات ما لا يوجد في سائر الطوائف، وكذلك لهم في العقليات مقاييس هي مع ضعفها وفسادها أجود من مقاييس الرافضة(منهاج السنة النبوية ، ج۸ص ۳۴۳،۳۴۴،الفصل السادس، فصل قال الرافضي الإجماع ليس أصلا في الدلالة بل لا بد أن يستند المجمعون على حكم حتى يجتمعوا عليه)

يصلون خلفهم، وكان عبد الله بن عمر رضى الله عنه وغيره من الصحابة يصلون خلف نجدة الحرورى، وكانوا أيضا يحدثونهم ويفتونهم ويخاطبونهم، كما يخاطب المسلم المسلم، كما كان عبد الله بن عباس يجيب نجدة الحرورى لما أرسل إليه يسأله عن مسائل، وحديثه فى البخارى .

وكما أجاب نافع بن الأزرق عن مسائل مشهورة ، وكان نافع يناظره فى أشياء بالقرآن، كما يتناظر المسلمان.

وما زالت سيرة المسلمين علىٰ هٰذا، ما جعلوهم مرتدين كالذين قاتلهم الصديق رضى الله عنه .هذا مع أمر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بقتالهم فى الأحاديث الصحيحة، وما روى من أنهم "شر قتلى تحت أديم السماء ، خير قتيل من قتلوه "فى الحديث الذى رواه أبو أمامة، رواه الترمذى وغيره . أى أنهم شر على المسلمين من غيرهم، فإنهم لم يكن أحد شرا على المسلمين منهم :لا اليهود ولا النصارىٰ ;فإنهم كانوا مجتهدين فى قتل كل مسلم لم يوافقهم، مستحلين لدماء المسلمين وأموالهم وقتل أولادهم، مكفرين لهم، وكانوا متدينين بذلك لعظم جهلهم وبدعتهم المضلة.

ومع هذا فالصحابة رضى الله عنهم والتابعون لهم بإحسان لم يكفروهم، ولا جعلوهم مرتدين، ولا اعتدوا عليهم بقول ولا فعل، بل اتقوا الله فيهم، وساروا فيهم السيرة العادلة.

وهكذا سائر فرق أهل البدع والأهواء من الشيعة والمعتزلة ، وغيرهم. فمن كفر الثنتين والسبعين فرقة. كلهم فقد خالف الكتاب والسنة

وإجماع الصحابة والتابعين لهم بإحسان، مع أن حديث الثنتين والسبعين فرقة ليس فى الصحيحين، وقد ضعفه ابن حزم وغيره لكن حسنه غيره أو صححه، كما صححه الحاكم وغيره، وقد رواه أهل السنن، وروى من طرق .

وليس قوله " :ثنتان وسبعون فى النار وواحدة فى الجنة "بأعظم من قوله تعالى :(إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون فى بطونهم نارا وسيصلون سعيرا) وقوله :(ومن يفعل ذلك عدوانا وظلما فسوف نصليه نارا وكان ذلك على الله يسيرا) وأمثال ذلك من النصوص الصريحة بدخول من فعل ذلك النار (منهاج السنة النبوية، ج۵ص۲۴۷ الى ۲۴۹، الفصل العاشر،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

ترجمہ: اوران ہی میں سے ایک دلیل جواس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ نے خوارج کو کافر قرار نہیں دیا، یہ ہے کہ صحابۂ کرام ان خوارج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، اورعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، جیسے صحابۂ کرام نے ''نجدۃ حروری'' کے پیچھے نماز پڑھی، اورصحابۂ کرام، ان خوارج کوحدیث بیان کرتے تھے، اوران کوفتویٰ دیتے تھے، اوران سے اسی طرح خطاب کرتے تھے، جس طرح کہ مسلم، مسلم کوخطاب کرتا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ''نجدۃ حروری'' کو جواب دیا کرتے تھے، جب وہ آپ کی طرف مسائل معلوم کرنے کے لیے بھیجتا تھا، اوراس کی حدیث بخاری میں ہے۔ [1]

---

[1] عن يزيد بن هرمز، أن نجدة، كتب إلى ابن عباس يسأله، عن خمس خلال، فقال: ابن عباس: لولا أن أكتم علما ما كتبت إليه، كتب إليه نجدة: أما بعد، فأخبرنى هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بالنساء؟ وهل كان يضرب لهن بسهم؟ وهل كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جس طرح نافع بن اَزرق نے مشہور مسائل کے متعلق جواب دیا، اور نافع اس سے قرآن کے متعلق بعض چیزوں کے بارے میں اس طرح مناظرہ کیا کرتے تھے، جیسا کہ دو مسلمان باہم مناظرہ کیا کرتے ہیں۔

اور مسلمانوں کی سیرت وروایت اسی پر برابر جاری رہی، جنہوں نے خوارج کو مرتد قرار نہیں دیا، ان لوگوں کی طرح، جن سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا، باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال کا بھی حکم دیا تھا، جس کا صحیح احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے، اور ان (خوارج) کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہوں گے، اور ان کو قتل کرنے والا بہترین قاتل ہوگا، اور وہ حدیث جس کو ابوامامہ نے روایت کیا ہے، اور اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، یہ ہے کہ ’’ان (خوارج) کا شر مسلمانوں پر دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہے، مسلمانوں پر ان کے مقابلے میں کسی کا شر بھی زیادہ نہیں، نہ یہود کا، اور نہ نصاریٰ کا‘‘ کیونکہ وہ ہر مسلمان کو قتل کرنے میں اتنی جدوجہد کیا کرتے تھے، جتنی یہود ونصاریٰ نے بھی نہیں کی، اور مسلمانوں کے خونوں اور ان کے مالوں اور ان کی اولاد کے قتل، اور ان کو کافر قرار دینے کو حلال سمجھا کرتے تھے، اور اس کو دین کا حکم سمجھا کرتے تھے، اپنی جہالتِ عظیمہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقتل الصبيان؟ ومتى ينقضي يتم اليتيم؟ وعن الخمس لمن هو؟ فكتب إليه ابن عباس: كتبت تسألني هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بالنساء؟ "وقد كان يغزو بهن، فيداوين الجرحى، ويحذين من الغنيمة، وأما بسهم فلم يضرب لهن، وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يقتل الصبيان، فلا تقتل الصبيان، وكتبت تسألني متى ينقضي يتم اليتيم؟ فلعمري، إن الرجل لتنبت لحيته وإنه لضعيف الأخذ لنفسه، ضعيف العطاء منها، فإذا أخذ لنفسه من صالح ما يأخذ الناس فقد ذهب عنه اليتم، وكتبت تسألني عن الخمس لمن هو؟ وإنا كنا نقول: هو لنا، فأبى علينا قومنا ذاك "(مسلم، رقم الحديث ١٨١٢ "١٣٧")

اور بدعتِ ضلالہ کی وجہ سے۔ [1]

اوراس کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اوران کی نیک اعمال میں اتباع کرنے والے تابعین نے، ان کوکافر قرارنہیں دیا، اورنہ ہی ان کومرتد قرار دیا، اورنہ ہی ان پراپنے قول اورفعل سے زیادتی کی، بلکہ ان کے متعلق اللہ سے ڈرے، اوران کے سلسلے میں عادلانہ سیرت کواختیار کیا۔

اوراسی طریقے سے تمام اہلِ بدعت اوراہلِ اھواءفرقوں کا حکم ہے، خواہ وہ شیعہ ہوں، اورمعتزلہ ہوں، یاان کے علاوہ ہوں۔

پس جس نے بہتّر (72) فرقوں میں سے ہر فرقے کوکافر قرار دیا، تواس نے کتاب وسنت اوراجماعِ صحابہ وتابعینِ کرام کی مخالفت کی، باوجودیکہ بہتّر (72) کی حدیث، صحیحین میں نہیں ہے، اورابنِ حزم وغیرہ نے اس کوضعیف قرار دیا ہے، لیکن دیگر حضرات نے اس کوحسن، یاصحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ حاکم وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اوراصحابِ سنن نے اس کوروایت کیا ہے، اور یہ مختلف سندوں سے مروی ہے۔

اورنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ان میں سے بہتّر (72) فرقے جہنم میں ہوں گے، اورایک جنت میں ہوگا، یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے عظیم تر نہیں ہے کہ ''إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا'' اوراللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی عظیم تر نہیں ہے کہ ''وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا'' اوران کے مثل ان صریح نصوص سے زیادہ عظیم نہیں ہے، جن میں

---

[1] ملاحظہ فرمایئے کہ خوارج کے متعلق اتنی سخت وعیدیں، اور بدترین مخلوق کی احادیث میں صراحت ہونے کے باوجود، ان کوصریح کافر قرار نہیں دیا گیا، تو کیا شیعوں کوان کے بعض غلط کارناموں کی وجہ سے علی الاطلاق کافر قرار دینا مبنی برانصاف کہلایا جاسکتا ہے، جبکہ ان کاحکم بھی یہی ہے، جیسا کہ خود علامہ ابنِ تیمیہ نے آگے واضح فرمایا۔ محمد رضوان۔

فرمایا گیا ہے کہ جس نے یہ عمل کیا، وہ جہنم میں داخل ہوگا (لہٰذا بہتّر ''72'' فرقوں کے لیے جہنم کی وعید سے ان کا کافر ہونا لازم نہیں آتا) (منهاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں ایک اور مقام پر فرمایا کہ:

وهكذا الرد على أهل البدع من الرافضة وغيرهم(منهاج السنة النبوية، ج۵ص ۲۳۹، الفصل العاشر، فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

ترجمہ: اور اسی طریقے سے رافضہ اور ان کے علاوہ دوسرے اہلِ بدعت پر رَد ہوگا (منهاجُ السنة)

پھر چند سطروں کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ نے تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وهذا مبنى على مسألتين :إحداهما :أن الذنب لا يوجب كفر صاحبه، كما تقوله الخوارج، بل ولا تخليده فى النار ومنع الشفاعة فيه، كما يقوله المعتزلة.

الثانى أن المتأول الذى قصده متابعة الرسول لا يكفر، بل ولا يفسق إذا اجتهد فأخطأ .وهذا مشهور عند الناس فى المسائل العملية .وأما مسائل العقائد فكثير من الناس كفر المخطئين فيها. وهذا القول لا يعرف عن أحد من الصحابة والتابعين لهم بإحسان، ولا عن أحد من أئمة المسلمين، وإنما هو فى الأصل من أقوال أهل البدع، الذين يبتدعون بدعة ويكفرون من خالفهم، كالخوارج والمعتزلة والجهمية، ووقع ذلك فى كثير من أتباع الأئمة، كبعض أصحاب مالك والشافعي وأحمد وغيرهم.

وقد يسلكون فى التكفير ذلك ;فمنهم من يكفر أهل البدع مطلقا، ثم يجعل كل من خرج عما هو عليه من أهل البدع .وهذا بعينه قول الخوارج والمعتزلة الجهمية .وهذا القول أيضا يوجد

فـى طـائـفة مـن أصـحـاب الأئمة الأربعة، ولـيـس هو قول الأئمة الأربعة ولا غيـرهـم ، ولـيـس فيهـم مـن كـفـر كـل مبتدع، بل الـمـنـقـولات الـصـريـحة عنهم تناقض ذلك، ولكن قد ينقل عن أحدهم أنـه كـفـر من قال بعض الأقوال، ويكون مقصوده أن هذا الـقـول كفر ليحذر، ولا يلزم إذا كان القول كفرا أن يكفر كل من قـالـه مـع الـجهل والتأويل ;فـإن ثبـوت الـكـفر فى حق الشخص الـمـعـين، كثبـوت الـوعيد فى الآخرة فى حقه، وذلك له شروط وموانع، كما بسطناه فى موضعه.

وإذا لـم يـكونوا فى نفس الأمر كفارا لم يكونوا منافقين، فيكونون مـن الـمـؤمـنين، فيستغفر لهم ويترحم عليهم .وإذا قـال المؤمن : ”ربـنـا اغـفـر لـنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان“يقصد كل من سبـقـه مـن قرون الأمة بالإيمان، وإن كان قد أخطأ فى تأويل تأوله فخالف السنة.

أو أذنـب ذنبـا، فـإنـه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان، فيدخل فى الـعـمـوم، وإن كـان من الثنتين والسبعين فرقة، فإنه ما من فرقة إلا وفيهـا خـلـق كثيـر ليسـوا كـفـارا، بـل مؤمنين فيهم ضلال وذنب يستحقون به الوعيد، كما يستحقه عصاة المؤمنين.

والـنبى -صـلـى الله عـليـه وسلم -لـم يـخـرجهم من الإسلام، بل جـعـلهـم من أمته، ولـم يقل :إنهـم يـخـلـدون فى النار .فهذا أصل عـظيـم ينبغى مراعاته ;فـإن كثيـرا من المنتسبين إلى السنة فيهم بـدعة، مـن جنس بدع الرافضة والخوارج .وأصـحاب الرسول - صـلـى الله عـليـه وسلم -عـلـى بـن أبـى طـالـب وغيره لم يكفروا

الخوارج الذين قاتلوهم، بل أول ما خرجوا عليه وتحيزوا بحروراء، وخرجوا عن الطاعة والجماعة، قال لهم على بن أبى طالب رضى الله عنه :إن لكم علينا أن لا نمنعكم مساجدنا ولا حقكم من الفىء .ثم أرسل إليهم ابن عباس فناظرهم فرجع نحو نصفهم، ثم قاتل الباقى وغلبهم، ومع هذا لم يسب لهم ذرية، ولا غنم لهم مالا، ولا سار فيهم سيرة الصحابة فى المرتدين، كمسيلمة الكذاب وأمثاله، بل كانت سيرة على والصحابة فى الخوارج مخالفة لسيرة الصحابة فى أهل الردة، ولم ينكر أحد على على ذلك، فعلم اتفاق الصحابة على أنهم لم يكونوا مرتدين عن دين الإسلام .

قال الإمام محمد بن نصر المروزى " : وقد ولى على رضى الله عنه قتال أهل البغى، وروى عن النبى -صلى الله عليه وسلم -فيهم ما روى، وسماهم مؤمنين، وحكم فيهم بأحكام المؤمنين . وكذلك عمار بن ياسر ."

وقال محمد بن نصر أيضا " :حدثنا إسحاق بن راهويه، حدثنا يحيى بن آدم، عن مفضل بن مهلهل، عن الشيبانى، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب قال " :كنت عند على حين فرغ من قتال أهل النهروان، فقيل له :أمشركون هم؟ قال :من الشرك فروا .فقيل :فمنافقون ؟ قال :المنافقون لا يذكرون ا لله إلا قليلا. قيل :فما هم؟ قال :قوم بغوا علينا فقاتلناهم.

قلت:الحديث الأول وهذا الحديث صريحان فى أن عليا قال هذا القول فى الخوارج الحرورية أهل النهروان، الذين استفاضت الأحاديث

الصحيحة عن النبى صلى الله عليه وسلم فى ذمهم والأمر بقتالهم، وهم يكفرون عثمان وعليا ومن تولاهما، فمن لم يكن معهم كان عندهم كافرا ودارهم دار كفر، فإنما دار الإسلام عندهم هى دارهم.

قال الأشعرى وغيره: أجمعت الخوارج على تكفير على بن أبى طالب رضى الله عنه .ومع هذا على قاتلهم لما بدء وه بالقتال.

فقتلوا عبد الله بن خباب، وطلب على منهم قاتله، فقالوا: كلنا قتله، وأغاروا على ماشية الناس .ولهذا قال فيهم: " قوم قاتلونا فقاتلناهم، وحاربونا فحاربناهم،وقال: قوم بغوا علينا فقاتلناهم .

وقد اتفق الصحابة والعلماء بعدهم على قتال هؤلاء ;فإنهم بغاة على جميع المسلمين، سوى من وافقهم على مذهبهم، وهم يبدئون المسلمين بالقتال، ولا يندفع شرهم إلا بالقتال ;فكانوا أضر على المسلمين من قطاع الطريق .فإن أولئك إنما مقصودهم المال، (فلو أعطوه لم يقاتلوا، وإنما يتعرضون لبعض الناس) وهؤلاء يقاتلون الناس على الدين حتى يرجعوا عما ثبت بالكتاب والسنة وإجماع الصحابة إلى ما ابتدعه هؤلاء بتأويلهم الباطل وفهمهم الفاسد للقرآن .ومع هذا فقد صرح على رضى الله عنه بأنهم مؤمنون ليسوا كفارا ولا منافقين.

وهذا بخلاف ما كان يقوله بعض الناس (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية،لا بن تيمية، ج٥،ص ٢٣٩ الىٰ ٢٤٣، الفصل العاشر،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

ترجمہ: اور یہ دو باتوں پر مبنی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ گناہ گار شخص، گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہیں پاتا، جیسا کہ خوارج کہتے ہیں، بلکہ جہنم میں ہمیشہ رہنے کا بھی مستحق

نہیں ٹھہرتا، اور (انبیائے کرام وغیرہ کی) شفاعت سے بھی محروم نہیں ہوتا، جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ’’متأول‘‘ جس کا ارادہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کا ہو، اس کو کافر قرار نہیں دیا جاتا، بلکہ فاسق بھی قرار نہیں دیا جاتا، جبکہ وہ اجتہاد میں خطاء کرے، اور یہ بات لوگوں میں عملی مسائل کے متعلق تو مشہور ہے (جس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں) جہاں تک عقائد کے مسائل کا تعلق ہے، تو بہت سے لوگ، عقائد کے مسائل میں خطا کار مجتہدین کو کافر قرار دیتے ہیں، لیکن یہ قول نہ تو صحابۂ کرام سے معروف ہے، اور نہ ہی ان کی نیک عمل میں اتباع کرنے والے تابعین سے معروف ہے، اور نہ ہی ائمۂ مسلمین میں سے کسی سے معروف ہے، بلکہ یہ بنیادی طور پر ان اہلِ بدعت کے اقوال میں سے ہے، جو بدعت کو ایجاد کرتے ہیں، اور پھر وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ، اور یہی بات، ائمہ کرام کے بہت سے متبعین کی طرف سے کی گئی ہے، جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کے بعض اصحاب کی طرف سے، جو اس سلسلہ میں تکفیر کے قائل ہیں، پس ان میں سے بعض تو مطلقاً اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں، پھر ان اہلِ بدعت میں سے، جو اس باعثِ کفر بدعت سے خارج ہو جائے، اس کو اہلِ بدعت میں شمار کرتے ہیں، اور یہ بعینہٖ خوارج اور معتزلۂ جہمیہ کا قول ہے، جو کہ ائمہ اربعہ کے اصحاب کی ایک جماعت میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ نہ تو ائمہ اربعہ کا قول ہے، اور نہ ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا قول ہے، کیونکہ ان میں سے کسی نے ہر بدعتی کو کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان ائمہ کرام کی تصریحات اس کے برخلاف منقول ہیں، لیکن بعض اوقات ان (ائمہ) کی طرف سے بعض اس طرح کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے، جن

کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ قول کفر ہے، تاکہ اس سے بچا جائے، اور کسی قول کے کفر ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس نے جہالت اور تاویل کے ساتھ یہ قول کیا ہو، تو اس کو کافر قرار دیا جائے، کیونکہ کسی متعین شخص کے حق میں کفر کا ثبوت ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس کے حق میں آخرت کی وعید کو ثابت کیا جائے، جس کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں، جن کی ہم نے اپنے مقام پر تفصیل ذکر کردی ہے۔[1]

اور جب یہ اہلِ بدعت حقیقت میں کافر نہیں ہیں، تو یہ منافق بھی نہیں ہوں گے، بلکہ مومنین میں شمار ہوں گے، جن کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا، اور ان کے لیے رحم کی دعاء بھی کی جائے گی، اور جب مومن یہ دعاء کرتا ہے کہ:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ"

تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگرچہ اس مومن نے کسی تاویل میں خطاء کی ہو، اور سنت کی مخالفت کی ہو، یا کوئی گناہ کیا ہو، کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں، جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں، اگرچہ وہ (غیر ناجی) بہتَّر (72) فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں، اس لیے کہ ان فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے، جس میں خلقِ کثیر نہ ہو، اور وہ (بہتّر فرقے) کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں، جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں، اور گناہ گار بھی ہیں، جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں، جس طرح کی وعید کے گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو اپنے امتیوں میں شمار کیا، اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، پس یہ شریعت کا بہت بڑا قاعدہ ہے، جس کی رعایت ضروری ہے، کیونکہ بہت سے سنت کی طرف

---

[1] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ باعثِ کفر قول وفعل کو ہر قائل وفاعل پر منطبق کر کے کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔ یہ غلط فہمی آج کل بہت سے اہلِ علم میں عام ہے، جس کا تعلق زیرِ بحث مسئلہ سے بھی ہے۔ محمد رضوان۔

نسبت کرنے والے لوگوں میں ایسی بدعت کا وجود پایا جاتا ہے، جو کہ رافضیہ اور خوارج کی بدعت کی جنس سے تعلق رکھتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام، مثلاً حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان خوارج کو کافر قرار نہیں دیا، جنہوں نے ان سے قتال کیا، بلکہ شروع میں جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ (جن کا شمار خلفائے راشدین، اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے) کے خلاف خروج کیا، اور حروراء میں قبضہ کیا اور وہ (خلیفۂ راشد کی) اطاعت اور جماعت سے خارج ہو گئے، تو ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم تمہیں اپنی مساجد سے منع نہ کریں، اور نہ تمہارے مالِ فیء کے حق سے منع کریں، پھر ان کی طرف ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا، جنہوں نے ان سے مناظرہ کیا، جس کی بناء پر ان کے آدھے کے قریب لوگوں نے رجوع کر لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی لوگوں سے قتال کیا، اور ان پر غلبہ حاصل کیا، لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد کو قید نہیں کیا، اور نہ ان کے مال کو مالِ غنیمت بنایا، اور نہ ہی ان کے متعلق صحابہ کے اس طریقہ کو اختیار کیا، جو طریقہ صحابۂ کرام نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا، جیسا کہ مسیلمہ کذاب اور ان کے مثل، بلکہ حضرت علی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ خوارج کے متعلق، صحابۂ کرام کے اس طریقہ کے خلاف ہے، جو انہوں نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا تھا، اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی، جس سے صحابۂ کرام کا اس بات پر اتفاق ثابت ہو گیا کہ وہ (خوارج) دینِ اسلام سے مرتد نہیں تھے۔

امام محمد بن نصر مروزی نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغی لوگوں سے قتال کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق جو کچھ مروی ہے، وہ معلوم ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا نام مومن رکھا، اور ان پر مومنوں والے

احکام جاری فرمائے، اور اسی طریقہ سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

اور محمد بن نصر نے ہی اسحاق بن راہویہ سے، انہوں نے یحییٰ بن آدم سے، انہوں نے مفضل بن مہلہل سے، انہوں نے، شیبانی سے، انہوں نے قیس بن مسلم سے، انہوں نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، جب وہ اہلِ نہروان کے قتال سے فارغ ہوئے، آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں، پھر آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ منافق ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ منافق تو اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، پھر آپ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ وہ باغی لوگ ہیں، جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے، جس کے نتیجے میں ہم نے ان سے قتال کیا۔

میں کہتا ہوں کہ پہلی حدیث اور یہ حدیث اس بارے میں صریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات اہلِ نہروان کے حروریہ خوارج کے متعلق فرمائی تھی، جن کی مذمت اور ان سے قتال کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث استفاضہ کی حد تک پہنچ چکی ہیں، دراں حالیکہ یہ خوارج حضرت عثمان، اور حضرت علی، اور ان سے محبت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے تھے، اور جو شخص ان کا ساتھ نہیں دیتا تھا، وہ ان خوارج کے نزدیک کافر شمار ہوتا تھا، اور اس کا ٹھکانا، کافروں کا ٹھکانہ ہوتا تھا، اور ان خوارج کے نزدیک دارالاسلام صرف ان کا دار ہی شمار ہوتا تھا۔

اشعری نے فرمایا کہ خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دینے پر اجماع ہے، لیکن اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال صرف اس بناء پر کیا کہ انہوں نے قتال کی ابتداء کی تھی (ان کو کافر قرار دینے کی وجہ سے

قتال نہیں کیا تھا)

پس خوارج نے (مسلمانوں کے ایک شخص) عبداللہ بن خباب کو قتل کر ڈالا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کے قاتل کا مطالبہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم سب ہی نے ان (عبداللہ بن خباب) کو قتل کیا ہے، اور خوارج نے لوگوں کے مال مویشی کو لوٹ لیا، اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے ہم سے قتال کیا، تو اس کے عوض میں ہم نے ان سے قتال کیا، اور انہوں نے ہم سے محاربہ کیا، تو ہم نے ان سے محاربہ کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، اس لئے ہم نے ان سے قتال کیا۔

اور صحابہ اور ان کے بعد علماء خوارج سے قتال پر متفق ہوئے، کیونکہ وہ اپنے مذہب کی موافقت کرنے والوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے والے ہیں، اور وہ مسلمانوں سے قتال کی ابتداء کرتے ہیں، اور ان کا شر قتال کئے بغیر دور نہیں ہوتا، پس اس لئے وہ مسلمانوں کے خلاف ڈاکوؤں، اور لوٹ مار کرنے والوں سے بھی زیادہ مضر ہیں، کیونکہ ڈاکوؤں، اور لوٹ مار کرنے والوں کا مقصود، مال ودولت ہے، جو اگر ان کو فراہم کر دیا جائے، تو وہ قتال نہیں کرتے، اور ڈاکو، اور لوٹ مار کرنے والے صرف بعض لوگوں سے تعرض کرتے ہیں، لیکن یہ خوارج، لوگوں سے دین کے خلاف اس وقت تک قتال کرتے ہیں، جب تک کہ مسلمان کتاب وسنت اور اجماعِ صحابہ سے ثابت شدہ احکام کو چھوڑ کر، ان کی تاویلِ باطل کے ذریعہ ایجاد کردہ بدعات، اور ان کے قرآن کی فہمِ فاسد کی طرف نہ لوٹ آئیں، لیکن اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صراحت فرمادی کہ وہ مومن ہیں، نہ تو کافر ہیں، اور نہ ہی منافق ہیں۔

مگر بعض لوگ اس کے برخلاف قول رکھتے ہیں (یعنی خوارج کو کافر کہتے ہیں)

(منهاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے، خوارج، اہلِ تشیّع واہلِ بدعت کی تکفیر کے مسئلہ کی وضاحت ہوگئی، اور ثابت ہوگیا کہ تکفیر کا حکم ائمہ متبوعین کے برخلاف، اور بعد کے بعض حضرات کا قول ہے، جو ائمہ متبوعین کی طرف منسوب ہے۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ بالا مدلل کلام میں یہ بھی واضح فرمادیا کہ خوارج جمہور صحابہ وتابعین، اور جمہور مجتہدین کے نزدیک مومن ہیں، اوران کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے دیگر مقامات پر خوارج کے متعلق امام احمد کا راجح قول بھی یہی بیان فرمایا ہے۔ [1]

اور متعدد محدثین نے جمہور کا یہی موقف بیان فرمایا ہے۔

جیسا کہ ابنِ بطال نے بخاری کی شرح میں اس پر کلام کیا ہے۔ [2]

---

[1] نصوصه(يعنى احمد) صريحة بالامتناع من تكفير الخوارج والقدرية وغيرهم(مجموع الفتاوى، ج۲۳، ص۳۴۸، كتاب الفقه، باب الامامة، فصل فى الصلاة خلف اهل الاهواء والبدع واهل الفجور)

[2] وجمهور العلماء على أنهم فى خروجهم ذلك غير خارجين من جملة المؤمنين لقوله (صلى الله عليه وسلم) : (ويتمارى فى الفوق) لأن التمارى الشك، وإذا وقع الشك فى ذلك لم يقطع عليهم بالخروج الكلى من الإسلام، لأن من ثبت له عقد الإسلام بيقين لم يحكم له بالخروج منه إلا بيقين، وقد روى عن على بن أبى طالب من طرق، أنه سئل عن أهل النهروان :أكفار هم؟ قال :من الكفر فروا .قيل :فمنافقون؟ قال :المنافقون لا يذكرون الله إلا قليلا .قيل :فما هم؟ قال :هم قوم ضل سعيهم، وعموا عن الحق، بغوا علينا فقاتلناهم.

وروى وكيع، عن مسعر، عن عامر بن شقيق عن أبى وائل، عن على قال :لم نقاتل أهل النهروان على الشرك .وقول ابن عمر :(إنهم عمدوا إلى آيات فى الكفار فجعلوها فى المؤمنين) يدل أنهم ليسوا كفارا؛ لأن الكافر لا يتأول كتاب الله؛ بل يرده ويكذب به .وقال أشهب :وقعت الفتنة وأصحاب النبى (صلى الله عليه وسلم) متوافرون فلم يروا على من قاتل على تأويل القرآن قصاصا فى قتل، ولا حدا فى وطء .وبهذا قال مالك وابن القاسم.

وخالف ذلك أصبغ وقال :يقتل من قتل إن طلب ذلك وليه كاللص يتوب قبل أن يقدر عليه .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ابنِ عبدالبر نے ''التمھید'' میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا خلاف للصحابة ولقول مالك وجميع أصحابه .قال مالك :وما وجه أحد من ماله بعينه عندهم أخذه .وهو قول الكوفيين والأوزاعي والشافعي.

وقد روى عن بعض أهل الكلام وأهل الحديث أن أهل البدع كفار ببدعتهم، وهو قول أحمد بن حنبل، وأئمة الفتوى بالأمصار على خلاف هذا.

فإن احتج من قال بكفرهم بقول أبى سعيد الخدرى :(يخرج فى هذه الأمة) ولم يقل :(منها) فدل أنهم ليسوا من جملة المؤمنين .فيقال لهم قد روى فى حديث أبى سعيد أنه (صلى الله عليه وسلم) قال :(يخرج من أمتى قوم) . روى مسدد قال :حدثنا عبد الواحد قال :حدثنا مجالد، حدثنا أبو الوداك جبر بن نوف قال :سمعت أبا سعيد الخدرى يقول :قال النبى (صلى الله عليه وسلم) : (يخرج قوم من المؤمنين عند فرقة، أو اختلاف، من الناس، يقرء ون القرآن كأحسن ما يقرؤه الناس، ويرعونه كأحسن ما يرعاه الناس، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية . .) وذكر الحديث .قال ابن القاسم فى العتبية :أما أهل الأهواء الذين على الإسلام العارفون بالله مثل القدرية والإباضية وما أشبهها ممن هو على خلاف ما عليه جماعة المسلمين من البدع والتحريف لتأويل كتاب الله فإنهم يستتابون، أظهروا ذلك أم أسروا، فإن تابوا وإلا قتلوا، وبذلك عمل عمر بن عبد العزيز، ومن قتل منهم فميراثه لورثته؛ لأنهم مسلمون، وهذا إجماع، وإنما قتلوا لرأيهم السوء(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۸،ص ۵۸۵ الىٰ ۵۸۷ ،باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم)

۱؎ قال أبو عمر قال إسماعيل بن إسحاق رأى مالك قتل الخوارج وأهل القدر من أجل الفساد الداخل فى الدين وهو من باب الفساد فى الأرض وليس إفسادهم بدون فساد قطاع الطريق والمحاربين للمسلمين على أموالهم فوجب بذلك قتلهم إلا أنه يرى استتابتهم لعلهم يراجعون الحق فإن تمادوا قتلوا على إفسادهم لا على كفر.

قال أبو عمر هذا قول عامة الفقهاء الذين يرون قتلهم واستتابتهم ومنهم من يقول لا يتعرض لهم باستتابة ولا غيرها ما استتروا ولم يبغوا ويحاربوا وهذا مذهب الشافعي وأبى حنيفة وأصحابهما وجمهور أهل الفقه وكثير من أهل الحديث.

قال الشافعي رحمه الله فى كتاب قتال أهل البغي لو أن قوما أظهروا رأى الخوارج وتجنبوا جماعة المسلمين وكفروهم لم تحل بذلك دماؤهم ولا قتالهم لأنهم على حرمة الإيمان حتى يصيروا إلى الحال التى يجوز فيها قتالهم من خروجهم إلى قتال المسلمين وإشهارهم السلاح وامتناعهم من نفوذ الحق عليهم وقال بلغنا أن على بن أبى طالب بينما هو يخطب إذا سمع تحكيما من ناحية المسجد فقال ما هذا فقيل رجل يقول لا حكم إلا لله فقال على رحمه الله كلمة حق أريد بها باطل لا نمنعكم مساجد الله أن يذكروا فيها اسم الله ولا نمنعكم الفيء ما كانت أيديكم من أيدينا ولا نبدؤكم بقتال.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شرح زرقانی میں اس کی توضیح کی گئی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال وكتب عدى إلى عمر بن عبد العزيز أن الخوارج عندنا يسبونك فكتب إليه عمر إن سبونى فسبوهم أو اعفوا عنهم وإن شهروا السلاح فأشهروا عليهم وإن ضربوا فاضربوا.

قال الشافعى وبهذا كله نقول فإن قاتلونا على ما وصفنا قاتلناهم فإن انهزموا لم نتبعهم ولم نجهز على جريحهم.

قال أبو عمر قول مالك فى ذلك ومذهبه عند أصحابه فى أن لا يتبع مدبر من الفئة الباغية ولا يجهز على جريح كمذهب الشافعى سواء وكذلك الحكم فى قتال أهل القبلة عند جمهور الفقهاء وقال أبو حنيفة إن انهزم الخارجى أو الباغى إلى فئة أتبع وإن انهزم إلى غير فئة لم يتبع.

قال أبو عمر أجمع العلماء على أن من شق العصا وفارق الجماعة وشهر على المسلمين السلاح وأخاف السبيل وأفسد بالقتل والسلب فقتلهم وإراقة دمائهم واجب لأن هذا من الفساد العظيم فى الأرض والفساد فى الأرض موجب لإراقة الدماء بإجماع إلا أن يتوب فاعل ذلك من قبل أن يقدر عليه والانهزام عندهم ضرب من التوبة وكذلك من عجز عن القتال لم يقتل إلا بما وجب عليه قبل ذلك.

ومن أهل الحديث طائفة تراهم كفارا على ظواهر الأحاديث فيهم مثل قوله من حمل علينا السلاح فليس منا ومثل قوله يمرقون من الدين وهى آثار يعارضها غيرها فيمن لا يشرك بالله شيئا ويريد بعمله وجهه وإن أخطأ فى حكمه واجتهاده والنظر يشهد أن الكفر لا يكون إلا بضد الحال التى يكون بها الإيمان لأنهما ضدان(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد، ج۲۳ ص۳۳۷ الٰی ۳۳۹، باب الياء"يحيى بن سعيد الانصارى"الحديث السادس والثلاثون)

۱؎ قال الباجى: أجمع العلماء أن المراد بهذا الحديث الخوارج الذين قاتلهم على، وفى التمهيد: يتمارى فى الفوق، أى يشك، وذلك يوجب أن لا يقطع على الخوارج ولا على غيرهم من أهل البدع بالخروج من الإسلام، وأن يشك فى أمرهم، وكل شىء يشك فيه فسبله التوقف فيه دون القطع، وقد قال فيهم رسول الله، صلى الله عليه وسلم: " يخرج قوم من أمتى "فإن صحت هذه اللفظة فقد جعلهم من أمته، وقال قوم: معناه من أمتى بدعواهم.

وقال على: لم نقاتل أهل النهروان على الشرك، وسئل عنهم أكفار هم؟ قال: من الكفر فروا، قيل: فمنافقون؟ قال: إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلا، قيل: فما هم؟ قال: قوم أصابتهم فتنة فعموا فيها وصموا وبغوا علينا وحاربونا وقاتلونا فقتلناهم.

قال إسماعيل القاضى: رأى مالك قتل الخوارج وأهل القدر للفساد الداخل فى الدين، وهو من باب الإفساد فى الأرض وليس إفسادهم بدون إفساد قطاع الطريق والمحاربين المسلمين على أموالهم، فوجب بذلك قتلهم، لكنه يرى استتابتهم لعلهم يراجعون الحق فإن تمادوا قتلوا على إفسادهم لا على كفرهم، وهذا قول عامة الفقهاء الذين يرون قتلهم واستتابتهم، وذهب أبو حنيفة والشافعى وجمهور الفقهاء وكثير من المحدثين إلى أنه لا يتعرض لهم باستتابة وغيرها ما استتروا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحافظ ابنِ حجر نے بخاری کی شرح میں اس کا بیان کیا ہے۔ [1]

اور بعض حضرات نے تو خوارج کی عدمِ تکفیر پر اجماع کا بھی قول کیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولم يبغوا ولم يحاربوا، وقالت طائفة من المحدثين: هم كفار على ظواهر الأحاديث، ولكن يعارضها غيرها فى من لا يشرك بالله شيئا ويريد بعمله وجهه، وإن أخطأ فى حكمه واجتهاده، والنظر يشهد أن الكفر لا يكون إلا بضد الحال التى يكون بها الإيمان فهما ضرتان، انتهى ملخصا.

وبالغ الخطابى فقال: أجمع علماء المسلمين على أن الخوارج على ضلالتهم فرقة من المسلمين، وأجازوا مناكحتهم وأكل ذبائحهم وقبول شهادتهم(شرح الزرقانى على الموطأ، ج٢ص ٢١، كتاب القرآن، باب ما جاء فى القرآن)

[1] وذهب أكثر أهل الأصول من أهل السنة إلى أن الخوارج فساق وأن حكم الإسلام يجرى عليهم لتلفظهم بالشهادتين ومواظبتهم على أركان الإسلام وإنما فسقوا بتكفيرهم المسلمين مستندين إلى تأويل فاسد وجرهم ذلك إلى استباحة دماء مخالفيهم وأموالهم والشهادة عليهم بالكفر والشرك وقال الخطابى أجمع علماء المسلمين على أن الخوارج مع ضلالتهم فرقة من فرق المسلمين وأجازوا مناكحتهم وأكل ذبائحهم وأنهم لا يكفرون ما داموا متمسكين بأصل الإسلام وقال عياض كادت هذه المسألة تكون أشد إشكالا عند المتكلمين من غيرها حتى سأل الفقيه عبد الحق الإمام أبا المعالى عنها فاعتذر بأن إدخال كافر فى الملة وإخراج مسلم عنها عظيم فى الدين قال وقد توقف قبله القاضى أبو بكر الباقلانى وقال لم يصرح القوم بالكفر وإنما قالوا أقوالا تؤدى إلى الكفر وقال الغزالى فى كتاب التفرقة بين الإيمان والزندقة والذى ينبغى الاحتراز عن التكفير ما وجد إليه سبيلا فإن استباحة دماء المصلين المقرين بالتوحيد خطأ والخطأ فى ترك ألف كافر فى الحياة أهون من الخطإ فى سفك دم لمسلم واحد.

ومما احتج به من لم يكفرهم قوله فى ثالث أحاديث الباب بعد وصفهم بالمروق من الدين كمروق السهم فينظر الرامى إلى سهمه إلى أن قال فيتمارى فى الفوقة هل علق بها شىء قال بن بطال ذهب جمهور العلماء إلى أن الخوارج غير خارجين عن جملة المسلمين(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٢،ص ٣٠٠، ٣٠١،كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب من ترك قتال الخوارج للتأليف ولئلا ينفر الناس عنه)

[2] قلت :الخوارج غير خارجين من الدائرة بالاتفاق، فيحمل الإسلام على الاستسلام الذى هو الانقياد والطاعة(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١،ص ٢٥٦، كتاب الإيمان،باب أحب الدين إلى الله أدومه)

أجمع علماء المسلمين على أن الخوارج -على ضلالتهم -فرقة من فرق المسلمين، وأجازوا مناكحتهم وأكل ذبائحهم، وقبول شهادتهم، وسئل على رضى الله عنه عنهم فقيل :أكفار هم فقال: من الكفر فروا .فقيل :من هم؟ قال :قوم أصابتهم فتنة فعموا وصموا(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٨،ص ٢٤٩٩، كتاب القصاص،باب قتل أهل الردة والسعادة بالفساد)

فقہائے حنفیہ نے بھی اس مسئلہ کی خوب وضاحت کی ہے، اور تکفیر کے قول کو جمہور مجتہدین کے مقابلہ میں ''غیر مجتہدین کا قول، و نا قابلِ اعتبار'' قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں ملا علی قاری، اور علامہ ابنِ عابدین شامی کی تصریحات آگے آتی ہیں۔

علامہ ابنِ ہمام، اور ابنِ نجیم نے بھی یہی صراحت فرمائی ہے، اور صحابہ کی تکفیر کرنے والے خوارج کی تکفیر کے قول کو مجتہدین کے مقابلہ میں غیر مجتہدین کا قول بتلا کر نا قابلِ اعتبار ٹھہرایا ہے۔ [1]

اور ''البحرُ الرائق'' میں خوارج کی عدمِ تکفیر کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے، دلیلِ قطعی کے

---

[1] فالأولى ما ذكره هو فى باب البغاة أن هذه الفروع المنقولة فى الفتاوى من التكفير لم تنقل عن الفقهاء أى المجتهدين وإنما المنقول عنهم عدم تكفير من كان من قبلتنا حتى لم يحكموا بتكفير الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم وسب أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – لكونه عن تأويل وشبهة ولا عبرة بغير المجتهدين اهـ.

وذكر فى المسايرة أن ظاهر قول الشافعى وأبى حنيفة أنه لا يكفر أحد منهم، وإن روى عن أبى حنيفة أنه قال لجهم اخرج عنى يا كافر حملا على التشبيه وهو مختار الرازى، وذكر فى شرحها للكمال بن أبى شريف أن عدم تكفيرهم هو المنقول عن جمهور المتكلمين والفقهاء فإن الشيخ أبا الحسن الأشعرى قال فى كتاب مقالات الإسلاميين اختلف المسلمون بعد نبيهم – صلى الله عليه وسلم – فى أشياء ضلل بعضهم بعضا وتبرأ بعضهم عن بعض فصاروا فرقا متباينين إلا أن الإسلام يجمعهم ويعمهم اهـ.

وقال الإمام الشافعى أقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية؛ لأنهم يشهدون بالزور لموافقيهم وما ذكره المصنف أنه ظاهر قول أبى حنيفة جزم بحكايته عنه الحاكم صاحب المختصر فى كتاب المنتقى وهو المعتمد اهـ.

فالحاصل أن المذهب عدم تكفير أحد من المخالفين فيما ليس من الأصول المعلومة من الدين ضرورة، ويدل عليه قبول شهادتهم إلا الخطابية ولم يفصلوا فى كتاب الشهادات فدل ذلك على أن هذه الفروع المنقولة من الخلاصة وغيرها بصريح التكفير لم تنقل عن أبى حنيفة وإنما هى من تفريعات المشايخ كألفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوى والله سبحانه هو الموفق(البحرالرائق، ج۱ ص ۳۷۱، كتاب الصلاة، باب الامامة، إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا)

والحق أن ما صح عن المجتهد فهو على حقيقته وأما ما ثبت عن غيره فلا يفتى به فى مثل التكفير ولذا قال فى فتح القدير من باب البغاة أن الذى صح عن المجتهدين فى الخوارج عدم تكفيرهم ويقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء(البحرالرائق، ج۵ص ۱۲۹، كتاب السير،باب احكام المرتدين)

خلاف، بدعات کے مرتکب کو، کافر قرار دینے ، اور اس کی اکثر اہلُ السنۃ کی طرف نسبت کرنے کو ''غیـــــر اَثبـــــت'' قرار دیا ہے، اور عدمِ تکفیر کے قول کو جمہور فقہاء ومحدثین کا ''اَثبت'' قول قرار دیا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ علامہ حصکفی نے خوارج کے تکفیرِ صحابہ کو تاویلِ باطل کہا ہے، لیکن ساتھ ہی خوارج کی عدمِ تکفیر پر اجماعِ فقہائے حنفیہ کا حکم لگایا ہے۔ [2]

جس کی علامہ ابنِ عابدین شامی نے تائید کی ہے۔ [3]

---

[1] والخارجون عن طاعته ثلاثة قطاع الطريق وقد علم حكمهم وخوارج وبغاة وفرق بينهما فى فتح القدير بأن الخوارج قوم لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويسبون نسائهم ويكفرون أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – وحكمهم عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة وذهب بعض المحدثين إلى كفرهم قال ابن المنذر لا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع وبعضهم يكفرون بعض أهل البدع وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة والنقل الأول أثبت نعم يقع فى كلام أهل المذاهب تكفير كثير لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين وما ذكره محمد بن الحسن من حديث الحضرمي يدل على عدم تكفير الخوارج وأما البغاة فقوم مسلمون خرجوا على الإمام العدل ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج من دماء المسلمين وسبى ذراريهم اهـ.

فما فى البدائع من تفسير البغاة بالخوارج فيه قصور وإنما لا نكفر الخوارج باستحلال الدماء والأموال لتأويلهم وإن كان باطلا بخلاف المستحل بلا تأويل(البحرالرائق، ج٥ص ١٥١، كتاب السير،باب البغاة)

[2] ثم الخارجون عن طاعة الإمام ثلاثة: قطاع طريق وعلم حكمهم. وبغاة ويجىء حكمهم وخوارج وهم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم، ويستحلون دمائنا وأموالنا ويسبون نسائنا، ويكفرون أصحاب نبينا – صلى الله عليه وسلم –، وحكمهم حكم البغاة بإجماع الفقهاء كما حققه فى الفتح وإنما لم نكفرهم لكونه عن تأويل وإن كان باطلا، بخلاف المستحيل بلا تأويل كما مر فى باب الإمامة(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج٤ص ٢٦٢، ٢٦٣، كتاب الجهاد، باب البغاة)

[3] (قوله: وبغاة) هم كما فى الفتح قوم مسلمون خرجوا على إمام العدل ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج من دماء المسلمين وسبى ذراريهم اهـ والمراد خرجوا بتأويل وإلا فهم قطاع كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محققینِ حنفیہ کی طرح علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں واضح کیا ہے کہ خوارج کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ حضرت علی اور دیگر صحابہ وتابعین اور مومنین سب پہلے سے کافر ہیں، بلکہ ان کو، کافر قرار دینا، اس بناء پر تھا کہ ان کے نزدیک، ترکِ واجب اور کبیرہ گناہ کا مرتکب، کافر ہے، اور خوارج کی نظر میں ان حضرات نے اللہ کے احکام کو توڑا تھا، جس کی وجہ سے وہ حضرات، خوارج کے نزدیک ''العیاذ باللّٰہ'' کافر ہوگئے تھے، اور خوارج کا یہ مذہب، کتاب وسنت کے دلائل کی رُو سے باطل ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

علمت .وفی الاختیار: أهل البغی کل فئة لهم منعة یتغلبون ویجتمعون ویقاتلون أهل العدل بتأویل یقولون الحق معنا ویدعون الولایة .اهـ .(قوله: وخوارج وهم قوم إلخ) الظاهر أن المراد تعریف الخوارج الذین خرجوا علی علی – رضی الله تعالی عنه –؛ لأن مناط الفرق بینهم وبین البغاة هو استباحتهم دماء المسلمین وذراریهم بسبب الکفر إذ لا تسبی الذراری ابتداء بدون کفر، لکن الظاهر من کلام الاختیار وغیره أن البغاة أعم، فالمراد بالبغاة ما یشمل الفریقین، ولذا فسر فی البدائع البغاة بالخوارج لبیان أنهم منهم وإن کان البغاة أعم، وهذا من حیث الاصطلاح، وإلا فالبغی والخروج متحققان فی کل من الفریقین علی السویة، ولذا قال علی – رضی الله تعالی عنه – فی الخوارج: إخواننا بغوا علینا (قوله: لهم منعة) بفتح النون: أی عزة فی قومهم، فلا یقدر علیهم من یردهم مصباح (قوله: بتأویل) أی بدلیل یؤولونه علی خلاف ظاهره کما وقع للخوارج الذین خرجوا من عسکر علی علیه بزعمهم أنه کفر هو ومن معه من الصحابة حیث حکم جماعة فی أمر الحرب الواقع بینه وبین معاویة وقالوا إن الحکم إلا لله، ومذهبهم أن مرتکب الکبیرة کافر؛ وأن التحکیم کبیرة لشبه قامت لهم استدلوا بها مذکورة مع ردها فی کتب العقائد .

(قوله: ویکفرون أصحاب نبینا – صلی الله علیه وسلم –) علمت أن هذا غیر شرط فی مسمی الخوارج، بل هو بیان لمن خرجوا علی سیدنا علی – رضی الله تعالی عنه –، وإلا فیکفی فیهم اعتقادهم کفر من خرجوا علیه.......... (قوله: کما حققه فی الفتح) حیث قال:وحکم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثین حکم البغاة .وذهب بعض المحدثین إلی کفرهم .قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحدیث علی تکفیرهم، وهذا یقتضی نقل إجماع الفقهاء ..وقد ذکر فی المحیط أن بعض الفقهاء لا یکفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم یکفر من خالف منهم ببدعته دلیلا قطعیا ونسبه إلی أکثر أهل السنة والنقل الأول أثبت نعم یقع فی کلام أهل مذهب تکفیر کثیر، لکن لیس من کلام الفقهاء الذین هم المجتهدون بل من غیرهم.مطلب لا عبرة بغیر الفقهاء یعنی المجتهدین ولا عبرة بغیر الفقهاء، والمنقول عن المجتهدین ما ذکرنا وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدین (رد المحتار، ج۴ص ۲۶۲، ۲۶۳، کتاب الجهاد، باب البغاة)

لیکن مرتکبِ کبیرہ کو کافر قرار دینا، کیونکہ تاویل پر مبنی ہے، اگرچہ وہ تاویل فاسد ہے، اس لیے جمہور کی طرف سے خوارج کی تکفیر نہیں کی گئی۔ [1]

---

[1] قتال الخوارج مما أمر به صلى الله عليه وسلم ولذلک اتفق على قتالهم الصحابة والأئمة . وهؤلاء الخوارج لهم أسماء يقال لهم: " الحرورية "لأنهم خرجوا بمكان يقال له حروراء ويقال لهم أهل النهروان: لأن عليا قاتلهم هناک ومن أصنافهم "الإباضية "أتباع عبد الله بن إباض و " الأزارقة "أتباع نافع بن الأزرق و "النجدات "أصحاب نجدة الحرورى .وهم أول من كفر أهل القبلة بالذنوب بل بما يرونه هم من الذنوب واستحلوا دماء أهل القبلة بذلک فكانوا كما نعتهم النبى صلى الله عليه وسلم: "يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان "وكفروا على بن أبى طالب وعثمان بن عفان ومن والاهما وقتلوا على بن أبى طالب مستحلين لقتله قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادى منهم وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين فى العبادة لكن كانوا جهالا فارقوا السنة والجماعة؛ فقال هؤلاء: ما الناس إلا مؤمن أو كافر؛ والمؤمن من فعل جميع الواجبات وترک جميع المحرمات؛ فمن لم يكن كذلک فهو كافر؛ مخلد فى النار .ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلک فقالوا: إن عثمان وعليا ونحوهما حكموا بغير ما أنزل الله وظلموا فصاروا كفارا . ومذهب هؤلاء باطل بدلائل كثيرة من الكتاب والسنة(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۷ص ۴۸۱، ۴۸۲، كتاب الإيمان الأوسط،الخوارج اول من كفر اهل القبلة بالذنوب)

وأهل السنة لا يبتدعون قولا ولا يكفرون من اجتهد فأخطأ وإن كان مخالفا لهم مستحلا لدمائهم كما لم تكفر الصحابة الخوارج مع تكفيرهم لعثمان وعلى ومن والاهما واستحلالهم لدماء المسلمين المخالفين لهم(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج ۱۹ ص ۲۱۲، كتاب أصول الفقه،هل يمكن كل واحد أن يعرف باجتهاده الحق فى مسألة فيها نزاع؟)

وهؤلاء أول من قاتلهم أمير المؤمنين على بن أبى طالب ومن معه من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قاتلهم بحرورا لما خرجوا عن السنة والجماعة واستحلوا دماء المسلمين وأموالهم؛ فإنهم قتلوا عبد الله بن خباب وأغاروا على ماشية المسلمين .فقام أمير المؤمنين على بن أبى طالب وخطب الناس وذكر الحديث وذكر أنهم قتلوا وأخذوا الأموال فاستحل قتالهم وفرح بقتلهم فرحا عظيما ولم يفعل فى خلافته أمرا عاما كان أعظم عنده من قتال الخوارج .وهم كانوا يكفرون جمهور المسلمين حتى كفروا عثمان وعليا .وكانوا يعملون بالقرآن فى زعمهم ولا يتبعون سنة رسول صلى الله عليه وسلم التى يظنون أنها تخالف القرآن .كما يفعله سائر أهل البدع -مع كثرة عبادتهم وورعهم(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۸ ،ص۴۷۳، كتاب الفقه، السياسة الشرعية ، البدع شر الذنوب)

ولكن من شأن أهل البدع أنهم يبتدعون أقوالا يجعلونها واجبة فى الدين، بل يجعلونها من الإيمان الذى لا بد منه ويكفرون من خالفهم فيها، ويستحلون دمه كفعل الخوارج والجهمية والرافضة والمعتزلة وغيرهم .وأهل السنة لا يبتدعون قولا ولا يكفرون من اجتهد فأخطأ، وإن كان مخالفا لهم مكفرا لهم مستحلا لدمائهم، كما لم تكفر الصحابة الخوارج، مع تكفيرهم لعثمان وعلى ومن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جمہور کے نزدیک خوارج سے قتال کا حکم محض ''دفعِ محاربة'' اور ''رَد الی الحق'' کی وجہ سے ہے، نہ کہ کفر کی وجہ سے۔ [1]

غرض یہ کہ باطل، یا فاسد تاویل کرکے مسلمانوں سے محاربہ ومقابلہ کی صورت میں خوارج کو جمہور مجتہدین، واکثر فقہائے کرام نے ''کفار'' کے بجائے ''بغاۃ'' میں داخل مانا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والاهـمـا، واستـحلالهم لدماء المسلمين المخالفين لهم(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القـدرية، ج٥، ص٩٥، الـفـصـل الثانـى فـى أن مـذهـب الإمامية واجب الاتباع، الكلام فى تصويب المجتهدين وتخطئتهم وتأثيمهم فى مسائل الفروع والأصول)

وشـر مـن قـاتـلهـم عـلـى هـم الـخـوارج، ومـع هذا فلم يحكم فيهم بحكم الكفار، بل حرم أموالهم وسبيهـم، وكان يقول لهم قبل قتالهم :إن لـكـم عـلـينـا أن لا نمنعكم مساجدنا، ولا حقكم من فيئنا، ولما قتله ابن ملجم قال :إن عشت فأنا ولى دمى، ولم يجعله مرتدا بقتله .

وأمـا أهل الجمل فقد تواتر عنه أنه نهى (عن) أن يتبـع مدبرهم، وأن يجهز على جريحهم، وأن يقتل أسيـرهـم، وأن تـغـنـم أموالهم، وأن تسبى ذراريهم، فإن كان هؤلاء كفارا بهذه النصوص فعلى أول) من كذب بها فيلزمهم أن يكون على كافرا.

وكذلك أهل صفين كان يصلى على قتلاهم، ويقول :إخواننا بغوا علينا طهرهم السيف، ولو كانوا عنده كفارا لما صلى عليهم، ولا جعلهم إخوانه، ولا جعل السيف طهرا لهم.

وبـالـجـملة نحن نعلم بالاضطرار من سيرة على رضى الله عنه أنه لم يكن يكفر الذين قاتلوه، بل ولا جـمهور المسلمين، ولا الخلفاء الثلاثة، ولا الحسن، ولا الحسين كفروا أحدا من هؤلاء، ولا على بـن الـحسين، ولا أبو جعفر، فإن كان هؤلاء كفارا، فأول من خالف النصوص على وأهل بيته(منهاج السـنة الـنبـوية فـى نقض كلام الشيعة القدرية، ج٧، ص٤٠٥و٤٠٦، الفصل الثالث فى الأدلة الدالة عـلـى إمامة على رضى الله عنه بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، المنهج الثالث عند الرافضى فى الأدلة الـمستـنـدة إلـى السنة على إمامة على رضى الله عنه، الثانى عشر أحاديث أخرى يستدل بها على إمامة على رضى الله عنه)

[1] أسـرى الـبـغـاة تـعـامـلهـم الشـريـعة الإسـلامية مـعـاملة خاصة، لأن قتالهم لمجرد دفعهم عن الـمحاربة، وردهم إلى الحق، لا لكفرهم .روى عـن ابـن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يـا ابـن أم عبـد مـا حـكـم من بغى على أمتى؟ قال: فـقلت: الـلـه ورسـوله أعلم .قال: لا يتبع مدبرهم، ولا يذفف على جريحهم، ولا يقتل أسيرهم، ولا يقسم فيؤهـم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤ص٢٠٨، مادة ''أسرى'')

[2] وأكثـر الـفـقـهـاء يـرون أنهـم بـغـاة، ولا يـرون تكفيرهم، وذهبت طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون .وقال ابن المنذر: لا أعلم أحدا وافق أهل الحديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ''خوارج وبغاۃ'' جواہلُ السنۃ سے لڑائی کرنے کے دوران قتل کردیئے جائیں، اُن کی نمازِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على تكفيرهم، وذكر ابن عبد البر أن الإمام عليا رضى الله عنه سئل عنهم: أكفار هم؟ قال: من الكفر فروا .قيل: فمنافقون؟ قال: إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلا .قيل فما هم؟ قال: هم قوم أصابتهم فتنة، فعموا وصموا، وبغوا علينا، وقاتلوا فقاتلناهم .وقال لهم: لكم علينا ثلاث: لا نمنعكم مساجد الله أن تذكروا فيها اسم الله، ولا نبدؤكم بقتال، ولا نمنعكم الفيء ما دامت أيديكم معنا(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج٨ص ١٣٠، ١٣١، مادة " بغاة ")

والخارجون عن طاعته اربعة اصناف :

أحدها : الخارجون بلا تأويل بمنعة ، وبلا منعة يأخذون أموال الناس ، ويقتلونهم ، ويخيفون الطريق ، وهم قطاع الطريق.

والثاني : قوم كذالک الا أنهم لا منعة لهم لكن لهم تأويل ، فحكمهم حكم قطاع الطريق ان قتلوا وصلبوا ، وان أخذوا مال المسلمين قطعت أيديهم وأرجلهم على ما عرف .

والثالث : قوم لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية يوجب قتله بتأويلهم ، وهؤلاء يسمون بالخوارج ، يستحلون دماء المسلمين و أموالهم ، ويسبون نسائهم ، ويكفرون أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ، وحكمهم عند جمهور أهل الفقهاء وجمهور الحديث حكم البغاة ، وعند مالک يستتابون ، فان تابوا والا قتلوا ، وذهب بعض أهل الحديث الى أنهم مرتدون ، لهم حكم المرتدين لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم : "يخرج قوم فى آخر الزمان " الحديث ، وفيه " فأين ما لقيتموهم فاقتلوهم فان فى قتلهم أجرا الى يوم القيامة " وعن أبى أمامة : أنه رأى رؤوسا منصوبة على درج مسجد دمشق فقال : كلاب أهل النار كان هؤلاء مسلمين فصاروا كفارا ، قال ابن المنذر : ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم . وهذا يقتضى نقل اجماع الفقهاء وابن المنذر أعرف بمذاهب المجتهدين فما يقع فى كلام أهل المذاهب من تكفير كثير ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون ، بل من غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء .

والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا ، ولا يعارضه ما ورد فى الحديث من الأمر بقتلهم . فان القتل قد يكون دفعا للفساد لا للكفر . ولا قول أبى أمامة ، فانه انما سماهم كفارا ، لكونهم فعلوا ما يفعل الكفار بالمسلمين من القتل والقتال ، كما ورد فى الحديث : "سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر " يدل على ذالک لفظ الطبرانى فقال : كلاب النار ، ثلاثا شر قتلى تحت أديم السماء ، ومن قتلوه خير قتلى ، ثم استبكى ، قلت : يا أبا أمامة ! ما يبكيک ؟ قال : كانوا على ديننا ثم ذكر ما هم صائرون اليه غدا ، ثم قال : اختلفت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جنازہ کے متعلق فقہائے کرام کا اختلاف ہے، حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اُن کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مومن ہیں، پھران فقہاء کے نزدیک خوارج کے لئے استغفار کی ممانعت کا کیا مطلب؟ اور حنفیہ کے نزدیک ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اليهود على احدى وسبعين فرقة ، والنصارى على اثنتين وسبعين فرقة ، وتختلف هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة ، اثنتان وسبعون فرقة فى النار ، وواحدة فى الجنة . فقلنا : أنعمتهم لنا . قال : السواد الأعظم ، رجاله ثقات ، رواه ابن ماجه والترمذى باختصار ، كذا فى "مجمع الزوائد " فتراه قد جعل الخوارج من فرق هذه الأمة ، وهذا هو ما عليه الفقهاء .

قال الحافظ فى "الفتح " : "قال الخطابى : أجمع علماء الاسلام على أن الخوارج مع ضلالتهم فرقة من فرق المسلمين ، وأجازوا مناكحتهم ، وأكل ذبائحهم ، وأنهم لا يكفرون ما داموا متمسكين بأصل الاسلام"

الرابع : قوم مسلمون خرجوا على امام العدول ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج من دماء المسلمين وذراريهم ، وهم البغاة . قاله المحقق فى "الفتح القدير" .

قلت : ولهم صنف خامس ، وهو من خرج عن طاعة امام جائر أراد الغلبة على ماله أو نفسه أو أهله ، أو على أموال المسلمين وأنفسهم ، فهو معذور لا يحل قتاله وله أن يدفع عن نفسه وماله وأهله بقدر طاقته ، فقد أخرج الطبرى بسند صحيح عن عبد اللّٰه بن الحارث ، عن رجل من بنى نضر ، عن على رضى اللّٰه عنه ، وذكر الخوارج فقال : ان خالفوا امام عدلا فقاتلوهم وان خالفوا اماما جائرا ، فلا تقاتلوهم ، فان لهم مقالا ، وعلى ذالک يحمل ما وقع للامام حسين بن على رضى اللّٰه عنه ، ثم لأهل المدينة فى الحرة ثم لعبد الزبير ثم للقراء الذين خرجوا على الحجاج مع ابن الأشعث قاله الحافظ فى "الفتح " وهل يجوز الخروج على الامام الجائر؟ سيأتى حكمه ، ولكن لا يحل قتال من خرج عليه اذا كان خروجه للأمر بالمعروف ، والنهى عن المنكر ، واقامة دعائم الإسلام لا لطلب الملك والإمارة ، فافهم (اعلاء السنن ،ج ۱۱ ،ص ۵۴۳۵،و۵۴۳۶،ابواب احكام البغاة،باب محاربة اهل البغى وامتناع الخروج على الإمام، اصناف الخارجين عن طاعة الامام)

[1] أما قتلى البغاة، فمذهب المالكية والشافعية والحنابلة: أنهم يغسلون ويكفنون ويصلى عليهم، لعموم قوله صلى الله عليه وسلم: صلوا على من قال: لا إله إلا الله ولأنهم مسلمون لم يثبت لهم حكم الشهادة، فيغسلون ويصلى عليهم .ومثله الحنفية،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنفیہ نے جو خوارج کے بحالتِ محاربہ، مارے جانے کی صورت میں ان کی نمازِ جنازہ سے منع فرمایا، تو خود حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ اس کی وجہ ان کا کفر نہیں، بلکہ مسلمانوں سے محاربہ ومقابلہ کرنا ہے، تاکہ ان کی اہانت ہو، اور دوسرے لوگوں کو ان کے اس فعلِ بد سے زجر وتنبیہ اور نفرت ہو، جیسا کہ ڈاکوؤں کا معاملہ ہے کہ ان کا حنفیہ کے نزدیک جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، لیکن کوئی استغفار کرے، تو اس کی ممانعت نہیں، کیونکہ اس کا حکم تو جملہ مومنین کے لئے ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوا۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

سواء أكانت لهم فئة، أم لم تكن لهم فئة على الرأى الصحيح عندهم .وقد روى: أن عليا رضى الله عنه لم يصل على أهل حروراء، ولكنهم يغسلون ويكفنون ويدفنون .
ولم يفرق الجمهور بين الخوارج وغيرهم من البغاة فى حكم التغسيل والتكفين والصلاة(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج٨ص ١٥١، مادة " بغاة ")

[1] هؤلاء لم يستحقوا القتل باعتقادهم، وإنما قاتلناهم على جهة الدفع عن قتالنا، وإلا فهم فى حكم سائر أهل ملتنا، وكانوا بمنزلة من استحق الرجم للزنى، أو القتل والصلب لقطع الطريق، أو استحق القتل قودًا، فلم يستحق بذلک غنيمة المال، وسبى الذرية، ولم يخرج بذلک من حكم أهل الملة فى سائر أحكامه، كذلک الخوارج.
مسألة: [صلاة الجنازة على المحاربين]
(ولا يصلى على من قتل منها) .
قال أبو بكر: وذلک لأن عليًا رضى الله عنه لم يصل على من قتل منهم.
وأيضًا: فإنهم لما قتلوا على وجه المباينة لأهل العدل بالمنعة التى حصلت لهم، أشبهوا فى هذا الوجه أهل الحرب، إذ كانوا قد صاروا حربًا لنا بالمنعة والخروج، فوجب أن لا نصلى عليهم كما لا نصلى على أهل الحرب.
وأيضًا: قال الله تعالى لنبيه عليه الصلاة والسلام:"وصلِ عليهم إن صلواتک سكن لهم"، وهؤلاء قتلوا على حال لا يجوز أن يعطوا الأمان عليها، فلا يجوز أن نصلى عليهم؛ لأن ذلک كالأمان لقوله تعالى:"إن صلواتک سكن لهم"(شرح مختصر الطحاوى للجصاص، ج٦ص ١٠٤، ١٠٥، كتاب قتال أهل البغى،صلاة الجنازة على المحاربين)
(قال) ومن قتل من أهل العدل فى محاربة أهل البغى فهو شهيد لا يغسل لأن المحاربة معهم مأمور بها قال الله تعالى"فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء إلى أمر الله"فالمقتول فى هذه المحاربة باذل نفسه لابتغاء مرضات الله كالمقتول فى محاربة المشركين .ولما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعد کے جو بعض علماء، جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، اوران کی اتباع میں دیگر بعض علماء نے تکفیرِ صحابہ وغیرہ کی وجہ سے، یا نمازِ جنازہ کی ممانعت سے، یا اسی طرح کی کسی اور وجہ سے خوارج کا ''کافر ہونا'' یا احکامِ اخروی کے اعتبار سے کافر ہونا، سمجھ لیا، اوراس کی جملہ اہلِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قاتل علی – رضی اللہ تعالی عنہ – أهل النهروان لم یغسل من استشهد من أصحابه ولم یذکر فی الکتاب أن من قتل من أهل البغی ماذا یصنع به .وروی المعلی عن أبی یوسف ومحمد رحمهما الله تعالی أنه لا یغسل ولا یصلی علیه وقال الشافعی – رضی الله تعالی عنه –: یغسل ویصلی علیه لأنه مسلم قال الله تعالی ''وإن طائفتان من المؤمنین اقتتلوا''الآیة ،ولکنه مقتول بحق فهو کالمقتول رجما أو فی قصاص.

(ولنا) حدیث علی – رضی الله عنه – أنه لم یغسل أهل النهروان ولم یصل علیهم فقیل له: أکفار هم؟ قال: لا ولکنهم إخواننا بغوا علینا أشار إلی أن ترک الغسل والصلاة علیهم عقوبة لهم لیکون زجرا لغیرهم وهو نظیر المصلوب یترک علی خشبته عقوبة له وزجرا لغیره(المبسوط للسرخسی، ج۲ص۵۳، کتاب الصلاة، باب الشهید)

وکذلک الباغی إذا قتل لا یصلی علیه وهذا مذهبنا، وقال الشافعی رحمه الله: یصلی علیه؛ لأنه مؤمن قال الله تعالی:''وإن طآئفتان من المؤمنین اقتتلوا''إلا أنه مقتول بحق، فهو کالمقتول فی رجم أو قصاص.

ولنا حدیث علی رضی الله عنه: أنه لم یغسل أهل الخوارج یوم النهروان، ولم یصل علیهم، فقیل له: أهم کفار فقال: لا ولکنهم إخواننا بغوا علینا، أشار إلی أنه ترک الغسل والصلاة علیهم عقوبة وزجرا لغیرهم، وهو نظیر المصلوب یترک علی خشبته عقوبة وزجرا لغیرهم(المحیط البرهانی، ج۲ص۱۶۷، کتاب الصلاة، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز)

وصلی علی کل مسلم مات بعد الولادة لما تلونا من الکتاب، لا البغاة وقطاع الطریق، فإنه لا یصلی علیهم.

وقال الشافعی: یصلی علیهم؛ لأنهم مسلمون، وقال علیه السلام: صلوا علی کل بر وفاجر .

ولنا: أن الصلاة دعاء واستنزال الرحمة، ونص القرآن یشهد لقطاع الطریق بالخزی قال الله تعالی: ''إنما جزآء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا أن یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع أیدیهم وأرجلهم من خلف أو ینفوا من الارض ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم'' وحلول الخزی به ینافی الدعاء له، وکذلک البغاة؛ لأنهم یسعون فی الأرض بالفساد وقطاع الطریق.

وروی عن علی رضی الله عنه أنه لم یصل علی قتلی نهروان وغیرهم من البغاة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

السنۃ کی طرف نسبت بھی کر دی، تو یہ تسامح پر مبنی ہے، جیسا کہ آگے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کے حوالہ جات کے ضمن میں آتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذلك الذى يقتل غيلة بالخنق هكذا روى عن أبى حنيفة رحمه الله، وقال أبو يوسف رحمه الله: وكذلك كل من يقتل على متاع يأخذه، والمكابرون فى المصر بالسلاح؛ لأنهم يسعون فى الأرض بالفساد، فكان حكمهم كحكم قطاع الطريق(المحيط البرهانى، ج٢ص ١٨٤، ١٨٥، كتاب الصلاة، الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز)

أما تفسير البغاة، فالبغاة هم الخوارج، وهم قوم من رأيهم أن كل ذنب كفر، كبيرة كانت أو صغيرة، يخرجون على إمام أهل العدل، ويستحلون القتال والدماء والأموال بهذا التأويل، ولهم منعة وقوة (بدائع الصنائع، ج٧ص ١٤٠، كتاب السير، فصل فى بيان أحكام البغاة)

ولا يصلى على البغاة وقطاع الطريق عندنا، وقال الشافعى: يصلى عليهم؛ لأنهم مسلمون قال الله تعالى"وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا"الآية فدخلوا تحت قول النبى – صلى الله عليه وسلم – صلوا على كل بر وفاجر .

(ولنا) ما روى عن على أنه لم يغسل أهل نهروان ولم يصل عليهم فقيل له: أكفار هم؟ فقال: لا ولكن هم إخواننا بغوا علينا أشار إلى ترك الغسل والصلاة عليهم إهانة لهم ليكون زجرا لغيرهم، وكان ذلك بمحضر من الصحابة – رضى الله عنهم –، ولم ينكر عليه أحد فيكون إجماعا وهو نظير المصلوب ترك على خشبته إهانة وزجرا لغيره كذا هذا، وإذا ثبت الحكم فى البغاة ثبت فى قطاع الطريق؛ لأنهم فى معناهم إذ هم يسعون فى الأرض بالفساد كالبغاة فكانوا فى استحقاق الإهانة مثلهم، وبه تبين أن البغاة ومن بمثلهم مخصوصون عن الحديث بإجماع الصحابة – رضى الله عنهم –، وكذلك الذى يقتل بالخنق كذا روى عن أبى حنيفة وقال أبو يوسف: وكذلك من يقتل على متاع يأخذه والمكاثرون فى المصر بالسلاح؛ لأنهم يسعون فى الأرض بالفساد فيلحقون بالبغاة والله أعلم(بدائع الصنائع، ج ١ ص ٣١٢، كتاب الصلاة، فصل بيان فريضة صلاة الجنازة وكيفية فرضيتها)

وقتل الباغى فى هذه الحالة للسياسة أو لكسر شوكتهم فينزل منزلته لعود منفعته إلى العامة، وقال الشافعى: يغسلان ويصلى عليهما كيفما كان؛ لأنه مسلم قتل بحق فصار كمن قتل بالقصاص أو بالحد، ولنا أن عليا – رضى الله عنه – لم يصل على أصحاب النهروان، ولم يغسلهم فقيل له أكفار هم فقال لا أخواننا بغوا علينا فأشار إلى العلة، وهى البغى وعلى – رضى الله عنه – هو القدوة فى هذا الباب على ما يأتى بيانه فى السير إن شاء الله تعالى؛ ولأنه قتل ظالما لنفسه محاربا للمسلمين كالحربى فلا يغسل، ولا يصلى عليه عقوبة له وزجرا لغيره كالمصلوب يترك على الخشبة عقوبة له وزجرا لغيره(تبيين الحقائق، ج ١ ص ٢٥٠، كتاب الصلاة، باب الشهيد)

’’مجموعُ الفتاوی لابنِ تیمیة‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وقولهم : إن توبة ساب الصحابة لا تقبل وأنه مخلد فى النار خطأ بل الذى عليه "السلف والأئمة : "كالأئمة الأربعة وغيرهم : أن توبة الرافضى تقبل كما تقبل توبة أمثاله والحديث الذى يروى: " (سب صحابتى ذنب لا يغفر) " حديث باطل لم يروه أحد من أهل العلم ولو قدر صحته فالمراد به من لم يتب فإن الله يأخذ حق الصحابة منه .وأما من تاب فقد قال الله تعالى : (قل يا عبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا) وهذا فى حق التائب : أخبر أنه يغفر جميع الذنوب . وساب الصحابة إذا كان يعتقد جواز ذلك فهذا مبتدع ضال كسائر الضلال والحق فى ذلك لله كمن سب الرسول معتقدا أنه ساحر أو كاذب فإذا أسلم هذا قبل الله إسلامه (مجموع الفتاوى، ج۴،ص ۵۴۱، كتاب مفصل الاعتقاد،فصل فى ان من صحب النبى صلى الله عليه وسلم افضل ممن لم يصحبه مطلقا)

ترجمہ: اور لوگوں کا یہ کہنا کہ صحابہ کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور وہ دائمی طور پر جہنم میں ہوگا، یہ خطاء پر مبنی قول ہے، بلکہ جس بات پر سلف اور ائمۂ اربعہ وغیرہ ہیں، وہ یہ ہے کہ رافضی کی توبہ اسی طرح قبول کر لی جاتی ہے، جس طرح اس کے مثل دوسرے لوگوں کی قبول کر لی جاتی ہے، اور وہ حدیث جو روایت کی جاتی ہے کہ:

’’میرے صحابہ پر سبّ وشتم کرنا ایسا گناہ ہے، جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی‘‘

تو یہ باطل حدیث ہے، جس کو اہلِ علم میں سے کسی نے روایت نہیں کیا، اور اگر اس کے صحیح ہونے کو تسلیم بھی کرلیا جائے، تو مراد اس کی وہ شخص ہے، جو توبہ نہ کرے، کیونکہ اللہ، صحابی کے حق کو اس سے لے گا، لیکن جو شخص توبہ کرلے، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، تو وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، بے شک اللہ! تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا''۔

اور یہ توبہ کرنے والے کے حق میں ہے، جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ! تمام گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔

اور صحابہ کو سبّ وشتم کرنے والا، جب اس کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھے، تو یہ ''بدعتی'' ہے، ''گمراہ'' ہے، دوسری گمراہیوں کی طرح، اور اس میں حق، اللہ کا ہے، جیسا کہ وہ شخص جو رسول کو سبّ وشتم کرے، اس عقیدہ کے ساتھ کہ وہ جادوگر، یا جھوٹا ہے، پھر جب یہ اسلام لے آئے، تو اللہ! اس کے اسلام کو قبول فرمالیتا ہے (مجموع الفتاویٰ)

''مجموعُ الفتاویٰ'' کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فصل: ولا یجوز تکفیر المسلم بذنب فعله ولا بخطأ أخطأ فیه کالمسائل التی تنازع فیها أهل القبلة فإن الله تعالی قال (آمن الرسول بما أنزل إلیه من ربه والمؤمنون کل آمن بالله وملائکته وکتبه ورسله لا نفرق بین أحد من رسله وقالوا سمعنا وأطعنا غفرانک ربنا وإلیک المصیر) وقد ثبت فی الصحیح أن الله

تعالى أجاب هذا الدعاء وغفر للمؤمنين خطأهم .والخوارج المارقون الذين أمر النبى صلى ا لله عليه وسلم بقتالهم قاتلهم أمير المؤمنين على بن أبى طالب أحد الخلفاء الراشدين .واتفق على قتالهم أئمة الدين من الصحابة والتابعين ومن بعدهم .ولم يكفرهم على بن أبى طالب وسعد بن أبى وقاص وغيرهما من الصحابة بل جعلوهم مسلمين مع قتالهم ولم يقاتلهم على حتى سفكوا الدم الحرام وأغاروا على أموال المسلمين فقاتلهم لدفع ظلمهم وبغيهم لا لأنهم كفار .ولهذا لم يسب حريمهم ولم يغنم أموالهم .وإذا كان هؤلاء الذين ثبت ضلالهم بالنص والإجماع لم يكفروا مع أمر الله ورسوله بقتالهم فكيف بالطوائف المختلفين الذين اشتبه عليهم الحق فى مسائل غلط فيها من هو أعلم منهم؟ فلا يحل لأحد من هذه الطوائف أن تكفر الأخرى ولا تستحل دمها ومالها وإن كانت فيها بدعة محققة فكيف إذا كانت المكفرة لها مبتدعة أيضا؟ وقد تكون بدعة هؤلاء أغلظ والغالب أنهم جميعا جهال بحقائق ما يختلفون فيه .

والأصل أن دماء المسلمين وأموالهم وأعراضهم محرمة من بعضهم على بعض لا تحل إلا بإذن الله ورسوله .قال النبى صلى الله عليه وسلم لما خطبهم فى حجة الوداع "(إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهركم هذا) " وقال "(كل المسلم على المسلم حرام: دمه وماله وعرضه) ." وقال "(من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فهو المسلم له ذمة الله ورسوله) " وقال "(إذا

التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول فى النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال :إنه أراد قتل صاحبه) "وقال " :(لا ترجعوا بعدى كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض) "وقال "(إذا قال المسلم لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما) " وهذه الأحاديث كلها فى الصحاح .

وإذا كان المسلم متأولا فى القتال أو التكفير لم يكفر بذلك كما (قال عمر بن الخطاب لحاطب بن أبى بلتعة :يا رسول ا لله دعنى أضرب عنق هذا المنافق فقال النبى صلى الله عليه وسلم إنه قد شهد بدرا وما يدريك أن ا لله قد اطلع على أهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم؟) وهذا فى الصحيحين .وفيهما أيضا :من حديث الإفك :(أن أسيد بن الحضير .قال لسعد بن عبادة :إنك منافق تجادل عن المنافقين واختصم الفريقان فأصلح النبى صلى ا لله عليه وسلم بينهم) . فهؤلاء البدريون فيهم من قال لآخر منهم :إنك منافق ولم يكفر النبى صلى ا لله عليه وسلم لا هذا ولا هذا بل شهد للجميع بالجنة .وكذلك ثبت فى الصحيحين عن (أسامة بن زيد أنه قتل رجلا بعد ما قال لا إله إلا الله وعظم النبى صلى ا لله عليه وسلم ذلك لما أخبره وقال يا أسامة أقتلته بعد ما قال لا إلٰه إلا ا لله؟ وكرر ذلك عليه حتى قال أسامة :تمنيت أنى لم أكن أسلمت إلا يومئذ) . ومع هذا لم يوجب عليه قودا ولا دية ولا كفارة لأنه كان متأولا ظن جواز قتل ذلك القائل لظنه أنه قالها تعوذا .

فهكذا السلف قاتل بعضهم بعضا من أهل الجمل وصفين

ونحوهم و كلهم مسلمون مؤمنون كما قال تعالى :(وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء إلى أمر الله فإن فاء ت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين) فقد بين الله تعالى أنهم مع اقتتالهم وبغى بعضهم على بعض إخوة مؤمنون وأمر بالإصلاح بينهم بالعدل.

ولهذا كان السلف مع الاقتتال يوالى بعضهم بعضا موالاة الدين، لا يعادون كمعاداة الكفار فيقبل بعضهم شهادة بعض ويأخذ بعضهم العلم عن بعض ويتوارثون ويتناكحون ويتعاملون بمعاملة المسلمين بعضهم مع بعض، مع ما كان بينهم من القتال والتلاعن وغير ذلك .وقد ثبت فى الصحيح أن (النبى صلى الله عليه وسلم سأل ربه أن لا يهلك أمته بسنة عامة فأعطاه ذلك وسأله أن لا يسلط عليهم عدوا من غيرهم فأعطاه ذلك وسأله أن لا يجعل بأسهم بينهم فلم يعط ذلك) " وأخبر أن الله لا يسلط عليهم عدوا من غيرهم يغلبهم كلهم حتى يكون بعضهم يقتل بعضا وبعضهم يسبى بعضا .وثبت فى الصحيحين (لما نزل قوله تعالى (قل هو القادر على أن يبعث عليكم عذابا من فوقكم) قال أعوذ بوجهك (أو من تحت أرجلكم) قال أعوذ بوجهك (أو يلبسكم شيعا ويذيق بعضكم بأس بعض) قال هاتان أهون) ." هذا مع أن الله أمر بالجماعة والائتلاف ونهى عن البدعة والاختلاف وقال :(إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم فى شىء) وقال النبى صلى الله عليه وسلم "(عليكم بالجماعة فإن يد الله

على الجماعة) " وقال " :(الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين أبعد) " وقال " :(الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم والذئب إنما يأخذ القاصية والنائية من الغنم) ." فالواجب على المسلم إذا صار فى مدينة من مدائن المسلمين أن يصلى معهم الجمعة والجماعة ويوالى المؤمنين ولا يعاديهم وإن رأى بعضهم ضالا أو غاويا وأمكن أن يهديه ويرشده فعل ذلك وإلا فلا يكلف الله نفسا إلا وسعها وإذا كان قادرا على أن يولى فى إمامة المسلمين الأفضل ولاه وإن قدر أن يمنع من يظهر البدع والفجور منعه .وإن لم يقدر على ذلك فالصلاة خلف الأعلم بكتاب الله وسنة نبيه الأسبق إلى طاعة الله ورسوله أفضل كما قال النبى صلى الله عليه وسلم فى الحديث الصحيح " :(يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله، فإن كانوا فى القراءة سواء فأعلمهم بالسنة فإن كانوا فى السنة سواء فأقدمهم هجرة .فإن كانوا فى الهجرة سواء فأقدمهم سنا) ."وإن كان فى هجره لمظهر البدعة والفجور مصلحة راجحة هجره كما هجر النبى صلى الله عليه وسلم الثلاثة الذين خلفوا حتى تاب الله عليهم .وأما إذا ولى غيره بغير إذنه وليس فى ترك الصلاة خلفه مصلحة شرعية كان تفويت هذه الجمعة والجماعة جهلا وضلالا وكان قد رد بدعة ببدعة (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج٣ص ٢٨٢، الى ٢٨٦، كتاب مجمل اعتقاد السلف، فصل لا يجوز تكفير مسلم بذنب فعله)

ترجمہ: فصل: اور مسلم کو اس کے کیے ہوئے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز

نہیں، اور نہ ہی مسلم کی کسی خطاء کی وجہ سے اس کو کافر قرار دینا جائز ہے، جیسا کہ ان مسائل کی وجہ سے، جن میں اہلِ قبلہ کا نزاع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله وقالوا سمعنا وأطعنا غفرانک ربنا وإليک المصير** ''(مذکورہ آیت میں تمام مومنوں کو، اللہ، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے والا قرار دیا گیا ہے) اور صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس دعاء کو قبول فرمالیا، اور مومنین کی خطاؤں کو معاف فرمادیا''(جس کا ذکر ''**ربنا لاتؤاخذنا ان نسينا أو أخطأنا** ''میں ہے)اور خوارج جو (اسلام سے) تیر کی طرح نکلنے والے ہیں، اور ان سے قتال کرنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، ان سے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال فرمایا، جو آپ کے خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفۂ راشد ہیں، اور ان کے قتال کرنے پر صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے ائمۂ دین کا اتفاق ہے، لیکن خوارج کو علی بن ابی طالب اور سعد بن ابی وقاص، اور ان کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان کے ساتھ قتال کرنے کے باوجود، ان کو مسلمان قرار دیا، اور ان سے اس وقت تک قتال نہیں کیا، جب تک کہ انہوں نے ناجائز خون نہیں بہایا، اور مسلمانوں کے مالوں پر ناجائز قبضہ نہیں کیا، پھر ان سے ان کے ظلم اور بغاوت کو دور کرنے کے لیے ہی قتال فرمایا، ان سے کافر ہونے کی وجہ سے قتال نہیں فرمایا، اور اسی وجہ سے ان کی خواتین کو قید نہیں فرمایا، اور ان کے مالوں کو مالِ غنیمت نہیں بنایا، اور جب یہ لوگ کہ جن کی گمراہی نص اور اجماع سے ثابت ہے، اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال کا بھی حکم دیا ہے، ان کو بھی کافر قرار

نہیں دیا گیا، تو ان جماعتوں کو کیسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے، جو اختلاف کرتے ہیں، اور ان پر چند مسائل میں حق مشتبہ ہے، اور اس قسم کے مسائل میں ان سے زیادہ علم والوں نے بھی غلطی کی ہے؟ پس ان جماعتوں میں سے کسی کے لیے بھی یہ حلال نہیں ہے کہ وہ دوسری جماعتوں کی تکفیر کرے، اور نہ ہی ان کا خون اور مال حلال ہے، اگرچہ کسی جماعت میں بدعت متحقق بھی ہو جائے، پس جب کافر قرار دی جانے والی جماعت مبتدع ہو، تو اس کو کیسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے، اور بعض اوقات ان لوگوں کی بدعت زیادہ سخت ہوتی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ تمام لوگ ان چیزوں کے حقائق سے ناواقف ہیں، جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خون اور ان کے اموال، اور ان کی عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کی اجازت سے ہی حلال ہوسکتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر، تمہارے اس دن کی طرح حرام ہیں، تمہارے اس شہر میں، اور تمہارے اس مہینے میں ہونے کی طرح“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون اور مال اور عزت حرام ہے“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو ہماری طرح نماز پڑھے، اور ہمارے قبلے کا استقبال کرے، اور ہمارے ذبیحے کو کھالے، تو وہ مسلم ہے، اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے“ (ان لوگوں کو اہلِ قبلہ کہا جاتا ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ باہم مقابلہ کریں، تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! قاتل کے تو جہنم میں جانے میں شبہ نہیں، لیکن مقتول کے جہنم میں جانے کی کیا وجہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں

فرمایا کہ اس نے دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میرے بعد کافر ہوکر مت لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب مسلمان اپنے بھائی کو اے کافر! کہتا ہے، تو اس کافر کہنے کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہوجاتا ہے'' اور یہ تمام احادیث صحاحِ ستہ میں ہیں۔

اور جب مسلمان قتال کرنے، یا کافر قرار دینے میں تاویل کرنے والا ہو، تو اس کو اس کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا'' جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن کو ماردوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہے، اور آپ کو کیا معلوم کہ اللہ نے اہلِ بدر والوں کے لیے یہ اعلان فرمایا ہے کہ تم جو چاہے عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے'' اور یہ حدیث صحیحین میں ہے، اور صحیحین ہی میں حدیثِ افک میں ہے کہ ''اسید بن حضیر نے سعد بن عبادہ سے کہا کہ تو منافق ہے، منافقین کی طرف سے جدال کرتا ہے، اور دونوں فریقوں کا جھگڑا ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان مصالحت فرمائی'' پس یہ صحابۂ کرام بدری ہیں، جن میں وہ شخص بھی داخل ہے، جس نے دوسرے سے یہ کہا کہ تو منافق ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اِس کو کافر قرار دیا، اور نہ اُس کو کافر قرار دیا، بلکہ سب کے لیے جنت کی گواہی دی (کیونکہ ان کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا) اور اسی طرح سے صحیحین میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ''اسامہ بن زید نے ایک آدمی کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے بعد قتل کردیا، اور انہوں نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بہت بڑی چیز سمجھا، اور فرمایا کہ اے اسامہ! آپ نے اُس

آدمی کو "لا الٰہ الا اللہ" کہنے کے بعد بھی قتل کردیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بار بار دہرائی، یہاں تک کہ اسامہ کہتے ہیں کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش کہ میں آج کے دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا (اور آج اسلام لے آتا، تاکہ اس شخص کو بحالتِ کفر قتل کرنے کا گناہ آج اسلام لانے کی وجہ سے ختم ہوجاتا)"

لیکن اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ پر نہ تو جرمانہ عائد کیا، اور نہ دیت عائد کی، اور نہ کفارہ کا حکم فرمایا، کیونکہ وہ متأول تھے، اورانہوں نے اس کلمے کو کہنے والے آدمی کے قتل کے جائز ہونے کا گمان کرلیا تھا، چونکہ آپ کا گمان یہ تھا کہ اس شخص نے یہ کلمہ جان بچانے کے لیے کہا ہے۔

پس اسی طریقے سے اسلاف میں سے بعض نے بعض کے ساتھ قتال کیا، مثلاً اہلِ جمل نے اور اہلِ صفین نے، اوران کے مثل دوسرے حضرات نے، لیکن وہ تمام حضرات مسلم اور مومن ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "**وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله فإن فاء ت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين**" مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا کہ وہ آپس میں قتال کرنے اور ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کرنے کے باوجود بھائی بھائی ہیں، مومن ہیں، اوران کو آپس میں عدل کے ساتھ اصلاح کرنے کا حکم فرمایا۔

اوراسی وجہ سے سلف ایک دوسرے سے قتال کرنے کے باوجود، دین کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، کفار کی طرح، ایک دوسرے سے عداوت نہیں رکھتے تھے، اسی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی گواہی کو قبول کرتے تھے، اور وہ ایک دوسرے سے علم حاصل کرتے تھے، اور ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے، اور

ایک دوسرے سے نکاح کرتے تھے، اور وہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ مسلمانوں والے معاملات کیا کرتے تھے، باوجودیکہ ان کے درمیان قتال اور تلاعن وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری تھا، اور صحیح حدیث میں یہ بات مذکور ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ دعاء کی کہ آپ کی امت قحط سالی کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے اس دعاء کو قبول فرمالیا'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء بھی کی کہ ان پر، ان کے علاوہ دشمنوں کو مسلط نہ کیا جائے، اس دعاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ایک دعاء یہ کی کہ ''ان کے درمیان آپس میں جدال وقتال نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دعاء کو قبول نہیں فرمایا'' اور اس بات کی خبر دی کہ اللہ ان پر، ان کے علاوہ ایسے دشمن کو تو مسلط نہیں فرمائے گا کہ وہ تمام مغلوب ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں، اور ایک دوسرے کو قید کریں، اور صحیحین میں یہ حدیث موجود ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا کہ ''**قل ھو القادر علی أن یبعث علیکم عذابا من فوقکم**'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کی ذات سے پناہ چاہتا ہوں ''**او من تحت ارجلکم**'' تو فرمایا کہ میں آپ کی ذات سے پناہ طلب کرتا ہوں ''**اویلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض**'' تو فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں ہلکی ہیں'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی (یعنی اس آخری بات کو ہلکا قرار دیا) حالانکہ اللہ نے اجتماعیت اور آپس میں محبت کا حکم فرمایا ہے، اور بدعت اور اختلاف سے منع فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**إن الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء**'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''تم اپنے اوپر جماعت کو لازم پکڑلو، کیونکہ جماعت کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

’’ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، اور وہ دو افراد سے زیادہ دُور ہوتا ہے‘‘ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ’’شیطان، انسان کا بھیڑیا ہے، جس طریقے سے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے، اور بھیڑیا، اکیلی بکری اور ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری کو کھالیتا ہے‘‘ پس مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں ہو، تو وہ ان کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھے، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، اور مومنوں سے محبت رکھے، اور ان سے عداوت نہ رکھے، اگرچہ بعض مومنوں کو (بدعت اور فسق کی وجہ سے) گمراہ، یا بھٹکنے والا کیوں نہ سمجھے، اور اگر ممکن ہو، تو اس کو ہدایت اور سیدھے راستے کی تعلیم دے، اور اگر یہ بات ممکن نہ ہو، تو حرج نہیں، کیونکہ اللہ، ہر نفس کو اس کی وسعت کے مطابق ہی مکلّف فرماتا ہے، اور جب وہ اس بات پر قادر ہو کہ وہ مسلمانوں کی امامت میں افضل آدمی کو مقرر کرے، تو اسی کو مقرر کرنا چاہیے، اور جب اس بات پر قادر ہو کہ بدعات اور فسق وفجور ظاہر کرنے والے کو منع کر سکے، تو اسے منع کرنا چاہیے، لیکن اگر اس بات پر قادر نہ ہو، تو پھر اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے، جو کتابُ اللہ اور سنتِ نبیؐ اللہ کو زیادہ جانتا ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں زیادہ سبقت لے جانے والا ہو، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ ’’لوگوں کی امامت وہ کرائے، جو ان میں کتابُ اللہ کی زیادہ قرائت کرنے والا ہو، پھر اگر سب لوگ قرائت میں برابر ہوں، تو وہ امامت کرائے، جو سنت کو زیادہ جاننے والا ہو، پھر اگر وہ سنت کے اندر بھی برابر ہوں، تو وہ امامت کرائے، جس نے پہلے ہجرت کی ہو، اور اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں، تو وہ امامت کرائے، جو ان میں زیادہ عمر والا ہو‘‘

اور اگر اس بدعت اور فسق وفجور کا اظہار کرنے والے سے ترکِ تعلق کرنے میں

کوئی مصلحت راجح ہو، تو پھر اس سے ترکِ تعلق کردے، جیسا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین لوگوں سے ترکِ تعلق کیا، جو جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی''

اور جب اس کی اجازت کے بغیر کسی اور (یعنی بدعتی، یا فاسق فاجر وغیرہ) کو امامت کی ذمہ داری سونپ دی جائے، اور اس کے پیچھے نماز کو ترک کرنے میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو، تو اس کی اقتداء میں جمعہ اور جماعت کو فوت کرنا، جہل اور ضلالت میں داخل ہوگا، اور یہ ایک بدعت کی، دوسری بدعت سے تردید کرنے والا شمار ہوگا (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اور مقامات پر بھی اہلِ بدعت کی اقتداء میں نماز کے حکم پر کلام کیا ہے۔ [1]

---

[1] ولو علم المأموم أن الإمام مبتدع يدعو إلى بدعته، أو فاسق ظاهر الفسق، وهو الإمام الراتب الذى لا تمكن الصلاة إلا خلفه، كإمام الجمعة والعيدين، والإمام فى صلاة الحج بعرفة، ونحو ذلك.

فإن المأموم يصلى خلفه عند عامة السلف والخلف، وهو مذهب أحمد والشافعى وأبى حنيفة وغيرهم.

ولهذا قالوا فى العقائد :إنه يصلى الجمعة والعيد خلف كل إمام برا كان أو فاجرا، وكذلك إذا لم يكن فى القرية إلا إمام واحد، فإنها تصلى خلفه الجماعات، فإن الصلاة فى جماعة خير من صلاة الرجل وحده، وإن كان الإمام فاسقا .هذا مذهب جماهير العلماء :أحمد بن حنبل، والشافعى، وغيرهما، بل الجماعة واجبة على الأعيان فى ظاهر مذهب أحمد.

ومن ترك الجمعة والجماعة خلف الإمام الفاجر فهو مبتدع عند الإمام أحمد .وغيره، من أئمة السنة .كما ذكره فى رسالة؟ عبدوس .وابن مالك، والعطار.

والصحيح أنه يصليها، ولا يعيدها، فإن الصحابة كانوا يصلون الجمعة والجماعة خلف الأئمة الفجار، ولا يعيدون كما كان ابن عمر يصلى خلف الحجاج، وابن مسعود وغيره يصلون خلف الوليد بن عقبة، وكان يشرب الخمر حتى إنه صلى بهم مرة الصبح أربعا ثم قال :أزيدكم؟ فقال ابن مسعود :ما زلنا معك منذ اليوم فى زيادة؟ ولهذا رفعوه إلى عثمان.

وفى صحيح البخارى أن عثمان -رضى الله عنه -لما حصر صلى بالناس شخص، فسأل سائل عثمان .فقال :إنك إمام عامة، وهذا الذى يصلى بالناس إمام فتنة .فقال :يا بن أخى، إن الصلاة من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ مفصل عبارت کو بار بار ملاحظہ کر کے بہت سی غلط فہمیوں اور ایک عرصہ سے جاری بے اعتدالیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحسن ما يعمل الناس، فإذا أحسنوا فأحسن معهم، وإذا أساء وا فاجتنب إساء تهم.

ومثل هذا كثير.

والفاسق والمبتدع صلاته في نفسه صحيحة، فإذا صلى المأموم خلفه لم تبطل صلاته، لكن إنما كره من كره الصلاة خلفه لأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجب، ومن ذلك أن من أظهر بدعة أو فجورا لا يرتب إماما للمسلمين، فإنه يستحق التعزير حتى يتوب، فإذا أمكن هجره حتى يتوب كان حسنا، وإذا كان بعض الناس إذا ترك الصلاة خلفه وصلى خلف غيره أثر ذلك حتى يتوب، أو يعزل، أو ينتهي الناس عن مثل ذنبه.

فمثل هذا إذا ترك الصلاة خلفه كان في مصلحة، ولم يفت المأموم جمعة ولا جماعة.

وأما إذا كان ترك الصلاة يفوت المأموم الجمعة والجماعة، فهنا لا يترك الصلاة خلفهم إلا مبتدع مخالف للصحابة -رضي الله عنهم-.

وكذلك إذا كان الإمام قد رتبه ولاة الأمور، ولم يكن في ترك الصلاة خلفه مصلحة، فهنا ليس عليه ترك الصلاة خلفه، بل الصلاة خلف الإمام الأفضل أفضل، وهذا كله يكون فيمن ظهر منه فسق، أو بدعة، تظهر مخالفتها للكتاب والسنة، كبدعة الرافضة، والجهمية، ونحوهم.

ومن أنكر مذهب الروافض وهو لا يصلي الجمعة والجماعة، بل يكفر المسلمين، فقد وقع في مثل مذهب الروافض، فإن من أعظم ما أنكره أهل السنة عليهم تركهم الجمعة والجماعة، وتكفير الجمهور (الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج۲، ص۳۰۷، ۳۰۸، كتاب الصلاة، باب الامامة، الصلاة خلف المرازقة)

فصل وأما "الصلاة خلف المبتدع "فهذه المسألة فيها نزاع؛ وتفصيل .فإذا لم تجد إماما غيره كالجمعة التي لا تقام إلا بمكان واحد، وكالعيدين وكصلوات الحج، خلف إمام الموسم فهذه تفعل خلف كل بر وفاجر باتفاق أهل السنة، والجماعة، وإنما تدع مثل هذه الصلوات خلف الأئمة أهل البدع كالرافضة ونحوهم، ممن لا يرى الجمعة والجماعة إذا لم يكن في القرية إلا مسجد واحد، فصلاته في الجماعة خلف الفاجر خير من صلاته في بيته منفردا؛ لئلا يفضي إلى ترك الجماعة مطلقا.

وأما إذا أمكنه أن يصلي خلف غير المبتدع فهو أحسن، وأفضل بلا ريب .لكن إن صلى خلفه ففي صلاته نزاع بين العلماء .

ومذهب الشافعي، وأبي حنيفة تصح صلاته .وأما مالك وأحمد، ففي مذهبهما نزاع وتفصيل.

وهذا إنما هو في البدعة التي يعلم أنها تخالف الكتاب والسنة، مثل بدع الرافضة والجهمية، ونحوهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''مجموعُ الفتاویٰ'' کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

الرافضة المحضة هم أهل أهواء وبدع وضلال ولا ينبغي للمسلم أن يزوج موليته من رافضي وإن تزوج هو رافضية صح النكاح إن كان يرجو أن تتوب وإلا فترك نكاحها أفضل لئلا تفسد عليه ولده(مجموع الفتاویٰ، ج۳۲ص ۶۱، كتاب النكاح، باب اركان النكاح وشروطه، وسئل عن الرافضة هل تزوج؟)

ترجمہ: ''رافضہ'' خالص اہلِ ھواء، اہلِ بدعت اور اہلِ ضلال ہیں، مسلم کے لیے جائز نہیں کہ وہ رافضی سے نکاح کا رشتہ قائم کرے، لیکن اگر کسی مسلمان نے رافضی عورت سے نکاح کرلیا، تو نکاح صحیح ہوجائے گا، اگر اس رافضی عورت کے توبہ کرنے کی امید ہو، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس سے نکاح نہ کرنا افضل ہے، تاکہ اس کی اولاد کی طرف فساد منتقل نہ ہو (مجموع الفتاویٰ)

آگے متعدد اکابرِ دیوبند کے فتاویٰ جات وعبارات میں بھی اس کے مطابق، ذکر آتا ہے، بلکہ ان حضرات نے مزید احتیاط یہ فرمائی کہ کفریہ عقیدہ ہونے کی صورت میں نکاح منعقد نہ ہونے کا حکم لگایا۔

جبکہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے یہاں یہ تقسیم بھی نہ فرمائی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فأما مسائل الدين التي يتنازع فيها كثير من الناس في هذه البلاد، مثل مسألة الحرف، والصوت ونحوها، فقد يكون كل من المتنازعين مبتدعا، وكلاهما جاهل متأول، فليس امتناع هذا من الصلاة خلف هذا بأولى من العكس، فأما إذا ظهرت السنة وعلمت فخالفها واحد، فهذا هو الذي فيه النزاع، والله أعلم .والحمد لله رب العالمين .وصلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم(الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج۲،ص۳۰۸، ۳۰۹، كتاب الصلاة ،فصل الصلاة خلف المبتدع)

اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شیعہ اور ان کے فرقوں کے عقائد وافکار سے واقف نہیں تھے، کیونکہ انہوں نے شیعہ اور ان کے فرقوں کے عقائد پر تفصیلی کلام کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ من حیث المجموع شیعہ وروافض کو مبتدع سمجھتے ہیں، نہ کہ کافر، اِلَّا یہ کہ کسی متعین شخص، یا اشخاص میں نا قابلِ تاویل کفر کا سبب پایا جائے۔

''مجموعُ الفتاویٰ'' کا چوتھا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

وسبب هذا التنازع تعارض الأدلة فإنهم يرون أدلة توجب إلحاق أحكام الكفر بهم.

ثم إنهم يرون من الأعيان الذين قالوا تلك المقالات من قام به من الإيمان ما يمتنع أن يكون كافرا .

فيتعارض عندهم الدليلان وحقيقة الأمر أنهم أصابهم فى ألفاظ العموم فى كلام الأئمة ما أصاب الأولين فى ألفاظ العموم فى نصوص الشارع كلما رأوهم قالوا :من قال كذا فهو كافر اعتقد المستمع أن هذا اللفظ شامل لكل من قاله ولم يتدبروا أن التكفير له شروط وموانع قد تنتفى فى حق المعين وأن تكفير المطلق لا يستلزم تكفير المعين إلا إذا وجدت الشروط وانتفت الموانع يبين هذا أن الإمام أحمد وعامة الأئمة :الذين أطلقوا هذه العمومات لم يكفروا أكثر من تكلم بهذا الكلام بعينه (مجموع الفتاوى، ج ۱۲، ص ۴۸۷، ۴۸۸، كتاب القرآن كلام الله حقيقة، فصل فى تكفير أهل البدع والأهواء بناء على ما قاولوه، عدم تكفير من يفضلون عليا)

ترجمہ: اوراس اختلاف کا سبب، دلائل کا تعارض ہے، پس وہ (اہلِ علم) بعض دلائل ایسے دیکھتے ہیں، جوایسے افراد کے ساتھ کفر کا حکم وابستہ ہونے کولازم کرتے ہیں،اسی کے ساتھ وہ (اہلِ علم) ان باتوں کے کہنے والے لوگوں میں سے ایسے شخص کوبھی دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایمان کی وہ چیزیں موجود ہیں، جواس کے کافر ہونے سے منع کرتی ہیں۔

اس طرح ان کے نزدیک دونوں دلیلیں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں،اور واقعہ یہ ہے کہ اُن کوائمہ کے کلام میں عام الفاظ کے متعلق وہی بات پہنچی، جو پہلے لوگوں کے متعلق نصوصِ شارع میں، عام الفاظ کے متعلق پہنچی، جب جب بھی انہوں نے لوگوں کودیکھا،تو یہ کہا کہ جوایسا قول کرے،تو وہ کافر ہے،جس کو سننے والے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ لفظ ہر کہنے والے کوشامل ہے،اور یہ غورنہیں کیا کہ اس کوکافرقرار دینے کے لیے کچھ شروط اور موانع ہیں،جن کی بعض اوقات متعین شخص کے حق میں نفی ہوتی ہے،اور مطلق کافر قرار دینا، معین شخص کو کافر قرار دینے کو مستلزم نہیں،مگراسی صورت میں جبکہ شرائط پائی جائیں،اور موانع کی نفی ہو،جس کی اس بات سے وضاحت ہوتی ہے کہ امام احمد اور عام ائمہ، جنہوں نے ان عمومات کا اطلاق کیا ہے،خودان ہی ائمہ نے بعینہ اس طرح کا کلام کرنے والے اکثر متکلمین کی تکفیر نہیں کی (مجموع الفتاویٰ)

’’مجموعُ الفتاویٰ‘‘ کا پانچواں حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پرفرمایا کہ:

’’جہاں تک خوارج، جیسا کہ حروریہ اور رافضہ اوران کے مثل دوسرے فرقوں میں سے اس شخص کے قتل کا تعلق ہے،جس پرقدرت پالی گئی ہو،تواس بارے میں فقہاء

کے دو قول ہیں، امام احمد سے بھی یہی دو روایتیں منقول ہیں، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان میں سے ایسے شخص کا قتل کرنا جائز ہے، جو مثلاً اپنے مذہب کی طرف دعوت دینے والا ہو، یا اسی طرح کا کوئی ایسا شخص ہو، جو فساد کا باعث ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس طرح اور بھی بعض روایات ہیں۔

پس جب ان کا فساد قتل کے علاوہ کسی اور طریقہ سے ختم نہ ہو، تو ان کو قتل کر دیا جائے گا، لیکن ان میں سے ہر ایک کا قتل کرنا واجب نہیں، جب کسی کی طرف سے اس طرح قول ظاہر نہ ہو، یا اس کے قتل کرنے میں راجح مفسدہ ہو، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجی کو قتل نہیں کیا تھا۔

جہاں تک ان لوگوں کی تکفیر اور ان لوگوں کے دائمی جہنم کے مستحق ہونے کا تعلق ہے، تو اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں، امام احمد سے بھی اسی طرح کی دو روایتیں مروی ہیں، اور خوارج اور روافض وغیرہ کے بارے میں یہی دو قول ہیں، اور صحیح قول یہ ہے کہ جن اقوال کا وہ ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف ہے، تو یہ باعثِ کفر ہے اور اسی طرح ان لوگوں کے وہ افعال جو کفار کے افعال کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی باعثِ کفر ہیں، اور میں نے اس کے دلائل دوسرے مقام پر ذکر کر دیے ہیں۔

لیکن ان میں سے کسی متعین شخص پر کفر کا حکم لگانا اور اس پر دائمی جہنم کا حکم لگانا، اس بات پر موقوف ہے کہ کفر کا حکم لگانے کی شرائط ثابت ہوں، اور اس کے موانع منتفی ہوں، اسی وجہ سے وعدہ، وعید اور تکفیر اور تفسیق کی نصوص کا ہم اطلاق کرتے ہیں، لیکن کسی متعین شخص پر اس عام حکم میں داخل ہونے کا حکم نہیں لگاتے، جب تک کہ

کوئی ایسا مقتضی نہ پایا جائے، جس کا کوئی معارض نہ ہو، اور میں نے اس قاعدے کو "قاعدة التكفير" میں تفصیل سے بیان کردیا ہے"۔انتہیٰ۔ [1]

خوارج اور روافض میں سے مفسد لوگوں کے قتل کا حکم تعزیری وسیاسی ہے، جو کفر کو مستلزم نہیں، اور اس کی مزید تفصیل آگے ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کے ضمن میں آتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے اسی قسم کی بات پہلے بھی ذکر کی جا چکی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا باعثِ کفر ہونا، اور اس کی وجہ سے کسی کا کافر ہونا، دو الگ الگ چیزیں ہیں، اور دونوں باتوں کو خلط ملط کرنا غلط فہمی کا سبب ہے۔

یہی غلط فہمی زیرِ بحث مسئلہ میں موجودہ اور قریبی دور کے بعض مخلص اہلِ علم حضرات کو بھی ہوئی۔

---

[1] فأما قتل الواحد المقدور عليه من الخوارج؛ كالحرورية والرافضة ونحوهم :فهذا فيه قولان للفقهاء هما روايتان عن الإمام أحمد .والصحيح أنه يجوز قتل الواحد منهم؛ كالداعية إلى مذهبه ونحو ذلک ممن فيه فساد .فإن النبى صلى الله عليه وسلم قال :(أينما لقيتموهم فاقتلوهم) وقال: (لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد) وقال عمر لصبيغ بن عسل :لو وجدتک محلوقا لضربت الذى فيه عيناک .ولأن على بن أبى طالب طلب أن يقتل عبد الله بن سبأ أول الرافضة حتى هرب منه . ولأن هؤلاء من أعظم المفسدين فى الأرض .فإذا لم يندفع فسادهم إلا بالقتل قتلوا ولا يجب قتل كل واحد منهم إذا لم يظهر هذا القول أو كان فى قتله مفسدة راجحة .ولهذا ترک النبى صلى الله عليه وسلم قتل ذلک الخارجى ابتداء لئلا يتحدث الناس أن محمدا يقتل أصحابه "ولم يكن إذ ذاک فيه فساد عام؛ ولهذا ترک على قتلهم أول ما ظهروا لأنهم كانوا خلقا كثيرا وكانوا داخلين فى الطاعة والجماعة ظاهرا لم يحاربوا أهل الجماعة ولم يكن يتبين له أنهم هم.

وأما تكفيرهم وتخليدهم :ففيه أيضا للعلماء قولان مشهوران :وهما روايتان عن أحمد .والقولان فى الخوارج والمارقين من الحرورية والرافضة ونحوهم.

والصحيح أن هذه الأقوال التى يقولونها التى يعلم أنها مخالفة لما جاء به الرسول كفر وكذلک أفعالهم التى هى من جنس أفعال الكفار بالمسلمين هى كفر أيضا .وقد ذكرت دلائل ذلک فى غير هذا الموضع.

لكن تكفير الواحد المعين منهم والحكم بتخليده فى النار موقوف على ثبوت شروط التكفير وانتفاء موانعه .فإنا نطلق القول بنصوص الوعد والوعيد والتكفير والتفسيق ولا نحكم للمعين بدخوله فى ذلک العام حتى يقوم فيه المقتضى الذى لا معارض له .وقد بسطت هذه القاعدة فى " قاعدة التكفير(مجموع الفتاوى، لابن تيمية، ج٢٨، ص ٤٩٩ الى ٥٠١، كتاب الفقه،الجزء الثامن: الجهاد، السياسة الشرعية،قتل الواحد المقدور عليه من الخوارج؛ كالحرورية والرافضة ونحوهم)

اور غیر نبی میں اخلاص اور خطاء کا اجتماع، عین ممکن ہے، کسی غیر نبی، یا متقی بزرگ وصاحبِ علم کو معصوم سمجھنا درست نہیں۔

”الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیة“ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ کے ”الفتاویٰ الکبریٰ“ میں ہے:

والشيعة هم ثلاث درجات، شرها الغالية الذين يجعلون لعلى شيئا من الإلهية أو يصفونه بالنبوة، وكفر هؤلاء بين لكل مسلم يعرف الإسلام، وكفرهم من جنس كفر النصارى من هذا الوجه، وهم يشبهون اليهود من وجوه أخرى .

والدرجة الثانية :وهم الرافضة المعروفون، كالإمامية وغيرهم، الذين يعتقدون أن عليا هو الإمام الحق بعد النبى -صلى الله عليه وسلم -بنص جلى أو خفى وأنه ظلم ومنع حقه، ويبغضون أبا بكر وعمر ويشتمونهما، وهذا هو عند الأئمة سيما الرافضة وهو بغض أبى بكر وعمر وسبهما.

والدرجة الثالثة :المفضلة من الزيدية وغيرهم، الذين يفضلون عليا على أبى بكر وعمر، ولكن يعتقدون إمامتهما وعدالتهما ويتولونهم ، فهذه الدرجة وإن كانت باطلة، فقد نسب إليها طوائف من أهل الفقه والعبادة، وليس أهلها قريبا ممن قبلهم،بل هم إلى أهل السنة أقرب منهم إلى الرافضة؛ لأنهم ينازعون الرافضة فى إمامة الشيخين وعدلهما وموالاتهما، وينازعون أهل السنة فى فضلهما على على -والنزاع الأول أعظم، ولكن هم

المرقاة التی تصعد منه الرافضة فهم لهم باب (الفتاوی الکبری لابن تیمیة، ج٦، ص ٣٦٩، ٣٧٠، کتاب فی الرد علی الطوائف الملحدة والزنادقة)

ترجمہ: شیعہ کے تین درجات ہیں، جن میں شریر ترین درجہ ان غالی لوگوں کا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے الوہیت کا کوئی حصہ قرار دیتے ہیں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبوت کے ساتھ متصف کرتے ہیں، اور ہر اس مسلمان کے لیے، جو اسلام کی معرفت رکھتا ہو، ان لوگوں کا کفر واضح ہے، اور ان لوگوں کا کفر، اس حیثیت سے نصاریٰ کے کفر کی جنس سے تعلق رکھتا ہے، اور وہ دوسری جہات سے یہود کی مشابہت رکھتے ہیں۔

اور شیعہ کا دوسرا درجہ وہ ہے، جو رافضیوں کے نام سے معروف ہے، جیسا کہ ''امامیہ'' اور ان کے علاوہ، وہ لوگ جو اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ نصِ جلی، یا خفی کی رُو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی امامِ حق ہیں، اور یہ کہ انھوں نے ظلم کیا، اور اپنے حق سے منع کیا، اور یہ لوگ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں، اور ان کو سب وشتم کرتے ہیں، اور ائمہ حضرات کے نزدیک رافضہ یہی ہیں، جو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں، اور ان کو سب وشتم کرتے ہیں۔

اور شیعہ کا تیسرا درجہ ''زیدیہ'' اور ان کے علاوہ دوسرے ''تفضیلیہ'' کا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں، لیکن وہ شیخین کی امامت اور عدالت کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور ان سے محبت بھی رکھتے ہیں، اور یہ درجہ بھی اگرچہ اہلِ سنت کے نزدیک باطل ہے، لیکن اس کے باوجود اس درجے کی طرف اہلِ فقہ اور اہلِ عبادت کی کئی جماعتیں منسوب ہیں، اور اس درجے کے منسلک لوگ اپنے سے پہلے درجے والوں کے قریب نہیں ہیں،

بلکہ وہ روافض کے مقابلہ میں اہلُ السنۃ کے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ یہ لوگ روافض سے شیخین کی امامت اوران کی عدالت اوران سے محبت میں اختلاف رکھتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ وہ اہلِ سنت کے ساتھ شیخین کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت سے اختلاف رکھتے ہیں، لیکن پہلا اختلاف زیادہ شدید ہے، البتہ یہ (تیسری قسم کے) لوگ سیڑھی ہیں، جس سے روافض چڑھ کر جاتے ہیں، پس شیعوں کا یہ درجہ مذکورہ روافض کے لیے دروازہ ہے (الفتاویٰ الکبریٰ)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ تیمیہ نے شیعہ کی تین اقسام ذکر فرمائی ہیں، اوران میں سے صرف پہلی قسم کے لوگوں کو کافر قرار دیا ہے، اور باقی فرقوں کو گمراہی میں ایک دوسرے سے، بڑھا ہوا قرار دیا ہے، لیکن ان کی تکفیر نہیں کی۔

تیسرے درجے کے شیعوں کی عدمِ تکفیر تو واضح ہے، جہاں تک دوسرے درجے کے شیعوں کا تعلق ہے، ان کی تکفیر میں اختلاف ہے، اور راجح عدمِ تکفیر ہے، اور جو بعض فقہاء کے کلام میں تکفیر کا ذکر ہے، اس سے ''لزومِ کفر'' مراد ہے ''التزامِ کفر'' مراد نہیں، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے خود دوسرے مقامات پر اس کی تصریح فرمادی ہے۔

''الصارمُ المسلول علیٰ شاتم الرسول'' کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور تالیف ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول'' میں فرمایا کہ:

''روافض میں سے جس کے سب وشتم کے ساتھ یہ دعویٰ بھی شامل ہو کہ علی رضی اللہ عنہ الٰہ تھے، یا اصل نبی وہی تھے، اور جبریل نے رسالت میں غلطی کی، تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ جو ایسے شخص کی تکفیر میں توقف کرے، اس کے کفر میں بھی شک نہیں، اور اسی طرح سے اس شخص کا حکم بھی ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کی کچھ آیات کم کردی گئی ہیں، اور چھپالی گئی ہیں، یا اس طرح کا عقیدہ ہو کہ

قرآن کی ایسی خفیہ تاویلات ہیں، جن کی وجہ سے شرعی عمل ساقط ہو جاتے ہیں، یا اسی طرح کا کوئی اور عقیدہ ہو، یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے، جن کو ''قرامطہ'' اور ''باطنیہ'' کہا جاتا ہے، اور ان ہی میں سے ''تناسخیہ'' بھی ہیں، ان لوگوں کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔

لیکن ان لوگوں کا صحابۂ کرام پر اس طرح سے سب وشتم کرنا کہ جو صحابہ کرام کی عدالت اور دین میں ردوقدح کا باعث نہ ہو، مثلاً بعض صحابہ کرام کو بخل، یا بزدلی، یا قلتِ علم، یا عدمِ زہد وغیرہ سے متصف کرنا، تو اس طرزِ عمل کی وجہ سے تادیب و تعزیر وغیرہ کا مستحق ہو جاتا ہے، لیکن صرف اس طرزِ عمل کی وجہ سے ہم اس کے کفر کا حکم نہیں لگاتے، اور اہلِ علم حضرات میں سے جنہوں نے تکفیر نہیں کی، ان کا قول اسی صورت پر محمول ہے۔

اور جو شخص علی الاطلاق صحابۂ کرام پر لعنت کرے اور ان کی علی الاطلاق برائی بیان کرے، تو اس کا کفر مختلف فیہ ہے، کیونکہ اس کا حکم لعنتِ غیظ اور لعنتِ اعتقاد کے درمیان متردد ہوتا ہے۔

اور جو شخص اس طرزِ عمل سے تجاوز کرے، یہاں تک کہ یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، صحابۂ کرام ''مرتد'' ہو گئے تھے، سوائے چند افراد کے، جن کی تعداد دس افراد تک بھی نہیں پہنچتی، یا یہ عقیدہ رکھے کہ اکثر صحابۂ کرام فاسق تھے، تو اس کے کفر میں بھی کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس میں قرآن مجید کے متعدد مقامات پر بیان کیے ہوئے حکم کی تکذیب پائی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ کے اُن سے راضی ہونے، اور ان کی قرآن میں تعریف کرنے کے، بلکہ جو اس طرح کے شخص کے کفر میں شک کرے، وہ بھی اس کے مثل ہے، کیونکہ اس کا کفر متعین ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس قول کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن اور سنت کو نقل کرنے والے

لوگ، کافر یا فاسق تھے، اور یہ امت، جو کہ خیرِ امت ہے، اور اس کا سب سے بہترین زمانہ ”پہلا زمانہ“ ہے، تو وہ اکثر ”کافر“ یا ”فاسق“ تھے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ امت شر والی امت ہے، اور اس امت کے ابتدائی لوگ ہی شریر ترین لوگ ہیں، اور اس بات کا کفر ہونا، دینِ اسلام سے لازمی طور پر معلوم ہوتا ہے۔

اور خلاصہ یہ کہ سب وشتم کرنے والے بعض لوگ ایسے ہیں، جن کے کفر میں کوئی شک نہیں، اور بعض وہ ہیں، جن کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور بعض وہ ہیں، جن کے کفر میں تردد ہے، اور یہ اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں ہے، ہم نے ان مسائل کو زیرِ بحث مسئلے کی تتمیم کے طور پر ذکر کردیا ہے“۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] فصل:فی تفصیل القول فیهم.

أما من اقترن بسبه دعوى أن عليا إله أو أنه كان هو النبى وإنما غلط جبريل فى الرسالة فهذا لاشک فى كفره بل لاشک فى كفر من توقف فى تكفيره.

وكذلک من زعم منهم أن القرآن نقص منه آيات وكتمت أو زعم أن له تأويلات باطنة تسقط الأعمال المشروعة ونحو ذلک وهؤلاء يسمون القرامطة والباطنية ومنهم التناسخية وهؤلاء لا خلاف فى كفرهم.

وأما من سبهم سبا لا يقدح فى عدالتهم ولا فى دينهم مثل وصف بعضهم بالبخل أو الجبن أو قلة العلم أو عدم الزهد ونحو ذلک فهذا هو الذى يستحق التأديب والتعزير ولا نحكم بكفره بمجرد ذلک وعلى هذا يحمل كلام من لم يكفرهم من أهل العلم.

وأما من لعن وقبح مطلقا فهذا محل الخلاف فيهم لتردد الأمر بين لعن الغيظ ولعن الاعتقاد.

وأما من جاوز ذلک إلى أن زعم أنهم ارتدوا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا نفرا قليلا لا يبلغون بضعة عشر نفسا أو أنهم فسقوا عامتهم فهذا لا ريب أيضا فى كفره فإنه مكذب لما نصه القرآن فى غير موضع :من الرضى عنهم والثناء عليهم بل من يشک فى كفر مثل هذا فإن كفره متعين فإن مضمون هذه المقالة أن نقلة الكتاب والسنة كفار أو فساق وأن هذه الأمة التى هى : (كنتم خير أمة أخرجت للناس) وخيرها هو القرن الأول كان عامتهم كفارا أو فساقا ومضمونها أن هذه الأمة شر الأمم وأن سابقى هذه الأمة هم شرارها وكفر هذا مما يعلم بالاضطرار من دين الإسلام .

ولهذا تجد عامة من ظهر عنه شىء من هذه الأقوال فإنه يتبين أنه زنديق وعامة الزنادقة إنما يستترون بمذهبهم وقد ظهرت لله فيهم مثلات وتواتر النقل بأن وجوههم تمسخ خنازير فى المحيا والممات وجمع العلماء ما بلغهم فى ذلک وممن صنف فيه الحافظ الصالح أبو عبد الله محمد بن عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کسی فرقے کی تعیین کیے بغیر یہ کہنا کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، وہ کافر ہے، یہ ''تکفیرِ غیر معین'' ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی ''الصارمُ المسلول'' کی عبارت میں ''قرامطہ'' اور ''باطنیہ'' کے علاوہ کسی فرقے کی تعیین کے بغیر کفریہ عقیدہ کی بنیاد پر ''تکفیر'' کا حکم مذکور ہے۔

جبکہ تمام اہلِ تشیع، یا اہلِ تشیع کے تمام فرقوں، یا اُن کے کسی مخصوص فرقے کی تکفیر، کرنا ''معین تکفیر'' میں داخل ہے، اس کو غیر معین کی تکفیر سمجھنا درست نہیں۔

یہ ملحوظ رہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کا قول تمام اہلِ تشیع کا نہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منھاجُ السنة'' میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کا قول شیعوں کے ''فرقۂ کاملیہ'' کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کا قول غالی شیعوں کے ''فرقۂ کاملیہ'' کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناعشریہ'' میں فرماتے ہیں کہ:

یہ (فرقۂ کاملیہ کے) لوگ صحابہ کو کافر کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الواحد المقدسی کتابه فی النهی عن سب إلا صحاب وما جاء فیه من الإثم والعقاب.

وبالجملة فمن أصناف السابة من لا ریب فی کفره ومنهم من لا یحکم بکفره ومنهم من تردد فیه ولیس هذا موضع الاستقصاء فی ذلک وإنما ذکرنا هذه المسائل لأنها فی تمام الکلام فی المسألة التی قصدنا لها.

فهذا ما تیسر من الکلام فی هذا الباب ذکرنا ما یسره الله واقتضاه الوقت والله سبحانه یجعله لوجهه خالصا وینفع به ویستعملنا فیما یرضاه منم القول والعمل.

والحمد لله رب العالمین وصلى الله على سیدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسلیما کثیرا کثیرا(الصارم المسلول على شاتم الرسول، ص٥٨٦، ٥٨٧، المسألة الرابعة :فی بیان السب المذکور والفرق بینه وبین مجرد الکفر، فصل:فی تفصیل القول فیهم)

[1] الکاملیة -أصحاب أبی کامل -فإنهم أکفروا . الناس بترک الاقتداء به، وأکفروا علیا بترک الطلب، وأنکروا الخروج . على . أئمة الجور، وقالوا :لیس یجوز ذلک دون الإمام المنصوص على إمامته، وهم سوى الکاملیة أربع وعشرون فرقة(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج٣، ص٤٧٢، ٤٧٣، الفصل الثانی، فصل قول الرافضی "الوجه الثانی فی وجوب اتباع مذهب الإمامیة أنها الفرقة الناجیة "والرد علیه)

اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، اور تماشا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنا جائز حق کیوں چھوڑا، اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کے نزدیک انتقال وحلول روحِ الٰہی کے لیے ایمان بھی شرط نہیں، ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر ممکن نہیں تھی (تحفۂ اثناءعشریہ، ص ۴۱، باب اول "شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا" غالی شیعوں کے چوبیس فرقے، ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اور بھی متعدد حضرات نے "فرقۂ کاملیہ" کے اس عقیدہ کا ذکر کیا ہے، اور بعض نے ان کی تکفیر کی بھی تصریح کی ہے۔ [1]

---

[1] قال يحيى بن أبي الخير بن سالم العمراني اليمني الشافعي (المتوفى: 558 هـ) :
وعلى أن فرقة من الرافضة يقال لهم الكاملية كفروا خلقاً من الصحابة -رضي الله عنهم-، وكفروا علياً معهم(الانتصار في الرد على المعتزلة القدرية الأشرار، ج٣، ص ٨٣٢، فصل: اختلف الناس في الإمامة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم)
وقال عبدالقاهر البغدادى(المتوفى: 429 هـ) :
هؤلاء الامامية المخالفة للزيدية والكيسانية والغلاة خمس عشرة فرقة كاملية ومحمدية وباقرية وناوسية وشميطية وعمارية واسماعيلية ومباركية وموسوية وقطعية واثنى عشرية وهشامية وزرارية ويونسية وشيطانية.
ذكر الكاملية منهم هؤلاء أتباع رجل من الرافضة كان يعرف بأبى كامل وكان يزعم أن الصحابة كفروا بتركهم بيعة على وكفر على بتركه قتالهم وكان يلزمه قتالهم كما لزمه قتال اصحاب صفين وكان بشار بن برد الشاعر الأعمى على هذا المذهب وروى انه قيل له ما تقول فى الصحابة قال كفروا فقيل له فما تقول فى على فتمثل بقول الشاعر:
وما شر الثلاثة ام عمر.....بصاحبك الذى لا تصبحينا
وحكى أصحاب المقالات عن بشار أنه ضم الى ضلالته فى تكفير الصحابة وتكفير على معهم ضلالتين أخريين :
إحداهما قوله يرجع برجعة الاموات الى الدنيا قبل يوم القيامة كما ذهب اليه اصحاب الرجعة من الرافضة(الفَرق بين الفِرق، لعبد القاهر البغدادى، ص ٣٨، ٣٩، الباب الثالث من أبواب هذا الكتاب فى بيان تفصيل مقالات فرق الاهواء الخ، الفصل الاول من فصول هذا الباب فى بيان مقالات فرق الرفض)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم بعض حضرات نے اس فرقہ کے حضرت علی کی تکفیر کی وجہ سے اہلِ تشیع سے خارج ہونے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أكفر هؤلاء الكاملية من وجهين أحدهما من جهة تكفيرها جميع الصحابة من غير تخصيص والثانى من جهة تفضيلها النار على الارض وقد ذكرنا بعض فضائح بشار بن برد وقد فعل الله به ما استحقه وذلك أنه هجا المهدى فأمر به حتى غرق فى دجلة ذلك له خزى فى الدنيا ولأهل ضلالته فى الآخرة عذاب أليم(الفَرق بين الفِرق، لعبد القاهر البغدادى،ص ۴۲،الباب الثالث من أبواب هذا الكتاب فى بيان تفصيل مقالات فرق الاهواء الخ، الفصل الاول من فصول هذا الباب فى بيان مقالات فرق الرفض)

وقال القاضى عياض(المتوفى:544 هـ) :

وكذلك نقطع بتكفير كل قائل قال قولا يتوصل به إلى تضليل الأمة وتكفير جميع الصحابة كقول الكميلية من الرافضة بتكفير جميع الأمة بعد النبى صلى الله عليه وسلم إذ لم تقدم عليا وكفرت عليا إذ لم يتقدم ويطلب حقه فى التقديم (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، للقاضى عياض، ج۲ص ۲۸۶، الباب الثالث فى حكم من سب الله تعالى وملائكته وأنبيائه وكتبه وآل النبى صلى الله عليه وسلم وأزواجه وصحبه،فصل فى بيان ما هو من المقالات كفر وما يتوقف أو يختلف فيه وما ليس بكفر)

وقال الشهرستانى (المتوفى:548 هـ) :

الكاملية:أصحاب أبى كامل .أكفر جميع الصحابة بتركها بيعة على رضى الله عنه. وطعن فى على أيضا بتركه طلب حقه، ولم يعذره فى القعود .قال: وكان عليه أن يخرج ويظهر الحق .على أنه غلا فى حقه وكان يقول: الإمامة نور يتناسخ من شخص إلى شخص،وذلك النور فى شخص يكون نبوة، وفى شخص يكون إمامة .وربما تتناسخ الإمامة فتصير نبوة .وقال بتناسخ الأرواح وقت الموت.

والغلاة على أصنافها كلهم متفقون على التناسخ والحلول .ولقد كان التناسخ مقالة لفرقة فى كل ملة تلقوها من المجوس المزدكية، والهند البرهمية، ومن الفلاسفة، والصابئة ومذهبهم أن الله تعالى قائم بكل مكان، ناطق بكل لسان، ظاهر فى كل شخص من أشخاص البشر، وذلك بمعنى الحلول.

وقد يكون الحلول بجزء، وقد يكون بكل .أما الحلول بجزء، فهو كإشراق الشمس فى كوة، أو كإشراقها على البلور.

أما الحلول بكل فهو كظهور ملك بشخص، أو شيطان بحيوان.

ومراتب التناسخ أربع: النسخ، والمسخ, والفسخ، والرسخ .وسيأتى شرح ذلك عند ذكر فرقهم من المجوس على التفصيل .وأعلى المراتب مرتبة الملكية أو النبوة. وأسفل المراتب الشيطانية أو الجنية.

وهذا أبو كامل كان يقول بالتناسخ ظاهرا من غير تفصيل مذهبهم(الملل والنحل، للشهرستانى، ج ا ص ۱۷۴، ۱۷۵، الباب الأول:المسلمون، الفصل السادس:الشيعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کا حکم لگایا ہے، کیونکہ حضرت علی پر ہی شیعت کا مدار ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الرازی(المتوفی:606 ھـ) :

الکاملیة:أتبا ع أبی کامل وهم یزعمون أن الصحابة کلهم کفروا لما فوضوا الخلافة الی أبـی بکر وکفر علی أیضا حیث لم یحارب أبا بکر(اعتقاد فرق المسلمین والمشرکین، لفخر الدین الرازی،ص ٦٠،الباب الثالث: الروافض،الحادی الحادیة عشرة الکاملیة)

ویقول الصفدی(المتوفی:764 ھـ) :

الـکـامـلیة فـرقة من الرافضة یتبعون رجلا کان یعرف بأبی کامل کان یزعم أن الصحابة کفروا بترکهم بیعة علی نب أبی طالب وکفر علی بترکه قتالهم

وکـان یـلـزم عـلیـا قتـالهـم کـما لزمه قتال أصحاب الجمل وصفین وکان بشار بن برد الأعمی الشاعر علی هذا المذهب

وروی أنـه قیل له ما تقول فی الصحابة قال کفروا قیل له فما تقول فی علی بن أبی طالب فـأنشـد: ومـا شـر الثلاثة أم عمرو.....بصاحبک الذی لا تصبحینا(الوافی بالوفیات، للصفدی، ج۲۴ ص۲۳۸، حرف الکاف)

وقال محمد بن أحمد بن سالم السفارینی الحنبلی(المتوفی:1188 ھـ) :

الـکـامـلیة وهـم أتبـا ع أبی کامل، قالوا بکفر الصحابة – رضی الله عنهم – بترک بیعة علی، وبکفر علی – رضی الله عنه – بترک طلب حقه، ویعتقدون التناسخ، وأن الإمامة نـور یتـنـاسـخ، وقـد یصیر فی شخص نبوة(لوامع الأنوار البهیة وسواطع الأسرار الأثریة لشـرح الـدرة المضیة فی عقد الفرقة المرضیة، ج ١ ص ٨١، المقدمة فی ترجیح مذهب السلف علی غیره من سائر المذاهب،تنبیهات خاصة بالفرق،التنبیه الأول تعداد الفرق، فرقة الشیعة)

وقال النوبختی والقمی وهما من علماء القرن الثالث:

وشـذت فـرقة من بینهم یقال لها الکاملیة، فأکفرت علیا علیه السلام ،وجمیع أصحاب رسـول الـلـه صـلـی الـلـه عـلیه وآله وسلم؛ أکفروا علیا بترکه الوصیة وتخلیته الولایة، وتـرکـه القتال علی ما عهد إلیه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ، وزعموا أنه أسلم بـعـد کـفـره لما حارب معاویة وقاتله، وأسلم (من) قـاتـل معه ،وکفر الباقون .وأکفروا الصحابة بقعودهم عن الحق ،وإخراجهم علیا عن حقه وولایته ،ووقوفهم علیه ،وترکهم نصرته .فـالـجمیع عندهم کفار، وعلی علیه السلام ثابت،راجع إلی الإسلام، وکذلک مـن قـاتـل مـعـه مـعـاویة ومـن تبـعه(فرق الشیعة، للحسن بن موسی النوبختی وسعد بن عبدالـلـه الـقـمـی، ص۲۸، اصـول الـفـرق الـکـامـلیة سـلـمـان الغفـاری المقداد، الناشر:دارالرشید القاهرة،الطبعة الاولیٰ ۱۴۱۲ھـ- ۱۹۹۲م)

[1] قال أحمد فرج الله :

وهؤلاء أصحاب رجل لا یعرفه المؤلفون إلا بکنیته :أبی کامل دون أن یضیفوا .أما من أبو کامل هذا ، ما اسمه لقبه ماذا کان نشاطه .فی أی البلاد ولد وفی أی عصر وأین

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ قیم کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد، علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے ''الطرقُ الحکمیة'' میں اہلِ بدعت کی تین قسمیں اور ان کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے پر کلام کیا ہے، اور روافض کو اہلِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كانت وفاته ومتى .فهى أمور لا يعرض لها المؤلفون ، مع أنهم يكتبون عن رئيس فرقة يؤرخون لها ولعقيدتها ويمنحونها اسما خاصا بها وهم يعدون فرق الغلاة من الشيعة.
وسواء صح وجود هذا (الأبى كامل) أم لم يصح ، فالكاملية تمثل نموذجاً آخر للفرق التى يدعوها المؤلفون فى العقائد بـ (غلاة الشيعة) . ولن أطيل الحديث فى هذه الفرقة ولن أحتاج إليه فقد كفانى ذلك ما أورده المؤلفون أنفسهم من أن الكاملية يقولون بتكفير على بن أبى طالب .ولا أدرى فيم غلو الغلاة أفى حب على أم فى بغضه وتكفيره ؟ !وإذا كان الشيعة يرفضون أن يضاف إليهم ـ حتى مع قيد الغلاة ـ من يؤلهون عليا فهل سيقبلون بأن يكون منهم من يكفره ؟ ولن يبرر موقف المؤلفين من هذه الفرقة ، ولن يسمح لها بمكان بين الغلاة أو إضافتها إليهم ، ان تكفيرهم لعلى كان كما يقول أولئك المؤلفون بسبب سكوته وتركه قتال الصحابة الذين كفروا بترك بيعته .ماذا سيكون الهذيان غير هذا أو دون هذا ؟ كيف تقول عن فرقة انها غالية ـ يعنى فى على ـ ثم تقول انها تكفره لأى سبب كان تكفيره .لو جعل المؤلفون الكاملية من فرق الخوارج لعذرناهم ولكانوا أقرب الى الحق والمنطق .وعلى كل فهذا ما يقوله المؤلفون أعرضه هنا ولكننى لا أملك تغييره(تأريخ جديد للتأريخ،على هامش الفرق الإسلامية، لأحمد فرج الله،ص ۱۲۴ ،فرق الرافضة، الكاملية ،نشر إليكترونياً وأخرج فن ياً برعاية وإشراف شبكة الإمامين الحسنين للتراث والفكر الإسلامى)

ويقول جعفر السبحانى :

أنّ عد فرقة من المذاهب الاِسلامية مشروط بوجود المقسم فى القسم فلو لم يشم القسم رائحة المقسم فلا يصح عدّه قسماً منه، فإنّ التشيع بالمعنى الاصطلاحى هو الاعتقاد بأنّ علياً عليه السلام هو المنصوب للقيادة بعد رحيل الرسول الاكرم صلى الله عليه وآله وسلم ، ومعنى ذلك لزوم متابعته والاقتفاء بأثره، وأنّه الرجل الاَمثل والاَفضل بعد رسول اللّه صلى الله عليه وآله وسلم ، فإذا كان الرجل مبغضاً ومكفّراً لعلى وإن كان مكفّراً لسائر الخلفاء ، فهل يصح عدّه من الشيعة وعدّ مذهبه فرقة من فرق الشيعة الاِمامية؟(بحوث فى الملل والنحل، لجعفر السبحانى، ج۷ص۴۷، القسم الاول، الفصل الاول، فرق الشيعة بين الصحة والاختلاق،قالوا: منهم الكاملية ، الناشر: مؤسسة الامام الصادق، قم، ايران، الطبعة الثانى، ۱۴۲۸ هـ)

بدعت میں شمار کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

فأما أهل البدع الموافقون لأهل الإسلام، ولكنهم مخالفون فی بعض الأصول -كالرافضة والقدرية والجهمية وغلاة المرجئة ونحوهم.

فهؤلاء أقسام:

أحدها :الجاهل المقلد الذی لا بصيرة له، فهذا لا يكفر ولا يفسق، ولا ترد شهادته، إذا لم يكن قادرا على تعلم الهدى، وحكمه حكم المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا، فأولئک عسى الله أن يعفو عنهم، وكان الله عفوا غفورا.

القسم الثانی :المتمكن من السؤال وطلب الهداية، ومعرفة الحق، ولكن يترک ذلک اشتغالا بدنياه ورياسته، ولذته ومعاشه وغير ذلک، فهذا مفرط مستحق للوعيد، آثم بترک ما وجب عليه من تقوى الله بحسب استطاعته، فهذا حكمه حكم أمثاله من تاركی بعض الواجبات، فإن غلب ما فيه من البدعة والهوى على ما فيه من السنة والهدى :ردت شهادته، وإن غلب ما فيه من السنة والهدى :قبلت شهادته.

القسم الثالث :أن يسأل ويطلب، ويتبين له الهدى، ويتركه تقليدا وتعصبا، أو بغضا أو معاداة لأصحابه، فهذا أقل درجاته :أن يكون فاسقا، وتكفيره محل اجتهاد وتفصيل، فإن كان معلنا داعية :

ردت شهادته وفتاويه وأحكامه، مع القدرة على ذلک، ولم تقبل له شهادة، ولا فتوى ولا حكم، إلا عند الضرورة، كحال غلبة هؤلاء واستيلائهم، وكون القضاة والمفتين والشهود منهم، ففي رد شهادتهم وأحكامهم إذ ذاک فساد كثير، ولا يمكن ذلک، فتقبل للضرورة.

وقد نص مالک -رحمه الله -على أن شهادة أهل البدع -كالقدرية والرافضة ونحوهم -لا تقبل، وإن صلوا صلاتنا، واستقبلوا قبلتنا.

قال اللخمي :وذلک لفسقهم، قال :ولو كان ذلک عن تأويل غلطوا فيه .فإذا كان هذا ردهم لشهادة القدرية -وغلطهم إنما هو من تأويل القرآن كالخوارج -فما الظن بالجهمية الذين أخرجهم كثير من السلف من الثنتين والسبعين فرقة؟ وعلى هذا، فإذا كان الناس فساقا كلهم إلا القليل النادر :قبلت شهادة بعضهم على بعض، ويحكم بشهادة الأمثل من الفساق فالأمثل، هذا هو الصواب الذى عليه العمل، وإن أنكره كثير من الفقهاء بألسنتهم، كما أن العمل على صحة ولاية الفاسق، ونفوذ أحكامه، وإن أنكروه بألسنتهم (الطرق الحكمية،ص ۱۴۶، ۱۴۷،فصل فی الطرق التی يحكم بها الحاكم،فصل الطريق السادس عشر فی الحكم بشهادة الفساق وذلک فی صور)

ترجمہ: جہاں تک اُن اہلِ بدعت کا تعلق ہے، جو مسلمانوں کے موافق ہیں، لیکن بعض اصول میں مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں، جیسا کہ رافضہ، قدریہ اور جہمیہ، اور غالی مرجئہ وغیرہ۔

تو ان کی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم اس جاہل مقلد کی ہے، جس کو بصیرت حاصل نہ ہو۔

تو اس کو نہ کافر قرار دیا جائے گا، اور نہ فاسق قرار دیا جائے گا، اور نہ اس کی گواہی کو رَد کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ ہدایت کی تعلیم حاصل کرنے پر قادر نہ ہو۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا مصداق ہے "**المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا، فأولئک عسى الله أن يعفو عنهم، وكان الله عفوا غفورا**"۔

اور دوسری قسم اس شخص کی ہے، جو سوال اور ہدایت کو طلب کرنے، اور حق کی معرفت پر قادر ہو، لیکن وہ اپنی دنیا اور اپنے عہدے اور اس کی لذت، اور معاش وغیرہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے، اس کو ترک کردے۔

تو یہ زیادتی کرنے والا ہے، وعید کا مستحق ہے، جو اس کی حسبِ استطاعت اللہ کا تقویٰ واجب ہے، وہ اس کو ترک کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہے۔

پس اس کا حکم، اس جیسے لوگوں کا حکم ہے، جو بعض واجبات کو ترک کرنے والے ہوتے ہیں، تو اگر اس میں بدعت اور ھویٰ کا غلبہ ہو، اور سنت و ہدایت سے دوری ہو، تو اس کی شہادت کو رَد کردیا جائے گا، اور اگر اس میں سنت و ہدایت کا غلبہ ہو، تو اس کی شہادت کو قبول کرلیا جائے گا۔

تیسری قسم اس شخص کی ہے، جو سوال کرے، اور طلب رکھے، اور اس کے لیے ہدایت واضح ہوجائے، لیکن وہ اس ہدایت والے لوگوں سے تقلید اور تعصب، یا بغض وعداوت کی وجہ سے اس کو ترک کردے، پس یہ کم از کم درجہ میں فاسق ہے، اور اس کو کافر قرار دینا، اجتہاد اور تفصیل کا محتاج ہے، پس اگر یہ واضح طور پر دعوت دینے والا ہو، تو اس کی شہادت کو رَد کردیا جائے گا، اور اس کے فتاویٰ اور فیصلوں کو قادر ہونے کی صورت میں رَد کردیا جائے گا، اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے

گی، اور نہ ہی اس کا کوئی فتویٰ اور فیصلہ قبول کیا جائے گا، سوائے ضرورت کے، جیسا کہ ان لوگوں کے غلبے اور تسلط حاصل کرنے کی حالت میں، اور قاضی اور مفتی اور گواہ ان میں سے ہونے کی حالت میں، کیونکہ ایسی صورت میں ان کی گواہی اور ان کے فیصلے رَد کرنے میں بہت بڑا فساد لازم آتا ہے، لیکن خود سے اس کی قدرت نہیں دی جائے گی، لہٰذا ضرورت کے وقت اس کے مذکورہ امور کو قبول کرلیا جائے گا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ نے اہلِ بدعت، مثلاً قدریہ اور رافضہ وغیرہ کی شہادت کے قبول نہ ہونے کی تصریح کی ہے، اگرچہ وہ ہماری طرح نماز پڑھیں، اور ہمارے قبلے کا استقبال کریں۔

لخمی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کے فسق کی بنا پر ہے، اگرچہ وہ غلط تاویل کی وجہ سے ہو، پس جب یہ صورتِ حال ہے، تو امام مالک نے قدریہ کی شہادت کو رَد کردیا ہے، اور خوارج کی طرح قرآن کی تاویل کی وجہ سے ان کی تغلیط کی ہے، تو وہ جہمیہ جن کو بہت سے سلف نے بہتر فرقوں سے خارج قرار دے دیا ہے، ان کے بارے میں کیا گمان کیا جاسکتا ہے؟

اور اس بنا پر جب لوگ تمام کے تمام، یا اقلِ قلیل کے علاوہ اکثر، فاسق ہیں، تو ان کی گواہی ایک دوسرے کے لیے قبول کرلی جائے گی، اور ایک دوسرے جیسے فساق کی شہادت پر فیصلہ کردیا جائے گا، یہی درست بات ہے، جس پر عمل جاری ہے، اگرچہ اکثر فقہاء نے اپنی زبان سے اس کا انکار کیا ہے، جیسا کہ فاسق کی ولایت اور اس کے احکام نافذ ہونے کی صحت پر عمل جاری ہے، اگرچہ فقہاء نے اپنی زبان سے اس کا انکار کیا ہے (الطرق الحکمیۃ)

علامہ ابنِ قیم نے مذکورہ عبارت میں روافض کی تین قسمیں بیان کی ہیں، جن میں سے انہوں نے جاہل مقلد کو، جسے بصیرت حاصل نہ ہو، اور وہ ہدایت کی تعلیم حاصل کرنے پر قادر نہ ہو،

اسے نہ فاسق قرار دیا اور نہ کافر۔

اور دوسری قسم میں سے ایک کو فاسق اور دوسرے کو غیر فاسق قرار دیا۔

اور تیسری قسم کو کم از فاسق قرار دیا اور اس کے کافر ہونے کو محلِ اجتہاد و تفضیل قرار دیا۔

قطعی و اتفاقی کافر کسی کو بھی قرار نہیں دیا۔

امام ابوحنیفہ کا حوالہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام محمد رحمہ اللہ نے ''کتابُ الاصل'' میں فرمایا کہ:

''امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، جبکہ وہ گواہی میں تہمت زدہ نہ ہوں، یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔

اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میں نے ابنِ ابی لیلیٰ سے سنا کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، سوائے ''خطابیہ'' کے، جو رافضیوں کی ایک جماعت ہے، کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں، اور ان کے لیے گواہی دیتے ہیں'' ۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] وقال أبو حنيفة؛ شهادة أصحاب الأهواء جائزة إذا كانوا غير متهمين فى الشهادة .وكذلك قال أبو يوسف ومحمد .

وقال أبو يوسف ومحمد :إنما الأهواء فتيا أفتى بها رجل، فلا ينبغى أن تبطل شهادته إن أخطأ فى فتياه إنما عظم قوم الذنوب حتى جعلوها كفرا فأخطأوا .وهذا منهم فتيا .فلا تبطل شهادتهم بذلك .وشك قوم فى الدين فقالوا :لا نقر أنا مؤمنين، فلا تبطل شهادتهم لضعف رأيهم هذا .ألا ترى أن أعظم الذنوب بعد الكفر القتل .ثم دماء أصحاب محمد -صلى الله عليه وسلم -أعظم الدماء .فقد قتل بعضهم بعضا .أرأيت لو شهدت عائشة عند على بن أبى طالب أو شهد عنده سعد بن أبى وقاص وعبد الله بن عمر وقد تخلفوا عنه أما كان يجيز شهادتهم .فأى اختلاف أعظم مما كان بين هؤلاء .

وقال أبو يوسف :سمعت ابن أبى ليلى يقول :شهادة أهل الأهواء جائزة، إنما دخلوا فى الأهواء لشدة المبالغة فى الدين، إلا الخطابية، وهم صنف من الرافضة، فإنه بلغنى أن بعضهم يصدق بعضا بما يدعى ويشهد له به(كتاب الأَصل،ج١٠،ص٤٧٧،٤٧٨، كتاب الحوالة والكفالة،باب الشهادة فى الدين)

شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی نے مذکورہ مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، ہمارے تمام اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

اور امام شافعی نے فرمایا کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز نہیں، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جو لوگ کفریہ بدعت کے مرتکب ہوں، اُن کی گواہی جائز نہیں، کیونکہ وہ فاسق ہیں، اور فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

البتہ رافضیہ کے فرقہ ''خطابیہ'' کی گواہی اس لیے قبول نہیں کی جائے گی کہ وہ ایک دوسرے کے لیے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں، لہٰذا ان کی گواہی میں جھوٹ کی تہمت پائی جاتی ہے''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] وقال أبو حنيفة وابن أبى ليلى رحمهما الله شهادة أصحاب الأهواء جائزة وهو مذهب جميع أصحابنا -رحمهم الله -.

وقال الشافعى -رحمه الله -لا تقبل شهادة أهل الأهواء ومنهم من يفصل بين من يكفر فى هواه وبين من لا يكفر فى هواه؛ لأنهم فسقة ولا شهادة للفاسق والفسق من حيث الاعتقاد أغلظ من الفسق من حيث التعاطى.

(ألا ترى) أن أخبار أهل الأهواء فى الديانات لا يقبل وهو أوسع من الشهادة فلأن لا تقبل شهادتهم أولى، وفى الكتاب استدل بما كان من الفتنة بين الصحابة -رضى الله عنهم -فإنهم اختلفوا واقتتلوا وقتل بعضهم بعضا ولا شك أن شهادة بعضهم على بعض كانت جائزة مقبولة، وليس بين أصحاب الأهواء من الاختلاف أشد مما كان بينهم من القتال، وفى موضع آخر علل فقال إنهم لتعمق فى الذين ضلوا عن سواء السبيل ووقعوا فى الهوى، وذلك لا يلحق تهمة الكذب بهم فى الشهادة فمن أهل الأهواء من يعظم الذنب حتى يجعله كفرا فلا يتهم باعتبار هذه الاعتقاد أن يشهد بالكذب ومنهم من يقول بالفسق يخرج من الإيمان فاعتقاده هذا يحمله على التحرز عن الكذب الموجب لفسقه، وقد بينا أن شهادة الفاسق إنما لا تقبل لتهمة الكذب والفسق من حيث الاعتقاد لا يدل على ذلك فهو نظير شرب المثلث معتقدا إباحته أو يتناول متروك التسمية عمدا معتقدا إباحة ذلك فإنه لا يصير به مردود الشهادة إلا الخطابية من أهل الأهواء وهم صنف من الروافض يستجبرون أن يشهدوا للمدعى إذا حلف عندهم أنه محق ويقولون المسلم لا يحلف كاذبا فاعتقاده هذا يمكن تهمة الكذب فى شهادته(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسى،ج١٦،ص١٣٢، ١٣٣، كتاب الشهادات،باب من لا تجوز شهادته)

علامہ ابنِ ہمام حنفی کا حوالہ

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ''الھدایة'' کی شرح ''فتحُ القدیر'' میں فرمایا کہ:

ابنِ منذر نے فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر کا صرف بعض اہلِ حدیث نے حکم لگایا ہے، اوران سے کسی کی موافقت ہمارے علم میں نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام کا اہلِ بدعت کی عدمِ تکفیر پر اجماع ہے۔

پھر علامہ ابنِ ہمام نے محیط کے حوالہ سے ایک قول تکفیر کا نقل کر کے ابنِ منذر کے قول کو ترجیح دی ہے، پھر فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر صرف بعض اہلِ مذاہب کے اصحاب سے مروی ہے، مجتہدینِ فقہاء سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں۔ [1]

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ''الھدایة'' کی شرح ''فتحُ القدیر'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبي حنيفة والشافعي -رحمهم الله- من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر، فالقائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا في طلب الحق لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفه لا يصحح هذا الجمع، اللّٰهم إلا أن يراد بعدم الجواز

---

[1] قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضي نقل إجماع الفقهاء. وذكر في المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع، وبعضهم يكفرون بعض أهل البدع وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت، نعم يقع في كلام أهل المذاهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا، وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين، وما ذكره محمد بن الحسن في أول الباب من حديث كثير الحضرمي يدل على عدم تكفير الخوارج (فتح القدير، ج٦ ص١٠٠، كتاب السير، باب البغاة)

خلفهم عدم الحل :أى عدم حل أن يفعل، وهو لا ينافى الصحة وإلا فهو مشكل، والله سبحانه أعلم (فتح القدير، ج ١، ص ٣٥١، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ ہم نے جو اہلِ بدعت کے کفر کا حکم ذکر کیا، باوجودیکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے تمام اہلِ قبلہ، مبتدعین کی عدمِ تکفیر کا ثبوت پایا جاتا ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ یہ عقیدہ فی نفسہٖ کفر ہے، پس اس عقیدے کا قائل دراصل کفریہ بات کا قائل ہے، اگرچہ اس کو کافر قرار نہ دیا جائے گا، جو اس بات پر مبنی ہے کہ اس نے اپنی حسبِ وسعت طلبِ حق میں اجتہاد کیا ہے، لیکن اس کے پیچھے نماز کے بطلان کا یقینی حکم لگانا، صحیح نہیں ہے، البتہ اگر ان کی اقتداء کے عدمِ جواز سے حلال نہ ہونا، یعنی اس فعل کے کرنے کو حلال نہ ہونا مراد لیا جائے، تو پھر بات صحیح ہے، اور یہ نماز صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے، ورنہ تو یہ بات مشکل ہے، واللہ سبحانہٗ اعلم (فتح القدیر)

علامہ ابنِ ہمام نے ''فتحُ القدیر ''میں ایک اور مقام پر تمام اہلِ ھویٰ کو، اہلِ اسلام کا حکم دیا ہے، اور ان کی گواہی قبول ہونے کا حکم دیا ہے، سوائے رافضیوں کے، خطابیہ فرقے کے، اور اس فرقہ کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ بھی مخصوص فسق بیان کی ہے، نہ کہ کفر۔ [1]

اس کے علاوہ علامہ ابنِ ہمام نے ''فتح القدیر'' میں ایک اور مقام پر صحابہ اور تابعین اور دیگر سلف پر سب وشتم کا اظہار کرنے والے کی گواہی قبول نہ ہونے اور اس عمل کے فسق ہونے پر کلام کیا ہے۔ اور روافض کے خطابیہ فرقہ کی گواہی کے قبول نہ ہونے کی وجہ تہمتِ

---

[1] وجميع أهل الأهواء بعد كونهم من أهل القبلة، حكم وقفهم ووصاياهم حكم أهل الإسلام؛ ألا ترى إلى قبول شهاداتهم على المسلمين فهذا حكم بإسلامهم.
وأما الخطابية فإنما لم يقبلوا؛ لأنه قيل إنهم يشهد بعضهم لبعض بالزور على من خالفهم .وقيل لأنهم يتدينون صدق المدعى إذا حلف أنه محق(فتح القدير، ج٦، ص ٢٠١، كتاب الوقف)

کذب کی بیان کی ہے۔ [1]

امیر بادشاہ حنفی کا حوالہ

امیر بادشاہ حنفی نے علامہ ابنِ ہمام کی ''التحریر'' کی شرح ''تیسیرُ التحریر'' میں فرمایا:

''رافضیوں کے خطابیہ فرقہ کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ، ان کا کافر ہونا نہیں ہے، بلکہ کذب ہے'' انتہٰی۔ [2]

---

[1] (قوله ولا من يظهر سب السلف) كالصحابة والتابعين، ومنهم أبو حنيفة -رحمه الله -، وكذا العلماء .ونص أبو يوسف على عدم قبوله، قال :لأنه إذا أظهر سب واحد من المسلمين تسقط عدالته، فإذا أظهر في واحد من الصحابة كيف يكون مقبولا، وقيد بالإظهار لأنه لو اعتقده ولم يظهر فهو على عدالته تقبل شهادته، ولذا قال أبو يوسف من رواية ابن سماعة :لا أقبل شهادة من يشتم أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، وأقبل شهادة من يتبرأ منهم، لأن إظهار الشتيمة مجونة وسفه ولا يأتى به إلا الأوضاع والأسقاط، وشهادة السخيف لا تقبل، ولا كذلك المتبرء لأنه يعتقده دينا مرضيا عند الله وإن كان على باطل فالحاصل أنه من أهل الأهواء وشهادة أهل الأهواء جائزة.

(قوله وتقبل شهادة أهل الأهواء) كلهم من المعتزلة والقدرية والخوارج.

وسائرهم تقبل شهادتهم على مثلهم وعلى أهل السنة، إلا الخطابية وهم طائفة من الروافض لا لخصوص بدعتهم وهواهم بل لتهمة الكذب، لما نقل عنهم أنهم يشهدون لمن حلف لهم أنه محق أو يرون وجوب الشهادة لمن كان على رأيهم، وهو الذى ذكره المصنف، فمنع قبول شهادتهم لشيعتهم لذلك ولغير شيعتهم للأمر الأول .وما نقله المصنف عن الشافعي هو قول مالك وأبى حامد من الشافعية .وأما قول الشافعي فكقولنا بلا اختلاف(فتح القدير،ج٧،ص٤١٥، ٤١٦،كتاب الشهادات،باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

[2] (وعدمه) أى عدم قبول الشهادة (فى الخطابية) من الرافضة (ليس له) أى لكفرهم بل لتدينهم الكذب فيها لمن كان على رأيهم أو حلف أنه محق (وإذ كانوا) أى المبتدعة (كذلك) أى غير كفار (وجب علينا مناظرتهم) لإزالة الشبهة التى أوقعتهم فى تلك البدعة وإظهارا للصواب.

(وأورد) على نفى تكفيرهم بطريق المعارضة: يعنى إن كان لكم دليل يدل على عدم تكفيرهم فعندنا دليل يدل على كفرهم، وهو قولنا (استباحة المعصية كفر) فنائب الفاعل فى أورد هذه الجملة بتأويل هذا القول .(وأجيب) عن الإيراد بأن استباحة المعصية كفر (إذا كان ذلك عن مكابرة وعدم دليل، بخلاف ما) إذا كان (عن دليل شرعى) أى مأخوذ من الشرع احترازا عما إذا لم يكن شرعيا كالأدلة الشرعية الحكمية فإنه إذا كان لهم دليل شرعى يدل بزعمهم على أن ما ذهبوا إليه حق يجب اتباعه لا يقال حينئذ أنهم استباحوا معصية فإن قلت فينبغى حينئذ أن يفسقوا بذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہ حنفی میں اس طرح کی عبارات کی کمی نہیں، جن میں خوارج اور روافض وغیرہ کو اہلِ بدعت میں شمار کیا گیا ہے، اور ان کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے پر کلام کیا گیا ہے، اور ان پر واضح طور پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔

’’لمعاتُ التنقیح ‘‘ کا حوالہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1052ھ) ’’مشکاةُ المصابیح ‘‘ کی شرح ’’لمعاتُ التنقیح ‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

الصواب أن لا نتسارع إلى تكفير أهل الأهواء المتأولين؛ لأنهم لا يقصدون بذلك اختيار الكفر ولا يرضون به، وقد تمسكوا بالكتاب والسنة ويذلوا جهدهم فى إصابة الحق فأخطؤوا، والتكفير لا يطلق إلا بعد البيان الجلى، والفرق ما بين لزوم الكفر والتزامه، وهذا القول هو مذهب المحققين من علماء الأمة نظرا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أيضا لأنهم اجتهدوا فآل اجتهادهم إلى ذلك قلت شبهتهم تصلح لدرء الكفر، لا لدرء الفسق، لأن الشارع أمرنا بعدم تكفير أهل القبلة، لا بعدم تفسيقهم إذا كان ما يدل على خلافهم من الكتاب والسنة واضح الدلالة (والمبتدع مخطء فى تمسكه) بما كان يزعم أنه دليل له من الكتاب والسنة لعدم إصابته حكم الله تعالى فى اجتهاده، فإن حكم الله فيما يتعلق بالاعتقاد واحد باتفاق المخطئة والمصوبة (لا مكابر) ومعاند، لأن المكابرة إنما تكون عند العلم بخلاف ما يدعيه (والله تعالى أعلم بسرائر عباده) فيجازيهم بموجبها .قال المصنف فى المسايرة: لا خلاف فى تكفير المخالف فى ضروريات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفى العلم بالجزئيات وإن كان من أهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات انتهى .وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام رجع الأشعرى عند موته عن تكفير أهل القبلة، لأن الجهل بالصفات ليس جهلا بالموصوفات انتهى. وذهب الإمام الرازى والشيخ المذكور أن من يلزمه الكفر ولم يقل به فليس بكافر، فعلى هذا لا تكفر المجسمة، وإن لزم عليهم إثبات النقص، تعالى شأنه عما يقولون لأنهم لم يقولوا به(تيسير التحرير، لمحمد أمين المعروف بأمير بادشاه، ج۴ص۲۱۸، ۲۱۹، المقالة الثالثة فى الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والإفتاء، تتمة)

واحتياطا، وقد نهينا عن تكفير أهل القبلة ، وكل ما وقع فى شأنهم مما يدل على التكفير، فهو من باب الزجر والتشديد والمبالغة فى التضليل والمجاز والتمثيل (لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح، للشيخ عبدالحق الدهلوى، ج ١ ص ٣٩٥، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثانى)

ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ ہم تاویل کرنے والے ''اھلِ ھواء'' کی تکفیر میں جلد بازی نہ کریں، کیونکہ وہ اس سے کفر کو اختیار کرنے کا قصد نہیں کرتے، اور نہ کفر پر راضی ہوتے، بلکہ وہ کتاب وسنت سے دلیل پکڑتے ہیں، اور اپنی جدوجہد کو حق کی جستجو میں خرچ کرتے ہیں، پھر وہ خطاء کرتے ہیں، اور ''تکفیر'' کا اطلاق، واضح بیان کے بعد ہی کیا جاتا ہے، اور ''لزومِ کفر'' و''التزامِ کفر'' کے مابین فرق ہے، اور یہی علمائے امت کے محققین کا مذہب ہے، جو دلائل میں غور وفکر اور احتیاط کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے، اور ہمیں اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے، اور وہ تمام چیزیں، جو اہلِ ھواء کی شان میں تکفیر کے متعلق واقع ہوئی ہیں، تو وہ زجر وتشدید اور گمراہی میں مبالغہ اور مجاز وتمثیل کے باب سے تعلق رکھتی ہیں (کفرِ حقیقی کے باب سے تعلق نہیں رکھتیں) (لمعات التنقيح)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1176ھ) نے ''حجةُ الله البالغة'' میں ''روافض'' اور ''معتزلہ'' وغیرہ کو ''أهل الأهواء'' اور ''طوائفُ المبتدعين'' فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] والطبقة الرابعة . كتب قصد مصنفوها بعد قرون متطاولة جمع ما لم يوجد فى الطبقتين الأوليين وكانت فى المجاميع والمسانيد المختفية فنوهوا بأمرها، وكانت على ألسنة من لم يكتب حديثه المحدثون ككثير من الوعاظ المتشدقين وأهل الأهواء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''عقدُ الجید'' میں ''امامیہ'' اور ''زیدیہ'' کو اہلِ بدعت قرار دیا ہے۔ [1]

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''عقدُ الجید'' ہی میں ایک مقام پر ''خوارج'' اور ''شیعہ'' کو اہلِ بدعت قرار دیا ہے۔ [2]

اور اہلِ اھواء کا اہلِ بدعت ہونا، اور اہلُ السنۃ سے خارج ہونا، جمہور کے نزدیک طے شدہ مسئلہ ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ والضعفاء، أو كانت من آثار الصحابة والتابعين، أو من أخبار بنى إسرائيل، أو من كلام الحكماء والوعاظ خلطها الرواة بحديث النبى صلى الله عليه وسلم سهوا أو عمدا، أو كانت من محتملات القرآن والحديث الصحيح، فرواها بالمعنى قوم صالحون لا يعرفون غوامض الرواية، فجعلوا المعانى أحاديث مرفوعة، أو كانت معانى مفهومة من إشارات الكتاب والسنة جعلوها أحاديث مستبدة برأسها عمدا، أو كانت جملا شتى فى أحاديث مختلفة جعلوها حديثا واحدا بنسق واحد، ومظنة هذه الأحاديث كتاب الضعفاء لابن حبان وكامل ابن عدى، وكتب الخطيب وأبى نعيم والجوزقانى وابن عساكر وابن النجار والديلمى، وكاد مسند الخوارزمى يكون من هذه الطبقة، وأصلح هذه الطبقة ما كان ضعيفا محتملا وأسوؤها ما كان موضوعا أو مقلوبا شديد النكارة. وهذه الطبقة مادة كتاب الموضوعات لابن الجوزى............فالاشتغال بجمعها أو الاستنباط منها نوع تعمق من المتأخرين. وإن شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة وغيرهم يتمكنون بأدنى عناية أن يلخصوا منها شواهد مذاهبهم، فالانتصار بها غير صحيح فى معارك العلماء بالحديث، والله أعلم (حجة الله البالغة، ج ۱ ص ۲۳۳، ۲۳۴، المبحث السابع مبحث استنباط الشرائع من حديث النبى صلى الله عليه وسلم، باب طبقات كتب الحديث)

[1] وإذا تعين الإعتماد على أقاويل السلف فلا بد من أن تكون أقوالهم التى يعتمد عليها مروية بالإسناد الصحيح أو مدونة فى كتب مشهورة وأن تكون مخدومة بأن يبين الراجح من محتملاتها ويخصص عمومها فى بعض المواضع ويقيد مطلقها فى بعض المواضع ويجمع المختلف منها ويبين علل أحكامها وإلا لم يصح الاعتماد عليها وليس مذهب فى هذه الأزمنة المتأخرة بهذه الصفة إلا هذه المذاهب الأربعة اللهم إلا مذهب الإمامية والزيدية وهم أهل البدعة لا يجوز الاعتماد على أقاويلهم (عقد الجيد فى أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۱۳، المقدمة)

[2] ومن لا تقبل شهادته من المبتدعة لا يصح تقليده القضاء وكذا تقليد من لا يقول بالإجماع كالخوارج أو بأخبار الآحاد كالقدرية أو بالقياس كالشيعة (عقد الجيد فى أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۳۴، فصل فى العامى)

ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی اپنے رسالہ ''شم العوارض فی ذم الروافض'' میں فرماتے ہیں:

ثم اعلم أن من القواعد القطعية فی العقائد الشرعية، أن قتل الأنبياء وطعنهم فی الأنساب كفر بإجماع العلماء، فمن قتل نبيا أو قتله نبی فهو من أشقى الأشقياء.

وأما قتل العلماء والأولياء وسبهم على ألسنة الأغبياء، فليس بكفر إلا إذا كان على وجه الاستحلال أو الاستخفاف، كما هو ظاهر عند أرباب الإنصاف دون أهل التعصب والاعتساف .

فقاتل عثمان بن عفان وعلی بن أبی طالب رضی الله عنهما، لم يقل بكفره أحد من العلماء إلا الروافض فی الثانی والخوارج فی الأول.

وأما من قذف عائشة فكافر بالإجماع؛ لمخالفته نص الآيات المبرئة لها من غير النزاع، وكذا من أنكر صحبة أبی بكر الصديق (-رضی الله عنه -) كفر؛ لإنكاره ما أثبت الله بإخباره فی كتابه حيث قال تعالىٰ :(إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا) بخلاف من أنكر صحبة عمر أو علی لعدم تضمنه مخالفة الكتاب، وإن كان صحة صحبتهما بطريق التواتر فی هذا الباب، لأن إنكار كل متواتر لا يكون كفرا فی معرض الكتاب .

ألا ترى أن من أنكر جود حاتم (بل)وجوده، أو عدالة نوشروان وشهوده لا يصير كافرا فی هذا الصورة؛ لأن إنكار مثل هذا ونحوه ليس مما علم من الدين بالضرورة.

وأما من سب أحدا من الصحابة، فهو فاسق ومبتدع بالإجماع إذا اعتقد أنه مباح، كما عليه بعض الشيعة وأصحابهم، أو يترتب عليه ثواب كما هو دأب كلامهم، أو اعتقد كفر الصحابة وأهل السنة فى فصل خطابهم فإنه كافر بالإجماع، ولا يلتفت إلى خلاف مخالفتهم فى مقام النزاع، فإذا عرفت ذلک فلا بد من تفصيل هنالک (شم العوارض فى ذم الروافض، ص ۲۶ الیٰ ۲۸،إن قتل الأنبياء وطعنهم فى الأنساب كفر)

ترجمہ: پھر یہ بات جان لینی چاہئے کہ عقائدِ شرعیہ میں، یہ بات قواعدِ قطعیہ میں سے ہے کہ انبیاء کا قتل کرنا، اوران کے نسب میں طعن کرنا، باجماعِ علماء، کفر ہے، پس جس نے کسی نبی کو قتل کیا، یا اس کو کسی نبی نے قتل کیا، تو وہ بدبخت ترین لوگوں میں سے ہے۔

اور رہا علماء اور اولیاء کو قتل کرنا، اور بدبخت لوگوں کی زبانوں پر ان کو سب وشتم کرنا، تو یہ کفر نہیں ہے، مگر جبکہ استحلال، یا استخفاف کے طور پر ہو، جیسا کہ اربابِ انصاف کے نزدیک ظاہر ہے، نہ کہ تعصب وتعسف رکھنے والے لوگوں کے نزدیک۔

چنانچہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے قاتل کو علماء میں سے کسی نے بھی کفر قرار نہیں دیا، سوائے روافض کے کہ انہوں نے حضرت علی کے قاتل کو ''کافر'' قرار دیا، اور خوارج نے حضرت عثمان کے قاتل کو ''کافر'' قرار دیا (مگر روافض اور خوارج کے علاوہ اہل السنۃ میں سے کسی نے کافر قرار نہیں دیا)

اور وہ شخص جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائے، تو وہ بالاجماع کافر ہے، کیونکہ اس میں ان صریح آیات کی مخالفت ہے، جو بغیر نزاع کے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کا بری ہونا ثابت کرتی ہیں، اور اسی طرح جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، وہ بھی کافر ہے، کیونکہ اس نے اس چیز کا انکار کیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دے کر ثابت کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا (سورہ توبہ میں) ارشاد ہے کہ:

”اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“

بخلاف اس کے کہ جو حضرت عمر، یا حضرت علی رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار کرے، کیونکہ وہ کتابُ اللہ کی مخالفت کو متضمن نہیں، اگرچہ ان کی صحابیت کا صحیح ہونا، اس باب میں، تواتر کے طریقہ پر ثابت ہے، لیکن معرضِ کتاب میں ہر متواتر کا انکار کفر نہیں۔

کیا آپ یہ بات نہیں دیکھتے کہ جس نے حاتم کی سخاوت، بلکہ اس کے وجود کا انکار کیا، یا نوشروان کی عدالت اور اس کے وجود کا انکار کیا، تو وہ اس صورت میں کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اس جیسی چیز کا انکار دین کی ضروریات کے طور پر ثابت نہیں۔

اور جو شخص صحابہ میں سے کسی کو سب وشتم کرے، تو وہ بالاجماع فاسق اور بدعتی ہے، جب اس کا یہ عقیدہ ہو کہ ایسا کرنا مباح ہے، جیسا کہ بعض شیعہ اور ان کے اصحاب کا یہ نظریہ ہے، یا اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے، جیسا کہ بعض شیعوں کے کلام کا انداز ہے، اور جس کا واضح طور پر یہ عقیدہ ہو کہ جملہ صحابہ اور اہلِ سنت کافر ہیں، تو وہ بالاجماع کافر ہے، اور مقامِ نزاع میں ان کے مخالف کے خلاف (یعنی خوارج وغیرہ کے قول) کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی، پس جب آپ یہ بات پہچان چکے، تو اب اس کی تفصیل ضروری ہے (شم العوارض)

ملا علی قاری کا دوسرا حوالہ

پھر اس کے بعد ملا علی قاری نے اپنے مذکورہ رسالہ میں اس مسئلے کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ما اشتهر على ألسنة العوام من أن سب الشيخين كفر، فلم أر نقله صريحا ولا روايته ضعيفا ولا حسنا ولا صحيحا، وعلى تقدير ثبوته وتسليم صحته، فلا ينبغي أن يحمل على ظاهره؛ لاحتمال ما تقدم من التأويلات فى كفر تارك الصلاة، إذ لو حمل الأحاديث كلها على الظواهر، لأشكل ضبط القواعد وحفظ النوادر، وحيث يدخل منه الاحتمال لا يصلح الاستدلال، لا سيما فى قتل المسلم وتكفيره، وقد قيل: لو كان تسعة وتسعون دليلا على كفر أحد، ودليل واحد على إسلامه، ينبغي للمفتى أن يعمل بذلك الدليل الواحد؛ لأن خطأه فى خلاصه خير من خطئه فى حده وقصاصه.

لا يقال كيف نسبت قول سب الشيخين كفر إلى العوام، مع أنه مذكور فى بعض كتب الفتاوى لبعض الأعلام، فإنا نقول: لم أر نقله إلا من المجهولين الذين هم فى طريق التحقيق غير مقبولين، فلا يعتبر فى باب الاعتقاد الذى مداره على ما يصح به الاعتماد.

والحاصل: أنه ليس بمنقول عن أحد من أئمتنا المتقدمين كأبى حنيفة وأصحابه، وأما غيرهم فهم رجال ونحن رجال، فلا نقلد قولهم من غير دليل عقلى ونقلى، يؤتى به من طريق ظنى أو قطعى، مع أنه مخالف للأدلة القطعية والظنية المأخوذة من الكتاب والسنة المروية التى تفيد فى العقائد الدينية أو تفيد فى القواعد

الفقهية، فإن ما ورد فيها إما ضعيف في سنده أو مؤول في مستنده، لئلا يعارض القواعد الشرعية، فإن القول بالتكفير معارض لما نص عليه أبو حنيفة في (الفقه الأكبر)، موافق لما عليه جمع المتكلمين من أهل القبلة لا يكفر، وعليه الأئمة الثلاثة من مالك والشافعي وأحمد، وسائر أهل العلم المعتمد في المعتقد .

وقد صرح العلامة التفتازاني في (شرح العقائد) بأن سب الصحابة بدعة وفسق ، وكذا صرح أبو الشكور السالمي في (تمهيده) أن سب الصحابة ليس بكفر ....فهذا تحقيق هذه المسألة المشكلة على ما ذكر في (المواقف)

وأما ما في كتب العقائد، فمن اعتقد غير هذا فليحذر عقيدته، وليتب عن تعصبه وحماقته، ويترك حمية جاهليته، وإلا فيلهث غيظا على حقده وحسده وطغيته، ويدفن في تربة خباثته ونجاسته ظنيته إلى أن يتبين بطلان مظنته في ساعة قيامته (يوم تبلى السرائر)فيظهر ضمائر ويتميز الكفر من الإسلام والكبائر من الصغائر.

ثم من ادعٰى بطلان هذا البيان، فعليه أن يظهر في ميدان البرهان، إما بتقرير اللسان هو، وإما بتحرير البيان وا لله المستعان، والحق يعلو ولا يعلى إلا البطلان (شم العوارض في ذم الروافض، ص ۳۳ الیٰ ۳۷، حکم سب الصحابة عند الحنفية)

ترجمہ: جو یہ بات عوام کی زبانوں پر مشہور ہے کہ جو شخص شیخین (یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو سبّ وشتم کرے، تو وہ کافر ہے، تو میں نے اس کو صراحتاً منقول نہیں دیکھا، اور نہ اس کی کوئی ضعیف روایت دیکھی، اور نہ ہی اس طرح کی

کوئی حسن اور صحیح روایت دیکھی، اور اگر اس کے ثبوت کو فرض بھی کرلیا جائے، اور اس کی صحت کو تسلیم بھی کرلیا جائے، تو اس کو ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں اس طرح کی تاویلات کا احتمال ہے، جو نماز ترک کرنے والے کے کفر کے متعلق مذکور ہیں، کیونکہ اگر تمام احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے، تو قواعد کا ضبط کرنا اور نوادر کو محفوظ کرنا مشکل ہے، اور جب احتمال داخل ہو جائے، تو اس میں استدلال کی صلاحیت نہیں رہتی، خاص طور پر مسلمان کے قتل کرنے اور اس کو کافر قرار دینے کے مسئلہ میں، اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی کے کفر پر ننانویں دلیلیں ہوں، اور ایک دلیل اس کے اسلام کی ہو، تو مفتی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اس ایک دلیل کے مطابق عمل کرے، کیونکہ اس شخص کے خلاصی پانے کے متعلق خطاء کا ہو جانا بہتر ہے، اس کی حد اور قصاص کے متعلق خطا ہونے سے۔

یہاں یہ بات نہیں کہی جائے گی کہ شیخین کو سبّ وشتم کرنے کے کافر ہونے کی نسبت عوام کی طرف کیسے کردی گئی، باوجودیکہ یہ بعض اہلِ علم کی کتبِ فتاویٰ میں مذکور ہے؟ کیونکہ ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ اس کی نقل صرف ان مجہول لوگوں کی طرف سے پائی جاتی ہے، جو تحقیق کے میدان میں مقبول نہیں ہیں، پس اعتقاد کے باب میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا، جس کا مدار اعتماد کے صحیح ہونے پر ہے۔

اور حاصل یہ ہے کہ ہمارے ائمۂ متقدمین، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے یہ بات منقول نہیں ہے، رہا ان متقدمین کے علاوہ دیگر لوگوں کا قول، تو وہ بھی انسان ہیں، اور ہم بھی انسان ہیں، ہم ان کی بغیر ایسی عقلی ونقلی دلیل کے تقلید نہیں کریں گے، جو ظنی، یا قطعی طریقہ سے وارد ہوئی ہو، باوجودیکہ ان کی یہ بات ان قطعی اور ظنی دلائل کے مخالف ہے، جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں، اور وہی دینی عقائد کے اندر مفید ہیں، یا قواعدِ فقہیہ کے اندر مفید ہیں، کیونکہ اس سلسلہ

میں جو کچھ وارد ہے، یا تو اس کی سند ضعیف ہے، یا اس کا مستند، مؤول ہے، تاکہ وہ شرعی قواعد کے معارض نہ ہو، کیونکہ تکفیر کا قول اس کے معارض ہے، جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ''الفقہُ الاکبر'' میں صاف طور پر منقول ہے، اور متکلمین کی جماعت کے موافق ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور دوسرے ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور تمام اہلِ علم کا بھی یہی قول ہے، جن پر عقیدے کے معاملہ میں اعتماد کیا جاتا ہے۔

اور علامہ تفتازانی نے ''شرحُ العقائد'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کو سبّ وشتم کرنا بدعت اور فسق ہے، اور اسی طرح سے ابوالشکور سالمی نے اپنی ''تمهید'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کو سبّ وشتم کرنا کفر نہیں۔

............پس اس مشکل مسئلے میں یہی تحقیق ہے، اس کے مطابق جو ''المواقف'' میں مذکور ہے۔

اور جہاں تک عقائد کی کتب میں مذکور اصول کا تعلق ہے، تو جو شخص اس کے علاوہ کوئی دوسرا عقیدہ رکھے گا، تو اسے اپنے عقیدے سے ڈرنا چاہیے، اور اپنے تعصب اور حماقت سے توبہ کرنی چاہیے، اور جاہلیت کی حمیت کو ترک کرنا چاہیے، ورنہ تو اسے چاہیے کہ اپنے غیظ وغضب کی زبان، اپنے کینے اور حسد وعداوت پر نکالے، اور اپنے گمان کو اپنی خباثت اور نجاست میں دفن کردے، یہاں تک کہ قیامت کے وقت اس کے گمان کا بطلان ظاہر ہوجائے، جس دن کہ پوشیدہ رازوں کی جانچ پڑتال ہوگی، پس چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہوجائیں گی، اور کفر، اسلام کے مقابلے میں، اور کبیرہ، صغیرہ کے مقابلے میں ممتاز ہوجائیں گے۔

پھر جو شخص اس بیان کے بطلان کا دعویٰ کرے، تو اس پر لازم ہے کہ دلیل اور برہان کے میدان میں اس کا اظہار کرے، یا تو زبان سے تقریر کرکے، یا بیان سے

تحریر کرکے، اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، اور حق غالب ہوکر رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا، سوائے بطلان کے (شم العوارض)

ملا علی قاری کا تیسرا حوالہ

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مذکورہ رسالہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی، اُن روایات کو بھی نقل کیا ہے، جن میں صحابۂ کرام کو سب وشتم کرنے والے روافض کے قتل کرنے کا ذکر ہے، اور فرمایا کہ:

''یہ احادیث، اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، لیکن ایک دوسرے سے مل کر قوت حاصل کرلیتی ہیں، اور ''حسن'' درجہ پر ترقی حاصل کرلیتی ہیں، جن سے امورِ ظنیہ فقہیہ میں استدلال کرنا صحیح ہوجاتا ہے۔

تاہم ان کو قتل کرنے کا حکم سیاسی وفرعی ہے، اصولی شرعی نہیں، تاکہ یہ کتاب وسنت سے ثابت، اُن کلی قواعد کے مخالف نہ ہوجائے، جن میں مسلمان کو قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

اور اس طرح کے سیاسی قتل کا حکم، بعض دوسرے شرعی احکام میں بھی مسلمان کے حق میں وارِد ہوا ہے، جیسا کہ کفن چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم، اور تارکِ صلاۃ کو قتل کرنے کا حکم''۔انتہٰی۔[1]

---

[1] ومنها ما (روى)عن على أيضا قال :قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :(يا على ألا أدلک على عمل إذا فعلته كنت من أهل الجنة -وإنک من أهل الجنة -إنه سيكون بعدى أقوام يقال لهم الرافضة، فإن أدركتهم فاقتلهم فإنهم مشركون وقال على: سيكون بعدنا أقوام ينتحلون مودتنا تكونون علينا بارقة، وآية ذلک أنهم يسبون أبا بكر وعمر رضى الله عنهما)رواه خيثمة بن سليمان الطرابلسى فى (فضائل الصحابة)واللالكائى فى (السنة)

وفى رواية له (عنه)أيضا:(يكون فى آخر الزمان قوم لهم نبز يسمون الرافضة يرفضون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دیگر اہلِ علم حضرات نے روافض سے متعلق، مذکورہ روایات کو سند کے اعتبار سے ''شدید ضعیف'' اور ''منکر'' قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإسلام،فاقتلوهم فإنهم مشركون)أي كالمشركين في الخروج عن كمال دين المسلمين، أو أطلق ويراد به للزجر والمبالغة في التهديد والوعيد، وكذا قوله : (يرفضون الإسلام) أي بعض ما يجب عليهم من الأحكام.

ومنها عن علي كرم الله وجهه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال له :(إن سرك أن تكون من أهل الجنة، فإن قوما ينتحلون حبك يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم، لهم نبز يقال لهم الرافضة، فإن أدركتهم فجاهدهم فإنهم مشركون)رواه ابن بشران والحاكم في (الكنى)

فهذه الأحاديث وإن كانت أسانيدها ضعيفة، لكن يتقوى بعضها ببعض، فترتقي إلى درجة الحسن، الذي يصح الاستدلال به في الأمور الظنية الفقهية، فيقتل الساب للصحابة من الطائفة الخارجة والرافضة، وإنما قلنا بطريق السياسة العرفية الفرعية ، لا بطريق الأصالة من الأمور الشرعية؛ لئلا يخالف القواعد الكلية الثابتة من الكتاب والسنة النبوية، أنه لا يقتل أمرؤ مسلم إلا بإحدى ثلاث :قتل النفس بالنفس، وزنا بإحصان وارتداد.

والسياسة واردة في الأخبار ومشاهير الآثار، ومن جملتها تغريب العام للزاني وقطع يد النباش وأمثالهما، ومنها قتل تارك الصلاة في مذهب الشافعية، فاندفع اعتراضهم على الحنفية في قتل الرفضة، حيث وهموا أنهم ليس لهم دليل في ذلك، ولم يحقق ما قدمنا هنالك(شَمُّ العَوارِضِ في ذمِّ الرُّوَافِضِ،ص ٦٦ الى ٦٨،التفضيل فيما عدا العشرة المبشرين بالجنة)

[1] حدثنا عبد الله، حدثنا محمد بن جعفر الوركاني، في سنة سبع وعشرين ومائتين حدثنا أبو عقيل يحيى بن المتوكل، وحدثنا محمد بن سليمان لوين، في سنة أربعين ومائتين حدثنا أبو عقيل يحيى بن المتوكل، عن كثير النواء ،عن إبراهيم بن حسن بن حسن بن علي بن أبي طالب، عن أبيه، عن جده، قال :قال علي بن أبي طالب، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يظهر في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام(مسند أحمد،رقم الحديث٨٠٨)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف جدا لضعف يحيى بن المتوكل وكثير النواء ، وأورده ابن الجوزي في "العلل المتناهية 1/163 "من طريق "المسند"، وقال :هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگرچہ اس طرح کے سیاسی وتعزیری قتل کے لیے مستقل نصوص کا پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ قواعدِ فقہیہ سے بھی اس طرح کے تعزیری قتل کا ثبوت ہوسکتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه ابن عدى فى "الكامل 6/2087 "من طريق محمد بن سليمان لوين، و 7/2664من طريق محمد بن جعفر الوركانى، بهذا الإسناد .وفى المطبوع منه: "إبراهيم بن الحسن عن أبيه عن جده على "ويغلب على ظننا أنه تحريف، وليس يعرف للحسن بن الحسن بن على عن جده رواية.

وأخرجه البخارى فى "التاريخ الكبير 280 -1/279 "تعليقا، والبيهقى فى "الدلائل" 6/547من طريق محمد بن الصباح، وابن أبى عاصم (978) من طريق يزيد بن هارون، والبزار (499) من طريق مهران بن أبى عمر، والخطيب فى "الموضح 2/332-333" من طريق إسحاق بن المنذر، أربعتهم عن يحيى بن المتوكل، به .ووقع فى المطبوع من "الدلائل :"إبراهيم بن الحسن بن الحسن بن على عن أبيه عن جده على!

وأخرجه البيهقى 6/547من طريق الأسود بن عامر، عن أبى سهل، عن كثير النواء ، به . وأبو سهل هذا لم نتبينه، ويغلب على ظننا أنه محرف عن "أبى عقيل "فالحديث لا يعرف إلا به، والله أعلم(حاشيةمسند أحمد)

وقال الالبانى:

(هذا فى الجنة -يعنى :عليا -وإن من شيعته قوما يعلمون الإسلام ثم يرفضونه، لهم نبز يسمون :الرافضة، من لقيهم فليقتلهم، فإنهم مشركون).

منكر.

أخرجه أبو يعلى فى "مسنده "(117 - 12/116) : حدثنا أبو سعيد الأشج :حدثنا ابن إدريس عن أبى الجحاف داود بن أبى عوف عن محمد ابن عمرو الهاشمى عن زينب بنت على عن فاطمة بنت محمد قالت :نظر النبى صلى الله عليه وسلم إلى على فقال....:فذكره.قال الهيثمى فى "مجمع الزوائد"(10/22):

"رواه الطبرانى، ورجاله ثقات، إلا أن زينب بنت على لم تسمع من فاطمة فيما أعلم . والله أعلم.

قلت :فيه ملاحظتان:

الأولى :عزوه للطبرانى، أظن أنه وهم أراد أن يقول :أبو يعلى، فسبقه القلم! أو أنه خطأ من الناسخ أو الطابع.

والأخرى :توثيقه لرجاله، إنما هو بالنظر لما وقع فى إسناد أبى يعلى " :ابن إدريس"، فإنه كذلك فى "المقصد العلى "للهيثمى (3/16/933) ، و"المطالب العالية "أيضا (ق 1/487 -المسندة)، وهو خطأ لا أدرى منشأه، والصواب (أبو إدريس) ، واسمه :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس کے باوجود یہ بات اپنے مقام پر طے ہوچکی ہے کہ اس طرح کی سیاسی وتعزیری سزاؤں پر عمل درآمد کا اصل استحقاق، امامُ المسلمین، یا اس کے نائب کو حاصل ہے، جس کو اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(تليد بن سليمان) ، فهو الذى يروى عن (أبى الجحاف) وعنه أبو سعيد الأشج، وإن كان هذا يروى أيضا عن (ابن إدريس) ، لكن ابن إدريس ليس له رواية عن أبى الجحاف، وإنما يروى عن هذا (أبو إدريس) ، قال ابن حبان فى "الضعفاء "(1/204 -205):

"تليد بن سليمان، كنيته :(أبو إدريس) الكوفى، روى عن أبى الجحاف داود ابن أبى عوف روى عنه الكوفيون، وكان رافضيا يشتم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، وروى فى فضائل أهل البيت عجائب، وقد حمل عليه ابن معين حملا شديدا، وأمر بتركه، روى عن أبى الجحاف داود بن أبى عوف ." ...

قلت :فساق هذا الحديث، وإسناده هكذا :حدثناه محمد بن عمرو بن يوسف :ثنا أبو سعيد الأشج :ثنا تليد بن سليمان عن أبى الجحاف."

ومن طريق ابن حبان ساقه ابن الجوزى فى "العلل المتناهية"(160- 1/159) وقال:

"لايصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال أحمد وابن معين :(تليد) كذاب."

وقد غفل عن هذا التحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمى، فقال فى تعليقه على "المطالب العالية "فقال 3/95)):

"إسناده أمثل من الحديث السابق (يعنى :حديث ابن عباس المتقدم برقم 6267) ، وفيه أبو الجحاف من غلاة الشيعة ." ...

قلت :ولكنه ثقة، وليس هو الآفة، وإنما (أبو إدريس) ولم ينتبه، لكونه تحرف إلى (ابن إدريس) ، وهو معذور، لأنه يحكم على ما بين يديه مما يبدو له بادى الرأى، فهو لا يبحث ولا يحقق، خلافا لما يقتضيه ما أعطى له وقيل فيه ترويجا للكتاب " :تحقيق الأستاذ المحقق الشيخ!"....

وقد تبعه على هذه الغفلة المعلق على "مسند أبى يعلى "فقال":إسناده صحيح إن كانت زينب (سمعت) من أمها، وإلا فهو منقطع !" ...

(تنبيه) : قوله فى على رضى الله عنه" :هذا فى الجنة "ثابت عن النبى صلى الله عليه وسلم من طرق، وهى عقيدة أهل السنة، وأنه من العشرة المبشرين بالجنة، كما جاء فى غير ما حديث مرفوع عن النبى صلى الله عليه وسلم .فانظر "تخريج العقيدة الطحاوية "(ص 489- 488) (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة،رقم الحديث ٦٥٤١)

کی طرف سے اختیار دیا گیا ہو۔ [1]

---

[1] ذهب المالكية والشافعية والحنابلة، وهو الراجح عن الحنفية :أن التعزير عقوبة مفوضة إلى رأى الحاكم، وهذا التفويض فى التعزير من أهم أوجه الخلاف بينه وبين الحد الذى هو عقوبة مقدرة من الشارع .وعلى الحاكم فى تقدير عقوبة التعزير مراعاة حال الجريمة والمجرم .أما مراعاة حال الجريمة فللفقهاء فيه نصوص كثيرة، منه قول الأسروشنى :ينبغي أن ينظر القاضى إلى سببه، فإن كان من جنس ما يجب به الحد ولم يجب لمانع وعارض، يبلغ التعزير أقصى غاياته .وإن كان من جنس ما لا يجب الحد لا يبلغ أقصى غاياته، ولكنه مفوض إلى رأى الإمام " . وأما مراعاة حال المجرم فيقول الزيلعى :إنه فى تقدير التعزير ينظر إلى أحوال الجانين، فإن من الناس من ينزجر باليسير .ومنهم من لا ينزجر إلا بالكثير .يقول ابن عابدين :إن التعزير يختلف باختلاف الأشخاص، فلا معنى لتقديره مع حصول المقصود بدونه، فيكون مفوضا إلى رأى القاضى، يقيمه بقدر ما يرى المصلحة فيه .

ويقول السندى :إن أدنى التعزير على ما يجتهد الإمام فى الجانى، بقدر ما يعلم أنه ينزجر به؛ لأن المقصود من التعزير الزجر، والناس تختلف أحوالهم فى الانزجار، فمنهم من يحصل له الزجر بأقل الضربات، ويتغير بذلک .ومنهم من لا يحصل له الزجر بالكثير من الضرب .ونقل عن أبى يوسف : إن التعزير يختلف على قدر احتمال المضروب.

وقد منع بعض الحنفية تفويض التعزير، وقالوا بعدم تفويض ذلک للقاضى، لاختلاف حال القضاة، وهذا هو الذى قال به الطرسوسى فى شرح منظومة الكنز .وقد أيدوا هذا الرأى بأن المراد من تفويض التعزير إلى رأى القاضى ليس معناه التفويض لرأيه مطلقا، بل المقصود القاضى المجتهد . وقد ذكر السندى :أن عدم التفويض هو الرأى الضعيف عند الحنفية.

وقال أبو بكر الطرسوسى فى أخبار الخلفاء المتقدمين :إنهم كانوا يراعون قدر الجانى وقدر الجناية، فمن الجانين من يضرب، ومنهم من يحبس، ومنهم من يقام واقفا على قدميه فى المحافل، ومنهم من ينتزع عمامته، ومنهم من يحل حزامه.

ونص المالكية :على أن التعزير يختلف من حيث المقادير، والأجناس، والصفات، باختلاف الجرائم، من حيث كبرها، وصغرها، وبحسب حال المجرم نفسه، وبحسب حال القائل والمقول فيه والقول، وهو موكول إلى اجتهاد الإمام.

قال القرافى :إن التعزير يختلف باختلاف الأزمنة والأمكنة، وتطبيقا لذلک قال ابن فرحون :رب تعزير فى بلد يكون إكراما فى بلد آخر، كقطع الطيلسان ليس تعزيرا فى الشام بل إكرام ، وكشف الرأس عند الأندلسيين ليس هوانا مع أنه فى مصر والعراق هوان .وقال :إنه يلاحظ فى ذلک أيضا نفس الشخص، فإن فى الشام مثلا من كانت عادته الطيلسان وألفه -من المالكية وغيرهم -يعتبر قطعه تعزيرا لهم .فما ذكر ظاهر منه :أن الأمر لم يقتصر على اختلاف التعزير باختلاف الزمان والمكان والأشخاص، مع كون الفعل محلا لذلک، بل إن هذا الاختلاف قد يجعل الفعل نفسه غير معاقب عليه، بل قد يكون مكرمة(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج١٢،ص ٢٦١ الٰى ٢٦٣، مادة”تعزير“)

البتہ غیر حاکم کے لیے اصول وقواعدِ شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوے، زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں حرج نہیں، جبکہ اس کی قدرت ہو، اور کوئی مفسدہ لازم نہ آئے۔ [1]
نیز مجاز حاکم کو تعزیری وسیاسی سزائیں حسبِ حالات، وحسبِ اشخاص، اور حسبِ جرم کمی، بیشی کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ [2]

ملا علی قاری کا چوتھا حوالہ

ملا علی قاری نے اپنے ایک اور رسالہ ''سُلاسة الرسالة فی ذم الروافض من اهل الضلالة'' میں بھی مدلل طریقے پر یہی موقف بیان فرمایا ہے۔

---

[1] مراحل الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر لمنع البدعة:
أ -التعريف ببيان الصواب من الخطأ بالدليل.
ب -الوعظ بالكلام الحسن مصداقا لقوله تعالى :(ادع إلى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة)
ج -التعنيف والتخويف من العقاب الدنيوى والأخروى، بيان أحكام ذلک فى أمر بدعته.
د -المنع بالقهر، مثل كسر الملاهى وتمزيق الأوراق وفض المجالس.
هـ -التخويف والتهديد بالضرب الذى يصل إلى التعزير، وهذه المرتبة لا تنبغى إلا للإمام) أو بإذنه؛ لئلا يترتب عليها ضرر أكبر منها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨، ص٤٠، مادة"بدعة")

[2] إذا كانت البدعة التى ينتحلها أهل الأهواء مكفرة فإنهم يعاملون معاملة المرتدين، ويطبق عليهم حد الردة.
أما إن لم تكن مكفرة فإن عقوبتهم التعزير بالاتفاق، ويفرق بين الدعاة منهم وبين غير الدعاة، فغير الدعاة يعزرون بالضرب أو الحبس، أو بما يغلب على الظن أنه نافع بهم، وكره الإمام أحمد حبسهم، وقال :إن لهم والدات وأخوات.
أما الدعاة منهم والرؤساء فيجوز أن يبلغ بهم التعزير إلى القتل سياسة، قطعا لدابر الإفساد فى الأرض، وعلى هذا الحنفية، وطائفة من أصحاب الشافعى، وأصحاب أحمد، وكثير من أصحاب الإمام مالک رحمهم الله تعالى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص١٠٢، مادة"أهل الأهواء")
العقوبات التعزيرية يقدرها ولى الأمر حسب ظروف الجريمة والمجرم، فتطبق على المسلمين وأهل الذمة، ويكون التعزير مناسبا مع الجريمة شدة وضعفا ومع حالة المجرم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص١٣٧، مادة"أهل الذمة")
وليس لأقل التعزير حد معين فى الراجح عند الفقهاء ، فلو رأى القاضى أنه ينزجر بسوط واحد اكتفى به، فلا يجوز الإسراف والزيادة فى التعزير على مقدار ما ينزجر به المجرم فى المذاهب كلها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤، ص١٩٤، مادة"إسراف")

چنانچہ انہوں نے اس رسالہ میں فرمایا کہ:

شیخین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کوسب وشتم کرنا، کتاب وسنت، اجماع اور قیاس کی رُو سے کفر نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ""اللہ، شرک کے علاوہ، جس کے گناہ چاہے، معاف فرمادے گا" علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث کہ "میرے صحابہ کوسب وشتم کرنا ایسا گناہ ہے، جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی"" یہ جھوٹی حدیث ہے" اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے بھی خلاف ہے کہ "اللہ، شرک کے علاوہ، جس کے گناہ چاہے، معاف فرمادے گا"

نیز احادیث میں مسلمان کے سب وشتم کرنے کو فسق قرار دیا گیا ہے، اور بعض روایات میں صحابۂ کرام کو سب وشتم کرنے پر تعزیر کا حکم آیا ہے۔

اور بعض دیگر روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اور اس بات پر اجماع بھی ہے، کیونکہ صحابہ وتابعین سے "سبِ شیخین" کے کفر ہونے کا ثبوت نہیں ملتا، اور نہ ہی سب وشتم کرنے والے کے قتل کا ثبوت ملتا۔

اور ائمۂ ثلاثہ، حنفیہ کا بھی اس فعل کے کفر نہ ہونے، اور اس پر قتل نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

اور اربابِ متون اور شروح کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص سے صحابۂ کرام پر سب وشتم ظاہر ہو، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس سے فسق ظاہر ہوگیا، بخلاف اس شخص کے، جو اس فعل کو چھپائے کہ اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

اور "خلاصۃ الفتاویٰ" میں جو یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ شیخین کو سب وشتم کرنے والا کافر ہے، تو یہ شاذ روایت ہے، جو جمہور کے مخالف ہے، جس کی ہمارے ائمہ سے کوئی معتبر نقل ثابت نہیں، اور نہ ہی کوئی اس کی علت منقول ہے، اور نہ ہی شیخین کی

تخصیص کی کوئی معقول وجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کوسب وشتم کرنے کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پرسب وشتم کرنا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پرسب وشتم کرنے کو، اللہ پرسب وشتم کرنا، قرار دیا گیا ہے (لیکن یہ تہدید اور وعید یا استحلال کی تاویل پر محمول ہے، اسی وجہ سے محققین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے والے خوارج کی تکفیر نہیں کی، اسی طرح شیخین پرسب وشتم کرنے والے کا بھی حکم ہوگا)

اور''مجموع النوازل''میں جو شیخین پرسب وشتم کرنے والے کا کافر ہونا مذکور ہے، تو یہ نادِر روایت ہے، جو کثیر روایات کے مخالف اور متون اور مشہور شروحات کے بھی خلاف ہے، نیز جو تعلیل انہوں نے ذکر کی ہے، وہ بھی غیر معقول ہے، البتہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہونے کی حیثیت سے شیخین پرسب وشتم کیا جائے، تو پھر کفر ہے، لیکن یہ حکم شیخین کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ان کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام، مثلاً علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی ہے، بلکہ اگر کوئی مسلمانوں میں سے کسی پر اس حیثیت سے سب وشتم کرے، تو وہ بھی کافر ہے۔

کتاب وسنت اور اجماع کے علاوہ''قیاس''کا تقاضا بھی یہی ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے''فقہ اکبر''میں جو بات مذکور ہے، وہ تمام متکلمین کے موافق ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی، گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اس بات میں شبہ نہیں کہ صحابۂ کرام کوسب وشتم کرنے والے، اہلِ قبلہ میں سے ہیں۔

نیز اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا، کفر نہیں، تو سب وشتم کرنا، بدرجۂ اولیٰ کفر نہیں ہوگا (جبکہ حدیث میں مسلمان کے قتل کرنے کو کفر، اور سب وشتم کرنے کو فسق قرار دیا گیا ہے)

اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی اور حسین رضی اللہ عنہم

کا قاتل کافر نہیں ہے، اور اسی طریقے سے حجاج بن یوسف کو بھی کافر قرار نہیں دیا گیا، باوجودیکہ اس نے ہزاروں صحابہ وتابعین اور اہلِ علم اور متقی حضرات کو قتل کیا، لیکن اہلِ سنت میں سے کسی نے اس کو کافر قرار نہیں دیا۔

لہٰذا معتمد بات وہی ہے، جس کو تفتازانی نے ذکر کیا ہے کہ ''صحابہ پر سب وشتم کرنا، فسق وبدعت ہے'' لہٰذا جہل اور سب وشتم کی وجہ سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] ان سب الشيخين ليس كفرا بالكتاب والسنة والاجماع والقياس.

اما الكتاب : فقوله تعالىٰ : " إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" (النساء : ۴۸) ثم قال ابنُ تيمية من أكابر الحنبلية : حديث : " سب اصحابى ذنب لا يغفر" كذب على النبى صلى الله عليه وسلم ، فقد قال تعالىٰ : "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" (النساء: ۴۸) الآية .

واما السنة : فقد جاء فى حديث كاد أن يكون متواترا : " سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ" رواه الشيخان وغيرهما.

وفى رواية الطبرانى عن على رضى الله عنه : " من سب الأنبياء قتل ، ومن سب أصحابى جلد"

وفى رواية بلفظ : " من سب نبيا فاقتلوه ، ومن سب أصحابى فاضربوه "

كذا ذكره قاضى عياض بسنده.

وفى رواية أبى داود وصححه الحاكم ورواه البيهقى فى " سننه " عن أبى برزة الأسلمى قال : كنت يوما جالسا عند أبى بكر الصديق رضى الله عنه ، فغضب على رجل من المسلمين.

ورواه النسائى : أتيت أبا بكر وقد اغلظ الرجلُ ، فرد عليه ، قال أبو برزة : فقلت : يا خليفة رسول الله ! دعنى أضرب عنقه ، أى : لسبه لک ، كما فى نسخة .

ولما ذكر فى " الشفا " عن جمع من العلماء : أن الرجل قد سب ، فقال أبو بكر : اجلس ، فليس ذالک الا لرسول الله صلى الله عليه وسلم ، يعنى : كاخوته من الأنبياء . قال القاضى : ولم يخالف عليه أحد.

قال : ومن ذالک كتاب عمر بن عبد العزيز الى عامله بالكوفة ، وقد استشاره فى قتل رجل سب عمر رضى الله عنه ، فكتب اليه عمر بن عبد العزيز : أنه لا يحل قتل امرئ مسلم بسب أحد من الناس الا رجلا سب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فمن سبه فقد حل دمه ، أى : اجماعا ، وذالک لخروجه عن دينه قطعا .

وقد صح عنه عليه السلام على ما أخرجه الأعلام أنه : " لا يحل دم امرء مسلم، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَن محمدا رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل کو ذکر کرنے کے بعد ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

هـذا، وفـى " الـمـلتقط " : أنه لا ينبغي لأحد أن يفتى إلا أن يعرف أقاويل العلماء، ويعلم من أين قالوا.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأمـا الاجـمـا ع : فـلم يرد عن الصحابة ولا عن التابعين : أن من سب الشيخين كفر ، ولا ثبت عنهم قتل من سبهما .

وقد اتفق الأئمة الثلاثة على عدم كفره و قتله ، وصح عن أبى حنيفة و أبى يوسف رحمهما الله تعالىٰ : أن شهادة أهل الأهواء من الخوارج والروافض مقبولة الا الخطابية .

وعن أبى يوسف : أن من تبرأ من الصحابة تقبل شهادته ، ومن سبهم بطلت عدالته .

وقـد اتـفـق أربـاب المتون وشروحها على أن من يظهر سب الصحابة لا تقبل شهادته لظهور فسقه ، بخلاف من يكتمه.

فـفـى " شـرح الـمـجـمـع" لـلعينى : لا تقبل شهادة من يظهر سب السلف بالاجماع ، لأنه اذا أظهر ذالك ، فقد ظهر فسقه ، بخلاف من يكتمه ، لأنه فاسق مستور الحال .

وأمـا ما ذكر فى " الخلاصة " اذا كان يسب الشيخين ، فهو كافر ، فهى رواية شاذة مخالفة لما سبق عـن الـجـمـهـور فـى الـحـكـم المذكور مع أنه ليس له عن أئمتنا نقل مقبول ، ولا تعليل منقول ، ولا لتـخـصـيـص الشيـخين وجه معقول ، فقد ورد : " مَنْ سَبَّ عَلِيًّا، فَقَدْ سَبَّنِي ومن سبنى فقد سب اللّٰه" رواه أحمد والحاكم فى " مستدركه " عن ام سلمة.

وأمـا مـا فـى " مـجـمـو ع الـنـوازل " : ولو قتل أحد من سب الشيخين لم يقتص به ، فانه كافر ، لأن سبهـمـا يـنـصـرف الى النبى صلى الله عليه وسلم ، فلا يخفى أن هذه رواية نادرة بادرة عن صاحبها ، مـعـارضة لـمـا تقدم من الروايات الكثيرة ، ومناقضة لما ورد فى المتون وشروحها الشهيرة ، مع أن التعليل الذى ذكره مدخول غير معقول .

نـعـم ، لـو سبهما من حيث انهما من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فكفر ، وكذا حكم غيرهما من على و عائشة و نحوهما بل لو سب أحدا من المسلمين من جهته كفر ، كما لو قتل مؤمنا متعمدا لأجل ايمانه ، فانه كافر اجماعا .

وأمـا الـقـيـاس : فـعـلـى الأصول ما ذكره أبو حنيفة رحمه الله فى " الفقه الأكبر " موافقا للمتكلمين جميعا : أنه لا يكفر أحد من أهل القبلة بذنب . وهؤلاء لا شبهة أنهم من أهل القبلة .

وقد ورد عن أنس رضى الله عنه مرفوعا : " ثلاث من أصل الايمان : الكف عمن قال : لا الٰه الا اللّٰه، لا يكفر بذنب ، ولا يخرج من الاسلام بعمل ... " الحديث .

فـفـى الـفـقـرة الأولى : رد على الخوارج والروافض ، وفى الثانية : على المعتزلة ، وعلى الفروع ما اتفق عليه أهل السنة والجماعة : من أن قتل المسلم ليس بكفر ، فبالاولىٰ أن لا يكون سبه كفرا .

وقد أجمعوا على أن قاتل عثمان وعلى و حسين ليس بكافر ، وكذا الحجاج مع أنه قتل مئة و

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وعـن أبـى حنيفة وأبى يوسف وزفر وعافية بن يزيد: أنهم قالوا: لا يحل لأحد أن يفتى بقولنا ما لم يعلم من أين قلنا.

وإذا لم يجز أن يفتى بقول المجتهد ما لم يعلم دليله، فكيف يجوز أن يـفتى بقول مقلد المقلد المتقدمين من غير دليل، مع أن الدليل من الكتاب والسنة يعارضه.

وقد ورد: "من أفتى بغير علم لعنته ملائكة السماء والأرض" رواه ابن عساكر عن على رضى الله عنه.

وقـد قال علماؤنا أيضا: أنه إذا كان تسع وتسعون رواية على كفر أحـد، ورواية واحـدة على إسلامه، ينبغى للمفتى أن يعمل بتلك الـرواية، لأن خـطـأه فـى نـجاة مؤمن وخلاصه، خير من خطئه فى حده وقصاصه.

عـصمنا الله سبـحـانـه مـن الـزلـل، وختم لنا بالحسنى عند حلول الأجل، وصلى الله علٰى سيدنا محمد وآله اجمعين (سُلاسة الرسالة فى ذم الـروافـض مـن اهـل الـضلالة، مشمولة : مجموعة رسائل العلامة الملا على القارى، ج٦ص٤٢٥، الـرسـالة "٧٤"، مـطبـوعة : داراللباب، استنبول، تركيا، الطبعة الاولىٰ: 2016ء)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عشرين ألفا من بين صحابى و تابعى و سيد نقى ، وعالم تقى ، ولم يقل أحد من أهل السنة بكفره. فالمعتمد ما ذكره العلامة التفتازانى فى " المعتقد " : أن سب الصحابة فسق وبدعة ، يؤيده ما ذكره الـعـارف السهـروردى مـن أن عـليـا و مـعـاوية رضـى الـله عنهما كانا على القتال والخصام ، وكان الـطـائـفـتـان يسـب بـعـضهم بعضا ، وما حكم أحد منهم بكفر الآخرين ، وانما كانت ذنوبا لهم ، فلا يكفر أحدا بما يرا منه من الجهل والسب(سُلاسة الرسالة فى ذم الروافض من اهل الضلالة، مشمولة : مـجـمـوع رسـائـل العلامة الملا على القارى، ج٦ص٤٢٠ الىٰ ٤٢٤، الرسالة "٧٤"، مطبوعة : داراللباب، استنبول، تركيا، الطبعة الاولىٰ: 2016ء)

ترجمہ: اس بات کو صحیح طرح سمجھ لیجیے، اور ''الملتقط'' میں ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ فتویٰ دے، مگر اسی صورت میں، جبکہ علماء کے اقوال کو پہچان لے، اور یہ بھی جان لے کہ انہوں نے یہ بات کس دلیل سے کہی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام زفر اور عافیہ بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی کے لیے بھی یہ بات حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے، جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ بات کس دلیل سے کہی ہے۔

اور جب مجتہد کے قول پر بھی اس کی دلیل کو جانے بغیر فتویٰ دینا جائز نہیں، تو پھر متقدمین کے مقلد کے قول پر بغیر دلیل کے فتویٰ دینا کیسے جائز ہوگا، خاص طور پر جبکہ کتاب وسنت کی دلیل بھی اس کے مخالف ہو۔

اور روایت میں یہ بات وارِد ہوئی ہے کہ جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا، تو اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، اس کو ابنِ عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] أخبرنا عبد الرحمن بن عمر بن محمد الأصغر أبو نعيم البامنجي بقرائتي عليه بباميئن ثنا السيد أبو الفتوح إسماعيل بن على بن محمد بن حمزة الجعفرى الطوسى ببامئين قال أبنا السيد أبو على هبة الله بن هبة الله الحسينى نا أبو محمد عبد الله بن أحمد الشيرنخشيرى إملاء فى داره بمرو أبنا أبو بكر محمد بن جعفر بن الحسن البغدادى وهو غندر أبنا أبو القاسم عبد الله بن أحمد بن عامر الطائى بواسط ثنا على بن موسى الرضا حدثنى أبى موسى بن جعفر حدثنى أبى جعفر بن محمد حدثنى أبى محمد بن على حدثنى أبى على بن الحسين حدثنى أبى الحسين بن على حدثنى أبى على بن أبى طالب عليه السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أفتى الناس بغير علم لعنته الملائكة فى السماء والأرض (معجم ابن عساكر، ص۵۴۷، ۵۴۸، رقم الحديث ٦٧٦، ذكر من اسمه عبد الرحمن)

قال الدكتورة وفاء تقى الدين: أبو القاسم الطائى ضعيف (حاشية معجم ابنِ عساكر)

أنا أبو الحسين زيد بن جعفر بن الحسين العلوى المحمدى , نا على بن محمد بن موسى التمار , بالبصرة , نا أبو القاسم عبد الله بن أحمد بن عامر الطائى , نا أبى , قال: حدثنى أبو الحسن: على بن موسى الرضا , قال: حدثني أبي: موسى بن جعفر , قال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے علماء نے یہ بھی فرمایا کہ جب کسی کے کفر کی ننانوے (99) روایتیں ہوں، اور ایک (1) روایت اس کے اسلام کی ہو، تو مفتی کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اس ایک روایت پر عمل کرے، کیونکہ کسی مومن کی نجات اور اس کی خلاصی میں خطاء کرنا، اس سے بہتر ہے کہ اس پر حد اور قصاص میں خطاء کی جائے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں کوتاہیوں سے محفوظ رکھے، اور موت کی آمد کے وقت ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے، وصلی اللہ علیٰ سیدنامحمد و آلہ اجمعین(سُلاسة الرسالة)

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جس نے بغیر ثبوت اور بغیر علم کے فتویٰ دیا، تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔ [1]

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ بغیر دلیل اور ثبوت کے فتویٰ دینا جائز نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ، جمہور فقہائے کرام کا بھی وہی قول ہے، جو اوپر کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حدثنی أبی: جعفر بن محمد , قال: حدثنی أبی: محمد بن علی , قال: حدثنی أبی: علی بن الحسین , قال: حدثنی الحسین بن علی , قال: حدثنی أبی: علی بن أبی طالب , قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أفتی بغیر علم لعنتہ الملائکۃ(الفقیہ و المتفقہ للخطیب بغدادی، ج۲ ص۳۲۷،باب ما جاء من الوعید لمن أفتی ولیس ھو من أھل الفتوی)

حدثنا أبو بکر محمد بن عمر بن مسلم القاضی بن الجعابی قال: حدثنا أبی قال: حدثنا عبد اللہ بن بشر، عن علی بن موسی الرضا قال: حدثنا موسی بن جعفر قال: حدثنی جعفر بن محمد قال: حدثنی محمد بن علی قال: حدثنی أبی، عن أبیہ، عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: (من أفتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والأرض)(فوائد ابن نصر، ص ۹۲، رقم الحدیث ۸۸)

[1] عن أبی ھریرۃ، قال: قال رسول اللہ – صلی اللہ علیہ وسلم –: " من أفتی بفتیا غیر ثبت فإنما إثمہ علی من أفتاہ"(سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۵۳)

قال شعیب الارنؤوط:إسنادہ حسن، مسلم بن یسار حسن الحدیث ومن دونہ ثقات(حاشیہ سنن ابنِ ماجہ)

عن أبی ھریرۃ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أفتی الناس بغیر علم کان إثمہ علی من أفتاہ(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۳۶)

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاہ ولا أعرف لہ علۃ .

وقال الذھبی فی التلخیص:علی شرطھما ولا أعرف لہ علۃ.

عبارت میں گزرا کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر سبّ وشتم کرنے والا گناہ گار اور فاسق ہے، لیکن کافر نہیں۔ [1]

علامہ حصکفی اور علامہ ابنِ عابدین شامی کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی نے بھی ''ردُّ المحتار'' وغیرہ میں کئی مقامات پر اس کی تصریح کی

[1] وفرق بعض الفقهاء بين الاستخفاف بالسلف، وبين الاستخفاف بغيرهم، وأرادوا بالسلف الصحابة والتابعين.

فقال الحنفية والشافعية فى ساب الصحابة وساب السلف :إنه يفسق ويضلل، والمعتمد عند المالكية أنه يؤدب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٢٥٠ ،مادة"استخفاف")

ذهب جمهور الفقهاء إلى عدم تكفير من سب أحد الشيخين أبى بكر وعمر رضى الله عنهما، وتوقف الإمام أحمد فى كفره وقتله (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج١٣ ،ص ٢٣٢، مادة"تكفير")

(قوله :وإن سب الصحابة إلخ) وقع فى أصل الروضة نقلا عن صاحب العدة وأقراه عد سب الصحابة -رضى الله تعالى عنهم -من الكبائر وجزم به ابن المقرى فى روضه وأقره عليه شارحه غير متعقب له، وجزم به بعض المتأخرين ووقع فى الروضة هنا تصويب شهادة جميع المبتدعة حتى ساب الصحابة -رضى الله تعالى عنهم -وجزم به ابن المقرى فى روضه وأقره شارحه وعبارته وتقبل شهادة من سب الصحابة والسلف؛ لأنه يقوله اعتقادا لا عداوة وعنادا انتهى وجرى عليه المتأخرون من شراح المنهاج وهو تناقض بحسب الظاهر ولعل وجه الجمع فيه أنه كبيرة إذا صدر من غير مبتدع؛ لأنه منتهک لحرمة الشرع انتهاكا قطعيا فى اعتقاده فلا يوثق به بخلاف المبتدع لما ذكر فيه سيد عمر أقول يدفع التناقض ما مر عن المغنى والأسنى فى أول الباب مما نصه أن المراد بها أى الكبائر فى قولهم وشرط العدالة اجتناب الكبائر إلخ غير الكبائر الاعتقادية التى هى البدع فإن الراجح قبول شهادة أهلها ما لم نكفرهم .اهـ.

إذ هو صريح فى أن سب الصحابة اعتقادا مع كونه كبيرة لا يقدح فى الشهادة كسائر اعتقادات أهل البدعة والضلالة لاعتقادهم أنهم مصيبون فى ذلک لما قام عند هم .(قوله :وإن ادعى السبكى والأذرعى أنه غلط) أقره المغنى عبارته وقال السبكى فى الحلبيات فى تكفير من سب الشيخين وجهان لأصحابنا فإن لم نكفره فهو فاسق لا تقبل شهادته ومن سب بقية الصحابة فهو فاسق مردود الشهادة ولا يغلط فيقال شهادته مقبولة انتهى فجعل ما رجحه فى الروضة غلطا قال الأذرعى وهو كما قال ونقل عن جمع التصريح به وأن الماوردى قال من سب الصحابة أو لعنهم أو كفرهم فهو فاسق مردود الشهادة .اهـ.

وإلى ذلک ميل القلب وإن لم يجز لنا مخالفة ما فى الروضة الذى جرى عليه المتأخرون من شراح المنهاج (حاشية الشروانى على تحفة المنهاج، ج١٠ ، ص ٢٣٥، كتاب الشهادات)

ہے کہ معتزلہ اور رافضہ اور دیگر مبتدعہ فرقوں پر صریح کفر کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے، البتہ جو اُن میں غالی ہو، اور ایسا کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، جس کی دلیل میں کوئی شبہ نہیں، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ قرار دینا وغیرہ، تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، اسی بنیاد پر حضراتِ صحابۂ کرام و شیخین رضی اللہ عنہم پر تبری کرنا بھی راجح قول کی بنا پر کفر نہیں، البتہ فسق ہے، متقدمین و محققین اور مجتہدین کا یہی قول ہے، اور بعد کے بعض حضرات کا اس کے برخلاف قول راجح نہیں۔

چنانچہ ''الدرُّ المختار'' میں ایک مقام پر علامہ حصکفی نے فرمایا کہ:

''جو اہلِ قبلہ ہیں، ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی، یہاں تک کہ خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، جو ہمارے خون اور اموال کو حلال سمجھتے ہیں، اور صحابۂ کرام پر سب وشتم کرتے ہیں، کیونکہ اُن کا یہ طرزِ عمل تاویل اور شبہ کی وجہ سے ہے، اسی وجہ سے ان کی گواہی بھی قبول کی جائے گی، سوائے ''خطابیہ'' کے، اور ہمارے بعض حضرات نے ''خطابیہ'' فرقہ کی تکفیر بھی کی ہے، البتہ اگر کوئی دین کے ضروری حکم کا انکار کرے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اجسام میں سے کسی جسم کا قول، اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار، تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا، قطعاً درست نہیں''۔ انتھیٰ۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی نے، علامہ حصکفی کے مذکورہ کلام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''جو بدعت شبہ پر مبنی ہو، اُس کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، یہاں تک کہ خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، یہ حکم معتزلہ اور شیعہ وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ اور سابِّ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

---

[1] وكل من كان من قبلتنا (لا يكفر بها) حتى الخوارج الذين يستحلون دمائنا وأموالنا وسب الرسول، وينكرون صفاته تعالى وجواز رؤيته لكونه عن تأويل وشبهة بدليل قبول شهادتهم، إلا الخطابية ومنا من كفرهم (وإن) أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة (كفر بها) كقوله إن الله تعالى جسم كالأجسام وإنكاره صحبة الصديق (فلا يصح الاقتداء به أصلا) فليحفظ (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ١ ص ٥٦١، ٥٦٢، كتاب الصلاة، باب الامامة)

اور بعض حضرات نے جو سابِّ شیخین کو کافر قرار دیا ہے، یہ اس صورت پر محمول ہے، جبکہ شبہ کے بغیر سب وشتم کیا جائے، اگرچہ اس کا قول فی نفسہٖ کفر ہے، اور باطل ہے، لیکن فی الجملہ شبہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

البتہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ''الٰــــہ'' ہونے کا دعویٰ کرے، یا جبریل علیہ السلام سے وحی میں غلطی کا قائل ہو، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، کیونکہ اس میں شبہ کا کوئی احتمال نہیں، اور میں نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنی کتاب ''**تـنبيــه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام**'' میں تحریر کردی ہے۔

اور ''خطابیہ'' فرقے کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ، ان کا کفر نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مذہب کے مطابق، اپنے مذہب والے کے لیے جھوٹی گواہی دینا جائز ہے۔

اور اہلِ سنت، یا حنفیہ کے بعض حضرات نے خوارج اور اہلِ بدعت کی تکفیر کی ہے، جیسا کہ ''بـــحـــر'' میں ''خــلاصة'' سے نقل کیا گیا ہے، لیکن خود صاحبِ ''بـــحـــر'' نے فرمایا کہ معتمد قول، اس کے خلاف ہے، اور صحیح مذہب یہی ہے کہ مخالفین میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، سوائے اس کے، جو ضروری دین کے معلوم حکم کا انکار کرے۔

اور شیخین کی خلافت کے انکار پر کفر کا حکم، اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ شبہ کے بغیر ہو، بخلاف صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت کے انکار کے''۔ انتہیٰ۔ [1]

---

[1] (قوله وكل من كان من قبلتنا لا يكفر بها) أي بالبدعة المذكورة المبنية على شبهة إذ لا خلاف في كفر المخالف في ضروريات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفي العلم بالجزئيات وإن كان من أهل القبلة المواظب طول عمره على الطاعات كما في شرح التحرير (قوله حتى الخوارج) أراد بهم من خرج عن معتقد أهل الحق لا خصوص الفرقة الذين خرجوا على الإمام على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’الدرُّ المختار‘‘ میں ایک مقام پر علامہ حصکفی نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

– رضی الله تعالى عنه – وكفروه، فيشمل المعتزلة والشيعة وغيرهم (قوله وسب الرسول) هكذا في غالب النسخ، ورأيته كذلك في الخزائن بخط الشارح، وفيه أن ساب الرسول – صلى الله عليه وسلم – كافر قطعا، فالصواب وسب أصحاب الرسول، وقيدهم المحشى بغير الشيخين لما سيأتي في باب المرتد أن سابهما أو أحدهما كافر.

أقول: ما سيأتي محمول على سبهما بلا شبهة، لما صرح به في شرح المنية من أن سابهما أو منكر خلافتهما إذا بناه على شبهة له لا يكفر وإن كان قوله كفرا في حد ذاته لأنهم ينكرون حجية الإجماع بإتهامهم الصحابة، فكان شبهة في الجملة وإن كانت باطلة.

بخلاف من ادعى أن عليا إله وأن جبريل غلط لأنه ليس عن شبهة واستفراغ وسع في الاجتهاد، بل محض هوى، وتمامه فيه فراجعه: وقد أوضحت هذا المقام في كتابي: [تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام] (قوله لكونه عن تأويل إلخ) علة لقوله لا يكفر بها .قال المحقق ابن الهمام في أواخر التحرير: وجهل المبتدع كالمعتزلة مانعي ثبوت الصفات الزائدة وعذاب القبر والشفاعة وخروج مرتكب الكبيرة والرؤية لا يصلح عذرا، لوضوح الأدلة من الكتاب والسنة الصحيحة، لكن لا يكفر، إذ تمسكه بالقرآن أو الحديث أو العقل، وللنهي عن تكفير أهل القبلة والإجماع على قبول شهادتهم ولا شهادة لكافر على مسلم، وعدمه في الخطابية ليس لكفرهم: أي بل لتدينهم شهادة الزور لمن كان على رأيهم أو حلف أنه محق.

وأورد أن استباحة المعصية كفر .وأجيب إذا كان عن مكابرة وعدم دليل، بخلاف ما عن دليل شرعي، والمبتدع مخطء في تمسكه لا مكابر، والله أعلم بسرائر عباده .اهـ .

(قوله ومنا من كفرهم) أي منا معشر أهل السنة والجماعة من كفر الخوارج: أي أصحاب البدع؛ أو المراد منا معشر الحنفية .وأفاد أن المعتمد عندنا خلافه، فقد نقل في البحر عن الخلاصة فروعا تدل على كفر بعضهم .ثم قال: والحاصل أن المذهب عدم تكفير أحد من المخالفين فيما ليس من الأصول المعلومة من الدين ضرورة إلخ فافهم (قوله كقوله جسم كالأجسام) وكذا لو لم يقل كالأجسام، وأما لو قال لا كالأجسام فلا يكفر لأنه ليس فيه إلا إطلاق لفظ الجسم الموهم للنقص فرفعه بقوله لا كالأجسام، فلم يبق إلا مجرد الإطلاق وذلك معصية، وتمامه في البحر (قوله وإنكاره صحبة الصديق) لما فيه من تكذيب قوله تعالى – "إذ يقول لصاحبه "– ح .وفي الفتح عن الخلاصة: ومن أنكر خلافة الصديق أو عمر فهو كافر اهـ ولعل المراد إنكار استحقاقهما الخلافة، فهو مخالف لإجماع الصحابة لا إنكار وجودها لهما بحر .

وينبغي تقييد الكفر بإنكار الخلافة بما إذا لم يكن عن شبهة كما مر عن شرح المنية، بخلاف إنكار صحبة الصديق تأمل (قوله أصلا) تأكيد، وليس المراد به في حالة كذا ولا في حالة كذا إذ ليس هنا أحوال ح (ردالمحتار، ج ا ص ٥٦١، ٥٦٢، كتاب الصلاة، باب الامامة)

وفی النهر مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة وإن وقع إلزاما فی المباحث (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳ص۴۵، کتاب النكاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: اور''النھر ''میں ہے کہ''معتزلہ''فرقے سے نکاح کا تعلق، قائم کرنا حلال ہے، کیونکہ ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اگرچہ اُن فرقوں کی بحث کرتے وقت کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہوا ہو (الدرالمختار)

علامہ ابنِ عابدین شامی نے''ردُّ المحتار ''میں، علامہ حصکفی کی مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما فی المباحث.

بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون. وأقول: وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفی الاختيار .اهـ .

وقوله :وإن وقع إلزاما فی المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بأنه كفر أی يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضی ذلک كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلک إلا لشبهة دليل شرعی على زعمهم، وإن أخطئوا فيه، ولزمهم المحذور على أنهم ليسوا بأدنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب، ولعل القائل بعدم حل مناكحتهم يحكم بردتهم بما اعتقدوه، وهو بعيد؛ لأن ذلک أصل اعتقادهم، فإن

سلم أنه كفر لا يكون ردة .قال فى البحر :وينبغى أن من اعتقد مذهبا يكفر به إن كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرك، وإن طرأ عليه فهو مرتد .اهـ.

وبهذا ظهر أن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية فى على، أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر كما أوضحته فى كتابى تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام شاتم خير الأنام أو أحد الصحابة الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام(ردالمحتار، ج۳ص ۴۵،۴۶، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)

ترجمہ: اور رہا ''معتزلہ'' فرقے کا معاملہ، تو راجح قول کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے نکاح کرنا، حلال ہے، کیونکہ حق بات یہ ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے، اگر چہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو۔

برخلاف اُس شخص کے، جو دین کی ضروری معلوم، قطعی باتوں کی مخالفت کرے، مثلاً عالم کو قدیم کہنے والا، اور اللہ تعالیٰ سے جزئیات کے علم کی نفی کرنے والا، جیسا کہ محققین نے تصریح کی ہے، اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے واجبُ الوجود ہونے، اور اس کے اختیار کی نفی کرنے کا قول۔

اور یہ فرمانا کہ ''اگر چہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ معتزلہ اور ان جیسے فرقوں کے مذہب کی تردید کرتے وقت، اُن کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ یہ کفر ہے (تب بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے گی) کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے قول سے کفر

لازم آ جاتا ہے، لیکن یہ بات ان کے کافر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، کیونکہ ''مذہب کا لازم، ان کا مذہب نہیں کہلاتا'' نیز اُن کا یہ قول، ان کے گمان کے مطابق، صرف شرعی دلیل کے شبہ کی وجہ سے واقع ہوا ہے، اگرچہ وہ اس میں خطاء کار ہیں، اس کے علاوہ یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ ان کو اہلِ کتاب سے ادنیٰ حالت میں بھی داخل نہ مانا جائے (اور نکاح اور ذبیحہ کو بھی حرام قرار دے دیا جائے، جبکہ اہلِ کتاب عورت سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال ہے) حالانکہ وہ سب سے اشرف کتاب (یعنی قرآن مجید) کا اقرار کرتے ہیں، اور جن حضرات نے اُن سے نکاح کے حلال نہ ہونے کا قول کیا ہے، اُس نے شاید اُن کے اعتقاد کی وجہ سے، ان کے مرتد ہونے کا حکم لگایا ہے، لیکن یہ حکم لگانا بعید ہے، کیونکہ یہ اُن کے اعتقاد کی بنیاد ہے، پھر اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ یہ کفر ہے، تب بھی وہ ارتداد نہیں کہلائے گا، جیسا کہ ''بحر'' میں فرمایا کہ یہ بات ضروری ہے کہ جو کفر یہ مذہب کا اعتقاد رکھتا ہو، اگر وہ اعتقادِ صحیح سے مقدم ہو، تو وہ مشرک ہے، اور اگر اعتقادِ صحیح کے بعد طاری ہوا ہو، تو وہ مرتد ہے۔

اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ''رافضی'' اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ''الوهیت'' کا عقیدہ رکھتا ہو، یا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جبریلِ امین نے وحی میں غلطی کی ہے، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کرتا ہو، یا سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر (زنا کی) تہمت لگاتا ہو، تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے دین کی اُن ضروری چیزوں کی مخالفت کی ہے، جو قطعی طور پر معلوم ہیں۔

برخلاف اس صورت کے کہ جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتا ہو، یا صحابہ پر سبّ وشتم کرتا ہو، تو وہ بدعتی ہے، کافر نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''تنبیه الولاة والحكام علىٰ أحكام شاتم خير الأنام'' میں اس

کو واضح کر دیا ہے (ردُّ المحتار)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ بعض اہلِ علم حضرات کے کلام میں ''معتزلہ و روافض'' اور دوسرے اہلِ قبلہ فرقوں کے متعلق جو ''کفر'' کی تصریح واقع ہوئی ہے، اُس سے ان کے مذہب کی تردید اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس طرح کے اقوال سے کفر لازم آ جاتا ہے، یعنی یہ بحث ''لزومِ کفر'' سے متعلق ہے ''التزامِ کفر'' سے متعلق نہیں، کیونکہ کسی مذہب کے قول سے کفر کا لازم آنا، اصل مذہب نہیں کہلاتا، اور جو بات شرعی دلیل میں شبہ کی وجہ سے واقع ہو، اس میں خطاء کا حکم تو لگایا جاتا ہے، لیکن صریح منکر و کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

اسی وجہ سے علی الاطلاق روافض کی تکفیر نہیں کی گئی، سوائے اُن لوگوں کے، جو نا قابلِ تاویل کفریہ عقیدے کے حامل ہوں، ورنہ تو غیر اللہ کے لیے ''علمِ غیب'' کا عقیدہ بھی نصِ قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے کفر کا متقاضی ہے، لیکن شرعی دلیل میں شبہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے ایک مقام پر فرمایا کہ:

دعوی علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها، إلا إذا أسند ذلك صريحا أو دلالة إلى سبب من الله تعالىٰ كوحي أو إلهام، وكذا لو أسنده إلى أمارة عادية يجعل الله تعالىٰ (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص ۲۴۳، كتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: علمِ غیب کا دعویٰ نصِ قرآن کے مخالف ہے، جس کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا، لیکن جب صراحتاً، یا دلالتاً اس کی نسبت، اللہ تعالیٰ کی جانب سے، کسی سبب کی طرف کرے، جیسا کہ وحی، یا الہام کے سبب سے، اور اسی طریقے سے اگر اُس کی نسبت ایسی عادی علامت کی طرف کرے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہو (تو کافر قرار نہ دیا جائے گا) (ردُّ المحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لیے علمِ غیب کا دعویٰ، کفر ہے، لیکن جو اہلِ بدعت، کسی نبی، یا ولی کی طرف وحی، یا الہام، یا کسی اور اللہ کی اختیار کردہ علامت کے سبب سے، اس کے لیے

علمِ غیب کا دعویٰ کرتے ہیں، تو پھر اس کو نصِ قرآن کے مخالف قرار دے کر، کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، یہاں بھی دلیلِ شرعی کا شبہ واقع ہوا ہے، البتہ اس میں اُن کو خطاء کار قرار دیا جائے گا۔

اسی طرح آج کل جو بعض علماء شیعہ مذہب کے کسی عقیدہ کی وجہ سے کفر لازم آنے کی وجہ سے ان پر کفر کا حکم لگاتے ہیں، یہ بھی راجح نہیں، جب تک صریح کفر کا ثبوت نہ ہو، جو کہ تمام اہلِ تشیع میں پایا جانا بعید ہے۔

چنانچہ مذکورہ عبارت میں اہلِ تشیع وروافض کے جن کفریہ عقائد کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اہلِ تشیع کے تمام فرقوں میں نہیں پائے جاتے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ''الوھیت'' کا عقیدہ، تمام اہلِ تشیع کے فرقوں کا نہیں ہے، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ''السیف المسلول'' میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں یہ عقیدہ تمام اہلِ تشیع کا ذکر نہیں کیا، بلکہ ''غالی'' فرقوں میں سے ''سبائیہ'' اور ''ذبابیہ'' اور ''ذمیہ'' اور ''غلبانیہ'' فرقوں کا ذکر کیا ہے ''امامیہ'' میں سے کسی فرقہ کا یہ عقیدہ ذکر نہیں کیا۔[1]

---

[1] چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناعشریہ'' میں فرماتے ہیں:
''فرقۂ سبائیہ'' یہ پہلا فرقہ ''عبداللہ بن سبا'' کے شاگردوں، ساتھیوں اور ہم عقیدہ لوگوں کا ہے، یہ کہتے تھے کہ حضرت علی معبودِ حقیقی ہیں، وہ شہید نہیں ہوئے، بلکہ ابنِ ملجم نے ایک شیطان کو مارا ہے، جو آپ کی شکل اختیار کر گیا تھا (نعوذ باللہ) بھلا شیطان لعین آپ کی پاک شکل میں کیسے منتقل ہو سکتا تھا۔
یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ''ابر'' میں پوشیدہ ہیں، اور یہ بجلی کا کڑکا، آپ کی آواز ہے، اور بجلی آپ کا کوڑا ہے، اسی لیے جب یہ لوگ بادل کی گرج سنتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ''الصلاۃ والسلام علیک یا امیر المومنین'' ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ ایک مدت کے بعد نزول فرمائیں گے، اور اپنے آپ دشمنوں کو زیروزبر کر ڈالیں گے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۰، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان ''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)
اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناعشریہ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:
''فرقہ ذبابیہ'' یہ فرقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''الٰہ'' مانتا ہے، یہ کہتے ہیں ان حضرات کی صورتوں میں اس سے زائد مشابہت تھی، جتنی ایک مکھی کو دوسری مکھی سے ہوتی ہے، یہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح ''جبریلِ امین کا وحی میں غلطی کرنے کا عقیدہ'' بھی اہلِ تشیع کے تمام فرقوں کا نہیں ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ عقیدہ ''غالی'' فرقوں میں سے ''غرابیہ'' فرقہ کا ذکر کیا ہے''امامیہ'' میں سے کسی فرقہ کا یہ عقیدہ ذکر نہیں کیا۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فرقہ ''غرابیہ'' کا وہ فرقہ ہے، جس نے اپنے عقیدہ کو چھوڑ کر دوسرا عقیدہ اختیار کرلیا ہے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۳، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اورحضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''فرقہ ذمیہ'' اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ''الٰہ'' ہیں، انہوں نے ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کو لوگوں کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ وہ انہیں ''علیؓ'' کی طرف دعوت دیں، لیکن اس کے برخلاف، وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینے لگے، اسی لیے یہ فرقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برائی کے ساتھ یاد کرتا ہے، اسی سبب سے اس کا نام ''ذمیہ'' ہوگیا (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۳، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اورحضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''فرقہ غلبانیہ'' یہ غلبا بن اروع اسدی یا اوسی کے ساتھیوں کا فرقہ ہے، یہ بھی حضرت علی کی الوہیت کے قائل ہیں، اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل مانتے ہیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور نے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے، ان کی متابعت خود پر لازم کرلی تھی (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۳، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

[1] چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں فرماتے ہیں:

''فرقہ غرابیہ'' یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو وحی دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا، مگر انہوں نے پہچان میں غلطی کی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بجائے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچادی، اور ایسا اس وجہ سے ہوا کہ یہ دونوں حضرات، شکل وشباہت میں ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے تھے، ان دونوں کی شباہت اس سے بھی زیادہ تھی، جتنی ایک کوے کو دوسرے کوے سے ہوتی ہے، لہٰذا حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے ان میں باہم تمیز ممکن نہ رہی (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۲، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اور ''ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس صحبت کے انکار کا عقیدہ، جس کا انکار نا قابلِ تاویل طریقہ پر کفر ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ زنا کی تہمت کا عقیدہ'' جس سے نا قابلِ تاویل طریقہ پر کفر لازم آتا ہے، یہ بھی اہلِ تشیع کے تمام فرقوں سے ثابت نہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار'' ہی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وأنت خبير بأن الصحيح فى المعتزلة والرافضة وغيرهم من المبتدعة أنه لا يحكم بكفرهم وإن سبوا الصحابة أو استحلوا قتلنا بشبهة دليل كالخوارج الذين استحلوا قتل الصحابة.

بخلاف الغلاة منهم كالقائلين بالنبوة لعلى والقاذفين للصديقة فإنه ليس لهم شبهة دليل فهم كفار كالفلاسفة كما بسطناه فى كتابنا "تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الأنام" (ردالمحتار، ج۵ص ۱ ا، كتاب البيوع، باب خيار العيب)

ترجمہ: اور آپ اس بات سے باخبر ہیں کہ ''معتزلہ'' اور ''رافضہ'' اور ان کے علاوہ دوسرے ''اہلِ بدعت'' کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اگرچہ وہ صحابہ پر سبّ وشتم کریں، یا ہمارے قتل کو حلال سمجھیں، کیونکہ اس کی دلیل میں شبہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ وہ خوارج، جنہوں نے صحابہ کے قتل کو حلال سمجھا۔

برخلاف ان میں سے غالی لوگوں کے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کے قائلین، اور صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قاذفین، تو ان کے لیے دلیل میں شبہ نہیں پایا جاتا، تو وہ کافر ہیں ''فلاسفہ'' کی طرح، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب

''تنبیه الولاة والحکام علٰی أحکام شاتم خیر الأنام'' میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے (ردُّ المحتار)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ معتزلہ اور روافض وغیرہ کے بارے میں حنفیہ کا صحیح قول یہی ہے کہ وہ کافر نہیں، سوائے ان میں ایسے غالی لوگوں کے، جو نا قابلِ تاویل کفریہ عقیدہ رکھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ''نبوت'' کا عقیدہ بھی تمام اہلِ تشیع کے فرقوں کا نہیں ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ عقیدہ ''غالی'' فرقوں میں سے ''اُمویہ'' فرقہ کا ذکر کیا ہے ''امامیہ'' میں سے کسی فرقہ کا یہ عقیدہ ذکر نہیں کیا۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار'' میں ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

مطلب مهم فی حکم سب الشیخین:

وأقول: علی فرض ثبوت ذلک فی عامة نسخ الجوهرة لا وجه له یظهر، لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبیاء عندنا خلافا للمالکیة والحنابلة، وإذا کان کذلک فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشیخین بل لم یثبت ذلک عن أحد من الأئمة فیما أعلم اهـ ونقله عنه السید أبو السعود الأزهری فی حاشیة الأشباه ط .أقول :نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة أن الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر، وإن کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع .اهـ.

---

[1] چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں فرماتے ہیں:
''فرقۂ امویہ'' یہ فرقہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو نبوت ورسالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک وسہیم مانتا ہے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۲، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان ''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

وهـذا لا يستلزم عدم قبول التوبة .عـلـى أن الـحكم عليه بالكفر مشكل، لما فى الاختيار اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتـخـطـئتهـم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يـضلل إلخ .وذكـر فـى فتـح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دمـاء الـمسـلـميـن وأمـوالهـم ويـكـفرون الصحابة حكمهم عند جـمهـور الـفـقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهـب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهـل الـحـديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء . وذكـر فـى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع. وبـعـضهـم يـكـفـرون الـبعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبــه إلـى أكثـر أهـل السـنة، والـنـقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.

نـعـم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الـفـقهـاء الـذيـن هـم الـمـجتهـدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الـفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا اهـ ومما يزيد ذلك وضـوحـا مـا صـرحـوا به فى كتبهم متونا وشروحا من قولهم :ولا تـقـبـل شهـادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية .وقـال ابـن ملك فى شرح المجمع :وتـرد شهادة من يظهر سب السلف لأنه يكون ظاهر الفسق، وتقبل من أهل الأهواء الجبر والقدر والرفض والخوارج والتشبيه والتعطيل .اهـ

وقـال الـزيـلـعـى أو يـظهر سب السلف يعنى الصالحين منهم وهم

الصحابة والتابعون؛ لأن هذه الأشياء تدل على قصور عقله وقلة مروء ته، ومن لم يمتنع عن مثلها لا يمتنع عن الكذب عادة، بخلاف ما لو كان يخفى السب اهـ.

ولم يعلل أحد لعدم قبول شهادتهم بالكفر كما ترى، نعم استثنوا الخطابية لأنهم يرون شهادة الزور لأشياعهم أو للحالف، وكذا نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد.

فعلم أن ما ذكره فى الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت.

وقد ألف العلامة منلا على القارى رسالة فى الرد على الخلاصة، وبهذا تعلم قطعا أن ما عزى إلى الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده فى الجوهرة باطل لا أصل له ولا يجوز العمل به، وقد مر أنه إذا كان فى المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير، فكيف يميل هنا إلى التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلى قتله وإن تاب، وقد مر أيضا أن المذهب قبول توبة ساب الرسول -صلى اللّٰه عليه وسلم -فكيف ساب الشيخين .والعجب من صاحب البحر حيث تساهل غاية التساهل فى الإفتاء بقتله مع قوله :وقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء من ألفاظ التكفير المذكورة فى كتب الفتاوى.

نعم لا شک فى تكفير من قذف السيدة عائشة -رضى الله تعالىٰ

عنها -أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية فى على أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، ولكن لو تاب تقبل توبته، هذا خلاصة ما حررناه فى كتابنا تنبيه الولاة والحكام، وإن أردت الزيادة فارجع إليه واعتمد عليه ففيه الكفاية لذوى الدراية (ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۶، ۲۳۷، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم فى حكم سب الشيخين)

ترجمہ: شیخین کوسب وشتم کرنے کے حکم کے بارے میں اہم مطلب:

اور میں کہتا ہوں کہ اگر اس بات کے ثبوت کو تسلیم بھی کرلیا جائے، جو جوہرہ کے عام نسخوں میں (سابِّ شیخین کی تکفیر کے بارے میں) ہے، تو بھی اس کے راجح ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک انبیائے کرام کوسب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول کرلی جائے گی، مالکیہ اور حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے، اور جب معاملہ اس طرح ہے، تو شیخین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کوسب وشتم کرنے والے کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قول کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ یہ بات میرے علم کے مطابق ائمہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں، اس بات کو جوہرہ سے ابوسعید ازہری نے اشباہ کے حاشیہ میں بھی نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بے شک بزازیہ میں خلاصہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ رافضی جب شیخین کوسب وشتم کرے، اور ان پر لعنت کرے، تو وہ کافر ہے، اور اگر ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دے، تو پھر وہ بدعتی ہے۔

لیکن اس سے اولاً تو توبہ کا قبول نہ ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے اس پر کفر کا حکم لگانا بھی مشکل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ''الاختیار'' میں یہ بات مذکور ہے کہ ائمہ کا

تمام اہلِ بدعت کے گمراہ ہونے اور ان کے خطا کار ہونے پر اتفاق ہے، اور صحابۂ کرام میں سے کسی پر سبّ وشتم کرنا، اور ان سے بغض رکھنا کفر نہیں، البتہ ایسا شخص گمراہ ہے، اور ''فتحُ القدیر'' میں یہ بات مذکور ہے کہ جو خوارج مسلمانوں کے خون اور ان کے مالوں کو حلال سمجھتے ہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں، تو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین کے نزدیک ان کا حکم باغیوں کا ہے، اور بعض اہلِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ وہ مرتد ہیں، ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں نہیں کہ کسی نے ان بعض اہلِ حدیث کی، ان کو کافر قرار دینے کے قول میں موافقت کی ہو، اور یہ فقہاء کے اجماع کے نقل ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور ''المحیط'' میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی، البتہ بعض نے بعض اہلِ بدعت کی تکفیر کی ہے، اور وہ، وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی بدعت کے ذریعہ سے دلیلِ قطعی کی مخالفت کی ہو، پھر اس کی اکثر اہلِ سنت کی طرف نسبت کردی، لیکن پہلی نقل زیادہ ثابت ہے، اور ابنِ منذر مجتہدین کے کلام کی نقل سے زیادہ واقف ہیں۔

ہاں البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا قول بہت زیادہ واقع ہوا ہے، لیکن ان فقہاء کے کلام سے اس کا تعلق نہیں، جو کہ مجتہدین ہیں، بلکہ اس قول کا غیر مجتہدین کے کلام سے تعلق ہے، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی منقول ہے، جو ہم نے ذکر کیا، جس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے اپنی متون اور شروح پر مشتمل کتابوں میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا، جو علی الاعلان سلف پر سبّ وشتم کرتا ہو، اور خطابیہ کے علاوہ دیگر اہلِ ہواء کی گواہی کو قبول کیا جائے گا، اور ابنِ ملک نے شرحُ المجمع میں فرمایا کہ جو علی الاعلان سلف پر سبّ وشتم کرتا ہو،

اس کی گواہی کو رَد کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ ظاہری فسق ہے، اور اہلِ ہواء اور جبریہ اور قدریہ اور رافضی اور خارجی اور اہلِ تشبیہ اور اہلِ تعطیل کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

اور زیلعی نے فرمایا کہ سلف پر سبّ وشتم کرنے سے مراد صالحین ہیں، جو کہ صحابہ اور تابعین ہیں، کیونکہ یہ چیزیں اس کی عقل کے قصور اور اس کی قلتِ مروّت پر دلالت کرتی ہیں، اور جو شخص ان جیسی چیزوں سے باز نہیں آتا، وہ عادتاً جھوٹ سے بھی باز نہیں آتا، برخلاف اس کے کہ اگر چھپ کر سبّ وشتم کرتا ہو۔

اور کسی نے بھی ان مذکورہ لوگوں کی گواہی قبول نہ ہونے کی علت میں کفر کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، البتہ انہوں نے خطابیہ کو اس لیے مستثنیٰ کیا ہے کہ وہ اپنی جماعت، یا حلف اٹھانے والے کے لیے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں (جس کی بناء پر ان کی گواہی قبول نہ ہوگی، لیکن تکفیر پھر بھی نہیں کی جائے گی) اور اسی طریقہ سے محدثین نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اہلِ ہواء کی روایت قبول کر لی جائے گی، اور یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو عام صحابہ پر سبّ وشتم کرتا ہے، اور فاسد تاویل کی بنا پر ان کی تکفیر کرتا ہے۔[1]

پس مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ خلاصہ میں جو کافر ہونے کا حکم مذکور ہے، وہ ضعیف قول ہے، جو متون اور شروح کے مخالف ہے، بلکہ وہ اجماعِ فقہاء کے بھی مخالف ہے، جیسا کہ آپ سن چکے ہیں۔

---

[1] جن عبارات میں سابِّ شیخین، یا سابِّ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیا گیا ہے۔
علامہ شامی نے اس قسم کی عبارات سے پیدا ہونے والی غلطی کا ازالہ فرمایا ہے کہ یہ عبارات تب درست بیٹھتی ہیں جب انھیں استحلال کی اس صورت پر محمول کیا جائے، جس میں کوئی تاویل ممکن نہ ہو، اگرچہ وہ تاویل فاسد کیوں نہ ہو، ورنہ تو یہ عبارات اہل السنۃ کے مسلمہ اصول کے خلاف ہیں، کیونکہ محققین کی طرف سے خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی گئی، جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا کرتے تھے، کیونکہ وہ تاویل کے ساتھ یہ عمل کیا کرتے تھے۔ محمد رضوان۔

اور ملا علی قاری نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں خلاصہ پر رَد کیا ہے، اور اس تفصیل سے قطعی طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ جوہرہ کی طرف جو کافر ہونے اور توبہ قبول نہ ہونے کی بات منسوب ہے، اگر جوہرہ میں اس کے وجود کو فرض بھی کرلیا جائے، تو یہ باطل ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو، پس یہاں اس تکفیر کی طرف مائل ہونا، کیونکر درست ہوسکتا ہے، جو اجماع کے مخالف ہے، اور مائل ہونے سے بڑھ کر اس کے تائب ہونے کی صورت میں بھی قتل کا حکم دیا جارہا ہو، اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ حنفیہ کا اصل مذہب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سبّ وشتم کرنے والے کی توبہ کے قبول ہونے کا ہے، پس شیخین پر سبّ وشتم کرنے والے کی توبہ کیونکر قبول نہیں ہوگی، اور صاحبِ بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس کے قتل کرنے کا فتویٰ دینے میں انتہائی تساہل سے کام لیا، باوجودیکہ خود صاحبِ بحر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ میں کتبِ فتاویٰ میں مذکور الفاظِ تکفیر میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیتا۔

البتہ جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا جبریلِ امین کے وحی میں غلطی کرنے کا عقیدہ رکھے، یا اس جیسا کوئی صریح کفر اختیار کرے، جو قرآن کے مخالف ہو، تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن اگر وہ توبہ کرلے، تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی، یہ خلاصہ ہے اس تحریر کا جو ہم نے اپنی کتاب ''**تنبیہ الولاۃ والحکام**'' میں ذکر کی ہے، اور آپ زیادہ تفصیل کے خواہش مند ہوں، تو اس کتاب کی طرف رجوع کرلیجیے، اور اس پر

اعتماد کیجیے، جس میں عقل مند لوگوں کے لیے کفایت کا سامان ہے (ردُّ المحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی کی مذکورہ کتاب کے کچھ حوالہ جات، آگے آتے ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا چوتھا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''البحر الرائق'' کی شرح ''منحةُ الخالق'' میں اس مسئلے کی عمدہ تحقیق فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

(قوله وحكمهم عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة) قال العلامة إبراهيم الحلبى فى باب الإمامة من شرح المنية والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدى إلى الكفر عند أهل السنة أما لو كان مؤديا إلى الكفر فلا يجوز أصلا كالغلاة من الروافض الذين يدعون الألوهية لعلى أو أن النبوة له فغلط جبريل ونحو ذلك مما هو كفر وكذا من يقذف الصديقة أو ينكر صحبة الصديق أو خلافته أو يسب الشيخين وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بأنه تعالى جسم كالأجسام ومن ينكر الشفاعة أو الرؤية أو عذاب القبر أو الكرام الكاتبين أما من يفضل عليا فحسب فهو مبتدع من المبتدعة الذين يجوز الاقتداء بهم مع الكراهة وكذا من يقول أنه تعالى جسم لا كالأجسام ومن قال أنه تعالى لا يرى لجلاله وعظمته.

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء ونحوهم مع ما

ثبت عن أبي حنيفة والشافعي من عمد تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وإن لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا فى طلب الحق.

لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم لا يصحح هذا الجمع. اللهم إلا أن يراد بعدم الجواز عدم الحل مع الصحة وإلا فهو مشكل هكذا ذكره الشيخ كمال الدين بن الهمام .

وعلى هذا يجب أن يحمل المنقول على ما عدا غلاة الروافض ومن ضاهاهم فإن أمثالهم لم يحصل منهم بذل وسع فى الاجتهاد فإن من يقول بأن عليا هو الإلٰه أو بأن جبريل غلط ونحو ذلك من السخف إنما هو متبع محض الهوى وهو أسوأ حالا ممن قال (ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى ا لله زلفى)فلا يتأتى من مثل الإمامين العظيمين أن لا يحكما بأنهم من أكفر الكفرة.

وإنما كلامهما فى مثل من له شبهة فيما ذهب إليه وإن كان ما ذهب إليه عند التحقيق فى حد ذاته كفرا كمنكر الرؤية وعذاب القبر ونحو ذلك فإن فيه إنكار حكم النصوص المشهورة والإجماع .

إلا أن لهم شبهة قياس الغائب على الشاهد ونحو ذلك مما علم فى الكلام وكمنكر خلافة الشيخين والساب لهما فإن فيه إنكار حكم الإجماع القطعي إلا أنهم ينكرون حجية الإجماع بإتهامهم الصحابة فكان لهم شبهة فى الجملة وإن كانت ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل فبسبب تلك الشبهة التى أدى إليها اجتهادهم

لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطا بخلاف مثل من ذكرنا من الغلاة فتأمل (منحةُ الخالق على هامش البحرالرائق، ج۵ص ۱۵۱، كتاب السير، باب البغاة)

ترجمہ: علامہ ابنِ نجیم کا یہ قول کہ جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک، ان کا حکم، باغیوں کا ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی نے ''**شرحُ المنية**'' کے ''**بابُ الامامة**'' میں فرمایا کہ بدعتی سے مراد وہ ہے، جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اور اس کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے، جبکہ وہ ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو، جو اہل السنۃ کے نزدیک کفر تک پہنچادے، لیکن اگر اس کا عقیدہ کفر تک پہنچادے، تو پھر اقتداء بالکل بھی جائز نہیں، جیسا کہ ان غالی رافضیوں کا حکم ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، جس میں حضرت جبریل سے غلطی کا دعویٰ کرتے ہیں، یا اسی طرح کا کوئی دوسرا کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور اسی طرح اس شخص کا حکم ہے، جو حضرت عائشہ صدیقہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کرتا ہے، یا شیخین کو سب وشتم کرتا ہو، اور جیسا کہ جہمیہ اور قدریہ اور مشبہہ، جو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسرے اجسام کی طرح کا جسم ہونے کے قائل ہیں، یا شفاعت، یا رؤیتِ باری تعالیٰ، یا عذابِ قبر، یا کراماً کاتبین کا انکار کرتے ہیں، لیکن جو صرف حضرت علی کو فضیلت دیتا ہو، تو وہ بدعتیوں میں سے ایک بدعتی ہے، جس کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور اسی طرح وہ شخص کہ جو اللہ کے جلال وعظمت کی وجہ سے رؤیت کا قائل نہ ہو۔

اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ جن اہلِ ہواء وغیرہ کے کفر کا ذکر کیا گیا، نیز امام

ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے، جن اہلِ قبلہ مبتدعین کی تکفیر کا حکم مروی ہے، ان سب کا محمل یہ ہے کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنا بذاتِ خود کفر ہے، لہٰذا اس کا قائل اس چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کو اس وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا کہ اس کا یہ قول، طلبِ حق میں بقدرِ وسعت، اجتہاد و کوشش کرنے کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔

لیکن ان کی اقتداء میں نماز کو باطل قرار دینا، اس جمع و تطبیق کو صحیح قرار نہیں دیتا، مگر اسی صورت میں کہ یہ کہا جائے کہ عدمِ جواز سے مراد صحیح ہونے کے ساتھ حلال نہ ہونا ہے، ورنہ تو اس کا جمع کرنا مشکل ہے، اسی طرح سے شیخ کمالُ الدین ابنِ ہمام نے ذکر کیا ہے۔

اور مذکورہ تفصیل کی بناء پر اجتہاد میں کوشش کو صَرف کرنے کی جو بات منقول ہے، وہ غالی رافضیوں اور ان جیسے لوگوں کے علاوہ پر محمول ہوگی، کیونکہ جو شخص یہ بات کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ''الٰــہ'' ہیں، یا جبریل سے وحی میں غلطی ہوئی، اور اس کے مثل دوسری بے ہودہ بات کہتا ہے، تو وہ محض خواہش کی اتباع کرنے والا ہے، اور یہ اس سے بھی زیادہ بری حالت والا ہے، جس نے یہ کہا کہ ''مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى'' تو اس جیسے شخص کے بارے میں دو عظیم اماموں (امام ابوحنیفہ اور امام شافعی) کی یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ وہ یہ حکم نہ لگائیں کہ یہ کفر میں عظیم تر کفر ہے۔

اور ان دونوں (امام ابوحنیفہ اور امام شافعی) کا کلام، تو اس جیسے شخص کے بارے میں ہے، جس کے قول میں شبہ ہو، اگرچہ تحقیق کے نتیجے میں بذاتِ خود اس کا قول کفر ہو، جیسا کہ رؤیتِ باری تعالیٰ اور عذابِ قبر وغیرہ کا منکر، کہ اس میں مشہور نصوص اور اجماع کے حکم کا انکار ہے۔

لیکن اس میں غائب کو شاہد پر قیاس کرنے، اور اسی طرح کا شبہ ہے، جیسا کہ علمِ کلام میں یہ بات معلوم ہے، اور جیسا کہ شیخین کی خلافت کا منکر اور ان کو سبّ وشتم کرنے والا، کیونکہ اس میں اجماعِ قطعی کے حکم کا انکار ہے، لیکن یہ لوگ چونکہ اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، صحابہ کو تہمت لگانے کی وجہ سے، تو ان کے لیے فی الجملہ شبہ پیدا ہوگیا، اگرچہ وہ دلیل میں غور کرنے سے ظاہری طور پر باطل ہے، پس اس شبہ کی وجہ سے، جس کی طرف ان کے اجتہاد نے پہنچایا، ان کے کفر کا احتیاطاً حکم نہیں لگایا گیا، باوجودیکہ ان کا عقیدہ، کفر ہے، بخلاف اُن لوگوں کے مثل، جن کا ہم نے ذکر کیا، مثلاً غالی لوگوں کے، پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں (منحۃُ الخالق)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو لوگ ایسا صریح کفریہ وشرکیہ عقیدہ رکھتے ہوں، جس میں شبہ نہ پایا جاتا ہو، اور اس میں کوئی تاویل ممکن نہ ہو، جیسا کہ ''الوہیتِ علی'' اور ''غلطیِ وحیِ جبریل'' اور ''قذفِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' وغیرہ، اس کے باعثِ کفر ہونے میں تو شبہ نہیں، اور جو اس نوعیت کا نہ ہو، جیسا کہ ''سابِ شیخین'' وغیرہ، تو اس پر احتیاطاً کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور جن عبارات میں کفر کا ذکر ہے، وہ مجتہدین کا قول نہیں، یا پھر ''لزومِ کفر'' مراد ہے، نہ کہ ''التزامِ کفر''۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا پانچواں حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

أهل الهوى أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة، وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنين وسبعين (رد

المحتار على الدر المختار، ج٦، ص٦٩٨، كتاب الوصايا، فصل فى وصايا الذمى وغيره)

ترجمہ: اہلِ ھواء، وہ اہلِ قبلہ ہیں، جن کے عقائد اہلُ السنۃ والے عقائد نہ ہوں، اور وہ جبریہ اور قدریہ اور روافض اور خوارج اور معطلہ اور مشبہۃ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، اور اس طرح سے بہتّر فرقے بن جاتے ہیں (ردالمحتار)

مذکورہ عبارت میں بھی روافض اور خوارج وغیرہ کو، اہلُ السنۃ سے خارج قرار دیا گیا ہے، اور اُن کو مسلمانوں کے بہتّر (72) فرقوں میں شمار کیا گیا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا چھٹا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی اپنی کتاب ''تنبيه الولاة والحكام علىٰ أحكام شاتم خير الأنام'' میں فرماتے ہیں کہ:

(إذا علمت ذلک) ظهر لک أن ما مر عن الخلاصة من أن الرافضى إذا كان يسب الشيخين ويلعنها ، فهو كافر، مخالف لما فى كتب المذهب من المتون والشروح الموضوعة لنقل ظاهر الرواية، ولما قدمنا عن الإختيار وشرح العقائد ، بل مخالف للإجماع على ما نقله ابن المنذر، كما مر فى عبارة فتح القدير ، وكذا ما قدمنا فى عبارة شيخ الاسلام ابنِ تيمية من قوله ،وقال ابن المنذر لا أعلم أحدا يوجب قتل من سب من بعد النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

وإذا كان هذا فيمن يظهر سب جميع السلف فكيف من يسب

الشيخين فقط ، فعلم أن ذلك ليس قولا لأحد من المجتهدين وإنما هو قول لمن حدث بعدهم ، وقد مر في عبارة الفتح أنه لا عبرة بغير كلام الفقهاء المجتهدين ، اللّٰهم إلا أن يكون المراد بما في الخلاصة أنه كافر إذا كان سبه لهما لأجل الصحبة ،أو كان مستحلا لذلك بلا شبهة، تأويل أركان من غلاة الروافض ممن يعتقد كفر جميع الصحابة ، أو ممن يعتقد التناسخ وألوهية على ، ونحو ذٰلك، أو المراد أنه كافر أي إعتقد ما هو كفر ،وإن لم نحكم بكفره إحتياطا ، أو هو مبني على قول البعض بتكفير أهل البدع .

(فإن قلت) قال في البحر مانصه، وفي الجوهرة من سب الشيخين أو طعن فيهما ،كفر، ويجب قتله ، ثم إن رجع وتاب وجدد الإسلام ، هل تقبل توبته أم لا؟ قال الصدر الشهيد لاتقبل توبته ، واسلامه ، ونقتله ، وبه أخذ الفقيه أبو الليث السمرقندي وأبو نصر الدبوسي ، وهو المختار للفتوىٰ، انتهٰى.وتبعه على ذلك تلميذ صاحب المنح ، وقال إن هذا يقوى القول بأنه لا نقبل توبة ساب النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم .

(قلت) قد رد علٰى صاحب البحر اخوه صاحب النهر بأن هذا لا وجود له في الجوهرة ، وانما وجد في هامش بعض النسخ ، فالحق بالاصل انتهٰى.

وحيث كان ذلك في هامش نسخة لا يعلم صدق كاتبه من كذبه لايجوز الأخذ به، وجعله حكما شرعيا من أحكام الله تعالٰى التي لاتثبت إلا بأحد الأدلة الأربعة الكتاب والسنة والإجماع والقياس الصحيح من أهله.

وكتاب الجوهرة شرح القدورى لابى بكر الحدادى كتاب مشهور متداول يوجد بأيدى صغار الطلبة، فليراجعه من أراد ذلک ليريح باله، ويزيح إشكاله.

وقد راجعته ايضا فلم أجد هذا النقل فيه بل فيه ما يناقضه ، فإنه قال فى الشهادات ، ولاتقبل شهادة من يظهر سب السلف الصالحين لظهور فسقه، والمراد بالسلف الصالحين الصحابة والتابعون ، فقال لظهور فسقه، ولم يقل لكفره (تنبيه الولاة والحكام علىٰ أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهما الصلاة والسلام ، مشمولة: مجموعة رسائل ابن عابدين، ج ا ص ۳٦۴، ۳٦۵، مطبوعة: سهيل اكيدمى، لاهور، الباكستان، الطبعة الثالث: 1990ء)

ترجمہ: اور جب آپ یہ بات جان چکے، تو آپ کے لیے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ''خلاصہ'' کے حوالے سے جو یہ بات گزری کہ ''رافضی'' جب شیخین رضی اللہ عنہما پر سبّ وشتم اوران پر لعنت کرے، تو وہ کافر ہے، تو یہ مذہب کے متون اور شروح میں مذکور موقف کے خلاف ہے، جو ظاہرُ الروایۃ کو نقل کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں، اور جیسا کہ ہم ''الاختیار'' اور ''شرحُ العقائد'' کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں، بلکہ یہ بات اس اجماع کے بھی خلاف ہے، جس کو ابنِ منذر نے نقل کیا ہے، جیسا کہ ''فتحُ القدیر'' کی عبارت کے حوالے سے گزرا، اوراسی طریقے سے اس کے بھی خلاف ہے، جو ہم نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی عبارت میں ان کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ابنِ منذر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو سبّ وشتم کرنے والے کے قتل کو واجب قرار دیا ہو۔

اور جب یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے، جو تمام سلف کو سبّ وشتم کرتا ہو، تو جو شخص صرف شیخین رضی اللہ عنہما کو سبّ وشتم کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ حکم کیونکر نہیں ہوگا، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ قول مجتہدین میں سے کسی کا نہیں ہے، بلکہ یہ مجتہدین کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کا قول ہے، اور ''فتحُ القدیر'' کی عبارت میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ فقہائے مجتہدین کے علاوہ کے کلام کا اعتبار نہیں، الَّا یہ کہ ''خلاصۃ'' کی مراد یہ ہو کہ وہ اس وقت کافر ہوگا کہ جب شیخین رضی اللہ عنہما کو ''صحابی'' ہونے کی وجہ سے سبّ وشتم کرے، کسی شبہ وغیرہ کے بغیر اس کو حلال سمجھے، یا غالی رافضیوں میں سے اس شخص کی تاویل کی جائے، جو تمام صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے، یا تناسخ اور علی رضی اللہ عنہ کی الوھیت کا عقیدہ رکھے، یا اسی طرح کا کوئی اور عقیدہ رکھے، یا کافر ہونے کی مراد یہ ہو کہ اس نے اس چیز کا عقیدہ رکھا، جو کہ کفر ہے، اگرچہ ہم احتیاطاً اس کے کفر کا حکم نہیں لگائیں گے، یا پھر یہ بعض حضرات کے اس قول پر مبنی ہو، جو اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں (مگر یہ قول ائمۂ متبوعین اور جمہور کے خلاف اور مرجوح ہے)

اور اگر آپ یہ شبہ کریں کہ ''البحر'' میں تو اس کی تصریح ہے، اور ''الجوھرۃ'' میں ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کو سبّ وشتم، یا ان پر طعن وتشنیع کرنے والا کافر ہے، اور اس کا قتل واجب ہے، پھر اگر وہ رجوع کرلے، اور توبہ کرلے، اور تجدیدِ اسلام کرلے، تو کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں؟ صدرُ الشہید نے فرمایا کہ اس کی توبہ اور اس کے اسلام کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور ہم اس کو قتل کریں گے، اسی کو فقیہ ابواللیث سمرقندی اور ابونصر دبوسی نے لیا ہے، اور یہی فتویٰ کے لیے مختار ہے ''البحر'' کی بات ختم ہوئی، اور ''صاحبُ المنح'' کے شاگرد نے بھی اسی کی اتباع کی ہے، اور فرمایا کہ اس سے اس قول کی تقویت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرنے والے کی ہم توبہ قبول نہیں کریں گے۔

(علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں کہ) میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ صاحبِ ''بحر'' پران کے بھائی صاحبِ ''نہر'' نے رَد کیا ہے کہ ''الجوھرۃ'' میں اس بات کا کوئی وجود نہیں، اس کا وجود ''الجوھرۃ'' کے بعض نسخوں کے حاشیہ میں ہے، جس کو اصل نسخے کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے، صاحبِ ''نہر'' کی بات ختم ہوئی۔

اور جب کسی نسخے کے حاشیہ میں یہ بات ہے، جس کے کاتب کا سچا، جھوٹا ہونا معلوم نہیں، تو اس کو لینا جائز نہیں، اور نہ ہی اس کو اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں سے کوئی شرعی حکم بنانا جائز ہے کہ جس کا ثبوت ادلۂ اربعہ یعنی کتابُ اللہ، سنتِ رسولُ اللہ، اجماع، اور اس کے اہل سے صحیح قیاس میں سے کسی ایک چیز کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔

اور ''کتابُ الجوھرۃ'' دراصل ''قدوری'' کی شرح ہے، ابوبکر حدادی کی، جو مشہور ومتداول کتاب ہے، چھوٹے طلبہ کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہے، پس جو شخص چاہتا ہو، اس کی مراجعت کر لے، تاکہ اس کا دل ٹھنڈا ہوجائے، اور اس کا اشکال زائل ہوجائے۔

اور میں نے خود بھی اس کتاب (یعنی ''الجوھرۃ'') کی مراجعت کی ہے، تو میں نے اس میں یہ بات منقول نہیں پائی، بلکہ اس میں اس کے برعکس بات ہے، چنانچہ ''الشھـــادات'' کے باب میں فرمایا کہ اس شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جو سلفِ صالحین پر سبّ وشتم کا اظہار کرے، اس کے فسق کے ظاہر ہونے کی وجہ سے، اور سلفِ صالحین سے صحابہ اور تابعین مراد ہیں، پس انہوں نے ''لظھور فسقہٖ'' فرمایا ''لکفرہٖ'' نہیں فرمایا (تنبیہ الولاۃ والحکام)

علامہ ابنِ عابدین شامی کے مذکورہ محققانہ کلام سے معلوم ہوا کہ جس وقت صاحبِ بحر نے ''الجوھرۃ'' کے حوالے سے ''سابِّ شیخین'' کے کافر ہونے کے مسئلے کو نقل کیا تھا، اسی

وقت صاحبِ بحر کے بھائی وغیرہ کی طرف سے اس کی تردید کردی گئی تھی، اور اس وقت ''الجوهرة'' کے نسخوں میں یہ بات موجود نہیں پائی گئی تھی، البتہ اس کے بعض نسخوں کے حاشیہ میں یہ بات پائی گئی تھی، جس کو بعض ناقلین کی طرف سے اصل نسخے کے ساتھ لاحق کردیا گیا تھا، پھر اس کے بعد علامہ ابنِ عابدین شامی نے بھی اپنے زمانے کے نسخوں میں اس بات کو نہیں پایا تھا، اور ''الجوهرة'' کے اصل نسخے میں اس کے خلاف، حکم موجود تھا، لہٰذا ''الجوهرة'' کے حوالہ سے مذکور، اس کے برخلاف بات کا اعتبار نہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا ساتواں حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی، اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

(والحاصل) أن الحكم بالكفر على ساب الشيخين ، أو غيرهما من الصحابة مطلقا ، قول ضعيف ، لاينبغي الإفتاء به ولا التعويل عليه، لما علمته من النقول المعتبرة ، فإن الكفر امر عظيم ، لم يتجاسر أحد من الأئمة على الحكم به، إلا بالأدلة الواضحة العارية عن الشبهة كما علمته مما قررناه.

على أنک قد علمت مما ذكرناه فى الباب الأول أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن ، أو كان فى كفره إختلاف ، ولو رواية ضعيفة.

وعلمت أيضا قول صاحب البحر ولقد الزمت نفسى أن لا أفتى بشيىء منها أى من ألفاظ التكفير المذكورة فى كتب الفتاوىٰ ، ومنها هذه المسئلة المذكورة فى الخلاصة ، فإن غالب هذه مخالفة لما إشتهر عن الأئمة من عدم تكفير أهل القبلة إلا ما كان الكفر فيه ظاهرا كقذف عائشة ونحوه، ولهذا صرح علماؤنا بأنه

لایفتی بما فی کتب الفتاوی ، إذا خالف ما فی المتون والشروح، وقد ذکر الإمام قاضی القضاۃ شمس الدین الحریری أحد شراح الهدایة فی کتابه " إیضاح الإستدلال علی إبطال الإ ستبدال" نقلا عن الإمام صدر الدین سلیمان أن هذه الفتاوی هی إختیارات المشائخ ، فلا تعارض کتب المذهب ، قال و کذا کان یقول غیره من مشائخنا ، وبه أقول أیضا، انتهی.

فقد ثبت أن الأحوط عدم التکفیر فی مسئلتنا اتباعا لما فی کتب المذهب فضلا عن عدم قبول التوبة فإنه إن ثبت نقله فهو نقل غریب مع أنه لم یثبت کما مر ، فخذ ما اتیتک به و کن من الشاکرین ، ولا علیک من کثرۃ المخالفین، واستغفر ا للہ العظیم

(تنبیه الولاۃ والحکام علیٰ أحکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه وعلیهما الصلاۃ والسلام ، مشمولة: مجموعة رسائل ابن عابدین، ج ا ص ۳۶۶، مطبوعة: سهیل اکیدمی، لاهور، الباکستان، الطبعة الثالث:1990ء)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما، یا ان کے علاوہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کرنے والے پر مطلقاً کفر کا حکم لگانے کا قول ضعیف ہے، جس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، اور نہ اس کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے، جیسا کہ آپ معتبر حوالوں سے یہ بات جان چکے ہیں، کیونکہ کفر، امرِ عظیم ہے، جس پر ائمہ میں سے کسی نے جرأت نہیں کی، مگر ان ہی دلائل کے ذریعے سے، جو واضح ہیں، اور شبہ سے خالی ہیں، جیسا کہ آپ ہماری ماسبق کی تقریر سے جان چکے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ یہ بات بھی جان چکے ہیں، جو ہم نے پہلے باب میں ذکر کی کہ کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے کلام کو اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو۔

اور آپ صاحبِ بحر کا یہ قول بھی جان چکے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر اس بات کا التزام کیا ہے کہ کتبِ فتاویٰ میں جو کفریہ الفاظ ہیں، میں ان میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیتا، اور ''خلاصہ'' میں جو مسئلہ مذکور ہے (یعنی سابِ شیخین کا) یہ بھی ان ہی مسائل میں سے ہے، کیونکہ یہ بات، اکثر و بیشتر ائمۂ کرام سے منقول اس بات کے خلاف ہے، جو انہوں نے اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر کے متعلق فرمائی ہے، سوائے اس صورت کے، جب کہ کفر واضح ہو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانا، یا اس کے مثل، اور اسی وجہ سے ہمارے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کتبِ فتاویٰ میں مذکور کسی بات پر اس صورت میں فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جبکہ وہ متون اور شروح کے مخالف ہو، اور امام قاضئ القضاۃ شمس الدین حریری جو کہ ''**الهداية**'' کے شارحین میں سے ایک ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''**إيضاحُ الإستدلال على إبطال الإ ستبدال**'' میں امام صدرُ الدین سلیمان سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ فتاویٰ دراصل مشائخ کے اختیارات ہیں، جن سے کتبِ مذہب کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا، اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے مشائخ کے علاوہ دیگر حضرات کا بھی یہی قول ہے، اور میرا قول بھی یہی ہے، شارحِ ہدایہ کی بات ختم ہوئی۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے مسئلے میں زیادہ احتیاط کافر قرار نہ دینے میں ہے، جس میں کتبِ مذہب کی اتباع بھی پائی جاتی ہے، چہ جائیکہ توبہ قبول نہ ہونے کا حکم لگایا جائے، کیونکہ اگر یہ نقل ثابت بھی ہو، تو اس کو نقلِ غریب قرار دیا جائے گا، باوجودیکہ اس کا کوئی ثبوت بھی نہیں، جیسا کہ گزر چکا، پس جو بات میں نے آپ کے سامنے پیش کی، اس کو اختیار کرلیجیے، اور شکر گزار بندوں میں سے ہوجایئے، اور اپنے آپ کو کثرتِ مخالفین میں سے نہ بنایئے، اور **اَللّٰہُ العظیم** سے استغفار کیجیے (تنبیہ الولاۃ والحکام)

آخری عبارت میں کثرتِ مخالفین میں سے نہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ کسی گروہ، یا کسی شخص کی مخالفت میں آگے نہیں بڑھنا چاہئے، اور کسی کی محض مخالفت کی وجہ سے، اس کے خلاف، ملنے والی بات کو صرف مخالفت کی بنیاد پر اختیار نہیں کرنا چاہئے، جب تک وہ صحیح نہ ہو، جیسا کہ آج کل متعصب لوگوں کا مزاج ہے کہ وہ اپنے مخالف کے متعلق چھوٹے چھوٹے اور کمزور عیب کو بھی تلاش کرتے رہتے ہیں، اور اپنے بڑے بڑے عیوب پر خود سے پردہ ڈالتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انصاف وعدل، مومن وغیر مومن، اور متقی وغیر متقی، ہر ایک کے بارے میں ہوگا۔

’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ کا حوالہ

’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ میں صحابۂ کرام پر سب وشتم کرنے کے متعلق فقہائے کرام کے اقوال کا ذکر ہے، اور بعض دوسری کتب میں بھی ذکر ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنا، سخت گناہ اور ضلالت ہے، اور اسلامی قانون میں ایسے شخص کے لیے مناسب سزا اور تعزیر ہونی چاہیے۔

لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مطلق سب وشتم کرنے کی وجہ سے حنفیہ کے راجح قول کے مطابق اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک کفر لازم نہیں آتا، سوائے مخصوص صورتوں کے۔

لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مطلق سب وشتم کرنے پر کفر کا حکم لگانا، جمہور کے نزدیک راجح نہیں۔ [1]

---

[1] وفرق بعض الفقهاء بين الاستخفاف بالسلف، وبين الاستخفاف بغيرهم، وأرادوا بالسلف الصحابة والتابعين.

فقال الحنفية والشافعية فى ساب الصحابة وساب السلف :إنه يفسق ويضلل، والمعتمد عند المالكية أنه يؤدب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٢٥٠ ،مادة”استخفاف“)

ذهب جمهور الفقهاء إلى عدم تكفير من سب أحد الشيخين أبى بكر وعمر رضى الله عنهما، وتوقف الإمام أحمد فى كفره وقتله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣ ،ص ٢٣٢، مادة”تكفير“)

سب الصحابة رضى الله عنهم:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’الفقهُ الاسلامی و ادلتهٗ‘‘ کا حوالہ

علامہ وہبۃ الزحیلی نے ’’الفقه الاسلامی و ادلتهٗ‘‘ میں اہلِ تشیع کے ’’زیدیہ‘‘، ’’جعفریہ‘‘ اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا خلاف بين العلماء فى أنه يحرم سب الصحابة رضوان الله عليهم لقوله صلى الله عليه وسلم :لا تسبوا أصحابى فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه.
فذهب جمهور العلماء إلى أنه فاسق، ومنهم من يكفره، فإن وقع السب من أحد من الناس فللفقهاء فيه مذهبان:
الأول :وعليه أكثر العلماء أن يكون فاسقا، قال به الحنفية، وهو قول المالكية إن شتمهم بما يشتم به الناس، وهو المعتمد عند الشافعية، وهو قول الحنابلة إن لم يكن مستحلا، نقل عبد الله عن أحمد أنه سئل فيمن شتم صحابيا القتل؟ فقال :أجبن عنه، ويضرب .ما أراه على الإسلام.
الثانى :وهو قول ضعيف للحنفية، نقله البزازى عن الخلاصة :إن كان السب للشيخين يكفر، قال ابن عابدين :إنه مخالف لما فى المتون، وهو قول المالكية إن قال فيهم :كانوا على ضلال وكفر، وقصر سحنون الكفر على من سب الأربعة أبا بكر وعمر وعثمان وعليا، وهو مقابل المعتمد عند الشافعية، ضعفه القاضى وهو قول للحنابلة إن كان مستحلا، وقيل :وإن لم يستحل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۱۴۰، مادة”سب“)
سب الصحابة:
من سب الصحابة، أو واحدا منهم، فإن نسب إليهم ما لا يقدح فى عدالتهم، أو فى دينهم بأن يصف بعضهم ببخل، أو جبن، أو قلة علم، أو عدم الزهد، ونحو ذلك، فلا يكفر باتفاق الفقهاء ، ولكنه يستحق التأديب.
أما إن رماهم بما يقدح فى دينهم أو عدالتهم كقذفهم :فقد اتفق الفقهاء على تكفير من قذف الصديقة بنت الصديق :عائشة -رضى الله عنهما -زوج النبى صلى الله عليه وسلم بما برأها الله منه، لأنه مكذب لنص القرآن.
أما بقية الصحابة فقد اختلفوا فى تكفير من سبهم، فقال الجمهور :لا يكفر بسب أحد الصحابة، ولو عائشة بغير ما برأها الله منه ويكفر بتكفير جميع الصحابة أو القول بأن الصحابة ارتدوا جميعا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أو أنهم فسقوا؛ لأن ذلك تكذيب لما نص عليه القرآن فى غير موضع من الرضا عنهم، والثناء عليهم، وأن مضمون هذه المقالة :أن نقلة الكتاب، والسنة كفار، أو فسقة، وأن هذه الأمة التى هى خير أمة أخرجت، وخيرها القرن الأول كان عامتهم كفارا، أو فساقا، ومضمون هذا :أن هذه الأمة شر الأمم، وأن سابقيها هم أشرارها، وكفر من يقول هذا مما علم من الدين بالضرورة.
وجاء فى فتاوى قاضى خان :يجب إكفار من كفر عثمان، أو عليا، أو طلحة، أو عائشة، وكذا من يسب الشيخين أو يلعنهما (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶، ص۳۱۶، مادة”صحبة“)

امامیہ'' اور'' اباضیہ'' فرقوں کے فقہی اختلاف پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ؎

؎ سادسا ــ زيد بن على زين العابدين بن الحسين المتوفى سنة (122هـ) ــ إمام الشيعة الزيدية، الذى يعد مذهبا خامسا بجانب المذاهب الأربعة -: كان إماما فى عصره و شخصية علمية متعددة النواحى، لمعرفته بعلوم القرآن والقراء ات وأبواب الفقه، وكان يسمى (حليف القرآن) وله أقدم كتاب فقهي هو (المجموع) فى الفقه، مطبوع فى إيطاليا، وشرحه العلامة شرف الدين الحسين بن الحيمى اليمنى الصنعانى المتوفى (عام 1221هـ) فى كتاب (الروض النضير، شرح مجموع الفقه الكبير) فى أربعة أجزاء .وأبو خالد الواسطى هو راوى أحاديث المجموع وجامع فقه زيد .ويقال: إن كتبه كتابا، منها (المجموع) فى الحديث .لكن نسبة هذه الكتب إليه مشكوك فيها.

-والزيدية :هم الذين جعلوا الإمامة بعد على زين العابدين إلى ابنه زيد مؤسس هذا المذهب .وقد بويع لزيد بالكوفة فى أيام هشام بن عبد الملك، فقاتله يوسف بن عمر، حتى قتل.

-وكان زيد يفضل على بن أبى طالب على سائر أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، ويتولى أبا بكر وعمر، ويرى الخروج على أئمة الجور، وقد أنكر على من طعن على أبى بكر وعمر من أتباعه، فتفرق عنه الذين بايعوه، فقال لهم :رفضتمونى، فسموا (الرافضة) لقول زيد لهم :(رفضتمونى .(ثم خرج ابنه يحيى بعده فى أيام الوليد بن يزيد بن عبد الملك، فقتل أيضا.

-ومن أهم المؤلفات المطبوعة حاليا فى هذا المذهب (كتاب البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الأمصار) للإمام أحمد بن يحيى بن المرتضى المتوفى عام (840هـ) فى أربعة أجزاء ، وهو جامع لآراء الفقهاء واختلافاتهم.

-ويميل هذا الفقه إلى فقه أهل العراق مهد التشيع والأئمة، ولايختلف كثيرا فى عهد ظهور الزيدية الأولى عن فقه أهل السنة، ويخالفون فى مسائل معروفة، منها :عدم مشروعية المسح على الخفين، وتحريم ذبيحة غير المسلم، وتحريم الزواج بالكتابيات، لقوله تعالى :"ولاتمسكوا بعصم الكوافر" وخالفوا الشيعة الإمامية فى إباحة زواج المتعة، فلا يجيزونه، ويزيدون فى الأذان :(حى على خير العمل) ويكبرون خمس تكبيرات فى الجنازة .والمذهب الفعلى فى اليمن هو مذهب الهادوية أتباع الهادى إلى الحق يحيى بن الحسين.

ومايزال هذا المذهب مذهب دولة الزيدية فى اليمن منذ (عام 288هـ) .وهم أقرب المذاهب الشيعية إلى مذهب أهل السنة، ومذهبهم فى العقيدة هو مذهب المعتزلة .وهم يعتمدون فى استنباط الأحكام على القرآن والحديث والاجتهاد بالرأى، والأخذ بالقياس والاستحسان والمصالح المرسلة والاستصحاب.

-والخلاصة :أن الزيدية منسوبة لزيد، لقولهم بإمامته، وإن لم يكونوا على مذهبه فى الفروع الفقهية، بخلاف الحنفية والشافعية مثلا، فهم يتابعون الإمام فى الفروع.

-سابعا ــ الإمام أبو عبد الله جعفر الصادق (80-148هـ = 699-765م)بن محمد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين السبط مؤسس مذهب الإمامية .وأما أبو جعفر، محمد بن الحسن بن فروخ الصفار الأعرج القمى المتوفى (سنة 290هـ)، فهو ناشر مذهب الشيعة الإمامية فى الفقه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1225ھ) تفسیرِ مظہری میں فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

-والإمامية يقولون بإمامة اثنى عشر إماما معصوما، أولهم الإمام أبو الحسن على المرتضى، وآخرهم محمد المهدى الحجة، الذين زعموا أنه مستور وأنه هو الإمام القائم.

-وابن فروخ هو الناشر الفعال لفقه الشيعة الإمامية فى فارس فى كتابه (بشائر الدرجات فى علوم آل محمد، وماخصهم الله به) طبع سنة (1285هـ)

-وقد تقدمه أول كتاب للإمامية فى الفقه وهو رسالة الحلال والحرام لإبراهيم ابن محمد أبى يحيى المدنى الأسلمى التى رواها عن الإمام جعفر الصادق.

-ثم كتب ابنه على الرضا كتاب (فقه الرضا) طبع عام (1274هـ) فى طهران.

-ثم جاء بعد ابن فروخ الأعرج فى القرن الرابع :محمد بن يعقوب بن إسحاق الكلينى الرازى، شيخ الشيعة، المتوفى (سنة 328هـ)، فألف كتابه الكافى فى علم الدين وفيه (16099) ستة عشر ألفا وتسعة وتسعون حديثا من طرق آل البيت، وهو رقم يزيد على ماجاء فى كتب الصحاح الستة (البخارى ومسلم ...).

-وبه تكون عمدة مذهب الإمامية :الكافى، ومن لا يحضره الفقيه للصدوق القمى، وتهذيب الأحكام للطوسى، والاستبصار للطوسى، وهم كالزيدية لايعتمدون غالبا فى الفقه بعد القرآن إلا على الأحاديث التى رواها أئمتهم من آل البيت، كما أنهم يرون فتح باب الاجتهاد، ويرفضون القياس غير المنصوص العلة، وينكرون الإجماع إلا إذا كان الإمام داخلا فيه .ومرجع الأحكام الشرعية هم الأئمة دائما لاغيرهم.

-وفقه الإمامية وإن كان أقرب إلى المذهب الشافعى، فهو لايختلف فى الأمور المشهورة عن فقه أهل السنة إلا فى سبع عشرة مسألة تقريبا، من أهمها إباحة نكاح المتعة، فاختلافهم لايزيد عن اختلاف المذاهب الفقهية كالحنفية والشافعية مثلا .وينتشر هذا المذهب إلى الآن فى إيران والعراق .والحقيقة أن اختلافهم مع أهل السنة لايرجع إلى العقيدة أو إلى الفقه، وإنما يرجع لناحية الحكومة والإمامة .ولعل أفضل ماأعلنت عنه ثورة الخمينى فى إيران عام (1979م)، هو تجاوز الخلاف مع أهل السنة، واعتبار المسلمين جميعا أمة واحدة، راجين تحقيق ذلك.

-ومن أهم المسائل الفقهية التى افترقوا بها عن أهل السنة :القول بإباحة الزواج المؤقت أو زواج المتعة، وإيجاب الإشهاد على الطلاق، وتحريمهم كالزيدية ذبيحة الكتابى والزواج بالنصرانية أو اليهودية، وتقديمهم فى الميراث ابن العم الشقيق على العم لأب، وعدم مشروعية المسح على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قلت والكبائر على ثلاثة مراتب، المرتبة الاولى وهى اكبر الكبائر الإشراك بالله ويلتحق به كل ما فيه تكذيب بما جاء به النبى صلى الله عليه وسلم وثبت بدليل قطعى اما تكذيبا صريحا، بلا تأويل ويسمى كفرا او بتأويل ويسمى هوى وبدعة كاقوال الروافض والخوارج والقدرية والمجسمة وأمثالهم (التفسير المظهرى،القسم الثانى من الجزء الثانى،ص ٩٠،سورة النساء ،تحت رقم الآ ية ١٣)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الخفين، ومسح الرجلين فى الوضوء ، وفى أذانهم :(أشهد أن عليا ولى الله)، (حى على خير العمل)، وتكرار جملة :(لا إله إلا الله).

-ثامنا ــ أبو الشعثاء التابعى جابر بن زيد (المتوفى سنة 93هـ/ 711 م) مؤسس مذهب الإباضية، الذى ينسب عادة إلى عبد الله بن إباض التميمى (المتوفى عام 80هـ).

كان جابر بن زيد من العلماء التابعين العاملين بالقرآن والسنة، تتلمذ على ابن عباس رضى الله عنهما، وأصول فقه الإباضية كأصول المذاهب الأخرى المعتمدة على القرآن والسنة والإجماع والقياس والاستدلال أو الاستنباط بجميع طرقه من الاستحسان والاستصلاح (المصالح المرسلة) والاستصحاب وقول الصحابى وغيرها .والمعتمد عندهم أن الإلهام من غير النبى صلى الله عليه وسلم ليس بحجة فى الأحكام الشرعية على غير الملهم، وأما المجتهد الملهم فليس الإلهام فى حقه حجة إلا فى قضية لايوجد لحكمها دليل متفق عليه، وكأنه الاستحسان المعروف .وهم يتبرؤون من تسميتهم الخوارج أو الخوامس، وكانوا يعرفون بأهل الدعوة، وأهل الاستقامة، وجماعة المسلمين.

-وقد اشتهرت الإباضية بالقول بالمسائل الفقهية التالية :

1 -:عدم جواز المسح على الخفين كالشيعة الإمامية.

2 -:عدم رفع الأيدى فى تكبيرة الإحرام، أما إسبال الأيدى فى الصلاة والاقتصار على تسليمة واحدة فهم موافقون المذهب المالكى والزيدى.

3 -:القول بإفطار من أصبح جنبا فى رمضان عملا بحديث أبى هريرة ورأى بعض التابعين.

4 -:تحريم ذبائح أهل الكتاب الذين لايعطون الجزية أو الحربيين غير المعاهدين، والإمامية لايجيزون أكل هذه الذبائح مطلقا.

5 -:تحريم نكاح الصبى والصبية فى قول جابر بن زيد، والعمل فى المذهب بخلافه.

6 -:كراهة الجمع بين بنات العم خوف القطيعة، وهى كراهة تنزيه.

7 -:الوصية واجبة للأقربين غير الوارثين عملا بالأحاديث التى تحث على الإيصاء ، وتجوز الوصية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: کبائر کے تین درجات ہیں، پہلا درجہ ''اکبرُ الکبائرُ'' ہے، جو اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اوراس کے ساتھ اُن تمام چیزوں کی تکذیب بھی داخل ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیلِ قطعی کے ساتھ ثابت ہیں، خواہ وہ صریح تکذیب ہو، جس میں تاویل نہ ہوسکے، اس کا نام کفر ہے، یا تاویل کے ساتھ ہو، اوراس کا نام ''ھویٰ اور بدعت'' رکھا جاتا ہے، جیسا کہ روافض اور خوارج اور قدریہ اور مجسمہ، اوران جیسے فرقوں کے اقوال (تفسیرِ مظہری)

مذکورہ عبارت میں خوارج اور روافض کے اقوال کوتاویل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کفر کے مقابلے میں ''ھویٰ اور بدعت'' قرار دیا گیا ہے، صریح کفر قرار نہیں دیا گیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأولاد الابن مع وجود الأولاد، لقول الله تعالى :(كتب عليكم إذا حضر أحدكم الموت إن ترك خيرا الوصية للوالدين والأقربين) (البقرة2 /180:) ونسخت الوصية للوالدين بآية المواريث وبحديث (لاوصية لوارث).

8 -:المكاتب حر من وقت الكتابة، والمدبر حر بعد موت المدبر كبقية المذاهب، أو بعد انقضاء الأجل الذى أجل إليه، ولايجوز بيعه إلا فى الدين عند أكثر علماء المذهب.

9 -:تحريم التبغ على أنه من الخبائث.

-ومن كتبهم فى العقيدة :(مشارق الأنوار) للشيخ نور الدين السالمى، وفى الأصول (طلعة الشمس) للشيخ نور الدين السالمى، وفى الفقه (شرح النيل وشفاء العليل) للشيخ محمد بن يوسف بن أطفيش، (17) جزءا، و (قاموس الشريعة) للسعدى، (90جزءا)، و (المصنف) للشيخ أحمد بن عبد الله الكندى، (42جزءا)، و منهج الطالبين للشيخ الشقعبى، (20جزءا)، و الإيضاح للشيخ الشماخي، (8أجزاء)، و (جوهر النظام) للشيخ السالمى، و (الجامع) لابن بركة فى جزأين.

-ومايزال مذهبهم قائما فى سلطنة عمان وفى شرق أفريقيا والجزائر وليبيا وتونس.

-وهم فى العقائد يقولون بتخليد أصحاب الكبائر فى النار إن لم يتوبوا، وبالولاية والبراءة (ولاية الطائع والبراءة من العاصى) وبجواز التقية فى الأقوال لا فى الأفعال، وبأن صفات الله تعالى هى عين الذات، أى أن صفاته قائمة بذاته وليست مغايرة له، فهم يقصدون تعظيم الله وتنزيهه، كما أنهم كالشيعة بنفيهم رؤية الله عز وجل فى الآخرة يقصدون التعظيم والتنزيه، ولكنهم لايقولون كالمعتزلة بالتحسين والتقبيح العقليين، ولا بوجوب فعل الصلاح والأصلح على الله تعالى(الفقه الإسلامى وأدلتهٔ للزحيلى، ج١، ص٥٦، الٰى ص٦٢، مقدمات، المطلب الثانى: لمحة موجزة عن فقهاء المذاهب)

اس کے علاوہ ''تفسیرِ مظہری'' میں دوسرے مقامات پر روافض وغیرہ کو خوارج اور معتزلہ کی طرح، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مقابلے میں اہلِ اھواء اور فساق قرار دیا گیا ہے۔ [1]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا دوسرا حوالہ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفٰی: 1225ھ) نے خاص اہلِ تشیع وروافض کی تردید کے متعلق ''السیف المسلول'' کے عنوان سے ایک مفصل تالیف فرمائی ہے، جس کے متعلق مولانا محمد رفیق اثری (مترجم کتابِ ہٰذا) لکھتے ہیں کہ:

''شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی تحفۂ اثنا عشریہ بھی اسی دور کی ایک شاہکار کتاب ہے، دونوں کتابوں میں بعض باتوں میں یکسانیت اس بناء پر ہے، کہ دونوں امام ولی اللہ کے مکتب کے فیض یافتہ ہیں، قاضی پانی پتی عمر میں شاہ عبد

---

[1] قوله تعالى فان حزب الله هم الغالبون يدل على ان الفرقة الناجية ليست الا اهل السنة والجماعة دون الروافض وغيرهم من اهل الأهواء لبداهة غلبة اهل السنة فى القرون والأمصار بل الروافض يعترفون بذلك،حيث قالوا ان عليا كان مع الخلفاء الثلاثة تقية مقهورا مغلوبا والائمة بعده لم يظهروا دينهم خوفا وعلموا أصحابهم دينهم خفية ويأمرونهم بالإخفاء ويقولون للجدر أذان كذا رووا عن الباقر والصادق فى كتبهم وقالوا صاحب الأمر اختفى فى سرد دابة سر من راى نحوا من الف سنة والله اعلم(التفسير المظهرى،ج٣،ص١٣٥، ١٣٦،سورة المائدة ،تحت رقم الآ ية٥٦)

قلت الزائد فى كتاب الله الروافض يزيدون فى كتاب الله عشرة اجزاء فوق ثلثين جزء ويزعمون ان عثمان أسقطها من القران ويزعمون ان سورة الأحزاب مثل سورة البقرة والمستحل من عترة النبى صلى الله عليه وسلم الخوارج والمكذب بقدر الله المعتزلة وهم المشار إليهم بهذه الاية والمستحل لحرمة الله المرجئة القائلين بالجبر والمتسلط بالجبروت السلاطين الظلمة والتارك للسنة جميع اهل الأهواء والفساق(التفسير المظهرى،ج٣،ص٢١٥،سورة الانعام ،تحت رقم الآية٣)

الخوارج فانهم أول فرقة بغوا على اهل السنة والجماعة من الصحابة ومن معهم وزعموا الهم على الحق -فالمراد بقول على رضى الله عنه انهم اهل الأهواء الذين خالفوا اهل السنة فدخل فيهم الروافض والمعتزلة وسائر اهل الأهواء(التفسير المظهرى،ج٦،ص٧٣،سورة الكهف ،تحت رقم الآية١٠٥)

العزیز سے بڑے تھے، قرینِ قیاس یہی ہے کہ ''السیف المسلول'' پہلے تالیف ہوئی، اور بعد میں تحفۂ اثنا عشریہ'' (السیف المسلول، ص:د، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مذکورہ کتاب کا ماخذ ''ابو النصر، نصیر الدین محمد کی تالیف ہے، جس کا قاضی صاحب موصوف نے خود اس کتاب کے پیش لفظ میں ذکر کیا ہے۔

اس کتاب میں قاضی صاحب نے روافض کے مختلف فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ''غلاۃ'' کے فرقے بھی ہیں، اور دوسرے بھی، چنانچہ انہوں نے کتاب کے ''مقدمہ'' میں ''غالی روافض'' کے فرقوں کے نام الگ ذکر کیے ہیں، اور ''کیسانیہ، زیدیہ، امامیہ'' کے فرقوں کے نام اور ان کے مابین عقائد وافکار کے اختلاف کا بھی اجمالی ذکر کیا ہے۔ اور پھر روافض کے عقائد وافکار کی تردید فرمائی ہے، لیکن ان عقائد وافکار کی تردید وتفصیل بیان کرتے وقت، ہر موقع پر روافض کے الگ الگ فرقوں کے ناموں کی ضرورت نہیں سمجھی، کیونکہ اصل مقصود، غلط عقائد وافکار کی تردید ہے، خواہ وہ کسی گروہ، یا جماعت میں پائے جائیں، لہٰذا اس سے یہ سمجھ لینا کہ جتنے بھی باطل، غلط عقائد، اس کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں، وہ اہلِ تشیع کے تمام فرقوں کے عقائد ہیں، درست نہیں، اور یہ بات خود اس کتاب کی جا بجا تصریحات کے خلاف ہے۔

اسی وجہ سے روافض کی علی الاطلاق تکفیر میں احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور بعض مواقع پر مخصوص گروہوں کی تکفیر میں بھی احتیاط کا لحاظ کیا گیا ہے، اور اُن کو اہلِ بدعت میں شمار کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ مذکورہ کتاب میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''روافض کے چار فرقے ہیں:

(1)......غلاۃ (2)......کیسانیہ (3)......زیدیہ (4)......امامیہ

غلاۃ کے چوبیس فرقے بن گئے:

(ملاحظہ ہو ''السیف المسلول''، ص ۱۸، مقدمہ ''فرقہ ہائے روافض کا بیان'' ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

پھر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ''غلاۃ'' کے درجِ ذیل فرقوں کا ذکر فرمایا ہے:

(1) سبائیہ (2) مفضلہ (3) سریعیہ (4) بریغیہ (5) کاہلیہ (6) مغیریہ (7) جناحیہ (8) بیانیہ (9) منصوریہ (10) آمویہ (11) تفویضیہ (12) خطابیہ (13) معمریہ (14) غرابیہ (15) ذبابیہ (16) ذمیہ (17) خمسیہ (18) نصیریہ (19) اسحاقیہ (20) علیانیہ (21) رزامیہ (22) مقنعیہ (23) غمامیہ۔

یہ فرقے حضرت علی، یا دیگر شخصیات کی شان میں الوہیت یا حلولیت وغیرہ کے اعتبار سے غلو کرتے ہیں، اس لیے ان کو ''غالی'' فرقوں میں شامل کیا گیا۔

(ملاحظہ ہو ''السیف المسلول'' ص ۱۸ تا ۲۱، مقدمہ ''فرقہ ہائے روافض کا بیان'' ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

پھر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ''کیسانیہ'' کے درجِ ذیل چھ فرقوں کا ذکر فرمایا ہے:

(1) کریبیہ (2) اسحاقیہ (3) کندیہ (4) عباسیہ (5) طیاریہ (6) مختاریہ۔

(ملاحظہ ہو: السیف المسلول، ص ۲۱، مقدمہ ''فرقہ ہائے روافض کا بیان'' ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

پھر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ''زیدیہ'' کے درجِ ذیل نو فرقوں کا ذکر فرمایا ہے:

(1) زیدیہ (2) جارودیہ (3) جریریہ (4) تمیریہ (5) نعیمیہ (6) دکینیہ (7) خشبیہ (8) یعقوبیہ (9) صالحیہ۔

(ملاحظہ ہو: السیف المسلول، ص ۲۲، ۲۳، مقدمہ ''فرقہ ہائے روافض کا بیان'' ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

پھر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ''امامیہ'' کے مختلف فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، اور اس ضمن میں ''اسماعیلیہ'' اور ''اثنا عشری'' کا بھی ذکر کیا ہے، جن کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(1) حسینیہ (2) نفسیہ (3) حکمیہ (4) سالمیہ (5) شیطانیہ (6) مسمیہ (7) زراریہ (8) یونسیہ (9) بدائیہ (10) مفوضیہ (11) باقریہ (12) حاضریہ

(13) مادّدسیہ (14) عماریہ (15) اسماعیلیہ (16) مبارکیہ (17) باطنیہ
(18) قرمطیہ (19) نمطیہ (20) میمونیہ (21) حلفیہ (22) رافعیہ (23) جنابیہ
(24) سبعیہ (25) مہدویہ (26) نزاریہ (27) مسقطیہ (28) مستعلیہ
(29) فطحیہ (30) اسحاقیہ (31) یعفوریہ (32) قطعیہ (33) موسویہ
(34) ممطوریہ (35) رجعیہ (36) احمدیہ (37) جعفریہ (38) اثنا عشریہ۔

(ملاحظہ ہو: السیف المسلول، ص۲۳ تا ۲۸، مقدمہ ''فرقہ ہائے روافض کا بیان'' ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

ملحوظ رہے کہ ''بدائیہ'' بدا کے قائل ہیں، یعنی کہتے ہیں کہ خدا ایک کام کا فیصلہ کرتا ہے، پھر اس کے دل میں پہلے کے برعکس دوسرے کام کا خیال آتا ہے، تو پھر اسے کرتا ہے (السیف المسلول، ص۲۴، مقدمہ ''فرقہ ہائے روافض کا بیان'' ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

اس سے معلوم ہوا کہ ''شیعہ وروافض'' کے مختلف فرقے ہیں، اور ''امامیہ'' کے بھی مختلف فرقے ہیں، اور اسی طرح ''اسماعیلیہ'' کے بھی، اختصار کے پیشِ نظر ''اسماعیلیہ'' کو ''امامیہ'' کے ساتھ ذکر کیا گیا، ورنہ یہ دونوں الگ الگ ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا تیسرا حوالہ

مذکورہ کتاب میں ہی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ امامیہ اکثر اصولِ عقائد میں معتزلہ، خوارج، مرجیہ، باطل فرقوں کی موافقت کرتے ہیں'' (السیف المسلول، ص۵۸، پہلا مقالہ: روافض کے مذہب کے ابطال اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مذہب کے اثبات میں، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

مذکورہ عبارت میں امامیہ، کو اکثر اصولِ عقائد میں معتزلہ، خوارج اور مرجیہ کی طرح اہلِ اھواء

اور اہلِ بدعت فرقوں میں شمار کیا گیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جمہور مجتہدین ومحققین نے ان باطل فرقوں کی علی الاطلاق تکفیر نہیں فرمائی۔

اسی طرح روافض اور امامیہ کی بھی علی الاطلاق تکفیر کرنا راجح نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا چوتھا حوالہ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اپنی مذکورہ کتاب کے ساتویں مقالہ میں فرماتے ہیں:

’’اکثر مبتدعین فرقوں کے عقائد، کفر تک جا پہنچے ہیں، پھر اعتبار، عمومِ الفاظ کا کیا جاتا ہے، نہ کہ خصوصِ موارد کا، مذکورہ بالا آیات کے عموم میں کفار کے ساتھ ساتھ، وہ گروہ بھی آ جاتے ہیں، جن کے عقائد ان کے مشابہ ہیں، خوارج وروافض وغیرہ وغیرہ، یا یوں کہیں کہ روافض وخوارج کو قیاس کرکے (سورہ ھود کی) اس آیت (**لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم**) کے حکم میں داخل کیا جائے گا، لہٰذا جو کام محبت کی زیادتی کا باعث بنتے ہیں، مثلاً سلام کہنا، ہدیے بھیجنا، ان کے ساتھ ہم نشینی کرنا، ان کے بیمار کی عیادت کرنا، وغیرہ، جائز نہیں ہیں، اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا، اور ان کا جنازہ پڑھنا مکروہ ہے (السیف المسلول، ص۵۱۴، ساتواں مقالہ ’’بعض اہم مسائل کی تحقیق‘‘ بعنوان ’’مبتدعین کے ساتھ دوستی حرام ہے‘‘، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

مزید فرماتے ہیں:

اسی طرح رافضیہ، خارجیہ، عورت کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے (السیف المسلول، ص۵۱۵، ساتواں مقالہ ’’بعض اہم مسائل کی تحقیق‘‘ بعنوان ’’مبتدعین کے ساتھ دوستی حرام ہے‘‘، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ’’تفسیرِ مظہری‘‘ میں سورہ آلِ عمران کی آیت ’’لا

تتخذوا بطانة من دونكم ‘‘ کے تحت فرمایا کہ:

”وصيغة من دونكم يشتمل اهل الأهواء ايضا من الروافض والخوارج وغيرهم فلا يجوز مباطنتهم كما لا يجوز مباطنة الكفار“

’’من دونكم ‘‘ کا صیغہ، روافض اور خوارج وغیرہ، اہل ھواء کو بھی شامل ہے، لہٰذا ان کے ساتھ قلبی دوستی جائز نہیں، جیسا کہ کفار کے ساتھ قلبی دوستی جائز نہیں‘‘ [1]

مذکورہ عبارت میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے خوارج وروافض وغیرہ کو، کفار کے مقابلے میں اہلِ ھواء قرار دیا ہے، اور اکثر مبتدعین فرقوں کے عقائد کے کفر تک جا پہنچنے، اور ان کے عقائد، اہلِ کفر کے مشابہ ہونے کا حکم لگایا ہے، اور ان کو مبتدعین کے فرقے شمار کیا ہے، لیکن ان کے علی الاطلاق، یا کسی متعین فرقہ کے صریح کافر ومرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا، ورنہ تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے، اور ان کا جنازہ پڑھنے، اور نکاح کے مکروہ ہونے کا، حکم ہرگز نہ لگایا جاتا۔

جمہور مجتہدین نے بھی اکثر مبتدعین کی تکفیر نہیں فرمائی۔

اب موجودہ دور کے بعض حضرات، جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سلسلے کے محققین کی طرف روافض کے علی الاطلاق تکفیر کے قول کو منسوب فرماتے ہیں، اور اس سے اختلاف رکھنے والے حضراتِ علماء کو، اس سلسلے سے منحرف خیال کرتے ہیں، ان کو غور کرنا چاہیے کہ کیا وہ رافضی کے جنازہ اور رافضیہ سے نکاح کو صرف مکروہ سمجھتے ہیں، یا کچھ اور؟

---

[1] يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا بطانة البطانة السريرة ويقال الصاحب الذى يعرفه الرجل أسراره ثقة به من دونكم اى من دون المسلمين اى من هو ادنى منكم رتبة وأسفل فيه نعت للمسلمين بانهم هم الأعلون فى الدنيا والاخرة وارشاد على طلب الأعالى للمصاحبة دون الأدانى فان العزلة خير من الجليس السوء والجليس الصالح خير من العزلة -وصيغة من دونكم يشتمل اهل الأهواء ايضا من الروافض والخوارج وغيرهم فلا يجوز مباطنتهم كما لا يجوز مباطنة الكفار(التفسير المظهرى،القسم الأول من الجزء الثانى،ص ۱۲۴ ،سورة ال عمران ،تحت رقم الآية۱۱۸)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب رحمہ اللہ کی ''مالا بدمنہ'' کے آخر میں ''کلماتِ کفر'' کے ذیل میں ہے:

جن کے عقیدے اہلِ سنت والجماعت کے برخلاف ہیں، مثل روافض اور خوارج اور معتزلہ، اور غیر اِن کے جو فرقۂ باطلہ ہیں کہ دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں، ان کے کفر میں اختلاف ہے۔

''منتقی'' میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتا ہوں میں (مالا بدمنہ، ص ۱۰۹، باب کلمات الکفر، اردو ترجمہ: مولانا محمد نورالدین، ناشر: ایچ ایم سعید، کراچی)

ظاہر ہے کہ اس اختلاف سے جمہور کے مقابلہ میں بعض اہلُ الحدیث کا اختلاف مراد ہے۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب رحمہ اللہ نے شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد، اور بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالہ جات آگے آتے ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ بہت سی عبارات میں جن اقوال وافعال کو کفر قرار دیا جاتا ہے، اُن سے ''لزومِ کفر'' مراد ہوتا ہے، اور ''التزامِ کفر'' اس سے الگ چیز ہے، جس میں شرائط وموانع کا دخل ہوتا ہے، اور دور کا احتمالِ عدمِ کفر بھی ''التزامِ کفر'' کے لیے مانع ہوتا ہے، لہٰذا اگر ایک ہی عالم نے ایک موقع پر کسی قول وفعل کو کفر قرار دیا ہو، اور دوسرے موقع پر اس طرح کے قول وفعل کے مرتکب کو کافر قرار دینے سے اجتناب کیا ہو، تو ان دونوں میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں ہوتا۔

جو حضرات اس فرق کو نہیں سمجھتے، یا کسی وجہ سے اس نکتہ کی طرف توجہ نہیں ہو پاتی، وہ ''لزومِ کفر'' کے حکم کو ''التزامِ کفر'' سمجھ کر دوسرے پر صریح کفر کا حکم عائد کر دیتے ہیں۔

اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی فرقے کی مختلف جماعتوں، یا گروہوں کے عقائد

وافکار میں بھی فرق ہوتا ہے، جیسا کہ اہلِ تشیع کے مختلف گروہ ہیں، جن میں سے بعض کے عقائد، حدِ کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، اور بعض کے عقائد، حدِ کفر تک پہنچے ہوئے نہیں ہیں، جب کسی خاص نا قابلِ تاویل کفریہ عقیدے کو بیان کر کے حکم لگایا جاتا ہے، اور اس کی نسبت شیعہ ، یا روافض کی طرف کی جاتی ہے، تو وہ حکم اس عقیدے کے حامل کے ساتھ خاص ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس شخص، یا گروہ کا، یہ عقیدہ ہو، وہ کافر ہے، اور جب روافض، یا اہلِ تشیع کے بے شمار فرقوں کا ہونا، مسلّم ہو، جیسا کہ خود قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب رحمہ اللہ نے ''السیف المسلول'' کتاب میں، اور دیگر محققین نے اس کی تصریح فرمائی ہے، تو ایسی صورت میں مطلق اہلِ تشیع، یا روافض کا حکم بیان کرنے میں احتیاط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہوگی، جس کا اسلم طریقہ یہ ہے کہ تکفیر کے حکم کا مدار، کفریہ عقائد پر ہی رکھا جائے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سب سے بڑے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1239ھ) نے ''تحفۂ اثناء عشریہ'' کے نام سے اہلِ تشیع وروافض کی تردید میں ایک مفصل ومدلل تصنیف فرمائی ہے، جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس موضوع پر اس سے قبل، ایسی جامع ومانع کتاب نہیں لکھی گئی تھی، اس کتاب میں شیعہ سنی مسائل ومباحث کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے نام سے بہت سے عوام اور اہلِ علم حضرات کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ اس کتاب میں جو اہلِ تشیع وروافض کے عقائد وافکار تحریر کیے گئے ہیں، وہ اہلِ تشیع کے خاص فرقے ''اثنا عشری'' کے بارے میں ہیں، حالانکہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس کتاب میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اہلِ تشیع کے بے شمار فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن کے درمیان بہت سے اصولی اور فروعی مسائل میں اختلاف ہے، اور اس کتاب کا نام رکھنے کی وجہ تسمیہ، خود حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی اسی کتاب کے دیباچہ میں یہ تحریر فرمائی ہے کہ:

''میں نے اس کتاب کا نام ''تحفۂ اثناء عشریہ'' اس مناسبت سے رکھا ہے کہ بارہویں صدی ہجری کے اختتام پر یہ کتاب منظرِ وجود پر جلوہ گر ہورہی ہے'' (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۲۱، دیباچۂ مصنف، ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، اپنی اس تالیف کے اختتام پر ''حرفِ آخر'' کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

''اپنے موضوع کی عجیب تر کتاب ''تحفۂ اثناء عشریہ'' بارہویں صدی ہجری کے بعد، زیبِ تحریر سے مزین ہوکر، نقشِ اختتام سے آراستہ ہوا، خدا کا شکر واحسان ہے کہ اس کی ابتداء میں جس بات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اسی شرط کے تحت انجام تک پہنچا'' (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۷۵۹، مصنف کا حرفِ آخر، ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

لہٰذا اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ ''تحفۂ اثناعشریہ'' صرف ''اثناعشری'' فرقہ کی تردید وتکفیر میں لکھی گئی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

امیرُ المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے عہد میں شیعیت کے جنم لینے، اور چار فرقوں میں بٹ جانے کے بعد شیعی مذہب میں اور بھی نئی نئی باتیں رونما ہوتی رہیں، اس تغیر وتبدل اور فرقہ بازی کا راز یہ ہے کہ ہر انقلابی موڑ پر اس مذہب نے نیا چولا بدلا، اور نئے روپ اور نئے مذہب کی شکل میں دنیا کے سامنے آیا، اور اس قسم کے اکثر انقلابات، ائمۂ کرام کی شہادت کے موقع پر رونما ہوتے رہے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۳۰، ۳۱، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء میں شیعہ کے چار فرقے تھے، بعد میں مختلف فرقوں میں بَٹ گئے، اوران کے درمیان کئی چیزوں میں باہم اختلاف رونما ہوا۔

پس تمام اہلِ تشیع کو ایک صف میں رکھنا، اور ایک لکڑی ہانکنا، اوراس سے بڑھ کر سب پر علی الاطلاق صریح تکفیر کا حکم لگانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

آگے چل کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ایک پانچویں قسم ''شیعانِ اولیٰ'' کی قرار دی ہے، جس میں ''اہلِ سنت اوراہلِ تفضیل'' دونوں شامل ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''شیعہ مذہب کے اصول صرف پانچ ہیں، کیونکہ ابتدائی فرقے بھی پانچ تھے، یعنی ''شیعہ اولیٰ۔غُلاۃ۔کیسانیہ۔زیدیہ۔اورامامیہ''

شیعانِ اولیٰ کے دوفرقے شمار ہوتے ہیں۔

پہلا فرقہ ان اہلِ سنت والجماعت مخلصین کا ہے، جن میں مہاجرین وانصار صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام رضی اللہ عنہم شامل ہیں، جو ہمیشہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے رفیق اوران کی خلافت کے مددگار رہے، ان کا مذہب یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ برحق ہیں، اوران کی اطاعت سب مسلمانوں پر فرض ہے، اور یہ کہ وہ اپنے زمانہ کے موجودین میں سب سے افضل ہیں، جس نے ان کی خلافت کی مخالفت کی، اوران کو لائقِ خلافت نہ سمجھا، وہ باغی وگمراہ اور خطاکار رہے، امُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کوان کی خلافت کے بارے میں کوئی نزاع نہ تھا، بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے میں عجلت اوراس میں تاخیر کرنے، یا نہ کرنے میں اختلاف تھا، اور یہ اختلاف بھی دور ہونے والا، اور باہم صلح وصفائی ہوا ہی چاہتی تھی کہ عبداللہ بن سبا اوراس جیسے لوگوں نے طرفین

کے سرداروں کے مشورہ اور مرضی کے بغیر لڑائی چھیڑ دی، اور پھر جو کچھ نہ ہونا تھا، ہوا۔

غرض تمام بزرگوں نے خصوصیت کے ساتھ خلافت کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لیاقت وقابلیت سے کبھی انکار نہیں کیا، بلکہ ان کو اہلِ عصر میں بہترین جانتے، اور مانتے تھے، ان کے محاسن اور خوبیوں کے نہ صرف معترف تھے، بلکہ علی الاعلان ان کو بیان بھی کرتے تھے۔

اوراس فرقہ کا یہ بھی مذہب تھا کہ جس طرح کلامُ اللہ اور کلامِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر پر محمول کیا جاتا ہے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال اور کلام کو ظاہر پر محمول کرنا چاہیے، نہ کہ تقیہ اور ظاہر داری پر، کیونکہ خلیفۂ برحق، پیغمبر کا نائب ہوتا ہے، تو پیغمبر کے اقوال، جس طرح ظاہر پر محمول ہوتے ہیں، ایسے ہی خلیفہ کے کلمات کا بھی معاملہ ہے۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کو خود پر فضیلت دینے کے بارے میں فرماتے، یا اِن اصحاب کے محاسن وخوبیاں بیان فرماتے، جو آپ سے برسرِ پیکار تھے، ان سب پر بلا شک وشبہ یقین کرنا، اور ان کو ماننا چاہیے کہ وہ اعتقاد کے مآخذ اور سنتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ کا عمل، جو صحابۂ کرام کی روایت سے ثابت ہے، اس کو جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے درست اور ٹھیک فرمایا ہے۔ [1]

اور تمام صحابہ کی درجہ بدرجہ مدح وتوصیف فرمائی ہے، جس کی تفصیلات ان شاءاللہ، اس کتاب میں آگے آئیں گی، اس فرقہ کے ان ہی خیالات وعقائد کی بناء پر ان کو اہلِ سنت والجماعت کا لقب دیا گیا، کیونکہ یہ لوگ ان تمام اقوال وکلمات کو جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے صحابہ کے حق میں فرمائے، ظاہر پر محمول کیا، اور سب

---

[1] مذکورہ بالا عبارت میں ''تحفہ اثناء عشریہ'' کے اردو ترجمہ میں عبارت کی کچھ غلطی تھی، جس کو ''تحفہ اثناء عشریہ'' کے فارسی نسخہ مطبوعہ: نول کشور، لکھنؤ، ص ۱۷، تاریخ طبع: ۱۳۰۲ھ، کو ملاحظہ کرکے اصلاح کی گئی ہے، محمد رضوان۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے درجہ بدرجہ معتقد ہوئے۔

دوسرا فرقہ تفضیلیہ ہے، جو اگرچہ شیعانِ اولیٰ میں تو داخل نہیں ہے، لیکن ایک مسئلۂ تفضیل کو چھوڑ کر باقی تمام مسائل ومعاملات میں اہلِ سنت کے ساتھ متفق، اوران کا اعتقاد وعمل بھی صحابۂ کرام سے مروی ہے، اس لیے اختلاف وانتشار کو سمیٹنے اور بات کو مختصر کرنے کے محاورے واصول کے مطابق، ان کو بھی ''شیعانِ اولیٰ'' میں شامل کیے لیتے ہیں۔

ان کا مذہب یہ ہے کہ صرف حضرت علی اوران کی اولاد (رضی اللہ عنہم) ہی خلافت کی حقدار ہے، تاوقتیکہ وہ خود اپنی مرضی سے اپنا یہ حق دوسروں کو منتقل نہ کردیں، اسی بناء پر چونکہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب کا اتفاق ہو چکا تھا، ان کی خلافت کو حق جانتے، اور درست تسلیم کرتے ہیں، اور یہ حقداران جب خود دعویدار ہوں، تو پھر کسی دوسرے کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں، یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل الناس مانتے ہیں، اور صحابہ کو بھلائی سے یاد کرتے ہیں، اور ظلم وغضب اور گمراہی کی نسبت، ان کی طرف ہرگز نہیں کرتے، گویا یہ لوگ سوائے مسئلۂ تفضیل کے کسی بھی مسئلے میں ''شیعانِ اولیٰ'' سے مخالفت نہیں رکھتے۔

اور فرقہ اسماعیلیہ کا مذہب، اگرچہ (امامیہ سے) بالکل جدا ہے، انتشار کو کم کرنے کی غرض سے ان کو ''امامیہ'' میں شامل کرلیا گیا ہے۔

یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ ''شیعانِ اولیٰ'' جس میں ''اہلِ سنت اور اہلِ تفضیل'' دونوں شامل ہیں، پہلے شیعہ ہی کہے جاتے تھے، مگر جب سے ''غلاۃ (غالی)'' روافض، زیدیوں، اور اسماعیلیوں نے اپنے لیے ''شیعہ'' لقب اختیار کیا، اوران کے اعمال وعقائد کی قباحتیں اور شر ظاہر ہونے لگے، تو حق وباطل کے مل جانے

کے خطرہ کے پیشِ نظر ''فرقہ سنیہ وتفضیلیہ'' نے اس لقب کو اپنے لیے ناپسند کر کے ترک کر دیا، اور اس کی جگہ اہلِ سنت والجماعت کا لقب اختیار کیا۔

اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ تاریخ کی قدیم کتابوں میں اساطینِ اہلِ سنت کے لیے جو یہ الفاظ ''فلان من الشیعة، أو من الشیعة'' مذکور ہیں، تو یہ الفاظ اپنی جگہ درست ہیں، کیونکہ پہلے ایسے حضرات ''شیعانِ اولیٰ'' کا یہ لقب تھا، واقدی کی تاریخ اور ''استیعاب'' میں اس قسم کے الفاظ بہت آتے ہیں، لہٰذا اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے، یہ حضرات مذکورین، ہرگز ایسے شیعہ نہ تھے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور مددگاری کے سبب ''شیعانِ علی (علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی)'' کہلاتے تھے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''غُلاۃ، کیسانیہ'' اور ''اسماعیلیہ'' فرقے ایسے ہیں کہ جن کو بلا اختلاف کافر کہا جاسکتا ہے، یا مرتد ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

باقی رہے ''زیدیہ وروافض'' جو خود کو ''امامیہ'' کہتے ہیں، ان کی تکفیر میں اختلاف ہے، اس میں حق بات یہ ہے کہ ان کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت ہے، اس کا بیان بھی ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

اور ''غلاۃ، کیسانیہ، زیدیہ'' اور ''روافض (امامیہ)'' بہت سے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، جن کے ناموں اور مذہبوں کی تعداد ''کتاب ملل ونحل'' اور دوسری بڑی کتابوں میں ملتی ہے، اس کا تذکرہ یہاں بے فائدہ ہے، اس لیے کہ اصل کی پہچان کے بعد تابع کی پہچان خود بخود ہو جاتی ہے، اور اصل کے فساد سے تابع کا فساد خود ہی عیاں ہو جاتا ہے، لیکن ہم ناظرینِ کتاب کی دلچسپی اور تفننِ طبع کے طور پر، اس تفصیل کا مختصر اجمال بیان کرتے ہیں۔

غلاۃ (غالی فرقہ) کے چوبیس فرقے ہیں، جو درجِ ذیل ہیں'' (تحفۂ اثناء عشریہ، ص ۳۸

تا ۴۴، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری،
ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اس سے معلوم ہوا کہ ''فرقۂ اسماعیلیہ'' کا مذہب ''امامیہ'' سے بالکل جدا ہے، اور شیعہ کے بعض غالی فرقوں، مثلاً ''کیسانیہ'' اور ''اسماعیلیہ'' کو کافر ٹھہرایا جا سکتا ہے، اور ''امامیہ'' کی تکفیر میں اختلاف ہے، جس کی بنیاد سب وشتم کے باعثِ کفر ہونے، نہ ہونے، اور جمہور کے مقابلہ میں بعض اہلُ الحدیث کے خوارج وشیعہ وغیرہ کو کافر قرار دینے پر ہے۔

پس جب ''امامیہ'' کی تکفیر میں اختلاف ہے، تو جس طرح تکفیر کے قول کی طرف رجحان رکھنے والوں کے لئے گنجائش ہے، اسی طرح عدمِ تکفیر کے قول کی طرف رجحان رکھنے والوں کے لئے بھی گنجائش ہے، تاہم جب ''امامیہ'' کی تکفیر پر اتفاق واجماع نہ ہوا، اور جمہور کا قول ''تکفیر کی شدید وعیدوں کی بناء پر'' عدمِ تکفیر کا ہو، اور اختلاف واحتمالِ بعید کے ہوتے ہوئے بھی عدمِ تکفیر کو ترجیح ہوتی ہو، تو جو حضرات اس فرقہ کی علی الاطلاق تکفیر کے قول کو مرجوح اور عقائدِ کفریہ پر مدار کے قول کو راجح سمجھتے ہیں، اور نکاح وغیرہ کے معاملہ میں بھی سنی کے احتراز کرنے میں احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں، جو تمام اقوال میں سلامتی وعافیت پر مبنی ہے، ایسی صورت میں یہ قول ہی جمہور کے موافق، اور دلائل کے لحاظ سے زیادہ قوی کہلائے گا، جس پر نکیر کرنا، خود فعلِ منکَر میں داخل ہوگا۔

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز دہلوی نے فرقہ ''غلاۃ'' کے درجِ ذیل فرقے تحریر فرمائے:

فرقہ سبائیہ - فرقہ مُفَضَّلیہ - فرقہ سَیرَغیہ - فرقہ بیزغیہ - فرقہ کاملیہ - فرقہ مغیریہ - فرقہ جناحیہ - فرقہ بیانیہ - فرقہ منصوریہ - فرقہ غمامیہ - فرقہ اُمویہ - فرقہ تفویضیہ - فرقہ خطابیہ - فرقہ معمریہ - فرقہ غرابیہ - فرقہ ذبابیہ - فرقہ ذمیہ - فرقہ اثنینیہ - فرقہ خمسیہ - فرقہ نصیریہ - فرقہ اسحاقیہ - فرقہ غلبانیہ - فرقہ زرامیہ - فرقہ مقنعیہ (تحفۂ اثناء عشریہ، ص ۴۰ تا ۴۴، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

ساتھ ہی حضرت شاہ صاحب نے ان فرقوں کے نمایاں عقائد وافکار کا بھی ذکر فرمایا ہے۔
چنانچہ صحابۂ کرام کو کافر کہنے کے قول کو ''فرقۂ کاملیہ'' کی طرف منسوب کیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ ''تماشا یہ ہے کہ ان کے نزدیک نعوذ باللہ تعالیٰ، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کافر ہیں''
اور پھر یہ فرمایا کہ:

اس ساری تفصیل سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مذہبِ غلاۃ کا دارومدار نبی، امام کو ''الٰہ'' یا اس میں ''الٰہ'' کے حلول کو ماننے پر ہے، لیکن تعینِ امام کے بارے میں تو وہی تین مذہب ''کیسانیہ، زیدیہ، امامیہ'' پیشِ نظر ہیں۔
ان ''غلاۃ'' میں بعض ''کیسانیہ'' ہیں، اور بعض ''امامیہ'' البتہ ''زیدیہ'' میں سے اب تک کسی کو ''غلاۃ'' نہیں سنا گیا کہ وہ حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ میں سے، یا ان کی اولاد میں سے کسی کو ''الٰہ'' مانتے، یا ان میں ''الٰہ'' کے حلول کے قائل ہوں، اس لیے ان چوبیس فرقوں میں ان کا نام نہیں آیا (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۴، باب ا''شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان ''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

مذکورہ عبارت میں بھی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''غلاۃ'' میں بعض ''امامیہ'' کو شامل کیا ہے، تمام ''امامیہ'' کو شامل نہیں کیا۔
مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ شیعہ وروافض کے بہت سے فرقے ہیں، اوران سب کے عقائد یکساں نہیں۔
یہ ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جس فرقہ کو ''سبائیہ'' کا نام دیا ہے، علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کو ''فرقۂ سبئیہ'' کا نام دیا ہے، اور فرمایا کہ یہ فرقہ عبداللہ بن سبأ کی طرف منسوب ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت کا قائل نہیں، اور قیامت سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دنیا کی طرف لوٹنے کا قائل ہے، اور یہ فرقہ اموات کی

دنیا میں رجعت کا قائل ہے۔ [1]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا دوسرا حوالہ

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ’’فرقۂ زیدیہ‘‘ کے نو فرقوں میں بَٹ جانے کے ساتھ اُن کے نام، اوران کے عقائد وافکار کی تفصیل بیان کی ہے، اوراس میں درجِ ذیل فرقوں کا ذکر فرمایا ہے:

خالص زیدئے۔ فرقۂ جارودیہ۔ فرقۂ جریریہ۔ فرقۂ طبریۃ۔ فرقۂ نعیمیہ۔ فرقۂ دکنیہ ۔ فرقۂ خشبیہ ۔ فرقۂ یعقوبیہ ۔ فرقۂ صالحیہ (ملاحظہ ہو: تحفۂ اثناء عشریہ، ص ۴۵ تا ۴۷، باب ا ’’شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا‘‘ ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اس سے معلوم ہوا کہ فرقۂ زیدیہ کے بھی مختلف فرقے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تیسرا حوالہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ’’تحفۂ اثناء عشریہ‘‘ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

---

[1] ومن الغالية صنف يزعمون أن عليا هو الله، ويكذبون النبى – صلى الله عليه وسلم – ويشتمونه، ويقولون: إن عليا وجه به ليبين أمره، فادعى الأمر لنفسه ."
قال: ومنهم صنف يقال لهم السبئية أصحاب عبد الله بن سبأ يزعمون أن عليا لم يمت وأنه يرجع إلى الدنيا قبل يوم القيامة فيملأ الأرض عدلا كما ملئت جورا، وذكروا عنه أنه قال لعلى: أنت أنت.
والسبئية يقولون بالرجعة وأن الأموات يرجعون إلى الدنيا، وكان السيد الحميرى يقول برجعة الأموات، وفى ذلك يقول :إلى يوم يئوب الناس فيه إلى دنياهم قبل الحساب(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۲، ص ۵۰۹ الیٰ ۵۱۱، الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع، الرد على سائر أقسام كلام ابن المطهر فى الوجه الأول، فصل كلام ابن المطهر على مذهب أهل السنة فى الصفات والرد عليه، عرض ابن المطهر لمقالة الحشوية والمشبهة ورد ابن تيمية من وجوه)

’’اب رہا فرقہ ’’امامیہ‘‘ تو ان کے مذہب کا دارومدار، اوران کے تمام فرقوں کا مشترکہ عقیدہ یہ ہے کہ زمانۂ تکلیفِ شرع، ائمہ فاطمیہ سے کبھی خالی نہیں رہتا، اس ایک فرقہ سے انتالیس فرقوں نے جنم لیا، جن کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو‘‘ (تحفۂ اثناءعشریہ،ص ۴۷، باب ا ’’شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا‘‘ بعنوان ’’غالی شیعوں کے چوبیس فرقے‘‘ ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے فرقہ ’’امامیہ‘‘ کے درجِ ذیل فرقے تحریر فرمائے:

فرقہ حسنیہ - فرقہ نفسیہ - فرقہ حکمیہ - فرقہ سالمیہ - فرقہ شیطانیہ - فرقہ زراریہ - فرقہ یونسیہ - فرقہ بدائیہ - فرقہ مفوضہ - فرقہ باقریہ - فرقہ حاضریہ - فرقہ ناوسیہ - فرقہ عماریہ - فرقہ مبارکیہ - فرقہ باطنیہ - فرقہ قرمطیہ - فرقہ شمطیہ - فرقہ میمونیہ - فرقہ خلفیہ - فرقہ برقعیہ - فرقہ جنابیہ - فرقہ سبعیہ - فرقہ مہدویہ - فرقہ افطحیہ - فرقہ اسحاقیہ - فرقہ قطعیہ - فرقہ موسویہ - فرقہ ممطوریہ - فرقہ رجعیہ - فرقہ احمدیہ - فرقہ امامیہ - فرقہ جعفریہ (تحفۂ اثناءعشریہ،ص ۴۷ تا ۵۳، باب ا ’’شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا‘‘ بعنوان ’’غالی شیعوں کے چوبیس فرقے‘‘ ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

’’فرقۂ بدائیہ‘‘ کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ بعض باتوں کا ارادہ کرتا ہے، اوراپنے ارادہ پر نادِم ہوتا ہے کہ ایسا ارادہ کرنا خلافِ مصلحت تھا، ہر سہ خلفاء رضوان اللہ علیہم کی خلافت، اوران کے مناقب ومحاسن پر اسی خیال کو منطبق کرتے ہیں (تحفۂ اثناءعشریہ،ص ۴۸، باب ا ’’شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا‘‘ بعنوان ’’غالی شیعوں کے چوبیس فرقے‘‘ ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اور ’’فرقۂ مفوضہ‘‘ کا بیان کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ:

مذکورہ بالا میں سے سات فرقے ''غلاۃ امامیہ'' کے ہیں، یہ باتفاق کافر ہیں (تحفۂ اثناءعشریہ، ص۴۸، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اوران کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان ''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

معلوم ہوا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''امامیہ'' کے تمام فرقوں پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا، ان کے صرف ''غلاۃ'' فرقوں پر ہی کفر کا حکم لگایا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''اسماعیلی'' فرقوں کے بارے میں فرمایا کہ:

''اسماعیلی'' بھی اگرچہ ''امامیہ'' میں شامل ہیں، مگر الگ شاخ ہے، اس لیے ان کے فرقوں کا علیٰحدہ ذکر کیا جاتا ہے (تحفۂ اثناءعشریہ، ص۴۸، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان ''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

''اسماعیلی'' کو بہت سے دیگر محققین نے اختلافِ شدید اور غلو کی وجہ سے ''امامیہ'' سے الگ ہی شمار کیا ہے، بعض نے اختصار واجمال کی خاطر ایک ساتھ ذکر کر دیا، جیسا کہ ان ہی نے دوسرے مقام پر تصریح بھی کر دی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''اسماعیلی'' فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اسماعیلی'' فرقوں میں باطنیہ، قرامطہ، سبعیہ اور حمیریہ، ملحد ہیں، مہدویہ بظاہر شرع کے معتقد ہیں، ان فرقوں میں حمیریہ زیادہ شدیدُ الکفر ہیں (تحفۂ اثناءعشریہ، ص۵۲، باب ا ''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان ''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے آگے چل کر ''بدا'' کی مختلف اقسام کا بھی ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو: تحفۂ اثناءعشریہ، ص۲۸۷ تا ۲۹۲، باب۵: مسائلِ الٰہیات، ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاجُ السنۃ'' میں فرمایا کہ:

''اسماعیلیہ اور نصیریہ کا تعلق، ایسی جماعت سے ہے، جو تشیع کا اظہار کرتے ہیں، اگرچہ وہ باطن میں کافر ہیں، اور نصیریہ اُن غالی رافضیوں میں سے ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ باتفاقِ مسلمین کافر ہیں، اور اسماعیلیہ باطنیہ، ان سے زیادہ شدید درجے کے کافر ہیں''۔انتہیٰ۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاجُ السنۃ'' میں ہی ایک مقام پر ''زیدیہ'' اور ''امامیہ'' کو ''مومنین'' میں شمار کر کے ''اسماعیلیہ'' کو اُن سے الگ ''ملاحدہ'' قرار دیا ہے۔ [2]

نیز علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''قرامطۃ باطنیۃ'' کو ''ملاحدہ'' قرار دیا ہے، جو اپنے شیوخ اور ائمہ کو نبیوں سے عظیم قرار دیتے ہیں، اور ''اسماعیلیہ'' کی طرح اپنے امام اعظم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عظیم قرار دیتے ہیں، اور قرآن وسنت کی نصوص کے ظاہر کو نظر انداز کر کے، اس کے باطنی معنیٰ مراد لیتے ہیں۔ [3]

---

[1] قد عرف كل أحد أن الإسماعيلية والنصيرية هم من الطوائف الذين يظهرون التشيع، وإن كانوا فى الباطن كفارا منسلخين من كل ملة. والنصيرية هم من غلاة الرافضة الذين يدعون إلهية علي، وهؤلاء أكفر من اليهود والنصارى باتفاق المسلمين. والإسماعيلية الباطنية أكفر منهم(منهاج السنة النبوية، ج٣ص ٤٥٢،الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع،فصل قول الرافضى "الوجه الثانى فى وجوب اتباع مذهب الإمامية أنها الفرقة الناجية "والرد عليه)

[2] جميع المسلمين – الذين هم مؤمنون – فى طوائف الشيعة يتبرأون منهم، فالزيدية والإمامية تكفرهم وتتبرأ منهم، وإنما ينتسب إليهم الإسماعيلية الملاحدة، الذين فيهم من الكفر ما ليس لليهود والنصارى، كابن الصباح الذى أخرج لهم السكين(منهاج السنة النبوية، ج٦ ص ٣٤٣، الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع،فصل نقل الرافضى عن الشهرستانى ما ذكره من التنازع الذى وقع بين الصحابة فى مرض النبى عليه السلام،قال الرافضى الخلاف الرابع فى الإمامة)

[3] وهؤلاء من جنس القرامطة الباطنية الملاحدة، لكن هؤلاء ظهروا فى قالب التصوف والتنسك ودعوى التحقيق والتأله ، وأولئك ظهروا فى قالب التشيع والموالاة، فأولئك يعظمون شيوخهم حتى يجعلوهم أفضل من الأنبياء، وقد يعظمون الولاية حتى يجعلوها أفضل من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی کے ساتھ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے تمام ''امامیہ'' اور ''اثناعشریہ'' اور ''زیدیہ'' میں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النبوة، وهؤلاء يعظمون أمر الإمامة، حتى قد يجعلون الأئمة أعظم من الأنبياء، والإمام أعظم من النبى، كما يقوله الإسماعيلية (منهاج السنة النبوية، ج٨ص٢٣،الفصل الثالث فى الأدلة الدالة على إمامة على رضى الله عنه بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم،المنهج الرابع فى الأدلة الدالة على إمامة على المستنبطة من أحواله)

الثالث: أن طوائف ادعى كل منهم أن المهدى المبشر به مثل مهدى القرامطة الباطنية، الذى أقام دعوتهم بالمغرب، وهو من ولد ميمون القداح، وادعوا أن ميمونا هذا هو من ولد محمد بن إسماعيل، وإلى ذلك انتسب الإسماعيلية، وهم ملاحدة فى الباطن، خارجون عن جميع الملل، أكفر من الغالية كالنصيرية(منهاج السنة النبوية، ج٨ص٢٥٨،باب الفصل الرابع من منهاج الكرامة فى طرق إثبات إمامة الأئمة الاثنى عشر،فصل حديث المهدى كما يرويه الرافضى والرد عليه)

وأما الباطن المخالف للظاهر المعلوم فمثل ما يدعيه الباطنية القرامطة من الإسماعيلية والنصيرية وأمثالهم ممن وافقهم من الفلاسفة وغلاة المتصوفة والمتكلمين .وشر هؤلاء القرامطة فإنهم يدعون أن للقرآن والإسلام باطنا يخالف الظاهر؛ فيقولون: " الصلاة "المأمور بها ليست هذه الصلاة أو هذه الصلاة إنما يؤمر بها العامة وأما الخاصة فالصلاة فى حقهم معرفة أسرارنا و "الصيام "كتمان أسرارنا و "الحج "السفر إلى زيارة شيوخنا المقدسين ويقولون: إن "الجنة "للخاصة: هى التمتع فى الدنيا باللذات و "النار "هى التزام الشرائع والدخول تحت أثقالها ويقولون: إن " الدابة "التى يخرجها الله للناس هى العالم الناطق بالعلم فى كل وقت وإن "إسرافيل "الذى ينفخ فى الصور هو العالم الذى ينفخ بعلمه فى القلوب حتى تحيا و "جبريل "هو العقل الفعال الذى تفيض عنه الموجودات و "القلم "هو العقل الأول الذى تزعم الفلاسفة أنه المبدع الأول وأن الكواكب والقمر والشمس التى رآها إبراهيم هى النفس والعقل وواجب الوجود وأن الأنهار الأربعة التى رآها النبى صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج هى العناصر الأربعة وأن الأنبياء التى رآها فى السماء هى الكواكب .فآدم هو القمر ويوسف هو الزهرة وإدريس هو الشمس وأمثال هذه الأمور .وقد دخل فى كثير من أقوال هؤلاء كثير من المتكلمين والمتصوفين؛ لكن أولئك القرامطة ظاهرهم الرفض وباطنهم الكفر المحض وعامة الصوفية والمتكلمين ليسوا رافضة يفسقون الصحابة ولا يكفرونهم؛ لكن فيهم من هو كالزيدية الذين يفضلون عليا على أبى بكر وفيهم من يفضل عليا فى العلم الباطن كطريقة الحربى وأمثاله ويدعون أن عليا كان أعلم بالباطن وأن هذا العلم أفضل من جهته وأبو بكر كان أعلم بالظاهر .وهؤلاء عكس محققى الصوفية وأئمتهم فإنهم متفقون على أن أعلم الخلق بالعلم الباطن هو أبو بكر الصديق .وقد اتفق أهل السنة والجماعة على أن أبا بكر أعلم الأمة بالباطن والظاهر وحكى الإجماع على ذلك غير واحد(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج١٣ص ٢٣٦، ٢٣٧،كتاب مقدمة التفسير ،رسالة فى علم الباطن والظاهر)

شیعہ کے بہت سے مذموم اقوال وافعال نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ ۱؎

اور ''اسماعیلیہ'' کو ''امامیہ'' سے زیادہ شریر، اور ''امامیہ اثناعشریہ'' کو ''اسماعیلیہ'' سے بہت زیادہ بہتر فرمایا ہے، اور بطورِ خاص ''امامیہ'' کے اُن عوام کو جو حقیقتِ امر سے پوری طرح واقف نہ ہوں، مسلمان قرار دیا ہے۔ ۲؎

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''امامیہ'' اور ''اسماعیلی'' کے بھی مختلف فرقے ہیں اور ان سب کے عقائد یکساں نہیں۔

اور ''اسماعیلی'' فرقہ ''امامیہ'' اور ''اثناعشریہ'' وغیرہ کے مقابلہ میں زیادہ غالی ہے، بلکہ ''اسماعیلیہ'' اور ''نصیریہ'' اور ان کی اقسام نے اپنے آپ کو ''روافض'' کی طرف منضم کیا

۱؎ ومما ينبغي أن يعرف أن ما يوجد في جنس الشيعة من الأقوال، والأفعال المذمومة، وإن كان أضعاف ما ذكر لكن قد لا يكون هذا كله في الإمامية (الاثنى عشرية) ، ولا في الزيدية، ولكن يكون كثير منه في الغالية، وفي كثير من عوامهم مثل ما يذكر عنهم من تحريم لحم الجمل، وأن الطلاق يشترط فيه رضا المرأة، ونحو ذلك مما يقوله بعض عوامهم ، وإن كان علماؤهم لا يقولون ذلك لكن لما كان أصل مذهبهم مستندا إلى جهل كانوا أكثر الطوائف كذبا وجهلا (منهاج السنة،لابن تيمية،ج ۱ ،ص۵۷،كلام عام عن الرافضة،بعض حماقات الشيعة)

۲؎ وأما قوله " :. وأن الأئمة معصومون كالأنبياء في ذلك "
فهذه خاصة الرافضة الإمامية التي لم يشركهم فيها أحد – لا الزيدية الشيعة ولا سائر طوائف المسلمين – إلا من هو شر منهم كالإسماعيلية الذين يقولون بعصمة بني عبيد:المنتسبين إلى محمد بن إسماعيل بن جعفر، القائلين بأن الإمامة بعد جعفر [في محمد بن إسماعيل] .دون موسى بن جعفر، وأولئك ملاحدة [منافقون]
والإمامية الاثنا عشرية . خير منهم بكثير، فإن الإمامية مع (فرط . جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة منافقين، لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم.
وأما أولئك فأئمتهم الكبار العارفون بحقيقة دعوتهم الباطنية زنادقة منافقون.
وأما عوامهم الذين لم يعرفوا باطن أمرهم فقد يكونون مسلمين (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، ج۲،ص۴۵۲، ۴۵۳،الفصل الثاني في أن مذهب الإمامية واجب الاتباع ،التعليق على قوله أن الأئمة معصومون كالأنبياء)

ہے، جیسا کہ علامہ تیمیہ نے دوسرے مقام پر تصریح کی ہے۔ [1]

اس کے علاوہ علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں دیگر مقام پر ''نصیریہ'' کے دیگر مختلف نسبی، اور علاقائی ناموں کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ لوگ اپنا مذہب رفض ظاہر کرتے ہیں، اور واقع میں یہ لوگ کافر ہیں، جو اللہ کے نبیوں میں سے کسی بھی نبی پر ایمان نہیں رکھتے، اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کو مانتے، اور نہ ہی کائنات کے لئے خالق کو مانتے، اور نہ ہی عالمِ آخرت کا عقیدہ رکھتے، اور فرمایا کہ ان سے مسلمان کو مناکحت جائز نہیں۔ [2]

---

[1] ويقولون: إن هؤلاء الإسماعيلية كانوا أئمة معصومين؛ بل قد يقولون: إنهم أفضل من الأنبياء وقد يقولون .إنهم آلهة يعبدون(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۴ص ۱۶۲، كتاب مفصل الاعتقاد، فصل في بيان قول من قال:ان الحشوية على ضربين، الخ)

انضمت إلى الرافضة "أئمة الزنادقة "من الإسماعيلية والنصيرية وأنواعهم من القرامطة والباطنية والدرزية وأمثالهم من طوائف الزندقة والنفاق(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۴ص ۴۲۹، كتاب مفصل الاعتقاد، فصل في ايهما افضل ابوبكر وعمر او الخصر؟)

[2] ولهم "ألقاب "معروفة عند المسلمين تارة يسمون "الملاحدة "وتارة يسمون "القرامطة "وتارة يسمون "الباطنية "وتارة يسمون "الإسماعيلية "وتارة يسمون "النصيرية "وتارة يسمون "الخرمية "وتارة يسمون "المحمرة "وهذه الأسماء منها ما يعمهم ومنها ما يخص بعض أصنافهم كما أن الإسلام والإيمان يعم المسلمين ولبعضهم اسم يخصه: إما لنسب وإما لمذهب وإما لبلد وإما لغير ذلك .وشرح مقاصدهم يطول وهم كما قال العلماء فيهم: ظاهر مذهبهم الرفض وباطنه الكفر المحض .وحقيقة أمرهم أنهم لا يؤمنون بنبي من من الأنبياء والمرسلين؛ لا بنوح ولا إبراهيم ولا موسى ولا عيسى ولا محمد صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين ولا بشيء من كتب الله المنزلة؛ لا التوراة ولا الإنجيل ولا القرآن .ولا يقرون بأن للعالم خالقا خلقه؛ ولا بأن له دينا أمر به ولا أن له دارا يجزى الناس فيها على أعمالهم غير هذه الدار .

وهم تارة يبنون قولهم على مذاهب الفلاسفة الطبيعيين أو الإلهيين وتارة يبنونه على قول المجوس الذين يعبدون النور ويضمون إلى ذلك الرفض .ويحتجون لذلك من كلام النبوات: إما بقول مكذوب ينقلونه كما ينقلون عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "أول ما خلق الله العقل" والحديث موضوع باتفاق أهل العلم بالحديث؛ ولفظه"إن الله لما خلق العقل فقال له: أقبل فأقبل. فقال له: أدبر فأدبر"فيحرفون لفظه فيقولون"أول ما خلق الله العقل" ليوافقوا قول المتفلسفة أتباع أرسطو في أن أول الصادرات عن واجب الوجود هو العقل .وإما بلفظ ثابت عن النبي صلى الله عليه وسلم فيحرفونه عن مواضعه كما يصنع أصحاب "رسائل إخوان الصفا "ونحوهم فإنهم من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ عابدین شامی نے بھی "ردُّ المحتار" میں نصیریہ اور اسماعیلیہ کے متعلق فرمایا کہ یہ تناسخِ اورواح کے قائل ہیں، اور شراب اور زنا کی حرمت کا بھی عقیدہ نہیں رکھتے، اور نماز روزہ اور حج کے معروف معانی کے بھی قائل نہیں، اوران سے مناکحت جائز نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أئمتهم .وقد دخل كثير من باطلهم على كثير من المسلمين وراج عليهم حتى صار ذلك فى كتب طوائف من المنتسبين إلى العلم والدين؛ وإن كانوا لا يوافقونهم على أصل كفرهم؛ فإن هؤلاء لهم فى إظهار دعوتهم الملعونة التى يسمونها "الدعوة الهادية "درجات متعددة ويسمون النهاية " البلاغ الأكبر والناموس الأعظم "ومضمون البلاغ الأكبر جحد الخالق تعالى؛ والاستهزاء به وبمن يقر به حتى قد يكتب أحدهم اسم الله فى أسفل رجله وفيه أيضا جحد شرائعه ودينه وما جاء به الأنبياء ودعوى أنهم كانوا من جنسهم طالبين للرئاسة فمنهم من أحسن فى طلبها ومنهم من أساء فى طلبها حتى قتل ويجعلون محمدا وموسى من القسم الأول ويجعلون المسيح من القسم الثانى .وفيه من الاستهزاء بالصلاة والزكاة والصوم والحج ومن تحليل نكاح ذوات المحارم وسائر الفواحش: ما يطول وصفه .ولهم إشارات ومخاطبات يعرف بها بعضهم بعضا .وهم إذا كانوا فى بلاد المسلمين التى يكثر فيها أهل الإيمان فقد يخفون على من لا يعرفهم وأما إذا كثروا فإنه يعرفهم عامة الناس فضلا عن خاصتهم .

وقد اتفق علماء المسلمين على أن هؤلاء لا تجوز مناكحتهم؛ ولا يجوز أن ينكح الرجل مولاته منهم ولا يتزوج منهم امرأة ولا تباح ذبائحهم(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۳۵ص ۱۵۲ الیٰ ۱۵۴ ،كتاب قتال أهل البغى إلى نهاية الإقرار،مناكحة النصيرية وطعامهم وأوانيهم وملابسهم)

[1] (تنبيه) يعلم مما هنا حكم الدروز والتيامنة فإنهم فى البلاد الشامية يظهرون الإسلام والصوم والصلاة مع أنهم يعتقدون تناسخ الأرواح وحل الخمر والزنا وأن الألوهية تظهر فى شخص بعد شخص ويجحدون الحشر والصوم والصلاة والحج، ويقولون المسمى به غير المعنى المراد ويتكلمون فى جناب نبينا -صلى الله عليه وسلم -كلمات فظيعة .وللعلامة المحقق عبد الرحمن العمادى فيهم فتوى مطولة، وذكر فيها أنهم ينتحلون عقائد النصيرية والإسماعيلية الذين يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب المواقف .ونقل عن علماء المذاهب الأربعة أنه لا يحل إقرارهم فى ديار الإسلام بجزية ولا غيرها، ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم، وفيهم فتوى فى الخيرية أيضا فراجعها.

مطلب جملة من لا تقبل توبته والحاصل أنهم يصدق عليهم اسم الزنديق والمنافق والملحد .ولا يخفى أن إقرارهم بالشهادتين مع هذا الاعتقاد الخبيث لا يجعلهم فى حكم المرتد لعدم التصديق، ولا يصح إسلام أحدهم ظاهرا إلا بشرط التبرى عن جميع ما يخالف دين الإسلام لأنهم يدعون الإسلام ويقرون بالشهادتين وبعد الظفر بهم لا تقبل توبتهم أصلا .وذكر فى التتارخانية أنه سأل فقهاء سمرقند عن رجل يظهر الإسلام والإيمان ثم أقر بأنى كنت أعتقد مع ذلك مذهب القرامطة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آج کل جو بعض اہلِ علم حضرات، امامیہ کے تمام فرقوں کے غلط عقائد کو اثناء عشری فرقے کی طرف منسوب کرتے ہیں، یا امامیہ کے تمام فرقوں کو ’’اثناعشری‘‘ قرار دیتے ہیں، یا ’’نصیریہ واسماعیلیہ‘‘ وغیرہ جیسے غالی فرقوں کےعقائد وافکار کو تمام امامیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ درست نہیں، بلکہ غلط فہمی پر مبنی، اور خلطِ مبحث ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا چوتھا حوالہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ’’تحفۂ اثناء عشریہ‘‘ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’امامیہ: اور خصوصاً اثناعشریہ میں تو ان کے علماء کی حد وشمار ہی نہیں، البتہ ان کے قدماء میں جو مشہور ہیں، یہ ہیں:

قیس بن سلیم بن قیس ہلالی۔ ابان۔ ہشام بن حکم۔ ہشام بن سالم ۔صاحب الطاق ۔ ابوالاحوص ۔ علی بن منصور ۔ علی بن جعفر ۔ نبان بن سمعان، جس کی کنیت ابواحمد ہے، اور جزری لقب سے مشہور ہے ۔ ابنِ ابی عمر ۔ عبداللہ بن مغیرہ ۔ نظیری ۔ ابوبصیر ۔ محمد بن حکم ۔ محمد بن فرح الرخی ۔ ابراہیم خزار ۔ محمد بن حسین ۔ سلیمان جعفری ۔ محمد بن مسلم ۔ بکیر بن اعین ۔ زرارہ بن اعین اوران کے دونوں بیٹے سماعہ بن مہران، علی بن ابی حمزہ ۔ عیسیٰ ۔ عثمان ۔ علی، یہ تینوں ہی فضال ہیں ۔ احمد بن محمد بن عبداللہ ابونصرہ برنطی ۔ یونس بن عبداللہ القمی ۔ ایوب بن نوح ۔ حسن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأدعو إليه والآن تبت ورجعت وهو يظهر الآن ما كان يظهره قبل من الإسلام والإيمان .قال أبو عبد الكريم بن محمد :قتل القرامطة واستئصالهم فرض .وأما هذا الرجل الواحد، فبعض مشايخنا قال يتغفل ويقتل :أى تطلب غفلته فى عرفان مذهبه .وقال بعضهم يقتل بلا استغفال لأن من ظهر منه ذلک ودعا الناس لا يصدق فيما يدعى بعد من التوبة ولو قبل منه ذلک لهدموا الإسلام وأضلوا المسلمين من غير أن يمكن قتلهم، وأطال فى ذلک، ونقل عدة فتاوى عن أئمتنا وغيرهم بنحو ذلک، لكن تقدم اعتماد قبول التوبة قبل الأخذ لا بعده(رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص ۲۴۴، كتاب الجهاد،باب المرتد،مطلب حكم الدروز والتيامنة والنصيرية والإسماعيلية)

بن عیاش الحریش - علی بن مظاہر واسطی - احمد بن اسحاق - جابر جعفی - محمد بن جمہور قمی - حسین بن سعید - عبداللہ - عبیداللہ - محمد - عمران - اور عبیدالاعلی - یہ سب علی بن ابی الشیعۃ کے بیٹے ہیں۔

اثناعشریہ میں مصنفین میں یہ لوگ شمار کیے جاتے ہیں:

صاحب معالم الاصول فخر المحققین - محمد بن علی الطرازی - محمد بن علی الجیاعی - ابوالفتح کراجکی - الکفعمی - جلال الدین حسن بن احمد شیخ - شیخ مقتول - محمد بن الحسن الصفار - ابان بن بشر البغال - عبید بن عبدالرحمٰن حشعمی - فضل بن شاذان قمی - محمد بن یعقوب الکلینی الرازی - علی بن بابویہ قمی - حسین بن علی بابویہ قمی - اور محمد بن علی بابویہ قمی - ابنِ قمی (تحفۂ اثناء عشریہ، ص ۲۱۸، ۲۱۹، باب ۳ ''شیعوں کے اسلاف کے حالات'' بعنوان ''شیعی علماء اوران کی کتابیں'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناءعشریہ'' میں ہی آگے چل کر فرماتے ہیں:

''اثناعشریہ کے علماء و مصنفین میں یہ حضرات مزید ہیں:

عبیداللہ بن علی حلبی - علی بن مہریار اہوازی - سالار علی بن ابراہیم قمی - ابنِ براح - ابنِ زہرہ - اور ابنِ ادریس ہیں۔

یہ ابنِ ادریس وہی ہے، جس کے فرضی اشعار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردیے گئے ہیں، جیسا کہ بابِ دوم میں گزرا ہے، دراصل یہ جرات کنیت کی یکسانی کے سبب میں عمل آئی، ورنہ یہ تو اپنے خیال میں کذبِ صریح سے بچا ہے۔

نیز ان کے علماء و مصنفین میں یہ بھی شمار ہیں:

حسن کیدری- معین الدین مصری- ابنِ جنید- حمزہ - ابوالصلاح - ابنِ مشرعہ واسطی- ابنِ عقیل- عضایری- کشی- نجاشی- ملاحیدرآملی- برقی- محمد بن جریری طبری آملی- ابن ہشام دیلمی- رجب بن رجب بن محمد البرسی الحلی- ابنِ شہرآشوب سروی مازندرانی- منتخب الدین- ابوالحسن علی بن عبداللہ، جو علی بن حسین بن بابویہ قمی کا پانچ واسطوں سے پوتا ہے، طبرسی- محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری صاحب نوادر الحکمۃ - شیخِ مقتول - محمد بن مکی- سعد بن عبیداللہ کتابُ الرحمہ کا مصنف- محمد بن حسن بن ولید- شیخ ابنِ بابویہ- احمد بن فہد- میثم بن میثم البحرانی- عبدالواحد بن صفی نعمانی- ابوعیسیٰ الوزان- ابنِ راوندی- مسیحی- ابو عبداللہ محمد بن نعمان ملقب شیخِ مفید عبید بابا المعلم- سید مرتضیٰ- سید رضی- ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، جس کا لقب شیخ الطائفہ ہے، اور اس کے نواسے علی بن موسیٰ بن طاؤس اور احمد بن طاؤس - جمال الدین ابوعلی بن حسن بن یوسف بن مطہر حلی سے مشہور ہے، اس کا بیٹا فخر الدین محقق حلی، جس کا لقب ہے نصیر الدین بن محمد طوسی، جو خواجہ نصیر سے مشہور ہے - ابوالقاسم نجم الدین بن سعید صاحبِ شرائع، اس کا لقب محقق ہے- تقی الدین بن داؤد- سدید الدین محمود حمصی- رضی الدین بن طاؤس- جمال الدین بن طاؤس، اس کا بیٹا غیاث الدین مقداد- علی بن عبدالعال، اس کا داماد میر باقر- زین الدین مقتول، اس کا شاگرد بہاؤالدین محمد عاملی- خلیل قزوینی شارح عدۃ- تقی مجلسی شارح ''من لا یحضرہ الفقیہ''، اور اس کا بیٹا باقر مجلسی، صاحبِ بحارالانوار۔

یہ گویا اس فرقے کے مصنفین کی آخری کڑی ہے، اور ان کے مذہب معتمد علیہ کہ روایاتِ سابقہ میں سے یہ جس روایت کو اپنے امتحان کی کسوٹی پر کس کے کھرا بتادے، تو وہ ان کے نزدیک وحی منزل من اللہ ہے، بلکہ بالفعل اگر ان کے مذہب

کی نسبت باقر مجلسی کی طرف کریں، اوران کے سابقین کی طرف تو زیادہ اور بجا ہے۔

مذکورہ بالا کے علاوہ ان کے اور بھی علماء ہیں، جنہوں نے علومِ دینیہ میں زیادہ لب کشائی نہیں کی، جیسے صدرالدین شیرازی۔ آخون حسین خوانساری۔ اورحبیب اللہ مشہدی۔ ابوالقاسم قندرسکی۔ استاد ملامحمود جونپوری، شمس بازغہ کا مصنف، ان میں سے بعض نے مذہب وکلام میں البتہ دخل دیا ہے، اور اس فرقہ کے عوام کے نزدیک درجہ اعتبار تک پہنچے، مثلاً قاضی نوراللہ شوستری۔ ملاعبداللہ مشہدی، صاحبِ اظہارالحق اور ملا رفیع واعظ، ابواب الجنان کا مصنف'' (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۲۲۰، ۲۲۱، باب۳ ''شیعوں کے اسلاف کے حالات'' بعنوان ''شیعی علماء اوران کی کتابیں'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا پانچواں حوالہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ ان (امامیہ) کے تمام علوم، مثلاً کلام، عقائد اور تفسیر، ان سب کی بناء، احادیث پر ہے، اور دارومدار محدثین پر، اور باجماعِ اثناعشریہ، احادیث کا پوراذخیرہ، چار کتابوں پر تقسیم ہے، جن کو یہ اپنے ہاں کی اصح الکتب کہتے ہیں، اور جو اصولِ اربعہ کے نام سے مشہور ہیں۔

(1)......''کافی'' جو کلینی کرکے مشہور ہے (2)......''من لا یحضرہ الفقیہ'' (3)......''تہذیب'' (4)......''استبصار''

ان چاروں کتابوں پر عمل کرنے کو، انہوں نے صراحت کے ساتھ، واجب ولازم قرار دیا ہے، یہ بھی انہوں نے صاف صاف کہا ہے کہ امامی کی روایت پر، بشرطیکہ

وہ محدثین کی روایت سے نہ ٹکرائے، عمل واجب ہے۔...........

ان چاروں کتابوں میں باہم ایک دوسرے کے مراتب و درجاتِ فضیلت میں، علمائے اثناعشریہ کا اختلاف ہے (تحفۂ اثناعشریہ، ص۲۲۸، ۲۲۹، باب ۳ "شیعوں کے اسلاف کے حالات" بعنوان "فائدہ" ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

"کتاب الکافی" محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی (المتوفیٰ: 329ھ) کی تصنیف ہے۔

"کلینی" کا علامہ ذہبی نے "تاریخ الاسلام" اور "سیر اعلامُ النبلاء" میں ذکر کیا ہے، اور انہیں "امامیہ" کا عالم قرار دیا ہے۔ [1]

بعض دیگر محدثین ومؤرخین نے بھی "کلینی" کا ذکر کیا ہے۔ [2]

---

[1] – محمد بن يعقوب، أبو جعفر الكليني الرازي (المتوفىٰ: 328ھ)
شيخ فاضل شهير، من رؤوس الشيعة وفقائهم المصنفين في مذاهبهم الرذلة.
روى عنه: أحمد بن إبراهيم الصيمري، وغيره. وكان ببغداد وبها مات. وقبره ظاهر عليه لوح.
والكليني: بضم الكاف وإمالة اللام والياء ثم بنون. قيده الأمير (تاريخ الاسلام للذهبي، ج۷ص۵۲۶، رقم الترجمة ۴۱۹)
الكليني أبو جعفر محمد بن يعقوب.
شيخ الشيعة، وعالم الإمامية، صاحب (التصانيف)، أبو جعفر محمد بن يعقوب الرازي الكليني بنون.
روى عنه: أحمد بن إبراهيم الصيمري، وغيره.
وكان ببغداد، وبها توفي وقبره مشهور.
مات سنة ثمان وعشرين وثلاث مائة.
وهو بضم الكاف، وإمالة اللام.
قيده الأمين (سير اعلام النبلاء للذهبي، ج۱۵ ص۲۸۰، رقم الترجمة ۱۲۴)

[2] (ز): محمد بن يعقوب بن إسحاق أبو جعفر الكليني – بضم الكاف وإمالة اللام ثم ياء ونون – الرازي.
سكن بغداد وحدث بها، عن محمد بن أحمد الحفار وعلي بن إبراهيم بن هاشم، وغيرهما.
وكان من فقهاء الشيعة والمصنفين على مذهبهم.
توفي سنة 328 ببغداد (لسان الميزان لابنِ حجر، ج۷ص۵۹۴، رقم الترجمة ۷۵۷۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''من لا یحضرہ الفقیہ ''ابوجعفر محمد بن علی بن حسن بن موسیٰ بن بابویہ قمی (المتوفی:381ھ) کی تصنیف ہے۔

علامہ ذہبی اور علامہ ابنِ حجر نے ان کو''امامیہ'' کے فقہاء میں ذکر کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمد بن يعقوب ويقال محمد بن على أبو جعفر الكليني من شيوخ الرافضة قدم دمشق وحدث ببعلبك عن أبي الحسين محمد بن على الجعفري السمرقندي ومحمد بن أحمد الخفاف النيسابوري على بن إبراهيم بن هاشم روى عنه أبو سعد الكوفي شيخ الشريف المرتضى أبي القاسم على بن الحسين بن موسى الموسوي وأبو عبد الله أحمد بن إبراهيم وأبو القاسم على بن محمد بن عبدوس الكوفي وعبد الله بن محمد بن ذكوان أنبأنا أبو الحسن بن جعفر قالا أنا جعفر بن أحمد بن الحسين بن السراج أنا أبو القاسم المحسن بن حمزة الوراق بتنيس نا أبو على الحسن بن على بن جعفر الديبلي بتنيس في المحرم سنة خمس وتسعين وثلاثمائة نا أبو القاسم على بن محمد بن عبدوس الكوفي أخبرني محمد بن يعقوب الكليني عن على بن إبراهيم بن هاشم عن موسى بن إبراهيم المحاربي عن الحسن بن موسى عن موسى بن عبد الله عن جعفر ابن محمد قال قال أمير المؤمنين إعجاب المرء بنفسه دليل على ضعف عقله أخبرنا أبو محمد بن حمزة بقرائتي عليه عن أبي زكريا عبد الرحيم بن أحمد ح وأخبرنا أبو القاسم بن السوسي أنا أبو إسحاق إبراهيم بن يونس أنا أبو زكريا وأخبرنا أبو الحسين أحمد بن سلامة بن يحيى أنا سهل بن بشر أنا رشأ بن نظيف قالا نا عبد الغني بن سعيد قال فأما الكليني بضم الكاف والنون بعد الياء فمحمد بن يعقوب الكليني من الشيعة المصنفين مصنف على مذاهب أهل البيت قرأت على أبي محمد بن حمزة عن أبي نصر بن ماكولا قال وأما الكليني بضم الكاف وإمالة اللام وقبل الياء نون فهو أبو جعفر محمد بن يعقوب الكليني الرازي من فقهاء الشيعة المصنفين في مذهبهم روى عنه أبو عبد الله أحمد ابن إبراهيم الصيمري وغيره وكان ينزل بباب الكوفة في درب السلسلة ببغداد وتوفي فيها سنة ثمان وعشرين وثلاثمائة ودفن بباب الكوفة في مقبرتها قال الأمير بن ماكولا ورأيت أنا قبره بالقرب من صراة الطائي عليه لوح مكتوب فيه هذا قبر محمد بن يعقوب الرازي الكليني الفقيه(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج٥٦، ص٢٩٧، ٢٩٨، رقم الترجمة ٧١٢٦)

[1] ابن بابويه محمد بن على بن الحسين القمي:

رأس الإمامية، أبو جعفر محمد ابن العلامة على بن الحسين بن موسى بن بابويه القمي، صاحب التصانيف السائرة بين الرافضة.

يضرب بحفظه المثل .

يقال: له ثلاث مائة مصنف، منها: كتاب (دعائم الإسلام) ، كتاب (الخواتيم) ، كتاب (الملاهي) ، كتاب (غريب حديث الأئمة) ، كتاب (التوحيد) ، كتاب (دين الإمامية) ، ولا ...

وكان أبوه من كبارهم ومصنفيهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''التھذیب''ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (المتوفی:460) کی تصنیف ہے۔

اور''الاستبصار'' بھی ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (المتوفی:460) کی تصنیف ہے۔

ابوجعفر طوسی کا علامہ ذہبی نے''تاریخ الاسلام''میں ذکر کرتے ہوئے، ان کو شیعہ کا شیخ اور ان کے مذہب کا عالم قرار دیا ہے۔ [1]

اورعلامہ ذہبی نے''سیر اعلامُ النبلاء''میں فرمایا کہ ابوجعفر طوسی نے پہلے امام شافعی کا فقہ حاصل کیا تھا، پھر''امامیہ'' کے عالم شیخ مفید سے علمِ کلام کو حاصل کیا، اوران کی بدعت اور سلف کی تنقیص کی وجہ سے حفاظُ الحدیث نے ان سے اعراض کیا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدث عن أبی جعفر جماعة منهم: ابن النعمان المفید، والحسین بن عبد الله بن الفحام، وجعفر بن حسنکیه القمی(سیراعلام النبلاء للذهبی، ج۱۶ ص۳۰۳، ۳۰۴، رقم الترجمة ۲۱۲)

(ز): الحسین بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویه القمی.

ذکره ابن النجاشی فقال: کان من فقهاء الإمامیة.

روی عنه الحسین الغضائری.

وصنف کتاب نفی التشبیه وقدمه للصاحب بن عباد وکان الصاحب یعظمه ویرفع مجلسه إذا حضر عنده(لسان المیزان لابنِ حجر، ج۳ص ۱۹۹، رقم الترجمة ۲۵۸۸)

[1] محمد بن الحسن بن علی، أبو جعفر الطوسی، [المتوفی: 460 هـ]

شیخ الشیعة وعالمهم.

توفی بالمشهد المبارک، مشهد أمیر المؤمنین رضی الله عنه، فی المحرم .ولأبی جعفر الطوسی تفسیر کبیر عشرون مجلدة، وعدة تصانیف مشهورة .قدم بغداد وتعین، وتفقه للشافعی، ولزم الشیخ المفید مدة، فتحول رافضیا.

وحدث عن هلال الحفار .روی عنه ابنه أبو علی الحسن.

وقد أحرقت کتبه غیر مرة، واختفی لکونه ینقص السلف، وکان ینزل بالکرخ، ثم انتقل إلی مشهد الکوفة(تاریخ الاسلام للذهبی، ج۱۰ ص۱۲۲، رقم الترجمة ۲۶۵)

[2] أبو جعفر الطوسی محمد بن الحسن بن علی *

شیخ الشیعة، وصاحب التصانیف، أبو جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی.

قدم بغداد، وتفقه أولا للشافعی.

ثم أخذ الکلام وأصول القوم عن الشیخ المفید رأس الإمامیة، ولزمه وبرع، وعمل التفسیر، وأملی أحادیث ونوادر فی مجلدین، عامتها عن شیخه المفید.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوجعفر طوسی سے ان کے بیٹے ''حسن بن محمد بن حسن'' نے روایات بیان کی ہیں۔ [1]

علامہ ابنِ حجر نے ابوجعفر طوسی کے بیٹے ''حسن بن محمد بن حسن'' کا تذکرہ کرتے ہوئے، ان کو شیعہ مذہب کا فقیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہد میں ان کا امام قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ یہ ''فی نفسہٖ صدوق'' ہیں، اور ''متدین'' ہیں، اور ''سب وشتم'' سے رکنے والے ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وروى عن: هلال الحفار، والحسين بن عبيد الله الفحام، والشريف المرتضى، وأحمد بن عبدون، وطائفة.

روى عنه: ابنه أبو علي.

وأعرض عنه الحفاظ لبدعته، وقد أحرقت كتبه عدة نوب في رحبة جامع القصر، واستتر لما ظهر عنه من التنقص بالسلف، وكان يسكن بالكرخ، محلة الرافضة، ثم تحول إلى الكوفة، وأقام بالمشهد يفقههم.ومات: في المحرم سنة ستين وأربع مائة.وكان يعد من الأذكياء لا الأزكياء.

ذكره ابن النجار في (تاريخه) .وله تصانيف كثيرة منها: كتاب (تهذيب الأحكام) كبير جدا، وكتاب (مختلف الأخبار) ، وكتاب (المفصح في الإمامة) وأشياء.

ورأيت له مؤلفا في فهرسة كتبهم وأسماء مؤلفيها(سير اعلام النبلاء، ج١٨ ص ٣٣٤، ٣٣٥، رقم الترجمة ١٥٦)

[1] (ز): محمد بن الحسن بن علي أبو جعفر الطوسي فقيه الشيعة.

أخذ عن ابن النعمان أيضا وطبقته .

له مصنفات كثيرة في الكلام على مذهب الإمامية وجمع تفسير القرآن وأملى أحاديث وحكايات في مجلس.

حدث عن المفيد وهلال الحفار، وغيرهما.

روى عنه ابنه الحسن، وغيره.

قال ابن النجار: أحرقت كتبه عدة نوب بمحضر من الناس في رحبة جامع القصر واستتر هو خوفا على نفسه بسبب ما يظهر عنه من انتقاص السلف.

مات بمشهد علي في المحرم سنة ستين وأربع مئة.

ذكره ابن النجار في الذيل , وأرخه بعضهم سنة إحدى وستين(لسان الميزان، ج ٧ص ٨٣، ٨٤، رقم الترجمة ٦٦٨٢)

[2] (ز): الحسن بن محمد بن الحسن بن علي الطوسي أبو علي بن أبي جعفر.

سمع من والده، وأبي الطيب الطبري والخلال والتنوخي ثم صار فقيه الشيعة وإمامهم بمشهد علي .

سمع منه أبو الفضل بن عطاف وهبة الله السقطي، ومحمد بن محمد النسفي.

وهو في نفسه صدوق.

مات في حدود الخمس مئة وكان متدينا كافا عن السب(لسان الميزان لابنِ حجر، ج٣ص ١١٢، ١١٣، رقم الترجمة ٢٣٨٦)

مذکورہ چاروں کتابیں پانچویں صدی ہجری سے پہلے کی تالیف کردہ ہیں، لیکن ان کتابوں کے تحریر کرنے کے بعد سے لے کر تا حال، آج تک جمہور محققین نے تمام اہلِ تشیع وروافض کی علی الاطلاق یہ کہہ کر تکفیر نہیں کی کہ مذکورہ چار کتابوں میں بعض کفریہ عقائد ونظریات پر مشتمل روایات موجود ہیں، اور یہ کتابیں، تمام ''امامیہ'' کی مسلّمہ کتب ہیں، اس لیے ''امامیہ'' کے تمام فرقے کافر ہیں، نہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اور نہ ہی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے، جنھوں نے ''امامیہ'' کے عقائد وافکار پر مفصل کلام کیا ہے۔

اور جب ''امامیہ'' نے یہ شرط بھی لگا دی کہ ''امامی کی روایت پر، بشرطیکہ وہ محدثین کی روایت سے نہ ٹکرائے، عمل واجب ہے'' تو اس تعلیق وشرط کو نظر انداز کر کے ''امامیہ'' کی ہر روایت کی بنیاد پر تکفیر کا حکم لگانا، کیسے درست قرار پا سکتا ہے؟

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اہل تشیع کی کلیدی حیثیت کی حامل کتابوں میں ابو جعفر محمد بن علی بن حسن بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی ''**الخصال**'' اور ''**عیون اخبار رضا**'' اور ''**امالی صدوق**'' اور محمد بن محمد بن نعمان بن عبدالسلام عکبری معروف بالشیخ مفید کی ''**امالی مفید**'' اور محمد باقر بن محمد تقی مجلسی کی ''**بحارُ الانوار**'' اور شیخ محمد بن حسن حر عاملی کی ''**وسائلُ الشیعۃ**'' اور میرزا حسین بن محمد تقی نوری طبرسی کی ''**مستدرکُ الوسائل**'' اور محمد محسن بن مرتضیٰ بن محمود مشہور بلقب فیض کاشانی کی ''**الوافی**'' اور سلیم بن قیس ہلالی کی ''**کتاب سلیم بن قیس**'' شامل ہیں۔

''تحفہ اثناء عشریہ'' میں ہے کہ:

> سلیم بن قیس ہلالی، وہ پہلا شخص ہے، جس نے ان کے اخبار میں کتاب تصنیف کی، اور شیعوں کے تمام فرقوں نے اسے معتبر سمجھا ہے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۲۲۱، باب ۳ ''شیعوں کے اسلاف کے حالات'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اس کے علاوہ شیعوں کے دوسرے مختلف فرقوں کی کئی اہم کتابوں کے ناموں کا ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں الگ الگ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، اور شیعوں کے مختلف فرقوں کے اسلاف کے ناموں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو بہت زیادہ ہیں۔

اسی وجہ سے اہلِ تشیع کے فرقوں میں باہم کئی چیزوں میں سنگین اختلافات ہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ان کے فرقوں میں باہم بڑے سنگین اختلافات ہیں، حتیٰ کے بعض نے، بعض دوسروں کو کافر وگمراہ تک کہنے میں کوئی باک نہ کیا، ایک دوسرے کو طعن کرنا، تو معمولی سی بات ہے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۶۵، باب ۷، امامت کا بیان، بعنوان ''امامت کی بحث کا خاتمہ'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

پس جب اہلِ تشیع کے فرقوں میں سنگین اختلافات ہیں، جن میں انہوں نے ایک دوسرے کی تکفیر وتفسیق بھی کی ہے، تو تمام عقائدِ کفریہ کی، ہر گروہِ شیعہ کی طرف نسبت کرنا، کیسے درست قرار پاسکتا ہے؟

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں اسی بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

واضح رہے کہ ''اسماعیلیہ'' کے تینوں فرقوں کی طرح ''امامیہ'' بھی ائمہ کی تعداد کو خاص تعداد کے ساتھ محدود کرتے ہیں، مگر اس حدِ تعداد میں بھی باہم مختلف ہیں، بعض یہ تعداد پانچ کہتے ہیں، اور بعض سات بتاتے ہیں، بعض دوسرے آٹھ، اور بعض بارہ کے قائل ہیں، تو بعض تیرہ کے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۶۹، باب ۷، امامت کا بیان، بعنوان ''امامت کی بحث کا خاتمہ'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

اس سے معلوم ہوا کہ امامیہ کے فرقوں کا ائمہ کی مقدار میں بھی اختلاف ہے، جس طرح ان کے مابین سنگین نوعیت کے اختلافات ہیں، لہٰذا سب فرقوں پر یکساں حکم لگانا، یا شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر کرنا کیسے راجح ہوسکتا ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا چھٹا حوالہ

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' کے آخری باب میں فرماتے ہیں کہ:

''فقہی اجتہادی مسائل مثلاً امامت، میراثِ پیغمبر، ہبہ قبل القبض کا تمام نہ ہونا، تقسیمِ خمس، حجِ تمتع، وغیرہ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہرگز کفر نہیں، کفر کیا، معصیت وگناہ بھی نہیں، کیونکہ آپ بھی منجملہ مجتہدین، ایک مجتہد تھے، اور مسائلِ اجتہادیہ میں مجتہدوں کا اختلاف جائز ہے، اور ہر مجتہد اجر کا مستحق ہے، ہاں بغض وعداوت اور عناد کے جذبہ سے، جس نے آپ سے لڑائی لڑی، وہ اہلِ سنت کے نزدیک بھی کافر ہیں، اس پر سب کا اجماع ہے، اور خوارج اور اہلِ نہروان کے بارے میں ان (اہلِ سنت) کی یہی رائے اور مسلک ہے (کہ وہ کافر ہیں) اور حدیث ''حربک حربی'' اسی قسم کے ''حرب'' پر محمول ہے، لیکن یہاں بھی ''لزومِ کفر'' ہے، ''التزامِ کفر'' نہیں، تو ان پر مرتد کا اطلاق نہیں ہوگا، اور ان کا غیر معقول شبہ، نصوصِ قطعیہ قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ کے خلاف ہے، تو وہ ان کے عذر کا سبب نہیں بن سکتا، گویا اہلِ سنت کے نزدیک احکامِ اخروی میں خوارج کافر ہیں، ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت نہیں کرنی چاہیے، نہ نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔..........

خلاصۂ کلام یہ کہ اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو کافر کہنے والا، آپ کے جنتی ہونے سے انکاری، یا دینی اوصاف، علم، عدالت، زہد، تقویٰ کے اعتبار سے آپ کو خلافت کے لیے نااہل کہنے والا، اور آپ کی لیاقت کا منکر، کافر ہے، یہ بات خوارجِ نہروان کے متعلق، قطعی ثبوت کی حد تک پہنچنے کے سبب، ان کو کافر کہتے ہیں، اور جن کے بارے میں پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی، ان کو کافر نہیں کہتے۔

اہلِ سنت کے مذہب کی یہ وضاحت وتحقیق، ان کے اصول طے شدہ کے بھی مطابق ہے، کیونکہ ان کا اتفاق ہے کہ ضروریاتِ دین سے انکار کرنے والا کافر ہے، اور جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایمانی درجہ میں بلند ہونا، آپ کا جنتی ہونا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے لائق ہونا، نہ صرف احادیث سے، بلکہ آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے، لہٰذا ان کا منکر کافر ہوگا، اور کم ظرفی، حبِ مال وجاہ، تاویلِ باطل، غلط فہمی، یا کسی کے بھڑکانے اور بہکانے کی وجہ سے، آپ سے لڑائی کفر نہیں، فسقِ عملی، یا اعتقادی ہے۔

امامیہ جب اصل بنیاد میں اہلِ سنت سے اتفاق کرتے ہیں، تو انہیں حکم میں بھی اتفاق کرنا چاہیے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص ۷۴۸، ۷۴۹، باب ۱۲ ''تولّا اور تبرّا'' بعنوان ''مقدمہ نمبر ۶''

ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

مذکورہ عبارت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہلِ سنت کے نزدیک خوارج کو احکامِ دنیوی کے بجائے احکامِ اخروی کے اعتبار سے کافر قرار دیا ہے، اور ان کے اس کفر کو ''لزومی'' قرار دیا ہے ''التزامی'' قرار نہیں دیا، جس کی بناء پر ''علی العین کفر کا حکم'' لگتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں مزید توضیح کرتے ہوئے، خوارج کا بنیادی طور پر ایک ہی مذہب ہونے، اور روافض کے متعلق بھی یہی حکم ہونے کی تصریح کی ہے، اور احکامِ دنیوی، اور ان سے نکاح وتوارث میں علماء کا اختلاف ہونے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ''تحفۂ اثناء عشریہ'' کی مذکورہ عبارت کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب درجِ ذیل الفاظ میں ہے:

''**سوال**:...... تحفۂ اثناعشریہ میں لکھا ہے کہ جو امور دین کے ظاہر ہیں، ان کا منکر کافر ہے، یہ امر احادیث سے ثابت ہے، بلکہ آیاتِ قطعیۂ متواترہ سے اس کا ثبوت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ایمان کا بڑا درجہ ہوا، اور آپ بہشتی

ہوئے، اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے قابل ہوئے، جو شخص ان باتوں کا منکر ہو، وہ کافر ہے، چنانچہ خوارج احکامِ اُخروی میں کافر ہیں، ان کے حق میں دعائے مغفرت نہ کی جائے اور نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔

تو اس صورت میں شیعہ کے بارے میں بھی یہ حکم ہونا چاہیے کہ وہ کافر ہیں، کیونکہ جس قدر نصوصِ قطعیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں ہیں، ان سے کہیں زیادہ نصوصِ قطعیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں ہیں، اور ایک شخص کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عداوت تھی، اس کے جنازہ کی نماز خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پڑھی، تو اہلِ سنت کے نزدیک شیعہ کے کفر میں کیوں اختلاف ہے؟

جواب :...... خوارج کا ایک ہی مذہب ہے، اس وجہ سے ان کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف نہیں، کیونکہ باوجودیکہ خوارج کے چند فرقے ہیں، مگر ان سب فرقوں کا ان مسائل میں اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایمان کے وہ سب منکر ہیں اور آپ کے بہشتی ہونے سے ان سب کو انکار ہے اور ان سب کا یہ قول ہے کہ آپ میں خلافت کی لیاقت نہ تھی، **نعوذ باللّٰہ من ذالک**۔

بخلاف شیعہ کے کہ ان کے مذہب میں اختلاف ہے۔

بعض کا صرف یہی قول ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت تھی۔

بعض شیعہ نے اس پر زیادتی کی وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیخین اور اعوان خطاء پر تھے۔

بعض شیعہ ان صاحبوں کے بارے میں فسق اور بدعت کی تہمت لگاتے ہیں، حتیٰ کہ امامیہ کی ایک جماعت ان صاحبوں کے کفر کی قائل ہوگئی۔

اس لیے شیعہ کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہوا۔

شیعہ کے ان گروہوں میں سے پہلے گروہ کو بعض علمائے کرام نے شیعہ قرار دیا ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ دوسرے فرقے کے لوگ شیعہ ہیں۔

اور بعض علماء نے تیسرے فرقہ کو شیعہ کہا ہے۔

اب اس پر فتویٰ ہے اور اسی کو ترجیح ہے کہ یہ شیعہ بھی خوارج کے مانند احکامِ اخروی میں کافر ہیں۔

اور تحفۂ اثنا عشریہ کی عبارت کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ خوارج بالاتفاق احکامِ اخروی میں کافر ہیں۔

اور دنیوی احکام میں یہ احتمال ہے کہ خوارج بعض علمائے کرام کے نزدیک مسلمان ہیں، حتیٰ کہ خوارج اور اہلِ حق میں باہم نکاح جائز ہے، ان میں ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے وارث ہوسکتے ہیں، ایسا ہی شیعہ کے بارے میں احکامِ اخروی میں اختلاف نہیں، صرف احکامِ دنیوی میں اختلاف ہے، تو فی الواقع شیعہ اور خوارج میں کچھ فرق نہیں (فتاویٰ عزیزی، ص: ۴۱۰، بابُ العقائد، بعنوان: خوارج اور شیعہ میں مساوات کا وہم اور اس کا ازالہ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

شاہ عبدالعزیز صاحب کے مذکورہ بالا موقف کے مطابق خوارج کا بنیادی مذہب، ایک دوسرے سے مختلف نہیں، اس لیے ان کے متعلق علماء کا اختلاف نہیں، یعنی وہ سب علماء کے نزدیک احکامِ اخروی میں کافر ہیں، اور کسی کے نزدیک بھی ان کی نمازِ جنازہ، اور ان کے لیے استغفار جائز نہیں۔

لیکن شیعہ کے مفہوم ومصداق میں علماء کا اختلاف ہے، اور خوارج، حضرت علی کے ایمان کے منکر ہونے کے باوجود، دنیاوی احکام میں بعض علمائے کرام کے نزدیک کافر ہیں، جس کی بناء پر ان کے ساتھ مسلمان کا نکاح وتوارث جائز نہیں، اور بعض کے نزدیک کافر نہیں، جس کی بناء پر ان کے ساتھ مسلمان کا نکاح وتوارث جائز ہے۔

اور مذکورہ بالا عبارت کے پیشِ نظر شیعوں کا بھی یہی حکم ہے، اور ان کو جو کافر قرار دیا گیا، وہ احکامِ اخروی کے اعتبار سے قرار دیا گیا، اس طرح خوارج وروافض کا حکم یکساں ہوا۔

پس دوسری باتوں سے قطع نظر، جب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شیعہ سے نکاح وتوارث جائز ہونے میں اختلاف کو تسلیم کرتے ہیں، اور ان کے کفر کے قول کو ''لزومی کفر'' نہ کہ ''التزامی کفر'' قرار دیتے ہیں، تو اس تفصیل کو نظر انداز کرکے، حضرت شاہ صاحب کی طرف علی الاطلاق تکفیر کے قول کی نسبت کرنا، اور علی الاطلاق عدمِ تکفیر کی تغلیط اور اس کو بے اصل قرار دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

علامہ انور شاہ کشمیری نے ''اکفار الملحدین'' میں خوارج سے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز کی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کے مذکورہ باب کی عبارت کے حوالہ سے ارتداد اور کفر کے درمیان فرق کا ذکر کیا ہے، جس کے بعد فرمایا کہ:

''کتبِ فقہ میں اس فرق کی شہرت نہیں، ممکن ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی ''ارتداد'' سے اپنے قصد کے ساتھ مذہب کی تبدیلی مراد ہو، بخلاف کفر کے، لیکن شاہ صاحب کے کلام سے دونوں کے احکام میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا، البتہ اگر قتل کے وجوب اور قتل کے جواز کے فرق کو مراد لیا جائے، تو پھر فرق ممکن ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ میں اکثر کلام، خوارج اور ان کے مشابہ فرقوں کی تکفیر کے بارے میں مذکور ہے، لیکن فتاویٰ میں جو مذکور ہے، وہ اُن کے نزدیک پسندیدہ نہیں، جیسا کہ انہوں نے اس کی تصریح کی ہے، جس میں انہوں نے قطعیات کے باب میں لزومِ کفر اور التزامِ کفر میں فرق نہ ہونے کا ذکر کیا ہے''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] واختار فی أواخر "التحفة الإثنی عشرية "تكفير الخوارج ممن يكفر عليا -رضی الله عنه - والعياذ بالله -ذكره فی المقدمة السادسة من باب التوالی والتبری، لكنه ذكر فرقا بين الارتداد والكفر، وهذا لم يشتهر فی كتب الفقه فی حق من ينتحل الإسلام، وكأنه أراد بالارتداد تبديل الملة بقصده، بخلاف الكفر، ولا يظهر فی الأحكام فرق من كلامه إلا أن يكون من وجوب القتل وجوازه، وأكثر كلامه فی "فتاواه "علی تكفير الخوارج، ومن يشبههم، وما ذكره فی "فتاواه "ليس مرضيا عنده، كما صرح به فيها .وذكر فيها عدم الفرق بين لزوم الكفر والتزامه فی القطعيات(إكفار الملحدين ،ص ۵۲ ،النقل فيه عن المحدثين والفقهاء والمتكلمين وكبار المحققين الخ)

لیکن ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے حوالہ سے جو عبارت ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کی نقل کی، اوراس کے بعد اس عبارت سے متعلق شبہ کے ازالے کا ''فتاویٰ عزیزی'' کے حوالہ سے ذکر کیا، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شیعہ اورخوارج دونوں، احکامِ اخروی میں کافر ہیں، اوراحکامِ دنیاوی میں کافر ہونے نہ ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، اوراس سے بظاہر بعض اہلُ الحدیث کا جمہور سے اختلاف مراد ہے۔

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز نے ''کفر'' کو''لزومی کفر'' قرار دیا ہے''التزامی کفر'' قرار نہیں دیا ''لزومِ کفر''اور''التزامِ کفر'' کے متعلق علامہ شامی، علامہ ابنِ تیمیہ ودیگر محققین کی تصریحات پہلے گزر چکی ہیں، جس کے پیشِ نظر متعین فرقہ، یا متعین شخص پر صریح کفر کا حکم لگانا درست نہیں، اوراحکامِ اخروی کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، وہی اس کا فیصلہ فرمائے گا۔

جہاں تک حدیث''حربک حربی '' کا تعلق ہے، تو اس کی سند درکار ہے، علامہ ابنِ تیمیہ نے''منهاجُ السنة ''میں روافض کی طرف سے اس حدیث کا ذکر کر کے، اس کو بے اصل وبے بنیاد کہا ہے، ہمیں بھی اس حدیث کا کتبِ حدیث میں کوئی سراغ نہ ملا، پھر بھی اگر کوئی اس کے ثبوت کا دعویٰ کرے گا، تو اس کے ذمہ ہی اس کی سند کا ثبوت لازم ہوگا۔ [1]

---

[1] وما ذكره في الحديث من قوله " : حربک حربی "لم يذكر له إسنادا، فلا يقوم به حجة، فكيف وهو كذب موضوع باتفاق أهل العلم بالحديث؟(منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية، ج٨ص ١١٥، باب الفصل السادس فی فسخ حججهم علی إمامة أبی بكر،فصل كلام الرافضی علی قوله تعالی قل للمخلفين من الأعراب والرد عليه)

وأما تكفير هذا الرافضی وأمثاله لهم، وجعل رجوعهم إلی طاعة علی إسلاما لقوله صلی الله عليه وسلم فيما زعمه: " يا علی حربک حربی "، فيقال: من العجائب وأعظم المصائب علی هؤلاء المخذولين أن يثبتوا مثل هذا الأصل العظيم بمثل هذا الحديث الذی لا يوجد فی شیء من دواوين أهل الحديث التی يعتمدون عليها لا هو فی الصحاح ولا السنن ولا المسانيد ولا الفوائد ولا غير ذلک مما يتناقله أهل العلم بالحديث ويتداولونه بينهم، ولا هو عندهم لا صحيح ولا حسن ولا ضعيف، بل هو أخس من ذلک، وهو من أظهر الموضوعات كذبا، فإنه خلاف المعلوم المتواتر من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور پیچھے علامہ ابنِ تیمیہ کی عبارت کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ خوارج کا حضرت علی اور دیگر صحابہ وتابعین اور مومنین سے بغض وعداوت، اوران کو کافرقرار دینا، اس بناء پرنہیں تھا کہ وہ سب شروع سے ہی مومن نہ تھے، بلکہ ان کے نزدیک، ترکِ واجب اور کبیرہ گناہ کا مرتکب، کافر ہے، اور خوارج کی فاسد نظر میں ان حضراتِ گرامی نے اللہ کے احکام کو توڑا تھا، جس کی وجہ سے خوارج کے نزدیک وہ حضراتِ گرامی ''نعوذ باللہ'' کافر ہوگئے تھے، یعنی یہ خوارج کا ''لازمِ مذہب'' تھا، اور خوارج کا یہ مذہب، کتاب وسنت کی رُو سے باطل ہے۔

لیکن مرتکبِ کبیرہ کو کافر قرار دینا، کیونکہ تاویل پرمبنی ہے، اگرچہ وہ تاویل فاسد ہے، اس لیے جمہور کی طرف سے خوارج کی تکفیر نہیں کی گئی، جیسا کہ خوارج سے ہٹ کر گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دینے والے کسی شخص، یا فرقہ کی اس بنیاد پر تکفیر نہیں کی گئی، حالانکہ اس کے نتیجہ میں بھی مسلمانوں کے بڑے طبقہ کی تکفیر لازم آتی ہے۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم من أنه جعل الطائفتين مسلمين، وأنه جعل ترك القتال فى تلك الفتنة خيرا من القتال فيها، وأنه أثنى على من أصلح به بين الطائفتين، فلو كانت إحدى الطائفتين مرتدين عن الإسلام لكانوا أكفر من اليهود والنصارى الباقين على دينهم وأحق بالقتال * منهم كالمرتدين أصحاب مسيلمة الكذاب الذين قاتلهم الصديق وسائر الصحابة، واتفقوا على قتالهم، بل وسبوا ذراريهم، وتسرى على من ذلك السبى بالحنفية: أم محمد بن الحنفية(منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية، ج٨ص ٥٣٣، ٥٣٤، باب الفصل السادس فى فسخ حججهم على إمامة أبى بكر،فصل كلام الرافضى على قوله تعالى قل للمخلفين من الأعراب والرد عليه)

[1] قتال الخوارج مما أمر به صلى الله عليه وسلم ولذلك اتفق على قتالهم الصحابة والأئمة. وهؤلاء الخوارج لهم أسماء يقال لهم: " الحرورية "لأنهم خرجوا بمكان يقال له حروراء ويقال لهم أهل النهروان: لأن عليا قاتلهم هناك ومن أصنافهم "الإباضية "أتباع عبد الله بن إباض و " الأزارقة "أتباع نافع بن الأزرق و "النجدات "أصحاب نجدة الحرورى .وهم أول من كفر أهل القبلة بالذنوب بل بما يرونه هم من الذنوب واستحلوا دماء أهل القبلة بذلك فكانوا كما نعتهم النبى صلى الله عليه وسلم: "يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان "وكفروا على بن أبى طالب وعثمان بن عفان ومن والاهما وقتلوا على بن أبى طالب مستحلين لقتله قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادى منهم وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين فى العبادة لكن كانوا جهالا فارقوا السنة والجماعة؛ فقال هؤلاء: ما الناس إلا مؤمن أو كافر؛ والمؤمن من فعل جميع الواجبات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور''البحرُ الرائق ''وغیرہ کے حوالہ سے یہ بھی گزر چکا ہے کہ جمہور فقہاء ومحدثین نے خوارج کی تکفیر نہیں کی، یہی نقل''اَثبَت'' ہے، اور جن حضرات نے دلیلِ قطعی کے خلاف،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وترک جميع المحرمات؛ فمن لم يكن كذلک فهو كافر؛ مخلد في النار .ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلک فقالوا: إن عثمان وعليا ونحوهما حكموا بغير ما أنزل الله وظلموا فصاروا كفارا . ومذهب هؤلاء باطل بدلائل كثيرة من الكتاب والسنة(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج٧ص ٤٨١، ٤٨٢، كتاب الإيمان الأوسط،الخوارج اول من كفر اهل القبلة بالذنوب)

وأهل السنة لا يبتدعون قولا ولا يكفرون من اجتهد فأخطأ وإن كان مخالفا لهم مستحلا لدمائهم كما لم تكفر الصحابة الخوارج مع تكفيرهم لعثمان وعلى ومن والاهما واستحلالهم لدماء المسلمين المخالفين لهم(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج١٩ ص ٢١٢،كتاب أصول الفقه،هل يمكن كل واحد أن يعرف باجتهاده الحق في مسألة فيها نزاع؟)

وهؤلاء أول من قاتلهم أمير المؤمنين على بن أبي طالب ومن معه من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قاتلهم بحرورا لما خرجوا عن السنة والجماعة واستحلوا دماء المسلمين وأموالهم؛ فإنهم قتلوا عبد الله بن خباب وأغاروا على ماشية المسلمين .فقام أمير المؤمنين على بن أبي طالب وخطب الناس وذكر الحديث وذكر أنهم قتلوا وأخذوا الأموال فاستحل قتالهم وفرح بقتلهم فرحا عظيما ولم يفعل فى خلافته أمرا عاما كان أعظم عنده من قتال الخوارج .وهم كانوا يكفرون جمهور المسلمين حتى كفروا عثمان وعليا .وكانوا يعملون بالقرآن فى زعمهم ولا يتبعون سنة رسول صلى الله عليه وسلم التى يظنون أنها تخالف القرآن .كما يفعله سائر أهل البدع -مع كثرة عبادتهم وورعهم(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج٢٨،ص٤٧٣،كتاب الفقه، السياسة الشرعية ، البدع شر الذنوب)

ولكن من شأن أهل البدع أنهم يبتدعون أقوالا يجعلونها واجبة فى الدين، بل يجعلونها من الإيمان الذى لا بد منه ويكفرون من خالفهم فيها، ويستحلون دمه كفعل الخوارج والجهمية والرافضة والمعتزلة وغيرهم .وأهل السنة لا يبتدعون قولا ولا يكفرون من اجتهد فأخطأ، وإن كان مخالفا لهم مكفرا لهم مستحلا لدمائهم، كما لم تكفر الصحابة الخوارج، مع تكفيرهم لعثمان وعلى ومن والاهما، واستحلالهم لدماء المسلمين المخالفين لهم(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية،ج٥،ص ٩٥،الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع،الكلام فى تصويب المجتهدين وتخطئتهم وتأثيمهم فى مسائل الفروع والأصول)

وشر من قاتلهم على هم الخوارج، ومع هذا فلم يحكم فيهم بحكم الكفار، بل حرم أموالهم وسبيهم، وكان يقول لهم قبل قتالهم :إن لكم علينا أن لا نمنعكم مساجدنا، ولا حقكم من فيئنا، ولما قتله ابن ملجم قال :إن عشت فأنا ولى دمى، ولم يجعله مرتدا بقتله .

وأما أهل الجمل فقد تواتر عنه أنه نهى (عن) أن يتبع مدبرهم، وأن يجهز على جريحهم، وأن يقتل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بدعات کے مرتکب کو، کافر قرار دیا، اوراس کی اکثر اہلُ السنۃ کی طرف نسبت کردی، یہ نقل ''غیر اَثبت '' ہے،اوراہلِ مذاہب کے کلام میں جواس طرح کی تکفیر کا ذکر ملتا ہے،تو اس کا تعلق اُن فقہاء کے کلام سے نہیں ہے، جو مجتہدین ہیں،اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں،اور خوارج کی عدمِ تکفیر کی وجہ تاویل ہے،اگرچہ وہ تاویل باطل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أسيرهم، وأن تغنم أموالهم، وأن تسبى ذراريهم، فإن كان هؤلاء كفارا بهذه النصوص فعلى أول من كذب بها فيلزمهم أن يكون على كافرا.

وكذلك أهل صفين كان يصلى على قتلاهم، ويقول :إخواننا بغوا علينا طهرهم السيف، ولو كانوا عنده كفارا لما صلى عليهم، ولا جعلهم إخوانه، ولا جعل السيف طهرا لهم.

وبالجملة نحن نعلم بالاضطرار من سيرة على رضى الله عنه أنه لم يكن يكفر الذين قاتلوه، بل ولا جمهور المسلمين، ولا الخلفاء الثلاثة، ولا الحسن، ولا الحسين كفروا أحدا من هؤلاء ، ولا على بن الحسين، ولا أبو جعفر، فإن كان هؤلاء كفارا، فأول من خالف النصوص على وأهل بيته(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية،ج۷،ص۴۰۵و۴۰۶،الفصل الثالث فى الأدلة الدالة على إمامة على رضى الله عنه بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم،المنهج الثالث عند الرافضى فى الأدلة المستندة إلى السنة على إمامة على رضى الله عنه،الثانى عشر أحاديث أخرى يستدل بها على إمامة على رضى الله عنه)

[1] والخارجون عن طاعته ثلاثة قطاع الطريق وقد علم حكمهم وخوارج وبغاة وفرق بينهما فى فتح القدير بأن الخوارج قوم لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويسبون نسائهم ويكفرون أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – وحكمهم عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة وذهب بعض المحدثين إلى كفرهم قال ابن المنذر لا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع وبعضهم يكفرون بعض أهل البدع وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة والنقل الأول أثبت نعم يقع فى كلام أهل المذاهب تكفير كثير لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين وما ذكره محمد بن الحسن من حديث الحضرمى يدل على عدم تكفير الخوارج وأما البغاة فقوم مسلمون خرجوا على الإمام العدل ولم يستبيحوا ما استباحه الخوارج من دماء المسلمين وسبى ذراريهم اهـ.

فما فى البدائع من تفسير البغاة بالخوارج فيه قصور وإنما لا نكفر الخوارج باستحلال الدماء والأموال لتأويلهم وإن كان باطلا بخلاف المستحل بلا تأويل(البحرالرائق، ج۵ص ۱۵۱، كتاب السير،باب البغاة)

اس لیے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب کا، حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ایمان کی نفی کو نا قابلِ تاویل قطعی چیز کے انکار پر مبنی ہونے کی بنیاد پر، خوارج کو کافر قرار دینے کا حکم جمہور سلف وخلف، فقہاء ومحدثین کی تصریح کے خلاف ہے، کیونکہ خوارج، حضرت علی، اور دیگر صحابہ کے متعلق اس بات کے قائل تھے، اور یہ بات صحابہ، اور جمہور کے علم میں تھی، مگر اس کی بنیاد پر جمہور صحابہ وتابعین، اور بعد کے جمہور نے خوارج کی تکفیر نہیں کی۔

پھر اگر خوارج کا یہ موقف نا قابلِ تاویل قطعی چیز کا انکار تھا، تو خوارج کے کفر کو ''اخروی کفر'' کے ساتھ مقید کرنے کا کیا مطلب؟ اس کو تو علی الاطلاق کافر کہنا چاہیے تھا۔

پس حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو خوارج کے احکامِ اخروی میں کافر ہونے، اور اس کی بنیاد پر ان کی نمازِ جنازہ اور ان کے لیے استغفار کے ممنوع ہونے پر اتفاق واجماع کا حکم لگایا ہے، یہ تسامح پر مبنی ہے۔

ہم علامہ ابنِ تیمیہ کی ''منہاج السنۃ'' کی عبارت کے ذیل میں واضح کر آئے ہیں کہ ''خوارج وبغاۃ'' جو لڑائی کے دوران قتل کر دیئے جائیں، اُن کی نمازِ جنازہ کے متعلق فقہائے کرام کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک اُن کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، جس کی وجہ اُن کا مومن ہونا بیان کی گئی ہے، پھر ان کے لئے استغفار کی ممانعت کا کیا مطلب؟ اور حنفیہ کے نزدیک ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ [1]

اور حنفیہ نے جو خوارج وبغاۃ کے بحالتِ محاربہ، مارے جانے کی صورت میں ان کی نمازِ جنازہ سے منع فرمایا، تو انہوں نے خود وضاحت کردی ہے کہ اس کی وجہ ان کا کفر نہیں، بلکہ مسلمانوں

---

[1] أما قتلى البغاة، فمذهب المالكية والشافعية والحنابلة: أنهم يغسلون ويكفنون ويصلى عليهم، لعموم قوله صلى الله عليه وسلم: صلوا على من قال: لا إله إلا الله ولأنهم مسلمون لم يثبت لهم حكم الشهادة، فيغسلون ويصلى عليهم .ومثله الحنفية، سواء أكانت لهم فئة، أم لم تكن لهم فئة على الرأى الصحيح عندهم .وقد روى: أن عليا رضى الله عنه لم يصل على أهل حروراء، ولكنهم يغسلون ويكفنون ويدفنون .

ولم يفرق الجمهور بين الخوارج وغيرهم من البغاة فى حكم التغسيل والتكفين والصلاة(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج٨ص ١٥١ ، مادة " بغاة ")

سے محاربہ ومقاتلہ کرنا ہے، تاکہ ان کی اہانت ہو، اور دوسرے لوگوں کو ان کے اس قبیح فعل سے زجر وتنبیہ اور نفرت ہو، جس کی دلیل حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان کا نمازِ جنازہ نہ پڑھنے سے پکڑی ہے۔

جیسا کہ ڈاکوؤں کا معاملہ ہے کہ ان کا حنفیہ کے نزدیک جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، لیکن کوئی استغفار کرے، تو اس کی ممانعت نہیں، کیونکہ استغفار کا حکم تو جملہ مومنین کے لئے ہے۔ [1]

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا خوارج کو احکامِ اخروی میں کافر قرار دینے کا قول اہلِ سنت کے اجماع واتفاق کے موافق تو کیا ہوتا، جمہور کے خلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک ''خوارج واہلِ نہروان'' دائرۂ اسلام سے خارج نہیں، اور اس سلسلہ میں جمہور نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی دلیل پکڑی ہے۔ [2]

جب خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تکفیر کرنے والے خوارج کی تکفیر نہیں کی، بلکہ صاف طور پر ان کو مومن کہا، تو پھر کسی دوسرے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرنے، اور بغض وعداوت رکھنے کی بنیاد پر خوارج کی تکفیر کرنے کا کیا مطلب؟

---

[1] وقوله (ومن قتل من البغاة أو قطاع الطريق لم يصل عليه) وقال الشافعي :يصلى عليه لأنه مؤمن، إلا أنه مقتول بحق فهو كالمقتول في رجم أو قصاص .ولنا أن عليا -رضي الله عنه -لم يصل على البغاة ولم يغسلهم فقيل له :أهم كفار؟ فقال :لا، ولكنهم إخواننا بغوا علينا أشار إلى أنه إنما ترك الغسل والصلاة عليهم عقوبة لهم وزجرا لغيرهم، وهو نظير المصلوب يترك على خشبة عقوبة له وزجرا لغيره، والله أعلم(العناية شرح الهداية، ج٢،ص ١٥٠، كتاب الصلاة ،باب الشهيد)

[2] قال الباجي: أجمع العلماء أن المراد بهذا الحديث الخوارج الذين قاتلهم علي، وفي التمهيد: يتمارى في الفوق، أي يشك، وذلك يوجب أن لا يقطع على الخوارج ولا على غيرهم من أهل البدع بالخروج من الإسلام، وأن يشك في أمرهم، وكل شيء يشك فيه فسبله التوقف فيه دون القطع، وقد قال فيهم رسول الله، صلى الله عليه وسلم: " يخرج قوم من أمتي "فإن صحت هذه اللفظة فقد جعلهم من أمته، وقال قوم: معناه من أمتي بدعواهم.

وقال علي: لم نقاتل أهل النهروان على الشرك، وسئل عنهم أكفار هم؟ قال: من الكفر فروا، قيل: فمنافقون؟ قال: إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلا، قيل: فما هم؟ قال: قوم أصابتهم فتنة فعموا فيها وصموا وبغوا علينا وحاربونا وقاتلونا فقتلناهم(شرح الزرقاني على الموطأ ، ج٢ ص ٢١، كتاب القرآن، باب ما جاء في القرآن)

اسی کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مذکورہ بالا موقف بعض اہلُ الحدیث حضرات کے بھی موافق نہیں، جو خوارج کو، احکامِ اخروی، ودنیوی میں مذکورہ فرق کئے بغیر کافر قرار دیتے ہیں، جس کی مزید تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''آباءِ انبیاء کے موحد ہونے پر کلام'' کے آخر میں ذکر کردی ہے۔

اور پیچھے علامہ ابنِ عابدین شامی کے حوالہ سے گزر چکا ہے، اور آگے بھی ''فتاویٰ عبدالحیی'' کے حوالہ سے آتا ہے کہ صحابۂ کرام میں سے کسی پر سبّ وشتم کرنا، اوران سے بغض رکھنا کفر نہیں، البتہ گمراہی ہے، اس لیے یہ تعلیل وتوجیہ بھی مرجوح ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مذکورہ موقف تحقیق وتنقیح کئے بغیر بعد کے بعض علماء کی طرف بھی منتقل ہوا، جس کے نتیجہ میں انہیں خوارج وروافض کے متعلق تذبذب واشتباہ ہوا، اوراسی صورتِ حال میں انہوں نے تنقیح کے بغیر ایک قول مرتد ہونے، اور ایک قول اہلِ کتاب ہونے، اور ایک قول کافر ہونے کا بیان کردیا۔

اور ایسا محسوس ہوتا ہے ''واللہ أعلم'' کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے خوارج کو احکامِ اُخروی میں، جو کافر کہا، اوران کی نمازِ جنازہ پڑھنے وغیرہ سے منع فرمایا، تو اُن کو تکفیرِ صحابہ کی وجہ سے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خوارج کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے، یا بعض فقہاء کے خوارج کی نمازِ جنازہ نہ پڑھے جانے کے بیان کردہ حکم سے اشتباہ پیدا ہوا، اوراس سلسلہ میں جمہور کا موقف، اور فقہاء کی بیان کردہ تعلیل وتوجیہ، اوران کا اختلاف ان کی نظر سے نہ گزر سکا، اور ممکن ہے کہ انہوں نے سرسری اختلاف کو ملاحظہ کیا ہو، یا پھران بعض محدثین کی عبارات ملاحظہ فرمائی ہوں، جو خوارج کی تکفیر کا رجحان رکھتے ہیں، کیونکہ اس زمانے میں ہر ایک کو کتبِ حدیث ومحدثین، اور مجتہدین کے اقوال وتحقیقات پر مشتمل بڑا ذخیرہ میسر آنا مشکل تھا، جس کی وجہ سے ان کو عنداللہ معذور خیال کرنا چاہیے، یا کوئی دوسری مناسب تاویل کرنی چاہیے، نہ یہ کہ معلوم ہونے کے باوجود کسی ایک کے تسامح کی وجہ سے ایمان وکفر جیسے

نازک اوراہم مسئلہ میں جلیل القدر جمہور صحابہ وتابعین، اور مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے اصل موقف کونظر انداز کردیا جائے، یہاں تک کہ اس میں التباس پیدا کردیا جائے، اوراس سے بڑھ کران کی طرف ایسے موقف کی نسبت کردی جائے، جودراصل ان کا ہے ہی نہیں۔

ظاہر ہے کہ دین کے اہم باب میں قصداً وعمداً ایسا کرنا، عنداللہ، آخرت میں مسئولیت کا باعث ہے۔لیکن افسوس کہ آج وہ زمانہ بھی دیکھنا پڑ رہا ہے، جس میں بعض علماء اس طرح کی علمی خیانتوں کا کھلے عام ارتکاب کرتے ہیں، جن کو پوچھنے والابھی کوئی ڈھونڈے سے نہیں ملتا، اوراگرکوئی اللہ کا بندہ ان کواس طرح کی غلطی کی طرف متوجہ کرے، تو وہ ان کی نظر وخیال میں گمراہ، بڑا مجرم، اوراکابر وبزرگوں کا گستاخ وغیرہ نہ جانے کیا کچھ شمار ہوتا ہے۔

"لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم"

علامہ انورشاہ کشمیری نے" اکفارُ الملحدین "میں خوارج کے متعلق فرمایا کہ:

"اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اکثر اہلِ اصول اس طرف گئے ہیں کہ خوارج فاسق ہیں، اوران پراسلام کے احکام جاری ہوتے ہیں"۔انتہٰی۔ [1]

علامہ انورشاہ کشمیری نے" اکفار الملحدین "میں ہی فرمایا کہ:

---

[1] وذهب أكثر أهل الأصول من أهل السنة إلى أن الخوارج فساق، وإن حكم الإسلام يجرى عليهم لتلفظهم بالشهادتين ومواظبتهم على أركان الإسلام، وإنما نسقوا بتكفيرهم المسلمين مستندين إلى تأويل فاسد، وجرهم ذلك إلى استباحة دماء مخالفيهم وأموالهم، والشهادة عليهم بالكفر والشرك .وقال الخطابى :أجمع علماء المسلمين على أن الخوارج مع ضلالتهم فرقه من فرق المسلمين، وأجازوا مناكحتهم، وأكل ذبائحهم، وأنهم لا يكفرون ماداموا متمسكين بأصل الإسلام .وقال عياض :كادت هذه المسألة تكون أشد اشكالا عند المتكلمين من غيرها حتى سأل الفقيه عبد الحق الإمام أبا المعالى فاعتذر بأن إدخال كافر فى الملة وإخراج مسلم عنها عظيم فى الدين .قال :وقد توقف قبله القاضى أبو بكر الباقلانى، وقال :لم يصرح القوم بالكفر وإنما قالوا أقوالا تؤدى إلى الكفر، وقال الغزالى فى كتاب "التفرقة بين الإيمان والزندقة :"الذى ينبغى الاحتراز عن التكفير ما وجد إليه سبيلا، فإن استباحة دماء المصلين المقرين بالتوحيد خطأ، والخطأ فى ترك ألف كافر فى الحياة أهون من الخطأ فى سفك دم لمسلم واحد(إكفار الملحدين فى ضروريات الدين،ص۲۷،عبارات من فتح البارى بشرح صحيح البخارى فيها فكوك لشكوك المستروحين ونجوم من الحافظ شهاب الدين ابن حجر لرجوم الهالكين)

’’کوئی کلمہ ایک حالت میں اور ایک شخص کے اندر کفر ہوتا ہے، اور دوسری حالت میں اور دوسرے شخص کے اندر کفر نہیں ہوتا، جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ’’تولی اور تبری‘‘ کے باب میں اس فرق کا ذکر کیا ہے۔

جس میں عالم اور جاہل کے درمیان فرق ہوتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احوال کے اختلاف سے احکام مختلف ہوجاتے ہیں، سیوطی نے ’’شرح الشفاء‘‘ میں، اور حافظ ابنِ تیمیہ نے ’’**بغیةُ المرتاد**‘‘ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے‘‘۔انتھٰی۔ [1]

’’تحفۂ اثنا عشریہ‘‘ کے مذکورہ باب کی عبارت پہلے ذکر کی جا چکی ہے، جس میں ’’لزومِ کفر‘‘ اور ’’التزامِ کفر‘‘ کا فرق بھی گزر چکا ہے، جہاں تک علامہ کشمیری کی طرف سے علامہ ابنِ تیمیہ کی ’’**بغیةُ المرتاد**‘‘ کے بیان کردہ حوالہ کا تعلق ہے، تو علامہ ابنِ تیمیہ نے ’’**بغیةُ المرتاد**‘‘ میں فرمایا کہ:

’’بعض اقوال کفر ہوتے ہیں، لیکن کسی متعین شخص کے حق میں تکفیر کا ثبوت حجت قائم کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، اور ان اقوال کے قائل پر تکفیر کے قول کا اطلاق ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ نصوص میں کسی وعید کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن اس وعید کے حکم کا متعین شخص کے حق میں ثبوت اس وقت ہوتا ہے، جب کہ اس کی شرائط پائی جائیں، اور موانع کا انتفاء بھی ہو، اسی وجہ سے ائمہ نے بعض اقوال پر تکفیر کے قول کا اطلاق کیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے اس قول کے قائل پر متعین طریقہ پر

---

[1] قلت :قد تكون كلمة كفرا فی حال، ولا تكون كفرا فی حال آخر، وفی شخص لا فی شخص، كمن قال :لا أحب الدباء ، إن قال إظهارا لقصوره، أو لبيان الواقع له، فليس بشیء ، وإن قال حين روى الحديث، كصورة التهور من المساوى للمساوى بأقدام، وجهر صوت وجلادة وقلة مبالاة كفر، وعلى ذلك أكثر جزئيات "الفتاوى ."راجع ما ذكره فی المقدمة الثانية من "التحفة الإثنى عشرية "من باب التولی والتبرء، وما ذكروه فی القول بخلق القرآن فرقا بين المتكلم وغيره. وفی مسألة استحلال الحرام لغيه فرقا بين العالم والجاهل وحاصلة أن اختلاف الأحكام لاختلاف الأحوال، وقد أشار إليه السيوطی كما فی "شرح الشفاء "والحافظ ابن تيمية فی "بغية المرتاد ." راجع النوع الثامن من المقصد السادس من "المواهب"(إكفار الملحدين فی ضروريات الدين،ص ۱۱۸ ،مأخذ التكفير أی دليله الذی أخذ منه وبنی عليه)

کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا''۔انتھٰی۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آج کل جو بعض حضرات، جمہور کے موقف ،اور ان کی تصریحات، بلکہ فقہائے حنفیہ کی توضیحات سے اغماض اختیار کرتے ہوے، حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کی مختلف و متعارض اور مشتبہ عبارات میں سے اپنے مطلب کی بعض باتوں کو لے کر، اور دنیاوی احکام، واخروی احکام اور ''لزومِ کفر'' و''التزامِ کفر'' میں فرق کو نظر انداز کرکے جملہ اہلِ تشیع کے متعلق ''التزامِ کفر'' کے حکم پر زور دیتے ہیں، اور حضرت شاہ صاحب کے خوارج سے متعلق نقطۂ نظر سے تو اختلاف کرتے ہیں، اور جمہور کے مطابق عدمِ تکفیر کو اختیار کرتے ہیں، یا اس سے سکوت اختیار کرتے ہیں، اور صرف روافض کے متعلق ایک موقف کی تنقیح کے بغیر، ان کی طرف علی الاطلاق تکفیرِ روافض کی نسبت کرتے ہیں، اور اس پر اہل السنۃ کے اجماع واتفاق کا بھی دعویٰ کرتے ہیں، یہ علم وتحقیق کی رو سے بے اعتدالی پر مبنی ہے۔

خوارج کے متعلق عدمِ تکفیر کے سلسلے میں دیگر محققین وجمہور کے فیصلے کو اختیار کرنا، اور صرف روافض کے متعلق تنقیح کے بغیر مطلق تکفیر کو شہرت دینا، مبنی بر انصاف طریقہ نہیں۔

---

[1] وكثير من أهل المقالات قد أخرج بعض الموجودات عن قدرته ومنع قدرته عن أشياء كحال الذى قال لولده ما قال فهذه المقالات هى كفر لكن ثبوت التكفير فى حق الشخص المعين موقوف على قيام الحجة التى يكفر تاركها وإن أطلق القول بتكفير من يقول ذلک فهو مثل إطلاق القول بنصوص الوعيد مع أن ثبوت حكم الوعيد فى حق الشخص المعين موقوف على ثبوت شروطه وانتفاء موانعه ولهذا أطلق الأئمة القول بالتكفير مع أنهم لم يحكموا فى عين كل قائل بحكم الكفار بل الذين استمحنوهم وأمروهم بالقول بخلق القرآن وعاقبوا من لم يقل بذلک إما بالحبس والضرب والإخافة وقطع الرزق بل بالتكفير أيضا لم يكفروا كل واحد منهم وأشهر الأئمة بذلک الإمام أحمد وكلامه فى تكفير الجهمية مع معاملته مع الذين امتحنوه وحبسوه وضربوه مشهور معروف.

وإنما القصد هنا التنبيه على أن عامة هذه التأويلات مقطوع ببطلانه وأن الذى يتأوله أو يسوغ تأويله فقد يقع بالخطأ فى نظيره أو فيه بل قد يكفر من يتأوله ونحن قد بسطنا الكلام فى هذه الأبواب فى غير هذا الموضع (بغية المرتاد فى الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية،لابن تيمية،ص ۳۵۳، ۳۵۴،الوجه الثالث عشر)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ساتواں حوالہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ عزیزی'' میں ہے کہ:

''شیعہ کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر اس کا عقیدہ اس درجے تک نہ پہنچا ہو کہ صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم اور امہات المؤمنین کو کافر جانتا ہو، بلکہ صرف ظلم اور غصب اور جور کے ذکر پر اکتفا کرتا ہو، تو ضرورت کی حالت میں اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنے میں کوئی قباحت نہیں، اس کی دلیل وہ روایت ہے جو بخاری اور مسلم میں وارد ہے اور مشکاۃ شریف میں موجود ہے، وہ روایت یہ ہے کہ:

"ان عدی بن الخیار :أنہ دخل علی عثمان وھو محصور فقال : إنک إمام عامة ونزل بک ما تری ویصلی لنا إمام فتنة ونتحرج . فقال :الصلاۃ أحسن ما یعمل الناس فإذا أحسن الناس فأحسن معھم وإذا أساؤوا فاجتنب إساء تھم"

''یعنی عدی بن خیار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ محصور تھے، یعنی باغیوں نے آپ کا حصار کیا تھا، تو عدی بن خیار نے کہا کہ آپ عام طور پر سب لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر جو تردد آیا ہے، وہ آپ پر ظاہر ہے اور ہم لوگوں کے آگے فتنہ کا امام، یعنی مفسد نماز پڑھاتا ہے، اور ہم لوگوں کو اس میں حرج معلوم ہوتا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز لوگوں کے اعمال میں نہایت بہتر عمل ہے، تو جب لوگ نیک عمل کریں، تو تم بھی ان کے ساتھ نیک عمل کرو اور جب لوگ برا عمل کریں، تو تم ان کی برائی سے پرہیز کرو''

یہ ترجمہ روایتِ مذکورہ کا ہے۔

لیکن شیعہ کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا بحالتِ ضرورت بھی اس شرط کے ساتھ

جائز ہے کہ ارکانِ نماز اور واجباتِ وضو میں ہمارے مذہب کے موافق عمل کرے اور اس میں کچھ خلل نہ ہو، مثلاً وضو میں ہمارے مذہب کے موافق پاؤں دھوئے، ایسا نہ ہو کہ اپنے مذہب کے موافق پاؤں پر مسح کرے، ورنہ اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا جائز نہیں۔

البتہ مسائلِ اجتہادیہ کہ منصوصاتِ قطعیہ سے نہیں، اور علمائے کرام میں ان مسائل میں فرضیت اور وجوب کے بارے میں باہم اختلاف ہے، ایسے مسائل میں اگر خلل واقع ہو، تو اس میں مضائقہ نہیں (فتاویٰ عزیزی، ص: ۳۸۹ و ۳۹۰، بابُ العقائد، بعنوان: اقتداء بالشیعہ کا مسئلہ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

مذکورہ عبارت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''شیعہ'' کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے نہ ہونے کا جواب تشقیق کے ساتھ دیا ہے، اور صحابۂ کبار کی تکفیر کے بغیر محض سب وشتم کرنے والے کی اقتداء میں بوقتِ ضرورت نماز پڑھنے میں قباحت نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے، اگر ان کے نزدیک شیعہ علی الاطلاق کافر ہوتے، تو مذکورہ فتویٰ چہ معنیٰ دارد؟ ہم بھی تشقیق کے قائل ہیں، اور جمہور و محققین فقہائے کرام کی اتباع میں مزید وضاحت بھی کرتے ہیں، جس میں یہ بھی داخل ہے کہ تکفیرِ صحابہ علی الاطلاق کفر نہیں، ورنہ پھر جمہور نے ''خوارج'' کی تکفیر کیوں نہ کی، جو اس قبیح فعل کے مرتکب تھے، جیسا کہ گزرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا آٹھواں حوالہ

فتاویٰ عزیزی میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

''**سوال**:....... تفضیلیہ کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں اور اگر اس کے پیچھے اہلِ سنت، نماز میں اقتداء کریں، تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:...... تفضیلیہ کی دو قسم ہے: ایک قسم کے وہ لوگ ہیں کہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں، مگر شیخین کی محبت اور تعظیم میں نہایت سَرگرم ہیں اور حضرات شیخین کے مناقب و مدائح بیان کرنے اور شیخین کے طریقہ اوران کی روش کی اتباع کرنے اور شیخین کے اقوال و افعال پر عمل کرنے میں نہایت مستعد اور راسخ قدم ہیں، جیسا کہ اہلِ سنت کہتے ہیں کہ حضرات شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ان امور میں کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں، فضیلت ہے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور اتباع میں نہایت سرگرم ہیں، اور آنجناب کے قول وفعل پر عمل کرنے میں نہایت مستعد ہیں، تفضیلیہ کی یہ قسم اہلِ سنت میں داخل ہے، البتہ ان لوگوں نے اس مسئلۂ تفضیل میں خطاء کی ہے اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا خلاف ایسا ہی سمجھنا چاہیے، جیسا کہ اشعریہ اور ماتریدیہ میں خلاف ہے، اس قسم کے تفضیلیہ کی امامت جائز ہے اور اہلِ سنت کے بھی بعض علماء اور صوفیاء اس روش پر ہوئے، مثلاً عبدالرزاق محدث اور سلمان فارسی اور حسان بن ثابت اور بھی بعض دیگر صحابۂ کرام کا ایسا ہی خیال تھا۔

اور تفضیلیہ کی دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور آنجناب کی اولاد کی محبت کافی ہے، اور ایسا ہی ان حضرات کے طریقہ و اقوال و افعال کی اتباع کافی ہے، اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کو ہم لوگ بُرا نہیں کہتے، لیکن ان حضرات سے ہم کو سروکار بھی نہیں، نہ محبت، نہ عداوت، نہ اتباع، نہ ترکِ اتباع، نہ ان حضرات کے قول وفعل پر عمل کرنا، نہ اس سے اعراض کرنا، یعنی ان امور کی جانب کچھ لحاظ نہیں، اس قسم کے تفضیلیہ بلاشبہ بدعتی ہیں، جو حکم بدعتی کی امامت کا ہے ، وہی حکم ان لوگوں کی امامت کے بارے میں بھی ہے، اور معتبر اہلِ سنت سے کوئی اس قسم کا تفضیلیہ نہیں ہوا ہے (فتاویٰ عزیزی، ص:۴۱۲ و۴۱۳، بابُ العقائد، بعنوان: فرقۂ تفضیلیہ کی امامت کا مسئلہ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

سوال چونکہ تفضیلی کی امامت کے متعلق تھا، اس لیے جواب میں تفضیلیہ کی اقسام کی اقتداء میں نماز کے حکم پر اکتفاء کیا گیا، اوراس سے پہلے فتوے میں شیعہ کی اقتداء کا اصولی حکم بیان کیا گیا۔
اس فتوے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانے میں بھی ’’شیعہ‘‘ مختلف اقسام ودرجات کے تھے، اوران کی اقتداء میں نماز کا بھی فی الجملہ رواج تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا نواں حوالہ

فتاویٰ عزیزی میں ہی ایک سوال اور جواب اس طریقہ پر مذکور ہے:

سوال :...... فرقۂ امامیہ کہ فی زمانہ ان کا مذہب مروج ہے، ان کے ایمان و اسلام کے بارے میں کیا کہا جائے؟ اور بوقتِ ملاقات اُن کوسلام کرنا چاہیے یا نہیں؟ (ازسوالات شاہ بخارا)

جواب :...... بلاشبہ فرقۂ امامیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے منکر ہے اور کتبِ فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے، جس نے انکار کیا وہ اجماعِ قطعی کا منکر ہوا اور کافر ہو گیا، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

’’الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ بالله، فهو کافر، وإن کان یفضل علیا کرم الله تعالی وجهه علی أبی بکر -رضی الله تعالی عنه- لا یکون کافرا لکنه مبتدع ولو قذف عائشة -رضی الله تعالی عنها- بالزنا فقد کفر‘‘

’’رافضی جو برا کہتا ہو حضرات شیخین کو اور ان حضرات پر لعنت بھیجتا ہو، نعوذ باللہ من ذالک، کافر ہے، اور اگر برا نہ کہتا ہو مگر اس امر کا قائل ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہے تو وہ کافر نہیں، البتہ بدعتی ہے اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں قذف کا مرتکب ہو تو وہ بھی کافر ہے‘‘۔

فتاوی عالمگیری میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”من أنكر إمامة أبي بكر الصديق -رضي الله عنه -، فهو كافر، وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح أنه كافر، وكذلك من أنكر خلافة عمر -رضي الله عنه -في أصح الأقوال“

” ويجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا، وتناسخ الأرواح“

”یعنی جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے امام ہونے سے انکار ہو تو وہ کافر ہے، بعض علمائے کرام کے نزدیک وہ بدعتی ہے، کافر نہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور ایسا ہی جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امام ہونے سے انکار ہو، تو زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے“

”روافض کا جو یہ قول ہے کہ ”اموات دنیا میں پھر آتے ہیں اور تناسخِ ارواح ثابت ہے، تو روافض کے اس قول سے انکار رکھنا چاہیئے“

یہ ترجمہ عالمگیری کی عبارت کا ہے۔

اس بیان میں یہ بھی ہے کہ:

”وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين “

”یعنی یہ قوم (روافض) مذہبِ اسلام سے خارج ہیں، ان لوگوں کے بارے میں وہی احکام ہیں، جو مرتد کے بارے میں ہیں“

یہ ترجمہ عالمگیری کی عبارتِ مذکورہ کا ہے۔

جب روایاتِ فقہ سے روافض کا کفر ثابت ہے، تو ان کی ملاقات کے بارے میں

وہی حکم ہے جو حکم کفار کی ملاقات کے بارے میں ہے، یعنی ان کو پہلے سلام نہ کرنا چاہیے، البتہ جب سلام نہ کرنے سے ان سے ضررِ عظیم پہنچنے کا خوف ہو، تو اس وقت ان کو ابتداءً سلام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، اور رَدِ جواب میں بھی قدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا چاہیے، اگر سلام کے سوا کوئی دوسرا فعل تعظیم کا وہ خود کریں، تو اس کی مکافات بقدرِ مشروع کرنا چاہیے، ایسا ہی عیادت، تعزیت، تہنیت اور اجابتِ دعوت میں صرف مکافات کا لحاظ رکھنا چاہیے، چنانچہ یہی حکم اور دوسرے کفار کے بارے میں بھی ہے اور یہی حکم خوارج اور نواصب کے بارے میں ہے

(ماخوذ از سوالاتِ عشرہ شاہ بخارا) (فتاویٰ عزیزی، ص: ۴۱۰ و ۴۱۱، بابُ العقائد، بعنوان: فرقۂ امامیہ کے متعلق فیصلہ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

مذکورہ فتویٰ میں جو فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے سابِ شیخین کے کافر ہونے کا حکم مذکور ہے، وہ دراصل خلاصہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے، جس کا ضعیف ہونا، ملا علی قاری، اور علامہ شامی کے حوالہ سے محقق ومدلل انداز میں گزر چکا ہے۔

اور خلافتِ صدیقِ اکبر کے منکر کے خلافِ اجماع ہونے اور اس کی وجہ سے حکمِ تکفیر نہ لگنے کا راجح ہونا آگے آتا ہے۔ [1]

---

[1] الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ بالله، فهو کافر، وإن کان یفضل علیا کرم الله تعالی وجهه علی أبی بکر -رضی الله تعالی عنه- لا یکون کافرا إلا أنه مبتدع والمعتزلی مبتدع إلا إذا قال باستحالة الرؤیة، فحینئذ هو کافر کذا فی الخلاصة.

ولو قذف عائشة -رضی الله تعالی عنها- بالزنا کفر بالله، ولو قذف سائر نسوة النبی -صلی الله علیه وسلم- لا یکفر ویستحق اللعنة، ولو قال عمر وعثمان وعلی -رضی الله عنهم- لم یکونوا أصحابا لا یکفر ویستحق اللعنة کذا فی خزانة الفقه.

من أنکر إمامة أبی بکر الصدیق -رضی الله عنه-، فهو کافر، وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح أنه کافر، وکذلک من أنکر خلافة عمر -رضی الله عنه- فی أصح الأقوال کذا فی الظهیریة.

ویجب إکفارهم بإکفار عثمان وعلی وطلحة وزبیر وعائشة -رضی الله تعالی عنهم- ویجب إکفار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مذکورہ فتوے میں ''خوارج'' اور ''نواصب'' کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے، جبکہ انہوں نے خود ''تحفۂ اثنا عشریہ'' اور ''فتاویٰ عزیزی'' میں وضاحت کی ہے کہ ''خوارج'' کا کفر ''لزومی'' ہے، اور اخروی ہے، اور دنیاوی احکام کے اعتبار سے اختلاف کا ذکر کیا ہے، جو کہ تسامح پر مبنی ہے۔

اب اگر مذکورہ فتاویٰ کے پیشِ نظر ''خوارج'' کی تکفیر میں شاہ صاحب سے جمہور کے قول کے پیشِ نظر اختلاف کی گنجائش ہوسکتی ہے، تو روافض کے متعلق بھی ہوسکتی ہے، اور احکامِ اخروی کے اعتبار سے اختلاف کی گنجائش ہوسکتی ہے، تو احکامِ دنیاوی میں بھی ہوسکتی ہے۔

مگر افسوس کہ بعض حضرات ''خوارج'' کی تکفیر میں تو شاہ صاحب کی اتباع نہیں کرتے، اور ان کے اخوات ''روافض'' کے متعلق اتباع کرتے ہیں، اور اس میں جو اِن کی موافقت نہ کرے، اسے ''فکرِ ولی اللہ'' یا ''سلسلۂ ولی اللہ'' کا مخالف قرار دیتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزيدية كلهم في قولهم انتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد -صلى الله عليه وسلم- كذا في الوجيز للكردري.

ويجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا، وبتناسخ الأرواح وبانتقال روح الإله إلى الأئمة وبقولهم في خروج إمام باطن وبتعطيلهم الأمر والنهي إلى أن يخرج الإمام الباطن وبقولهم إن جبريل -عليه السلام- غلط في الوحي إلى محمد -صلى الله عليه وسلم- دون علي بن أبي طالب -رضي الله عنه-، وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين كذا في الظهيرية(الفتاوى الهندية،ج ۲،ص ۲۶۴، كتاب السير ،الباب التاسع،مطلب في موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام)

وأما ما ذكر في " الخلاصة " اذا كان يسب الشيخين ، فهو كافر ، فهي رواية شاذة مخالفة لما سبق عن الجمهور في الحكم المذكور مع أنه ليس له عن أئمتنا نقل مقبول ، ولا تعليل منقول ، ولا لتخصيص الشيخين وجه معقول(سُلاسة الرسالة في ذم الروافض من اهل الضلالة، مشمولة : مجموعة رسائل العلامة الملا على القارى، ج٦ ص ٤٢٣، الرسالة "٧٤"، مطبوعة : دار اللباب، استنبول، تركيا، الطبعة الاولىٰ: 2016ء)

فعلم أن ما ذكره في الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت .وقد ألف العلامة منلا على القارى رسالة في الرد على الخلاصة(رد المحتار على الدر المختار، ج ۴، ص ۲۳۷، كتاب الجهاد،باب المرتد)

اور جب فقہائے حنفیہ، بلکہ جمہور صحابہ وتابعین کا راجح قول ''خوارج'' کی عدمِ تکفیر کا ہے، تو روافض کی عدمِ تکفیر کا قول بھی راجح ہونے کے کوئی مانع نہ ہونا چاہیے، سوائے ان ''غالی روافض'' کے، جن کے عقائد نا قابلِ تاویل کفریہ ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا دسواں حوالہ

فتاویٰ عزیزی میں ہی ایک سوال اور جواب اس طریقہ پر مذکور ہے:

سوال : ......اگر نکاح کرنے والا اہلِ سنت والجماعت سے ہو اور منکوحہ کا مذہب امامیہ ہو، تو ایسے مرد اور عورت میں مذہبِ اہلِ سنت والجماعت کے موافق نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ...... مرد سنّی اور عورت شیعہ کے نکاح کا حکم اس پر موقوف ہے کہ شیعہ کافر ہیں یا نہیں، مذہبِ حنفی میں اس پر فتویٰ ہے کہ فرقہ شیعہ کے بارے میں مرتد کا حکم ہے، ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے، تو اہلِ سنت والجماعت کے لیے یہ درست نہیں کہ شیعہ عورت سے نکاح کریں۔

اور مذہبِ شافعی میں دو قول ہیں، ایک قول کی بناء پر شیعہ کافر ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں، ایسا ہی صواعقِ محرقہ میں مذکور ہے، لیکن قطع نظر اس سے اس فرقہ کے ساتھ نکاح کرنے میں طرح طرح کا بہت فساد ہوتا ہے، مثلاً بد مذہب ہونا اہلِ خانہ اور اولاد کا، اور ایک ساتھ بسر کرنے وغیرہ میں باہمی اتفاق نہ ہونا، تو اس سے پرہیز واجب ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۳۹، باب: مسائلِ نکاح، بعنوان: ناکح سنّی اور منکوحہ امامیہ کا نکاح، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

مذکورہ فتوے میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے شیعہ کے کفر کا حکم بیان کیا ہے، جس کے متعلق ملا علی قاری، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی طرف سے تردید گزر چکی ہے، اور بعض دیگر فقہاء کی عبارات بھی پہلے گزر چکی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارات وفتاویٰ جات، خوارج، بالخصوص اہلِ تشیع کی تکفیر کے متعلق مختلف ہیں، بعض میں تکفیر کو، بعض میں عدمِ تکفیر کو، بعض میں اختلاف ہونے کو، اور بعض میں صرف احکامِ اخروی میں کافر ہونے، اور ''کفر'' سے ''لزومِ کفر'' مراد ہونے، اور ''التزامِ کفر'' مراد نہ ہونے کو ترجیح دی گئی ہے، اور تکفیر کے قول کا مدار جمہور کے مقابلہ میں ان اقوال پر ہے، جن کو محققین، مرجوح قرار دے چکے ہیں۔

اب جو حضرات علی الاطلاق شیعہ کی تکفیر کو ترجیح دیتے ہیں، وہ ان کا فعل ہے، ہم تکفیر کے باب میں اس طرح کے اختلاف کے موقع پر جمہور کی اتباع کرتے ہوئے، عدمِ تکفیر کو ترجیح دیتے ہیں، البتہ جو لوگ صریح و ناقابلِ تاویل کفریہ عقیدہ رکھیں، ان کے کافر ہونے میں شبہ نہیں، جیسا کہ علامہ شامی وغیرہ کے حوالہ سے باحوالہ تفصیل گزری۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ بعض حضرات کی طرف سے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف تمام اہلِ تشیع، یا امامیہ کے علی الاطلاق کافر ہونے کی جو نسبت کی جاتی ہے، اور اس کا بڑے شد ومد اور زور وشور سے ذکر کیا جاتا ہے، یہ یکطرفہ عبارات کی رو سے ہے، اور ''حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء'' والا معاملہ ہے، ورنہ تمام فتاویٰ وعبارات کے پیشِ نظر اس سے اتفاق مشکل ہے، بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعض فتاویٰ، وحوالہ جات، خود مذکورہ حضرات کے خلاف ہیں، اور بعض جمہور فقہاء، اور خود حنفیہ کے اصول کے خلاف تسامح پر مبنی ہیں، جن کی تصدیق سے زیادہ تحقیق وتنقیح کی ضرورت ہے۔[1]

''شرح مسلّمُ الثبوت'' کا حوالہ

علامہ عبدالعلی بن محمد بن نظام الدین لکھنوی (المتوفی: ۱۲۳۵ھ) ''مسلّمُ الثبوت'' کی شرح ''فواتحُ الرحموت'' میں فرماتے ہیں کہ:

---

[1] ولهذا اتفق المسلمون على أن كل أحد من الناس :يؤخذ من قوله ويترک إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن كانوا متفاضلين فى الهدى والنور والإصابة(مجموع الفتاوى، لابنِ تيمية، ج۲، ص ۲۲۷، كتاب توحيد الربوبية، كل يؤخذ من كلامه ويرد الا الرسول صلى الله عليه وسلم)

’’جو شخص اجماعِ قطعی کے حکم کا انکار کرے، تو وہ کفر نہیں کہلاتا، اسی وجہ سے روافض کی تکفیر نہیں کی گئی، باوجودیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کا انکار کرتے ہیں، جن کی خلافت پر شک وشبہ کے بغیر اجماع منعقد ہوچکا ہے، اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ روافض، کافر نہیں ہیں، اسی لیے ان کی شہادت قبول کی جاتی ہے، سوائے ’’خطابیہ‘‘ فرقہ کے۔

اور امام ابوحنیفہ نے اہلِ قبلہ کے کافر نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے، اور علامہ ابنِ ہمام کا ’’فتح القدیر‘‘ میں بدعتی کی امامت کے مسئلہ میں اگرچہ روافض کی تکفیر کی طرف میلان ہے، لیکن انہوں نے ’’کتابُ الخراج‘‘ میں عدمِ تکفیر کا قول کیا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہا اللہ سے جو ان کی اقتداء میں نماز کا عدمِ جواز مروی ہے، تو اس کی وجہ کفر نہیں، جیسا کہ علامہ ابنِ ہمام نے گمان کیا ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جماعت اور امامت کا انکار کرتے ہیں، تو وہ امامت کے وقت اللہ کے لیے نماز کی نیت نہیں کرتے، اور نیت کے فقدان کی وجہ سے ان کی نماز باطل ہوجاتی ہے، لہٰذا مقتدیوں کی نماز بھی باطل ہوجاتی ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی بدعت جب شدت اختیار کرگئی، یہاں تک کہ کفر کے قریب تک پہنچ گئی، تو اس نے ان کے ایمان میں شبہ پیدا کردیا، جس کی وجہ سے ان کی اقتداء کی ممانعت میں قوت پیدا ہوگئی، اور ان کی اقتداء میں نماز کے فساد کا حکم لگادیا گیا۔

اور ’’البحر الرائق‘‘ میں انتہائی تفصیل کے ساتھ اس بات کو محقق کیا ہے کہ روافض کی تکفیر کا قول ہمارے متقدمین ائمہ کا مذہب نہیں ہے، اس کا ذکر متاخرین کے اقوال میں پایا جاتا ہے، پس ان کو کافر قرار نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے زعم

کے مطابق اپنے امور کو دینِ محمدی سمجھتے ہیں، اگر چہ ان کا یہ زعم یقینی طور پر کسی شک وشبہ کے بغیر باطل ہے، لیکن وہ اپنے گمان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں کرتے، جس کی بناء پر وہ کفر کا التزام نہیں کرتے، اور کفر کا التزام ہی، کفر کہلاتا ہے، اس کا لزوم کفر نہیں کہلاتا۔

اوران کی طرف سے اجماعی چیزوں کا انکار اگر چہ واضح اور جلی چیز کا انکار ہے، جو کہ سفاہت وحماقت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، لیکن ان کی طرف سے شبہ پیدا ہونے کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کی گئی، جس میں ان کے گمان کے مطابق یہ چیز بھی داخل ہے کہ امیرُ المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ اور خوف کی وجہ سے بیعت کی تھی، ان کا یہ گمان بھی اگر چہ باطل ہے، جس پر بچوں کو بھی ہنسی آتی ہے، لیکن امیرُ المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اس طرح کے بدترین تقیہ سے بری ہیں، اللہ تعالیٰ نے یقینی طور پر امیرُ المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے بری فرمادیا ہے۔

لہٰذا یہ شبہ اگر چہ شیطانی ہے، جس پر ان کو شیطانی وسوسوں نے جَری کیا ہے، لیکن یہ شبہ تکفیر کا حکم لگانے کے لیے مانع ہے، مجمع علیہ، قطعی چیز کا انکار، جب کفر کہلاتا ہے، جب کہ کوئی شخص اس کے مجمع علیہ ہونے کا معترف ہو، اور تاویل نہ کرتا ہو، پس یہ ایسا ہی ہوگیا، جیسا کہ نصِ قطعی والی منصوص چیز کا باطل تاویل کے ساتھ انکار کیا جائے، جو کہ کفر نہیں، اسی طریقہ سے یہاں پر بھی کفر نہیں۔

اوراسی سے خوارج کو کافر قرار نہ دینے کا راز بھی ظاہر ہوگیا کہ باوجودیکہ وہ اجماعِ قطعی کا انکار کرتے ہیں، مثلاً امیرُ المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا انکار کرتے ہیں، اوران کی طرف کفر کی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ ان کا ایمان اور ان کے فضائل سورج کی طرح ثابت ہیں، اور اس پر اجماعِ قطعی ہے، اور اسی

طرح وہ مسلمانوں کے مال اوران کے خون کی عصمت کا انکار کرتے ہیں، اوران کے ساتھ قتل وغارت گری کو جائز سمجھتے ہیں، مگر امام محمد نے روایت کیا ہے کہ امیرُ المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ خوارج کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا کرتے تھے، اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم کو مساجد سے منع نہیں کروں گا، جس میں تم اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرتے ہو، پس اس کو اچھی طرح سے سمجھ لیجیے، اور محفوظ کر لیجیے“۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] (مسئلة *انكار حكم الإجماع القطعي) وهو المنقول متواترا من غير استقرار خلاف سابق عليه (كفر عند أكثر الحنفية وطائفة) ممن عداهم لانه انكار لما ثبت قطعا أنه حكم الله تعالى (خلافا لطائفة) قالوا حجيته وان كان قطعيا لكنها نظرية فدخل في حيز الاشكال من حيز الظهور كالبسملة

(ومن ههنا) أي من أجل أن انكار حكمه (اي حكم الإجماع القطعي) ليس كفرا (لم تكفر الروافض) مع كونهم منكرين لخلافة خليفة رسول الله صلى الله عليه وآله وأصحابه وسلم حقا، وقد انعقد عليه الإجماع من غير ارتياب.

وهذا بظاهره يدل على أن عدم تكفيرهم مخصوص بمن لا يرى انكار حكم الإجماع كفرا .

وأما عند من يرى انكاره كفرا فهم كافرون، وليس الأمر كذلك ،فان الصحيح عند الحنفية أنهم ليسوا بكفار ،حتى تقبل شهادتهم، إلا الخطابية، وقد نص الإمام على عدم تكفير أحد من أهل القبلة، والشيخ ابن الهمام وان كان ميله في "فتح القدير" في مسئلة امامة المبتدعة إلى التكفير ، لكن قال في كتاب الخراج بعدم تكفيرهم.وما روى عن الامامين الهمامين أبي حنيفة والشافعي من عدم جواز الصلاة خلفهم فليس لكفرهم كما زعم هو ،بل لانهم ينكرون الجماعة والامامة ،فلا ينوون الصلاة لِلّٰه تعالى عند امامتهم ، وبفقدان النية تبطل صلاتهم ،فتبطل صلاة المقتدين ،ولأن بدعتهم لما اشتدت إلى إن وصلت قريبا إلى الكفر أورثت شبهة في إيمانهم ،وقويت فمنع من الاقتداء بهم ،وحكم بفساد صلاة من اقتدى بهم. وفي "البحر الرائق" حقق بتفصيل بليغ أن تكفير الروافض ليس مذهبا لأئمتنا المتقدمين ،وانما ظهر في أقوال المتأخرين ،فالوجه في عدم تكفيرهم أن تدينهم أوقع فيما أوقع ،فهم انما وقعوا فيما وقعوا زعما منهم انه دين محمدي ،وإن كان زعمهم هذا باطلا بيقين غير مشوب باحتمال ريب فيهم ،وما كذبوا محمدا صلى الله عليه وآله وأصحابه وسلم في زعمهم فهم غير ملتزمين الكفر. والتزام الكفر كفر دون لزومه .

وأما انكارهم المجمع عليه وان كان انكار جلي ونشأ من سفاهة لكن ليس إنكارا مع اعترافهم أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''شرح مسلّمُ الثبوت'' کا دوسرا حوالہ

علامہ عبدالعلی بن محمد بن نظام الدین لکھنوی، مذکورہ کتاب ''شرح مسلّمُ الثبوت'' میں ہی فرماتے ہیں کہ:

''جو اجماع مطلق قطعی ہو، وہ آیت اور خبرِ متواتر کی طرح ہوتا ہے، جس کی بنیاد پر اس کے منکر کی تکفیر کی جانی چاہئے، لیکن ایک عارض کے پیش آنے کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اسی وجہ سے روافض اور خوارج کی تکفیر نہیں کی گئی''۔ انتھٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مجمع عليه ،بل ينكرون كونه كذلك لشبهة نشأت لهم ،وان كانت باطلة فى نفس الأمر ، وهى زعمهم أن أمير المؤمنين عليا انما بايع تقية وخوفا ، وان كان هذا الزعم منهم باطلا مما يضحك به الصبيان ،وأمير المؤمنين على برىء عن نحو هذه التقية الشنيعة ،والله هو برىء لا ريب فى أنه برىء.

فهذه الشبهة وان كانت شبهة شيطانية وانما جرأهم عليها الوساوس الشيطانية ،لكنها مانعة عن التكفير ،وانما الكفر انكار المجمع مع اعترافه أنه مجمع عليه من غير تأويل ،وهل هذا إلا كما اذا أنكر المنصوص بالنص القطعى بتأويل باطل ،وهو ليس كفرا ،كذا هذا ،ومن ههنا ظهر لك سر عدم تكفير الخوارج مع أنهم ينكرون ما أجمع عليه قطعا من فضائل أمير المؤمنين على ،وينسبونه إلى الكفر مع إن ايمانه وفضائله ثابتة كالشمس ومجمع عليه اجماع قطعيا ،ومن انكار عصمة مال المسلمين ودمائهم ،ويجوزون قتلهم ونهبهم ،وقد روى الإمام محمد أن أمير المؤمنين كان لا يمنعهم عن الصلاة فى المسجد ،وقال :أنا لا امنعكم عن المساجد تذكرون فيها اسم الله تعالى، فافهم واحفظ (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج٢، ص٢٩٤، الكلام على الاصول الاربعة، الاصل الثالث:الاجماع، مسئلة انكار حكم الإجماع القطعى، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولىٰ:1423هـ .2002ء)

[1] والذى يظهر لهذا العبد فى تقرير كلام هذا الخبر الإمام وان كان أمثاله عن فهم ما أودعه هو من المرام قاصرين، أن مقصود قدس سرهٗ أن الإجماع مطلقا فى القطعية ،كالآية والخبر المتواتر وأصله إن يكفر جاحده ،لانه انكار لحكم مقطوع ،إلا انه لا يكفر لعروض عارض ،وأشار إليه بتقييده بقوله فى الأصل ، ولذا لم يكفر الروافض والخوارج (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج٢، ص٢٩٥، الكلام على الاصول الاربعة، الاصل الثالث:الاجماع، مسئلة انكار حكم الإجماع القطعى، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولىٰ:1423هـ .2002ء)

’’شرح مسلّمُ الثبوت‘‘ کا تیسرا حوالہ

علامہ عبدالعلی بن محمد بن نظام الدین لکھنوی، مذکورہ کتاب ’’شرح مسلّمُ الثبوت ‘‘میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

’’جمہور فقہاء اور جمہور متکلمین کا قول یہی ہے کہ روافض کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور یہی حق ہے، جس میں اہلِ سنت کے مابین کوئی اختلاف نہیں، سوائے امام مالک کی ایک روایت کے، اور ہمارے متاخرینِ مشائخ کے۔

شیعوں کی بعض تفسیروں میں یہ بات مذکور ہے کہ قرآن مجید جو موجودہ شکل میں پایا جاتا ہے، اصل میں وہ اس سے زائد تھا، اس قول کا قائل کافر ہے‘‘۔ انتھیٰ۔ [1]

علامہ عبدالحیّ لکھنوی کا حوالہ

علامہ عبدالحیّ لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1304ہجری) لکھنو کے رہنے والے تھے، جو اہلِ تشیع کا گڑھ سمجھا جاتا تھا، اس لیے یہ بات بعید ہے کہ لکھنو جیسے شہر میں رہتے ہوئے وہ شیعہ مذہب سے ناواقف ہوں، ان کی مختلف تحقیقات و فتاویٰ ’’ اہلِ تشیع‘‘ کے متعلق موجود ہیں، جن میں سے چند کو آگے نقل کیا جاتا ہے۔

---

[1] (وعليه) أى على عدم التكفير (جمهور الفقهاء والمتكلمين وهو الحق) وفيه لم يوجد الخلاف بين أهل السنة إلا عن الإمام مالك فى تكفير الروافض وعن متأخرى مشايخنا (إلا من أنكر ضروريا) من الدين وكان بحيث لا مساغ للشبهة فى كون انكاره خروجا عن الدين ،كالأركان الأربعة وحقيقة القرآن .

اعلم انى رأيت فى ”مجمع البيان“ تفسير بعض الشيعة انه ذهب بعض أصحابهم إلى أن القرآن العياذ بالله كان زائدا على هذا المكتوب المقروء ،قد ذهب بتقصير من الصحابة الجامعين العياذ بالله ،ولم يختر صاحب ذلك التفسير هذا القول، فمن قال بهذا القول فهو كافر ،لانكاره الضرورى فافهم (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج٢، ص ٤٢٢، خاتمة : الاجتهاد بذل الطاقة من الفقيه، مسألة : كل مجتهد فى المسألة الإجتهادية مصيب عند القاضى والاشعرى،، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولىٰ:1423هـ .2002ء)

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ مؤطا امام محمد کی شرح ''التعلیقُ الممجد'' میں فرماتے ہیں:

نقل عن السلف -منهم إمامنا أبو حنيفة -أنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة، وعليه بنى أئمة الكلام عدم تكفير الروافض والخوارج والمعتزلة والمجسمة وغيرها من فرق الضلالة سوى من بلغ اعتقاده منهم إلى الكفر، وأما ما وشح به متأخرو الفقهاء كتبهم من أن سب الشيخين كفر ونحو ذلک فهو من تخريجاتهم مخالفا لسلفهم فإن لم يكن مؤولا فهو مردود (التعليق الممجد على موطأ محمد، لمحمد عبد الحی اللكنوی، ج۳،ص ۴۴۰،أبواب السير ،باب الخصومة فی الدين والرجل يشهدعلى الرجل بالكفر)

ترجمہ: سلف سے یہ بات منقول ہے، جن میں ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی داخل ہیں کہ ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اور اسی پر ائمہ کلام نے روافض اور خوارج اور معتزلہ اور مجسمہ اور دیگر گمراہ فرقوں کو کافر قرار نہ دینے کی بنیاد رکھی ہے، سوائے اس شخص کے جس کا اعتقاد کفر تک پہنچ چکا ہو، اور بعض متاخرین نے جو اپنی کتابوں میں یہ بات داخل کردی ہے کہ شیخین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو سبّ وشتم کرنا کفر ہے، یا اس جیسی کوئی اور بات کفر ہے، تو یہ بات متاخرین کی تخریجات سے تعلق رکھتی ہے، جو اِن کے ہی اپنے سلف کے مخالف ہے، پس اگر (ان متاخرین کے قول میں) کوئی تاویل نہیں کی جائے گی، تو (ان کی) یہ بات مردود ہوگی (التعليق الممجد)

متاخرین کے قول کی تضعیف اور تاویل دونوں پر کلام، علامہ ابنِ عابدین شامی وغیرہ کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی کا دوسرا حوالہ

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک مقام پر ہے کہ:

’’بعض فرقِ شیعہ، کافر ہستند از انہا مناکحت ومواکلت ومجالست جائز نیست، مثل آنہا کہ میگویند کہ علی رضی اللہ عنہ خدا بود، یا جبریل خطاء کرد، یا علی از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل بود، وعلیٰ ھٰذا آنکہ حضرت عائشہ را تہمت زنا میکنند۔

وبعض فرق فاسق اند، چنانکہ شیخین را سب کنند، کان از انہا مناکحت وغیرہ درست ست مع الکراہۃ۔

در ردالمحتار نوشتہ: الرافضی: ان کان یعتقد الألوھیة فی علی وإن جبریل اخطأ وغلط فی الوحی، أو کان ینکر صحبة الصدیق فھو کافر ،لمخالفة القواطع المعلومة فی الدین بخلاف ما اذا کان یفضل علیا أو یسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر (مجموعة الفتاویٰ علی ھامش خلاصة الفتاویٰ، ج۲ص ۱۶، کتاب النکاح، مطبوعة، مکتبة رشیدیة، کوئتة، الباکستان)

’’شیعوں کے بعض فرقے کافر ہیں، ان سے مناکحت ومواکلت ومجالست جائز نہیں، مثل ان فرقوں کے جو کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدا تھے، یا جبریل نے خطاء کی، یا علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے، اور ایسے ہی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔

اور بعض فرقے فاسق ہیں، جیسے شیخین کو گالی دینے والے، ان سے مناکحت وغیرہ، کراہت کے ساتھ درست ہے۔

الرافضی: ان کان یعتقد الألوھیة فی علی و إن جبریل اخطأ وغلط فی الوحی، أو کان ینکر صحبة الصدیق فھو کافر ،لمخالفة

القواطع المعلومة فی الدین بخلاف ما اذا کان یفضل علیا أو یسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر''۔انتہٰی۔

رافضی اگر الوہیتِ حضرت علی اور خطائے جبریل کا قائل ہو، یا صحبتِ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہو،تو کافر ہے، کیونکہ اس نے قطعیات کی مخالفت کی، برخلاف اس کے، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا ہو، یا صحابہ کو گالیاں دیتا ہو،تو مبتدع ہے، کافر نہیں ہے'' (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ)

علامہ لکھنوی نے یہاں بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے، جو ان کے حوالہ سے، اس سے پہلی عبارت میں گزری۔

یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ مناکحت ناجائز ہونے کے لیے کسی کا کافر ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کی وجہ سے اپنے، یا اولاد کے عقائد واعمال میں فساد وبگاڑ وغیرہ جیسی خرابیوں کا لازم آنا بھی اس کا سبب ہوسکتا ہے،جیسا کہ آگے آتا ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کا تیسرا حوالہ

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ کے ایک فتوے میں تفصیل کے ساتھ مختلف حوالہ جات کی روشنی میں''سابِّ شیخین'' پر تکفیر اور اس کی توبہ قبول نہ ہونے کے فتوے کی تردید کی گئی ہے،اور اس ضمن میں کئی مفید پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس تفصیلی فتوے کا ایک بڑا حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے،فرماتے ہیں کہ:

''شرحِ فقہ اکبر میں لکھا ہے:

''سب الشیخین لیس بکفر کما صححه ابو الشکور السلمی فی تمهیده، وذلک لعدم ثبوت مبناه وعدم تحقق معناه ،فان سب المسلم فسق کما فی حدیث ثابت ،یستوی الشیخان و غیرهما فی هذا الحکم ولانه لو فرض ان احدا قتل الشیخین بل والختنین

بوصف الجمع ،لا يخرج عن كونه مسلما عند اهل السنة والجماعة ،ومن المعلوم ان السب دون القتل نعم، لو استحل السب او القتل فهو كافر لا محالة، وعلى تقدير ثبوت الحديث فيجب ان يؤل كما أول حديث من ترك صلاة متعمدا فقد كفر اى مستحلا للترك "۔

’’شیخین کو گالی دینا کفر نہیں ہے، جیسا کہ **ابو الشکور سلمی** نے تمہید میں اس کی تصحیح کی ہے، کیونکہ اس کا کوئی سبب ثابت نہیں ہوتا ہے، اور اس کا مطلب ٹھیک نہیں بنتا، کیونکہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، جیسا کہ ثابت رحمہ اللہ کی حدیث ہے۔[1]

شیخین اور ان کے علاوہ سب اس حکم میں مساوی ہیں، اور اگر فرض کیا جائے کہ کسی نے شیخین بلکہ ختنین کو بھی قتل کیا، تو وہ اسلام سے خارج نہ ہوگا، اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک، اور یہ بات معلوم ہے کہ یہاں گالی سے بحث ہے، نہ کہ قتل سے، ہاں اگر گالی دینے اور قتل کرنے کو حلال جانے، تو وہ کافر ہے، اور اگر کوئی حدیث (کفرِ سبِ شیخین میں) ثابت ہو، تو اس کی تاویل ضروری ہے، جیسا کہ حدیث میں ’’**من ترک الصلاۃ متعمدا فقد کفر** ‘‘میں تاویل کی گئی ہے، اور مطلب یہ لیا گیا ہے کہ جو نماز کو ترک کرے، حلال سمجھ کر وہ کافر ہے‘‘۔

اور دوسری جگہ فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ جمع کرنا دونوں کا مشکل ہے، ایک تو یہ کہ اہلِ قبلہ کافر نہیں ہیں، چنانچہ سب فقہا اور متکلمین کا بھی یہی قول ہے، اور دوسری عبارت فتاویٰ کی کہ **سب الشیخین** کفر ہے، وجہِ اشکال بیان کرکے پھر جواب لکھا ہے:

---

[1] عن عبد الله، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسوق(صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٠٤٤، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن)

یدفع الاشکال بان نقل کتب فتاویٰ مع جهالة قائله و عدم اظهار دلائله ليس بحجة من ناقله، اذ مدار الاعتقاد فی المسائل الدينية على الادلة القطعية على ان فی تكفير المسلم قد يترتب مفاسد جلية وخفية ،وقال الامام ابن الهمام فی شرح الهداية للجواب عن هذه الحكاية حيث قال اعلم ان الحكم بكفر من ذكرنا من اهل الهواء مع ما ثبت عن ابی حنيفة والشافعی رحمهما اللّٰه من عدم تكفير اهل القبلة من المبتدعة كلهم محمدية ،ان ذلک المعتقد فی نفسه كفر.

”اشکال اس طرح پر دفع کیا جاتا ہے کہ کتبِ فتاویٰ سے نقل کرنا، باوجود قائل کے نہ معلوم ہونے کے، اور اس کے دلائل کے نہ ظاہر ہونے کے، ناقل کے لیے حجت نہیں ہوسکتا، کیونکہ مسائلِ دینیہ میں اعتقاد کا مدار ادلۂ قطعیہ پر ہے، اور کسی مسلمان کو کافر کہہ دینے سے بہت سی خرابیاں جلی وخفی واقع ہوتی ہیں، ابنِ ہمام نے شرح ہدایہ میں اسی کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ باوجود امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے عدمِ تکفیرِ اہلِ قبلہ ثابت ہونے کے، اہلِ ہواء کے کفر کا حکم دینا، خود فی نفسہٖ کفر ہے“۔

اور صاحبِ درِّ مختار نے بابِ امامت میں لکھا ہے کہ نماز، صاحبِ بدعت کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہے:

(ومبتدع)أی صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وكل من كان من قبلتنا (لا يكفر بها)حتى الخوارج الذين يستحلون دماء نا وأموالنا وسب اصحاب الرسول، وينكرون صفاته تعالٰى ،وجواز رؤيته لكونه عن تأويل وشبهة بدليل قبول شهادتهم.

’’مبتدع یعنی صاحبِ بدعت (دراصل) رسول سے جو بات مشہور ہو، اس کے خلاف کا بلاکسی عناد کے اعتقاد رکھتا ہے، اور وہ شخص جو اہلِ قبلہ ہے، بدعت سے کافر نہیں ہوتا، یہاں تک کہ خوراج، جو ہمارے خون اور مال اور اصحابِ رسول کو گالیاں دینا، اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں، اور صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، اور رؤیتِ باری تعالیٰ کے جواز کے قائل ہیں، تاویل وشبہ کی وجہ سے مسلمان ہیں، کیونکہ ان کی گواہی مقبول ہے‘‘۔

اور بابِ شہادت میں لکھا ہے:

(تقبل من أهل الأهواء) أي أصحاب بدع لا تكفر كجبر وقدر ورفض وخروج وتشبيه وتعطيل، وكل منهم اثنا عشرة فرقة فصارت اثنتين وسبعين (إلا الخطابية) صنف من الروافض يرون الشهادة لشيعتهم ولكل من حلف أنه محق فردهم لا لبدعتهم بل لتهمة الكذب.

’’شہادت اہلِ اہواء، یعنی اصحابِ بدعت کی، جو کافر نہیں ہیں، مقبول ہے، مثلاً جبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل کی، اور ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، پس کل بہتّر (72) فرقے ہوئے، مگر خطابیہ (یعنی ان کی شہادت مقبول نہیں) جو شہادت صرف اپنے گروہ اور ان کے حق پر ہونے کی حلف اٹھانے والے کے ساتھ خاص مانتے ہیں، نہ ان کی بدعت کی وجہ سے، بلکہ کذب کی تہمت کی وجہ سے، دیکھیے اس عبارت میں کہیں کفر ثابت نہیں کیا‘‘۔

بعضے صاحب فرماتے ہیں کہ مرتد کے باب میں صاحبِ درّ مختار نے انبیاء اور شیخین کی جناب میں بے ادبی کرنے والے کے لیے حکمِ قتل فرمایا ہے، اور عبارت اس مقام کی یہ ہے:

(أو) الكافر بسب (الشيخين أو) بسب (أحدهما) في البحر عن الجوهرة معزيا للشهيد من سب الشيخين أو طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته، وبه أخذ الدبوسي وأبو الليث، وهو المختار للفتوى انتهى، وجزم به في الأشباه.

’’شیخین، یا ان میں سے ایک کو گالی دینے کی وجہ سے جو کافر ہو جائے، وہ قتل کیا جائے گا، بحر میں جوہرہ سے شہید کی جانب منسوب کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ جس نے شیخین کو گالی دی، یا ان کے بارے میں زبان درازی کی، تو وہ کافر ہے، اور اس کی توبہ مقبول نہیں ہے، اور اسی سے دبوسی اور ابواللیث نے اخذ کیا ہے، اور یہی مفتیٰ بہ اور مذہبِ مختار ہے، اور اشباہ میں اسی کو صحیح ٹھہرایا ہے‘‘۔

درِّ مختار کے مصنف نے آپ ہی اس مسئلہ کو رَد کیا ہے، اس قول سے:

لكن في النهر وهذا لا وجود له في أصل الجوهرة، وإنما وجد على هامش بعض النسخ، فألحق بالأصل مع أنه لا ارتباط له بما قبله. انتهٰى.

’’لیکن نہر میں ہے کہ اصل جوہرہ میں یہ عبارت نہیں ہے، ہاں بعض نسخوں کے حاشیہ پر ہے، پس اصل ہی صحیح ہے، باوجودیکہ اس کو اپنے ماقبل سے کچھ ربط بھی نہیں حاصل ہوتا ہے‘‘۔

اصل حال مسئلہ کا یہ ہے کہ جس زمانہ میں بحر اور اشباہ تصنیف ہوئی تھی، تو مصنف بحر واشباہ نے لکھا تھا:

سب الشيخين كفر ولا تقبل توبته.

شیخین کو گالی دینا کفر ہے، اور گالی دینے والے کی توبہ مقبول نہیں ہے۔

اس زمانے میں بھائی مصنف کا، جس نے ’’**النهر الفائق شرح كنز**

الدقائق ‘‘ تصنیف کی ہے، جس کا نام عمرو بن نجیم ہے، اور چند علمائے شہر، مثل شیخ امین الدین عبدالعال وغیرہ جمع ہوکر آئے، اور دریافت کیا کہ یہ مسئلہ ’’سب الشیخین کفر ‘‘ کا تم نے کہاں سے لکھا ہے؟ کہا جوہرۃ سے لکھا ہے، جو قدوری کی شرح ہے، علماء نے جوہرۃ کو طلب کیا، تو جواب دیا کہ میرا جوہرۃ آگ میں جل گیا، اور جوہرۃ شہر میں سے منگوا کر ہر چند دیکھا، یہ مسئلہ نہ پایا، پوچھا کس جگہ سے نقل کیا تھا، مقام بتلایا، تو عبارت جو بحر میں تھی، اس سے ملا کر دیکھا، اور ہر چند اول آخر سے ربط دِیا، ربط نہ دکھایا، مسئلہ کی وہیں خطاء ظاہر ہوگئی:

وقال السيد الحموی فی شرح الأشباه: حکی عن عمرو بن نجیم أن أخاه أفتی بذلک فطلب منه النقل فلم یوجد إلا علی طریق الجوهرة.

’’اور کہا ہے سید حموی نے شرح اشباہ میں، عمرو بن نجیم سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کے بھائی نے اس کا فتویٰ دیا، تو ان سے نقل طلب کی گئی، پس نقل نہ ملی، مگر جوہرۃ کے طریقہ پر‘‘۔

اور پھر حموی نے اسی عبارت کے آگے لکھا ہے کہ:

وأقول علی فرض ثبوت ذلک فی عامة نسخ الجوهرة لا وجه له یظهر لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبیاء عندنا خلافا للمالکیة والحنابلة ، وإذا کان کذلک فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشیخین بالطریق الأولی ، بل لم یثبت ذلک عن أحد من الأئمة الأعلام فیما أعلم . [1]

---

[1] شرح حموی کی اس سلسلے میں مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

قوله: وبسب الشیخین إلخ قیل: عزی المصنف – رحمه الله تعالی – عدم قبول توبة من سب الشیخین فی البحر للجوهرة ولم یوجد ذلک فی عامة النسخ، وحکی المؤلف أخوه العلامة عمر بن نجیم – رحمه الله تعالی – أنه أفتی بذلک وطلب منه النقل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”اور میں کہتا ہوں کہ اگر فرض بھی کرلیا جاوے کہ جوہرہ کے نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے، تو بھی اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے، کیونکہ ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک انبیاء کو گالی دینے کے بعد بھی توبہ مقبول ہے، حنابلہ اور مالکیہ اس مسئلہ میں ہمارے خلاف ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم سبِّ شیخین کے بعد قبولِ توبہ کے نہ قائل ہوں، بلکہ میرے علم میں تو یہ ائمہ میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے“۔

اگر ہم کفر مان لیں، جب بھی یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں، اور حکم کرنا کفر کے ساتھ بہت مشکل ہے، اختیار میں لکھا ہے:

”واتفقت الأمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم. وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا لكن يضلل. وذكر في فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة“.

”تمام ائمہ، اہلِ بدعت کے گمراہ وخطا کار ہونے پر متفق ہیں، اور صحابہ میں سے کسی کو گالی دینا، اور ان سے بغض رکھنا کفر نہیں ہے، لیکن ایسا شخص گمراہ کہلائے گا، اور فتح القدیر میں ہے کہ خوارج (جو مسلمانوں کے خون اور مال کو اپنے لیے حلال جانتے ہیں، اور صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں) کا حکم جمہور فقہاء و (جمہور) اہلِ حدیث کے نزدیک باغیوں کا حکم ہے“۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بذلک فلم یوجد إلا علی شرح الجوهرة وذلک بعد حرق الرجل (انتهی) .

أقول علی فرض ثبوت ذلک فی عامة نسخ الجوهرة لا وجه له یظهر لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبیاء عندنا خلافا للمالکیة والحنابلة، وإذا کان کذلک فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشیخین بالطریق الأولی، بل لم یثبت ذلک عن أحد من الأئمة الأعلام فیما أعلم(غمز عیون البصائر فی شرح الاشباه والنظائر، ج۲ص ۱۹۱، ۱۹۲، الفن الثانی، کتاب السیر، باب الردة)

خیال کیجیے کہ خوارج جو سب سے زیادہ بدعتی ہیں، چنانچہ درِّ مختار سے مذکور ہوا، ان کے واسطے بھی حکم کفر کا نہ فرمایا:

”قال ابن المنذر وھو اعرف کلام المجتهدين نعم يقع فی کلام اهل المذهب تكفير كثير و لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم ولا عبرة لغير الفقهاء“.

”ابنِ منذر نے (جو مجتہدین کے کلام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے) کہا ہے کہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا اکثر تذکرہ آتا رہتا ہے، لیکن یہ اُن فقہاء کے کلام سے نہیں ہے، جو مجتہد ہیں، بلکہ اس کے قائل دوسرے لوگ ہیں، اور غیر فقہاء کا کلام معتبر نہیں“۔

بہت تفصیل سے ”ردالمحتار“ میں جو حاشیہ درِّ مختار کا ہے، مسلمان ہونا ثابت کیا ہے، جس کو دیکھنا ہو، دیکھ لے، اور ”ردالمحتار“ میں لکھا ہے:

”ولم يعلل أحد لعدم قبول شهادتهم بالكفر كما ترى، نعم استثنوا الخطابية لأنهم يرون شهادة الزور لأشياعهم أو للحالف، وكذا نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد .فعلم أن ما ذكره فی الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت .

وقد ألف العلامة منلا على القارى رسالة فی الرد على الخلاصة، وبهذا تعلم قطعا أن ما عزى إلى الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده فی الجوهرة باطل لا أصل له ولا يجوز العمل به، وقد مر أنه إذا كان فی المسألة خلاف ولو رواية

ضعيفة، فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير، فكيف يميل هنا إلى التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلى قتله وإن تاب، وقد مر أيضا أن المذهب قبول توبة ساب الرسول -صلى اللّٰه عليه وسلم -فكيف ساب الشيخين .والعجب من صاحب البحر حيث تساهل غاية التساهل في الإفتاء بقتله".

''اور کسی نے ان کی شہادت کے نہ قبول ہونے کا سبب کفر کو نہیں بتایا ہے، ہاں قبولِ شہادت سے خطابیہ کو اس وجہ سے مستثنٰی کرتے ہیں کہ وہ گواہی اپنے اور اپنی صداقت کی قسم کھانے والے کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، ایسا ہی محدثین دلیل لائے ہیں، اہلِ ہواء کی روایت کے قبول ہونے پر، پس یہ اس شخص کے بارے میں جو صحابہ کی تکفیر کرتا ہے، اور ان کو گالی دیتا ہے، ایک تاویلِ فاسد کی بناء پر ہے، پس معلوم ہوگیا کہ یہ جو کچھ خلاصہ میں ہے کہ وہ شخص کافر ہے، ایک ضعیف قول ہے، جو متون اور شروح اور اجماعِ فقہاء کے مخالف ہے، جیسا کہ میں نے سنا ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے خلاصہ کے رَد میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، اس سے تم کو یہ معلوم ہوگیا کہ جوہرہ کی جانب، کفر اور عدمِ قبولِ توبہ کی جو نسبت کی گئی ہے، وہ اگرچہ جوہرہ میں ہو، باطل ہے، اس کی کچھ اصل نہیں، اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اور یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ مسئلہ میں اگر اختلاف ہو، اور کوئی ضعیف روایت بھی عدمِ تکفیر کی موجود ہو، تو اسی کی جانب مائل ہونا چاہیے، پس یہاں تکفیر کی جانب کیونکر مائل ہو سکتے ہیں، جو اجماع کے مخالف ہے، چہ جائیکہ قتل، اگرچہ وہ توبہ کرے، اور یہ بھی اوپر گزرا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ مقبول ہے، پس شیخین کو گالی دینے والے کی توبہ کیوں قبول نہ ہوگی،

اور صاحبِ بحر سے تعجب ہے کہ انہوں نے قتل کا فتویٰ دینے میں انتہائی تساہل کیا ہے۔

مؤلف رد المحتار ومصنف درِّ مختار نے کہیں اہلِ ہواء کو کافر نہیں لکھا، بلکہ ''بابُ الحیض ''میں لکھا ہے:

''لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف، ولو روایة ضعیفة''

کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا، جس کے کفر میں اختلاف ہو، روایت اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

اور دوسری جگہ لکھا ہے:

''إذا کان فی المسألة وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعه فعلی المفتی المیل لما یمنعه''

کسی مسئلہ میں اگر بہت سے وجوہ ہوں، جو کفر کو واجب کرتے ہوں، اور ایک وجہ کفر سے مانع ہو، تو مفتی کو مانع کی جانب مائل ہونا چاہئے۔

تعجب ہے صاحبِ علم سے کہ باوجود ان دلائلِ قویہ مائل بہ اسلام کے، دلیلِ ضعیف کو ترجیح دے کر کفر ثابت کرے، اور یہاں تک حکم دیوے کہ توبہ بھی اس کی قبول نہیں، بلکہ قتل اس کی توبہ ہے، ظاہر ہے کہ گویا سب علماء کے قول کا انکار ہے۔

درِّ مختار میں لکھا ہے ''**منکر الاجماع کافر** ''اجماع کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اور تمہید ابوالشکور سلمی میں لکھا ہے:

''من قال للمؤمن یا کافر أو شهد بالکفر علی مؤمن فانه یصیر کافراً و روی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قاتل من شهد علی امتی بالکفر فهو أولی به''

جس نے کسی مومن کو کہا، اے کافر، یا کسی مومن کے کفر کی گواہی دی، وہ کافر ہوگیا،

حضرت سرورِ انبیاء علیه التحیة و الثناء سے مروی ہے کہ جس نے میری امت پر کفر کی گواہی دی، وہ اس کفر کا زیادہ مستحق ہے۔

اہلِ ہواء جو تہتّر (73) فرقوں میں داخل ہیں، اس واسطے جو حدیث تفریقِ امت میں وارد ہوئی ہے، اس میں لفظِ ''امتی'' ہے، امت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا شمار اس میں داخل کر کے نہیں فرمایا تھا، ان کے واسطے اور حدیث ہے:

انه قال صلى الله عليه وسلم ان بنی اسرائيل تفرقت بعد موسیٰ على احدى و سبعين فرقة و بعد عيسیٰ على اثنين و سبعين فرقة وستفرق امتی من بعدی ثلاثة و سبعون فرقة.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰ کے بعد اکہتّر (71) اور عیسیٰ کے بعد بہتّر (72) فرقوں میں متفرق ہوگئے، اور قریب ہے کہ میری امت، میرے بعد تہتّر (73) فرقوں پر متفرق ہو جائے۔

اگر سب فرقے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مع اصناف کفار شمار کریں گے، تو تہتّر (73) فرقے کیونکر ہوں گے، اگر چہ کفار بھی امتِ دعوت ہیں، پس معلوم ہوا کہ مراد امت سے، امتِ اجابت ہے، جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

المراد بالامة من يجمعهم دائرة الدعوة من اهل القبلة لانه اضافهم الى نفسه و اكثرهما ورد فی الحديث على هذا الاسلوب، فالمراد به اهل القبلة ولو اريد به أمة الدعوة فتناول به اصناف الكفر فكيف يكون تفريق الامة الى ثلاث و سبعين.

امت سے وہ اہلِ قبلہ مراد ہیں، جن کو دائرۂ دعوت جامع ہو، کیونکہ ان کی اضافت حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے نفس کی جانب فرمائی ہے، اور اکثر حدیث میں جہاں اس طریقہ پر عبارت آئی ہے، مراد اہلِ قبلہ ہیں، اور اگر

اس سے امتِ دعوت مراد ہو، تو وہ کفر کی بھی تمام اقسام کو شامل ہے، پس امت کی تفریق تہتّر (73) فرقوں کی جانب کیونکر صحیح ہوگی، خداوندِ تعالیٰ غفور اور توّاب، رحیم ہے، اس کی رحمت کا منکر نہ ہونا چاہئے، توبہ سب کی قبول ہے، اگر پیغمبروں کی جانب میں بے ادبی ہو، اس کی توبہ بھی قبول ہے، چنانچہ ردُّ المحتار حاشیہ الدرُّالمختار سے مذکور ہوا:

”صفة الرحمة لا يتغير وان تغير احوال الامة“

رحمت کی صفت نہیں بدلتی، اگرچہ امت کے احوال بدل جائیں۔

اور نیک کام بھی برائی کو دور کرتے ہیں، کقولہٖ تعالیٰ:

”ان الحسنات يذهبن السياٰت“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکیاں بدیوں کو لے جاتی ہیں۔

واللّٰہ اعلم بالصواب

المجيب عبدالحی ابنِ افضل العلماء و الفضلاء. مولانا محمد عبدالرب افاض اللّٰه علينا من بركاته هو المصوب.

واقعی حدیث ”ستفرق امتی ثلاث و سبعون فرقة“ قریب ہے کہ میری امت تہتّر (73) فرقوں پر منقسم ہوجائے گی، میں مراد، امتِ اجابت ہے کہ عبارت اہلِ اسلام سے ہے، نہ امتِ دعوت۔

علامہ دوانی شرح عقائدِ عضدیہ میں لکھتے ہیں:

”ای امة الإجابة وهم الذين آمنوا بالنبی صلى الله عليه وعلى آلهٖ وسلم وهو ظاهر فان اكثر ما ورد فی الحديث على هٰذا الاسلوب اريد بهٖ اهل القبلة“

یعنی امتِ اجابت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اور یہی ظاہر معنیٰ ہیں،

کیونکہ اکثر جہاں حدیث میں اس طرح پر عبارت آئی ہے، وہاں مراد اہلِ قبلہ ہیں، اور سبِّ شیخین موجبِ کفر نہیں۔

ابوالشکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں:

”کلام الروافض مختلف فبعضه يكون كفراً و بعضه لا، فلو قال ان عليا كان آلهاً نزل من السماء كفر و لو قال النبوة كانت لعلى و جبريل اخطأ كفر، ومنهم من قال ان علياً افضل من رسول الله صلى الله عليه وسلم فهذا كلمة كفر، وأمّا الذين يكون بدعة ولا يكون كفرا فهو قولهم ان عليا كان افضل من الشيخين، ومنهم من قال يجب اللعن على من خالف عليا لعائشة و معاوية، وهذا كله وما شبهه بدعة، ليس بكفر لانه صادر عن تاويل“

روافض کے کلام مختلف ہیں، بعض کفر ہیں، اور بعض نہیں، پس اگر کہا کہ علی خدا تھے، آسمان سے اترے تھے، کافر ہوگیا، اور اگر کہا نبوت علی کے لیے تھی، حضرت جبریل سے خطاء ہوگئی، وہ کافر ہوگیا، اور اگر کہا کہ علی افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، تو یہ کفر کا کلمہ ہے، اور وہ بدعت ہے، لیکن کفر نہیں ہے، ان کا یہ قول ہے کہ ”علی“ افضل ہے، شیخین سے، اور ان میں کے بعض کہتے ہیں کہ مخالف حضرت علی پر مثل حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کے، لعنت بھیجنا واجب ہے، یہ بدعت ہے، کفر نہیں ہے، کیونکہ یہ تاویل سے صادر ہوا ہے“ (مجموعہ فتاویٰ عبد الحیئ، ج:۱ص:۲۳ تا ۲۹، کتاب العقائد، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

علامہ عبدالحیئ لکھنوی کا چوتھا حوالہ

علامہ عبدالحیئ لکھنوی رحمہ اللہ، کے مجموعہ فتاویٰ میں ایک مقام پر ہے کہ:

اگرچہ فقہاء کے ایک گروہ نے سبِ شیخین رضی اللہ عنہما کی وجہ سے، مطلقاً اہلِ تشیع

کو کافر لکھا ہے، اور اسی بناء پر اُن کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کو، اور ان کے ذبیحے کو حرام ٹھہرایا ہے، مگر مرجّح اور مفتیٰ بہٖ اور منقّح قول یہ ہے کہ کافر، فقط وہی شیعہ ہیں، جو ضروریاتِ دین کا انکار کرتے ہیں، اور ان ہی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور ان ہی کے ساتھ مناکحت جائز نہیں ہے۔

اور جو ایسے نہ ہوں، اگرچہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہوں، وہ فاسق ہیں، کافر نہیں ہیں، اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، اور ان کے ساتھ مناکحت بھی درست ہے۔

ابوشکور سلمی رحمہ اللہ ”کتاب التمهيد في التوحيد“ میں لکھتے ہیں:

”كلام الروافض مختلف، فبعضه يكون كفرا، وبعضه لا.

فلو قال ان عليا ، كان الٰها، نزل من السماء، كفر،ولو قال النبوة كانت لعلى رضى الله عنه، وجبريل اخطأ، كفر.

ومنهم من قال ان عليا رضى الله عنه، افضل من رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فهٰذا كله كفر.

واما الذى يكون بدعة ، ولايكون كفر، فهو قولهم: ان عليا افضل من الشيخين رضى الله عنهما.

ومنهم من قال يجب اللعن علٰى من خالف عليا لعائشة ومعاوية رضى الله عنهما.

وهذا كله ،واما اشبهه يكون بدعة، وليس بكفر، لانه صادر عن تاويل“

”روافض کی حالت مختلف ہے، بعض کافر ہیں، اور بعض کافر نہیں ہیں۔

پس اگر کوئی کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، خدا تھے، جو آسمان سے نازل ہوئے،

تو وہ کافر ہے۔

اور جو کوئی کہے کہ نبوت، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے تھی، حضرت جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی، تو وہ کافر ہے۔

اور بعض روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، تو وہ بھی کافر ہیں۔

اور بعض روافض کی بعض باتیں، بدعت ہیں، کفر نہیں ہیں۔

جیسے اُن کا یہ کہنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں، اور بعض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالف (جیسے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما) پر لعنت کو واجب لکھتے ہیں۔

تو یہ اور ان کے مشابہ تمام امور بدعت ہیں، کفر نہیں ہیں، کیونکہ یہ تاویل کے بعد کیے جاتے ہیں''۔

اور بحرُ العلوم مولانا عبد العلی رحمہ اللہ القوی ''شرح مسلم الثبوت'' میں لکھتے ہیں:

الصحيح عند الحنفية ان الروافض ليسوا بكفار ، والوجه فيه ان تدينهم او دفعهم فيما دفعوا زعما منهم، انهم على الدين المحمدى ، وان كان زعمهم هذا باطلا، وما كذبوا محمدا صلى الله عليه وسلم فهو غير ملتزمين للكفر، والتزام الكفر ، كفر، دون لزومه .

''حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ روافض کافر نہیں ہیں، کیونکہ وہ دین رکھتے ہیں، اور جو کچھ کرتے ہیں، یہ سمجھ کے کرتے ہیں کہ یہی دینِ محمدی ہے، اگرچہ ان کا یہ خیال غلط ہو، لیکن وہ نبی کریم علیہ التحیة والتسلیم کو (اپنے نزدیک) نہیں جھٹلاتے ہیں، پس کفر کو خود اپنے سَر نہیں لیتے ہیں، اور کفر کو لازم لے لینا کفر

ہے، نہ کہ اس کالازم آجانا"

اور"درِمختار"میں ہے:

وفى النهر مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة إن وقع إلزاما فى المباحث.

"نہر" میں ہے کہ معتزلہ کے ساتھ مناکحت درست ہے، کیونکہ ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں سمجھتے، اگرچہ مباحثہ میں الزاماً بعض اوقات اُن کے کفر کو ثابت کرتے ہیں"

اور"فتحُ القدیر"میں ہے:

وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة وإن وقع إلزاما فى المباحث، بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفى العلم بالجزئيات.

"معتزلہ کے متعلق دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے ساتھ نکاح درست ہے، کیونکہ تمام اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر ہی مناسب ہے، اگرچہ الزاماً بحثوں میں ایسا ہوجاتا ہو، برخلاف اُن لوگوں کے جو قطعیات میں سے اُن چیزوں کی مخالفت کرتے ہیں، جن کا دین سے ثابت ہونا بدیہی ہے، مثلاً وہ لوگ قدمِ عالم کے قائل ہیں، اور خدا کو جزئیات کا عالم نہیں مانتے ہیں"

اور"ردُّالمحتار"میں ہے:

وبهذا ظهر أن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية فى على، أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر.

"اس سے معلوم ہوا کہ روافض، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے، یا

حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی میں غلطی ہونے کے قائل ہوں، تو کافر ہیں، اور اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے منکر ہوں، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، تو کافر ہیں'' (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ، ج ۲ ص ۲۳۴، ۲۳۵، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی کا پانچواں حوالہ

علامہ لکھنوی کے ''مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ'' میں ایک سوال اور جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: اہلِ تشیع، کیا باشندگانِ لکھنؤ اور کیا باشندگانِ جوارِ لکھنؤ، جو فی زماننا موجود ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے، یا نہیں؟ اور ان کے گھروں کا پکا ہوا کھانا، درست ہے، یا نہیں؟

جواب: جو شیعہ، ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، مثلاً جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خدا کہتے ہیں، یا جو امُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگاتے ہیں، کافر ہیں، اُن کا ذبیحہ ناجائز ہے۔

اور جو شیعہ، ایسے نہیں، اگرچہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دیتے ہوں، کافر نہیں ہیں، بلکہ فاسق ہیں، اُن کا ذبیحہ، درست ہے (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ، ج ۳ ص ۲۲۵، کتاب الاضحیۃ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی کا چھٹا حوالہ

''مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ'' میں، خاص ''شیعہ اثناعشریہ'' کے متعلق ایک سوال و جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: شیعہ اثناعشریہ مسلم ہیں، یا کافر، یعنی **محجوب الارث والتناکح** اور **محکوم علیھم بالجھاد** ہیں، یا نہیں، اور اگر ان کا کفر مانع عن الارث

ثابت نہ ہو، تو لیہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے کون نظیر ثابت ہے کہ سنی باپ کا ترکہ شیعہ لڑکے کو ملا ہے؟

جواب: اثناعشریہ کے کفر میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے، بعض نے سبِ شیخین کی وجہ سے ان کے کفر کا حکم دیا ہے، اور یہی اصحابِ فتاویٰ اور صاحبِ بحر الرائق اور صاحبِ درمختار کا قول ہے، لیکن مفتیٰ بہٖ اور اصحّ قول ان کی عدمِ تکفیر کا ہے، اور سبِ شیخین موجبِ کفر نہیں ہے، اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہے، اور جو کتبِ فتاویٰ میں کفر کا حکم مرقوم ہے، وہ دائرۂ تحقیق سے خارج ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ ''شرح فقہ اکبر'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول، عدمِ تکفیرِ اہلِ قبلہ کے متعلق بسط کلام کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فیہ دلالۃ علی أن سب الشیخین لیس بکفر، کما صححہٗ ابو الشکور السلمی فی تمھیدہٖ، و ذلک لعدم ثبوت مبناہ و عدم تحقق معناہ، فان سب المسلم فسق کما فی الحدیث، وحینئذ یستوی الشیخان و غیرھما، فلو فرض انہ یسب الشیخین لا یخرج عن الایمان، نعم لو استحل السب او القتل فھو کافر لا محالۃ، فالفسق و العصیان لا یزیل الایمان صغیراً کان او کبیراً، وکذا البدعۃ لا تزیل الایمان کانکار المعتزلۃ رویۃ اللّٰہ تعالیٰ و خلق افعال العباد، لانہ مبني علی التاویل''.

اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شیخین کو گالیاں دینا کفر نہیں ہے، جیسا کہ تمہید ابوشکور سلمی میں اس کی تصحیح کی گئی ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی اصل ثابت نہیں، اور اس کے معنیٰ متحقق نہیں ہیں، کیونکہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، پس شیخین اور غیر شیخین سب برابر ہیں، لہٰذا اگر فرض کیا جائے کہ رافضی

شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے، تو وہ ایمان سے خارج نہیں ہے، ہاں اگر گالی دینے اور قتل کرنے کو حلال سمجھے، تو وہ لامحالہ کافر ہے، پس فسق عصیان صغیر ہو، یا کبیر، ایمان کو زائل نہیں کرسکتا، اوراسی طرح بدعت ایمان کو زائل نہیں کرتی، جس طرح معتزلہ کا انکارِ رؤیت وخلقِ افعالِ عباد، کیونکہ یہ تاویل پر مبنی ہے۔

اور مولانا ولی اللہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، شرح مسلم الثبوت میں تحریر فرماتے ہیں:

”المحققون من الحنفية والمتكلمين ذهبوا الى عدم تكفير الروافض بانكارهم خلافة ابى بكر و عمر الثابتة بالاجماع القطعى عندهم حتى قبلوا شهادتهم، وما وقع فى الخلاصة و غيرها من الفتاوىٰ من صريح الكفر لم ينقل عن ابى حنيفة وانما هو من تفريعات المشائخ كالفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوىٰ، كيف و قد نص الامام ابو حنيفة والشافعى رحمهما اللّٰه بعدم تكفير احد من اهل القبلة لكونهٖ على تاويل، فاحفظ ولا تسرع فى تكفير فرق الاسلام“.

محققینِ حنفیہ و متکلمین رحمہم اللہ انکارِ خلافتِ ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی وجہ سے جو باجماع ثابت ہے، روافض کو کافر نہیں مانتے، حتیٰ کہ ان کی شہادت کو قبول کرتے ہیں، اور جو خلاصہ اور دوسرے فتاویٰ میں ان کے کفر کی تصریح ہے، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول نہیں ہے، بلکہ مشائخ کی تفریعات سے ہے، جس طرح الفاظِ کفر، جو عموماً فتاویٰ میں منقول ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ خود اہلِ قبلہ کے کافر نہ ہونے پر دلیل لائے ہیں، کیونکہ ان کے افعال کسی نہ کسی تاویل پر مبنی ہوتے ہیں، اسے یاد رکھو، اور فرقِ اسلام کے کافر بنادینے میں جلدی نہ کرو۔

اور مولانا ابوالشکور سلمی ''تمہید'' میں لکھتے ہیں:

''كلام الروافض مختلفة فبعضهٔ يكون كفرا و بعضهٔ لا، فلو قال أن عليا كان آلها نزل من السماء كفر و قال بعضهم بانهٔ شريك لمحمد صلى الله عليه وسلم فى النبوة وقال بعضهم النبوة كانت لعلى و جبريل اخطأ، و منهم من قال أن عليا كان افضل من الرسول فهذا كلهٔ كفر، و اما الذى يكون بدعة ولا يكون كفرا فهو قولهم أن عليا كان افضل من الشيخين و منهم من قال أنهٔ يجب اللعن على من خالف علياً كعائشة و معاوية رضى الله عنهم ومنهم من قال أن حب اهل البيت اولىٰ و احب و هذا كلهٔ و مايشبهه بدعة، ليس بكفر لانهٔ صادر عن تاويل''۔

روافض کے اقوال مختلف ہیں، ان میں سے بعض کافر ہیں، اور بعض کافر نہیں ہیں، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں، وہ کافر ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبوت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے، اور بعض کہتے ہیں کہ نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے تھی، حضرت جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سرورانبیاء علیہ التحیة والثنا سے زائد افضل ہیں، تو یہ سب امور کفر ہیں، اور بدعت غیر کفر، ان کا یہ قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیخین رضی اللہ عنہما سے زائد افضل تھے، اور بعض روافض مخالفینِ حضرت علی رضی اللہ عنہ، جیسے حضرت معاویہ، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما پر لعنت کرنے کو پسند کرتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ حبِ اہلِ بیت اولیٰ و مستحب ہے، تو یہ تمام امور اور ان کے مشابہ اور باتیں سب بدعت ہیں، کفر نہیں ہیں، کیونکہ تاویل پر مبنی ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ سبِ شیخین کی وجہ سے روافض کو کافر کہنا، محققین کے مذہب کے خلاف ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''ردّالمحتار حاشیۂ درمختار'' اور اپنے رسالہ ''تنبیہ الولاۃ والحکام'' میں اس باب کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور صاحبِ درّ مختار پر جرح کی ہے، اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے بھی ایسی ہی صراحت کی ہے، اور یہی ہمارے عقائد کے موافق ہے، پس رافضی وارث کے محجوب ہونے کی، سنی مورث کی جائیداد سے، کوئی وجہ نہیں (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ، ج ۳ ص ۷۹ تا ۸۱، کتاب الوراثۃ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

مذکورہ سوال اور جواب خاص ''شیعہ اثنا عشری'' سے متعلق ہے، اور علامہ عبدالحیٔ لکھنوی، کا تعلق ''لکھنؤ'' سے ہے، جہاں اہلِ تشیع کا غیر معمولی زور تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے ''شیعہ اثنا عشری'' یا ''اہلِ تشیع'' کے کسی مخصوص فرقے کی علی الاطلاق تکفیر کو راجح قرار نہیں دیا، تا آنکہ کسی کا عقیدہ کفریہ، ثابت نہ ہو، یہی تحقیق اصحابِ افتاء، اہلِ دیوبند کی ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کا ساتواں حوالہ

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ، اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں کہ:

وإنی أتعجب من أرباب الفتاوی، کیف لا یحتاطون فی أمر التکفیر، مع قولھم من کان فی کلامہ مئۃ إلا واحد محملا یوجب تکفیرہ لا یکفر، وقد التزم صاحب"البحر الرائق"أن لا یفتی بشیء من ألفاظ التکفیر المنقولۃ فی الفتاوی، إلا أنہ خرج عن التزامہ ونسی ما قدمت یداہ فی بعض المسائل.

کمسألۃ تکفیر الروافض، فإنہ مال إلی تکفیرھم، بقولھم سب الشیخین کفر وأمثالہ، ولم یفھم أن ھذہ الأمور التی صدرت عنھم إنما ھی لشبھۃ عرضت لھم فتکون مانعۃ من التکفیر، کما حققہ

ابن الهمام فی "تحرير الأصول" وغيره.

وقد التزمت أنا بعون الله تعالى أن لا أفتي بشيء من ألفاظ التكفير المنقولة في الفتاوى في موضع من المواضع إن شاء الله تعالى. ولولا أنه يجوز حمل كلامهم على التهديد والتشديد، وهو لكلامهم محمل سديد، لكان إطلاق الفقهاء عليهم غير سديد، فإن الفقيه من يتدبر ويتفكر لا من يمشي على الظاهر ولا يتدبر (إحكام القنطرة فی أحكام البسملة، ص ۷۹، الباب الثانی فی نبذ من أحكام البسملة، مشمولة : مجموعة رسائل اللكنوی، المجلد الاول، صفحه ۱۱۱، مطبوعة: ادارة القرآن، كراتشی، الباكستان، الطبعة الاولیٰ: ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ: اور مجھے بعض اربابِ فتویٰ سے تعجب ہوتا ہے کہ وہ تکفیر کے معاملے میں احتیاط کیوں نہیں کرتے، باوجودیکہ فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس کے کلام میں سو (100) وجوہِ تکفیر میں سے ایک وجہ، کافر قرار نہ دینے کی ہو، تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اور صاحبِ ''البحر الرائق'' نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہ فتاویٰ میں مذکور الفاظِ تکفیر میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیں گے، لیکن وہ بعض مسائل میں اپنے اس التزام سے نکل گئے، اور اپنی ہی بیان کردہ چیز سے نکل گئے، جیسا کہ روافض کی تکفیر کے مسئلے میں کہ وہ ان کی تکفیر کی طرف مائل ہوگئے، روافض کے شیخین کو سب وشتم کرنے کو، یا اس جیسی چیزوں کو باعثِ کفر قرار دے بیٹھے، اور اس بات کو نہیں سمجھے کہ یہ امور، اہلِ روافض کی طرف سے صرف ایک شبہ کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں، جو اِن کو پیش آیا ہے، جو کہ تکفیر سے مانع ہے، جیسا کہ ابنِ ہمام نے ''تحریرُ الاصول'' وغیرہ میں واضح فرمایا ہے۔

اور میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بات کا التزام کیا ہے کہ میں ان

شاء اللہ تعالیٰ کسی بھی جگہ اُن تکفیر کے الفاظ پر فتویٰ نہیں دوں گا، جو کتبِ فتاویٰ میں منقول ہیں، اور اگر ان کے کلام کو تہدید اور تشدید پر محمول کرنے کا جواز نہ ہو، جو کہ ان کے کلام کا صحیح محمل ہے، تو فقہاء کا ان پر مطلق حکم لگانا درست نہیں ہوگا، پس فقیہ وہ ہے، جو تدبر اور تفکر کرتا ہے، نہ کہ وہ جو کہ ظاہر پر چلتا ہے، اور تدبر نہیں کرتا (إحكام القنطرة)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کی رائے اہلِ تشیّع واہلِ روافض کے متعلق، مختلف ہے، لیکن ہمیں ان کے مقابلہ میں، صاحبِ فقہ وافتاء، علامہ عبدالحیٔ رحمہ اللہ کی تحقیق ہی جمہور متقدمین و محققین کے موقف کے زیادہ موافق معلوم ہوئی، جس کا ذکر آگے حضرت مدنی اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی تحریر میں آتا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا حوالہ

فاضلِ دارُالعلوم دیوبند مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا قاری محمد طیب صاحب کی حسبِ ہدایت ''سوانحِ قاسمی'' کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل، بانیِ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (المتوفی: 1297ھ) کے حالاتِ زندگی پر ایک مفصل کتاب تالیف کی ہے، جو مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب کی خواہش پر، مورخہ 25/رجب/1373ھ، میں ''مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند'' کی متفقہ قرارداد سے شائع ہوئی، اس کتاب پر حضرت مدنی نے بھی تائید وتصویب فرمائی، اور اس کتاب کا ''مقدمہ'' خود مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے تحریر فرمایا، ساتھ ہی انہوں نے اس کتاب میں بعض مقامات پر حواشی بھی تحریر فرمائے، اس کتاب کے شروع میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کے قلم سے تحریر شدہ، ایک سوانحِ عمری، بعنوان: **سیدنا الامام الکبیر حضرت شمسُ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ** '' بھی شامل کی گئی ہے۔

بانیِ دارُالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کی اہلِ بدعت واہلِ تشیع، بلکہ اہلِ کفر کی تردید واصلاح میں جو کاوشیں ہیں، وہ اہلِ علم حضرات سے مخفی نہیں، آپ نے اہلِ تشیع کی اصلاح کے لئے بھی متعدد مضامین ومکتوبات تحریر کئے، جن میں آپ کی مفصل تالیف ''ہدیۃُ الشیعۃ'' قابلِ ذکر ہے، اس کتاب کا اصل ماخذ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' ہے، جس کا حضرت نانوتوی نے خود اسی کتاب کے سببِ تالیف میں ذکر کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''واقعی اس بے سروسامان کے پاس اس قسم کا سامان کچھ نہ تھا، پر ایک تحفہ اثنا عشریہ تھا (ہدیۃ الشیعۃ، ص ۱۱، بعنوان ''سببِ تالیف'' شائع شدہ: نعمانی کتب خانہ، لاہور)

اور تحفۂ اثنا عشریہ، نیز شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مختلف حوالہ جات پہلے ذکر کئے جاچکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کا امت میں اختلافی واجتہادی مسائل، اور بطورِ خاص ''تکفیر'' کے سلسلہ میں نقطۂ نظر متشدد علماء کے برعکس اعتدال واحتیاط پر مبنی تھا۔

''سوانحِ قاسمی'' کی دوسری جلد میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب، اختلافی مسائل کے سلسلہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ذوق کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

آپ (یعنی مولانا قاسم نانوتوی) کا اصولی مسلک اس قسم کے اختلافی مسائل میں یہ بھی تھا، جس کا ذکر اپنے بعض مکتوبات میں فرمایا ہے، یعنی امت کے اکابر، اور سربرآوردہ علماء، جن مسائل میں باہم مختلف ہیں، ان کے متعلق یہ فرماتے ہوئے کہ:

''اگر ایک طرف بالکل ہورہے، تو کسی نہ کسی طرف والوں کو برا سمجھنا پڑے گا''

اپنے منشاء کا اظہار حضرت والا نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

''اس لیے اہلِ اسلام کو یہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں'' (جمالِ قاسمی ص ۹)

اور یہی ہے بڑے پتے کی بات، جس کی پروا، مناظرہ اور مباحثہ کی متنافسوں میں

مبتلا ہو کر لوگ بالکل نہیں کرتے، آخر جن بزرگوں کے ساتھ حسنِ ظن کا تعلق، ان کے علم وعمل کی وجہ سے امت قائم کر چکی ہے، ان کو اچھا بھی سمجھنا، اور پھر ان ہی کی طرف یہ بھی منسوب کرنا کہ کتاب وسنت کی اقتضاؤں سے بے پروا ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا، خود ہی سوچیے کہ ذہنی تناقض کے سوا اور کیا ہے؟ اور جہاں ان اختلافی مسائل کے متعلق آپ کا یہ مشورہ تھا کہ ''خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں'' اسی طرح تکفیر (مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگانے) کا جو رجحان مولویوں میں بڑھتا جا رہا تھا، اس کے متعلق حضرت والا کے نقطۂ نظر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، اپنے ایک فارسی مکتوب میں خاص مسئلہ، جو اس زمانہ میں چھڑا ہوا تھا، اس کا ذکر کرتے ہوئے، اور یہ فرماتے ہوئے کہ:

''در مسلماناں کیست کہ قرآن دین وایمان او نباشد'' (فیوضِ قاسمیہ، ص ۴۷)

اور اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر عام مشورہ آپ نے یہی دیا کہ:

''بناءً علیہ تا مقدور کسے را کافر نباید دانست'' (فیوضِ قاسمیہ، ص ۴۷)

خلاصہ یہ کہ رائے میں اختلاف کی آزادی کے فطری حق کو محفوظ کرتے ہوئے اہلِ علم کو مذکورہ بالا نوعیت کے مسائل میں ایک ایسے اسلم واحکم طریقہ کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے، جس کی اگر پابندی کی جائے، تو ایک بہترین شائستہ، باادب ماحول، نزاعی مسائل کے سلسلہ میں پیدا ہو سکتا ہے۔

مقصد ہر حال میں یہ تھا کہ حتی الوسع لڑنے جھگڑنے میں مولویوں کا طبقہ عموماً اس زمانہ میں بہت زیادہ بدنام اور رُسوا ہو رہا تھا، اس بدنامی اور رسوائی کو کم کیا جائے، اپنے بعض مکاتیب میں حضرت والا نے بڑے افسوس کے ساتھ لکھا کہ:

''یارب! ایں زمانہ چہ پر شور ست کہ بجائے محبت واخوتِ اسلامی عداوتہا برخاستند''

اور یہ عداوتیں، جو محبت واخوت کی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی ہیں، فرماتے ہیں کہ بڑے

اہم مسائل سے ان کا تعلق نہیں ہے، بلکہ:

”دراں مسائل کہ متفق علیہا بودند اختلاف پدید آمد“ (فیوضِ قاسمیہ ص۴۶)

اور ایک دوسرے خط میں، جس کی زبان اردو ہے، بڑے اندوہناک لہجہ میں ارقام فرماتے ہیں:

”یہ اختلاف ہی موجبِ عداوت ہے، اور یہ عداوت باہمی موجبِ تنفُّر یک دگر ہے“ (فیوضِ قاسمیہ، ص۴۸)

فرماتے تھے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھنا ہی بے معنیٰ ہے، تیرہ سو سال سے امت جو کچھ مانتی چلی آ رہی ہے، خواہ مخواہ اس میں شاخسانے نکالے ہی کیوں جائیں، اور اختلاف کسی وجہ سے اٹھ کھڑا ہی ہو، تو اختلاف سے عداوت کیوں پیدا ہو، باہمی منافرت کے بغیر بھی کیا مسائل کی علمی تحقیقات ممکن نہیں (سوانحِ قاسمی، ج۲ص۵۵، تا۵۷، بعنوان ”داخلی اصلاحات“ شائع شدہ: دار العلوم دیوبند ”نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند“)

ہم بھی آج یہی کہتے ہیں کہ مبحوث فیہ مسئلہ میں امت کی اکثریت کا جو طرزِ عمل تیرہ سو سال سے چلا آ رہا ہے، اس میں خواہ مخواہ کے تکفیری شاخسانے نکالنے کی ضرورت نہیں، جو اختلاف وعداوت اور باہمی منافرت کا سبب ہو، منافرت کے بغیر تحقیقِ مسائل، وترجیح کافی ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب اسی کتاب میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

”گو تشیع کے ساتھ سختی، اور تشدد کا یہ برتاؤ، ابتداء میں مناسب معلوم ہوا، لیکن اشتباہ والتباس کا جو غبار حق پر چھایا ہوا تھا، ایک گونہ وہ ہٹ گیا، تسنن وتشیع میں جو فرق تھا، وہ عوام کے سامنے بھی آ گیا، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (اہلِ تشیع کے ساتھ) تشدد میں قدرتاً نرمی پیدا ہوگئی۔

اور شیعہ جو بہر حال ہندوستان کی اسلامی آبادی ہی کے اجزاء تھے، اور ہیں، ان کے متعلق اور تو اور، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف، جو فتویٰ منسوب کیا گیا

ہے، اس کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر شیعوں میں جو اصرار کرتے ہیں کہ قرآن، اصلی قرآن نہیں ہے، بلکہ ''العیاذ باللہ'' یہ بیاضِ عثمانی ہے، اور یوں دین کی پہلی بنیاد ''الکتاب'' ہی کو مشکوک ٹھہرا رہے ہیں، اور صحابہ کی اکثریت جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''السنة'' مسلمانوں تک پہنچی ہے، ان ہی کو نا قابلِ اعتماد ٹھہرا کر دین کی دوسری بنیاد ''السنة'' کو مسترد کر دینے کے مجرم ہیں، زیادہ تر اس قسم کے خیالات اور عقائد، بجائے عوام کے، چونکہ شیعوں کے خواص، یعنی علماء ہی میں پائے جاتے ہیں، اس لیے اِن کی حد تک تو شاہ عبدالعزیز اور ان کے بعد کے (بعض) علماء کے فتوے کو برقرار رکھتے ہوئے، حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ ان کے (یعنی شیعوں کے):

''جہلا فاسق ہیں'' (تذکرۃ الرشید، ج۲ص۲۸۶)

اور یہ بڑے پتے کی بات ہے کہ جاہل مسلمان، خواہ سنی ہو، یا شیعہ، مسلمان ہونے کی وجہ سے قرآن کو بہر حال، اللہ کی کتاب ہی مانتا ہے، اس غریب کو ان واہی تباہی قصوں سے کیا سروکار، جو شیعہ علماء کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں (سوانحِ قاسمی، ج۲ص۶۲، ۶۳، بعنوان ''اہلِ تشیع کے بارے میں اصلاحی اقدامات'' شائع شدہ: دارالعلوم دیوبند ''نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند'')

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اہلِ تشیع کے عوام کی تکفیر کے قائل نہیں تھے، اور اہلِ تشیع کے جن علماء کی طرف سے کفریہ باتیں سرزَد ہوتی ہیں، وہ صرف ان ہی علماء کی تکفیر کے قائل تھے، وہ اہلِ تشیع کے عوام اور جہلاء کو کافر قرار دینے کے بجائے، ان کو فاسق قرار دیتے تھے۔

اس کی وجہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے یہ بیان فرمائی کہ جاہل مسلمانوں کو علماء کی کتابوں میں پائی جانے والی اِن واہی تباہی باتوں سے سروکار نہیں ہوتا۔

مولانا موصوف کی یہ بات ایک تو اس حیثیت سے وزن رکھتی ہے کہ ہر مسلک وفرقہ کی طرف

منسوب کتابوں میں بہت سی باتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن سے اس مسلک وفرقہ کی طرف منسوب عوام کو واقفیت نہیں ہوتی، اور اگر واقفیت بھی ہوتی ہے، تو وہ ان باتوں سے اتفاق نہیں کرتے، بلکہ بعض باتوں سے تو اصحابِ علم بھی اتفاق نہیں کرتے۔

چنانچہ کتبِ حدیث میں بہت سی حدیثیں سند کے اعتبار سے مرجوح، یا مؤول ہیں، اور ان کتبِ حدیث کو اہلِ حق معتبر مانتے ہیں، لیکن خاص ان احادیث میں تاویل کرتے ہیں۔

بعض فقہائے کرام نے قرآن مجید کے ایسے اجزاء کے انکار پر، جن میں صدرِ اول کے اندر اختلاف واقع ہوا ہے، عدمِ تکفیر کو ترجیح دی ہے، اور ایک فقہی روایت عامی کے بجائے عالم شخص کے کافر نہ ہونے کی بھی ہے، کیونکہ اس کے قول کا مدار صدرِ اول کے اختلاف، اور اس قسم کی روایات پر ہونے کی وجہ سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ [1]

---

[1] إذا أنكر الرجل كون المعوذتين من القرآن لا يكفر وقال بعض المتأخرين: يكفر لانعقاد الإجماع بعد الصدر الأول على أنهما من القرآن والصحيح هو الأول؛ لأن الإجماع المتأخر لا يرفع الاختلاف المتقدم كذا في الظهيرية(الفتاوىٰ الهندية، ج۲ص۲۶۷، كتاب السير، الباب التاسع في احكام المرتدين، مطلب في موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام)

ومن زعم أن المعوذتين ليستا من القرآن ذكر في النوازل أنه لا يكون كافرا(فتاوىٰ قاضيخان، ج۳ص۵۱۵، كتاب السير،باب ما يكون كفرا من المسلم وما لا يكون، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، سنة الطباعة 2009م)

زعم أن المعوذتين ليستا من القرآن لا يكفر إذ روى عن ابن مسعود وأبى بن كعب أنهما ليستا منه قال "صط "وله تأويل "و ض "على أنه يكفر وذكر في آخر تفسير أبي الليث رحمه الله حديث أن من زعم أنهما ليستا من القرآن فأولئك عليهم لعنة الله والملائكة والناس أجمعين ومثل هذا الوعيد إنما ورد في حق الكفار دون المؤمنين ولأن الأمة أجمعت بعد الصدر الأول على أنهما من القرآن والإجماع المتأخر يرفع الخلاف المتقدم والأول أقرب إلى الصواب إذ الإجماع المتأخر لا يرفع الخلاف المتقدم عند "حس "رحمهما الله على ما ذكره عامة المشايخ وعند علمائنا الثلاثة على ما ذكره "شخ "فبقي لهذا الكلام تأويل صحيح فلا يكفر به بخلاف ما لو أنكر آية أخرى من القرآن إذ لا تأويل له فيها(جامع الفصولين، ج۲ص۱۶۸،الفصل الثامن والثلاثون في مسائل الكلمات الكفرية)

ويكفر إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية منه إلا المعوذتين ففي إنكارهما اختلاف .والصحيح كفره وقيل لا وقيل إن كان عاميا يكفر وإن كان عالما لا (البحرالرائق، ج۵ص۱۳۱، كتاب السير، باب احكام المرتدين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور محقق فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تکفیر کے معاملے میں جہالت کو عذر قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ ایسے شخص کی طرف سے بعض اوقات کفر کا ارادہ نہیں ہوتا، نیز اختلاف اور ''عدمِ تکفیر'' کی ضعیف روایت کی صورت میں بھی عدمِ تکفیر پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(الثالث فی القرآن والأذكار والصلاة ونحوها) إذا أنكر آية من القرآن واستخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم فی الشرع أو عاب شيئا من القرآن أو خطء أو سخر بآية منه كفر إلا المعوذتين ففی إنكارهما اختلاف والصحيح كفره وقيل إن كان عاميا يكفر وإن كان عالما لا.

لكن ذهب بعض الفقهاء إلى عدم إيجاب الكفر(مجمع الانهر فی شرح ملتقى الابحر، ج ا ص ۶۹۳، كتاب السير، باب المرتد، ألفاظ الكفر أنواع)

[1] قال الحموی: إن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر إلا أنه أتى به عن اختيار فيكفر عند عامة العلماء، ولا يعذر بالجهل .وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر، وبه يفتی؛ لأن المفتی مأمور أن يميل إلى القول الذی لا يوجب التكفير، ولو لم يكن الجهل عذرا لحكم على الجهال أنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر، ولو عرفوا لم يتكلموا، قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف.

وروی أن امرأة فی زمن محمد بن الحسن قيل لها: إن الله يعذب اليهود والنصاری يوم القيامة، قالت: لا يفعل الله بهم ذلک فإنهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذلک فقال: ما كفرت فإنها جاهلة، فعلموها حتى علمت .

وقال فی مغنی المحتاج: يكفر من نسب الأمة إلى الضلال، أو الصحابة إلى الكفر، أو أنكر إعجاز القرآن أو غير شيئا منه، أو أنكر الدلالة على الله فی خلق السماوات والأرض بأن قال: ليس فی خلقهما دلالة عليه تعالى، أو أنكر بعث الله الموتى من قبورهم بأن يجمع أجزائهم الأصلية ويعيد الأرواح إليها، أو أنكر الجنة أو النار، أو الحساب أو الثواب أو العقاب أو أقر بها لكن قال: المرادبها غير معانيها، أو قال: إنی دخلت الجنة وأكلت من ثمارها وعانقت حورها، أو قال: الأئمة أفضل من الأنبياء، هذا إن علم ما قاله، لا إن جهل ذلک لقرب إسلامه، أو بعده عن المسلمين، فلا يكفر لعذره .وتفصيله فی مصطلح: (ردة) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۶ ص ۲۰۶، ۲۰۷، مادة ''جهل'' احكام الجهل)

قوله: وفی الخلاصة إذا تكلم بكلمة الكفر جاهلا إلخ.

قال البزازی فی شرح اللامية: واعلم أن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر إلا أنه أتى به عن اختيار يكفر عند عامة العلماء، ولا يعذر بالجهل.

وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر وبه يفتی؛ لأن المفتی مأمور أن يميل إلى القول الذی لا يوجب التكفير، ولو لم يكن الجهل عذرا الحكم على الجهال أنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر، ولو عرفوا لم يتكلموا (انتهى) .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسری بات یہ ہے کہ شیعہ فرقہ کی طرف منسوب بہت سے لوگ، ان کفریہ باتوں سے اختلاف کا اظہار اوران باتوں کے غلط، یا ماوّل ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف (انتهى)(غمز عيون البصائر فى شرح الأشباه والنظائر، ج٣ص ٣٠٤،الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق،حقيقة الجهل واقسامه)

وإن كان فى اعتقاده أنه يكفر به يكفر فيهما؛ لأنه رضى بالكفر حيث أقدم على الفعل الذى علق عليه كفره، وهو يعتقد أنه يكفر إذا فعله(فتح القدير ، ج٥ص٧٨، كتاب الأيمان، باب ما يكون يمينا وما لا يكون يمينا)

والحاصل أن من تكلم بكلمة الكفر هازلا أو لاعبا كفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاده ومن تكلم بها خطأ أو مكرها لا يكفر عند الكل ومن تكلم بها عالما عامدا كفر عند الكل ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بأنها كفر ففيه اختلاف والذى تحرر أنه لا يفتى بتكفير مسلم مهما أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ الكفر المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى منها انتهى لكن فى الدرر وإن لم يعتقد أو لم يعلم أنها لفظة الكفر ولكن أتى بها عن اختيار فقد كفر عند عامة العلماء ولا يعذر بالجهل وإن لم يقصد فى ذلك بأن أراد أن يتلفظ بلفظ آخر فجرى على لسانه لفظ الكفر فلا يكفر لكن القاضى لا يصدقه(مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر، ج ا ص٦٨٨، كتاب السير، باب المرتد)

وإن كان جاهلا فى ذلك لا يدرى ما يقول أو لم يكن له قصد فى ذلك لا يكفر(مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر، ج ا ص ٦٩١، كتاب السير، باب المرتد)

مطلب ما يشك فى أنه ردة لا يحكم بها (قوله قال فى البحر إلخ) سبب ذلك ما ذكره قبله بقوله وفى جامع الفصولين، روى الطحاوى عن أصحابنا لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه ثم ما تيقن أنه ردة يحكم بها وما يشك أنه ردة لا يحكم بها إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشك مع أن الإسلام يعلو وينبغى للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضى بصحة إسلام المكره .أقول: قدمت هذا ليصير ميزانا فيما نقلته فى هذا الفصل من المسائل، فإنه قد ذكر فى بعضها إنه كفر مع أنه لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل اهـ ما فى جامع الفصولين وفى الفتاوى الصغرى: الكفر شىء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر اهـ وفى الخلاصة وغيرها: إذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فى البزازية إلا إذا صرح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح وفى التتارخانية: لا يكفر بالمحتمل، لأن الكفر نهاية فى العقوبة فيستدعى نهاية فى الجناية ومع الاحتمال لا نهاية اهـ والذى تحرر أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء منها اهـ كلام البحر باختصار(ردالمحتار، ج٤ص ٢٢٣، ٢٢٤، كتاب الجهاد، باب المرتد)

رہا دِلوں کا معاملہ، تو وہ اللہ کے ساتھ ہے، اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، جیسا کہ صحیح احادیث میں یہ مضمون آیا ہے، اس میں بندہ کی مداخلت کا کیا مطلب؟ [1]

حضرت گنگوہی کی ''تذکرۃ الرشید'' کی اصل عبارت اس طرح ہے کہ:

فرمایا: میرے نزدیک تو ان کے علماء کافر ہیں، اور جہلاء فاسق (تذکرۃ الرشید، ج۲ص۲۸۶،ملفوظات،مطبوعہ:مکتبۃ الشیخ،سہارنپور،انڈیا)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ حقیقت شناس علماء کی تعداد، ناواقف علماء اور عوام کے مقابلے میں بہت کم ہوا کرتی ہے، جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگوں کو، عوام سے ہی سابقہ پیش آتا ہے۔

پس اس قول کی بناء پر کوئی یہ کہے کہ شیعہ فرقے کے اکثر لوگ مسلمان ہیں، تو اس پر نکیر اور طعن

---

[1] عن ابن عمر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلک عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام، وحسابهم على الله (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٥)

عن أنس بن مالک، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله، فإذا قالوها، وصلوا صلاتنا، واستقبلوا قبلتنا، وذبحوا ذبيحتنا، فقد حرمت علينا دماؤهم وأموالهم، إلا بحقها وحسابهم على الله (صحيح البخارى، رقم الحديث ٣٩٢)

عن أبى هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله، ويؤمنوا بى، وبما جئت به، فإذا فعلوا ذلک، عصموا منى دمائهم، وأموالهم إلا بحقها، وحسابهم على الله (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢١ "٣٤")

عن أبى هريرة، قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمرت أن أقاتل الناس بمثل حديث ابن المسيب، عن أبى هريرة، ح وحدثنى أبو بكر بن أبى شيبة، حدثنا وكيع، ح وحدثنى محمد بن المثنى، حدثنا عبد الرحمن يعنى ابن مهدى، قالا جميعا: حدثنا سفيان، عن أبى الزبير، عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله، فإذا قالوا: لا إله إلا الله عصموا منى دمائهم، وأموالهم إلا بحقها، وحسابهم على الله "، ثم قرأ: "إنما أنت مذكر لست عليهم بمسيطر "(صحيح مسلم، رقم الحديث ٢١ "٣٥")

عن أبى هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال يوم خيبر: لأعطين هذه الراية رجلا يحب الله ورسوله، يفتح الله على يديه قال عمر بن الخطاب: ما أحببت الإمارة إلا يومئذ، قال فتساورت لها رجاء أن أدعى لها، قال فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن أبى طالب، فأعطاه إياها، وقال: امش، ولا تلتفت، حتى يفتح الله عليک قال فسار على شيئا ثم وقف ولم يلتفت، فصرخ: يا رسول الله على ماذا أقاتل الناس؟ قال: قاتلهم حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، فإذا فعلوا ذلک فقد منعوا منک دمائهم وأموالهم، إلا بحقها وحسابهم على الله (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٤٠٥ "٣٣")

وتشنیع کے کوئی معنیٰ نہیں ہوں گے۔

حضرت گنگوہی کی اہلِ تشیع سے متعلق مزید تحریرات وفتاویٰ جات آگے آتے ہیں۔

مولانا قاسم نانوتوی کا دوسرا حوالہ

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے، اوردارُالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ایک مقام پر''سوانحِ قاسمی'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

غیبی مدداور حضرت والا (مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ) کی کرامت کا حال سنئے کہ حضرت نے وعظ شروع فرمایا، جس میں گاؤں کی تمام شیعہ برادری بھی جمع تھی، اور وہ وعظ اسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا، جس ترتیب سے اعتراضات لے کر (شیعہ) مجتہدین بیٹھے تھے، گویا ترتیب کے مطابق جب کوئی (شیعہ) مجتہد، اعتراض کرنے کے لیے گردن اٹھاتا، تو حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کر کے جواب دینا شروع فرمادیتے، یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہوگیا، اور شیعوں کے ان مقررہ شبہات کے مکمل حل سے گاؤں کے شیعہ اس قدر مطمئن اور منشرح ہوئے کہ اکثریت نے توبہ کرلی اور سنی ہوگئے۔

مجتہدین اور مقامی شیعہ چوہدریوں کو اس میں اپنی انتہائی سبکی اور خفت محسوس ہوئی، تو انہوں نے حرکتِ مذبوحی کے طور پر اس شرمندگی کو مٹانے، اور حضرت والا (مولانا محمد قاسم نانوتوی) کے اثرات کا ازالہ کرنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ایک نوجوان (شیعہ) لڑکے کا فرضی جنازہ بنایا، اور حضرت سے آ کر عرض کیا کہ حضرت نمازِ جنازہ آپ پڑھادیں، پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیر کہہ لیں، تو صاحبِ جنازہ اِک دَم اٹھ کھڑا ہوگا، اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزاء وتمسخر کیا

جائے، حضرت والا نے معذرت فرمائی کہ آپ لوگ شیعہ ہیں، اور میں سنی، اصولِ نماز الگ الگ ہیں، آپ کے جنازہ کی نماز مجھ سے پڑھوانے میں جائز کب ہوگی؟ شیعوں نے کہا کہ حضرت ''بزرگ'' ہر قوم کا ''بزرگ'' ہی ہوتا ہے، آپ تو نماز پڑھا ہی دیں۔

حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرمالیا، اور جنازہ پر پہنچ گئے، مجمع تھا، حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے گئے، آنکھیں سرخ تھیں، اور انقباض چہرہ سے ظاہر تھا۔

نماز کے لیے عرض کیا گیا، تو آگے بڑھے، اور نماز شروع کی۔

دو تکبیریں کہنے پر جب طے شدہ کے مطابق جنازہ میں حرکت نہ ہوئی، تو پیچھے سے کسی نے ''ہونھ'' کے ساتھ صاحبِ جنازہ کو اٹھ کھڑے ہونے کی سُسکاری دی، مگر وہ نہ اٹھا۔

حضرت نے (نمازِ جنازہ کی) تکبیراتِ اربعہ پوری کرکے اُسی غصہ کے لہجہ میں فرمایا کہ:

''اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا''

دیکھا گیا، تو مُردہ تھا، شیعوں میں (اپنے ایک نوجوان کے فوت ہونے پر) رونا پیٹنا پڑ گیا، اور بجائے حضرت والا کی سُبکی کے، خود ان کی سُبکی، اور سُبکی ہی نہیں، سَبکی موت آ گئی۔

(حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی) اس کرامت کو دیکھ کر باقی ماندہ شیعوں میں سے بھی بہت سے تائب ہو کر سنی ہو گئے (سوانحِ قاسمی، ج۲، ص۷۱، بعنوان ''اہلِ تشیع کے بارے میں اصلاحی اقدامات'' شائع شدہ: دارالعلوم دیوبند ''نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند'')

''کرامت'' میں اصل اختیار وقدرت اور حکم اللہ تعالیٰ ہی کا کارفرما ہوتا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ

اپنے مقبول بندہ کے اعزاز واکرام، یا دوسروں کے سامنے اس کی حقانیت ظاہر کرنے کے لیے، اپنے مقبول بندہ کے ذریعہ اس کا اظہار فرما دیتا ہے، یعنی قدرت کا ''مصدر'' اللہ کی ذات ہوتی ہے، اوراس کا ''مظہر'' مقبول بندہ ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ''معجزہ'' میں بھی اصل قدرت وحکم اللہ کا ہوتا ہے، اوراس کا اظہار نبی پر ہوتا ہے۔

کرامت اور معجزہ کی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے، جس میں غلط فہمی کی وجہ سے بعض لوگ شرک کی حدوں تک پہنچنے لگتے، اور بعض کرامت کے منکر ہوجاتے ہیں۔

بانیِ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، باوجودیکہ اہلِ تشیع کے باطل وفاسد عقائد ونظریات سے واقف تھے، اوران پر آپ کی گہری نظر تھی، لیکن پھر بھی آپ نے اہلِ تشیع کی نمازِ جنازہ پڑھادی، اگر آپ کے نزدیک تمام اہلِ تشیع واضح کافر ہوتے، تو اس شیعہ کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھاتے، کیونکہ کافر کی نمازِ جنازہ پڑھانا جائز نہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اہلِ تشیع علی الاطلاق کافر نہیں۔

مولانا قاسم نانوتوی کا تیسرا حوالہ

''سوانحِ قاسمی'' میں ہی مولانا قاسم نانوتوی کے واقعہ کے ضمن میں ہے کہ:

> ''امی پُور قاضی'' ہی کے شیعوں کے مطابق مولانا طاہر صاحب نے اپنے والد مولانا حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سیدنا الامام الکبیر جس زمانے میں ''پور قاضی'' پہنچے تھے، تو اتفاقاً یہ محرم کا مہینہ تھا، حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر ''پور قاضی'' کے شیعوں کو ہوئی، تو ایک وفد ان کے سر برآوردوں کا خدمتِ گرامی میں حاضر ہوا، اور یہ خواہش کی کہ ماتم کی مجلس میں شریک ہوکر ''پور قاضی'' کے شیعوں کو ممنون فرمایا جائے۔
>
> خلافِ توقع بجائے انکار کے حضرت نے فرمایا کہ میری ایک شرط بھی منظور کی جائے، تو میں اس مجلس میں شریک ہوسکتا ہوں، جو شرط پیش کی گئی، اسی سے اندازہ

ہوتا ہے کہ شیعوں کے ساتھ حضرت والا کے قلبی تعلق کا کیا حال تھا، شرط یہ تھی کہ ''اسی مجلس میں جو کچھ عرض کروں، اسے سن لیں''۔

وفد نے اس شرط کو منظور کرلیا، مگر اسی کے ساتھ ان کی طرف سے مزید مطالبہ پیش ہوا کہ ''آپ کے وعظ سے پہلے مجلس ہوگی، اس میں حلوہ بھی تقسیم ہوتا ہے، وہ بھی آپ کو قبول کرنا پڑے گا''۔

آپ نے اس اضافہ کو بھی مان لیا اور حسبِ وعدہ ماتم کی مجلس میں حاضر بھی ہوئے، حلوہ جو دیا گیا، اسے بھی لے لیا، جب شیعوں کی پیش کردہ شرائط پوری ہوگئیں، تب ماتم کی اسی مجلس میں حضرت والا نے کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور وصیت:

''ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی''

''میں تم میں دو بھاری چیزوں کو چھوڑتا ہوں، اللہ کی کتاب، اور اپنی اولاد''

پر ایک مفصل ومبسوط تقریر فرمائی۔

سننے والے خلاصہ یہ بیان کرتے تھے کہ ہدایت کے لیے حضرت والا نے فرمایا ''علم وعمل دو ہی چیزوں کی ضرورت ہے، علم کے لیے تو اللہ کی کتاب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترتِ پاک میں نسلی مناسب کی وجہ سے عمل کی صلاحیت نسبتاً زیادہ ہونی چاہیے''

الغرض ماتم کی اس مجلس میں اسی اجمال کی تفصیل کچھ ایسے رنگ میں کی گئی کہ بجائے ماتم کے وہ تبلیغ کی مجلس بن گئی، روایت کے آخر میں مولانا طاہر صاحب نے اپنے والد ماجد کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اطلاع دی ہے کہ:

''اس وعظ کے بعد بہت سے لوگوں نے توبہ کی''

بظاہر اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ شیعی عقائد سے تائب ہوکر لوگ سنی بن گئے۔

اس میں شک نہیں کہ علمی وقار وعظمت کے رکھ رکھاؤ کے لیے عموماً مولویوں نے جن پابندیوں کی رعایت کو ضروری ٹھہرا لیا ہے، فطرتاً سیدنا الامام الکبیر (یعنی حضرت نانوتوی) کی نظر میں ان کو چنداں اہمیت حاصل نہ تھی۔

مولوی حامد حسین ''مجتہد شیعہ'' کے گھر میں جس شان سے آپ (یعنی حضرت نانوتوی) تشریف لے گئے، خود اس واقعہ سے بھی آپ کی اُفتادِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک موقع پر ''ہدیۃُ الشیعہ'' میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے، یعنی خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن کی اشاعت ونشر میں چونکہ غیر معمولی حصہ تھا، گویا قرآن کے معلم اور استاد ہونے کی حیثیت ان کو حاصل ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ شیعہ باوجود غیر معمولی کدوکاوش کے قرآن کو زبانی یاد کرنے میں عموماً کامیاب نہیں ہوتے، یہ دلیل ہے کہ استاد کے باطنی فیض سے وہ محروم ہیں، اسی عام مشہور تجربہ کی تائید اپنے چشم دید مشاہدہ سے فرماتے ہوئے آپ نے شیعوں کے ایک عالم، جن کا نام ''مولوی جعفر علی'' تھا، اور شیعوں کے دہلی میں پیش امام تھے، اپنے زمانہ میں ان کی ہستی دہلی کے شیعوں کا مرجع بنی ہوئی تھی، اور مشہور تھا کہ ''مولوی جعفر علی صاحب'' قرآن کے حافظ ہیں، ان ہی کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا الامام الکبیر (مولانا نانوتوی) نے لکھا ہے کہ:

''ان کے حفظ کی یہ کیفیت ہے کہ رمضان شریف میں غدر سے پہلے بچشمِ خود، اس احقر نے دیکھا ہے کہ جلسہ تلاوتِ قرآن میں جو دن کو نواب حامد علی خان کی مسجد میں ہوا کرتا تھا، مثل دیگر حضار شیعہ مذہب ''حمائل'' میں دیکھ دیکھ پڑھتے تھے، اس پر بھی دو جگہ غلط پڑھ گئے'' (ہدیۃُ الشیعہ، ص ۷)

ظاہر ہے کہ حامد علی خان کی مسجد میں یہ جلسہ جیسا کہ معلوم ہوتا ہے، خاص شیعوں کی طرف سے منعقد ہوتا تھا، اور گو واقعہ ''غدر'' سے پہلے کا ہے، عمر حضرت والا کی زیادہ

نہ ہوگی، ممکن ہے طالب علمی کے دنوں کی بات ہو، لیکن اس زمانہ میں خانوادہ ولی اللّٰہی کی وجہ سے شیعوں اور سنیوں کی باہمی کشمکش جس حد تک پہنچ چکی تھی، اس کے لحاظ سے میں تو اس کو بھی حضرت والا کی طبعی راست مزاجی ہی کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔

کچھ بھی ہو، کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ''پور قاضی'' کے شیعوں کی ماتمی مجلس میں آپ کی شرکت، اور اسی مجلس میں حلوے کا قبول فرمانا، ایک ایسا واقعہ تھا کہ ''پور قاضی'' کے سنیوں میں معلوم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کافی کھلبلی مچ گئی، عام سنی مسلمانوں پر علمائے اہلُ السنۃ والجماعۃ کی وجہ سے اس زمانہ میں قَدغن تھا کہ شیعوں کی ماتمی مجالس میں شرکت سے بھی پرہیز کریں، اور ان مجالس میں جو چیزیں تقسیم ہوتی ہیں، ان کو نہ لیا کریں۔

مولوی طاہر صاحب کی روایت میں ہے کہ حضرت والا سے پوچھنے والوں نے جب پوچھا، تو پہلے کچھ اعراض فرمایا گیا، لیکن جب زیادہ اصرار اس کی طرف سے بڑھا، تب لکھا ہے کہ واقعہ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

''بھائی اگر کوئی قوی آدمی تھوڑا سا زہر کھالے، تو اس کے حق میں وہ نقصان نہیں کرتا، لیکن اسی زہر کو ضعیف اگر کھا جائے، تو مر جائے''

اور اسی کے بعد دل کی جو بات تھی، اس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا گیا کہ:

''ان کی مجلس میں شریک ہو کر اگر میں نے حلوا لیا، اور قبول کر لیا، تو ان کی مجلس میں کلمۂ حق بھی تو پہنچا دیا''

روایت جس طریقے سے ہم تک پہنچی ہے، اعتماد کی کافی ضمانت اپنے اندر رکھتی ہے، اور گو یہ ایک جزئی واقعہ ہے، لیکن تبلیغی فرائض سے صحیح معنوں میں سبکدوشی کی اثر آفریں اور نتیجہ خیز راہ یہی ہو سکتی ہے، مگر شرطِ اول اس راہ میں یہی ہے کہ جبہ و دستار کے خود تراشیدہ احترامی وساوس سے دل و دماغ کو پاک کر کے فرض کے

حقیقی احساس کو اپنے اندر زندہ اور بیدار کیا جائے۔

ایک مشہور معروف بزرگ نے لکھنو میں فقیر سے ایک دفعہ کہا تھا، ان کی بات یاد آتی ہے، ذکر شیعہ اور سنی مباحثوں اور مناظروں کا ہو رہا تھا، اسی آسمان کے ایک نجمِ ثاقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، اللہ کے اسی فقیر نے مجھ سے پوچھا کہ نصف صدی کی تحریری وتقریری کوششوں کا نتیجہ ان کے سوا کیا ہوا؟ کیا تم نے سنا کہ کوئی شیعہ، سنی ہوگیا ہو؟ اپنی معلومات کی حد تک نفی کے سوا، خاکسار اور اس کا جواب کیا دے سکتا تھا، پھر بعض واقعات اپنے سنائے، اور بتایا کہ فلاں فلاں آدمی کٹر شیعہ تھے، لیکن تقریر وتحریر کی ہنگامہ آرائیوں کے بغیر بحمداللہ، اسلام کی صادق اور سچی روح کے پانے میں وہ کامیاب ہوگئے ہیں (سوانحِ قاسمی، ج۲، ص۶۶ تا۶۹، بعنوان ''پور قاضی کے شیعوں کا واقعہ'' شائع شدہ: دارالعلوم دیوبند ''نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند'')

مذکورہ واقعات سے معلوم ہوا کہ اکابر ومشائخِ دیوبند اہلِ تشیع سے اختلاف واصلاح کا جذبہ رکھتے تھے، لیکن اہلِ تشیّع کے متعلق وہ تکفیر بازی کے بجائے اصلاح اور حکمت کے پہلو پر عمل پیرا تھے، اور اس مقصد کے لیے اہلِ تشیّع سے ربط وتعلق اور نشست وبرخواست بھی رکھتے تھے، جس کی وجہ سے اہلِ تشیع کی جہالت وضد ختم ہوکر اصلاح ممکن اور سہل ہوا کرتی تھی۔

جبکہ اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا واقعہ آگے آتا ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی کا چوتھا حوالہ

بانیِ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی ایک دوسری تالیف ''اجوبہ اربعین'' میں ہے:

خوارج کو مرتد نہیں کہہ سکتے، وہ بدعتی تھے.........اور حق یہ ہے کہ خوارج بدعتی

ہیں، پرپرَلے درجے کے بدعتی، جیسے شیعہ، ویسے ہی خوارج، ہاں بوجہ سب وشتم افضلُ الصحابہ، اگر روافض کو خوارج سے بڑھ کر کہیے، تو بجا ہے (اجوبہ اربعین، حصہ اول، ص۹۴، ۹۵، جواب، سوال ہشتم)

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بعض عربی عبارات میں صحابہ، بطورِ خاص شیخین پر سب وشتم کرنے کو ''کفر'' لکھ دیا گیا ہے، جس کی بعد میں بعض علماء نے اتباع کی، مگر وہ مرجوح قول ہے۔

اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اہلُ الاھواء فرقوں، مثلاً شیعہ، خوارج، معتزلہ وغیرہ کے مذاہب واقوال کی تردید کی بحث کے ضمن میں، جو کفر کا الزام عائد کیا جاتا ہے، مثلاً یہ کہ فلاں قول قرآن کے خلاف ہے، یا فلاں کفریہ چیز کو مستلزم ہے، تو یہ ''لزومِ کفر'' کی بات ہوتی ہے، اس سے ''التزامِ کفر'' سمجھ کر دوسرے پر جھٹ سے کفر کا حکم عائد کرنا، درست نہیں ہوا کرتا، کیونکہ ''مذہب کا لازم، مذہب'' نہیں ہوا کرتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بانیِ دارالعلوم دیو بند، مولانا قاسم نانوتوی کی مذکورہ بالا رائے بھی علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کے پہلے ذکر شدہ فتاویٰ کے موافق ہے۔ [1]

---

[1] علامہ عبدالحیٔ لکھنوی (المتوفیٰ: 1304ھ) کے متعدد، محقق فتاویٰ، اہلِ تشیع کے متعلق پہلے نقل کردیئے گئے ہیں، اور بانیِ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی (المتوفیٰ: 1297ھ) کے حوالہ جات اوپر ذکر کردیئے گئے ہیں، جبکہ یہ دونوں حضرات ایک زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان دونوں کے درمیان باہمی محبت اور الفت کا رشتہ بھی قائم تھا۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات میں ہے کہ:

مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کی عمر غالباً چالیس سال کی بھی نہیں ہوئی، مولانا گو باقاعدہ کسی شیخ کے پاس نہیں رہے، مگر رات دن چونکہ کتاب وسنت کی خدمت میں مشغول رہتے تھے، اس کی یہ سب برکت تھی، جو اِن کے حالات سے ظاہر ہے، جس میں بڑی نعمت مقبولین سے محبت تھی، چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب بیمار ہوئے، تو ایک روز فرمایا کہ ککڑیوں کو جی چاہتا ہے، ان (مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی) کو خبر ہوگئی، بڑے اہتمام کے ساتھ لکھنؤ سے ککڑیاں بھیجیں، جس وقت مولانا (محمد قاسم صاحب نانوتوی) نے ''تحذیر الناس'' لکھی ہے، کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی، بجز مولانا عبدالحیٔ صاحب کے، مولانا کو ہمارے بزرگوں سے بے حد عقیدت اور محبت تھی (الافاضات الیومیہ، جلد: ۵، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۵ص ۲۹۵، ۲۹۶، ۴ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ، ملفوظ نمبر ۳۱۴، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: شوال ۱۴۲۳ھ)

مولانا قاسم نانوتوی کا پانچواں حوالہ

مولانا قاسم نانوتوی نے اپنے ایک مکتوب میں خوارج اور شیعوں، اور دوسرے اہلِ اھواء واہلِ بدعت فرقوں پر مومن، یا کافر ہونے کا یکطرفہ، اور متعین حکم لگانے سے اجتناب کا موقف اپنایا ہے، اور ان کی حالت کو نور وایمان کے بین بین قرار دیتے ہوئے، ان سے مناکحت وغیرہ کا رشتہ قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

فیوضِ قاسمیہ والے نامی مجموعہ مکاتیب میں سیدنا الامام الکبیر کا یہی ایک خط پایا جاتا ہے، جس میں شیعوں کے متعلق بعض دلچسپ حکیمانہ نکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والا نے شیعوں کے دین کو برزخی دین قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

''بلحاظ آنکہ کلمۂ شہادت بر زبان ودر جنان است، وصوم وصلاۃ وحج وزکاۃ وغیرہا اعمالِ اسلامیان کہ اعمالِ دینِ اسلام باشند''

یعنی نماز وروزہ، حج وزکاۃ، وغیرہ اسلامی اعمال کے ساتھ شیعہ بھی ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی تصدیق کرتے ہیں، دل سے بھی مانتے ہیں، اور زبان سے بھی اسی کا اقرار کرتے ہیں، یہ پہلو تو شیعوں کا اسلامی ہے، اور اسی کے ساتھ:

''منجملہ اعمال وافعال شان وعقائدِ باطلہ واھواءِ زائغہ شعار شان است وبدعاتِ شنیعہ ومعمولاتِ قبیحہ کردار شان''

ایک پہلو شیعوں کی دینی زندگی کا یہ بھی ہے کہ اس قسم کی باتیں چونکہ:

''از آثارِ کفر چہ انجام کفر ہمین مخالفتِ قرآن وحدیث باشد''

ان ہی وجوہ کی بنیاد پر آپ نے لکھا ہے کہ شیعوں کا دین کفر واسلام کے درمیان ایک قسم کا برزخی دین ہے کہ:

''برزخ ہمان است کہ از ہر طرف اثرے بخود کشد و مظہر آثارِ اطراف خود گردد''

خلاصہ یہ کہ غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں شیعوں کی مذکورہ بالا امتیازی خصوصیتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، سنیوں کے بعد، شیعہ ہی اس کے مستحق تھے کہ ان کی طرف توجہ کی جائے، اوراس سلسلہ میں بھی جو کچھ آپ سے ہوسکتا تھا، کرتے رہے (سوانحِ قاسمی، ج۲ص۶۳، ۶۴، بعنوان''اہلِ تشیع کے بارے میں اصلاحی اقدامات'' شائع شدہ: دارالعلوم دیوبند''نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند'')

ہم نے فارسی زبان میں مولانا نانوتوی کے فیوضِ قاسمیہ والے مذکورہ مکتوب کو ملاحظہ کیا۔

مولانا نانوتوی کے اس فارسی مکتوب کے شروع میں عبارت اس طرح ہے:

حامداً ومصلیاً! شیعہ وخوارج وغیرہم اہلِ بدعت واھواء، نہ مومن اند، ونہ کافر، وہم مومن اند، وہم کافر، الغرض قسمی دگر اند، مگر نہ ہمچو آبِ مشکوک کہ در واقع، یا طاہر است، یا نجس، ونہ ہمچو زرد وسرخ مراتب متوسطہ فیما بین سیاہ وسفید کہ ہمسنگ وہم پلہ اطراف خود باشند، بلکہ کیفیتِ حال شان، حالتِ خطی ماند کہ حدِ فاصل فیما بین نور وسایہ بود، آن خط چنانکہ نہ نور است ونہ سایہ، وبلحاظ آنکہ باہمہ وحدۃ وبساطت وعدمِ انقسام عرض قائم است، بہر دوطرف ورابطہ اتصال وتحدید بہر دو جانب بیک نہج دارد ہم نورانی است، وہم ظلمانی، ہمچنان شیعان وخوارج وغیرہم نہ از زمرہ مومنان اند کہ تابع قرآن وحدیث ومتبع کتاب واہلِ سنت باشند ونہ از گروہِ کافران اند کہ منکرِ توحید ورسالت باشند ومکذبِ قرآن وحدیث باشند وبلحاظ آنکہ کلمۂ شہادت برزبان ودر جنان است وصوم وصلاۃ وحج وزکاۃ وغیرہا اعمالِ اسلامیان کہ اعمالِ دینِ اسلام باشند، منجملہ اعمال وافعال شان وعقائدِ باطلہ واھواءِ زائغہ شعار شان است، وبدعاتِ شنیعہ ومعمولاتِ قبیحہ کردارشان، ہم مومن اند، وہم کافر، چہ اول از آثارِ ایمان است، وثانی از آثارِ کفر، چہ انجامِ کفر

ہمین مخالفتِ قرآن وحدیث باشد۔

اکنون تعبیر حال شان درخور افہامِ عوام این است کہ ہمچو مخنثان اند کہ نہ مرد باشند نہ زن۔

وبیانِ کیفیت احوالِ شان بطوریکہ مطابق انفاس خواص آید این است کہ برزخ اند فیما بین مومن وکافر وازین سخن ہویدا شدہ باشد کہ واسطہ مخترعہ معتزلہ کہ چیزِ دگراست واین برزخ چیزِ دگر، مسقط اشارہ شان مرتبہ ایست کہ ہمچو مراتب متوسطہ الوان فیما بین سیاہ وسفید ہمسنگ اطراف خود باشد وحقیقہ این برزخ حدی است فاصل یا گوئی ملتقی الجانبین وپیداست کہ ازین تا ازان فرقی است ہمچو فرق زمین و آسمان درواسطہ مزعومہ معتزلہ واسطہ ہم زیر ہمان مقسم سرنہد کہ اطراف اوسرنہادہ باشند وچون قسم ہمہ تن مستقل ومبائن بود وازاحکام اطراف او چیزے باونرسد ودرین قسم کہ احقر بغرض آن پرداخت واسطہ مجمع الحرین ودریوزہ گرطرفین بود چہ برزخ ہمان است کہ از ہرطرف اثری بخود کشد ومظہر اثار اطراف خود گردد۔

وشاہدقولِ من خودزبان حال شان ست قدری معروض شدہ۔

وقدرِ دگر بشنو حضرت علی رضی اللہ عنہ خوارج را تہ تیغ بیدریغ خود کردند، امانہ اموالِ شان را بتاراج بروندونہ زن وفرزندشان را بقصد تسری بزندان سپرد ند اول اگروہم کفرشان بدل میزند ثانی خدشہ اسلام شان پیشروی نہد ہرکہ بتکفیر شان رفت نظرش باول است وبیکوجہ بجاست وہرکہ فتوی باسلام شان داد نظرش برثانی است وبیکوجہ زیبا اکنون سرِسخن باید گفت وازنتیجہ کلام اطلاع باید داد حفظ اموال وننگ وناموس شان ثمرہ آن دردمندی محبت فی اللہ است کہ بلحاظ جہتِ ایمان شان ضروریست وقتل وقمع اوشان وتطہیر عالم بآب شمشیر ازآلایش وجود ناپاک شان از آثارآن بغض فی اللہ است کہ بخیال جہت کفرشان لابدی منع ابتداء بالسلام ہم

ازین رواست ونہی مواکلت ومشاربت وعیادت وحضورِ جنازہ ہم ازین سواست، مگر چون اینست نکاح بادشان ہم حرام بود وذبیحہ شان ہم ناروا باشد (مقالاتِ حِجۃ الاسلام، ج۹، ص۴۳، ۴۴، فیوضِ قاسمیہ، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، پاکستان، تاریخِ اشاعت: ۱۴۴۱ھ)

اس مکتوب کے آخر میں مولانا نانوتوی نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ یہ تجویز، شاید ناظرین کے لیے پریشانی اور عوام کے لیے حیرانی کا باعث بنے، لیکن میں نہ مفتی ہوں، اور نہ افتاء کا سامان میرے پاس ہے، اور گو یہ طرزِ اثبات جدید ہے، لیکن مطلب پہلے حضرات کے مطابق ہے۔ چنانچہ اپنے اس مکتوب کے آخر میں مولانا نانوتوی نے تحریر فرمایا کہ:

ایں تجویز شاید سرمایہ پریشانی ناظران وموجب حیرانی ابناء روزگار شود، مگر چہ کنم مفتی نیم ونہ سامان افتاء در بردارم، انچہ رقم زدم بپاس خاطر سامی رقمز دم وی ترسم مبادا بہ تہمت مخالف اکابر اہلِ سنت بندہ را بیوجہ ابناءِ روزگار مجرم قرار دادہ غوغا کنند وقیامت برسرم بپا کنند، فقط باعتماد حسن فہم جناب ارسال کردہ عرض مے کنم کہ طرزِ اثباتِ مطالب، گوجدیداست، مگر مطالب ہمان اندکہ پیشییان گفتہ اند (ایضاً، ص۴۷)

مذکورہ مکتوب میں مولانا نانوتوی نے شیعہ وخوارج اور دیگر اہلِ اھواء واہلِ بدعت، سب ہی کے متعلق مومن وکافر، ہونے، نہ ہونے کا حکم بیان کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ جمہور کے نزدیک اہلِ اھواء واہلِ بدعت کے یہ فرقے، اہلِ سنت سے تو خارج ہیں، لیکن کافر نہیں، بلکہ وہ اہلِ بدعت میں داخل ہیں، جیسا کہ ان کے مقابلہ میں اہلِ سنت کے نام سے واضح ہے۔

جمہور کے نزدیک خوارج کی عدمِ تکفیر، اور حضرت علی کے اُن سے مقاتلہ کی وجہ پر کلام پہلے علامہ ابنِ تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کے حوالہ جات کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ **عندالجمہور** ان سے قتال ''کفر'' کے سبب سے نہ تھا، بلکہ بغاوت کے سبب سے تھا، اسی وجہ سے اکثر فقہائے کرام اِن کی نمازِ جنازہ کے بھی قائل ہیں، ان کے نزدیک استغفار کی ممانعت کا کوئی مطلب نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھے جانے کی وجہ،

اِن کا کفر نہیں، بلکہ مسلمانوں سے محاربہ ومقابلہ کرنا ہے، تاکہ ان کی اہانت ہو، اور دوسروں کو ان کے برے فعل سے زجر وتنبیہ ہو، اور جمہور کے نزدیک خوارج سے نکاح وتوارث بھی حرام نہیں، اور ان کے کفر کا حکم صرف بعض اہلُ الحدیث حضرات نے لگایا ہے، جن کی کسی نے موافقت نہیں کی، اور مجتہدین کے مقابلہ میں غیر مجتہد کے قول کا اعتبار نہیں۔ [1]

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی، اور شاہ عبد العزیز دہلوی کے حوالہ جات پہلے ذکر کئے جاچکے ہیں، جو اس مسئلہ میں مولانا نانوتوی کا بنیادی ماخذ ہیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ''السیف المسلول'' کی طبرانی کی حضرت فاطمہ سے مروی ایک روایت کی بناء پر مولانا نانوتوی نے مذکورہ مکتوب میں عدمِ نکاح کا حکم نقل کیا ہے، اس روایت کی تصدیق وتحقیق کی ضرورت

---

[1] وأكثر الفقهاء يرون أنهم بغاة، ولا يرون تكفيرهم، وذهبت طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون .وقال ابن المنذر: لا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وذكر ابن عبد البر أن الإمام عليا رضى الله عنه سئل عنهم: أكفار هم؟ قال: من الكفر فروا .قيل: فمنافقون؟ قال: إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلا .قيل فما هم؟ قال: هم قوم أصابتهم فتنة، فعموا وصموا، وبغوا علينا، وقاتلوا فقاتلناهم .وقال لهم: لكم علينا ثلاث: لا نمنعكم مساجد الله أن تذكروا فيها اسم الله، ولا نبدؤكم بقتال، ولا نمنعكم الفيء ما دامت أيديكم معنا(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج۸ص ۱۳۰، ۱۳۱، مادة " بغاة ")

الحكم عليه بالكفر مشكل، لما فى الاختيار اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر فى فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة. والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين، نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۷، كتاب الجهاد، باب المرتد)

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء ونحوهم مع ما ثبت عن أبى حنيفة والشافعى من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وإن لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا فى طلب الحق(منحة الخالق، ج۵، ص ۱۵۱، باب أحكام المرتدين)

ہے،اور''السیف المسلول'' کا ماخذ''ابوالنصر،نصیر الدین محمد'' کی تالیف ہے،جیسا کہ گزرا،اس لیے ممکن ہے کہ مولانا نانوتوی نے مذکورہ کتاب سے ہی یہ روایت لی ہو۔ [1]

''السیف المسلول'' میں بعض جگہ سبِ شیخین کے کفر کی عبارات نقل کردی گئیں ہیں، جو مرجوح قول پر مبنی ہیں،اور کئی روایات روافض کے قتل وتکفیر کی نقل کردی گئی ہیں،جن کی وجہ سے روافض پر تکفیر کا حکم لگتا ہے،لیکن وہ روایات سند کے اعتبار سے یہ قابلیت نہیں رکھتیں کہ ان کی وجہ سے کسی کی تکفیر وقتل کا حکم صادر کیا جائے،جبکہ اس طرح کے مضمون کی احادیث زیادہ معتبر اسناد کے ساتھ''خوارج'' کے متعلق مروی ہیں،لیکن جمہور نے ان کی وجہ سے خوارج کی تکفیر کا حکم نہیں لگایا،اور حسبِ قاعدہ احتیاط وتاویل کو اختیار فرمایا۔

اورقاضی ثناء اللہ پانی پتی خود اپنی مذکورہ کتاب میں فرما چکے ہیں:

''مذکورہ بالا آیات کے عموم میں کفار کے ساتھ ساتھ، وہ گروہ بھی آجاتے ہیں، جن کے عقائد ان کے مشابہ ہیں،خوارج وروافض وغیرہ وغیرہ، یا یوں کہیں کہ روافض وخوراج کو قیاس کرکے (سورہ ھود کی) اس آیت:

''لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم''

کے حکم میں داخل کیا جائے گا،لہٰذا جو کام محبت کی زیادتی کا باعث بنتے ہیں،مثلاً سلام کہنا، ہدیے بھیجنا، ان کے ساتھ ہم نشینی کرنا، ان کے بیمار کی عیادت کرنا، وغیرہ، جائز نہیں ہیں،اوران کی اقتداء میں نماز پڑھنا،اوران کا جنازہ پڑھنا مکروہ

---

[1] اس طرح کی روایت تو طبرانی،اوردوسری کتبِ حدیث میں دستیاب نہ ہوسکی،البتہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ روایت مراد ہو،جس میں رافضہ کے مشرک ہونے کا ذکر ہے،تو وہ شدید ضعیف ہے۔

عن فاطمة بنت محمد -صلى الله عليه وسلم -رضوان الله عليهم قالت :نظر النبي -إلى علي رضى الله عنه، فقال :هذا في الجنة، وإن من شيعته قوما يعلمون الإسلام، ثم يرفضونه لهم نبز يسمون الرافضة من لقيهم فليعلم بأنهم مشركون.. ضعيف جدا من أجل تليد بن سليمان كذبه غير واحد..وله شاهد من حديث أم سلمة رضى الله عنها.وهذا إسناد ضعيف جدا فيه سوار بن مصعب وهو متروك(تحقيق المطَالبُ العَاليَةُ،لسعد بن ناصر الشَّثري،ج١٢،ص٥٤٤،باب الرفض)

ہے (السیف المسلول، ص۵۱۴، ساتواں مقالہ ''بعض اہم مسائل کی تحقیق'' بعنوان ''مبتدعین کے ساتھ دوستی حرام ہے''، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

اور مذکورہ تالیف میں ہی آگے یہ بھی فرما چکے ہیں کہ:

اسی طرح رافضیہ، خارجیہ، عورت کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے (ایضاً، ص۵۱۵)

نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ''تفسیرِ مظہری'' میں تکذیبِ تاویلی کو ''ھویٰ وبدعت'' کا نام دیا ہے، اور اس کی مثال میں روافض اور خوارج وغیرہ کے اقوال کا ذکر فرمایا ہے۔ [1]

لہٰذا عام کفار کی ''غیر تاویلی تکذیب'' اور اہلِ اھواء کی ''تاویلی تکذیب'' میں جو فرق ہے، وہ اہلِ اھواء کی تکفیر کے لیے مانع ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب کی ''مالا بدمنہ'' کے آخر میں ''کلماتِ کفر'' کے ذیل میں ہے:

جن کے عقیدے اہلِ سنت والجماعت کے برخلاف ہیں، مثل روافض اور خوارج اور معتزلہ، اور غیر اِن کے جو فرقۂ باطلہ ہیں کہ دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں، ان کے کفر میں اختلاف ہے۔

''منتقی'' میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتا ہوں میں (مالا بدمنہ، ص۱۰۹، باب کلمات الکفر، اردو ترجمہ: مولانا محمد نور الدین، ناشر: ایچ ایم سعید، کراچی)

ظاہر ہے کہ اس اختلاف سے، امام ابوحنیفہ، اور جمہور کے مقابلہ میں بعض اہلُ الحدیث کا اختلاف ہی مراد ہے، جس کی دلیل اہلِ سنت کے برخلاف تمام فرقوں کا ذکر کرنا ہے۔

اور مولانا نانوتوی کی ''ہدیۃ الشیعۃ'' وغیرہ کا ماخذ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تحفۂ اثنا عشریہ ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ کی ایک عبارت کی توضیح کرتے ہوئے، شیعہ وخوارج سے نکاح وتوارث جائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہونے کو تسلیم کیا ہے،

---

[1] قلت والكبائر على ثلاثة مراتب، المرتبة الاولى وهى اكبر الكبائر الإشراك بالله ويلتحق به كل ما فيه تكذيب بما جاء به النبى صلى الله عليه وسلم وثبت بدليل قطعى اما تكذيبا صريحا، بلا تأويل ويسمى كفرا او بتأويل ويسمى هوى وبدعة كاقوال الروافض والخوارج والقدرية والمجسمة وأمثالهم (التفسير المظهرى، القسم الثانى من الجزء الثانى، ص ۹۰، سورة النساء، تحت رقم الآية ۳۱)

اور ان کے کفر کے قول کو ''لزومی کفر'' نہ کہ ''التزامی کفر'' یہاں تک کہ ''اخروی کفر'' قرار دیا ہے۔ چنانچہ ہم شاہ عبدالعزیز دہلوی کا درجِ ذیل حوالہ پہلے نقل کر چکے ہیں:

اب اس پر فتویٰ ہے اور اسی کو ترجیح ہے کہ یہ شیعہ بھی خوارج کے مانند احکامِ اخروی میں کافر ہیں۔

اور تحفۂ اثنا عشریہ کی عبارت کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ خوارج بالاتفاق احکامِ اخروی میں کافر ہیں۔

اور دنیوی احکام میں یہ احتمال ہے کہ خوارج بعض علمائے کرام کے نزدیک مسلمان ہیں، حتیٰ کہ خوارج اور اہلِ حق میں باہم نکاح جائز ہے، ان میں ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے وارث ہو سکتے ہیں، ایسا ہی شیعہ کے بارے میں احکامِ اخروی میں اختلاف نہیں، صرف احکامِ دنیوی میں اختلاف ہے، تو فی الواقع شیعہ اور خوارج میں کچھ فرق نہیں (فتاویٰ عزیزی، ص: ۴۱۰، بابُ العقائد، بعنوان: خوارج اور شیعہ میں مساوات کا وہم اور اس کا ازالہ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

اس سلسلہ میں ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کی مکمل عبارت بھی پہلے نقل کی جا چکی ہے، جس سے معلوم ہو چکا کہ اختلافِ علماء سے مراد جمہور کے مقابلہ میں بعض اہلُ الحدیث کا قول، یا بعض کا تکفیرِ صحابہ، یا سبِ شیخین کو کفر قرار دینا ہے، جو کہ راجح نہیں، بلکہ مذکورہ حکم تسامح پر مبنی ہے، البتہ اختلاف کی صورت میں نکاح وتکفیر میں احتیاط کا معاملہ الگ ہے، کما سیجیئ۔

ممکن ہے کہ مولانا نانوتوی نے مختلف اقوال میں جمع وتطبیق کرتے ہوئے، واضح کفر، یا ایمان کا حکم لگانے سے اجتناب فرمایا ہو، اور دونوں طرف سے احتیاطوں کو جمع فرمایا ہو، جیسا کہ مذکورہ مکتوب میں ''خوارج کے متعلق ذکر کردہ اختلاف سے معلوم ہوتا ہے'' جس کے پیشِ نظر مولانا نانوتوی کے اس مکتوب کی اگر یہ تاویل کی جائے کہ ان کا مقصود ایک جدید انداز میں جمہور کے مقابلہ میں خوارج وشیعہ کی تکفیر کرنا، یا ان پر سیاستِ کافرانہ جاری کرنا نہیں تھا، بلکہ

اس سے بچانا مقصود تھا، اسی لئے انہوں نے خوارج وشیعہ کی واضح تکفیر سے اجتناب فرمایا، اوران کی غرض یہ تھی کہ خوارج وشیعہ واہلِ اھواء کی صحبت ومناکحت وغیرہ کے آثارِ بد سے محفوظ رکھا، اور احتیاط کو بروئے کار لایا جائے، تو اس حدتک اس کو جمہور اور خود مولانا نانوتوی کی دیگر تحریرات وواقعات کے مخالف قرار دینے کی ضرورت نہ ہوگی، ورنہ تو ایمان وکفر کے درمیان ایک اور درجہ قرار دینے کا قول ''معتزلہ'' کا ہے، نکاح وتکفیر میں احتیاط کی مزید فقہی توضیح حضرت تھانوی کی اہلِ تشیع کے متعلق آخری تحقیق میں مذکور ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس سلسلہ کی اپنی آخری تحریر میں فرمایا:

اگر کسی خاص شخص کے متعلق، یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو، خواہ تردد کے اسباب، علماء کا اختلاف ہو، خواہ قرائن کا تعارض ہو، یا اصول کا غموض ہو، تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے، نہ اسلام کا۔

حکمِ اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، اور حکمِ ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی نہ اس سے عقدِ مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ اس پر سیاستِ کافرانہ جاری کریں گے۔

اگر تحقیق کی قدرت ہو، اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے، اوراس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو، ویسے احکام جاری کریں گے، اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو، تو سکوت کریں گے، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے (امداد الفتاوی، ج۴،ص، ۵۸۸، مسائلِ شتی، بعد کتاب الفرائض، بعنوان: رفع شبہات بر تکفیر شیعہ)

حضرت تھانوی کا یہ مکمل مضمون آگے آتا ہے، جس میں ایک مثال ''حکم بالکفر میں تردد'' سے متعلق ''خنثیٰ'' کی مذکور ہے، جیسا کہ مولانا نانوتوی کے اس مکتوب میں یہ مثال مذکور ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولانا نانوتوی کی تحریرات، اور واقعات میں روافض پر ''التزامِ کفر'' کا حکم نہیں

لگایا گیا، بلکہ بعض جگہ صراحت کے ساتھ ان کو اہلِ بدعت قرار دیا گیا، ان کے ساتھ بظاہر ''اہلِ اھواء'' مسلموں جیسا سلوک روا رکھا گیا، البتہ ایک مکتوب میں جمہور وغیر جمہور کے اقوال کے پیشِ نظر شیعہ کی صحبت، ومناکحت وغیرہ کے نتیجہ میں لازم آنے والے آثارِ بد سے اجتناب کی خاطر احتیاطی حکم لگایا ہے، اور اس کی توجیہ میں بھی، ان کے ایمان، وکفر کا ''علی التعیین'' حکم نہیں لگایا گیا، اور ان کی حالت کو بین بین قرار دیا گیا، اور یہ حکم صرف روافض کے بارے میں خاص نہیں رکھا گیا، بلکہ خوارج، ودیگر اہلِ اھواء کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔

اور فرقِ باطلہ کی تردید کرتے ہوئے، جو بعض مقامات پر کفریہ اقوال وافکار کا ذکر کردیا جایا کرتا ہے، جیسا کہ حضرت نانوتوی کی بعض علمی مباحث کے ضمن میں بھی ہے، تو ان کا تعلق ''لزومِ کفر، لازمِ مذہب'' یا ''زجر وتوبیخ'' کے قبیل سے ہوتا ہے، ان کی وجہ سے کسی کی ''علی العین تکفیر'' درست نہیں ہوا کرتی، جو ''التزامِ کفر'' کے قبیل سے تعلق رکھتی ہے، جیسا کہ موجودہ، اور زمانہ قریب کے بعض اہلِ علم کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی، ورنہ تو اس بنیاد پر شاید بہتّر (72) فرقوں میں سے کوئی فرقہ بھی ''تکفیر'' کے حکم سے محفوظ نہ رہ سکے گا، اور ہر فرقہ پر اس حیثیت سے کسی نہ کسی طرح ''تکفیر'' کا حکم لگنا لازم آئے گا، اور اسی طرح سے آج ہر فرقہ دوسرے فرقہ پر ''تکفیر'' کا حکم لگاتا ہے، جو درست نہیں۔

پس حضرت نانوتوی کی طرف اہلِ تشیّع کے علی الاطلاق کفر کی نسبت کرنا درست نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ:

> رافضی کے کفر میں اختلاف ہے، بعض علماء کافر کہتے ہیں، بعض نے اہلِ کتاب کا حکم دیا ہے، بعض نے مرتد کا، پس درصورت اہلِ کتاب ہونے کے، عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے، اور عکس اس کا ناجائز، اور بصورتِ ارتداد

ہر طرح ناجائز ہوگا، اور جو اِن کو فاسق کہتے ہیں، ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے، مگر ترک بہر حال اولیٰ ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ، مبوب بطرزِ جدید، صفحہ ۱۹۸، کتاب الایمان، ایمان اور کفر کے مسائل، مطبوعہ: عالمی مجلس تحفظِ اسلام، کراچی)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ رافضی کے کفر میں اختلاف ہے، اور اہلِ کتاب کا حکم بظاہر شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مولانا نانوتوی کی بعض تحریرات سے اخذ کیا گیا ہے۔

اور رافضیہ عورت سے نکاح ترک کرنے کے بہر حال اولیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ کوئی رافضی کافر نہ ہو، لیکن وہ رافضی ہونے کی وجہ سے اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج اور اہلِ بدعت میں داخل ہے، جس سے مناکحت کا رشتہ، عقائد و اعمال میں فساد و بگاڑ کا سبب بنتا ہے، اور اس طرح کی دوسری خرابیاں بھی لازم آ سکتی ہیں۔

اور یہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جس مسئلہ میں تکفیر اور عدمِ تکفیر میں فقہاء و علماء کا اختلاف ہو، تو وہاں اصولی اعتبار سے عدمِ تکفیر کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے۔

اسی اصول کی بناء پر جب تک کسی شیعہ کا متفق علیہ اور یقینی کفر ثابت نہ ہو، اس وقت تک اس کو صریح کافر قرار دینے سے اجتناب کا حکم اولیٰ ہوگا۔

اور نکاح کے ترک کرنے کا حکم، کفر کو مستلزم نہیں، جس طرح کفر کا حکم نہ لگانے میں احتیاط ہے، اسی طرح نکاح وغیرہ نہ کرنے میں بھی احتیاط ہے۔

لیکن بعض لوگ ان باریکیوں کو نہیں سمجھتے، وہ تمام باتوں کو ایک ہی درجہ دیے چلے جاتے ہیں، یا ایک چیز کا حکم دوسری چیز کو بھی دینے کی غلطی کرتے ہیں۔ علمائے راسخین کو اس طرح کے لوگوں کے تابع ہونے کے بجائے، ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔

فتاویٰ رشیدیہ کا دوسرا حوالہ

فتاویٰ رشیدیہ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں، ان کے نزدیک تو اس کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے، اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں، ان کے نزدیک ان کی تجہیز و تکفین حسبِ قاعدہ ہونا چاہیے، اور بندہ بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا (فتاویٰ رشیدیہ، مبوب بطرزِ جدید، صفحہ ۱۹۸، کتاب الجنائز، ملفوظات، عنوان ''شیعہ کی تجہیز و تکفین ''سنی'' کیسے کریں'' مطبوعہ: عالمی مجلس تحفظِ اسلام، کراچی)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی، کو شیعہ کی تکفیر کے قول سے بھی آ گاہی تھی، لیکن اس کے باوجود آپ نے شیعہ کی تکفیر نہیں فرمائی، اور حضرت گنگوہی نے یہ حکم شیعہ کی تجہیز و تکفین وغیرہ کے حوالہ سے بیان فرمایا۔

فتاویٰ رشیدیہ کا تیسرا حوالہ

فتاویٰ رشیدیہ میں ہی ایک اور مقام پر ہے کہ:

جس کے نزدیک رافضی کافر ہے، وہ فتویٰ اول سے ہی بطلانِ نکاح کا دیتا ہے۔ اس میں اختیارِ زوجہ کا کیا اعتبار ہے؟ پس جب چاہے، علیٰحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں، ان کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاحِ اول صحیح ہو چکا ہے۔ اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم** (فتاویٰ رشیدیہ، مبوب بطرزِ جدید، صفحہ ۴۶۶، کتاب النکاح، عنوان ''سنی عورت کا رافضی سے نکاح کرنے کا حکم'' مطبوعہ: عالمی مجلس تحفظِ اسلام، کراچی)

نکاح کا معاملہ چونکہ عمر بھر کے لیے ہوتا ہے، جس میں اگر مرد و عورت کے درمیان تعلقات حلال نہ ہوں، تو عمر بھر کے لیے بدکاری لازم آتی ہے، اور صحبت کا بھی برا اثر پڑتا ہے، اس لیے نکاح کے مسئلہ میں رجحان تکفیر کی طرف ظاہر کیا گیا۔

لیکن اہم بات یہ ہے کہ نہ حضرت گنگوہی نے رافضی کی تکفیر نہ کرنے والے پر نکیر فرمائی، اور نہ

ہی ہمیشہ تکفیر کے قول پر اصرار فرمایا، بلکہ حسبِ موقعہ اور حسبِ ضرورت، تکفیر وعدمِ تکفیر، اور صرف علمائے شیعہ کی تکفیر اور ان کے عوام کی عدمِ تکفیر کے قول پر فتویٰ دیا۔

لیکن آج ایک جذباتی طبقہ اہلِ روافض کی علی الاطلاق تکفیر پر اصرار کرتا ہے، اور تکفیر نہ کرنے والے علماء واصحابِ افتاء پر نکیر اور طعن وتشنیع بھی کرتا ہے۔ سلف کا یہ طریقہ ہرگز نہیں تھا۔

''باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ'' کا حوالہ

''باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ'' میں ہے کہ:

اہلِ سنت وجماعت ''زن'' کو شیعہ ''مرد'' سے نکاح حرام ہے، جو ہو گیا، تو اولاد حلال ہوگی، شیعہ خاوند کے مال سے حج کرنا، اور کسی کو دینا بھی حلال ہے، کیونکہ بعضے علماء، شیعہ کو کافر نہیں کہتے، اور نکاح اس واسطے ہو جاتا ہے، اگرچہ برا ہے

(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۲۴۴، آٹھواں باب، کتاب النکاح والطلاق، جمع وترتیب: نورالحسن راشد کاندھلوی، مطبوعہ: دارالکتاب، لاہور، طبع دوم: اگست 2012ء)

یہاں ضرورت ومصلحتِ دینی کی خاطر حضرت گنگوہی نے شیعہ کی تکفیر نہ کرنے والے علماء کے قول کی طرف رجحان ظاہر فرمایا، جو کہ جمہور متقدمین مجتہدین کے موقف کے مطابق ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ علیہ نے ایک مقام پر شیعہ کی تکفیر نہ کرنے اور ایک مقام پر تکفیر کرنے کو جو ترجیح دی، اس کی وجہ مختلف قسم کے اہلِ تشیع کا ہونا بھی ہو سکتی ہے، اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک جگہ ضرورت کی وجہ سے گنجائش دی جائے، اور دوسری جگہ احتیاط کی وجہ سے منع کیا جائے، جیسا کہ پہلے گزرا، اور مزید وضاحت کے ساتھ آگے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ کے ذیل میں اس کا ذکر آتا ہے۔

اور جب ایسا ہے، تو جو نکاح کسی سنی کا روافض سے ہو چکا ہے، اور اس رافضی کا کفر بھی واضح نہیں، اور اس کے نتیجہ میں اولاد وغیرہ بھی ہو گئی ہے، تو اس نکاح کو باطل قرار دینا درست نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے شیعہ کو علی الاطلاق کافر قرار دینے سے اجتناب فرمایا۔

اور آگے حضرت مدنی کے مکتوب کے حوالے سے آتا ہے کہ حضرت گنگوہی، نے ''انوارُ القلوب'' تحریر کرنے کے بعد روافض کی تکفیر سے احتیاط فرمائی تھی، جس سے حضرت گنگوہی کے، روافض کے بارے میں مختلف فتاویٰ میں عدمِ تکفیر کے فتوے کا، بعد کے زمانے سے متعلق ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔

اور آگے آنے والے حضرت مدنی کے مکتوب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کی طرف سے روافض کے ایمان پر جرأت نہ ہو، تو تکفیر پر بدرجۂ اولیٰ جرأت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ نصوص میں تکفیر نہ کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اور سو میں سے ننانوے، یا ہزار میں نو سو ننانوے احتمالات، کفر کے، اور ایک احتمال، ایمان کا ہونے کی صورت میں تکفیر نہ کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے، حضرت مدنی کا یہ مکتوب آگے آتا ہے۔

لیکن اب ہم دیکھ رہیں کہ ایک جذباتی طبقہ کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی صاحبِ فتویٰ ضرورت و مصلحتِ دینی کی خاطر شیعہ کی تکفیر نہ کرے، تو اس پر بے جا نکیر اور اس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کو کرایہ کا مفتی، یا سرکاری مفتی، یا اسی طرح کے دوسرے الزامات واتہامات کا ہدف بنایا جاتا ہے۔ یہ سب ''تفقہ فی الدین'' کی نعمت سے محرومی سے ناشی ہے، اور تفقہ ''نرے علم'' سے اعلیٰ شان کی صفت ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا حوالہ

حکیمُ الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گو ''رافضی'' مسلمان ہیں، مگر سخت بدعتی، فاسق، البتہ ان میں بعض ایسے بھی ہیں، جن کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، وہ بے شک کافر ہیں، اور جو محض تبرائی ہیں، ان میں اختلاف ہے، اصل مذہب امام ابو

حنیفہ کا یہی ہے کہ کافر نہیں ہیں، مگر ان سے پرہیز ہی کرنا اچھا ہے، عوامُ النّاس کو بچانا ہی چاہیئے (حسن العزیز، جلد سوم، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۱۹، ص۳۸۱، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1425 ہجری)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے مذکورہ ملفوظ میں رافضیوں اور اہلِ تشیع سے متعلق جو مختصر حکم بیان فرمایا، وہ انتہائی معتدل اور قواعد کے مطابق اور جمہور فقہائے کرام اور محققین کی تصریحات کے موافق ہے، جیسا کہ پہلے باحوالہ گزرا، اگرچہ موجودہ دور میں ایک طبقہ اس سلسلہ میں بہت زیادہ سختی اور تشدد کا قائل ہے، جو تمام اہلِ تشیع، یا اہلِ روافض کو کسی صورت، مسلمان ماننے کے لیے تیار نہیں، اور وہ علی الاطلاق تمام اہلِ تشیع کو کافر قرار دیتا ہے، خواہ اس کا تعلق اہلِ تشیع کے کسی فرقہ وجماعت اور گروہ سے بھی ہو۔

جبکہ ایک دوسرا طبقہ اس سلسلہ میں بڑا ڈھیلا ڈھالا موقف رکھتا ہے، اور وہ اہلِ تشیع کو کسی بھی صورت میں اور اہلِ تشیع کے کسی بھی فرقہ وفرد کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھنے کے لیے آمادہ و تیار نہیں، بلکہ ایک نہایت پُھس پھسا طبقہ تو شیعہ اور سنی سب کو حق پر سمجھنے، اور سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرنے کے درپے ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں افراط وتفریط کے مابین معتدل نقطۂ نظر سے آگاہ فرمادیا۔

افسوس کہ بعض جذباتی اہلِ علم لوگ، اس احتیاط پر مبنی موقف کو اہمیت نہیں دیتے۔

امدادُ الفتاویٰ کا حوالہ

حکیمُ الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے امداد الفتاویٰ میں رافضی و شیعہ کے متعلق ایک سوال وجواب درج ذیل ہے:

سوال: ذبیحہ، رافضی کے ہاتھ کا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: شیعہ کے ذبیحہ کی حلت میں علماءِ اہلِ سنت کا اختلاف ہے، راجح اور صحیح یہ

ہے کہ حلال ہے (امداد الفتاویٰ، ج:۳،ص:۶۰۸، کتاب الذبائح والاضحیۃ وغیرہ، عنوان: حکمِ ذبیحۂ شیعہ ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2010ء)

مذکورہ حکم اس شیعہ کے ذبیحے کے متعلق ہے، جس کی طرف سے متعین طور پر واضح کفر سامنے نہ آئے، اور بالخصوص جبکہ اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی ضرورت ہو، ورنہ آگے امدادُ الفتاویٰ کے حوالہ سے ہی آتا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ شیعہ و رافضی کے ذبیحہ سے اجتناب کیا جائے، اور اگر کوئی کھالے، اور متعین طور پر ذبح کرنے والے رافضی کا کفر ثابت نہ ہو، تو اس کو مردار وحرام کھانے کا الزام نہ دیا جائے۔

امدادُ الفتاویٰ کا دوسرا حوالہ

امدادُ الفتاویٰ ہی میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

اگر وہ رافضی عقائد، کفر کے رکھتا ہے، جیسے قرآن مجید میں کمی بیشی کا قائل ہونا، یا حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانا، یا حضرت علی کو خدا ماننا، یا یہ اعتقاد رکھنا کہ جبریل علیہ السلام، غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے، تب تو کافر ہے، اور اس کا نکاح، سنیہ سے صحیح نہیں اور محض تبرائی کے کفر میں اختلاف ہے۔

علامہ شامی نے عدمِ کفر کو ترجیح دی ہے (جلد:۳،ص:۴۵۳)

مگر اس کے بدعتی ہونے میں کچھ شک نہیں، تو اس صورت میں گو وہ کافر نہ ہوگا، مگر بوجہ فسقِ اعتقادی کے سنیہ کا کفو نہ ہوگا (امداد الفتاویٰ، ج:۲،ص:۳۵۳و۳۵۴، کتاب النکاح، عنوان "تفصیلِ نکاح زن سنیہ باشیعہ الخ" مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2010ء)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ رافضی کے کافر ہونے نہ ہونے میں تفصیل و تقسیم اور بعض میں اختلاف ہے، اور دنیا کے تمام روافض کا حکم یکساں نہیں، تاہم رافضی کے بدعتی اور سنی کا کفو نہ ہونے میں شبہ نہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ فقہائے کرام کے اجتہادی اقوال میں سے کوئی قول قابلِ نکیر نہیں ہوتا،

اجتہادی مسائل واقوال پر نکیر کرنا، خود فعلِ منکر ہے، جس کا ایک کم علم طبقہ آج مرتکب ہے۔
البتہ دلائل کے پیشِ نظر کسی قول کی طرف رجحان مذموم نہیں، بالخصوص جمہور کی طرف۔

''حکیمُ الامت'' اور امدادُ الفتاویٰ کا تیسرا حوالہ

حکیمُ الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اہلِ تشیع وروافض کے متعلق اپنی ایک آخری زمانے کی تحریر میں ایسی جامع ومعتدل رائے تحریر فرمادی ہے کہ جس سے نہ صرف یہ کہ بہت سارے شکوک وشبہات کا خاتمہ ہوجاتا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ مختلف قسم کی آراء وفتاویٰ اور عبارات کے درمیان تطبیق کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔

چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے 7 اور 14 شعبان 1351 ہجری میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی طرف سے شیعوں کے متعلق پیش کیے گئے، چند شبہات کا جواب تحریر فرمایا، جس کی مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی طرف سے ''النجم'' کے شمارہ 8 ذوالقعدہ 52 ہجری کے شمارہ میں بھی اشاعت کی گئی، اور اس سے بعض غلط فہمیاں پیدا ہوئیں، جس کے بعد حکیمُ الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے 18 شعبان 1351 ہجری کو اس جواب کی تشریح وتسہیل اور تحقیقِ خاص کرتے ہوئے درجِ ذیل مضمون تحریر فرمایا:

> جواب بالا مع اپنے کل اجزاء کے درجہ منع میں ہے، یعنی فتویٰ مذکورہ پر جو شبہات تھے، ان کا جواب ہے۔ جواب بالا خود فتویٰ نہیں ہے، چونکہ سرسری نظر میں اس کو فتویٰ سمجھا جاسکتا تھا، اس لئے تسہیلِ امر کے لئے اپنی تحقیقِ خاص اس باب میں معروض ہے، اور یہ تحقیق باعتبار اپنی حقیقت کے فقہ اور کلام ہی میں داخل ہے، مگر باعتبار صورت کے اس کو تصوف سے خاص قرب ومناسبت ہے، اس لئے عنوان میں اس کا لحاظ رکھا گیا۔
>
> وہ تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی خاص شخص کے متعلق، یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم

بالکفر میں تردد ہو، خواہ تردد کے اسباب، علماء کا اختلاف ہو، خواہ قرائن کا تعارض ہو، یا اصول کا غموض ہو، تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے، نہ اسلام کا۔

حکمِ اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، اور حکمِ ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی نہ اس سے عقدِ مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ اس پر سیاستِ کافرانہ جاری کریں گے، اگر تحقیق کی قدرت ہو، اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے، اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو، ویسے احکام جاری کریں گے، اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو، تو سکوت کریں گے، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے۔

اس کی نظیر وہ حکم ہے، جو اہلِ کتاب کی مشتبہ روایات کے متعلق حدیث میں وارد ہے۔

لا تصدقوا اهل الكتاب ولاتكذبوهم وقولوا :اٰمنّا باللّٰه وما انزل إلينا. الآية رواه البخارى.

دوسری فقہی نظیر، احکامِ خنثیٰ کے ہیں:

يوخذ فيه بالاحوط والاوثق فى امور الدين وان لا يحكم بثبوت حكم وقع الشك فى ثبوته، وإذا وقف خلف الإمام قام بين صف الرجال والنساء ويصلى بقناع ويجلس فى صلاته جلوس المراة ويكره له فى حياته لبس الحلى، والحرير. وان يخلو به غير محرم من رجل اوامراة اويسافر مع غير محرم من الرجال والاناث، ولم يغسله رجل ولا امراة ويتيمّم بالصعيد ويكفن كما تكفن الجارية. وامثالها مما فصله الفقهاء .

18 شعبان 1351ھ (النور ص 9 ربیع الاول 1352ھ) (امداد الفتاوی، ج۴،ص،

۵۸۸ و ۵۸۹، مسائلِ شتی، بعد کتاب الفرائض، بعنوان: رفع شبہات بر تکفیرِ شیعہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2010ء)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مذکورہ فتوے میں احتیاط پر مبنی نہایت اہم اصول بیان فرمادیا ہے، اور مختلف آراء کو جمع فرمادیا ہے، جس میں دونوں پہلوؤں کی رعایت پائی جاتی ہے، اوراس سے ان فتاویٰ کا تعارض بھی دور ہوجاتا ہے، جہاں نکاح وغیرہ کے باب میں کفر کا اور نفسِ کفر میں عدمِ کفر وغیرہ کا حکم دیا جاتا ہے، جو بعض اوقات ایک ہی مفتی کے مختلف فتاویٰ میں موجود ہوتا ہے، اور بعض حضرات کے لیے تشویش واضطراب کا باعث بنتا ہے۔اس سلسلہ میں خود حضرت تھانوی کے فتاویٰ پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق میں یہ صراحت ہے کہ اگر کسی خاص شخص، مثلاً شیعہ مسلک سے وابستہ خاص فرد کے متعلق، یا کسی خاص جماعت، مثلاً اہلِ تشیّع کی ''اثناعشری'' جماعت کے متعلق، کفر میں تردّد ہو، خواہ اس وجہ سے کہ اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہو، یا اس وجہ سے کہ کفر کے قرائن میں تعارض وٹکراؤ ہو، یا اس وجہ سے کہ اصولِ شریعت میں غور وفکر کرنے سے یہ تردّد پیدا ہوا ہو، تو اسلم واحوط یہ ہے کہ اس پر سیاستِ کافرانہ جاری کی جائے، اور نکاح وذبیحہ سے اجتناب کیا جائے، اور اس کی نماز میں اقتداء بھی نہ کی جائے۔

لیکن حیرت ہے کہ اس اسلم اور احوط صورت پر عمل کرنے والوں کو ہی ایک جذباتی طبقہ کی طرف سے نکیر اور طعن وتشنیع کی جاتی ہے، جو اتہامات والزاماتِ غلیظہ کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کی اہلِ تشیّع کے سلسلے میں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے، خط وکتابت ہوئی، جو ''حکیم الامت، نقوش وتاثرات'' میں شاملِ اشاعت ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ،مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کے ساتھ خط وکتابت والے مضمون کی ''النجم'' میں اشاعت کے بعد ''تنبیہِ ضروری'' کے عنوان سے 11 ذیقعدہ 1352ھ کو ایک تحریر لکھی تھی، وہ بھی ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

کئی نمبر قبل تکفیرِ شیعہ کے باب میں حضرت (تھانوی) سے مراسلت درج ہو چکی ہے، میرے حلق سے یہ تکفیر علی الاطلاق کسی طرح نہیں اتر رہی تھی۔

حضرت مولانا (تھانوی) بھی کوئی کھلا ہوا فتویٰ کفرِ شیعہ کے حق میں نہیں دے رہے تھے، البتہ میرے شبہات رَد فرما رہے تھے۔

مولانا (اشرف علی تھانوی) کی یہ تحریریں رسالہ ''النور'' میں چھپ گئیں، رسالہ کی اشاعت بہت ہی محدود تھی، مخصوص اہلِ خانقاہ کے سوا کوئی اسے جانتا ہی نہ تھا (مولانا عبدالشکور لکھنوی کے رسالہ) ''النجم'' کو ایک نعمت خداداد ہاتھ آ گئی، کئی کالم کی شہ سرخی اور کئی کئی جلی سرخیاں دے کر مضمون کو خوب چمکایا، اور گویا، یہ ظاہر کیا کہ علامہ تھانوی جیسے محتاط محقق بھی تکفیرِ شیعہ ہی کے حق میں ہیں۔

صحافتی پروپیگنڈہ کو اس سے کیا بحث تھی کہ مولانا خود اس کی تصریح فرما چکے تھے کہ ان کی وہ تحریریں مستقل فتویٰ کا حکم نہیں رکھتیں، صرف مسائل متشکک کے سوالات پر بطورِ منع کے ہیں۔ [1]

بہرحال آب و تاب سے وہ ''حکیم الامت کا فتویٰ'' نکلا، اور جس نسبت سے اس کی اخباری اشاعت ہوئی، اسی نسبت سے اپنی ناگواری بڑھتی رہی، شخصاً بھی اور مفادِ ملت کے لحاظ سے بھی، جھنجھلاہٹ اس پر بھی کہ اگر اس بحث کو پبلک میں چھیڑنا خلافِ مصلحت نہ جانتا، تو آخر ''سچ'' ہی میں کیوں نہ چھیڑ دیتا۔

اس پسِ منظر کو سامنے رکھ کر اب 24 فروری کا عریضہ (اور اس پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا جواب) ملاحظہ ہو:

---

[1] لیکن آج تک بعض حضرات اس کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا آخری فتویٰ سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، جس کا ازالہ خود حضرت تھانوی فرما چکے ہیں، ایسی صورت میں اگر ''مدعی سست، گواہ چست'' والی کہاوت صادق نہیں آئے گی، تو پھر کیا صادق آئے گا۔ محمد رضوان خان۔

(**مولانا عبدالماجد دریابادی**) تازہ ''النجم'' (لکھنؤ کا اس زمانے کا ایک ہفت روزہ، جس کا مقصد ''ردِ شیعہ'' تھا) کا ایک ورق مرسلِ خدمت ہے، میں جناب والا کی خدمت میں جو معروضات پیش کرتا رہتا ہوں، ان کی حیثیت بالکل خانگی ہوتی ہے، جیسے مریض صرف طبیب ہی کے سامنے پوری طرح کُھلتا ہے، دوسروں کو سنانا، اسے مقصود نہیں ہوتا۔

(**مولانا اشرف علی تھانوی**) اس کو معلوم کر کے میں خجل (یعنی شرمندہ) ہوا، مجھ کو عام طور پر اس کا احساس نہیں ہوا، میں آپ کی تحریرات کی دو قسمیں سمجھتا تھا، ایک تو وہی جو آپ نے تحریر فرمائی ہے، اس کے ساتھ تو یہی طرزِ عمل تھا، دوسرے علمی مضامین، اس کو عام سمجھتا تھا، جیسے اتباعِ شیخ کا مضمون تھا، میں اس کو اسی قسم میں سے سمجھا، اب ان شاءاللہ زیادہ احتیاط کروں گا۔

(**مولانا عبدالماجد دریابادی**) ''النجم'' نے جس صورت کے ساتھ اس کی اشاعت کی، اس سے مجھے تکلیف ہی ہوئی۔

(**مولانا اشرف علی تھانوی**) میں نے دو روز قبل دیکھا، مجھ کو بھی گرانی ہوئی، اس کے بعد آپ کی تکلیف معلوم کر کے اور زیادہ گرانی ہوئی، یہ تو میری تکلیف میں کماً زیادتی ہوئی کہ دو گرانی مجتمع ہو گئیں، ایک زیادتی کیفاً ہوئی، کیونکہ آپ کی تو صرف یہی مصلحت فوت ہوئی کہ آپ پر یہ شبہ ہوگا کہ اپنے اکابر کی تحقیق میں تردد ہوا، مگر یہ واقع میں نقص نہیں، بلکہ کمالِ احتیاط اور غیر جانب داری ہے، اور میری مصلحت بہت بڑی فوت ہوئی کہ عام ناظرین، میرے مضمون کو جو کہ فتویٰ نہیں، فتویٰ سمجھیں گے۔ [1]

(**مولانا عبدالماجد دریابادی**) یہاں تک مضائقہ نہ تھا کہ صرف

---

[1] حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا الفاظ میں واضح فرمادیا کہ ''النجم'' میں شائع شدہ، شیعوں سے متعلق حضرت کی تحریر دراصل ایک مضمون ہے، فتویٰ نہیں، لہٰذا اس کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ نہیں سمجھنا چاہیے۔ محمد رضوان خان۔

جناب کا جواب یہ لکھ کر شائع کر دیتا کہ ایک سائل کے شبہات کے جواب میں یہ لکھا گیا، لیکن موجودہ صورت کے ساتھ شائع کرنا، تو خود ''النجم'' کے مقاصد کے لیے مضر ہوا، شیعہ جماعت کم ازکم یہ کہہ کر فائدہ اٹھائے گی کہ خود اہلِ سنت، اس باب میں مختلف ہیں، اور مجھ عامی کا نام سند میں بطورِ عالم کے پیش کریں گے۔ [1] اپنے خیال کی اشاعت ہی مجھے منظور ہوتی، تو میں ''سچ'' ہی میں کیوں نہ کرتا، اب تک تو میرا طریقہ یہ رہا ہے کہ جن مسائل میں میرا قلب اپنے اکابر کے مسلک سے پوری طرح متفق نہیں، ان کا ذکر بھی ''سچ'' میں نہیں کرتا، بلکہ لوگ سوال کرتے ہیں، جب بھی صاف جواب نہیں دیتا، بہرحال اب یہ تیر تو کمان سے نکل ہی چکا۔

(**مولانا اشرف علی تھانوی**) ''تیر جستہ باز گرداند زراہ'' کے متعلق بھی ایک مشورہ پُشت پر مرقوم ہے۔

(**مولانا عبدالماجد دریابادی**) البتہ آئندہ کے لیے بہ ادب درخواست ہے کہ میری جتنی بھی گزارشیں ہوا کریں، انہیں جناب والا اپنی ذات تک محدود کیا کریں، ورنہ لوگ خدا معلوم، کیا کیا معنیٰ لیا کریں گے۔

(**مولانا اشرف علی تھانوی**) ''بہ سروچشم'' لیکن اس عموم میں ایسے مضامین بھی آ جائیں گے، جن کی شان مضمون، اتباعِ شیخ جیسی ہوگی، اس کا کیا معیار ہوگا، اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو آپ خود فرمادیا کریں کہ یہ مضمون عام ہے، یا میں پوچھ لیا کروں، جو طریقہ قلب پر خفیف ہو، بے تکلف فرمادیں،

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ پہلے زمانے کے علماء ومشائخ کتنے محتاط تھے، اپنے باہمی اختلافات کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرتے ہوئے بھی احتیاط کرتے تھے، مگر آج بعض جذباتی لوگوں نے اس احتیاط کو یکسر نظرانداز کردیا، اور بازیچۂ اطفال بنادیا، اپنے ہی سلسلے کے صاحبِ علم وصاحبِ فتویٰ کے اجتہادی اختلاف کرنے پر اس طرح نکیر وتشدید کی جاتی ہے کہ غیر بھی شرماجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان خان۔

ہاں ترجمۂ قرآن کے متعلق جو سوالات آئیں، ان کو عام سمجھوں، یا خاص۔

اضافہ بر جواب خط

میں نے اس خط کا اسی طرح اپنے جواب کا ایک حرف بھی کسی کو نہیں دکھلایا۔

مشورہ موعودہ صفحہ اول

میں نے ایک مضمون بغرضِ تدارک احتمال، غلط فہمی ناظرین، اخبار ''النجم'' لکھا ہے، بعد ملاحظہ اگر مشورہ ہو، شائع کر دیا جائے، پھر کہاں شائع ہو''النجم'' میں بھیج دوں یا ''سچ'' میں، یا ''النور'' میں، اس کی نقل بھی یہاں نہیں رکھی ہے، شاید کسی کی نظر پڑ جاوے، اب تو میں ڈر گیا ''مار گزیدہ از ریسمان می ترسد''

اب اس کے آگے حضرت (حکیم الامت رحمہ اللہ) کا وہ مضمون موعود ملاحظہ ہو:

تنبیہ ضروری

میں نے ایک مضمون، جو ایک مفتی صاحب کے ایک فتویٰ، بابت ''اسلام یا عدمِ اسلام، اہلِ تشیع'' پر بعض شبہات کا جواب تھا، ۸ ذیقعدہ ۵۲ھ، مطابق 23 فروری 34ء کے اخبار ''النجم'' میں دیکھا، جو رسالہ ''النور'' سے نقل کیا گیا ہے۔

اشاعت کا تو میں مخالف نہیں، کیونکہ رسالہ مذکور میں اس سے پہلے، میری مرضی سے شائع ہو چکا ہے۔

لیکن اخبار میں اس کی اشاعت مجھ کو پسند نہیں آئی، کیونکہ رسالہ کے اکثر ناظرین، اہلِ علم و اہلِ فہم ہوتے ہیں، اور اخبار کے اکثر ناظرین کم علم و کم فہم ہوتے ہیں، جن میں حدود سے متجاوز ہونے کا احتمال قریب ہوتا ہے۔ [1]

اس احتمال کے سبب احتیاطاً اِس مضمون کی اور اُسی مضمون کی اخیر سرخی سے نقل کرنا

---

[1] آج کل اس اصول وقاعدہ کا لحاظ نہ رکھنے کہ وجہ سے متعدد خرابیاں لازم آرہی ہیں۔ چنانچہ فیس بک پر، یا عام لوگوں کے سامنے منبر ومحراب پر ایسے ایسے مسائل چھیڑ دیے جاتے ہیں، جن کو ملاحظہ کر کے کم علم اور کم فہم لوگوں کی طرف سے حدود کی رعایت نہیں ہو پاتی، اوراس کے نتیجے میں طرح طرح کے فتنے رونما ہوتے ہیں۔ محمد رضوان خان۔

مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ:

وہ مضمون، میرا کوئی فتویٰ نہیں، بلکہ اصل صاحبِ فتویٰ کے جواب پر جو شبہات تھے، درجۂ منع میں ان کا جواب ہے، یعنی بر تقدیر ثبوتِ مقدمات۔

ایک طالب علمانہ بحث ہے، فتویٰ نہیں ہے، باقی اس فتویٰ کے اور بناءِ فتویٰ کے ذمہ دار، خود صاحبِ فتویٰ ہیں، مجھ کو ان مباحث پر تبحر نہیں ہے۔

اسی طرح صاحبِ شبہات نے اس مسئلہ میں کوئی رائے قائم نہیں کی، صرف بعض ترددات، فتویٰ کے متعلق ظاہر کیے ہیں۔

لہٰذا ناظرین کسی خاص خیال کو میری طرف، یا صاحبِ شبہات کی طرف منسوب نہ فرمادیں۔ وہ نسبت غلط ہوگی۔

والسلام۔ ۱۱ ذیقعدہ ۵۲ھ، اشرف علی، تھانہ بھون۔

(حکیم الامت نقوش وتاثرات'' ص ۳۴۸ تا ۳۵۱، مقالہ نمبر ۶۳، بعنوان ''تنبیہ ضروری'' مطبوعہ: الفیصل ناشران کتب، لاہور، تاریخ طبع: اگست 1992ء)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی صاحبان کی مذکورہ مکاتبت وصراحت سے معلوم ہوا کہ وہ مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب کی تحریر اور مضمون کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی اہلِ تشیع کی مطلق تکفیر کے قائل نہیں ہوئے تھے۔

حضرت تھانوی کی طرف ایسی نسبت غلط ہے۔

حضرت مدنی نے بھی مولانا عبدالشکور لکھنوی کے قول کے بجائے، اہلِ تشیع کے علماء کے کافر اور عوام کے فاسق ہونے کے قول کو راجح قرار دیا ہے، جیسا کہ باحوالہ آگے آتا ہے، اور حضرت گنگوہی کا بھی ایک فتویٰ اسی کے مطابق ہے۔

اس لیے بعض حضرات کا مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی تحقیق کو مذکورہ اکابر کی متفق علیہ تحریر قرار دینا درست نہیں۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک اور حوالہ

ایک مقام پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے شیعہ سے سنی کے نکاح کے سلسلے میں احتیاط پر مبنی رائے قائم فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

ایک صورت اس میں اور ہے، وہ یہ کہ بعض مبتدع (بدعتی) فرقوں کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے، جیسے شیعہ کے باب میں فتووں کا مختلف ہونا مشہور ہے، سو مکفّرین (یعنی کافر قرار دینے والوں) کے نزدیک تو سنیہ کا نکاح ایسے شخص سے باطل ہے، اور غیر مکفّرین (یعنی کافر نہ کہنے والوں) کے نزدیک یہ نکاح غیر کفو میں ہے، اس لئے اس میں وہی تفصیل ہے، جو ابھی غیر کفو کے ساتھ نکاح ہونے میں مذکور ہوئی۔

اور احقر کا معمول اس صورت مختلف فیہا (یعنی اختلاف والی صورت) میں یہ فتویٰ دینے کا ہے کہ جب تک نکاح نہ ہوا ہو، بطلانِ نکاح (یعنی نکاح باطل ہونے) کے قول پر عمل لازم ہے کہ اس میں احتیاط ہے، کہ ایک خوش اعتقاد (یعنی اچھے عقیدے والی) عورت، ایک بد اعتقاد (یعنی غلط عقیدے والے) مرد سے (صحبت کا تعلق قائم کرے) اور بد اعتقاد بھی ایسا کہ جس کی بد اعتقادی بعض کے نزدیک حدِ کفر تک پہنچتی ہے، اور جب نکاح ہو چکا، تو صحتِ نکاح کے قول کو اخذ کرنا (یعنی نکاح کے صحیح ہونے کو لینا) لازم ہے کہ اسی میں احتیاط ہے، کیونکہ اس صورت میں اگر بطلان (باطل ہونے) کا قول لیا گیا اور اس بنا پر دوسرے شخص سے نکاح کر دیا جائے، تو احتمال ہے کہ واقع میں وہ پہلا نکاح صحیح ہو گیا ہو، تو یہ دوسرا عقد ہمیشہ کے لئے زنا ہوا کرے گا، تو ایک متدینہ کا عمر بھر مبتلائے زنا ہونا لازم آئے گا، اور صحتِ نکاح کے قول پر اس احتمال کا اعتبار نہیں کیا گیا کہ

''الإسلام یعلو ولا یعلٰی ''(یعنی اسلام غالب آتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا)

(اصلاح انقلابِ امت، حصہ دوم، ص۱۱۳، ۱۱۴، اصلاح معاملہ متعلقہ بہ کفاءت، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، تاریخِ طباعت: مئی 1987 عیسوی)

مذکورہ عبارات وتحریرات سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ آخری زمانے تک شیعوں کو علی الاطلاق کافر قرار دینے سے اجتناب فرماتے رہے، انہوں نے فقہائے کرام کی طرف سے بیان کردہ احتیاط پر مبنی اصول وقواعد کا لحاظ فرمایا۔

اسی کے ساتھ اہلِ تشیع سے نکاح وغیرہ کے معاملات میں بھی احتیاط کا لحاظ فرمایا، اور نکاح ہونے کے بعد صحتِ نکاح کا اعتبار کرنا، عدمِ تکفیر کی دلیل ہے۔

حکیم الامت رحمہ اللہ نے بھی علمائے کرام کے مختلف اقوال میں سے کسی قول پر نکیر نہیں فرمائی، یہ سب ''تفقہ فی الدین '' کی نعمت کا اثر ہے، جس سے آج کے دور کے بعض صاحبِ علم بھی محروم ہیں۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی سابق محققین کی پیروی واتباع کی، اور اس سلسلہ میں اسلم واحوط پہلو کو ملحوظ رکھا۔

چنانچہ مفتی صاحب موصوف اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

مختصر اور محقق وجامع کلام، روافض کے بارے میں یہ ہے کہ بلحاظِ احکام، روافض کی تین صورتیں ہیں:

اول: یہ کہ ان میں سے کسی شخص، یا فرقہ کے متعلق یقینی طور سے یہ بات ثابت ہوجاوے کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے، اگرچہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہو، اور صاف انکار کرنے سے تبری بھی کرتا ہو، مثلاً قرآن مجید کے محرف

ونا قابلِ اعتبار ہونے پر، اگر کسی شخص کی ایسی صاف عبارت ہے کہ اس سے یقینی طور پر یہی مفہوم نکلتا ہے، پھر باوجود اس کے وہ اپنی عبارت کو غلط مان کر اس سے رجوع ظاہر نہیں کرتا، مگر عقیدۂ تحریفِ قرآن سے تبری کرتا ہے، تو اس تبری کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ وہ باتفاق وباجماع کافر مرتد ہے، اس کے ساتھ کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں، نہ اس سے کسی مسلمان کا نکاح جائز، اور اگر نکاح کے بعد اس کا عقیدہ ایسا ہوگیا، تو نکاح فسخ ہوجاوے گا، نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال، نہ اس پر نمازِ جنازہ جائز'' **وغیرہٖ ذالک من الاحکام**''۔

اور دلیل اس کی وہ تمام عباراتِ فقہاء ہیں، جو سوالِ اول کے جواب میں ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کے منکر کے متعلق لکھی گئی ہیں، نیز علامہ شامی کی عبارتِ ذیل بھی اس کے لیے کافی ہے:

نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی، الخ (شامی استنبولی، ج۳ص ۴۰۶)

دوم: صورت یہ ہے کہ کسی شخص، یا فرقہ کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہوجاوے کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر نہیں، مگر صرف اس میں اختلاف رکھتا ہے کہ جمہور امت کے خلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو افضلُ الصحابۃ اور خلیفۂ اول سمجھتا ہے، تو وہ شخص فاسق وگمراہ ہے، مگر کافر ومرتد نہیں، اس کے ساتھ وہ اسلامی معاملات جائز ہیں، جو کسی فاسق وگمراہ کے ساتھ کیے جاسکتے ہیں، مثلاً ذبیحہ اس کا حلال ہے، اس کے جنازہ پر نماز جائز ہے۔

نکاح کے معاملے میں اس سے بھی اجتناب کرنا بہتر ہے، کیونکہ فاسق کی معاشرت کے اثرات ونتائج خطرناک ہیں، لیکن اگر کسی مسلمان سنی لڑکی کا نکاح

اس سے کر دیا گیا، تو اگرچہ بلاضرورتِ شدیدہ ایسا کرنا اچھا نہیں، لیکن یہ نکاح اس شرط سے جائز ومنعقد ہو جائے گا کہ لڑکی بالغہ اور اس کے اولیاء، دونوں کو نکاح کے وقت اس کا عقیدہ معلوم ہو، اور وہ دونوں اس عقیدے کے باوجود، نکاح کی اجازت دے دیں، اور اگر دونوں میں سے کسی ایک نے بھی نکاح کی اجازت دینے سے انکار کیا، تو یہ نکاح (مذہبِ مفتیٰ بہٖ کے مطابق) منعقد وصحیح نہیں ہوگا، لڑکی کو شرعاً اختیار ہوگا کہ اپنا نکاح دوسری جگہ سنی مسلمان سے کرے۔

اور اگر بوقتِ نکاح اس شخص نے دھوکہ دے کر اپنے آپ کو سنی مسلمان ظاہر کیا، اس بناء پر لڑکی اور اس کے اولیاء نے نکاح کر دیا، بعد نکاح، حقیقتِ حال معلوم ہوئی، تو لڑکی اور اس کے اولیاء کو حق ہوگا کہ مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کر کے نکاح فسخ کرالیں، اور اگر مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لے جانا اختیار میں نہ ہو، تو اہلِ محلّہ، یا اہلِ شہر میں سے دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے معاملہ پیش کر کے، ان سے فسخِ نکاح کرالیا جائے (لیکن اس صورت میں قانونی گرفت سے بچنے کے لیے) بہتر یہ ہے کہ پہلے موجودہ حکومت میں درخواست دے کر نکاح فسخ کرائیں، خواہ حاکم مسلم ہو، یا غیر مسلم، پھر اگر حاکم مسلم ہو، تو یہی فسخ شرعاً بھی معتبر ہوگا، اور اگر حاکم غیر مسلم تھا، تو دوبارہ مسلمانوں کی پنچائیت، میں معاملہ پیش کر کے، نکاح فسخ کرایا جاوے، مسلمانوں کی پنچائیت جس کا فیصلہ شرعاً معتبر ہوسکتا ہے، اس کے لیے چند شرائط ہیں، جو رسالہ ”حیلۂ ناجزۃ“ میں مدلل ومفصل اور رسالہ ”المرقومات للمظلومات“ میں مختصر، مگر کافی طور سے لکھ دیئے گئے ہیں، اگر ضرورت پیش آوے، تو بغیر اس کے دیکھے عمل نہ کیا جاوے، اس قسمِ دوم کے احکام کے دلائل بھی رسالہ ”حیلۂ ناجزۃ“ کے تتمہ میں خیارِ کفائت کے ذیل میں مفصل مذکور ہیں، وہاں دیکھ لینا چاہیے، اور اجمالی

طور پر عبارات ِذیل بھی ثبوت کے لیے کافی ہیں۔

فی الدرالمختار فی الباب الخامس من نکاح العالمکیریة:

تعتبر الکفاءة فی الدیانة ، وھذا قول ابی حنیفة، وابی یوسف، وھو الصحیح، کذا فی الھدایة، فلا یکون الفاسق کفواً للصالحة، کذا فی المجمع، سواء کان معلن الفسق ، او لم یکن ، کذا فی المحیط(عالمکیری، ص ۱۳ ، ج: ۲، مطبوعة: کانپور)

نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی، وله إذا کان عصبة ،ولو غیر محرم (الٰی قوله) الاعتراض فی غیر الکفوء ، مالم تلد ، ویفتی بعدم جوازہ اصلا،الخ.

وفی ردالمحتار: ھذہ روایة الحسن عن ابی حنیفه.

وایدہ صاحب الدر بقوله :وھو المختار للفتویٰ، والعلامة الشامی وغیرہ بقول شمس الائمة ، وھذا اقرب الی الاحتیاط، انتھٰی.

وکذالک فی کفاءة الدرالمختار: ولو زوجھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءة ، ثم علموا ، لاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءة او اخبرھم بھا وقت العقد، فزوجوھا علی ذالک، ثم ظھر انه غیر کفوء ،کان لھم الخیار ، والوالوجیة .

تیسری: صورت یہ ہے کہ یقینی طور پر کسی امر کا ثبوت نہ ملے، یعنی نہ اس کا یقین ہے کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے، اور نہ اس کا کہ منکر نہیں ہے، بلکہ ایک مشتبہ حالت ہے ،خواہ اشتباہ اس وجہ سے ہو کہ اس فرقے کے اقوال وعقائد ہی مشتبہ ہیں ،یا اس وجہ سے کہ اس شخص کے متعلق یہ یقین نہیں کہ اس کا تعلق باعتبارِ مذہب وعقائد کے کس فرقہ سے ہے، ایسے لوگوں کے متعلق شرعی

فیصلہ بھی دشوار ہے، اس میں سب سے زیادہ احوط واسلم وہ حکم ہے، جو فقیہ العصر امامِ وقت، مجددُ الملت، حکیم الامت سیدنا وسندنا حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے ''امدادُ الفتاویٰ'' میں تحریر فرمایا ہے، جو رسالہ ہٰذا کے صفحہ:۲۱ میں بعینہا مذکور ہے، اوراس جگہ مکرر نقل کیا جاتا ہے۔ [1]

عبارات امدادُ الفتاویٰ جلد سادس:

اگر کسی خاص شخص کے متعلق، یا کِسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو، خواہ تردد کے اسباب، علماء کا اختلاف ہو، خواہ قرائن کا تعارض ہو، یا اصول کا غموض ہو، تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے، نہ اسلام کا۔

حکمِ اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، اور حکمِ ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی اس سے نہ عقدِ مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ اس پر سیاستِ کافرانہ جاری کریں گے، اگر تحقیق کی قدرت ہو، اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے، اوراس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو، ویسے احکام جاری کریں گے، اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو، تو سکوت کریں گے، اوراس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے۔

اس کی نظیر وہ حکم ہے، جو اہلِ کتاب کی مشتبہ روایات کے متعلق حدیث میں وارد ہے۔

لا تصدقوا اھل الکتاب ولاتکذبوھم وقولوا :اٰمنّا باللّٰہ وما انزل إلینا. الآیۃ رواہ البخاری.

نہ اہلِ کتاب کی تصدیق کرو، نہ تکذیب، بلکہ یوں کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان

---

[1] یہ عبارت وہی ہے، جو پہلے امدادالفتاویٰ کے حوالہ سے نقل کی جا چکی ہے، اور آگے بھی مزید وضاحت کے لیے نقل کر دی گئی ہے۔ محمد رضوان خان۔

لائے، اور اس وحی پر جو ہم پر نازل ہوئی۔ الخ .

دوسری فقہی نظیر، احکام خنثٰی کے ہیں:

یوخذ فیہ بالاحوط والاوثق فی امور الدین وان لا یحکم بثبوت حکم وقع الشک فی ثبوتہ، وإذا وقف خلف الإمام قام بین صف الرجال والنساء ویصلی بقناع ویجلس فی صلاتہ جلوس المراۃ ویکرہ لہ فی حیاتہ لبس الحلی، والحریر. وان یخلو بہ غیر محرم من رجل اوامراۃ اویسافر مع غیر محرم من الرجال والاناث، ولا یغسلہ رجل ولا امراۃ ویتیمّم بالصعید ویکفن کما تکفن الجاریۃ. وامثالھا مما فصلہ الفقہاء (ترجمہ اس عبارت کا پہلے گزر چکا ہے)

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

العبد الضعیف محمد شفیع عفا عنہ، مدرس دار العلوم دیوبند، رمضان المبارک/۱۳۵۱ھ

(جواہر الفقہ، ج۱ ص۱۷۸ تا ۱۸۳، رسالہ ”تکفیر کے اصول“ مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱، نومبر 2010ء)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے جو اہلِ تشیّع کی تین صورتیں، بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک صورت میں کفر کا حکم ثابت ہوتا ہے، دوسری میں فسق کا، اور تیسری میں مشتبہ ہونے کا، تیسری صورت میں اس سے مسلمانوں کو احتیاط کے باوجود ”سیاستِ کافرانہ“ جاری کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اصولی اعتبار سے یہ بہت محقق اور جامع تحقیق ہے، جو حضرت تھانوی ودیگر محققین وفقہائے کرام کے بیان کردہ اصولوں پر مبنی ہے۔

البتہ اس اصول کی اہلِ تشیّع، یا ان کے کسی فرقہ میں تفریع کے اندر اصحابِ علم کا اختلاف ممکن ہے، اس کو ایک تفریعی اختلاف ہی سمجھنا چاہئے، اصولی اختلاف نہیں سمجھنا چاہیے۔

پس اگر کسی ماہر وتبحر کے نزدیک اکثر اور عام اہلِ تشیع صریح کافر نہ ہوں، خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کی تحقیق کے مطابق ان کے عقائد صریح کفر پر مشتمل نہ ہوں، یا یہ وجہ ہو کہ اس کے نزدیک اکثر اہلِ تشیع کی طرف سے ناقابلِ تاویل کفریہ عقائد سامنے نہ آئے ہوں، یا اس وجہ سے کہ اس کے نزدیک شیعوں کے وہ علماء جو کفریہ عقائد سے آگاہ ہیں، صرف وہی کافر شمار ہوتے ہوں، اور ان کے اکثر عوام کافر شمار نہ ہوتے ہوں، جیسا کہ حضرت گنگوہی اور حضرت مدنی رحمہما اللہ کے حوالے سے گزرا۔

تو اس کو بھی اصولی اختلاف سے تعبیر نہ کیا جائے گا، اور نہ ہی اس قول پر نکیر کی جائے گی، جیسا کہ بعض کم علم اور متشدد لوگوں کا طریقہ ہے، اور وہ اس غیر فقیہانہ طرزِ عمل پر ناز بھی کرتے ہیں۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا دوسرا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> شیعوں میں اس قدر مختلف فرقے ہوئے ہیں اور ہیں کہ ہر ایک کے عقائد و خیالات کا احاطہ دشوار ہے، پھر ہر فرقے کی کتابیں مختلف خیالات واستدلالات سے پُر ہیں، اس لیے ہمارے اکابر نے بنظرِ احتیاط موجودہ شیعوں پر کوئی مستقل حکم کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا ہے، جب تک اس کا خاص عقیدہ معلوم نہ ہو جاوے، خواہ تفصیلاً، یا یہ کہ ”میں ان تمام عقائد کا پابند ہوں، جو فلاں فرقے کی فلاں کتاب میں مذکور ہیں“۔
>
> بغیر اس کے ہر شیعہ پر پچھلے شیعوں کی خرافات کو لازم کر دینا، یقیناً احتیاط کے خلاف ہے۔

شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے۔

اور اگر وہ انکار کرتا ہے، خواہ تقیہ ہی سے سہی، تو ہمارے لیے چارہ نہیں کہ ہم اس کے قول وفعل کا اعتبار کریں، تقیہ ونفاق کا تعلق قلب سے ہے، اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔

بناءً علیہ ہم تمام شیعوں پر حکم، کفر کا نہیں کر سکتے، ہاں جس کے متعلق تحقیق ہو جاوے کہ وہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، یا اور کسی امر کا ضروریاتِ دین اور قطعیات میں سے منکر ہے، تو اس کو کافر کہنے میں تامل نہیں۔

اب جو فرقہ ضروریاتِ دین کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے، وہ فرقِ اسلامیہ سے خارج ہے، اور جو ایسا نہیں، وہ ان بہتّر (72) فرقوں میں داخل ہے، جس کا ذکر حدیث میں ہے۔ واللہ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔ دارالعلوم دیوبند۔ ۱۶/۲/۱۳۶۱ھ۔ (فتوی نمبر ۷۰/۳)

(امداد المفتیین جامع، جلد ۱، ص ۵۶۳ و ۵۶۴، کتاب الایمان والعقائد، باب احکام الکفر، فصل فی الفرق الباطلۃ، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018ء)

مذکورہ فتوے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی اہلِ تشیع کے متعلق تفصیل وتقسیم بیان فرمادی، اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ اہلِ تشیع میں بہت زیادہ فرقے ہوئے ہیں، اور اب بھی موجود ہیں، جن کے عقائد وخیالات کا احاطہ دشوار ہے۔

اور جب ایسا ہے، تو ظاہر ہے کہ سب پر یکساں حکم لگانا بھی درست نہیں۔

بعض اگر کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، تو بعض کفر تک نہیں پہنچے ہوئے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے بعض احادیث وروایات ایسے اہلِ تشیع راویوں سے بھی لی ہیں،

جو مسلمان اور سچے ہیں۔

افسوس کہ بعض حضرات نے علمی خیانت کے مرتکب ہو کر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب موصوف کی مذکورہ عبارت کے صرف ایک حصے کو ظاہر کر کے ''اہلِ تشیع'' پر یکساں حکم لگانے کا تاثر ظاہر کیا۔

امام رازی کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا کہ:

''شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے''۔

ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔

شیعوں کی طرف ''تحریفِ قرآن'' کا جو عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے، اس کا بے شک بعض اہلِ تشیع کی کتابوں میں ذکر موجود ہے، جس کے بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں حوالہ جات وعبارات بھی درج کی ہیں، لیکن بہت سے محققینِ شیعہ نے اس عقیدے کی سخت تردید کی ہے۔

اور متعدد محققینِ اہل السنۃ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی ''تفسیرُ الکبیر'' میں فرماتے ہیں کہ:

احتج القاضی بقوله :إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون على فساد قول بعض الإمامية فى أن القرآن قد دخله التغيير والزيادة والنقصان(التفسير الكبير،لفخر الدين الرازی، ج ۱۹، ص ۱۲۴، سورة الحجر)

ترجمہ: قاضی نے اللہ تعالیٰ کے قول ''**انا نحن نزلنا الذكر وانا لهٗ**

لحافظون ''کے ذریعے سے بعض ''امامیہ'' کے اس قول کے فاسد ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ قرآن میں ''تغیر'' اور ''کمی وزیادتی'' داخل ہوگئی ہے (تفسیر الکبیر)

اس سے معلوم ہوا کہ ''تحریفِ قرآن'' کا عقیدہ، بعض شیعہ امامیہ کا ہے، نہ تو تمام شیعوں کا ہے، اور نہ ہی تمام ''شیعہ اثناعشریہ'' کا یہ عقیدہ ہے۔ [1]

نعمان بن محمد آلوسی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ

نعمان بن محمد آلوسی بغدادی (المتوفیٰ: 1317 ہجری) نے اپنی تالیف ''الجوابُ الفسیح لما لفقۂ عبدالمسیح'' میں، قرآن مجید کے اندر تحریف وغیرہ ہونے کے قول کو بعض ''امامیہ'' کی طرف منسوب کیا ہے، اور ''جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثناعشریہ'' کے بارے میں فرمایا کہ ان کے نزدیک قرآن مجید ''تغیر اور تبدیل'' وغیرہ سے محفوظ ہے۔

اس سلسلے میں انہوں نے متعدد مستند علمائے شیعہ کے حوالہ جات اور عبارات بھی نقل فرمائی ہیں، جن میں تفسیر ''روح المعانی'' کی ایک عبارت بھی شامل ہے۔ [2]

---

[1] ''امامیہ'' کے مختلف فرقے ہیں، جن میں ایک مشہور فرقہ ''شیعہ اثناعشری'' ہے۔
الاثنا عشرية :أى الإمامية(رد المحتار على الدر المختار، ج ا، ص ۵۴۸، كتاب الزكاة)

[2] وأما ما عليه جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية أن القرآن المجيدة محفوظ عن التغيير والتبديل، والموجود الآن هو الذى انزل على سيد ولد عدنان من غير زيادة ولا نقصان، واما من زعم منه غير هذا فقولهٔ مردود، غير مقبول عندهم ايضاً.
قال الشيخ الصدوق أبو جعفر محمد بن على بن بابويه الذى هو من أعظم علماء الإمامية الاثنى عشرية فى رسالته الاعتقادية ما عبارتهٔ: (اعتقادنا فى القرآن أن القرآن الذى أنزل الله تعالى على نبيه عليه الصلاة والسلام هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربعة عشر سورة وعندنا والضحى وألم نشرح سورة واحدة ولإيلاف وألم تر سورة واحدة ومن نسب إلينا أنا نقول أنه أكثر من ذلك فهو كاذب) انتهى.
وفى تفسير مجمع البيان الذى هو تفسير معتبر عند الشيعة: ذكر السيد الأجل المرتضى علم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگر دِرشید، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1225ھ) خاص اہلِ تشیع وروافض کے متعلق اپنی تالیف ''السیف المسلول'' میں فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الهدى ذو المجد أبو القاسم علي بن الحسين الموسوى أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم وأنه كان يعرض على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عدة ختمات، وكل ذلك بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته. انتهى.

وقال السيد المرتضى أيضاً: إن العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث والوقائع العظام المشهورة وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وبلغت الى حدٍ لم تبلغ إليه فيما ذكرناه، لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شيء فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو منقوصاً مع العناية الصادقة والضبط الشديد. انتهى.

وقال القاضى نور الله الشوسترى الذى هو من علمائهم المشهورين فى كتابه المسمى بمصائب النواصب، ما عبارتهٗ: ما نسب إلى الشيعة الإمامية بوقوع التغير فى القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية إنما قال به شرذمة قليلة منهم لا اعتداد بهم فيما بينهم. انتهى.

وقال الملا صادق فى شرح الكلينى ما لفظهٗ: يظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر ويشهر به. انتهى.

وقال محمد بن الحسن الحر العاملى الذى هو من كبار المحدثين فى الفرقة الإمامية فى رسالة كتبها فى رد بعض معاصريه ما عبارتهٗ بالفارسية: هر كسيكه تتبع أخبار وتفحص تواريخ وآثار نموده بعلم يقينى ميداند كه قرآن درغايه وأعلى درجة تواتر بوده، وآلاف صحابة حفظ ونقل ميكردندآن را ودر عهد رسول خدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مجموع ومؤلف بود. انتهى.

فظهر أن المذهب المرضىٰ المحقق عند علماء الفرقة الإمامية أن القرآن الذى انزل على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك، وأنه كان مجموعاً مؤلفاً فى عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة وجماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى عليه الصلاة والسلام عدة ختمات وأنهٗ يظهر القرآن ويشتهر بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

"کلینی نے تحریفِ قرآن اور اسقاطِ آیات وسُور میں جو آثار، ائمہ سے نقل کیے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رضی اللہ تعالیٰ عنہ والشرذمة الندرة قالت بوقوع التغيير لا اعتداد بها، و قد رد العلماء اقوالها و الأخبار الضعيفة لا يرجع عليها عن المعلوم المقطوع بصحته و هذا حق لأن خبر الواحد إذا اقتضى علماً ولم يوجد في الأدلة القاطعة ما يدل عليه وجب رده، على ما صرح به ابن المطهر الحلى فى كتابه المسمى "بمباد‌ء الوصول إلى علم الأصول" ، وقد قال الله تعالى : إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون. وفى تفسير الصراط المستقيم الذى هو تفسير معتبر عند علماء الشيعة "أى إنا لحافظون له من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان". انتهى .

و قال الوالد عليه الرحمة "وزعم بعض الشيعة أن عثمان بل ابا بكر و عمر ايضاً اسقطوا بعضا من آياته و لما تفطن به علمائهم ردوه و منهم الطبرسى فى مجمع البيان حيث قال أما الزيادة فى القرآن فمجمع على بطلانها، وأما النقصان فقد روى عن قوم من أصحابنا وقوم من حشوية العامة والصحيح خلافه وهو الذى نصره المرتضى واستوفى الكلام فيه غاية الاستيفاء فى جواب المسائل الطرابلسيان، وذكر فى مواضع أن العلم بصحة نقل القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والكتب المشهورة، وأشعار العرب المسطورة، فإن الغاية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وحراسته وبلغت إلى حد لم تبلغه فيما ذكرناه لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وحمايته الغاية حتى عرفوا كل شىء اختلف فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيرا أو منقوصا الى العناية الصادقة والضبط الشديد، وقال أيضا: إن العلم بتفصيل القرآن وأبعاضه فى صحة نقله كالعلم بجملته وجرى ذلك مجرى ما علم ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه والمزنى فإن أهل العناية بهذا الشأن يعلمون من تفصيلها ما يعلمونه من جملتها حتى لو أن مدخلا أدخل فى كتاب سيبويه بابا من النحو ليس من الكتاب لعرف وميزانه ملحق وأنه ليس من أصل الكتاب وكذا القول فى كتاب المزنى ومعلوم أن العناية بنقل القرآن وضبطه أصدق من العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء .

وذكر أيضا أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن .واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان وأنه كان يعرض على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عدة ختمات وكل ذلك يدل بأدنى تأمل على أنه كان مجموعا مرتبا غير مبتور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف ذلك من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف فى ذلك مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخبارا ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع بصحته انتهى (الجوابُ الفسيح لما لفقهٔ عبدالمسيح، المجلد الثانى، ص ۱۳۴ الیٰ ۱۳۷، كلام النصرانى فى كتابة القران بعد موت النبى، الفصل الثانى، مطبوعة: دار البيان العربى بالقاهرة، تاريخِ طبع: 1978ء)

ہیں، سب موضوع اور بناوٹی ہیں، جیسا کہ ''ابنِ بابویہ'' اور ''حلی'' ان کے اکابرین نے اس کا فیصلہ اور اعتراف کیا ہے'' (السیف المسلول، ص۱۲۰، دوسرا مقالہ، پہلی فصل، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب نے بھی تحریفِ قرآن واسقاطِ آیات سے متعلق آثار کا موضوع وبناوٹی ہونا، شیعہ اکابرین کے فیصلہ واعتراف سے نقل فرمادیا۔

اور یہ بات واضح ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے یہ جو کچھ فرمایا، تحقیق کے بعد ہی فرمایا۔

مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی کا حوالہ

برِ صغیر کی معروف علمی شخصیت مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی (المتوفیٰ: 1308ھ) نے بھی اسی بات کی مدلل ومفصل وضاحت فرمائی ہے، جو اِن کی مشہورِ زمانہ تالیف ''اظہارُ الحق'' میں موجود ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید، تمام اثنا عشری علماء کے نزدیک تغیر وتبدل سے محفوظ ہے، اور اگر کوئی شخص قرآن میں کسی کمی اور نقصان کا دعویٰ کرتا ہے، تو اس کا قول ان علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور نا قابلِ قبول ہے۔

(1)......محمد بن علی بابویہ کی شہادت:

چنانچہ شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بابویہ، جو علمائے امامیہ اثنا عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء میں سے ہیں، اپنے رسالہ ''الاعتقادیۃ'' میں کہتے ہیں:

ہمارا عقیدہ قرآن کی نسبت یہ ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا، وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ

اور کچھ نہیں ہے، البتہ اس کی سورتوں کی تعداد، لوگوں کے نزدیک 114 ہے، مگر ہمارے نزدیک سورۃ ''والضحیٰ'' اور ''الم نشرح'' مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں، اسی طرح ''لایلاف'' اور ''الم تر کیف'' دونوں مل کر ایک سورۃ ہیں، اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے، وہ جھوٹا ہے''۔

(2)......سید مرتضیٰ کی شہادت:

تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے، اس میں سید مرتضیٰ **ذو المجدد علم الھدیٰ** ابوالقاسم علی بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ:

''قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بالکل اسی طرح، جیسا کہ آج ہے، مجموعے کی صورت میں موجود تھا''۔

اپنے اس دعوے پر علامہ موصوف نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن اس زمانے میں پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا، اور پورا زبانی یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک پوری جماعت کی نشان دہی کی ہے، نیز یہ کہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرایا جاتا تھا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں، متعدد مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی قرآن ختم کیے، یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآنِ کریم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ طور پر مجموعے کی شکل میں موجود اور مرتب تھا، متفرق اور منتشر ہرگز نہیں تھا۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ فرقۂ امامیہ، یا حشویہ، جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ قطعی قابلِ اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس خلاف کا منشاء بعض محدثین کی ضعیف روایتیں ہیں، جن

کو انہوں نے صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اس قسم کی روایتوں کی ان روایتوں کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، جن کی صحت قطعی اور یقینی ہے۔

(3)......سید مرتضٰی ہی کی دوسری شہادت:

سید صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ:

''قرآن کی صحت کا علم و یقین اس درجے کا ہے، جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں، یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات، یا اہلِ عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین، کیونکہ قرآن کی نقل و روایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے، اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے، کیونکہ قرآن، نبوت کا معجزہ اور علومِ شرعیہ، احکامِ دینیہ کا مآخذ ہے، اور مسلمان علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہاء کر دی ہے۔

یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز، مثلاً اس کے اعراب اور قرائتوں، حروف و آیتوں تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی، پھر اس قدر شدید اہتمام و توجہِ تام کے بعد، کیونکر یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر و تبدل ہو، یا کمی بیشی ہو''۔

(4)......قاضی نور اللہ شوستری کی شہادت:

قاضی نور اللہ شوستری، جو شیعہ علماء میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''مصائبُ النواصب'' میں یوں کہا ہے کہ:

''فرقۂ شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ قرآن کے محرف ہونے کے قائل ہیں، سو جمہور شیعہ کی طرف اس کی نسبت ہرگز درست نہیں ہے، یہ بات ایسے قلیلُ التعداد، نا قابلِ اعتبار لوگوں کی ہے، جن کی کوئی قیمت و پوزیشن شیعوں میں نہیں ہے''۔

(5)......ملا صادق کی شہادت:

(شیعہ کے مشہور عالم اور ''الکافی'' کے مصنف) ملا صادق نے ''کلینی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ:

''قرآن اُسی موجودہ ترتیب کے ساتھ بارہویں امام کے ظہور کے وقت، ظاہر اور مشہور ہوگا''۔

(6)......عاملی کی شہادت:

محمد بن حسن حر عاملی نے، جو فرقۂ امامیہ کے جلیلُ القدر محدث ہیں، اپنے ایک رسالے میں بعض معاصرین کا رَد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا، وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے، ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے، اور عہدِ رسالت میں وہ جمع اور مدون ہو چکا تھا''۔

ان گزشتہ شہادتوں سے پورے طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا، وہ بالکل وہی ہے، جو اس زمانے میں مجموعے کے طور پر لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اس سے زائد بالکل نہیں ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں جمع اور مدون ہو گیا تھا، اور ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو یاد اور نقل کیا، صحابہ رضی اللہ عنہ کی بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سنایا، اور بارہویں امام کے ظہور کے وقت بھی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر اور مشہور ہوگا۔

اور جو قدرے قلیل شیعہ حضرات اس میں تغیر وتبدل وتحریف کے قائل ہیں، ان کا قول باطل اور مردود ہے، خود شیعوں میں وہ لائقِ اعتبار نہیں ہیں۔

اور جو بعض ضعیف روایتیں، تحریف کی نسبت ملتی ہیں، وہ ان قطعی اور یقینی روایات کے مقابلے میں قطعی اور کوئی اعتبار نہیں رکھتیں، جو قرآن کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اور یہ بات ہے بھی درست، اس لیے کہ خبرِ واحد اگر کسی علم کی موجب ہو، لیکن یقینی دلائل میں کوئی چیز اس پر دلالت کرنے والی نہ ہو، تو اس کا رَد کرنا واجب ہے، چنانچہ اس کی تصریح ابنِ مطہر الحلی نے اپنی کتاب ''مبادئُ الوصول الی علم الاصول'' میں خوب اچھی طرح کی ہے، اور خود قرآنی شہادت ''إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ '' کی تفسیر میں علمائے شیعہ کی سب سے معتبر ''صراطِ مستقیم'' میں کہا گیا ہے کہ:

''یعنی ہم قرآن کی حفاظت کریں گے، تحریف اور تبدیل سے، کمی اور بیشی سے''۔

(بائبل سے قرآن تک ''اظہار الحق'' کا اردو ترجمہ، ج۳ص۹تا۱۴، ترجمہ: مولانا اکبر علی صاحب، شرح وتحقیق: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: 1998ء) [1]

---

[1] ''اظہارُ الحق'' عربی کی اصل عربی ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وأما الجواب عنه تحقيقاً فلأن القرآن المجيد عند جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية محفوظ عن التغير والتبديل، ومن قال منهم بوقوع النقصان فيه فقوله مردود غير مقبول عندهم.

[1]قال الشيخ الصدوق أبو جعفر محمد بن على بن بابويه الذى هو من أعظم علماء الإمامية الاثنى عشرية فى رسالته الاعتقادية: (اعتقادنا فى القرآن أن القرآن الذى أنزل الله تعالى على نبيه هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربع عشرة سورة وعندنا الضحى وألم نشرح سورة واحدة ولإيلاف وألم تر كيف سورة واحدة ومن نسب إلينا أنا نقول أنه أكثر من ذلك فهو كاذب) انتهى.

[2]وفى تفسير مجمع البيان الذى هو تفسير معتبر عند الشيعة: (ذكر السيد الأجل المرتضى علم الهدى ذو المجد أبو القاسم على بن الحسين الموسوى أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم وأنه كان يعرض على النبى صلى الله عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مولانا شمس الحق افغانی کا حوالہ

''تحریفِ قرآن'' کے عقیدے کو تمام اہلِ تشیع کی طرف منسوب کرنے کی نفی حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ (فاضلِ دارُالعلوم دیوبند، اور سابق شیخ الحدیث دارُالعلوم دیوبند) نے بھی فرمائی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله عليه وسلم عدة ختمات، وكل ذلك بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته) انتهى.

[3]وقال السيد المرتضى أيضاً: (إن العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والوقائع العظام المشهورة وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وبلغت حداً لم تبلغ إليه فيما ذكرناه لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شىء فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو منقوصاً مع العناية الصادقة والضبط الشديد) انتهى.

[4]وقال القاضى نور الله الشوسترى الذى هو من علمائهم المشهورين فى كتابه المسمى بمصائب النواصب:" ما نسب إليه الشيعة الإمامية بوقوع التغير فى القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية إنما قال به شرذمة قليلة منهم لا اعتداد بهم فيما بينهم "انتهى.

[5]وقال الملا صادق فى شرح الكلينى: (يظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر ويشهر به) انتهى.

[6]وقال محمد بن الحسن الحر العاملى الذى هو من كبار المحدثين فى الفرقة الإمامية فى رسالة كتبها فى رد بعض معاصريه: " هر كسيكه تتبع أخبار وتفحص تواريخ وآثار نموده بعلم يقينى ميداند كه قرآن درغايه وأعلى درجة تواتر بوده وآلاف صحابة حفظ ونقل ميكردندآن راودر عهد رسول خدا صلى الله عليه وسلم مجموع ومؤلف بود) انتهى .فظهر أن المذهب المحقق عند علماء الفرقة الإمامية الاثنى عشرية أن القرآن الذى أنزله الله على نبيه هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك، وأنه كان مجموعاً مؤلفاً فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة وجماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى عدة ختمات ويظهر القرآن ويشهر بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر رضى الله عنه والشرذمة القليلة التى قالت بوقوع التغير .فقولهم مردود ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز تالیف ''علومُ القرآن'' میں ''شیعہ اور تحریفِ قرآن'' کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مستشرقین جب ہر طرح قرآن کی تحریف ثابت کرنے سے عاجز آ گئے، تو بڑے زور شور سے یہ لکھ دیا کہ مسلمانوں کا بڑا فرقہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، اور وہ شیعہ ہے، اور اس انداز سے لکھا کہ گویا تحریفِ قرآن شیعوں کا مسلم عقیدہ ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، شیعوں کا مذہب وہی ہے، جو سنیوں کا ہے کہ قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے، اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی، جس کے لیے شیعوں کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

(1)......شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں:

”ما بين الدفتين ليس بأكثر من ذٰلک و من نسب الينا انه اكثر فهو كاذب“.

''جو کچھ قرآن کی ان دو جلدوں میں ہے، قرآن اس سے زیادہ نہیں، اور جس نے ہم کو یہ منسوب کیا کہ وہ زیادہ ہے، وہ جھوٹا ہے''۔

(2)......تفسیر مجمع البیان ابوالقاسم علی بن الحسین الموسوی میں ہے:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اعتداد بهم فيما بينهم، وبعض الأخبار الضعيفة التى رويت فى مذهبهم لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته وهو حق لأن خبر الواحد إذا اقتضى علماً ولم يوجد فى الأدلة القاطعة ما يدل عليه وجب رده، على ما صرح ابن المطهر الحلى فى كتابه المسمى (بمباداء الوصول إلى علم الأصول) ، وقد قال الله تعالى: } إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون . {فى تفسير الصراط المستقيم الذى هو تفسير معتبر عند علماء الشيعة (أى إنا لحافظون له من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان) .انتهى .

(اظهار الحق ، ج ا ص۴۳۸ الى ۴۳۹، الباب الخامس: فى إثبات كون القرآن كلام الله ومعجزاً ورفع شبهات القسيسين ،الفصل الرابع: فى دفع شبهات القسيسين الواردة على الأحاديث،الشبهة الاولى، طبع على نفقة :ادارة احياء التراث الاسلامى، الدوحه ـ قطر، عنى بطبعه ونشره :خادم العلم عبدالله بن ابراهيم الانصارى، مدير عام :ادارة احياء التراث الاسلامى، الدوحه ـ قطر)

"ان القرآن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم مجموعا مولفا علی ما هو الآن، و ذکر أن من خالف من الامامیة والحشویة لا یعتبر بخلافهم لأنهم قبلوا الاخبار الضعیفة".

"قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا، جیسا کہ اب ہے، جو امامیہ اور حشویہ اس کے خلاف ہیں، ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا، کیونکہ انہوں نے ضعیف خبروں کو قبول کیا ہے۔

(3)......سید مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں:

"ان العلم بصحة القرآن کالعلم بالبلدان و الوقائع الکبار".

"موجودہ قرآن کی صحت کا علم ایسا یقینی ہے، جیسے مشہور شہروں کی موجودگی کا علم اور بڑے بڑے واقعاتِ تاریخیہ کا علم"۔

(4)......قاضی نور اللہ الشوستری الشیعی "مصائب النواصب" میں لکھتے ہیں:

"ما نُسب الی الشیعة الامامیة بوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال به جمهور الامامیة وانما قال به شرذمة قلیلة منهم لا اعتداد بهم و قال الملا صادق فی شرح الکلینی مظهر القرآن بهٰذا الترتیب عند ظهور الامام الثانی عشر".

"جو بات امامیہ شیعوں کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر مانتے ہیں، یہ جمہور امامیہ کا قول نہیں، بلکہ چھوٹے گروہ کا قول ہے، جن کا اعتبار نہیں، ملا صادق شرح کلینی میں لکھتے ہیں کہ قرآن کو اسی ترتیب کے ساتھ بارہویں امام ظاہر فرمادیں گے۔

(5)......محمد بن الحسن الحر العاملی جو شیعہ امامیہ کے بڑے محدثین میں سے ہیں، اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں، جو انہوں نے کسی ہم عصر عالم کے رَد میں لکھا ہے کہ:

''ہر کسے تتبع اخبار تفحص تواریخ وآ ثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن درغایت درجہ تواتر وہ بودہ وآلاف صحابہ ضبط ونقل کردہ وآں درعہدِ رسول اللہ مجموع ومولف بودہ''۔

(ترجمہ) جس نے بھی اخبار وآثارِ تواریخ کی جستجو کی، وہ یقیناً جانتا ہے کہ قرآن موجودہ انتہائی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور ہزار ہا صحابہ نے اس کو نقل وضبط کیا ہے، اور وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا۔

(6)......فروع کافی کتاب الروضۃ ص ۸۵ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''هو كتاب كريم فضلهٔ و وفصلهٔ و بينهٔ وأوضحهٔ و أعزهٔ و حفظهٔ من أن ياتيه الباطل بين يديه''.

''قرآن معزز کتاب ہے، جس کو اللہ نے فضیلت اور بزرگی بخشی ہے، اور اس کو باطل کی آمیزش سے محفوظ کیا ہے۔

(7)......شیخ صدوق رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں:

''القرآن المنزل وما بايدى الناس واحد لا زيادة فيه ولا نقصان''.

''نازل شدہ قرآن اور جو قرآن لوگوں کے ہاتھ میں ہے، ایک ہے، جس میں کمی بیشی نہیں''۔

ان مستند حوالہ جاتِ شیعہ کے بعد یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ شیعہ میں چند نا قابلِ اعتبار افراد کے سوا کوئی بھی تحریف، یا قرآن میں کمی بیشی ہونے کا قائل نہیں۔

مزید تفصیل نعمان (بن محمد) آلوسی کی کتاب ''**الجواب الفسيح لما لفقه عبدالمسيح**'' میں ملاحظہ کی جائے، قرآنِ حکیم تحریری اور دماغی دونوں طرح

محفوظ ہے، اور الفاظِ قرآن اور مطالبِ قرآن دونوں معجزہ ہیں‘‘ (علوم القرآن، ص۱۳۴ الیٰ ۱۳۶، شائع کردہ: المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

’’تفسیرِ حقانی‘‘ کا حوالہ

علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی (المتوفیٰ: 1335ھ) اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

رہا شیعہ کا وہ خیال، سو وہ جہلاء کی گپ ہے، آج تک سلف سے لے کر خلف تک، کوئی محقق شیعہ، بلکہ کوئی اہلِ اسلام بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا، چنانچہ علمائے شیعہ اس خیال کی برائت اپنی کتابوں میں بڑی شدّ ومد سے کرتے ہیں۔

شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ، اپنے رسالہ ’’عقائدیہ‘‘ میں کہتے ہیں کہ ’’جو قرآن کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا، وہی ہے کہ جو آپ لوگوں کے پاس موجود ہے، نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے، نہ زیادہ‘‘

تفسیر مجمع البیان میں کہ جو شیعہ کے نزدیک معتبر تفسیر ہے، سید مرتضیٰ کہتے ہیں ’’جو قرآن کہ عہدِ پیغمبر علیہ السلام میں تھا، وہی اب بھی ہے، بلا تفاوت‘‘

قاضی نورُ اللہ شوستری اپنی کتاب ’’مصائبُ النواصب‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ’’یہ بات جو شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر وتبدل کے قائل ہیں، محض غلط ہے، محققینِ شیعہ میں سے کوئی اس کا قائل نہیں، اور جو کوئی کہے، تو اس کا کیا اعتبار ہے‘‘

ملا صادق شرح کلینی میں لکھتے ہیں ’’یہ قرآن اسی طرح امام مہدی تک سالم رہے گا‘‘

محمد بن حسن عاملی کہتے ہیں کہ ’’جو روایات پر ذرا بھی نظر کرے گا، یقینی طور پر جان جاوے گا کہ قرآن میں بچند وجوہ کمی زیادتی ناممکن ہے‘‘ (تفسیر حقانی، ج۱ص۸۸، ۸۹، مقدمہ، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، انڈیا)

صاحبِ تفسیرِ حقانی نے صحابۂ کرام پر تبرّی، اور گالی گلوچ، کے فعل کو بھی غالی اور متعصب شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے، اور امامت کے مسئلے میں شیعوں کے بہت سے فریق ہونے کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ وہ ''تفسیرِ حقانی'' کے مقدمہ میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

اصل نزاع ''مسئلۂ امامت'' میں تھا، شیعہ کے نزدیک، استحقاق اس خدمت کا حضرت علی کو تھا۔

دوم علی رضی اللہ عنہ، سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں افضل ہیں، نہ یہ بات کہ اور صحابۂ کرام، کافر یا مرتد ہو گئے۔

اور ''باغِ فدک'' حضرت فاطمہ کی مِلک کر دینا چاہیے تھا۔

اہلِ سنت کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، امامت کے مستحق تھے کہ وہی سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں افضل تھے، اور ''باغ'' آنحضرت علیہ السلام نے اپنی حیات میں ''نذرُ اللہ'' کر دیا تھا، بلکہ اپنے جان اور مال سب کو وقف راہِ مولیٰ کر دیا، اور ''**نحن معشر الانبیاء لانرث ولانورث، ماتر کناہ صدقۃ**'' فرما دیا تھا، پس جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں، جو اس کی آمدنی پاتی تھیں، بدستور جاری رکھی، اور باغ ''مالِ خدائی'' ٹھہرایا گیا، کیونکہ جب مال ہی نہیں، تقسیم کاہے میں جاری کرتے؟ لیکن بنوامیہ کے ظلم اور زیادتی سے یہ قصہ نہایت طول پکڑ گیا، خود شیعہ کے اس مسئلۂ امامت میں بہت سے فریق ہو گئے۔

اور غالی اور متعصب لوگوں نے اپنی رونقِ مجالس اور لوگوں کو مصائبِ اہلِ بیت پر رُلانے کے لیے ایسی ایسی باتیں بھی گھڑیں، اور کتابوں میں درج کر دیں، اور نوبت تبرّی اور گالی گلوچ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہنچا دی، اور پرائے شکن کے لیے،

اپنی ناک اڑادی، اہانتِ پیغمبر علیہ السلام اور اہلِ بیتِ کرام کی طرف خیال نہ کیا۔

اس لیے محققینِ شیعہ، ایسی باتوں کو ہیچ و پوچ جانتے ہیں (تفسیر حقانی، ج۱ص۱۰۲، مقدمہ، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، انڈیا)

ممکن ہے کہ کسی کو مولانا حقانی کی کسی بات سے اختلاف ہو، لیکن یہ ایک مفسر و متکلم کی رائے ہے، جس کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ محمد نجم الغنی خاں رامپوری اور مولانا زاہد الراشدی کا حوالہ

برصغیر پاک و ہند کے نامور مورخ، علامہ حکیم محمد نجم الغنی خاں رام پوری، نجمی تخلص (المتوفی، یکم جولائی، 1941ء-1360ھ) اپنی معروف کتاب ''مذاھبُ الاسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہلِ قبلہ کو جو مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں، اور قرآن وحدیث کے ساتھ تمسک کرتے ہیں، اور شہادتین کی تصدیق واقرار کرتے ہیں، کافر کہنا نہ چاہیے، جب تک کہ کوئی قول وفعل کفر کا، اُن سے صریحاً نہ پایا جائے، جیسے ''معاذ'' کا، یا ''خدائے تعالیٰ کے وجود'' کا، یا ''نبی'' کا، یا اور ''ضروریاتِ دین'' کا انکار کرنا، اور ''کفر'' کا التزام ''کفر'' ہے، اُس کا لزوم ''کفر'' نہیں۔

اگر ''مدلولِ نص'' کو ''مدلولِ نص'' اعتقاد کر کے بے تاویل انکار کرے، اور کہے کہ ہر چند نص وارِد ہے، مگر میں اس بات کو قبول نہیں کرتا، یہ کفر کا التزام ہے، اور اگر نص کو تاویل کرکے، اگرچہ وہ تاویل حقیقت میں صحیح نہ ہو، مدلولِ ظاہر کو نہ مانے، تو یہ لزومِ کفر ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جب کسی حکمِ منصوص کا جو بنصِ قطعی ثابت ہے، تاویلِ

باطل کے ساتھ انکار کرتے ہیں، تو کفر لازم نہیں آتا، سو یہی حال ''شیعہ'' کا ہے، کہ وہ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جان کر ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے اس اجماع سے، جو خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر ہوا ہے، اجماع سمجھ کر انکار نہیں کیا ہے، بلکہ ایک شبہ اُن کے دل میں پیدا ہوگیا ہے، جس سے اجماع کے منکر ہیں، اور وہ شبہ یہ ہے کہ علی مرتضٰی نے بسبب ''تقیہ'' کے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کی تھی، اور حقیقت میں ان کے خلیفہ برحق ہونے کے معتقد نہ تھے، پس دراصل اجماع منعقد نہیں ہوا تھا، اگرچہ یہ شبہ باطل ہے، مگر ان کے عندیے میں تو صحیح ہے، اس لیے تکفیر سے روکتا ہے، پس اس طرح کی باتیں بدعت ہیں کہ تاویل صادِر ہوئی ہے۔

اور یہاں سے عدمِ تکفیرِ خوارج کا بھی سِر ظاہر ہوتا ہے، اور یہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے ''یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة ''یعنی'' دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار میں سے'' اس سے مقصود'' نکل جانا امامِ برحق کی اطاعت سے ہے'' اور حقیقت میں اسلام سے نکل جانا مراد نہیں۔

اور عموماً ''صحابہ'' اور خصوصاً ''شیخین'' کو برا کہنا ''کفر'' نہیں، ''فسق'' ہے، اس لیے کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے، اور صحابہ اور دوسرے مسلمان اس حکم میں برابر ہیں، بالفرض اگر کوئی مسلمان خلفائے راشدین میں سے کسی کو قتل کر ڈالے، تو بھی وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور ظاہر ہے کہ برا کہنا قتل سے کمتر ہے، ہاں معاصی کا حلال جاننا کفر ہے، جس طرح ترکِ صلاۃ ''کفر'' نہیں، بلکہ ترک کو حلال جاننا کفر ہے۔

تکفیرِ شیعہ ہمارے ائمۂ متقدمین کی رائے نہیں، یہ افواہ متاخرین میں پھیل گئی ہے۔

امرِ منقح اور قولِ مفتیٰ بہٖ ومرجح یہ ہے کہ جو ''شیعہ'' منکر ضروریاتِ دین ہوں، وہ ''کافر'' ہیں، شرکت اُن کے ساتھ مثل شرکتِ اسلام کے جائز نہیں، اور جو ایسے نہ ہوں، گو صحابہ کو برا کہتے ہوں، وہ فاسق ہیں، کافر نہیں۔

اور یہ جو امام ابوحنیفہ وامام شافعی سے مروی ہے کہ شیعہ کے پیچھے نماز، ناجائز ہے، سو یہ بات اُن کے کفر کی وجہ سے نہیں، بلکہ اہلِ سنت کو اُن کی اقتداء سے روکا ہے، کیونکہ اُن کی بدعت نے زور پکڑا، تو اُن کے ایمان میں شبہ پیدا ہوا، پس اہلِ سنت کو حکم دیا کہ اُن کے پیچھے نماز خراب ہوگی (مذاہب الاسلام، ص۷۳، و۷۴، تکفیر اہلِ قبلہ، مطبوعہ: رضا پبلی کیشنز، لاہور، تاریخِ طبع ۱۹۷۸ء)

موصوف اپنی اسی مذکورہ تالیف میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''اثنا عشریہ قرآن میں کمی بیشی کے قائل نہیں، اور یہ جو مشہور ہے کہ شیعۂ اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے دس پارے قرآن مجید کے کم کر دیے، اور بعض شیعہ ''سورہ حسنین'' اور ''سورہ فاطمہ'' اور ''سورہ علی'' پڑھا کرتے ہیں، یہ جہلا کی گپ ہے، آج تک سلف سے لے کر خلف تک کوئی محقق اثنا عشری، یہ عقیدہ نہیں رکھتا، چنانچہ علمائے اثنا عشری اس خیال کی برائت اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے کرتے ہیں۔

شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ اپنے رسالۂ عقائد میں کہتے ہیں کہ جو قرآن ''اللہ'' نے حضرت کو دیا تھا، وہی ہے کہ جو اَب لوگوں کے پاس موجود ہے، نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے، نہ زیادہ۔

تفسیر مجمع البیان میں کہ جو اثنا عشریوں کے نزدیک معتبر تفسیر ہے، سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ جو قرآن عہدِ پیغمبر علیہ السلام میں تھا، وہی اَب بھی ہے، بلا تفاوت۔

قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب ''مصائب النواصب'' میں کہتے ہیں کہ یہ بات جو

شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر وتبدل کے قائل ہیں، سو یہ غلطی ہے، محققینِ شیعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، اور جو کوئی کہے، تو اس کا کیا اعتبار ہے۔

ملاّ صادق شرح کافی کلینی میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن اسی طرح امام مہدی تک سالم رہے گا۔

محمد بن الحسن آملی کہتے ہیں کہ جو روایات پر ذرا بھی نظر کرے گا، یقینی طور پر جان جائے گا کہ قرآن میں بچند وجوہات، کمی زیادتی ناممکن ہے (مذاہب الاسلام، ص ۴۴۸، و ۴۴۹، عقائد اثنا عشریہ کی تفصیل، مطبوعہ: رضا پبلی کیشنز، لاہور، تاریخ طبع ۱۹۷۸ء)

علامہ عبدالغنی رام پوری نے بھی وہی بات فرمائی، جو دیگر محققین نے فرمائی، اب اگر کسی کو مذکورہ حضرات کی تحقیق سے اختلاف ہو، تو وہ اس کا معاملہ ہے۔

لیکن ہم مذکورہ حضرات کی تصریحات کو جزوی اختلاف کی گنجائش کے باوجود اہمیت دیتے ہیں۔

بعض دیگر اہلِ علم حضرات نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) لکھتے ہیں:

قرآن کریم کے چالیس پاروں کے بارے میں ایک واعظانہ روایت اہلِ تشیع کے حوالہ سے سنتے آرہے تھے کہ:

”قرآن کریم کے اصل میں چالیس پارے تھے، جن میں سے دس پارے بکری کھا گئی اور مکمل قرآنِ کریم اب صرف امام غائب کے پاس ہے، جو اثنا عشریہ اہلِ تشیع کے عقیدہ کے مطابق ایک غار میں مستور ہیں اور قیامت سے پہلے وہ قرآن کریم لے کر باہر آئیں گے“

لیکن اس روایت کو اہلِ تشیع کی سنجیدہ علمی قیادت بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

۱۹۸۷ء کے دوران حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور مولانا حافظ حسین احمد۔ ایم۔این۔اے۔سمیت ایک وفد کے ہمراہ راقم الحروف کو ایران جانے کا اتفاق ہوا، تو ایران کے ایک ذمہ دار اور مقتدر مذہبی راہنما جناب آیت اللہ خزعلی نے ہمارے سامنے قرآن کریم ہاتھ میں لے کر حلف اٹھاتے ہوئے کہا تھا کہ ''ما ایمان داریم کہ این قرآن کریم حق است نہ یک حرف کم نہ زیاد''۔

اس پر مولانا منظور احمد چنیوٹی اور آیت اللہ خزعلی کے درمیان جو مکالمہ ہوا، وہ ایک الگ دلچسپ قصہ ہے، مگر اس حوالہ سے اس موقع پر ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ چالیس پاروں والے قصہ کو تو شیعہ کی علمی قیادت بھی قبول نہیں کر رہی (ماہنامہ ''نصرۃ العلوم''، گوجرانوالہ، تاریخ اشاعت: جنوری 2007ء)

مولانا زاہد الراشدی صاحب نے بھی اہلِ تشیع کے حوالہ سے چالیس پاروں کی روایت کو واعظانہ قرار دے کر اہلِ تشیع کی سنجیدہ علمی قیادت سے اس کے انکار کو نقل کیا ہے، اور ایران کے ایک ذمہ دار اور مقتدر مذہبی رہنما سے بھی اس کا ثبوت بیان کر دیا۔

بعض اہلِ تشیع کا حوالہ

اس کے علاوہ متعدد اہلِ تشیع علماء نے ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدے کی تردید میں مستقل مضامین اور رسائل لکھے ہیں، جن میں انہوں نے ''تحریفِ قرآن'' کی اصطلاح اور اس کی اقسام پر روشنی ڈالی ہے، اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ ''تحریفِ قرآن'' کا جو مفہوم مراد لے کر تمام اہلِ تشیع پر کفر کا الزام عائد کیا جاتا ہے، اہلِ تشیع اور بعض سنیوں کی بہت سی کتابوں میں اس سے وہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے یا تو قرآن کا ''منسوخ حصہ'' مراد ہے، یا یہ مراد ہے کہ موجودہ ''ترتیبِ قرآنی'' نزولِ قرآن کی ترتیب سے مختلف ہے۔

نیز بہت سے اہلِ تشیع نے ایسی روایات کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے، جن سے تحریفِ

قرآن کا شبہ پیدا ہوتا ہو، اور انہوں نے اس بات پر بلا شک وشبہ اقرار کیا ہے کہ موجودہ قرآن ہی اصل قرآن ہے، جوکہ کسی بھی قسم کی کمی وزیادتی سے پاک ہے۔

تحریفِ قرآن سے متعلق شیعہ کتبِ حدیث میں موجود، روایات کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اولؔ تو اس قسم کی روایات کی اکثریت ضعیف، مرسل اور مقطوع ہونے کی وجہ سے حجیت سے ساقط ہیں۔

دوسرؔے بعض ایسی روایات بھی ہیں، جن کی سند میں موجود افراد معتبر ہیں، لہٰذا ان کی سند کے بارے میں تو سوال نہیں کیا جاسکتا البتہ ان احادیث کی تاویل وتوجیہ کرنا ضروری ہے، مثلاً بعض تفسیرِ قرآن وتاویل اور بعض سببِ نزول وقرئت اور کچھ تحریفِ معنیٰ سے متعلق ہیں۔

اور اگر ضعیف، مرسل اور مقطوع کے متعلق بھی اس قسم کی تاویل وتوجیہ اختیار کی جائے، تو ان کے متعلق بھی اعتبار پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن ضعیف روایات میں توجیہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان کا ضعیف ہونا ہی ان کے اعتبار کو ساقط کرنے کے لئے کافی ہے۔

اور بعض روایات ایسی بھی ہیں، جوکہ تحریفِ قرآن کو ثابت کرنے میں اس قدر ظاہر اور صریح ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تاویل وتوجیہ نہیں کی جاسکتی، اس قسم کی روایات کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ یہ گھڑی ہوئی ہیں، لہٰذا انہیں ترک کردینا ہی مناسب ہے۔

سید علی نقی النقوی (لکھنؤ، انڈیا) نے ''تحریفِ قرآن کی حقیقت'' کے نام سے رسالہ لکھا ہے، جس میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

> ''قرآن مجید کے متعلق دو جزو ایسے ہیں، جو علمائے شیعہ میں نقطۂ اتفاق ہیں، ایک یہ کہ قرآن مجید میں زیادتی نہیں ہوئی ہے، اور موجودہ قرآن کلامِ الٰہی اور وحی آسمانی ہے۔
>
> دوسرؔے یہ کہ قرآن کی ترتیبِ اصلی سلسلۂ نزول کے مطابق نہیں ہے، اور اس میں تقدیم وتاخیر ہوئی ہے، لیکن اُس کے بعد کسی اور قسم کی تحریف کے متعلق علماء کا

نقطۂ خیال مختلف ہو گیا ہے۔

بہت سے بڑے علماء اور رؤسائے ملت تحریف کے بالکل منکر ہیں، اور قرآن مجید میں کسی جزو کے بھی اسقاط اور تغییر وتبدیل کو تسلیم نہیں کرتے، جن میں سے بعض اکابر کے اسماء درجِ ذیل ہیں:

(1) حافظ الاخبار شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی علیہ الرحمۃ اپنے اعتقادات میں تحریر فرماتے ہیں:

”اعتقادنا أن القرآن الذی أنزله اللّٰه تعالیٰ علی نبیه محمد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم هو ما بین الدفتین و هو ما فی أیدی الناس لیس باکثر من ذلک و من نسب الینا أنا نقول أنه اکثر من ذلک فهو کاذب“.

”ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن جس کو خدا نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا، وہ یہی ہے کہ جو موجود اور لوگوں کے ہاتھ میں متداول ہے، اور وہ اس سے زیادہ نہ تھا، اور جو شخص ہماری طرف یہ نسبت دے کہ ہم قرآن کو موجودہ مقدار سے زیادہ کہتے ہیں، وہ غلط گو ہے“۔

(2) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمہ نے ”مسائلِ طرابلسیہ“ میں تحریفِ قرآن کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تحریفِ قرآن کا قول ایک جماعت کی طرف ناقلینِ حدیث میں سے منسوب ہے، جنہوں نے اخبارِ ضعیفہ نقل کر کے خیال کیا ہے کہ وہ صحیح ہیں، لیکن یہ اخبار اُن یقینی وغیر مشکوک وجوہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے، جو ہمارے قول کی صحت کو بتلاتے ہیں۔

(3) شیخ الطائفہ محمد بن الحسن طوسی اپنی عظیم الشان تفسیر تبیان میں تحریر فرماتے ہیں:

”أما الکلام فی زیادته و نقصانه یعنی القرآن فمما لا یلیق به لأن

الزیادة فیه مجمع علی بطلانه و النقصان منه فالظاهر أیضا من مذهب المسلمین خلافهٔ و هو الالیق بالصحیح من مذهبنا کما نصرهٔ المرتضیٰ و هو الظاهر من الروایات"۔

قرآن مجید کے متعلق زیادتی ونقصان کی بات کا زبان سے نکالنا مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ زیادتی کے تو بطلان پر اجماع ہے، اور نقصان کے متعلق بھی عام مسلمانوں کے مذہب کا ظاہر یہی ہے کہ نقصان نہیں ہوا ہے، ہماری جماعتِ شیعہ کا بھی صحیح مذہب یہی کہا جا سکتا ہے، جس کو سید مرتضیٰ رحمہ اللہ نے تقویت دی ہے، اور وہ ائمہ کے روایات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(4) امین الاسلام شیخ ابوعلی طبرسی تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں:

"أما الزیادة فیه فجمع علیٰ بطلانه و أما النقصان فیه فقد روی جماعة من أصحابنا و قوم من حشویة العامة أن فی القرآن تغیرا أو نقصانا و الصحیح من مذهب أصحابنا خلافهٔ و هو الذی نصرهٔ المرتضیٰ قدس الله روحه"۔

"قرآن میں زیادتی کا ہونا، تو باجماع باطل ہے، اور کمی کے متعلق کچھ شیعہ وسنی محدثین نے روایات نقل کر دیے ہیں کہ اس قرآن میں کچھ تغیر وتبدیل اور نقصان ہوا ہے، لیکن ہمارے علماء میں جو صحیح مذہب ہے، وہ اس کے خلاف ہے، اور یہی وہ ہے، جس کو سید مرتضیٰ رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے۔

(5) فاضل تونی ملا عبداللہ بشرینی خراسانی شرح وافیہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۲، ۵۳ میں لکھتے ہیں:

"قد وقع الخلاف فی تغییره فقیل أن فیه زیادة و نقصانا و به روایات کثیرة رواها الکلینی و علی بن ابراهیم فی تفسیره و

المشهور أنه محفوظ و مضبوط كما أنزل لم يتبدل و لم يتغير حفظه الحكيم الخبير"۔

''قرآن مجید میں تغیر وتبدیل واقع ہونے کے متعلق اختلاف ہوا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اس میں کچھ الفاظ کی کمی زیادتی ہوئی ہے، اور اس کے متعلق بہت سی روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں، جن کو کلینی وعلی بن ابراہیم نے درج کیا ہے، لیکن مشہور بین العلماء یہ ہے کہ وہ جتنا نازل ہوا تھا، اتنا ہی محفوظ ومضبوط ہے، اور اس میں تغیر وتبدیل نہیں ہوئی، خدا نے اس کی حفاظت فرمائی ہے''۔

(6) علامہ محمد حسن آشتیانی بحر الفوائد فی شرح الفرائد، مطبوعہ ایران ص ۹۹ میں لکھتے ہیں:

"المشهور بين المجتهدين و الاصوليين بل اكثر المحدثين عدم وقوع التغيير مطلقاً بل ادّعى غير واحد الاجماع على ذلك سيما بالنسبة الى الزيادة"۔

''قولِ مشہورِ مجتہدین اور اصولیین بلکہ اکثر محدثین کے درمیان بھی یہی ہے کہ قرآن میں تغیر وتبدیل بالکل نہیں ہوئی ہے، بلکہ متعدد حضرات نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، خصوصاً زیادتی کے متعلق''۔

اس کے بعد طرفین کے ادلہ نقل کرنے کے بعد خود محاکمہ فرماتے ہوئے لکھا ہے:

"الأخبار الدالة بظاهرها على حدوث التغيير و ان كانت كثيرة الا أن اكثرها الا ما شذ ضعيفة السند و يمكن دعوىٰ تواترها فلا يقدح ضعف السند فيها لكن الانصاف عدم نصوصيتها فيما ذكره الاخباريون و قوة احتمال ارادة ما عرفته من وجوه المعانى فيها"۔

''وہ اخبار جو ظاہری طور پر تغیر کے وقوع کو بتلاتے ہیں، وہ بہت ہیں، مگر وہ

سوائے شاذ و نادر کے اکثر ضعیفُ السند ہیں، ہاں ان کے تواتر کا ادعا کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ضعفِ سند میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن انصاف یہ ہے کہ وہ اخبارئین کے قول کو صریح طور پر بتلاتے بھی نہیں، اور احتمالِ قوی ہے کہ ان سے مراد وہی معانی ہوں، جو ان اخبار کی تاویل میں ذکر کیے گئے ہیں“۔

یہ تو وہ عبارات ہیں، جو بحالتِ موجودہ ہمارے پیشِ نظر ہیں، اس کے علاوہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے **کتابُ المقالات** میں لکھا ہے:

”قد قال جماعة من اهل الامامة أنه لم ینقص من کلمة ولا من آیة ولا من سورة“.

”ایک جماعت نے امامیہ میں سے کہا ہے کہ قرآن میں سے کوئی سورت کوئی آیت، بلکہ کوئی کلمہ بھی کم نہیں ہے“۔

سید محمد اعرجی رحمہ اللہ نے شرح وافیہ میں، اور شیخ فتح اللہ کاشانی رحمہ اللہ نے تفسیر ”**منھج الصادقین**“ میں بھی اس خیال پر زور دیا ہے۔

ان حضرات کے خلاف کچھ علماء، جن میں اکثر اخباریین اور بعض اصولیین داخل ہیں۔ مذکورۂ سابق روایات کی بناء پر اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ قرآن میں کمی واقع ہوئی ہے، اور محدث نوری نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھ دی ہے، جس کا نام ”**فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب** “ ہے، لیکن اس کتاب کو عام طور پر علمائے شیعہ نے نظرِ قبول سے نہیں دیکھا تھا، آقا محمد مہدی موسوی کاظمی اپنی کتاب ”**احسن الودیعة فی تراجم علماء الشیعة** “ مطبوعہ بغداد ص۹۰ میں محدث نوری کے حالات اور ان کے مصنفات کی فہرست لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب طبع فی ایران

علـى الـحجر بقطع أمالي شيخنا الطوسي وليته ما الفه و قد كتب في رده بعض العلماء رسالة شريفة بين فيها ما هو الحق و شنّع على المحدث النورى علماء زمانه“.

”فصلُ الخطاب در اثباتِ تحریف کتاب، ایران میں امالی شیخ طوسی کی تقطیع پر طبع ہوئی ہے، اور کاش انہوں نے یہ کتاب نہ لکھی ہوتی، اور اسی زمانہ میں بعض علماء نے اس کے رد میں ایک رسالۂ شریفہ تصنیف کیا تھا، جس میں اس مسئلہ میں جو قول حق ہے، اس کو واضح کیا تھا، اور محدث نوری پر اس کتاب کی وجہ سے ان کے زمانہ کے علماء نے طعن و تشنیع کی“۔

اس صورتِ حال کے بعد فرقۂ شیعہ کی طرف متفقہ حیثیت سے یہ نسبت دینا کہ وہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، غلط ہے“۔

(تحریفِ قرآن کی حقیقت، ص۱۲۴ تا ۱۲۸، مطبوعہ: مصباحُ القرآن ٹرسٹ، لاہور، طبع دوم: ۱۴۱۵ھ)

اور اس رسالہ کے آخر میں سید علی نقی النقوی (لکھنؤ، انڈیا) لکھتے ہیں کہ:

تمام بحث کا آخری نتیجہ یا میرا عقیدہ:

موجودہ قرآن کلامِ الٰہی، وحیِ آسمانی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز، اور مسلمانوں کے لیے واجبُ العمل ہے، اس کے کسی جزو، یا کل کے مفاد کی مخالفت، مخالفتِ خدا ہے، اور اس کا اتباع، ہر مسلمان کا رکنِ مذہب اور اہم ترین فریضہ ہے، موجودہ قرآن کے علاوہ، کسی سورت، کسی آیت، کسی حرف کا بھی جزوِ قرآن ہونا، ثابت نہیں ہے، اور نہ اس پر احکامِ قرآن مرتب ہو سکتے ہیں۔

واللہ یحق الحق بکلماتہٖ.

علی نقی النقوی عفی عنہ لکھنؤ، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

(تحریفِ قرآن کی حقیقت، ص۱۳۹، مطبوعہ: مصباحُ القرآن ٹرسٹ، لاہور، طبع دوم: ۱۴۱۵ھ)

سید علی نقی النقوی نے قرآن مجید کے کسی جزو، یا کُل کی مخالفت کو مخالفتِ خدا قرار دیا۔

ابوالقاسم موسوی خوئی (المتوفیٰ: 1992ء) جو اپنے زمانے کے نمایاں ترین شیعہ فقہاء اور مراجع تقلید میں شمار ہوتے ہیں، انہوں نے اپنی عربی تفسیر ''البیان فی تفسیر القرآن'' میں اس موضوع پر تفصیل سے کلام کیا ہے، اس تفسیر کا اردو زبان میں ''محمد شفا نجفی'' نے ترجمہ کیا ہے، ذیل میں اس کے کچھ اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

''لفظِ تحریف متعدد معنوں میں مشترکہ طور پر استعمال ہوتا ہے، ان میں سے بعض معنیٰ میں قرآن میں تحریف بالاتفاق واقع ہوئی ہے اور بعض میں بالاتفاق واقع نہیں ہوئی اور کچھ کے بارے میں اختلاف ہے، اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے:

i-: کسی چیز کو اس کے اپنے اصلی مقام سے ہٹا کر کسی دوسرے مقام پر رکھنے کو تحریف کہتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ''

''اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہود سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو باتوں میں ان کے محل وموقع سے ہیر پھیر ڈال دیتے ہیں''

قرآن کریم میں اس معنیٰ میں تحریف واقع ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ حقیقتِ قرآن کے معنیٰ مقصود کے خلاف تفسیر کرنے کی کوشش کرنا تحریف ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ اہلِ بدعت اور فاسد مذاہب کے پیروکار ہمیشہ قرآن کی تعبیر اپنی آراء اور خواہشات کے مطابق کر کے تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں اور اس قسم کی تحریف سے شریعت نے بھی منع فرمایا ہے اور اس قسم کے لوگوں کی مذمّت کی ہے۔............

ii-: تحریف کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اصل قرآن تو محفوظ ہے، لیکن اس کے حروف اور حرکات میں کمی وزیادتی ہوئی ہے، چنانچہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ساری قراءتیں متواتر نہیں ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن ان قرائتوں میں سے ایک قرائت کے مطابق ہے، اور باقی قرائتیں، یا زیادتی پر مشتمل ہیں، یا ان میں کمی واقع ہوئی ہے۔

iii-: تحریف کا ایک معنیٰ یہ لیا جاتا ہے کہ ایک، یا دو کلموں کی کمی یا زیادتی ہوئی ہے، اور خود اصل قرآن محفوظ ہے۔

اس معنی کے اعتبار سے صدرِ اسلام اور صحابۂ کرام کے دور میں تحریف بنتی ہے، اور اس ضمن میں مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہی کافی ہے کہ حضرت عثمان نے متعدد قرائتوں کو جلا دیا تھا، اور انہوں نے اپنے والیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر اس قرآن کو جلا ڈالیں، جو اِن کا جمع کردہ نہیں ہے، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن سے مختلف تھے، ورنہ انہیں جلانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

علماء نے وہ مقامات بھی اپنی تحریروں میں بیان کئے ہیں، جہاں مختلف قرآنوں میں اختلاف موجود ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن داؤد سجستانی نے اپنی کتاب ’’کتابُ المصاحف‘‘ میں تحریر کیا ہے، بنا بریں اس قسم کی تحریف حضرت عثمان کی طرف سے، یا دوسرے قرآن لکھنے والوں کی طرف سے یقیناً واقع ہوئی تھی۔

ہم آگے چل کر یہ بات بھی واضح کریں گے کہ حضرت عثمان نے جس قرآن کو جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا، وہ عیناً وہی قرآن تھا، جو مسلمانوں میں رائج تھا، اور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دست بدست ان تک پہنچا

تھا، اس لیے تحریف زیادتی و کمی کی صورت میں اگر واقع ہوئی ہے، تو ان قرآنوں میں واقع ہوئی تھی، جو حضرت عثمان کے زمانے کے بعد ختم ہوگئے تھے، اور اس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے، اس میں نہ کوئی کمی ہے، اور نہ کوئی زیادتی۔............

iv-: قرآنی آیات اور سورتوں میں کمی وزیادتی واقع ہوئی ہو، لیکن پھر بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن محفوظ ہو، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمہ طور پر ان آیات کی تلاوت فرمائی ہو۔

مثلاً ''بسم اللہ'' کے بارے میں مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ برائت کے علاوہ تمام سورتوں سے پہلے ''بسم اللہ'' کی تلاوت فرمائی ہے، اس کے باوجود علمائے اہلِ سنت کا اختلاف ہے کہ آیا ''بسم اللہ'' قرآن کا حصّہ ہے؟

ان میں سے بعض نے یہی نظریہ اختیار کیا ہے کہ ''بسم اللہ'' قرآن کا حصہ نہیں ہے، بلکہ ''مالکی'' نظریہ یہ ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر نمازی اختلاف سے نکلنے کے لیے اس کو پڑھے، مکروہ نہیں ہے۔

ایک اور جماعت کا کہنا ہے کہ ''بسم اللہ'' قرآن کا حصہ ہے۔

شیعوں کے نزدیک مسلّم ہے کہ ''بسم اللہ'' سوائے سورہ توبہ کے باقی سورتوں کی جزء ہے، اور یہ قول بعض علمائے اہلِ سنت نے بھی اختیار کیا ہے، چنانچہ اس کی تفصیل سورہ فاتحہ کی تفسیر کے دوران بیان کی جائے گی۔

اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ قرآن میں (مثلاً ''بسم اللہ'' ہی کے بارے میں) کمی، یا زیادتی واقع ہوئی ہے۔

v-: تحریف کا پانچواں معنیٰ یہ ہے کہ جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے، اس

کا بعض حصہ قرآن نہیں ہے۔

تحریف کی اس قسم کے باطل ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، بلکہ اس کا باطل ہونا بدیہی وآشکار ہے۔

vi-: کمی کے اعتبار سے تحریف ہو، بایں معنیٰ کہ اس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے، وہ اس سارے قرآن پر مشتمل نہ ہو، جو آسمان سے نازل ہوا ہے، بلکہ اس کا بعض حصہ لوگوں کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا ہو۔

اس معنیٰ میں تحریف محلِ بحث ہے۔

بعض اس تحریف کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں۔

تحریف کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ:

مسلمانوں میں مشہور قول یہی ہے کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی، اور جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے، وہ وہی مکمل قرآن ہے جو رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوا ہے۔

بہت سے علمائے اعلام نے اس کی تصریح فرمائی ہے، جیسے رئیس المحدثین شیخ صدوق محمد بن بابویہ ہیں، انہوں نے فرمایا ہے کہ عقیدۂ عدمِ تحریف، عقائدِ امامیہ کا ایک حصہ ہے۔

انہی علماء میں شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطّوسی ہیں، جنہوں نے اپنی تفسیر ''التبیان'' میں اس کی تصریح فرمائی ہے، اور اس قول کو اپنے محترم استاد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے نقل فرمایا ہے، اس کے علاوہ انہوں نے عدمِ تحریف پر علم الہدیٰ کی نہایت مضبوط دلیل بھی نقل کی ہے۔

انہی علماء میں مشہور مفسر طبرسی بھی شامل ہیں، جنہوں نے اپنی تفسیر ''مجمعُ البیان'' کے مقدمے میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

انہی علماء میں شیخ الفقہا الشیخ جعفر بھی ہیں ،جنھوں نے اپنی کتاب ''کشفُ الغطاء ''میں قرآن پر بحث کے دوران عدمِ تحریف پر اجماع کا دعویٰ فرمایا ہے۔

انہی علماء میں جلیل القدر علامہ شہشہانی بھی شامل ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''العروۃُ الوثقٰی ''میں قرآن مجید پر بحث کے دوران اسی نظریئے کو اختیار کیا ہے،اور اکثر مجتہدین کی طرف اس قول کی نسبت دی ہے۔

مشہور محدث مولیٰ محسن کاشانی بھی انہی علماء میں سے ہیں،انہوں نے اپنی دونوں کتب (''الوافی ''ج۵ص۲۷۴،اور''علمُ الیقین ''ص۱۳۰) میں اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

جلیل عالم اور مجاہد شیخ محمد بلاغی بھی انہی علماء میں سے ہیں،انہوں نے بھی اپنی تفسیر ''آلاء الرحمٰن ''میں یہی فرمایا ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے بھی عدمِ تحریف کا قول بہت سے بزرگ علماء سے نقل کیا ہے،جیسا کہ شیخ المشائخ شیخ مفید،شیخ بہائی،محقق قاضی نورُاللہ،اور اس پایہ کے دیگر علمائے کرام ہیں۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیعہ علماء میں سے جس نے بھی امامت کے موضوع پر کتاب لکھی ہے،اور اس سلسلے میں جو ناخوشگوار واقعات تاریخ میں پیش آئے ہیں،ان سب کا ذکر انہوں نے کیا ہے،لیکن تحریفِ قرآن کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

لہٰذا اگر ان کا نظریہ تحریفِ قرآن کا ہوتا،تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے،اس لیے کہ یہ بات قرآن کو نذرِ آتش کرنے کے واقعہ سے کہیں زیادہ اہم اور قابلِ ذکر ہے۔

مختصر یہ کہ علمائے محققین میں یہ امر مسلّم ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی،البتہ شیعوں میں محدثین کی ایک جماعت اور کچھ علمائے اہلِ سنت تحریف کے قائل ہیں

(البیان فی تفسیر القرآن،۲۵۳،تا ص۲۵۷،مترجم: محمد شفا نجفی،F-7-4،اسلام آباد، پاکستان)

ملحوظ رہے کہ اہل السنۃ کی کتب میں بعض روایات ایسی ہیں، جن سے بظاہر تحریفِ قرآن کا شائبہ ہوتا ہے، لیکن اہلُ السنۃ والجماعۃ کے حضرات نے بعض روایات کو تو ضعیف، یا نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے، اور بعض میں تاویل کی ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا عبد الله بن مسلمة القعنبى، عن مالك، عن عبدالله بن أبى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، عن عمرة بنت عبد الرحمن ،عن عائشة أنها قالت: كان فيما أنزل الله عز وجل من القرآن: (عشر رضعات يحرمن) ثم نسخن بـ: (خمس معلومات يحرمن) فتوفى، النبى – صلى الله عليه وسلم – وهن مما يقرأ من القرآن (سنن ابى داوُد، رقم الحديث ٢٠٦٢، كتاب النكاح، باب هل يحرم ما دون خمس رضعات)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح.

وهو عند مالك فى "الموطأ 2/ 608 "، ومن طريقه أخرجه مسلم (1452)، والترمذى (1184)، والنسائى فى "الكبرى .(5425) "ولفظه: (عشر رضعات معلومات يحرمن) وصححه ابن حبان .(4221)

وأخرجه مسلم (1452)، وابن ماجه (1942)من طريقين عن عمرة بنت عبد الرحمن، به .ورواية مسلم: ثم نزل أيضا: (خمس معلومات).

وأخرج ابن ماجه (1944)من طريق القاسم بن محمد، عن عائشة، قالت: لقد نزلت آية الرجم، ورضاعة الكبير عشرا، ولقد كان فى صحيفة تحت سريرى، فلما مات رسول الله – صلى الله عليه وسلم – وتشاغلنا بموته، دخل داجن فأكلها .وهذا حديث لا يصح، تفرد به محمد بن إسحاق صاحب المغازى، وفى متنه نكارة.

وهو فى "المسند .(26316) "(حاشية سنن ابى داوُد)

حدثنا أبو على الحافظ، أنبأ عبدان الأهوازى، ثنا عمرو بن محمد الناقد، ثنا محمد بن يوسف، ثنا سفيان، عن شعبة، عن جعفر بن إياس، عن مجاهد، عن ابن عباس رضى الله عنهما فى قوله تعالى :"لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا"قال :أخطأ الكاتب حتى تستأذنوا (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٣٤٩٦)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه "

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط البخارى ومسلم.

حدثنا عفان، حدثنا صخر بن جويرية، قال: حدثنا إسماعيل المكى، قال: حدثنى أبو خلف مولى بنى جمح، أنه دخل مع عبيد بن عمير على عائشة أم المؤمنين فى سقيفة زمزم، ليس فى المسجد ظل غيرها، فقالت: مرحبا، وأهلا بأبى عاصم يعنى عبيد بن عمير، ما يمنعك أن تزورنا، أو تلم بنا؟ فقال: أخشى أن أملك، فقالت: ما كنت تفعل، قال: جئت أن أسألك عن آية فى كتاب الله عز وجل، كيف كان رسول الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حوالہ جات وعبارات سے معلوم ہوا کہ بہت سے اہلِ تشیّع کا مضبوط مذہب یہی ہے کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم يقرؤها؟ فقالت: أية آية؟ فقال: " الذين يؤتون ما آتوا "، أو " الذين يأتون ما أتوا "، فقالت: أيتهما أحب إليك؟ قال: قلت: والذى نفسى بيده، لإحداهما أحب إلى من الدنيا جميعا، أو الدنيا وما فيها، قالت: أيتهما؟ قلت: " الذين يأتون ما أتوا "، قالت: " أشهد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كذلك كان يقرؤها، وكذلك أنزلت، أو قالت: أشهد لكذلك أنزلت، وكذلك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها، ولكن الهجاء حرف "(مسند احمد،رقم الحديث ٢٤٦٤١)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف، أبو خلف مولى بنى جمح، من رجال "التعجيل "مجهول الحال، روى عنه اثنان، أحدهما طلحة بن عمرو المكى، وهو متروك، ولم يؤثر توثيقه عن أحد، وجهله الحسينى جهالة عين، فقال: لا يعرف(حاشية مسند احمد)

حدثنا حجاج، عن ابن جريج، قال: أخبرنى ابن أبى حميد، عن حميدة بنت أبى يونس، قالت: قرأ على أبى، وهو ابن ثمانين سنة، فى مصحف عائشة:"إن الله وملائكته يصلون على النبى .يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما وعلى الذين يصلون الصفوف الأولى" قالت: قبل أن يغير عثمان المصاحف .قال: قال ابن جريج: وأخبرنى ابن أبى حميد، عن عبد الرحمن بن هرمز وغيره مثل ذلك فى مصحف عائشة (فضائل القرآن للقاسم بن سلام، ص ٣٢٤ ،باب ما رفع من القرآن بعد نزوله ولم يثبت فى المصاحف)

وروى الطبرى من طرق عن مجاهد وقتادة وغيرهما أفلم ييأس أى أفلم يعلم وروى الطبرى وعبد بن حميد بإسناد صحيح كلهم من رجال البخارى عن بن عباس أنه كان يقرؤها أفلم يتبين ويقول كتبها الكاتب وهو ناعس ومن طريق بن جريج قال زعم بن كثير وغيره أنها القراءة الأولى وهذه القراءة جاءت عن على وبن عباس وعكرمة وبن أبى مليكة وعلى بن بديمة وشهر بن حوشب وعلى بن الحسين وابنه زيد وحفيده جعفر بن محمد فى آخر من قرؤوا كلهم أفلم يتبين وأما ما أسنده الطبرى عن بن عباس فقد اشتد إنكار جماعة ممن لا علم له بالرجال صحته وبالغ الزمخشرى فى ذلك كعادته إلى أن قال وهى والله فرية ما فيها مرية وتبعه جماعة بعده والله المستعان وقد جاء عن بن عباس نحو ذلك فى قوله تعالى وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه قال ووصى التزقت الواو فى الصاد أخرجه سعيد بن منصور بإسناد جيد عنه وهذه الأشياء وإن كان غيرها المعتمد لكن تكذيب المنقول بعد صحته ليس من دأب أهل التحصيل فلينظر فى تأويله بما يليق به(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٨، ص٣٧٣، كتاب التفسير،قوله سورة الرعد بسم الله الرحمن الرحيم)

وتفسير قضى ربك أن لا تعبدوا بمعنى وصى منقول من مصحف أبى بن كعب أخرجه الطبرى وأخرجه أيضا من طريق قتادة قال هى فى مصحف بن مسعود ووصى ومن طريق مجاهد فى قوله وقضى قال وأوصى ومن طريق الضحاك أنه قرأ ووصى وقال ألصقت الواو بالصاد فصارت قافا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موجودہ قرآن مجید تحریف سے محفوظ ہے، لہٰذا تمام اہلِ تشیع، یا تمام امامیہ واثنا عشریہ کی طرف قرآن مجید میں ایسی تحریف کی نسبت کرنا مبنی بر انصاف نہیں کہ جو تکفیر کا سبب ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقرئت وقضى كذا قال واستنكروه منه (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۸، ص ۳۸۹، كتاب التفسير، قوله وقضينا إلى بنى إسرائيل)

قال أبو عبيد فى فضائل القرآن :حدثنا أبو معاوية عن هشام بن عروة عن أبيه قال" :سألت عائشة عن لحن القرآن عن قوله تعالى :(إن هذان لساحران) وعن قوله تعالى :(والمقيمين الصلاة والمؤتون الزكاة) وعن قوله تعالى :(إن الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون) فقالت :يا بن أخى هذا عمل الكتاب أخطئوا فى الكتاب "هذا إسناد صحيح على شرط الشيخين.

وقال :حدثنا حجاج عن هارون بن موسى أخبرنى الزبير بن الخريت عن عكرمة قال :لما كتبت المصاحف عرضت على عثمان فوجد فيها حروفا من اللحن فقال :لا تغيروها فإن العرب ستغيرها - أو قال :ستعربها بألسنتها لو كان الكاتب من ثقيف والمملى من هذيل لم توجد فيه هذه الحروف.

أخرجه ابن الأنبا رى فى كتاب الرد على من خالف مصحف عثمان وابن أشتة فى كتاب المصاحف.

ثم أخرج ابن الأنبا رى نحوه من طريق عبد الأعلى بن عبد الله بن عامر وابن أشتة نحوه من طريق يحيى بن يعمر.

وأخرج من طريق أبى بشر عن سعيد بن جبير أنه كان يقرأ :(والمقيمين الصلاة) ويقول :هو لحن من الكاتب.

وهذه الآثار مشكلة جدا وكيف يظن بالصحابة أولا أنهم يلحنون فى الكلام فضلا عن القرآن وهم الفصحاء اللد ثم كيف يظن بهم ثانيا فى القرآن الذى تلقوه من النبى صلى الله عليه وسلم كما أنزل وحفظوه وضبطوه واتقوه ثم كيف يظن بهم ثالثا اجتماعهم كلهم على الخطإ وكتابته !ثم كيف يظن بهم رابعا عدم تنبههم ورجوعهم عنه ثم كيف يظن بعثمان أنه ينهى عن تغييره !ثم كيف يظن أن القراء ة استمرت على مقتضى ذلك الخطإ وهو مروى بالتواتر خلفا عن سلف !هذا مما يستحيل عقلا وشرعا وعادة .وقد أجاب العلماء عن ذلك بثلاثة أجوبة:

أحدها :أن ذلك لا يصح عن عثمان فإن إسناده ضعيف مضطرب منقطع ولأن عثمان جعل للناس إماما يقتدون به فكيف يرى فيه لحنا ويتركه لتقيمه العرب بألسنتها !فإذا كان الذين تولوا جمعه وكتابته لم يقيموا ذلك وهم الخيار فكيف يقيمه غيرهم !وأيضا فإنه لم يكتب مصحفا واحدا بل كتب عدة مصاحف فإن قيل :إن اللحن وقع فى جميعها فبعيد اتفاقها على ذلك أو فى بعضها فهو اعتراف بصحة البعض ولم يذكر أحد من الناس أن اللحن كان فى مصحف دون مصحف ولم تأت المصاحف قط مختلفة إلا فيما هو من وجوه القراء ة وليس ذلك بلحن.

الوجه الثانى :على تقدير صحة الرواية إن ذلك محمول على الرمز والإشارة ومواضع الحذف نحو" :الكتب "، "والصابرين "وما أشبه ذلك.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے پیچھے ذکر کردہ فتوے میں جو یہ فرمایا کہ:
''تقیہ ونفاق کا تعلق قلب سے ہے، اس کے ہم ذمہ دار نہیں''

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثالث :أنه مؤول على أشياء خالف لفظها رسمها كما كتبوا(ولا أوضعوا) و (لا أذبحنه) بألف بعد لا و (جزاؤا الظالمين) بواو وألف و "بأييد" بياء ين فلو قرء بظاهر الخط لكان لحنا وبهذا الجواب وما قبله جزم ابن أشتة فى كتاب المصاحف.

وقال ابن الأنبارى فى كتاب" :الرد على من خالف مصحف عثمان "فى الأحاديث المروية عن عثمان فى ذلك :لا تقوم بها حجة لأنها منقطعة غير متصلة وما يشهد عقل بأن عثمان وهو إمام الأمة الذى هو إمام الناس فى وقته وقدوتهم يجمعهم على المصحف الذى هو الإمام فيتبين فيه خللا ويشاهد فى خطه زللا فلا يصلحه !كلا والله ما يتوهم عليه هذا ذو إنصاف وتمييز ولا يعتقد أنه أخر الخطأ فى الكتاب ليصلحه من بعده .وسبيل الجائين من بعده البناء على رسمه والوقوف عند حكمه .ومن زعم أن عثمان أراد بقوله" :أرى فيه لحنا "، أرى فى خطه لحنا إذا أقمناه بألسنتنا كان لحن الخط غير مفسد ولا محرف من جهة تحريف الألفاظ وإفساد الإعراب فقد أبطل ولم يصب لأن الخط منبء عن النطق فمن لحن فى كتبه فهو لاحن فى نطقه ولم يكن عثمان ليؤخر فسادا فى هجاء ألفاظ القرآن من جهة كتب ولا نطق ومعلوم أنه كان مواصلا لدرس القرآن متقنا لألفاظه موافقا على ما رسم فى المصاحف المنفذة إلى الأمصار والنواحى .ثم أيد ذلك بما أخرجه أبو عبيد قال :حدثنا عبد الرحمن بن مهدى عن عبد الله بن مبارك حدثنا أبو وائل -شيخ من أهل اليمن - عن هانء البربرى مولى عثمان قال :كنت عند عثمان وهم يعرضون المصاحف فأرسلنى بكتف شاة إلى أبى بن كعب فيها (لم يتسن) وفيها (لا تبديل للخلق) وفيها (فأمهل الكافرين) قال :فدعا بالدواة فمحا أحد اللامين فكتب :(لخلق الله) ومحى (فأمهل) وكتب (فمهل) وكتب (لم يتسنه) ألحق فيها الهاء .قال ابن الأنبارى :فكيف يدعى عليه أنه رأى فسادا فأمضاه وهو يوقف على ما كتب ويرفع الخلاف إليه الواقع من الناسخين ليحكم بالحق ويلزمهم إثبات الصواب وتخليده؟ !!

انتهى(الإتقان فى علوم القرآن،لجلال الدين السيوطى، ج٢، ص ٣٢٠ الى ٣٢٣، النوع الحادى والأربعون :فى معرفة إعرابه)

الضرب الثالث :ما نسخ تلاوته دون حكمه وقد أورد بعضهم فيه سؤالا وهو ما الحكمة فى رفع التلاوة مع بقاء الحكم وهلا بقيت التلاوة ليجتمع العمل بحكمها وثواب تلاوتها

وأجاب صاحب الفنون :بأن ذلك ليظهر به مقدار طاعة هذه الأمة فى المسارعة إلى بذل النفوس بطريق الظن من غير استفصال لطلب طريق مقطوع به فيسرعون بأيسر شىء كما سارع الخليل إلى ذبح ولده بمنام والمنام أدنى طريق الوحى وأمثلة هذا الضرب كثيرة.

قال أبو عبيد حدثنا إسماعيل بن إبراهيم عن أيوب عن نافع عن ابن عمر قال :لا يقولن أحدكم :قد أخذت القرآن كله وما يدريه ما كله قد ذهب منه قرآن كثير ولكن ليقل قد أخذت منه ما ظهر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ بات بھی اصولِ شریعت کے مطابق ہے۔
علاوہ ازیں تقیہ کے بارے میں شیعہ کے اقوال بھی مختلف ومضطرب ہیں۔ ؎
پس ظاہر کو نظر انداز کر کے اور ''تقیہ'' کو بنیاد بنا کر ہر ایک شیعہ پر کفر کو لازم کر دینا بھی درست

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال :حدثنا ابن أبی مریم عن ابن لهيعة عن أبی الأسود عن عروة بن الزبير عن عائشة قالت كانت سورة الأحزاب تقرأ فی زمن النبی صلى الله عليه وسلم مائتی آية فلما كتب عثمان المصاحف لم يقدر منها إلا على ما هو الآن.
وقال :حدثنا إسماعيل بن جعفر عن المبارک بن فضالة عن عاصم بن أبی النجود عن زز بن حبيش قال :قال لی أبی بن كعب كأی تعد سورة الأحزاب قلت اثنتين وسبعين آية أو ثلاثة وسبعين آية قال إن كانت لتعدل سورة البقرة وإن كنا لنقرأ فيها آية الرجم قلت وما آية الرجم قال " :إذا زنا الشيخ والشيخة فارجموهما ألبتة نكالا من الله والله عزيز حكيم".
وقال :حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث عن خالد بن يزيد عن سعيد بن أبی هلال عن مروان بن عثمان عن أبی أمامة بن سهل أن خالته قالت :لقد أقرأنا رسول الله صلى الله عليه وسلم آية الرجم : الشيخ والشيخة فارجموهما ألبتة بما قضيا من اللذة".
وقال :حدثنا حجاج عن ابن جريج أخبرنی ابن أبی حميد عن حميدة بنت أبی يونس قالت قرأ علی أبی وهو ابن ثمانين سنة فی مصحف عائشة "إن الله وملائكته يصلون على النبی يأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما وعلى الذين يصلون الصفوف الأول "قالت قبل :أن يغير عثمان المصاحف(الإتقان فی علوم القرآن،لجلال الدين السيوطی،ج۳،ص ۸۱،۸۲،النوع السابع والأربعون :فی ناسخه ومنسوخه)

؎ وأما الشيعة فكلامهم مضطرب فی هذا المقام فقال بعضهم :إنها جائزة فی الأقوال كلها عند الضرورة وربما وجبت فيها الضرب من اللطف والاستصلاح ولا تجوز فی الأفعال كقتل المؤمن ولا فيما يعلم أو يغلب على الظن أنه إفساد فی الدين وقال المفيد :إنها قد تجب أحيانا وقد يكون فعلها فی وقت أفضل من تركها وقد يكون تركها أفضل من فعلها، وقال أبو جعفر الطوسی :إن ظاهر الروايات يدل على أنها واجبة عند الخوف على النفس، وقال غيره :إنها واجبة عند الخوف على المال أيضا ومستحبة لصيانة العرض حتى يسن لمن اجتمع مع أهل السنة أن يوافقهم فی صلاتهم وصيامهم وسائر ما يدينون به، ورووا عن بعض أئمة أهل البيت من صلى وراء سنی تقية فكأنما صلى وراء نبی، وفی وجوب قضاء تلک الصلاة عندهم خلاف، وكذا فی وجوب قضاء الصوم على من أفطر تقية حيث لا يحل الإفطار قولان أيضا، وفی أفضلية التقية من سنی واحد -صيانة لمذهب الشيعة عن الطعن -خلاف أيضا، وأفتى كثير منهم بالأفضلية .ومنهم من ذهب إلى جواز -بل وجوب -إظهار الكفر لأدنى مخافة أو طمع(تفسير روح المعانی، ج۲ص۱۱۸، ۱۱۹، سورة آلِ عمران)

طرزِ عمل نہیں، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، اور کچھ آگے آتی ہے۔ [1]

مولانا قاری محمد طیب صاحب اور اکابرِ دیوبند کے فتوے کا حوالہ

دارُالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے بھی شیعہ اور اس کے بھی اثنا عشری فرقہ کی علی الاطلاق، تکفیر سے برملا اختلاف کا اظہار فرمایا ہے، اور تمام اساتذۂ دیوبند و جماعتِ دیوبند کا یہی موقف ہونے کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ موصوف اپنے ایک مکتوب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> تکفیرِ شیعہ کے بارے میں، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، تمام جماعت (دیوبند) کا مسلک یہی ہے کہ علی الاطلاق فرقۂ شیعہ کی تکفیر یہاں سے کبھی نہیں کی گئی، بلکہ صرف انہی شیعوں کی تکفیر کی گئی ہے، جو قطعیات اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔
>
> میں نے آپ کے تحریر فرمانے پر دارُالافتاء میں جا کر فتویٰ تلاش کیا، تو 19 صفر 1348ھ میں مولانا ریاض الدین صاحب کا فتویٰ رجسٹر میں درج نکلا، مگر اس میں پورے فرقہ کی تکفیر نہیں ہے، بلکہ منکرِ صحابیت وصدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، قاذفِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، قائلِ تحریفِ قرآن کی تکفیر کی گئی ہے، اسی فتویٰ پر آپ کے اور تمام اساتذۂ دارُالعلوم کے دستخط ہیں۔
>
> لکھنؤ جاتے ہوئے میں نے قصد کیا کہ دارالمبلغین میں بھی تحقیق کروں، چنانچہ کی گئی، وہاں کوئی مخطوط فتویٰ تو ملا نہیں، مطبوعہ فتویٰ ملا، اس میں مولانا ریاض الدین صاحب کے دستخط سے بعینہ وہی عبارت مطبوعہ ہے، جو یہاں دارالافتاء میں 19

---

[1] اور کسی کو اس کی مزید تفصیل وتحقیق مطلوب ہو، تو اس کا ذکر، ہم نے اپنے دوسرے مضمون میں کر دیا ہے، جو "منافقِ اعتقادی وعملی کا حکم" کے نام سے موسوم ہے، اور وہ علمی وتحقیقی رسائل کا حصہ ہو کر شائع ہوا ہے۔ محمد رضوان۔

صفر 1348ھ والے فتویٰ میں درج ہے، جس سے واضح ہے کہ یہاں کے اکابر نے جماعتی حیثیت سے فرقۂ شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، صرف منکرینِ ضروریاتِ دین کی تکفیر کی ہے، ممکن ہے کہ عدالت میں یہی مطبوعہ فتویٰ آپ کو دکھلایا گیا ہو۔..........والسلام۔ محمد طیب، از دیوبند، ۱۹/۱/۱۳۷۳ھ

فتویٰ جو یہاں دارالافتاء سے گیا ہے، ارسال ہے، جس میں صرف منکرِ قطعیات کی تکفیر کی گئی ہے، اگر کسی جگہ علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کی گئی ہو، تو وہ کوئی شخصی فتویٰ ہوگا، جماعتِ دیوبند کی ترجمانی نہ ہوگی، اور ضرور ہے کہ جماعت کے کسی بڑے عالم نے اس پر استدراک کیا ہوگا، اور اس کی تصحیح کردی ہوگی۔ محمد طیب۔

نقل مطابق اصل نمبر ۲۴۶، مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۴۸ھ، آمدہ بنام مولوی عبدالسلام، ساکن لکھنؤ، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

سوال:

شیعہ اثنا عشری مسلمان ہیں، یا کافر، اور ان کے ساتھ مناکحت جائز، اور ان کا ذبیحہ حلال ہے، یا نہیں، ان کا چندہ مسجد میں لینا، اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب:

شیعوں کا فرقہ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قذف کریں، تہمت نعوذ باللہ لگائیں، کافر ہے۔

قال العلامة الشامي :أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة.

جو کلامُ اللہ کی تحریف کا قائل ہو، وہ مرتد ہے، کافر ہے، اہلِ کتاب بھی نہیں، ان

سے مناکحت اور تعلقات رکھنا حرام ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا آبائھم أو أبنائھم أو إخوانھم أو عشیرتھم.“

شادی اور غمی کی شرکت ہرگز نہ کی جائے، ایسے عقیدے کے شیعہ کافر ہی نہیں، بلکہ اکفر ہیں۔فقط۔

نوٹ: یہ فتویٰ حضرت مفتی ریاض الدین صاحب کے زمانے کا ہے، رجسٹر نقلِ فتاویٰ پر کسی مفتی کے دستخط نہیں، نقل مطابق اصل ہے۔

یہ وہی فتویٰ ہے، جس پر مولانا ریاضُ الدین صاحب مرحوم، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم، مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، قاضی مسعود احمد صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب، مولانا رسول خان صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب، مولانا حسین احمد صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب، احقر خاکسار محمد طیب، مولانا محمد ابراہیم صاحب وغیرہ حضرات کے دستخط ثبت ہیں۔

محمد طیب، ۱۸/۱/۱۳۷۳ھ

(ماہنامہ ”البلاغ“ کراچی، ص ۱۲۰۱ تا ۱۲۰۳، ملخصاً ”مفتیِ اعظم نمبر“ اشاعتِ خصوصی: جمادی الاخریٰ تا شعبان ۱۳۹۹ھ، مرتبہ: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، بعنوان ”معاصر علماء کے مکاتیب“ مکاتیب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ)

مذکورہ فتوے پر جن اکابر ومشائخِ دیوبند نے دستخط فرمائے، ان میں جلیلُ القدر متعدد حضرات شامل ہیں، اور ان حضرات کے ہوتے ہوئے، اگر اس فتوے کو جماعتِ دیوبند کا موقف قرار دیا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے اس جواب کو جماعتِ دیوبند کی ترجمانی قرار دیا، اور سوال خاص ''شیعہ اثنا عشری'' کے متعلق ہے۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اکابر و مشائخِ دیوبند بلکہ تمام اساتذۂ دارُالعلوم دیوبند کا اصل فتویٰ اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیر کا نہیں، اور وہ حضرات ''شیعہ اثنا عشری'' پر بھی علی الاطلاق، تکفیر کا حکم نہیں لگاتے، اس فتوے پر حضرت مدنی اور دیگر مشائخِ دیوبند کے دستخط موجود ہیں، 1373ھ میں، بانیِ دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے، اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ بھی اس فتوے کا یہی مطلب بیان فرما رہے ہیں، اور شیعہ کو علی الاطلاق کافر قرار دینے کی تردید کر رہے ہیں، اور یہ وہی موقف ہے، جو اس سے پہلے حضرت تھانوی اور دیگر کئی محققین کا رہا ہے۔

مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے مکتوب کا یہ زمانہ، مولانا عبدالشکور لکھنوی (المتوفیٰ: 1381ھ) کی وفات سے چند سال قبل کا ہے۔

اس کے علاوہ فقہائے کرام کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بالفرض کسی فرقے کی تکفیر کی جائے، تو اس سے اس جماعت کے تمام افراد کی تکفیر لازم نہیں آتی، تا آنکہ اُن افراد میں بھی متعین طریقے پر ایسی تکفیر ثابت نہ ہو، جو موانعاتِ تکفیر سے محفوظ ہو۔ [1]

---

[1] فتبین بهذا أن التکفیر المطلق بوصف القول ،أو الفعل، أو الاعتقاد بأنه کفر، لایستلزم تکفیر من قام به من المعینین حتی تستوفی شروط التفکیر فی حقه.

کما ینبغی التنبیه هنا إلی أن ما قد یأتی فی بعض کلام السلف وکلام أهل العلم من بعدهم من تکفیر بعض الفرق، کتکفیرهم للجهمیة أو القدریة أو الرافضة، لایستلزم تکفیر أفرادهذه الطوائف، لما تقدم من أن تکفیر طائفة أو فرقة مخصوصة هو من مراتب التکفیر المطلق الذی لایقتضی تکفیر أفراد هذه الطوائف (القواعد المثلی :ص:۱۱۸ ـ ۱۱۹)

یقول شیخ الاسلام ابن تیمیة : مع أن أحمد لم یکفر أعیان الجهمیة ولا کل من قال إنه جهمی کفره، ولا کل من وافق الجهمیة فی بعض بدعهم؛ بل صلی خلف الجهمیة الذین دعوا إلی قولهم، وامتحنوا الناس وعاقبوا من لم یوافقهم بالعقوبات الغلیظة ،لم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مولانا حسین احمد مدنی اور مفتی عبدالشکور ترمذی صاحبان کا حوالہ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

شیعہ مسلمان ہے، یا کافر؟

یہ مسئلہ قابلِ غور اور مختلف فیہ ہے۔

خود شیعہ بھی سنیوں کو کافر کہتے ہیں، اور مسلمان نہیں مانتے، چنانچہ ان کے مجتہد نے کلکتہ میں محسنیہ فنڈ کے متعلق ہائی کورٹ میں بحث کرتے ہوئے، اس کا اعلان کیا تھا، جس کی صورت میرے پاس ہے۔

مولانا عبدالشکور صاحب اور بہت سے علماء، ان کے کافر ہونے کے قائل ہیں۔

بعض متوقف ہیں۔

بعضوں کا قول فیصل ہے کہ ان کے علماء کافر ہیں، اور جہلاء فاسق ہیں۔

یقیناً قرآن میں تحریف کے ماننے والے، اللہ تعالیٰ کے علم بالجزئیات کا انکار کرنے والے، بدء کے قائل ہونے والے، کافر ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھنے والے وغیرہ وغیرہ۔

پھر آپ ہی فرمایئے کہ ایسی صورت میں ان کی شہادت سے نکاح، کسی قول پر کیسے منعقد ہوسکتا ہے، ہاں یہ عقائدِ مکفرہ، عوام میں غالباً نہ ہوں گے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یکفرھم أحمد وأمثاله؛ بل کان یعتقد إیمانهم وإمامتهم؛ ویدعو لهم(مجموع الفتاویٰ:۷/۵۰۷، ۵۰۸)(التکفیر وضوابطه، لابراهیم بن عامر الرحیلی "الاستاذ فی قسم العقیدة بکلیة الدعوة واصول الدین بالجامعة الاسلامیة"ص۲۵۸، الباب الثانی: اصول التکفیر وضوابطه عند اهل السنة وعند الفرق المخالفة، الفصل الثالث: ضوابط تکفیر المعین، المبحث الاول: بیان ان التکفیر المطلق لایستلزم تکفیر المعین،الناشر: دارالامام احمد، الکویت، الطبعة الاولیٰ: ۱۴۲۹ھ، 2008م)

مگران کے علماء میں ضرور پائے جاتے ہیں (مکتوباتِ شیخ الاسلام، ج ا ص ۳۰۳، ۳۰۴، مکتوب نمبر ۹۴''جوابات مسئلہ شرعیہ'' مرتبہ: نجم الدین اصلاحی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، انڈیا، تاریخ طبع: ۱۹۹۵ھ)

مذکورہ مکتوب کی تشریح کرتے ہوئے، حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی صاحب رحمہ اللہ کے فرزندِ رشید، حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مدنی کا میلان بھی تفصیل کرنے والوں کی طرف ہے کہ ان کے علماء کافر ہیں، اور جہلاء فاسق ہیں، جیسا کہ اس ارشاد سے سمجھ میں آتا ہے کہ:

''ہاں یہ عقائدِ مکفرہ، عوام میں غالباً نہ ہوں گے، مگران کے علماء میں ضرور پائے جاتے ہیں''

اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے علماء، یقیناً کافر ہیں، اور عوام میں غالباً یہ عقائدِ مکفرہ نہ ہوں گے، اس لیے ان کی تکفیر علی الاطلاق نہ کی جائے گی، مگر معاملہ احتیاطاً ان کے ساتھ بھی کافروں جیسا ہی کیا جائے گا کہ صرف شیعہ کی شہادت سے نکاح منعقد ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا کہ احتمال ہے کہ اس کا بھی کوئی عقیدہ ان عقائدِ مکفرہ میں سے نہ ہو، تو نکاح کو مشکوک کیوں بنایا جائے، اس طرح کے معاملات میں ان کے ساتھ احتیاط کے پہلو پر عمل کیا جائے۔

مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی اور بہت سے علماء کے تکفیر کے قول کو حضرت مدنی نقل فرماتے ہیں، مگراس کے باوجود اس مسئلہ کے قابلِ غور اور مختلف فیہ ہونے کا ذکر بھی کرتے ہیں، اس کو قولِ فیصل قرار نہیں دیتے، اور تکفیر علی الاطلاق نہیں کرتے۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کے فتویٰ تکفیرِ شیعہ علی الاطلاق پر، جو حضرت مدنی کے دستخط ہیں، اور جس سے متاثر ہوکر مولانا عبدالماجد دریابادی نے حضرت حکیم الامت تھانوی سے اس مسئلۂ تکفیر میں خط وکتابت کی تھی، جو تفصیل

کے ساتھ ''امدادُ الفتاویٰ، ج ۴'' میں مطبوع اور شائع ہو چکی ہے، اس میں حضرت مدنی کی مذکورہ تفصیل ملحوظ رکھنی چاہیے، اور اس تفصیل کے تناظر میں ہی اس مسئلے پر حضرت مدنی کے دستخطوں کو دیکھنا چاہیے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نے بھی مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کے اس فتویٰ کے بارے میں اسی احتیاطی پہلو کو اختیار فرمایا ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''امدادُ الفتاویٰ، ج ۴'' مگر علی الاطلاق تکفیر نہیں فرمائی گئی۔

حضرت مدنی کے اس مکتوبِ گرامی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ کی کتابوں میں عقائدِ کفریہ ہونے سے ہی علی الاطلاق تکفیر نہیں کر دی جائے گی، بلکہ علماء، اور ان عقائد سے ناواقف جہلاء میں، فرق کیا جائے گا، یہی فرق حضرت والد گرامی مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے اپنے فتویٰ منقولہ ''امداد الاحکام'' میں لکھا ہے، یہ امدادُ الاحکام، خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت تھانوی کی زیرِ نگرانی لکھے گئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

حاصل یہ کہ دیو بند اور تھانہ بھون کے یہ فتاویٰ اس مسئلے میں متوافق ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں۔

ان کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ کی گو، علی الاطلاق تکفیر نہیں کی جاتی، مگر احتیاطاً اِن کے ساتھ معاملہ ایسا ہی کیا جانا چاہیے (تذکرہ حضرت مدنی، ص ۲۶۰، ۲۶۱، بعنوان ''شیعوں کا کافر ہونا مختلف فیہ ہے'' معارفِ مدنیہ وتحقیقاتِ علمیہ، ناشر: المکتبۃُ الاشرفیہ، لاہور، سنِ اشاعت: اگست ۱۹۹۹ء)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا تصدیق شدہ فتویٰ پہلے نقل کیا جا چکا ہے، جس میں ''شیعہ اثنا عشری'' کو بھی علی الاطلاق کافر قرار نہیں دیا گیا۔

اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مذکورہ مکتوب سے واضح ہوا کہ حضرت مدنی (المتوفیٰ: 1377ھ) مولانا عبدالشکور لکھنوی کے موقف سے متفق نہیں۔

اور وہ علمائے شیعہ کے کافر اور عوام کے فاسق ہونے کو قولِ فیصل قرار دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس قول کو اختیار کرے، تو اس کی رُو سے شیعہ کے اکثر لوگ کافر قرار نہیں پائیں گے، کیونکہ ہر مسلک وطبقہ میں علماء کی تعداد، عوام کے مقابلے میں بہت کم ہوا کرتی ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس طرح کا ایک فتویٰ پہلے گزر چکا ہے، لیکن آج کل کم علمی اور عدمِ برداشت نیز تعصب وتحزب کی بناء پر بہت سے لوگ اس رائے پر سخت نکیر کرتے ہیں، جس میں عوام کے علاوہ بہت سے علماء بھی شامل ہیں۔

ہم یہ پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اگر کسی کے نزدیک یہ قول راجح نہ ہو، تب بھی اسے دوسرے اصحابِ علم واصحابِ افتاء اور ان کی رائے کا احترام کرنا چاہیے، اور ایک اجتہادی مسئلہ کو غیر اجتہادی مسئلہ کا درجہ دے کر، نکیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی صاحب رحمہ اللہ کے فرزندِ رشید، حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ اپنے مضمون ''تکفیرِ روافض'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''عقیدۂ تحریف، جس پر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے فتوائے کفر کی بنیاد ہے، اس میں تو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، یا جس فرقہ اور مذہب کا یہ جزء، یا لازم ہو، اسی طرح جو شخص ایسے فرقہ کی طرف خود کو منسوب کرے، جس کا یہ عقیدہ جزء، یا لازم ہو، وہ کافر ہے، تو اس پر بھی کافر کا ہی حکم لگایا جائے گا، الا یہ کہ وہ اس کی نفی کرے، اور خصوصی طور پر اس سے برائت کا اظہار کرے۔[1]

لیکن قابلِ غور یہ بات ہے کہ کیا یہ ''عقیدۂ تحریف'' مذہبِ شیعہ کا جز یا لازم ہے؟

---

[1] مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو ایسے فرقے، یا ایسے شخص کی طرف منسوب کرے، جس کا عقیدۂ کفریہ اس کے مذہب کا جزء، یا لازم ہو، لیکن وہ اس کفریہ عقیدہ کی نفی، یا اس سے برائت کا اظہار کرے، تو وہ کافر نہیں۔
اور اگر اس کے مذہب کا جزء، یا لازم نہ ہو، جیسا کہ آگے مفتی صاحب نے اس کو ترجیح دی ہے، تو پھر بدرجۂ اولیٰ کافر نہ ہوگا، الا یہ کہ کوئی دوسری وجہ کفر کی اس مذکورہ طریقہ سے ثابت ہو۔ محمد رضوان۔

جبکہ اس مذہب کے ائمہ متقدمین شیخ صدوق ابن بابویہ قصی وغیرہ جو کہ اس مذہب کے منظّم طور پر ظہور وشیوع کی صدی ہے، اس عقیدے کی نفی کر رہے ہیں، اور قرآنِ کریم کو عام مسلمانوں کی طرح محفوظ اور غیر محرف مانتے ہیں، اگر چہ عام علماءِ شیعہ نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا، اور اپنے ائمہ معصومین کی روایاتِ متواترہ کا سہارا لے کر اس کو رَد کر دیا۔

مگر اس کے باوجود اس عقیدۂ تحریف کی نفی کرنے والوں کو مذہبِ شیعہ سے ہی خارج نہیں کیا، بلکہ ان کو بدستور اپنے مذہبِ شیعہ کا قابلِ اعتماد مصنف اور مقتدا تسلیم کرتے رہے، اگر یہ عقیدۂ تحریف اس مذہب کا جزءِ لازم ہوتا، تو انتفاءِ جزء، یا لازم سے انتفاءِ کل، یا ملزوم لازم تھا، مگر ایسا نہیں ہوا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریف کے عقیدہ کے نہ ہونے کی صورت میں بھی مذہبِ شیعہ کا تحقق ہوسکتا ہے، ورنہ ضروری تھا کہ جو شخص بھی تحریف کا منکر ہو، اس کو مذہبِ شیعہ سے خارج کر دیا جاتا، اور تحریف کے قائل علمائے شیعہ پر لازم تھا کہ وہ اس کے مذہبِ شیعہ سے خارج ہونے کا اعلان کر دیتے، کیونکہ وہ جزءِ مذہب یا لازمِ مذہب کا انکار کر رہا ہے، جب انہوں نے ایسے شخص کو جو تحریف کا قائل نہیں ہے، مذہبِ شیعہ سے خارج نہیں کیا، بلکہ بدستور اس کو اس مذہب کا پیشوا بنایا ہوا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں تحریف اور نفیِ تحریف دونوں عقیدوں کی گنجائش ہے، جس طرح تحریف کا عقیدہ رکھنے والا شیعہ کہلاتا ہے، اسی طرح نفیِ تحریف کا عقیدہ رکھ کر بھی شیعہ کہلا سکتا ہے، اور یہ کہ تحریف کا عقیدہ جزءِ مذہب، یا لازمِ مذہب نہیں ہے۔

اس لیے جو شخص خود کو مذہبِ شیعہ کی طرف منسوب کرتا ہے، اس سے لازماً یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا عقیدہ تحریفِ قرآن کا بھی ہے، البتہ شبہ ضرور ہوسکتا ہے

کہ شاید یہ بھی تحریف کا قائل ہے، مگر شبہ اور اختلاف کا فائدہ بہر حال اسی شخص کو پہنچنا چاہئے، اور اس پر حکم کفر کا اس وجہ سے نہیں لگانا چاہئے، جب تک کہ وہ تصریح ''عقیدۂ تحریف'' کی نہ کرے۔

مگر ایک دوسری وجہ تکفیر کی اس صورت میں بھی موجود ہے کہ شیعہ مذہب کی رُو سے قرآن مجید کا محفوظ ہونا، اور محرف نہ ہونا، کوئی مسلمہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے، اور اس میں اختلاف کی گنجائش ہے، چنانچہ زمانۂ حال کے بعد مجتہدینِ شیعہ نے لکھا ہے:

''ہاں یہ درست ہے کہ ہمارے بعض علمائے کرام تحریف کے قائل ہیں، اور جو علماء اس نظریہ کے قائل ہیں، وہ بھی اس نظریہ کی صحت پر دلائل رکھتے ہیں''۔

پھر ان مجتہد صاحب نے عقیدۂ تحریف کے قائل علماء کی طرف سے پانچ دلیلیں پیش کی ہیں، آخر میں لکھا ہے:

''ہمیں یہاں ان ادلہ کی صحت و سقم سے بحث کرنا مقصود نہیں، ان چند ادلہ کے یہاں ذکر کرنے سے مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ جو حضرات اس نظریہ کے قائل ہیں، وہ بھی دلائل رکھتے ہیں، اور ان کے اس نظریہ سے کسی اسلامی مسلمہ اصول کی مخالفت لازم نہیں آتی'' (احسن الفوائد فی شرح العقائد)

اس عبارت میں صاف طور پر اقرار کرلیا گیا ہے کہ ان مجتہد صاحب کے نزدیک قرآن کا محرف نہ ہونا، کوئی مسلمہ اسلامی اصول نہیں، اور موجودہ قرآن پر ایمان لانا، اور اس کو محرف نہ ماننا ضروری نہیں ہے، یہ عقیدہ بجائے خود اسلام کے مسلمہ اصول کے خلاف اور موجبِ تکفیر ہے۔[1]

---

[1] لیکن بہت سے علمائے شیعہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ قرآنِ مجید کا محرف نہ ہونا، مسلّمہ عقیدہ ہے، اور تحریفِ قرآن کا عقیدہ باطل ہے، پہلے امام رازی، علامہ آلوسی اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی وغیرہم کے حوالہ جات سے اس کی وضاحت کی جاچکی ہے، اور لازمِ مذہب کا مذہب نہ ہونا بھی گزر چکا ہے، اور مزید تفصیل ہم نے اپنے مضمون ''تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام'' نیز ''آباءِ انبیاء کے موحد ہونے پر کلام'' کے آخر میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

ایک ضروری وضاحت

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ حصہ دوم کے مقدمہ میں ''ایک ضروری وضاحت'' کے تحت ارقام فرمایا ہے کہ:

''جو شخص کسی مذہبی فرقہ سے وابستہ ہو، تو ظاہر ہے کہ اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ اس کے عقائد وہی ہیں، جو اس مذہب کی مستند کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ اپنے مذہب سے جہالت وناواقفیت، یا اپنی ذاتی رائے کی بناء پر اس کے وہ عقائد نہ ہوں۔

اسی اصول کی بنا پر جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے، اس کے متعلق یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھتا ہے، اگرچہ ہماری بدبختی سے مسلمانوں میں بہت سے جاہل اور دین سے ناواقف ایسے لوگوں کا ہونا معلوم ہے، جو اسلام کے بنیادی عقائد اور ایمانیات سے بے خبر ہیں، لیکن جب تک کسی شخصیت کے بارہ میں تحقیق کے ساتھ ایسی بات معلوم نہ ہو، اس کو مسلمان ہی کہا اور سمجھا جائے گا۔

اس مسلمہ اصول کی بناء پر یہی سمجھا جاتا ہے، اور سمجھا جائے گا کہ جو شخص شیعہ اثناء عشری فرقہ سے وابستہ ہے، اس کے عقائد وہی ہیں، جو اس فرقہ کی مستند کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں، اور انہیں عقائد کی بناء پر اس کے بارہ میں وہ شرعی فیصلہ کیا جائے گا، جو راقم سطور کے استفتاء کے جواب میں حضراتِ علماء کرام واصحابِ فتویٰ نے کیا ہے۔

اگر بالفرض ان میں سے کسی فرد کے عقیدے وہ نہیں ہیں، تو ظاہر ہے کہ اس کے حق میں وہ فیصلہ نہیں ہوگا، لیکن ''اثناء عشری مذہب'' میں تقیہ چونکہ نہ صرف جائز بلکہ واجب اور ائمہ معصومین کی سنت وعبادت ہے (جیسا کہ خاص نمبر کے مقدمہ

اوراس سے زیادہ تفصیل سے راقم سطور کی کتاب ''ایرانی انقلاب'' میں لکھا جاچکا ہے) اس لیے اگرکوئی اثناءعشری شیعہ ان عقائد سے انکار کرے، جوموجبِ کفر ہیں، تو اس انکار کے بارہ میں شک وشبہ رہے گا، اور نکاح وذبیحہ جیسے معاملات میں احتیاط کے پہلو پر عمل کرتے ہوئے، پرہیز کیا جائے گا، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ جوعلیم وخبیر ہے، اس کے ساتھ اپنے علمِ محیط کے مطابق معاملہ فرمائے گا''۔ (ص ۳۳)

مولانا نعمانی صاحب کی وضاحت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1) ایک بات یہ کہ جوشخص کسی مذہبی فرقہ کی طرف خودکومنسوب کرتا ہے، بظاہر اس کے وہی عقائد سمجھے جائیں گے، جواس مذہب کی مسلمہ مستند کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں، اس لیے جوشخص شیعہ اثناءعشری فرقہ سے وابستہ ہے، اس کے بارہ میں بظاہرِ نظر وہی حکم لگایا جائے گا، جوشرعی فیصلہ میں فرقہ اثناءعشری پر لگایا گیا ہے۔

(2) دوسری بات یہ کہ اگران میں سے کسی فرد کے عقیدے وہ نہیں ہیں، تو اس کے حق میں وہ فیصلہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کی تصریح کے مطابق اس پر حکمِ اسلام لگایا جائے گا، اور ظاہر کے خلاف اس کی تصریح اور نص پر عمل کیا جائے گا۔ **کما تقرر فی الاصول۔**

(3) تیسری بات یہ ہے کہ اثناءعشری مذہب میں تقیہ چونکہ جائز بلکہ عبادت ہے، اس لیے اثناءعشری شیعہ شخص کے عقائدِ کفریہ سے انکار میں شبہ رہتا ہے، اس شبہ کی بنا پر نکاح اور ذبیحہ جیسے معاملات میں احتیاطاً اس سے پرہیز کیا جائے گا۔

یہ تینوں باتیں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی تحقیقِ خاص اوراس جواب میں بھی صراحتاً ذکر کی گئی ہیں، جوحضرت تھانوی نے مولانا عبدالشکور صاحب

لکھنوی کے فتویٰ مذکورہ کے بارہ میں ارقام فرمائی تھی، ان میں کوئی نئی بات نہیں، اور اصولِ کلیہ کے بھی یہ سب باتیں موافق ہیں، ان سے کسی کو بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

اختلاف کی صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص عقائدِ کفریہ سے برائت کررہا ہے، مگر اس پر برائت کے باوجود بھی جزماً حکمِ کفر لگادیا جائے، ایسی صورت میں تقیہ کے شبہ کی وجہ سے احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دینا دوسری بات ہے۔

مولانا نعمانی کی اس وضاحت سے بھی واضح ہوگیا کہ مدارِ تکفیر، عقائدِ کفریہ کے تحقق پر ہی ہے، اور اگر کسی شخص کے بارہ میں تحقیق ہوجائے کہ اس کے عقائد میں کوئی عقیدہ کفریہ نہیں ہے، تو اس پر حکمِ کفر نہیں لگایا جائے گا۔

اس وضاحت کے بعد ایک تو مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے اس فتویٰ کو شیعوں کی علی الاطلاق تکفیر کا فتویٰ سمجھ لینا صحیح نہیں معلوم ہوتا، بلکہ ایسا سمجھنا ان کی اس وضاحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے، اس لیے احقر کے ناقص خیال میں مولانا نعمانی کی اس وضاحت کو اگر استدراک کہا جائے، تو مولانا کے مقصد کے زیادہ موافق معلوم ہوتا ہے۔

البتہ اس فرقہ اثنا عشریہ کے مذہب میں چونکہ بعض عقائدِ کفریہ کا ثبوت اور وجود متحقق ہے، اس لیے اس کی طرف خود کو منسوب کرنا، بظاہر ان عقائدِ کفریہ کا التزام کرنا، اور حکمِ کفر کا مستحق ہونا ہے، لیکن جو شخص ان عقائدِ کفریہ کی صراحتاً ونصاً نفی کرتا ہے، اس پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

اور اگر تقیہ کے سبب شبہ پیدا ہوگیا ہو، تو بھی یہ حکم جزماً نہیں لگایا جاسکتا، احتیاط کے پہلو پر عمل کرنا دوسری بات ہے۔

دوسرے یہ کہ اس متفقہ فتویٰ کا مآل بھی تقریباً وہی کچھ نکلا، جو اکابر علمائے محققین

خصوصاً اکابر علمائے دیو بند پہلے سے لکھتے چلے آئے ہیں، اور یہی کچھ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے فتویٰ جلد چہارم میں ہے، اس کو غور سے ملاحظہ فرمایا جائے (ماہنامہ ''الحقانیہ'' ساہیوال، سرگودھا، ص ۲۴ تا ۲۸، ذوالحجہ 1435 ہجری، اکتوبر 2014، بعنوان: تکفیرِ روافض اور علمائے کرام کے فتاویٰ)

آخری جملوں کا مطلب یہ ہے کہ جو اہلِ تشیع، عقائدِ کفریہ کی صاف نفی کرتے ہیں، جیسا کہ بہت سے سابقہ اور موجودہ زمانے کے اہلِ تشیع، بلکہ ''امامیہ، اثنا عشری'' کی طرف منسوب حضرات نفی کرتے ہیں، تو اِن پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور ''تقیہ'' کے شبہ کی وجہ سے بھی سیاستِ کافرانہ کا حکم جاری نہ ہوگا، البتہ نکاح، ذبیحہ، نمازِ جنازہ اور امامتِ نماز وغیرہ میں احتیاط کے پہلو پر عمل کرنے کا حکم جداگانہ ہے، اس احتیاط کے لیے سیاستِ کافرانہ جاری کرنا ضروری نہیں، جیسا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ وغیرہ کے حوالے سے پہلے ذکر کیا جا چکا۔

مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب کا ایک اور حوالہ

''فتاویٰ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی'' میں ایک سوال اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی طرف سے، اس کا جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: مولانا حسین علی صاحب علیہ الرحمۃ نے قرب وجوار کے جاہل پیروں، اور ان کے متبعین کو غلو فی الدرجات کی وجہ سے ''مشرکِ حقیقی'' کہا ہے، اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

جواب: ہم ان جہلاء (جن کو کافر کہا گیا ہے) کے کلام میں تاویل کرتے ہیں، اور حسنِ ظن کو ضروری سمجھتے ہیں، اور تکفیر کو حتی الوسع غیر ضروری قرار دیتے ہیں، یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ فقہائے متاخرین اور قدمائے اہلِ کلام کا اختلاف ہے۔

فقہائے متاخرین بہت سی جزئیات پر تکفیر کا فتویٰ صادر فرمادیتے ہیں، اوراہلِ کلام کا مقالہ ہے''لانکفر احدا من اھل البدعة ،ببدعة ''اوران کا اصول ہے کہ اگرکسی کے کلام میں سو(100)احتمالات ہیں،ننانوے(99)احتمالات، کفر کے نکلتے ہوں،اورایک احتمال ایسا ہے،جس سے اس کا ایمان معلوم ہوتا ہے، تواس کی تکفیر نہ کرنی چاہیے،اوراحتمالِ ایمان کوترجیح دینی چاہیے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اپنے مکتوب''انوارُ القلوب'' میں تحریرفرماتے ہیں کہ''متقدمین اہلِ کلام کا ننانوے(99)احتمالات کوذکرکرنا تحدیداً نہیں ہے، بلکہ تقریباً ہے،اگرہزاراحتمالات میں سے نوسوننانوے(999)احتمالات کفرکے ہوں، اورایک احتمال ایمان کا ہو،تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہیے،اس لیے وہ احتمالِ بلیغ،عمل میں لاتے تھے''۔

میں نے خودحضرت گنگوہی قدس سرہٗ کوارشادفرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ''جب سے میں نے مکتوب''انوارُ القلوب'' لکھا ہے،اس وقت سے روافض کی تکفیر پر جرأت نہیں ہوتی،اس پرحضرت شیخ الہند مولانا محمودحسن صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کے ایمان پر بھی تو جرأت نہیں ہوتی،تو(حضرت گنگوہی نے)فرمایا کہ نہ ہو،مگرتکفیرنہ ہونی چاہیے (فتاویٰ شیخ الاسلام،صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱،بعنوان''تکفیر میں احتیاط لازم ہے''جمعیۃ پبلیکیشنز،لاہور،اشاعتِ دوم:جولائی 2015ء)

اس سے معلوم ہوا کہ متقدمین مجتہدین نے کسی پر کفرکا حکم لگانے میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے،جوبعض متاخرین کے کلام میں نہیں پائی جاتی،اسی وجہ سے متاخرین کے کلام سے بعض اصول ٹوٹ جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''مجتہدین میں ایک مخصوص بات یہ ہوتی ہے کہ وہ نصوص سے ایسے اصول کومستنبط

کرتے ہیں کہ وہ اصول ٹوٹتے نہیں، اور جو اصول متاخرین نے مجتہدین کی تفریعات سے استنباط کیے ہیں، وہ ٹوٹ جاتے ہیں (الکلام الحسن، صفحہ ۴۶، فقہ حنفی کے اصول وضوابط، ص ۴۶، مشمولہ ''تحفۃ العلماء، ج ۲، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ طبع: ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ''الهداية'' کی شرح ''فتحُ القدير'' میں فرمایا کہ:

ابنِ منذر نے فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر کا صرف بعض اہلِ حدیث نے حکم لگایا ہے، اوران سے کسی کی موافقت ہمارے علم میں نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام کا اہلِ بدعت کی عدمِ تکفیر پر اجماع ہے۔

پھر علامہ ابنِ ہمام نے محیط کے حوالہ سے ایک قول تکفیر کا نقل کر کے ابنِ منذر کے قول کو ترجیح دی ہے، پھر فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر صرف بعض اہلِ مذاہب کے اصحاب سے مروی ہے، مجتہدینِ فقہاء سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ اور علامہ شامی وغیرہ نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ اصل مجتہدین نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی، اور تکفیر کا قول اُن فقہاء کے کلام میں پایا جاتا ہے، جو مجتہدین کے درجے پر فائز نہیں، اور مجتہدین کے مقابلے میں اُن کے قول کا اعتبار نہیں۔ [2]

---

[1] قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع، وبعضهم يكفرون بعض أهل البدع وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت، نعم يقع فى كلام أهل المذاهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا، وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين، وما ذكره محمد بن الحسن فى أول الباب من حديث كثير الحضرمى يدل على عدم تكفير الخوارج(فتح القدير، ج٦ ص ١٠٠، كتاب السير، باب البغاة)

[2] اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر فى فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مدنی کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت گنگوہی، نے ''انوارُ القلوب'' تحریر کرنے کے بعد روافض کی تکفیر سے احتیاط فرمائی تھی، جس سے حضرت گنگوہی کے، روافض کے بارے میں مختلف فتاویٰ میں عدمِ تکفیر کے فتوے کا، بعد کے زمانے سے متعلق ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، جس کا راجح ہونا، جمہور مجتہدین کی موافقت پر مبنی ہے۔

اور مذکورہ مکتوب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کی طرف سے روافض کے ایمان پر جرأت نہ ہو، تو تکفیر پر بدرجۂ اولیٰ جرأت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ نصوص میں تکفیر نہ کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اور سو میں سے ننانوے، یا ہزار میں نوسوننانوے احتمالات، کفر کے، اور ایک احتمال، ایمان کا ہونے کی صورت میں تکفیر نہ کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے، جیسا کہ خود حضرت مدنی نے مذکورہ مکتوب میں واضح فرمادیا۔

امدادُ الاحکام کا حوالہ

امدادُ الاحکام میں ایک مفصل سوال کے مدلل جواب کے آخر میں مذکور ہے کہ:

> خلاصہ جواب کا یہ ہوا کہ مختلف عقائد کا، مختلف حکم ہے، سب روافض کا ایک حکم نہیں، بلکہ جو تحریفِ قرآن وغیرہ کا قائل ہو، وہ کافر ہے، اور جو شخص عقائدِ کفریہ نہ رکھتا ہو، وہ کافر نہیں، بلکہ مبتدع، فاسق اور گمراہ ہے، اس لیے جس شخص پر اسلام، یا کفر کا حکم لگانا چاہیں، تو اس کے عقائد معلوم کرنے کی ضرورت ہے، محض ان کی کتابوں میں عقائدِ کفریہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ہر رافضی یہ عقائد رکھتا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضي نقل إجماع الفقهاء .وذكر في المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع. وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين، نعم يقع في كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص۲۳۷، كتاب الجهاد،باب المرتد)

ہے، بلکہ عوام کو پتہ تک بھی نہیں۔

”ھٰذا ما عندی ، واللہ اعلم بالصواب، والیہ یرجع والمآب“

کتبہٗ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، از مدرسہ امدادُ العلوم، تھانہ بھون

مورخہ:۲/ جمادی الثانی/۱۳۵۱ھ

(امدادُ الاحکام، ج۱،ص۱۷۳، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ’’حکم وراثت میان شیعہ واہلِ سنت‘‘، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: جنوری2009ء)

ملحوظ رہے کہ’’امدادُ الاحکام‘‘ جلد 1 کا مذکورہ فتویٰ،’’امدادُ الاحکام‘‘ ہی کی جلد 2 کے آنے والے فتووں سے بعد کی تاریخ کا ہے۔

مذکورہ بالا فتوے کے متعلق، حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی صاحب کے فرزندِ رشید، مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

’’یہ فتویٰ احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی صاحب قدس سرہٗ کا لکھا ہوا ہے، جو اس وقت خانقاہ تھانہ بھون میں فتاویٰ کے کام پر، حضرت حکیم الامت تھانوی کے حکم سے مامور تھے،اور حضرت کی زیرِ نگرانی ہی یہ فریضہ انجام دیتے تھے‘‘ (ماہنامہ ’’الحقانیہ‘‘ ساہیوال، سرگودھا، ذوالحجہ 1435ہجری، اکتوبر 2014ء،ص۲۹، بعنوان:تکفیرِ روافض اور علمائے کرام کے فتاویٰ)

اور اس فتوے کی توضیح کرتے ہوئے، مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی ہی فرماتے ہیں:

’’مقصد یہ ہے کہ یہ فرقہ بھی چونکہ اسلام کی طرف منسوب ہے،اور اسلام کی طرف خود کو منسوب کرنا، اسلام کے ضروری عقائد کا التزام کرنا،اور موجبِ حکم بالاسلام ہے، اس لیے جب تک کسی شخص کے بارے میں یہ تحقیق نہ ہوجائے کہ یہ شخص کسی عقیدۂ کفریہ کا اعتقاد رکھتا ہے، اس وقت تک اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، محض کسی فرقہ کی کتابوں میں بعض عقائدِ کفریہ کے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس

کی طرف منسوب ہر شخص کا یہی عقیدہ ہو۔

البتہ یہ جانتے ہوئے کہ اس فرقہ کے عقائد میں کوئی کفریہ عقیدہ بھی ہے، پھر کسی شخص کا خود کو اس فرقہ کی طرف منسوب کرنا، اس عقیدۂ کفریہ کا التزام کرنا، اور موجبِ تکفیر ہے، لیکن جس شخص کے علم میں اس منسوب الیہ فرقہ کے کسی عقیدۂ کفریہ کا علم نہ ہو، تو ایسی صورت میں اس شخص نے اس فرقہ کے عقیدۂ کفریہ کا التزام نہیں کیا، البتہ اس صورت میں اس فرقہ کے عقیدۂ کفریہ کا ''لزوم'' اس پر عائد ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ ''التزامِ کفر'' تو کفر ہے، مگر ''لزومِ کفر'' پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے، خصوصاً جبکہ کوئی شخص اس فرقہ کو اسلامی فرقہ سمجھ کر قبول کر رہا ہو، اور خود کو اس کی طرف اسی حیثیت سے منسوب کرتا ہو۔ **کما بین فی کتب الفقه و العقائد** '' (ماہنامہ ''الحقانیہ'' ساہیوال، سرگودھا، ذوالحجہ 1435 ہجری، اکتوبر 2014ء ص۳۰، بعنوان: تکفیرِ روافض اور علمائے کرام کے فتاویٰ)

پیچھے حضرت گنگوہی اور حضرت مدنی کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ان کے علماء، جو کفریہ عقائد سے واقف ہوں، اور وہ ان عقائد سے برائت بھی نہ کریں، وہ تو کافر ہیں، لیکن ان کے عوام، جو ان کفریہ عقائد سے واقف نہ ہوں، وہ کافر نہیں، یہ فتویٰ بھی مذکورہ موقف پر مبنی ہے۔

نیز جس شخص کے علم میں کفریہ عقیدہ ہو، مگر وہ اس سے انکار و برائت کرتا ہو، جیسا کہ اثناء عشری فرقہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگ، اس طرح کے کفریہ عقیدہ کا انکار و برائت کرتے ہیں، تو ان کی طرف بھی ''التزامِ کفر'' کی نسبت کرنا، درست نہ ہوگا، جیسا کہ مفتی صاحب موصوف کے حوالہ سے ہی دوسرے مقام پر نقل کیا جا چکا ہے۔

امدادُ الاحکام کا دوسرا حوالہ

امدادُ الاحکام میں ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے کہ:

”جواب محقق نزد ما ایں است کہ رافضی کہ قذف حضرت سیدہ عائشہ را جائز شمارد و قائل تحریف در قرآن کریم باشد یا قائل بکفر ونفاق حضرت صدیق بود کافر است، واگر بجز تبرا وسبّ شیخین ہیچ از امور کفریہ ظاہر نتماید فاسق است، پس در صورت اولیٰ نکاح سنّیہ بایں چنیں روافض ہرگز صحیح نشود، بلکہ حکم زنا دارد وایں سنّیہ را جدائی از او لازم است واگر حاملہ نباشد معاً نکاح ودخول از مرد سنّی جائز است والا بعد از وضع حمل۔

ودر صورتِ ثانیہ تفصیل است اگر زنِ نابالغہ است وولی آن را علم بفسق آن نبود بلکہ رافضی را صالح وعادل گمان کردہ باو نکاح کرد بعد ازاں فسق آن معلوم شد وزن سنّیہ بعد از بلوغ اظہار ناراضگی ازیں نکاح کرد، پس ایں نکاح ہم باطل است واگر فسق ایں جماعت از اول معلوم بود ودیدہ ودانستہ ولی شرعی زن نابالغہ یا بالغہ سنّیہ بنکاح رافضی داد ایں نکاح درست شد وبدون طلاق مرتفع نگردد واگر زن سنّیہ بدون اجازت ولی از خود نکاح بایں چنیں رافضی کند ہم باطل شود وحاجت بطلاق نیفتد بدون طلاق بمرد دیگر از اہلِ سنت نکاح می تواند کرد، اما بعد از تفریق عدت گزاردن لازم است اگر دخول شدہ باشد وعدت آن سہ حیض بود“۔

21 شوال 41ھ۔

(امداد الاحکام، ج۲، ص۲۰۴، ۲۰۵، کتاب النکاح، بعنوان: شیعہ رافضی کا سنی عورت کے ساتھ نکاح کا حکم، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: جنوری 2009ء)

امداد الاحکام کا مذکورہ فتویٰ، دیگر مذکورہ کتبِ فقہ وفتاویٰ کے مطابق ہے، جس میں رافضی کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی۔

امداد الاحکام کا تیسرا حوالہ

امداد الاحکام میں ہی ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے کہ:

”روافض کے متعلق علماءِ سنت و جماعت کے دوقول ہیں، بعض محققین کے نزدیک رافضی کافر ہیں، پس ان کے قول پر کسی سنی عورت کا نکاح رافضی مرد سے درست نہیں ہوسکتا۔

”نعم یجوز نکاح الرافضة بالرجل السنی لکونها کتابیة قال فی التحریر المختار و جعل الرملی فی حاشیة المنح المعتزلة و الرافضی بمنزلة اهل الکتاب حیث قال تحت قوله و صح نکاح کتابیة، اقول یدخل فی هذا الرافضة بانواعها و المعتزلة فلا یجوز ان تتزوج المسلمة السنیة من الرافضی لانها مسلمة و هو کافر فدخل تحت قولهم لا یصح تزوج مسلمة بکافر اهـ وقال الرستغفنی لا تصح مناکحة بین اهل السنة و الاعتزال اهـ فالرافضة مثلهم او اقبح والرملی جعلهم من قبیل اهل الکتاب فیجوز نکاح نسائهم ولا یزوجون و لعله اعدل الاقوال لانه لا شک فی کفر الرافضة اهـ (ص سندی 183 ج1)

اس قول کی بناء پر دختر زید کا نکاح رافضی مرد سے درست ہی نہیں ہوا، اور وہ بدون طلاق و نکاح کے دوسرے مرد سنی سے نکاح کرسکتی ہے، لیکن وطی بالشبہ کی وجہ سے اس کے ذمہ عدت ہوگی، اور دخول کی وجہ مہر مثل کی بھی بطور عقر کے مستحق ہوگی۔

اور محققین حنفیہ کی ایک جماعت رافضیوں کو اطلاق کے ساتھ کافر نہیں کہتی، بلکہ وہ تفصیل کرتے ہیں کہ اگر رافضی قاذفِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہو، یعنی نعوذ باللہ ان پر تہمتِ زنا لگاتا ہو، یا قرآن میں تحریف وکمی بیشی کا قائل ہو، تو کافر ہے، اس کے ساتھ سنّیہ کا نکاح باطل ہے، اور دخول کے بعد عدت و مہر کا وہی حکم ہے، جو اوپر گزرا۔

اور اگر قاذفِ عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں، اور نہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، اور اس کے علاوہ اور بھی کوئی عقیدہ کفریہ نہیں رکھتا، تو کافر نہیں، بلکہ فاسق ہے، اس کے ساتھ سنّیہ کا نکاح بعض صورتوں میں درست ہوجاتا ہے، مثلاً جب باپ دادا نے اپنی لڑکی سنّیہ کا نکاح بلوغ سے پہلے کردیا ہو، مگر جس طرح ہوسکے سنّیہ کو طلاق، یا خلع کرکے اس مرد سے علیٰحدگی اختیار کرلینی چاہیے، کیونکہ اس کے پاس رہنے میں اس کے دین اور مذہب پر اندیشہ ہے، پس صورتِ مسئولہ میں اگر دخترِ زید کا رافضی شوہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو متہم کرتا ہے، اور قرآن میں تحریف کا یا کسی اور عقیدۂ کفریہ کا قائل ہے، تو وہ کافر ہے، اُس سے دخترِ زید کا نکاح صحیح نہیں ہوا، اور اگر وہ اس عقیدے کا نہیں، تو نکاح صحیح ہوگیا، لیکن حاکم کو چاہیے کہ خلع وغیرہ کرا کر اس عورت کو رافضی مرد سے، طلاق دلا کر الگ کردے، ورنہ عورت کو چاہیے کہ جہاں تک قدرت ہو، اُس سے اپنے کو بچاوے۔

قال الشامی نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة او أنکر صحبة الصدیق أو اعتقد الالوهیة فی علیٍ أو أن جبریل غلط فی الوحی أو نحو ذلک اھ (ص ۴۵۳ ج ۳)"

25 محرم 45ھ۔

(امداد الاحکام، ج۲، ص۲۱۲، ۲۱۳، کتاب النکاح، بعنوان: حکم نکاح سنّیہ با رافضی، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: جنوری 2009ء)

مذکورہ فتوے میں بھی محققینِ حنفیہ کی جماعت کے نزدیک رافضی کے کفریہ عقیدہ ہونے نہ ہونے پر، کفر واسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، اور علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی، جو جمہور متقدمین کا موقف ہے، البتہ بعض کے نزدیک کافر ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، جو بعض متاخرین کا موقف ہے۔

اور پہلے باحوالہ گزر چکا ہے کہ اصل مجتہدین کے نزدیک، اہلِ بدعت کافر نہیں ہیں، جن میں

بنیادی طور پر روافض بھی داخل ہیں، اور جن حضرات نے تکفیر کا قول کیا، وہ فقہائے مجتہدین میں داخل نہیں، اور یہ کہ ''لازمِ مذہب'' کو ''مذہب'' قرار دینا درست نہیں۔ [1]

---

[1] الحكم عليه بالكفر مشكل، لما فى الاختيار اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر فى فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر : ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.

نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا اهـ ومما يزيد ذلك وضوحا ما صرحوا به فى كتبهم متونا وشروحا من قولهم :ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية .وقال ابن ملك فى شرح المجمع :وترد شهادة من يظهر سب السلف لأنه يكون ظاهر الفسق، وتقبل من أهل الأهواء الجبر والقدر والرفض والخوارج والتشبيه والتعطيل .اهـ.

وقال الزيلعى أو يظهر سب السلف يعنى الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون؛ لأن هذه الأشياء تدل على قصور عقله وقلة مروء ته، ومن لم يمتنع عن مثلها لا يمتنع عن الكذب عادة، بخلاف ما لو كان يخفى السب اهـ.

ولم يعلل أحد لعدم قبول شهادتهم بالكفر كما ترى، نعم استثنوا الخطابية لأنهم يرون شهادة الزور لأشياعهم أو للحالف، وكذا نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد.

فعلم أن ما ذكره فى الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت.

وقد ألف العلامة منلا على القارى رسالة فى الرد على الخلاصة، وبهذا تعلم قطعا أن ما عزى إلى الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده فى الجوهرة باطل لا أصل له ولا يجوز العمل به، وقد مر أنه إذا كان فى المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير، فكيف يميل هنا إلى التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلى قتله وإن تاب، وقد مر أيضا أن المذهب قبول توبة ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم -فكيف ساب الشيخين. والعجب من صاحب البحر حيث تساهل غاية التساهل فى الإفتاء بقتله مع قوله :وقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء من ألفاظ التكفير المذكورة فى كتب الفتاوى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نکاح جیسے معاملہ میں تو اس قول کی اہمیت زیادہ ہے، جہاں تک حکمِ کفر کا تعلق ہے، تو اس میں فقہائے کرام نے احتیاط سے کام لیا ہے، اور جس کے کفر میں اختلاف ہو، اس میں عدمِ کفر کو ترجیح دی ہے، جس کی تفصیل ہم نے ''تکفیرِ مسلمین'' کے مضمون میں بیان کر دی ہے۔

اس موقع پر قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب پہلے زمانے میں بیشتر علماء اہلِ تشیّع کی تکفیر کے قائل نہیں تھے، لیکن کبھی علماء نے ایک دوسرے کے موقف پر بے جا نکیر اور طعن و تشنیع سے کام نہیں لیا، تو آج کے دور میں ان کی طرف نسبت کرنے والے بعض حضرات کس منہ سے نکیر کرتے ہیں، کیا وہ اجتہادی مسائل میں فتوے کے اصولوں سے واقف نہیں، اور ان کے سامنے سلف کا طریقہ نہیں؟

امدادُ الاحکام کا چوتھا حوالہ

امدادُ الاحکام میں ہی ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے، جس کو علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اپنی آخری تحقیق قرار دیا ہے:

> ''شیعوں کے متعلق عدالت کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مولوی عبدالشکور صاحب رسالہ ''النجم'' نمبر ا، ج ۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔
>
> ص ۱۲ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوگئی، یعنی لوگوں نے قرآن سے کچھ آیتیں نکال ڈالیں، اور کچھ بڑھا دیں، جن میں کفر کی باتیں شامل کر دیں، کچھ الفاظ و حروف بدلائے، اس کے ثبوت میں حسبِ ذیل کتب ملاحظہ ہوں:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ -رضی اللہ تعالی عنہا- أو أنکر صحبۃ الصدیق، أو اعتقد الألوھیۃ فی علی أو أن جبریل غلط فی الوحی، أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن، ولکن لو تاب تقبل توبتہ، ھذا خلاصۃ ما حررناہ فی کتابنا تنبیہ الولاۃ والحکام، وإن أردت الزیادۃ فارجع إلیہ واعتمد علیہ ففیہ الکفایۃ لذوی الدرایۃ (ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۶، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب مھم فی حکم سب الشیخین)

کتاب احتجاج طبرسی از ص ۱۱۹ تا ۱۳۰، اصول کافی از ص ۲۶۱ تا ۲۷۵، تفسیر قمی ص ۷۱ اھ۔

پھر ص ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں، ہمارے علمائے سابقین کو مذہبِ شیعہ سے پوری واقفیت نہیں ہوسکی، جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ شیعہ اپنا مذہب چھپانے کی بے حد کوشش کرتے تھے، اسی سبب سے شیعوں کے کفر میں اختلاف رہا، لیکن اب کہ شیعوں کا عقیدہ قرآنِ شریف کے متعلق معلوم ہوگیا، جس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں کرسکتا، شیعوں کا خارج از اسلام ہونا قطعی ہے، اھ..................

پس خلاصۂ اقوال یہ ہوا کہ رافضی سے سنّیہ مسلمہ کا نکاح درست نہیں ہوتا، خواہ وہ قبل نکاح ہی رافضی ہو، تو نکاح اول ہی سے منعقد نہ ہوگا، یا بعد نکاح کے رافضی ہوگیا ہو، تو نکاح فسخ ہوجائے گا، اور دونوں صورتوں میں اگر ہمبستری ہوچکی ہے، تو زوجہ پر عدت لازم ہے، اور بعد عدت کے جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، اور ہمبستری نہ ہوچکی ہو، تو عدت کی حاجت نہیں۔ **لکون الردة من الزوج طلاقاً حکماً**۔ البتہ اگر ان دونوں سے اولاد پیدا ہوئی، تو وہ اولاد حرامی نہ کہلائے گی، بلکہ ثابت النسب ہوگی، اور وہ اولاد ابوین سے وارث ہوگی، لیکن زوجین میں باہم توارث نہ ہوگا۔ **لعدم التوارث فی نکاح فاسد ففیما اذا کان الوطأ زنا بالاولٰی**۔

البتہ اگر شوہر رافضی بنا، اور عورت کی عدت پوری نہ ہوئی تھی کہ وہ مرگیا تو ایک روایت میں عورت وارث ہوگی۔ شامی ص ۴۷۰ ج ۳۔

جواب سوال نمبر۲:

اگر یہ دونوں مرد وعورت قدیم سے کئی پشت کے رافضی تھے، تب تو سنی ہونے کے بعد دوبارہ ان کا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ ان کا حکم اہلِ کتاب کا سا ہے، اور کتابی مرد وعورت ساتھ مسلمان ہوجائیں، تو تجدیدِ نکاح

کی ضرورت نہیں، بشرطیکہ دونوں ساتھ مسلمان ہوں، آگے پیچھے نہ ہوں، ورنہ اگر اتنا فاصلہ ہوا کہ عورت عدت سے فارغ ہوگئی، تو تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوگی، اور اگر عدت گزرنے سے پہلے دوسرا بھی مسلمان ہوگیا، تو نکاحِ اوّل باقی ہے۔ شامی ص ۶۴۰ ج ۲۔

اور اگر یہ دونوں سنی تھے، پھر رافضی ہوگئے، اب پھر سنی ہوتے ہیں، تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر ساتھ ہی مرتد ہوئے، ساتھ ہی مسلمان ہوئے، تو نکاحِ اوّل باقی ہے، اور اگر آگے پیچھے ہوئے تو نکاح کی تجدید لازم ہے، گو عدت کے اندر اندر دونوں مسلمان ہوجائیں۔**و بقی النکاح ان ارتدا معاً بان لم یعلم السبق ثم اسلما کذلک و فسد ان اسلم احدھما قبل الآخر. اھ۔ ص ۶۴۶ ج ۲. أی بان علم السبق .**

فان المعیة الحقیقیة متعذرة. ۱۲ شامی"۔

25 صفر 46ھ

(امداد الاحکام، ج ۲، ص ۲۲۱ تا ۲۲۵، کتاب النکاح، بعنوان: رافضی مرد کے ساتھ سنّی لڑکی کا نکاح اور اس کی بعض صورتوں کی تفصیل مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: جنوری 2009ء)

امداد الاحکام کے مذکورہ فتوے میں مولانا عبد الشکور لکھنوی کی تحقیق کو بنیاد بنایا گیا ہے، جس کے متعلق تفصیل کے ساتھ تو پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جماعتِ دیوبند کے اکابر نے اس سے اتفاق نہیں کیا تھا، حضرت تھانوی، اور مولانا مفتی سید عبد الکریم گمتھلوی کی اس سلسلہ میں آخری تحقیق، اور دار المبلغین کے فتوے پر رائے پہلے گزر چکی ہے، اور وہ تحقیق امداد الاحکام کے مذکورہ فتوے کے، پانچ، چھ سال بعد کی ہے۔

اسی طرح شیعہ اثنا عشری کے متعلق، دار المبلغین کے برعکس اکابر دار العلوم دیوبند کا فتویٰ بھی گزر چکا ہے، جس کے متعلق حضرت مولانا قاری طیب صاحب اور حضرت مدنی کی طرف

سے توضیح وتفصیل گزر چکی ہے، جس کے پیشِ نظر امداد الاحکام کے مذکورہ آخری فتوے کی طرف ہمارا رجحان نہ ہوسکا۔

اور روافض کے متعلق جن وجوہات کو بنیاد بنا کر علی الاطلاق کفر کا حکم لگایا ہے، اس پر بھی کلام گزر چکا ہے، اور امداد الاحکام کے اس سے پہلے فتووں میں بعض علماء کی تکفیر کا قول اور اس پر تبصرہ بھی گزر چکا ہے، اس لیے یہ فتویٰ ان علماء کے قول پر ہی مبنی ہے، جو مطلق تکفیر کے قائل ہیں، نکاح کے باب میں احتیاط کے پیشِ نظر اس پر فتویٰ دینے میں حرج نہیں، جبکہ نکاح نہ ہوا ہو، برخلاف تکفیر کے فتوے کے، کما مرّ مراراً۔

ضمیمہ ’’امداد الاحکام‘‘ کا حوالہ

’’امداد الاحکام‘‘ 2005ء کی اشاعت کی جلد۲ کے ضمیمہ میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے مذکورہ فتاویٰ کے متعلق ایک سوال کا جواب، درجِ ذیل الفاظ میں شائع ہوا:

الجواب:

سوال میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جس فتویٰ کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے تحریفِ قرآنِ کریم کے عقیدہ کی بناء پر اگرچہ علی الاطلاق اہلِ تشیع کی تکفیر کی گئی ہے، اور اس سلسلے میں حضرت مولانا موصوف نے اس کو اپنی آخری رائے بھی قرار دیا ہے، مگر اس کو حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی اپنی تحقیق، یا فتویٰ قرار دینا، اور اس کی بناء پر آپ کی طرف اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیر کی نسبت کرنا، بالکل صحیح نہیں ہے، جیسا کہ امداد الفتاویٰ، جلد چہارم اور امداد الاحکام کے دیکھنے سے واضح ہے۔

درحقیقت یہ حضرت عثمانی رحمہ اللہ کی حضرت مولانا لکھنوی رحمہ اللہ کے فتویٰ پر مبنی

اپنی ہی رائے ہے، حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کی تصدیق وتائیداً سے حاصل نہیں" **كما سيأتي ان شاء الله**"۔

حضرت مولانا نے اس پر مذکورہ نوٹ لکھ کر اپنی اس تحقیق کے آخری ہونے کی تصریح کیوں کی؟

تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت موصوف نے اس سے قبل اہلِ تشیع کے بارے میں جو فتاویٰ تحریر کیے تھے، ان میں علی الاطلاق تکفیر نہ تھی، بلکہ ان میں تکفیر کا فتویٰ تفصیل وتشقیق کے ساتھ ہے، اور اس آخری فتویٰ میں چونکہ علی الاطلاق تکفیر ہے، اور ایک شق کو متعین کر کے جواب دیا گیا ہے، اس لیے آپ نے اس کو اپنی آخری تحقیق قرار دیتے ہوئے، ان فتاویٰ کی تفصیل وتشقیق کو منسوخ قرار دینے کی تصریح کر دی۔

چنانچہ اسی امداد الاحکام، جلد دوم میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے ہی تحریر فرمودہ دو ایسے فتاویٰ موجود ہیں، جو اِس آخری تحقیق سے قبل کے تحریر فرمودہ ہیں، اور ان میں علی الاطلاق تکفیر نہیں ہے، ملاحظہ ہو: امدادُ الاحکام، جلد دوم، ص ۲۰۴، وص ۲۱۳، ان میں پہلا فتویٰ ۲۱ شوال المکرّم ۱۳۴۱ھ، اور دوسرا فتویٰ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ کا تحریر فرمودہ ہے، جبکہ یہ آخری فتویٰ ۲۵ صفر ۱۳۴۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس نوٹ کے ذریعے، حضرت مولانا اپنے تحریر کردہ فتاویٰ کو منسوخ قرار دے رہے ہیں، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ، یا خانقاہ کے دیگر اہلِ فتاویٰ کے فتویٰ کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کے جس حاشیہ کا سوال میں ذکر ہے، اس کی بناء پر یہ سمجھنا کہ حضرت تھانوی نے اس فتویٰ کو بالالتزام ملاحظہ فرمالیا ہے، اور آپ بھی علی الاطلاق تکفیرِ اہلِ تشیع کے قائل ہوگئے تھے، خلافِ تحقیق ہے، اس لیے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے یہ حاشیہ دیکھنے سے معلوم

ہورہا ہے، حضرت مولانا عثمانی کے فتاویٰ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
پھر دوسرے یہ کہ جس فتویٰ پر حاشیہ درج ہے، وہ ۱۰ رمضان ۱۳۴۵ھ کا لکھا ہوا ہے، اور سوال میں ذکر کردہ فتویٰ، اس کے بعد ۲۵ صفر ۱۳۴۶ھ کا تحریر کردہ ہے، اس لیے اس حاشیہ کی بناء پر بھی مذکورہ دعویٰ کہ "اس فتویٰ کو ملاحظہ فرما کر آپ بھی علی الاطلاق، تکفیر کے قائل ہوگئے تھے" ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔
حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی اس مسئلہ میں تحقیقِ انیق وہی ہے، جو امداد الفتاویٰ جلد چہارم میں "تشریح الجواب علیٰ اصول التصوف" کے عنوان کے تحت درج ہے، اس میں اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیر نہیں ہے، اور حضرت والا نے اس کو اپنی تحقیقِ خاص قرار دیا ہے، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس بارے میں جس تحقیق کو آخری قرار دیا ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ تحقیقِ خاص، اس کے بعد کی تحریر فرمودہ ہے، اس پر ۱۸ شعبان ۱۳۵۱ھ کی تاریخ درج ہے، ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ، جلد چہارم، صفحہ ۵۸۹۔
اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مولانا عثمانی رحمہ اللہ، جس تحقیق کو آخری قرار دے رہے ہیں، وہ ان کی اپنی تحقیق ہے، حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کی اسے آخری تحقیق قرار نہیں دیا جاسکتا۔
مولانا عبدالماجد دریابادی نے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کے فتویٰ، متعلق تکفیرِ اہلِ تشیع پر بعض اعتراض، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجے تھے، حضرت رحمہ اللہ نے ان کا جو جواب تحریر فرمایا، افسوس کہ بعض اہلِ علم بھی، اسے حضرت کا فتویٰ سمجھ بیٹھے، جبکہ حضرت رحمہ اللہ نے اپنی اسی تحریر کے آخر میں اس کے فتویٰ ہونے کی صراحتاً نفی فرمادی ہے۔
چنانچہ فرماتے ہیں:

’’جواب بالا مع اپنے کل اجزاء کے درجہ منع میں ہے، یعنی فتویٰ مذکورہ پر، شبہات تھے، ان کا جواب ہے، جواب بالا خود فتویٰ نہیں ہے، چونکہ سرسری نظر میں اس کو فتویٰ سمجھا جاسکتا ہے، اس لیے تسہیلِ امر کے لیے اپنی تحقیقِ خاص اس باب میں معروض ہے، الخ‘‘۔

پھر وہی تحقیق ارقام فرمائی ہے، جس کا حوالہ ہم سطورِ بالا میں دے چکے ہیں، اس کی مزید تفصیل کتاب ’’حکیم الامت نقوش وتاثرات‘‘ ص ۳۴۸ تا ص ۳۶۰ میں دیکھی جاسکتی ہے، بطورِ خاص ’’ص ۳۵۰‘‘ پر مندرجہ ’’تنبیہ ضروری‘‘ قابلِ ملاحظہ ہے (جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ناقل)

الغرض اس تفصیل سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی طرف اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیر کی نسبت صحیح نہیں ہے، اور اس پر امدادُ الاحکام، جلد دوم کے فتویٰ سے استدلال کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

سائل نے امدادُ الاحکام، جلد اول کے فتویٰ کا بھی ذکر کیا ہے، تو چونکہ اس میں علی الاطلاق تکفیر نہیں ہے، اور ویسے بھی یہ فتویٰ حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیقِ خاص سے قبل کا تحریر فرمودہ ہے، اس لیے اسے بلا شبہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی تحقیق، اور خانقاہ امدادیہ کا فتویٰ اور ترجمان قرار دینا درست ہے۔

نوٹ:......اہلِ تشیع کی تکفیر کے سلسلے میں بعض حضراتِ اکابر کے فتاویٰ میں جو ظاہری تعارض معلوم ہوتا ہے، اس بارے میں یہ بات عرض کردینی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ فتاویٰ کا یہ تعارض اور اختلاف کوئی مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے، جس عالم کو یہ تحقیق ہوئی، اس کے مطابق فتاویٰ تحریر کردیا، مثلاً جن کو یہ معلوم ہوا کہ کل اہلِ تشیع کفریہ عقائد رکھتے ہیں، انہوں نے سب کے کفر کا فتویٰ دے دیا، اور جنہیں اس کی تحقیق نہ ہوسکی، انہوں نے عقائد پر مدار رکھتے ہوئے تشقیق کے ساتھ شرعی

حکم لکھ دیا، یا اس کو واقعہ کی تحقیق کا اختلاف قرار دیا جا سکتا ہے، مسئلہ کا اختلاف قرار دینا، درست نہیں ہے، ورنہ کفریہ عقیدہ رکھنے کی بناء پر تو سب اہلِ حق ان کی تکفیر پر متفق ہیں، ان کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، خوب سمجھ لیں۔[1]

مفتی کے ذمہ چونکہ تحقیقِ واقعہ نہیں ہے، اس لیے وہ فقط سوال کے مطابق، جواب کا پابند ہے، اور اس کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ اس بارے میں عقائد پر مدار رکھتے ہوئے، تشقیق کے ساتھ جواب دے، جب تک تحقیق نہ ہو، علی الاطلاق تکفیر نہ کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہٗ۔۲۳/ جمادی الاخریٰ/۱۴۱۴ھ

جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا

نعم التحقیق وبالقبول حقیق

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ۔۲۴/ جمادی الاخریٰ/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح وبالتحقیق نجیح:

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ،۵/ ۷/۱۴۱۴ھ۔مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی

اصاب المجیب فیما اجاد ، واجاد فیما افاد

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر:۴۹/ ۱۲۵

۲۶/ ۷/۱۴۱۴ھ۔دارالافتاء دارالعلوم کراچی

(امدادالاحکام، ج۲ص۹۰۱ تا ۹۰۳، ضمیمہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ، بمطابق جولائی 2005ء)

---

[1] تاہم محققین کی طرف سے یہ بات باحوالہ گزر چکی ہے کہ بعض متاخرین نے سابِّ شیخین وغیرہ کی وجہ سے روافض کی تکفیر کی ہے، جو جمہور متقدمین ومجتہدین کے خلاف ہے، اور اس کا اعتبار نہیں، لہٰذا جو فتاویٰ اس قول پر مبنی ہیں، وہ بھی مرجوح ہیں۔محمد رضوان۔

”کفایتُ المفتی“ کا حوالہ

”کفایتُ المفتی“ میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

”رافضیوں کا وہ فرقہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (عیاذ باللہ) خدا، یا اور کچھ اسی طرح، جو شرعاً کفر ہو، مانتا ہو، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا درست نہیں۔

اور جو لوگ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفائے ثلاثہ پر صرف افضل مانتے ہوں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے، اور ان لوگوں کی لڑکیوں سے نکاح کر لینا بھی جائز ہے، مگر انہیں اپنی لڑکیاں نہیں دینا چاہئے، بلاضرورت ان سے سلام کرنا، یا خلا ملا رکھنا بھی اچھا نہیں“ (کفایت المفتی، ج۱، ص ۲۸۷، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: شیعوں کا ذبیحہ، ان سے رشتہ داری اور دیگر تعلقات استوار کرنے کا حکم، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

مفتی کفایت اللہ صاحب (المتوفیٰ: 1372ھ) کے مذکورہ فتوے میں رافضیوں کے اس فرقہ کو کافر قرار دیا گیا ہے، جس کا عقیدہ کفریہ ہو، اس فتوے میں علی الاطلاق تمام روافض کو کافر قرار نہیں دیا گیا۔

”کفایتُ المفتی“ کا دوسرا حوالہ

”کفایتُ المفتی“ میں ہی ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

”شیعہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتا ہے، بس اس کے علاوہ اور کوئی بات اس میں شیعیت کی نہیں، تو یہ کافر نہیں ہے، اور ایسے شیعہ کے ساتھ سنی لڑکے کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لیکن اگر شیعہ غلطیِ وحی، یا الوہیتِ علی رضی اللہ عنہ، یا افکِ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہو، یا قرآن مجید میں کمی بیشی ہونے کا معتقد ہو، صحبتِ صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہو، تو ایسے شیعوں کے ساتھ سنی

لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

اور چونکہ شیعوں میں تقیہ کا مسئلہ شائع اور معمول ہے، اس لیے یہ بات معلوم کرنی مشکل ہے کہ فلاں شیعہ قسمِ اوّل میں سے ہے یا قسمِ دوم سے، اس لیے لازم ہے کہ شیعوں کے ساتھ مناکحت کا تعلق نہ رکھا جائے۔

شیعہ لڑکی کے ساتھ سنی مرد کا نکاح ہوسکتا ہے، لیکن یہ تعلق پیدا کرنا، اکثر حالات میں مضر ہوتا ہے، اس لیے اجتناب ہی اولیٰ ہے'' (کفایت المفتی، ج۱، ص ۲۸۹، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: شیعہ لڑکے کا سنی لڑکی سے نکاح، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

مذکورہ فتوے میں پہلے تو مدار، کفریہ عقائد ہونے نہ ہونے پر رکھا گیا، اور آخر میں نکاح کی بابت تقیہ کی وجہ سے متعین حکم معلوم نہ ہونے کی بناء پر اجتناب کا حکم دیا گیا، جو شرعی تقاضے کے عین مطابق ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی متعین عقیدہ معلوم نہ ہونے پر یہی حکم بیان فرمایا ہے، جس کی مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے توضیح فرمادی ہے، اسی کے ساتھ مذکورہ حالت میں سیاستِ کافرانہ جاری نہ ہونے کی بھی صراحت فرمادی ہے۔

''کفایتُ المفتی'' کا تیسرا حوالہ

''کفایتُ المفتی'' میں ہی ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

''شیعوں کے بہت فرقے ہیں، بعض فرقے کافر ہیں، مثلاً جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت، یا حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں، یا غلط فی الوحی، یا افکِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، یا قرآن مجید میں کمی زیادتی کے قائل ہیں، ایسے شیعوں کے ساتھ رشتہ کرنا، ناجائز ہے۔

اور جو لوگ کہ حدِّ کفر تک نہیں پہنچتے، ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے۔

یہ صحیح ہے کہ شیعوں کے یہاں تقیہ کا مسئلہ ہے، اور اس بناء پر ان کے خیالات اور عقائد کا پتہ لگانا مشکل ہے، اور جو شخص اس بات سے واقف ہے، وہ شیعوں میں رشتہ ناتہ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا'' (کفایت المفتی، ج۱،ص۲۹۰، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: شیعہ سنی مناکحت کا حکم)

اس فتوے میں بھی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی، اور نکاح کے معاملہ میں احتیاط کا لحاظ کیا گیا، جس کی توضیح پہلے گزر چکی ہے۔

''کفایتُ المفتی'' کا چوتھا حوالہ

''کفایتُ المفتی'' میں ہی ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

''اگر نذیر احمد غالی شیعہ ہوگیا ہے، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تہمت کا قائل ہے، یا قرآن مجید کو صحیح اور کامل نہیں سمجھتا، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وحی کا اصل مستحق سمجھتا ہے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہے، تو بے شک وہ کافر ہے'' (کفایت المفتی، ج۱،ص۲۹۱، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: رافضیت اختیار کرکے خلفائے راشدین بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والا مرتد ہے، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

مذکورہ فتوے میں بھی کفریہ عقائد پر مدار رکھا گیا ہے۔

''کفایتُ المفتی'' کا پانچواں حوالہ

''کفایتُ المفتی'' میں ہی ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

''تفضیلیہ مذہب''اہلِ سنت والجماعت کا نہیں ہے، یہ شیعہ مذہب کی ایک شاخ ہے۔

اور غالی سے مراد وہ شیعہ ہے، جو کسی ایسے عقیدہ کے قائل ہوں، جس سے کفر لازم آتا ہے، مثلاً افکِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، یا قرآن مجید میں کمی واقع ہونے کا عقیدہ، یا غلط فی الوحی، یا الوہیت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ، یا حلتِ تبرّا یعنی سب وشتم صحابہ وغیرہ، اور جواب سابق جو میں نے لکھا تھا وہ صحیح ہے'' (کفایت المفتی، ج۱،ص ۲۹۲، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: کیا ''تفضیلیہ'' اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے؟، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

حلتِ تبرّا کے تاویلاً وغیر تاویلاً ہونے پر کلام پہلے گزر چکا ہے، یہاں اس کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

''کفایتُ المفتی'' کا چھٹا حوالہ

''کفایتُ المفتی'' میں ہی ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

''عرف میں شیعہ اس گروہ کو کہتے ہیں، جن کا مذہب اہلِ سنت والجماعت کے مذہب کے بالمقابل ہے، جو حضرت علی مرتضٰی کو خلیفہ بلافصل اور تمام صحابہ سے افضل مانتے ہیں۔

اس گروہ میں بھی مختلف فرقے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی خدا ہیں، بعض کہتے ہیں کہ خدا نے حضرت علی کے اندر حلول کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ وحی حضرت علی کی طرف اتاری گئی تھی، مگر جبریل علیہ السلام نے غلطی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچادی، بعض کہتے ہیں کہ یہ قرآن جو اس وقت موجود ہے، وہ قرآن نہیں ہے، جو آسمان سے اتارا گیا تھا، بلکہ یہ بیاضِ عثمانی ہے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چند صحابہ کے علاوہ تمام مسلمان مرتد ہوگئے تھے، اسی قسم کے بہت سے کفریہ عقائد رکھتے ہیں۔

پس لفظِ شیعہ اور رافضی اور روافض ان فرقوں کے لیے (عرفاً) استعمال ہوتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے جو لوگ ایسے عقائد نہیں رکھتے، وہ شیعہ نہیں، ہر شیعہ سید نہیں ہوتا، اور ہر سید شیعہ نہیں ہوتا'' (کفایت المفتی، ج۱،ص۲۹۳و ۲۹۴، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: کیا شیعوں پر سید کا اطلاق کرنا درست ہے؟، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

مذکورہ فتوے میں بھی شیعہ کے مختلف فرقوں کا ذکر ہے، اور کفریہ عقائد ہونے نہ ہونے کی بھی تفصیل مذکور ہے، تمام اہلِ تشیّع کے کافر، یا ان سب کے عقائد، کفریہ ہونے کا حکم نہیں۔

''کفایتُ المفتی'' کا ساتواں حوالہ

''کفایتُ المفتی'' میں ہی ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

''شیعہ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، لیکن اہلِ سنت والجماعت فرقۂ ناجیہ ہے، اور باقی تمام فرقے ناجیہ نہیں ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے موافق شیعوں کے کئی فرقے اسلام سے خارج ہیں، یہ فرقے فرقہ شیعہ کی ضمنی شاخیں ہیں، باوجود اس کے ادعائی طور پر وہ فرقہائے اسلام میں داخل سمجھے جاتے ہیں، ان کا حکم اہلِ کتاب کی طرح ہے کہ وہ باوجود کفریہ عقائد کے (مثلاً الوہیتِ مسیح یا ابنیتِ مسیح کے) دوسرے غیر کتابی کفار سے جداگانہ حکم رکھتے ہیں'' (کفایت المفتی، ج۱،ص۲۹۴، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: کیا شیعہ مسلمان ہیں؟، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

مذکورہ فتوے میں پہلے تو ''شیعہ'' کو اسلامی فرقہ قرار دیا گیا، پھر کئی فرقوں کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا، اور اسلام سے خارج قرار دینے میں بھی اہلِ کتاب کا حکم دیا گیا۔

شیعہ کو اسلامی فرقہ قرار دینے کی بنیاد اس پر ہے کہ ”شیعہ“ کا لفظ ”سنی“ کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے، ”مسلمان“ کے مقابلے میں استعمال نہیں ہوتا۔

اور ”شیعہ“ کا لفظ دراصل سلف کے زمانے سے ”اہلُ السنۃ والجماعۃ“ کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے، جو بنیادی طور پر شیعہ کے ”اہلِ بدعت“ کا فرقہ ہونے کی دلیل ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مجتہدین نے ”روافض“ کو خوارج کی طرح، اہلُ السنۃ والجماعۃ سے ہی خارج قرار دیا ہے، اور جس طرح خوارج کو اسلام سے خارج قرار دینے کا قول، اصل مجتہدین کا نہیں، اسی طرح روافض کو اسلام سے خارج قرار دینے کے قول کا بھی معاملہ ہے۔

جس کی فقہائے حنفیہ نے تصریح کی ہے، جیسا کہ الگ مقام پر ذکر کیا جا چکا۔

اب جب تک کسی شیعہ کے متعلق متعین اور واضح طور پر کفریہ قول، یا فعل کا ثبوت نہ ہوگا، اس وقت تک اس کے اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونے کا حکم برقرار رہے گا، اور ثبوتِ کفر کے بعد ہی کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اور تمام اہلِ تشیّع کے کفریہ عقائد کا حامل ہونا، چونکہ محققین کے ایک بڑے طبقے کے نزدیک ثابت نہیں ہوا، اس لیے انہوں نے علی الاطلاق تکفیر نہیں کی۔

”کفایتُ المفتی“ کا آٹھواں حوالہ

”کفایتُ المفتی“ میں ہی ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

”اگر ان روافض میں سے کوئی شخص مر جائے، اور لوگ ان میں موجود ہوں، تو وہی اپنی میت کی تجہیز و تکفین کر لیں، لیکن اگر ان میں کوئی موجود نہ ہو، تو دوسرے مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان کی میت کی تجہیز و تکفین کریں۔

پھر اگر وہ رافضی ایسے عقیدے کا تھا کہ اس پر حکمِ کفر جاری نہیں ہوتا تھا، تو اس کی تجہیز و تکفین مثل مسلمین کے کریں، اور نمازِ جنازہ بھی پڑھ کر دفن کریں۔

لیکن اگر اس پر حکمِ کفر جاری ہوسکتا تھا، تو اس کی تجہیز و تکفین میں رعایتِ سنت نہ کریں، اور نہ نمازِ جنازہ پڑھیں، ویسے ہی دفن کردیں'' (کفایت المفتی، ج۱،ص ۲۹۹، کتاب العقائد، تیرہواں باب: مختلف فرقے، فصلِ اول: فرقہ شیعہ، بعنوان: شیعہ کا کفن دفن مسلمانوں پر ضروری ہے یا نہیں؟، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2001ء)

مذکورہ فتوے میں بھی شیعہ کے مسلمان ہونے، نہ ہونے کی صورت میں الگ الگ حکم بیان کیا گیا ہے، اور علی الاطلاق تکفیر کا حکم نہیں لگایا گیا۔

''فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند'' کا حوالہ

''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

رافضی اگر غالی ہے کہ رِفض، اس کا حدِ کفر کو پہنچا ہوا ہے، تو اس کی تنہا نمازِ جنازہ پڑھنے سے فرضِ کفایہ ادا نہ ہوگا، اور اس کی اقتداء بھی درست نہیں ہوگی (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج۵ص ۲۱۶، کتاب الجنائز، فصلِ خامس: نمازِ جنازہ، بعنوان ''صرف رافضی کے نمازِ جنازہ پڑھ لینے سے فرض ساقط ہوجائے گا یا نہیں؟'' مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، تاریخِ طبع: ستمبر 2002ء)

''فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند'' کا دوسرا حوالہ

''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' میں ''چند سوالات اور ان کے جوابات درج ذیل ہیں:

سوال: جو ''فرقۂ شیعہ'' حضرت عائشہ صدیقہ کے ''افک'' کا قائل، اور معتقد ہو، اور نیز اس امر کا بھی معتقد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد و کافر ہوگئے ہیں، **العیاذُ باللّٰہ!** وہ فرقہ مرتد کا ہے، یا فاسق؟

جواب: فرقہ مذکورہ، جس کے عقائد وہ ہیں، جو مذکور ہوئے، باتفاق اہل سنت و جماعت کافر و مرتد ہے۔

کما فی رد المحتار جلد ثالث باب المرتد ص نعم لا شک فی

تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ او انکر صحبتہ الصدیقؓ اواعتقد الالوھیتہ فی علیؓ اوان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن الخ (شامی)

و فی المرقاۃ شرح المشکوۃ قلت وھذا فی حق الرافضتہ والخارجتہ فی زماننا فانھم یعتقدون کفر اکثر الصحابتہ فضلاً عن سائر اھل السنتہ و الجماعتہ فھم کفرۃ بالا جماع بلا نزاع

اور مظاہرِ حق میں ہے کہ شیعہ تکفیرِ صحابہ اور قذفِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہ اعظم موجباتِ کفر سے ہے، سبب رفعِ درجات کا جانتے ہیں، اور صرف استحلالِ معصیت کفر ہے، چہ جائیکہ کفر کو موجبِ رفعِ درجات کا گنیں، انتھیٰ مظاہر حق۔

سوال: کیا ان کی عورتوں منکوحہ کے ساتھ، بلا طلاق نکاح جائز ہے، اور وہ اہلِ سنت کا عقیدہ رکھتی ہیں؟

جواب: اوپر معلوم ہوا کہ روافض مذکورہ کافر ومرتد ہیں، لہٰذا مسلمہ سنیہ عورت کا نکاح ان کے ساتھ صحیح نہیں ہوا، اور ان کی عورتوں سے بدون طلاق سنیوں کا نکاح صحیح ہے۔

سوال: ایسے فرقہ کے نکاح میں اہلِ سنت والجماعت کی لڑکیاں آ سکتی ہیں، یا نہیں؟

جواب: نہیں آ سکتی ہیں۔

سوال: سنیوں کی جو لڑکیاں ان کے نکاح میں ہیں، کیا برتقدیرِ تکفیر، ان کا نکاح فسخ ہوگا، یا نہ؟

جواب: جبکہ عقائد اِن روافض کے بوقتِ نکاح بھی ایسے ہی تھے، تو مسلمہ سنیہ عورت کا ان کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا فسخ کی حاجت نہیں ہے۔

سوال: اس فرقہ کی لڑکیوں کے ساتھ اہلِ سنت والجماعت کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

جواب: درست نہیں، کیونکہ مابین کافر و مسلم مناکحت صحیح نہیں ہے۔

سوال: اہلِ سنت والجماعۃ کو اس فرقہ کی شادی وغمی اور ان کے جنازہ وغیرہ کی شرکت درست ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے فرقوں کے بارے میں حدیث شریف میں "**ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم**" وغیرہ الفاظ وارد ہیں، لہٰذا ان کی غمی وشادی میں مسلمانوں کو شریک ہونا جائز نہیں ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج۸ص ۲۸۰ تا ص ۲۸۲، کتاب النکاح، آٹھواں باب: نکاحِ کافر، ارتداد وکفر سے متعلق احکام ومسائلِ نکاح، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، تاریخِ طبع: ستمبر 2002ء)

مذکورہ تمام سوالات وجوابات شیعہ کے اس فرقہ سے متعلق ہیں، جو حضرت عائشہ صدیقہ کے افک کا قائل اور معتقد ہو اور نیز اس امر کا بھی معتقد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکثر صحابہ مرتد وکافر ہوگئے تھے۔

"فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند" کا تیسرا حوالہ

"فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند" میں ایک اور سوال کے جواب میں ہے کہ:

بکر جس وقت رافضی غالی ہوگیا، اور رِفض اس کا حدِ کفر کو پہنچ گیا، تو نکاح ہندہ کا اس سے فسخ ہوگیا (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج۸ص ۲۸۷، کتاب النکاح، آٹھواں باب: نکاحِ کافر، ارتداد وکفر سے متعلق احکام ومسائلِ نکاح، بعنوان "شوہر جب غالی شیعہ ہوجائے، تو نکاح فسخ ہوجاتا ہے" مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، تاریخِ طبع: ستمبر 2002ء)

مذکورہ فتوے میں بھی "روافض کے حدِ کفر تک پہنچنے" کی قید کے ساتھ حکم مذکور ہے۔

”فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند“ کا چوتھا حوالہ

”فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند“ میں ایک سوال اور جواب اس طرح سے ہے کہ:

سوال: ایک شخص جو جامع مسجد کا امام ہو، اور شیعوں کے جنازہ و تجہیز و تکفین میں برابر شامل رہے، اور لوگوں کو ترغیب دیوے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص عاصی و فاسق ہے، اس کو امام بنانا، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا، مکروہ ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج۳ص۱۰۹، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ والجماعۃ، بعنوان ”شیعوں کی نماز جنازہ پڑھنے والے کی امامت“ مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، تاریخِ طبع: ستمبر 2002ء)

مذکورہ فتوے میں شیعوں کے جنازہ اور کفن دفن میں، برابر شامل رہنے، اور اس کی ترغیب دینے والے شخص کو گناہ گار قرار دیا گیا ہے، کافر قرار نہیں دیا گیا۔

جبکہ اس کے برعکس آج کل بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص، شیعہ کا نمازِ جنازہ پڑھ لے، تو اس کی بیوی حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ اس فعل کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

”فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند“ کا پانچواں حوالہ

”فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند“ میں ایک سوال اور جواب اس طرح سے ہے کہ:

سوال: جو شخص کہ شیعوں میں شادی شدہ ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

جواب: اگر وہ سنی ہے، اور مبتدع اور فاسق نہیں، تو نماز اس کے پیچھے ہو جاوے گی (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج۳ص۱۵۹، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ والجماعۃ، بعنوان ”جس کی شیعوں میں شادی ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں“ مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، تاریخِ طبع: ستمبر 2002ء)

شیعوں میں شادی کرنے والے شخص کے سنی ہونے، اور بدعتی و فاسق نہ ہونے کی صورت میں، اس کے پیچھے نماز ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، اگر شیعہ کے ساتھ نکاح درست نہ ہوتا، تو وہ

خود اس فعل کی وجہ سے ہی فاسق شمار ہوتا۔

مذکورہ فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ تمام اہلِ تشیع کافر شمار نہیں ہوتے، بلکہ جن کا عقیدہ کفریہ ہو، وہی کافر شمار ہوتے ہیں، اور تمام اہلِ تشیع کے کفریہ عقائد ہونے کا حکم لگانا، راجح نہیں۔

''فتاویٰ محمودیہ'' کا حوالہ

''دارُ العلوم، دیو بند'' اور مظاہرُ العلوم، سہارنپور، انڈیا'' کے سابق مفتی، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کے ''فتاویٰ محمودیہ'' میں ایک سوال اور جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: شیعہ اپنے کو صحیح مسلمان کہتے ہیں، اور صحابہ کو برا کہتے ہیں، ان روافض کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جن روافض کا عقیدہ، نصوص کے خلاف ہو، مثلاً قرآن پاک میں تحریف کے قائل ہوں، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزمان مانتے ہوں، اور جبریل علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ ان سے وحی پہنچانے میں غلطی ہوگئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگاتے ہوں، وہ اسلام سے خارج ہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔ فقط۔ **واللہ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/۱۱/۸۸ھ

(فتاویٰ محمودیہ، ج۱۷، ص۲۳۵، ۲۳۶، کتاب الصید والذبائح، باب الذبائح، مطبوعہ: دارالافتاء: جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ-2005ء)

مذکورہ فتوے میں تمام روافض، یا ان کے کسی مخصوص فرقے کو کافر قرار نہیں دیا گیا، بلکہ جن کا عقیدہ کفریہ ہو، صرف اُن کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

''فتاویٰ محمودیہ'' کا دوسرا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کے ''فتاویٰ محمودیہ'' میں ہی ایک سوال اور جواب

درج ذیل ہے:

سوال: علاقہ ''لداخ'' کے اندر مسلمانوں کے مقابلے میں روافض، کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں، اکثر وبیشتر ہوٹل، روافض کے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے ہوٹلوں پر کھانا، کھانا پڑتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے تیار کردہ گوشت کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟ یعنی وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے ہیں، جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر ان کے متعلق یہ تحقیق نہیں کہ ان کے عقائد، قرآن کریم کے خلاف ہیں، تو ان کے ہوٹل میں، اور ان کا ذبیحہ کھانے کی گنجائش ہے۔فقط۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

(فتاویٰ محمودیہ، ج۱۷، ص ۲۳۶، کتاب الصید والذبائح، باب الذبائح، مطبوعہ: دارالافتاء: جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت: ۱۴۲۶ھ-2005ء)

مذکورہ فتوے میں یہ بھی واضح کردیا گیا کہ جن روافض کے عقائد کے کفریہ ہونے کی تحقیق نہ ہو، اُن کے ذبیحے کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا، البتہ اجتناب کرنے میں احتیاط ہوگی، اور اس کی وجہ وہی ہے، جو ''امدادُ الفتاویٰ'' اور ''جواہرُ الفقہ'' وغیرہ کے حوالے سے ذکر کی گئی کہ جن روافض کے عقائد کی تحقیق نہ ہو، اُن پر صریح کفر کا حکم جاری کرنا، احتیاط کے خلاف ہے، اور تکفیر کے معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کا حکم ہے، جس کی خلاف ورزی پر نصوص میں سخت ترین وعیدیں پائی جاتی ہیں۔

''نظامُ الفتاویٰ'' کا حوالہ

دارُالعلوم دیوبند کے مفتی، مولانا مفتی نظام الدین اعظمی کے ''نظامُ الفتاویٰ'' میں ایک سوال

وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... قادیانی، یا رافضی کے اختلاف کو باعثِ رحمت کہنا، یا سننا کیسا ہے؟

جواب:...... قادیانی تو بالکل مرتد ہیں، رافضی بھی اہلِ باطل میں سے ہیں، ان میں سے بعض کے عقیدے کفری ہیں، ان کے اختلاف کو رحمت نہیں کہتے ہیں، اہلِ سنت والجماعت کے اختلاف کو ''رحمت'' کہا جاتا ہے (نظام الفتاویٰ، ترتیب جدید، جلد ۱، ص ۲۲۹، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ''قادیانی یا رافضی کے اختلاف باعثِ رحمت نہیں'' مُرَتّب: مولانا محمد عیاض صاحب، ناشر: تاج کمپیوٹرس اینڈ پبلشنگ ہاؤس، دیوبند، سنِ طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

مذکورہ فتوے میں بعض روافض کے عقیدے کو کفریہ بتایا گیا ہے، نہ تو تمام روافض کو کافر قرار دیا گیا، اور نہ ہی ان کے کسی مخصوص فرقے پر علی الاطلاق کفر کا حکم لگایا گیا۔

''نظامُ الفتاویٰ'' کا دوسرا حوالہ

''نظامُ الفتاویٰ'' میں ہی ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... زید بدعتی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کلام مجید چالیس پارے نازل ہوئے تھے، جس میں تیس پارے تو دنیا میں موجود ہیں اور باقی دس پاروں کو کوئی عالم نہیں جانتا، بلکہ یہ پارے فقراء کے پاس ہیں، اور ان کو وہی جانتے ہیں، مفصل تحریر فرمایئے، اس پر یہاں جھگڑا ہو رہا ہے؟

جواب:...... یہ عقیدہ باطل اور کفریہ ہے، یہ عقیدہ بعض روافض کا ہے، قرآن پاک جتنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، سب بعینہٖ موجود ہے (نظام الفتاویٰ، ترتیب جدید، جلد ۱، ص ۲۲۹، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ''چالیس پارے ہونے کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے'' مُرَتّب مولانا محمد عیاض صاحب، ناشر تاج کمپیوٹرس اینڈ پبلشنگ ہاؤس، دیوبند، سنِ طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

مذکورے فتوے میں قرآن مجید کے چالیس پارے نازل ہونے کو بعض روافض کا عقیدہ قرار دیا گیا ہے، اس عقیدے کو نہ تو تمام روافض کی طرف منسوب کیا گیا، اور نہ ہی علی الاطلاق روافض کے کسی فرقے کی طرف منسوب کیا گیا۔

''نظامُ الفتاویٰ'' کا تیسرا حوالہ

''نظامُ الفتاویٰ'' میں ہی ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... ہم لوگ اپنے گاؤں کی مسجد میں ہمیشہ اذان دیتے رہے ہیں، اور نماز پڑھتے رہے ہیں (واضح ہو کہ ہم لوگ اہلِ سنت والجماعت کے مقلد ہیں) اس کے بعد شیعہ صاحبان اپنی نماز اداء کرتے آئے ہیں، مگر اذان شیعوں نے کبھی نہیں دی ہے، بلکہ اذان ہم لوگ ہی دیتے آئے ہیں، اب چند روز سے ایک شیعہ شرارت کرتا ہے کہ اذان خود کہہ دیتا ہے، جس میں حسبِ ذیل الفاظ پڑھتا ہے۔

اَشْھَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ.

وَصِیُّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃٌ بِلا فصلٍ.

ایک صاحب سنی یہ کہتے ہیں کہ اس اذان میں تبرا ہے، اور یہ لوگ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر کہتے ہیں، سیدنا حضرت ابو بکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق، ان حضرات کو غاصب قرار دیتے ہیں۔

جب شیعوں سے ہم اس کلمہ کے کہنے کو منع کرتے ہیں، تو شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ تم سنی حضرات بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آخری کہتے ہو، اور ہم ان کو اوّل مانتے ہیں، تو اس میں تبرا کہاں ہے؟

اس لیے آپ وضاحت سے فرمادیں کہ ان الفاظ میں تبرا ہے، یا نہیں؟ اگر تبرا ہے تو

کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اور اس طرح اذان کہنے والا شیعہ اثنا عشریہ صرف شیعہ ہے، یا نہیں؟ اور کافر ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا خوردونوش وذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ...... خلیفہ بلا فصل کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست حضرت علی مستحقِ خلافت تھے، مگر ان حضرات نے خلافت کو غصب کرلیا، چنانچہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی اور ان کی موافقت کرنے والے تمام صحابہ نے حقِ خلافتِ علی غصب کرلیا اور سب غاصب ہیں، اور حضرت علی اور ان کے موافقین ڈر کے مارے خاموش رہے۔

اور اسی جگہ سے تقیہ کی بنیاد ان میں پڑتی ہے، اور جب پوچھو، وہ تقیہ کر جاتے ہیں، اور اپنا صحیح عقیدہ چھپالیتے ہیں، اور اس چھپانے کو جزوِ ایمان اپنا سمجھتے ہیں، ان حضرات کو غاصب کہنا، یا حضرت علی اور ان کے موافقین کو ڈرپوک بنانا، نعوذ باللہ منہا، مہذب گالی اور سخت گناہ ہے، اور یہ ان کا تبرا کا ادنیٰ درجہ ہے۔

عقل کے کورے اپنے اس عقیدۂ بلا فصل میں حضرت علی کی بھی توہین کر گئے، اور خبر بھی نہیں ہوئی، اس لیے ایسی اذان دینے کی ہرگز اجازت شرعاً نہیں ہوسکتی، اور نہ اجازت دینی چاہیے، قطعاً روک دینا ضروری ہے، اور اذان چوں کہ شعار اور پہچان ہوتی ہے، اور یہ اذان شیعوں کا شعار ہے، اس کے ذریعہ وہ اپنے مذہب ودین کی ترویج کرنا چاہتے ہیں، اس لیے بھی قطعاً یہ اذان روک دینا ضروری ہے۔

سنیوں پر خود ضروری ہے کہ وہ اہلِ سنت والجماعت کی اذان کا انتظام کر کے ان کو اس کا موقع ہی نہ دیں۔

البتہ کافر کہنے میں جو کہ انتہائی احتیاط کا حکم ہے، اس لیے جب تک دلیلِ شرع سے

یہ ثابت نہ ہوجائے کہ اس شیعہ کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت جبرئیل سے غلطی ہوئی کہ وحی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، یا اسی قسم کا اور کوئی کفری عقیدہ ثابت نہ ہوجائے، کافر نہ کہا جائے گا، مثلاً اگر قرآن پاک میں کسی تحریف کا عقیدہ ان کا ثابت ہوجائے، جیسے یہ عقیدہ ہو کہ قرآن پاک چالیس پارے تھا، دس پارہ کو سنیوں نے چھپا دیا وغیرہ، تو یہ بھی کفری عقیدہ ہے، ایسے عقیدہ والوں کے بھی کفر میں شبہ نہ ہوگا۔

یہ شیعہ اپنے عقیدے چھپائے رکھتے ہیں، زبان سے ظاہر نہیں کرتے، بلکہ ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، اس لیے ان سے بہت احتیاط رکھنا واجب ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

کتبہٗ الاحقر محمد نظام الدین

۱۸/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید (نائب مفتی: دارالعلوم دیوبند)

الجواب صحیح: محمود (مفتی: دارالعلوم دیوبند)

(نظام الفتاویٰ، ترتیب جدید، جلد ۱، ص ۲۳۰، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ''حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے'' مُرَتّب: مولانا محمد عیاض صاحب، ناشر: تاج کمپیوٹرس اینڈ پبلشنگ ہاؤس، دیوبند، سن طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

مذکورہ فتوے میں اہلِ تشیع کے متعلق سب کچھ تحریر کرنے اور تقیہ کا عقیدہ بیان کرنے کے باوجود کافر کہنے میں انتہائی احتیاط کا حکم دیا گیا، اور جب تک شرعی دلیل سے کسی شیعہ کا کفریہ عقیدہ ہونا ثابت نہ ہوجائے، اس وقت تک کافر نہ کہنے کا حکم لگایا گیا ہے۔

اسی کے ساتھ ''تقیہ'' کی وجہ سے اہلِ تشیع کے ساتھ معاملات کرنے میں احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔

اور یہ بات ''امدادُ الفتاویٰ'' اور ''جواہرُ الفقہ'' وغیرہ کی تحقیق کے اسی تسلسل کا حصہ ہے، جس میں مخصوص ومتعین شخص کے عقیدہ کی تحقیق نہ ہونے کی صورت میں، نصوص کے پیشِ نظر کفر کا حکم نہ لگانے کو ترجیح دی گئی ہے، اور دیگر معاملات میں بھی احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔

اور ''تقیہ'' کے عقیدے کے باوجود، صریح کفر کا حکم نہ لگانے کی وجہ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکی ہے، اور آگے اس سلسلے میں وارد شدہ نصوص میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔

''نظامُ الفتاویٰ'' کا چوتھا حوالہ

''نظامُ الفتاویٰ'' میں ہی ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... قوم شیعہ مسلمان ہیں، یا نہیں، اگر مسلمان نہیں ہیں، تو ان سے دعاء سلام ان کے یہاں پڑھانے جانا، نیاز فاتحہ کرنے جانا، ان کے یہاں کھانا پینا جائز ہے، یا نہیں؟

یہاں پر کچھ دنوں سے ایرانی لوگ آئے ہوئے ہیں، جو قوم کے شیعہ ہیں حالاں کہ وہ مسجد میں نماز بھی پڑھتے ہیں اور سنی امام کی اقتداء بھی کرتے ہیں، اتفاق سے ان کے یہاں ایک شخص کا انتقال ہو گیا، تو وہ لوگ مسلمانوں سے نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کہنے لگے، تو ایک حافظ صاحب نے ان کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھا دی ہے اور دو چار سنی مسلمان اس کی مٹی میں شریک رہے۔

اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شیعہ لوگ مسلمان نہیں ہوتے، ان کی نماز جنازہ پڑھانا اور ان کی مٹی میں شریک ہونا شریعت کے خلاف ہے، تو براہِ کرم مطلع فرمائیں کہ نمازِ جنازہ پڑھانے والے اور مٹی میں شریک ہونے والے لوگوں پر شریعتِ مطہرہ

کا کیا حکم عائد ہوتا ہے۔

اور سوال میں جو درج ہے اس کے کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ صاف صاف تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

جــواب:...... جو شیعہ کسی نص شرعی کا منکر ہو، مثلاً حضرت عائشہؓ پر تہمت رکھتا ہو، یا صحابہ پر تبرا کرتا ہو، یا قرآن کریم میں تحریف کا قائل ہو، یا مثلاً حضرت جبرئیل سے وحی لانے میں غلطی ہوگئی وغیرہ وغیرہ، تو وہ بلا شبہ کافر ہے۔اس کو لڑکی دینا کسی طرح جائز نہیں، ہاں اس کی ایسی لڑکی لے لینا جس کے صحیح العقیدہ سنی ہوجانے کا ظن غالب ہو، جائز ہوسکے گا، باقی احتیاط کے خلاف ہوگا۔

اور چوں کہ شیعوں کا ایک بنیادی عقیدہ تقیہ کا ایسا ہے کہ ان کے عقیدے سب سے مخفی رہتے ہیں اور ان کے مذکورہ بالا عقیدوں سے براءت کے باوجود اعتبار کرنا مشکل رہتا ہے۔

نیز ان کے یہاں ایک سنی کو ناپاک چیز تک کھلانا مذموم نہیں، بلکہ بسا اوقات عبادت کے درجہ میں اور فعل مستحسن ہونا دیکھا گیا ہے۔اس لیے جہاں تک ہوسکے، ان سے خلط ملط نہ رکھنا اور بچنا ضروری رہتا ہے۔

کوئی شیعہ ہماری یعنی سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے آجائے اور نماز پڑھے، یا ہمارے امام کے پیچھے اور اقتداء میں نماز ادا کرے اور کوئی گڑبڑ نہ کرے اور نہ اس سے کسی گڑبڑ کا اندیشہ ہو اور اس کے کافر ہونے کا یقین نہ ہو، تو اس پر لعن وطعن نہ کرنا چاہیے۔

اسی طرح کسی ایسے شیعہ کی نمازِ جنازہ پڑھانا پڑے، جس کے کافر ہونے کا یقین نہ ہو اور کوئی سنی اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دے اور اس سنی امام کی اقتداء میں دوسرے سنی بھی شریک ہوجائیں اور اس طریقہ عمل سے کسی گڑبڑ کے پیدا ہونے کا اندیشہ

نہ ہو، تو ایسا کرنے والے پر بھی لعن وطعن وغیرہ نہ کرنا چاہئے۔اس لئے کہ یہ طریقہ عمل تبلیغِ حق کا، یا ان کے سینوں کے قریب، یا سنت کے قریب آنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ **هٰذا هو المطلوب الاصلی المحمود.**

(نظام الفتاوی، ترتیب جدید، جلد ا، ص ۲۳۶، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان: ''مسلکِ روافض پر شرعی تحقیق'' مُرَتّب: مولانا محمد عیاض صاحب۔ناشر: تاج کمپیوٹرس اینڈ پبلشنگ ہاوس، دیوبند، سنِ طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

''نظامُ الفتاویٰ'' کا پانچواں حوالہ

''نظامُ الفتاویٰ'' میں ہی ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... شیعہ کافر سے کیا مراد ہے، یعنی شیعہ کافر کس کو کہتے ہیں؟

جواب:...... شیعہ کافر سے مراد، وہ شیعہ ہے، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ نبی نہ مانے، یا حضرت جبریل سے وحی پہنچانے میں غلطی ہو جانے کا عقیدہ رکھے، یا اسی طرح کے اور کسی قسم کا کفری عقیدہ رکھے، مثلاً حضرات صحابہ کو نعوذ باللہ مرتد کہے، وغیرہ وغیرہ، اس مسئلہ میں بہت تفصیل ہے، جو محض فتوی میں تحریر کے اندر نہیں آسکتی۔

فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ الاحقر نظام الدین ۹۰/۶/۲۳

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ (مفتی: دارالعلوم دیوبند)

(نظام الفتاوی، ترتیب جدید، جلد ا، ص ۲۳۹، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان: ''شیعہ کافر سے مراد کون شیعہ ہے'' مُرَتّب: مولانا محمد عیاض صاحب۔ناشر: تاج کمپیوٹرس اینڈ پبلشنگ ہاوس، دیوبند، سنِ طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے جو اہلِ تشیّع کی اقسام پہلے ذکر کی گئیں، ان ہی اقسام کا خلاصہ، ان کے فرزندِ ارجمند مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے بھی مختلف سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا ہے، جن میں سے بعض کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، ان کے بعض فرقوں میں کسی سنی مرد، یا عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوسکتا، بعض فرقوں میں نکاح منعقد ہوسکتا ہے، لیکن ایسا نکاح، سنی مسلمان اور اس کی اولاد کے لیے دینی اعتبار سے سخت خطرناک ہے، حتی الامکان ایسے نکاح سے پورا اجتناب کریں۔

اگر سخت مجبوری کی صورت بالفرض پیش آئے، تو شیعہ لڑکی کے عقائد حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت عائشہ وحضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں تحریر کرکے، مسئلہ دوبارہ پوچھ لیا جائے۔ واللہ اعلم''۔

۲۶-۹-۱۳۹۴ھ ہجری

(فتویٰ نمبر: ۲۰۰۷/۲۵ د)

(فتاویٰ دار العلوم کراچی، ج۳، ص۲۰۶، کتاب النکاح، فصل فی انکحۃ الفساق والکفار، بعنوان: سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، سنِ طباعت: جنوری 2016ء)

مذکورہ فتویٰ، سلف محققین کے مطابق ہے، جس پر غیر متعصب کے لیے نکیر کی گنجائش نہیں۔

اب کس صاحبِ علم کے علم وتجربہ کے مطابق، کون سے شیعہ، یا اس کے کسی فرقہ میں کفر والی بات پائی جاتی ہے، اور کس میں نہیں پائی جاتی؟ یہ ایک اجتہادی واختلافی نوعیت کا مسئلہ ہوسکتا ہے، جس میں صاحبِ فتویٰ فیما بینہٗ و بین اللہ، رائے اختیار کرنے کا مکلّف ہے، اگرچہ

بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہر صاحبِ فتویٰ اس رائے کے مطابق فتویٰ دے، جو رائے ان کے نزدیک راجح ہے، اور وہ اپنی اختیار کردہ رائے سے انحراف کرنے پر سخت نکیر کرتے ہیں۔ جبکہ اجتہادی وفقہی اصولوں کے مطابق یہ سخت ترین تشدد و جمود ہے، فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام سے اس طرزِ عمل کی تائید نہیں ہوتی۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا دوسرا حوالہ

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''شیعہ تین قسم کے ہیں۔

ایک وہ جو ایسا عقیدہ رکھتے ہوں، جو قرآنِ کریم کی صریح آیات، یا تواتر کے خلاف ہو، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود مانتے ہوں، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی، اسے سچا جانتے ہوں، یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرتے ہوں، یا قرآن شریف کو تحریف شدہ یا غیر معتبر مانتے ہوں۔

ایسے لوگ بالاتفاق کافر ہیں، ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا پڑھانا، یا ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا، کسی سنی مسلمان کو جائز نہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کسی شیعہ سے کسی سنی لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا، نہ ایسا عقیدہ رکھنے والی شیعہ لڑکی سے مسلمان مرد کا نکاح ہوسکتا ہے۔

دوسری قسم اُن کی ہے، جو ایسا عقیدہ تو نہیں رکھتے، مگر خلفائے ثلاثہ پر تبرّا کرتے ہیں۔

ان کے کافر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، اور راجح یہی ہے کہ کافر نہیں، اگرچہ شدید قسم کے فاسق ہیں، ان کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے احتیاط کرنی چاہئے، اور

مناکحت سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے۔

تیسری قسم وہ لوگ ہیں، جو مذکورہ بالا خرابیوں میں تو مبتلا نہیں، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے افضل مانتے ہیں۔

ان کے کافر نہ ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے، مگر یہ اہلِ بدعت ہیں، دوستانہ روابط ان سے بھی رکھنا مناسب نہیں، ان پر نمازِ جنازہ سنی مسلمان پڑھے، تو جائز ہے، سنی مرد وعورت کا نکاح ان سے ہوسکتا ہے، مگر یاد رہے کہ یہ قسم بھی سنی لڑکی کے کفؤ نہیں، اور عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر ان سے نکاح نہیں کرسکتی"۔

۱۷-۲-۱۳۹۴ ہجری

(فتویٰ نمبر: ۳۲۷/ ۲۵ب)

(فتاویٰ دار العلوم کراچی، ج۳، ص۲۰۷و۲۰۸، کتاب النکاح، فصل فی انکحۃ الفساق والکفار، بعنوان: شیعہ سے نکاح، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، سنِ طباعت: جنوری 2016ء)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا یہ فتویٰ، ان کے والد ماجد اور کئی دیگر محققین کے موافق ہے، البتہ کس دور میں، اور کس علاقہ کے کونسے شیعہ لوگ، یا شیعہ فرقہ کا کوئی خاص فرد، کس قسم میں داخل ہے؟ یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

جس میں اپنے اپنے علم ومشاہدہ اور خبروں کے مختلف ہونے سے حکم مختلف ہوسکتا ہے، جس میں اصحابِ علم حضرات کو ایک دوسرے پر نکیر اور طعن وتشنیع کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

چنانچہ اگر کسی محقق کے تجربہ ومشاہدہ سے یہ معلوم ہو کہ اس کے علاقہ کے اہلِ تشیع، یا اکثر اہلِ تشیع، کفریہ عقائد کے حامل نہیں، تو اس کو اس رائے کو اختیار کرنے کا حق حاصل ہے، جس طرح اس کے برخلاف تجربہ ومشاہدہ کار کو اس کے برعکس رائے اختیار کرنے کا حق حاصل ہے، بشرطیکہ وہ علم وتحقیق کے اصولوں پر مبنی ہو۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا تیسرا حوالہ

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ:

’’(ختمِ نبوت کی پہلی) تحریک ختم ہونے کے بعد (پاکستانی) حکومت نے جسٹس محمد منیر صاحب کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی کمیشن بنایا، اس کی داستان بھی سن لیجیے، بڑی سبق آموز ہے۔

بنیادی طور پر تو یہ کمیشن اس تحریک کے اسباب کا جائزہ لینے کے لیے قائم کیا گیا تھا، لیکن چونکہ یہ کمیشن انہی لوگوں کی طرف سے بنایا گیا تھا، جو اسلامی دستور سازی کے مخالف تھے، اس لیے اس کمیشن نے دوسرے رُخ پر کام کرنا شروع کردیا۔

کسی مسجد کے امام صاحب کو بلاتے، پوچھتے کہ آپ کا کیا مطالبہ ہے؟ وہ کہتے کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، اس پر وہ کہتے کہ اچھا یہ بتاؤ، مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ جواب میں اگر وہ کہتا کہ مسلمان وہ ہوتا ہے، جو اللہ، رسول کو مانتا ہو، صحابۂ کرام اور ائمہ مجتہدین کو مانتا ہو، تو یہ فوراً سوال کرتے کہ شیعہ، صحابۂ کرام کو نہیں مانتے، بتاؤ! وہ مسلمان ہیں کہ نہیں؟! کسی سے یہ کہتے کہ غیر مقلدین، ائمہ مجتہدین کو نہیں مانتے، بتاؤ! وہ مسلمان ہیں کہ نہیں!!

مساجد کے ائمہ عام طور پر مستند عالِم دین نہیں ہوتے، اور نہ ہی ان کی علمی سطح زیادہ بلند ہوتی ہے، ایسے سوالات کے جوابات میں وہ الجھ جاتے ہیں، خصوصاً ایسے لوگوں کو بلانے کی کوشش کی گئی، جن کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا کہ وہ جواب نہیں دے سکیں گے، شیعوں اور غیر مقلدین کے بارے میں یہ سوالات اس لیے کیے گئے کہ اس طرح ان مسلمان فرقوں کے درمیان پھوٹ ڈالی جائے، جنہوں

نے مل کر قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی تھی، اور یہ بات میں پیچھے بتا چکا ہوں کہ اس تحریک میں تمام مسلمان فرقوں، شیعہ، سنی، بریلوی، غیر مقلدین سب نے مل کر حصہ لیا تھا۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحقیقاتی کمیشن کے سامنے:

ایک روز والد (یعنی مولانا مفتی محمد شفیع) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بلا لیا، اور ان سے بھی یہی سوال کیا کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب دینا اصولی طور پر میرے ذمّے نہیں، کیوں کہ مسلمان ہونا بدیہی چیز ہے، دنیا جانتی ہے کہ کون مسلمان ہے اور کون مسلمان نہیں، اور بدیہی چیزوں کا جواب نہیں دیا جاتا۔

مزید فرمایا کہ اگرچہ اصولی طور پر میرے ذمّے آپ کے سوال کا جواب نہیں، لیکن تبرعاً (بطورِ احسان) آپ کے سوال کا جواب دے دیتا ہوں، پھر وہ جواب دیا، جو مستند کتابوں میں موجود ہے کہ:

”جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن تعلیمات پر ایمان رکھتا ہو، جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں، وہ مسلمان ہے، اور جو شخص ان ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرے گا، وہ کافر ہے“۔

ضروریاتِ دین کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جس کا دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو، اور شہرتِ عام تک پہنچ چکا ہو، حتیٰ کہ عوام کو بھی معلوم ہو کہ یہ چیز، دینِ اسلام کا حصہ ہے۔

ختمِ نبوت کا عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے، لہٰذا اس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اس پر انہوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو شیعہ کے کافر ہونے کا فتویٰ دے رکھا

ہے؟ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کا فتویٰ نہیں دے رکھا، اس پر انہوں نے اپنی فائل سے ایک فتویٰ نکال کر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا کہ فلاں سن میں جب آپ دارُ العلوم دیو بند میں مفتی تھے، وہاں ایک جگہ سے شیعوں کے کفر کا فتویٰ آیا تھا، آپ نے اس کی تصدیق کی تھی، یہ ہے وہ فتویٰ۔

والد صاحب نے فرمایا کہ میرا نام تو جعلی طور پر ذکر کیا گیا ہے، اور جن دوسرے علماء کے نام درج ہیں، میری معلومات کی حد تک ان کا یہ مؤقف نہیں۔ [1]

وہاں سے واپس آ کر والد صاحب نے فوراً دارالعلوم دیو بند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ صحیح صورتِ حال واضح فرمائیں، کچھ روز بعد ان کا خط آیا کہ میں سفر پر تھا، واپسی پر مجھے یہ خط ملا، میں سیدھا دارالافتاء چلا گیا، اور پوری تحقیق کے بعد یہ لکھ رہا ہوں کہ دارالعلوم دیو بند سے اثنا عشری شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کا فتویٰ کبھی جاری نہیں ہوا، یہ خط و کتابت درج ذیل ہے۔

خط و کتابت حضرت والد ماجد و حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہما بابت تکفیرِ شیعہ و فتویٰ دارالعلوم دیو بند

---

[1] آگے اس سلسلہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کا مکتوب اور دارُ العلوم دیو بند کا فتویٰ آتا ہے، اور پیچھے بھی گزر چکا ہے، جس میں علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر نہیں کی گئی، اور یہ فتویٰ ''اثنا عشری'' کے متعلق ہے، جس پر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مدنی وغیرہ اور دیگر اساتذۂ کرام دارالعلوم دیو بند کے دستخط ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ فتوے پر جس طرح حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے دستخط جعلی تھے، یہی ماجرا دوسرے حضرات کے دستخط کا بھی ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں شیعہ کے متعلق ایک فتویٰ دارُ المبلغین سے علی الاطلاق تکفیر کا جاری ہوا تھا، اور ایک فتویٰ دارُ العلوم دیو بند سے جاری ہوا تھا، جس میں علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی تھی، اور اس پر جملہ اساتذۂ دارُ العلوم دیو بند کے دستخط تھے۔

ممکن ہے کہ کسی نے دارُ المبلغین کے فتوے کے متعلق، دارُ العلوم دیو بند کے فتوے کی تصدیقات کو جعلی طور پر پیش کر دیا ہو، جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی، اور آگے چلی۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان خان۔

''مخدوم برادارن زید معالیہم

سلام مسنون نیاز مقرون۔ [1]

گرامی نامہ نے مشرف فرمایا، میں بمبئی گیا ہوا تھا، واپسی پر والا نامہ سے مشرف ہوا، آتے ہی لکھنؤ کا سفر پیش آ گیا، کل وہاں سے واپسی ہوئی ہے، آج کلکٹر صاحب ضلع سہارنپور دارالعلوم میں آ رہے ہیں، ان کو چائے پر مدعو کر دیا ہے، اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔

تکفیرِ شیعہ کے بارہ میں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، تمام جماعت کا مسلک یہی ہے کہ علی الاطلاق فرقۂ شیعہ کی تکفیر یہاں سے کبھی نہیں کی گئی، بلکہ صرف انہی شیعوں کی تکفیر کی گئی ہے، جو قطعیات اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔ [2]

میں نے آپ کے تحریر فرمانے پر دارالافتاء میں جا کر فتویٰ تلاش کیا، تو 19 صفر 48 ہجری میں مولانا ریاض الدین صاحب کا فتویٰ، رجسٹر میں درج نکلا، اس میں پورے فرقہ کی تکفیر نہیں ہے، بلکہ منکرِ صحابیتِ صدیقِ اکبر، قاذفِ صدیقہ رضی اللہ عنہا، قائلِ تحریف قرآن کی تکفیر کی گئی ہے، اسی فتویٰ پر آپ کے اور تمام اساتذۂ دارالعلوم کے دستخط ہیں، لکھنؤ جاتے ہوئے میں نے قصد کیا کہ دارالمبلغین میں بھی تحقیق کروں، چنانچہ کی گئی، وہاں کوئی مخطوط فتویٰ تو نہیں ملا، مطبوعہ فتویٰ ملا، اس

---

[1] مسئلۂ قادیانیت کے متعلق منیر کمیشن کے سامنے جن علماء کی شہادتیں لی گئیں، ان میں احقر بھی شامل تھا، عدالت میں قادیانیوں کی طرف سے یہ سوال پیش کیا گیا کہ علماءِ دیوبند سب شیعوں کو بھی کافر کہتے ہیں، میں نے انکار کیا کہ یہ دیوبند کا مسلک ہرگز نہیں کہ مطلقاً شیعوں کو کافر کہا جائے، فریقِ مخالف نے ایک مطبوعہ فتویٰ پیش کیا، جس میں بظاہر کسی قید کے بغیر شیعوں کو کافر لکھا تھا، میں نے پھر بھی کہا کہ میں اس کو دیوبند کا فتویٰ ماننے کے لیے تیار نہیں، جب تک اُس پر دیوبند کی تصدیق نہ ہو، پھر واپس آ کر اس کی تحقیق کے لیے مہتمم صاحب کو خط لکھا، جس کے جواب میں منسلکہ خط آیا۔ ۱۲ محمد شفیع۔

[2] دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور ترجمان نے واضح فرما دیا کہ اہلِ دیوبند کی تمام جماعت کا مسلک علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کا نہیں ہے۔

اب اگر کوئی اس کے برخلاف موقف کو جمہور اکابرِ دیوبند کا موقف قرار دے، تو اس کو خلافِ واقعہ قرار دینا درست ہوگا۔ محمد رضوان خان۔

میں مولانا ریاض الدین صاحب کے دستخط سے بعینہٖ وہی عبارت مطبوعہ، جو یہاں دارالافتاء میں 19 صفر 48 ہجری والے فتویٰ میں درج ہے، جس سے واضح ہے کہ یہاں کے اکابر نے جماعتی حیثیت سے فرقۂ شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، صرف منکرینِ ضروریاتِ دین کی تکفیر کی ہے، ممکن ہے کہ عدالت میں یہی مطبوعہ فتویٰ آپ کو دکھلایا گیا ہو۔ [1]

یہاں بحمداللہ خیریت ہے، آپ حضرات کی یاد دلوں سے گئی نہیں ہے، اور نہ جانے والی ہے، بلاشبہ یہی حال ادھر بھی ہے۔ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

ہم سب دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں حکومتوں میں اعتمادِ باہمی پیدا فرمائے، اور تمام مشکل اور پیچیدہ مسائل حل ہو جائیں، اور دونوں جگہ کی پبلک ایک دوسرے سے مل سکے، آمد و رفت اب بھی جاری ہے، خدا کرے کہ اس میں مزید سہولتیں ہو جائیں، آپ بھی ارادہ فرمائیں، کل میاں مستحسن صاحب فاروقی کے ساتھ مولوی ظہور احمد صاحب نے میری بھی دعوت کی تھی، آپ ہی کے مکان سے متصل منشی بشیر احمد صاحب مرحوم کے مکان میں کھانا کھلایا، مکان دیکھ کر مکینوں کی یاد تازہ ہو گئی، اور دیر تک اس تصور میں استغراق رہا، اور وکنا کندمانی جذیمۃ کا منظر آنکھوں کے سامنے پھرتا رہا، امید ہے کہ آپ کا مزاج بعافیت ہوگا، خلیفہ جی سے جب ملاقات ہو، تو سلام فرمادیں، گھر میں سب کو سلام و دعاء۔

والسلام

محمد طیب از دیوبند ۱۸/۱/۱۳۷۳ھ

---

[1] لیکن حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے خود یہ فتویٰ ملاحظہ کر کے اپنے دستخط کو جعلی قرار دیا تھا، اب یا تو دستخط کو جعلی قرار دیا جاسکتا ہے، یا پھر ممکن ہے کہ کسی نے فتوے کے الفاظ میں کچھ مٹا دیا ہو، یا کسی لفظ کا اضافہ کر دیا ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہما اللہ کی بروقت خط و کتابت اور تحقیق سے اصل حقیقت سے پردہ اٹھ گیا، اگرچہ اس حقیقت سے موجودہ دور کے بہت سے اہلِ علم اب بھی واقف نہیں۔ محمد رضوان خان۔

فتویٰ جو یہاں دارالافتاء سے گیا ہے، ارسال ہے، جس میں صرف منکرِ قطعیات کی تکفیر کی گئی ہے، اگر کسی جگہ علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کی گئی ہو، تو وہ کوئی شخصی فتویٰ ہوگا، جماعتِ دیوبند کی ترجمانی نہ ہوگی، اور ضرور ہے کہ جماعت کے کسی بڑے عالم نے اس پر استدراک کیا ہوگا، اور اس کی تصحیح کردی ہوگی۔ محمد طیب۔ [1]

دستورِ قرآنی سے استفادہ کیا، آپ نے تو دریاؤں کو کوزہ میں بند کردیا ہے، اور سمندروں کی تہ میں سے ذخائر نکال کر پیش کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

نقل مطابق اصل ۲۴۶ مؤرخہ ۱۹/صفر/ ۴۸ھ آمدہ بنام مولوی عبدالسلام ساکن لکھنؤ متعلم دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

سوال: شیعہ اثناعشری مسلمان ہیں، یا کافر، اور ان کے ساتھ مناکحت جائز اور ان

---

[1] حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر، جماعتِ دیوبند کی ترجمانی نہیں، بلکہ اس کی حیثیت شخصی فتوے کی ہوسکتی ہے، اگرچہ اس کی بعض دیگر حضرات تصدیق و تصویب کردیں۔

ہم بھی مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب کے فتوے کو شخصی فتویٰ سمجھتے ہیں، جس کی اگرچہ بعد کے بعض حضرات نے تصدیق کر دی ہو، لیکن یہ فتویٰ جمہور اکابر ومشائخِ دیوبند و جماعتِ دیوبند کا فتویٰ، یا ان کی ترجمانی نہ کہلائے گا، بالخصوص جبکہ حضرت مدنی اور حضرت تھانوی جیسی شخصیات نے اس سے اختلاف بھی کیا ہو، اور یہ مسئلہ خاص شیعہ اثناعشری فرقہ سے متعلق ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مولانا منظور نعمانی صاحب نے جو حکم تحریر کرکے، بعض علمائے دیوبند سے تصدیق حاصل کی تھی، وہ بھی مذکورہ اکابر ومشائخ کی ترجمانی نہیں، بلکہ بعد کے حضرات کی رائے ہے، جس سے کوئی اتفاق کرے، تو وہ فی نفسہٖ قابلِ ملامت نہیں، لیکن جو شخص سابق اکابر ومشائخِ دیوبند اور جملہ اساتذۂ کرام دارُالعلوم دیوبند کا اتباع کرے، دوسرے کو اس پر بھی ملامت کرنے کا حق نہیں۔

اور جب شیعہ فرقہ کے تحریفِ قرآن اور امامت سے متعلق عقیدہ اور شیعوں کے تقیہ کا مسئلہ مذکورہ اکابر ومشائخ کے سامنے تھا، لیکن ان حضراتِ گرامی نے پھر بھی ان کی علی الاطلاق تکفیر نہ کی، تو اس سے معلوم ہوگیا کہ بعد کے حضرات نے، جن اسباب کی بناء پر علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر کی، وہ کوئی نئے اسباب نہیں ہیں کہ ان کی بناء پر جمہور فقہاء ومشائخ کے سابق موقف سے اختلاف کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان خان۔

کا ذبیحہ حلال ہے، یا نہیں، ان کا چندہ مسجد میں لینا اوران کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: شیعوں کا فرقہ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قذف کریں، تہمت نعوذ باللہ لگائیں، کافر ہے۔

قال العلامۃالشامی: أو کان ینکر صحبۃ الصدیق أو یقذف السیدۃ الصدیقۃ رضی اللّٰہ عنہا فھو کافر لمخالفتہ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ.

جو کلامُ اللہ کی تحریف کا قائل ہو، وہ مرتد ہے کافر ہے، اہلِ کتاب بھی نہیں، ان سے مناکحت اور تعلقات رکھنا حرام ہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْا آبَائَھُمْ أَوْ أَبْنَائَھُمْ أَوْ إِخْوَانَھُمْ أَوْ عَشِیْرَتَھُمْ.

شادی اور غمی جنازہ کی شرکت ہرگز نہ کی جاوے، ایسے عقیدہ کے شیعہ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر۔ فقط۔

(نوٹ) یہ فتویٰ حضرت مفتی ریاض الدین صاحب کے زمانہ کا ہے، رجسٹر نقل فتاویٰ پر کسی مفتی کے دستخط نہیں، نقل مطابق اصل ہے۔

یہ وہی فتویٰ ہے، جس پر مولانا ریاض الدین صاحب مرحوم، مولانا مرتضٰی حسن صاحب مرحوم، مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، قاضی مسعود احمد صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب، مولانا رسول خان صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب، مولانا حسین احمد صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب، احقر خاکسار محمد طیب، مولانا محمد ابراہیم صاحب وغیرہ حضرات کے دستخط ثبت ہیں۔

محمد طیب ۱۹/۱/۶۳''

دار المبلغین کا فتویٰ:

انڈیا کے شہر لکھنؤ میں ایک دینی ادارہ دارُالمبلّغین کے نام سے تھا، جس کے بڑے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، آپ شیعوں کے سخت مخالف تھے، اور مخالفت کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہاں شیعہ بہت تھے، اورانہوں نے حرکتیں بھی بہت زیادہ کررکھی تھیں، حتیٰ کہ تبرّابازی بھی کرتے تھے، ان کے مقابلے میں سنی حضرات، مدحِ صحابہ کے جلسے کیا کرتے تھے۔

دارالمبلّغین کے علمائے کرام نے ایک فتویٰ جاری فرمایا، جس میں شیعوں کے کفریات نقل کر کے ان پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ [1]

لکھنؤ میں ایک اور بہت بڑے عالمِ دین تھے، مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ، آپ نے بیعت تو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کی تھی، لیکن اصلاحی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، اگرچہ انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی تھی، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ بیعت تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کریں، البتہ اصلاحی تعلق مجھ سے رکھنا چاہیں، تو رکھ لیں، چنانچہ آپ اسی ترتیب پر عمل کر رہے تھے۔

جب یہ فتویٰ مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، تو اس پر ان کو طرح طرح کے اشکالات پیش آئے، انہوں نے یہ فتویٰ اور اس پر اپنے

---

[1] یہی فتویٰ آج تک ایک طبقہ میں مشہور ومعروف اور مقبول ہے، جس کو جماعتِ دیوبند کی طرف منسوب کیا جاتا، اور اس کو جماعتِ دیوبند کا موقف سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اسی زمانے میں دارُالعلوم دیوبند سے متفقہ فتویٰ علی الاطلاق کفر کا جاری نہیں ہوا تھا، بلکہ اکابر ومشائخِ دیوبند نے اس سے اختلاف فرمایا تھا، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے، تاہم دارُالعلوم دیوبند کا وہ فتویٰ بہت سے اہلِ علم حضرات سے آج تک مخفی ہے، اور اس کی وجہ سے کئی قسم کی غلطیاں پیدا ہورہی ہیں۔
محمد رضوان خان

اعتراضات لکھ کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر اعتراض کا جواب دیا (یہ پوری خط وکتابت اور فتویٰ کی نقل امدادُ الفتاویٰ میں شائع ہوچکی ہے) البتہ آخر میں یہ لکھا کہ یہ جواب فتویٰ مذکورہ پر شبہات کا جواب ہے، خود فتویٰ نہیں ہے، البتہ میری تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ اگر کسی خاص شخص، یا گروہ کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو، تو اس کے بارے میں احتیاط پر عمل کیا جائے کہ نہ کفر کا حکم کیا جائے اور نہ اسلام کا، کفر کا حکم لگانے میں اپنے معاملات میں بے احتیاطی ہے، اور اسلام کا حکم لگانے میں دوسرے مسلمانوں کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی نہ تو اس سے عقدِ نکاح کی اجازت دیں گے، نہ ان کا ذبیحہ کھائیں، اور نہ ان پر کفر کا حکم جاری کریں گے۔ [1]

بعض لوگوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نہیں پڑھی، صرف مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات تک پڑھا، اور یہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے کہ شیعہ مطلق کافر ہیں۔ [2]

چنانچہ میں ایک مرتبہ لاہور میں ایک جلسے میں شریک تھا، سٹیج پر میرے ساتھ ایک بڑے عالمِ دین تشریف فرما تھے، مجھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب! شیعہ کو مطلقاً

---

[1] حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ تحقیق پہلے ''امداد الفتاویٰ'' اور ''حکیم الامت نقوش وتاثرات'' کے حوالہ سے نقل کی جاچکی ہے۔ محمد رضوان خان۔

[2] یہ غلط فہمی بعض علماء کو بھی پیش آئی، جنہوں نے مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب کے رسالہ ''النجم'' میں حضرت تھانوی کی صرف ایک رائے کو ملاحظہ کیا، اور اس کے بعد حضرت تھانوی کے شائع شدہ فتوے کو ملاحظہ نہ فرماسکے، پھر نقل در نقل ہوتے ہوئے یہ غلط فہمی آج تک چلتی رہی۔ محمد رضوان خان۔

کافر تو آپ کو بھی ماننا پڑے گا، کیونکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیعوں کے مطلق کافر ہونے کا فتویٰ دے رکھا ہے، جو امداد الفتاویٰ میں موجود ہے میں نے کہا حضرت! میں نے پوری امداد الفتاویٰ کا مطالعہ کیا ہوا ہے، مجھے کہیں یہ بات نہیں ملی، لیکن آپ کہہ رہے ہیں، تو میں دوبارہ بھی جا کر دیکھوں گا، یہاں آ کر دوبارہ دیکھا، تو وہی بات ملی کہ پہلے مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات دیئے گئے، پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے ذکر فرمائی، جو اوپر بیان ہوئی۔

یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معتدل فتویٰ ہے، اور ہمارے بزرگوں کا بھی فتویٰ یہی چلا آ رہا ہے۔ [1]

دارالمبلغین (لکھنوء) کا فتویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی پہنچا، اس وقت مفتی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے صدر مفتی تھے (اس وقت تک والد صاحب دارالعلوم دیوبند کے مفتی نہیں ہوئے تھے، بعد میں مفتی ہوئے) انہوں نے ان کفریات کے بارے میں اتنا لکھا تھا کہ ''جن کا یہ عقیدہ ہے، وہ کافر ہیں'' یعنی علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ یہ لکھا کہ جن شیعوں کے عقائد کفریہ ہیں، وہ کافر ہیں۔ [2]

اسّی (۸۰) کی دہائی میں جب پاکستان میں شیعوں کی تکفیر کا مسئلہ چل رہا تھا، میرا ہندوستان کا سفر ہوا، دارالعلوم دیوبند بھی حاضری ہوئی، اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، حضرت مفتی صاحب

---

[1] امداد الفتاویٰ کی عبارت اور اس کے پسِ منظر کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، اور اس موقف کے مطابق متعدد فتاویٰ و عبارات بھی نقل کر دی گئی ہیں، بعض عبارات وفتاویٰ جات آگے آتے ہیں۔ محمد رضوان خان۔

[2] پھر کیا وجہ ہے کہ دارُ العلوم دیوبند کی اصل رائے کے بجائے، اہلِ دیوبند کی طرف دارُ المبلغین کی رائے کو منسوب کیا جائے، دونوں آراء کو الگ الگ رکھنا چاہئے، نہ تو خلط ملط کرنا چاہئے، اور نہ ہی اصل حقیقت کو چھپانا چاہئے۔

محمد رضوان خان

رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، ''فتاویٰ محمودیہ'' انہی کے ہیں، جو تقریباً ۲۰ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، میں نے ان سے عرض کیا کہ اس وقت پاکستان میں شیعوں کی تکفیر کا مسئلہ چل رہا ہے، دارالمبلغین کے فتویٰ پر دارالعلوم دیوبند کا جواب بذریعہ ڈاک تو ہمیں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں مل گیا تھا۔

اب جی چاہ رہا ہے کہ اصل ریکارڈ دیکھ لوں۔

انہوں نے فوراً ریکارڈ منگوایا، اور پھر ریکارڈ سے فتویٰ نکلوا کر ہمیں دکھایا، غالباً یہ ۱۳۴۸ھ کا فتویٰ تھا، اس پر مفتی صدرالدین صاحب کی لکھی ہوئی یہ عبارت مل گئی کہ جن شیعوں کے یہ کفریہ عقائد ہوں، وہ کافر ہیں۔

یعنی دارالمبلغین (لکھنؤ) نے تو یہ فتویٰ دیا تھا کہ شیعہ مطلقاً کافر ہیں، کیونکہ ان کے یہ کفریہ عقیدے ہیں۔

جبکہ دارالعلوم دیوبند نے اس فتویٰ کی مطلقاً تصدیق کرنے کے بجائے یہ لکھا کہ جن کے یہ عقیدے ہوں، وہ کافر ہیں۔ [1]

یہ وہی بات ہے جو ہمارے بزرگ اب تک کہتے چلے آرہے ہیں کہ جو شیعہ ضروریاتِ دین میں سے کسی کے منکر ہوں، وہ کافر ہیں، مثلاً الوہیتِ علی کے قائل

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کی مطلق تکفیر کا فتویٰ، دارالمبلغین لکھنؤ کا تھا، دارالعلوم دیوبند کا نہ تھا، لیکن افسوس کہ بعد کے بعض حضرات، اس حقیقت کو نہ سمجھ سکے، ان کی نظر سے دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ تو مخفی رہا، اور لکھنؤ کا فتویٰ سامنے آیا، اور پھر بعد کے بعض اہلِ دیوبند نے بھی اس پر تصدیق کر دی۔

لیکن اس سلسلے میں ہم دارالمبلغین لکھنؤ کے بجائے دارالعلوم دیوبند کے فتوے کو راجح سمجھتے ہیں، اور مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے بقول اس کو جماعتِ دیوبند کا ترجمان اور اصل مسلک سمجھتے ہیں، کوئی لکھنؤ کے فتوے کو راجح سمجھے، تو وہ اس کا معاملہ ہے، لیکن اس کی دارالعلوم دیوبند کے اکابر ومشائخ کی طرف نسبت کرنا، قابلِ اختلاف ہے۔

حیرت ہے کہ آج دیوبند کے اصل موقف کی ترجمانی کرنے کو دیوبند کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں لکھنؤ کے مذکورہ فتوے کو دیوبند کا ترجمان خیال کیا جاتا ہے۔ فیا للعجب! محمد رضوان خان۔

ہوں، تحریفِ قرآن کے قائل ہوں، افکِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صحیح سمجھتے ہوں، وہ کافر ہیں۔

غرض یہ کہ پاکستان میں ۱۹۵۳ء میں جو تحریک ختمِ نبوت انتہائی شدومد اور قوت سے چلائی گئی تھی، اسے تحقیقاتی کمیشن کے ذریعے مزید الجھانے کی کوشش کی گئی، قادیانی لابی کی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگ گئی کہ ”جو لوگ ہماری تکفیر کرتے ہیں، یہ شیعوں کو بھی کافر کہتے ہیں“، تاکہ اس کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کو کمزور کیا جائے، اور ایک نیا مسئلہ شیعہ کی تکفیر کا ملک میں چھیڑ دیا جائے (پاکستان کے قیام، دستور سازی اور اسلامی نظام کی ترویج میں ہمارے اکابر کا کردار اور طریقۂ کار، ج ۱ ص ۸۸ تا ۹۶، بنیادی اصولوں کی کمیٹی، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طبع: دسمبر 2019ء)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اپنے مذکورہ مضمون میں ہی مزید فرماتے ہیں کہ:

شیعوں کے علی الاطلاق کفر کا فتویٰ، سب سے پہلے دارُالمبلغین (لکھنؤ) کے مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب نے دیا تھا، اس کی تفصیلات پیچھے بیان ہو چکی ہیں۔

اس کے بعد مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مفصل کتاب لکھی ”ایرانی انقلاب“ مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے شیعوں کی اطلاقاً تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کے حالات لکھے کہ ان کے عقیدے ایسے ایسے ہیں، تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، اور اس پر زور لگایا کہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ شیعوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔

میں نے اس کتاب کے ایک ایک حرف کا بغور مطالعہ کیا اور مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اب ہمارے لیے شیعوں کے علی الاطلاق کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں رہا، کیونکہ مولانا منظور احمد نعمانی صاحب نے ایک بات یہ لکھ دی کہ

گزشتہ سو سال سے تحریفِ قرآن کے بارے میں شیعوں نے ''تقیہ'' کی پالیسی اختیار کررکھی ہے، یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم تحریفِ قرآن کے قائل نہیں، مگر عقیدہ ان کا تحریفِ قرآن ہی کا ہے، جس کے دلائل ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔

مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی اس بات کی وجہ سے شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر اس لیے جائز نہیں، کیونکہ ہم صرف ظاہر کے مکلّف ہیں، ظاہر میں اگر کوئی شخص کفر نہیں کرتا، اپنے کفریہ عقائد کا اظہار نہیں کرتا، اور کلمہ طیبہ پڑھ رہا ہے، تو اس کی تکفیر کیسے جائز ہوگی۔

مسلم شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے کہ ایک جنگ میں انہوں نے ایک کافر کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں کو مسلسل نقصان پہنچا رہا ہے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس کی تاک میں لگ گئے، یہاں تک کہ اسے قتل کرنے کے قریب پہنچ گئے، جب اس نے حضرت اسامہ کو دیکھا تو کہہ دیا ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' حضرت اسامہ نے یہ سوچا کہ یہ صرف جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے، اندر سے کفریہ عقائد رکھتا ہے، اس لیے قتل کردیا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری تفصیل ذکر کی گئی تو آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ تم نے اسے کیسے قتل کردیا، جبکہ وہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پڑھ چکا تھا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دِل چیر کر دیکھا تھا، اور پھر فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے، جب یہ کلمہ تمہارے سامنے قیامت کے دن آئے گا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر مجھے اتنا دکھ ہوا کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش! میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شیعہ ظاہر میں کفر نہیں کرتے، تو ہمارے لیے ان پر کفر کا فتویٰ لگانا جائز نہیں۔ ؎

؎ اہلِ تشیّع کے تقیہ کا مسئلہ، سو سال سے نہیں، بلکہ کئی سو سال سے محققین کے سامنے رہا ہے، اور وہ اس پر کلام فرماتے رہے ہیں، یہی حال تحریفِ قرآن کے مسئلہ کا بھی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ، جو شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں، انہوں نے بھی شیعوں کے تقیہ کے عقیدے کا ذکر کیا ہے۔

اور قرآن مجید کے ضیاع وتحریف کے قول کو روافض کی طرف شمس الائمہ سرخسی، علامہ ابنِ ہمام، اور علامی شامی سب ہی منسوب فرماتے رہے، لیکن تکفیرِ شیعہ کے مسئلہ میں پھر بھی اطلاق نہ رکھا۔

پھر کئی سو صدیوں تک علمائے محققین ومجتہدین کو اتنے اہم مسئلہ سے بے خبر رہنے کا الزام کیسے دیا جاسکتا ہے، کیا نعوذ باللہ تعالیٰ تمام اسلاف کو ایمان وکفر، نکاح اور نسب اور جنازہ اور میراث وغیرہ کے معاملے میں اجتماعی طور پر خطاء کا مرتکب قرار دینا، کوئی ہلکا مسئلہ ہے، جس کو بآسانی قبول کرلیا جائے، اہلِ علم حضرات کو کسی چھیڑی ہوئی بات کو بغیر سوچے سمجھے قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ محمد رضوان خان۔

وهـذا يقوى قول الروافض الذين يقولون: كثيـر مـن القرآن ذهب بعد رسول الله – صلى الله عليه وسـلـم – فـلـم يثبتـه الـصـحابة – رضى الله تعالى عنهم – فى المصحف وهو قول باطل بالإجماع (المبسوط للسرخسى، ج٥، ص ١٣٤، كتاب النكاح، باب الرضاع)

وهو لا يستقيم إلا على إرادة نسخ الكل وإلا لزم ضياع بعض القرآن الذى لم ينسخ وعدمه كما عن الـروافض، وإلا لوجب أن يتلى خمس رضعات إلخ، فدار الأمر بين الحكم بنسخ الكل لعدم التلاوة الآن فينبغى أن يوقف ثبوت الحرمة على خمس رضعات وعدمه فيثبت قول الروافض ذهب كثير من الـقـرآن بعد رسول الله – صلى الله عليه وسلم – لم تثبته الصحابة – رضى الله عنهم –، ولذا بطل التمسک به (فتح القدير، ج٣، ص ٤٤٠، كتاب الرضاع)

وأمـا مـا روتـه عـائشة فـالـمـراد به نسخ الكل نسخا قريبا، حتى إن من لم يبلغه كان يقرؤها وإلا لزم ضيـاع بـعـض الـقـرآن كـمـا تـقـولـه الـروافض (رد المحتار، ج٣، ص ٢١٢، كتاب النكاح، باب الرضاع)

هـذا قول شياطين الروافض انه ذهب من القرآن شىء كثير (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، لابن نظام الدين الانصارى، ج٣، ص ١٤٤)

وأمـا الـرافـضـة، فـأصل بدعتهم عن زندقة، وإلحاد، وتعمد الكذب كثير فيهم، وهم يقرون بذلک حيث يقولون: ديـنـنـا التقية، وهو أن يقول أحدهم بلسانه خلاف ما فى قلبه (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، لابن تيمية، ج ١، ٦٨، مقدمة)

والـرافـضـة تجعل هذا من أصول دينها وتسميه التقية، وتحكى هذا عن أئمة أهل البيت الذين برأهم الله عن ذلک، حتى يحكوا .عن جعفر الصادق أنه قال: التقية دينى ودين آبائى .

وقد نزه الله المؤمنين من أهل البيت وغيرهم عن ذلک، بل كانوا من أعظم الناس صدقا وتحقيقا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ضیاءالحق صاحب کے زمانے میں ہماری شیعہ علماء سے ملاقات رہتی تھی، کبھی ائیر پورٹ پر، کبھی اجلاس وغیرہ میں، وہ سبھی یہ کہتے تھے کہ ہم تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں (ہم نے اپنے اساتذہ سے یہ سنا تھا کہ شیعوں کی کتاب ''الکافی''ان کے نزدیک ایسی ہی ہے، جیسے ہمارے نزدیک بخاری شریف، اور الکافی میں جو کچھ لکھا ہے، وہ شیعوں کا مستند مذہب ہے) اس کی بنیاد پر ہم ان سے کہتے کہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ تو آپ کی کتاب ''الکافی'' میں موجود ہے، تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ائمہ کی طرف تہمت ہے، یہ روایتیں غلط بلکہ موضوع ہیں، ہم کہتے کہ ''الکافی'' تو آپ کے ہاں ایسی ہے، جیسے ہمارے ہاں بخاری شریف، تو وہ جواب دیتے کہ نہیں، ایسی بات نہیں، بس زیادہ سے زیادہ ایسی سمجھ لیں، جیسے آپ کے ہاں ابنِ ماجہ کہ اس میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں۔

ان حالات میں ہم تکفیر کا فتویٰ کیسے دیتے؟ نتیجہ یہ تھا کہ ہم پریشان تھے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں؟ ہمارے پاس کسی مدرسے سے فون آتا کہ آج ہمارے ہاں تکفیرِ شیعہ کے مسئلہ پر غور ہورہا ہے، آپ بھی تشریف لائیے، ہم کہتے کہ اتنا نازک مسئلہ ہے، اس پر اتنی جلد بازی سے کیسے ذمہ دارانہ بات کرسکتے ہیں، آپ دو تین دن مؤخر کرلیں، اور ہمیں مزید سوچنے کا موقع دیں، تو ہم حاضر ہونے کے لیے تیار ہیں، جواب ملتا کہ نہیں، ایسا تو نہیں ہوسکتا، کیونکہ سب کچھ پہلے سے طے ہے۔

تکفیرِ شیعہ کا مسئلہ پیچھے چلا گیا:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للإیمان، وکان دینھم التقوی لا التقیة (منھاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، لابن تیمیة، ج۲، ۴۶، الفصل الثانی، الوجه الاول)

ولھذا رأس مال الرافضة التقیة، وھی أن یظھر خلاف ما یبطن کما یفعل المنافق .وقد کان المسلمون فی أول الإسلام فی غایة الضعف والقلة، وھم یظھرون دینھم لا یکتمونه (منھاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، لابن تیمیة، ج، ۴۲۱، الفصل الثالث، المنھج الاول)

جب تک ضیاء الحق صاحب اقتدار میں رہے، شیعہ سنی مسئلہ عروج پر رہا، مسلمانوں کا کشت وخون ہوا، مالی نقصانات ہوئے اور نہ جانے کیا کیا قصے پیش آئے، جس کا اثر یہ ہوا کہ ضیاء الحق صاحب، جو اسلامی نظام کا کام اخلاص سے کر رہے تھے، وہ بہت پیچھے چلا گیا، لیکن جب ضیاء الحق صاحب کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت بنی، تو جس زمانے میں فاروق لغاری صاحب صدر تھے، اس وقت ''ملی یکجہتی کونسل'' قائم ہوئی، اس کونسل میں دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور شیعہ سب شامل ہو گئے، تکفیرِ شیعہ کی تحریک چلانے والوں میں سے بعض رہنما بھی شامل ہو گئے، ان میں ایک بزرگ وہ بھی تھے، جو شیعوں کے اتنے مخالف تھے کہ کسی ایسے اجلاس میں شرکت نہیں کرتے تھے، جس میں شیعہ حضرات شریک ہوں، حتیٰ کہ صدر ضیاء الحق صاحب کی طرف سے بلائی گئی میٹنگ میں بھی اسی وجہ سے شریک نہیں ہوتے تھے کہ وہاں شیعہ ہوں گے۔

ایک مرتبہ ملی یکجہتی کونسل کا اجلاس جماعتِ اسلامی والوں نے بُلایا، اور خود کنوینئیر بن گئے، میرے پاس دعوت دینے کے لیے آئے، تو میں نے ان سے کہا کہ میرا مزاج یہ ہے کہ سیاسی جماعت خواہ ہمارے اپنے لوگوں کی ہی ہو، اگر ان کی میزبانی میں کوئی اجتماع ہو رہا ہو، تو میں شرکت نہیں کرتا، لہٰذا اس حالت میں تو میرے لیے شریک ہونا مشکل ہے، البتہ اگر تمام جماعتیں مل کر یہ اجتماع رکھیں، اور اجتماع نیوٹرل (غیر جانبدار) ہو تو میں حاضر ہوں، انہوں نے میری گزارش قبول کر لی۔ [1]

---

[1] یہ مفتی صاحب موصوف کا اپنا مزاج ہے، انہوں نے بھی، اس کو اپنا مزاج قرار دیا ہے، جس کو انہوں نے شریعت کا حکم قرار نہیں دیا، لہٰذا اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سیاسی جلسوں کا منعقد کرنا، بہر حال جائز نہیں، مزاج ہر شخص کا دوسرے سے جدا ہو سکتا ہے، اور اس اختلافِ مزاج کا مبنیٰ بعض اوقات کوئی مصلحت، یا تقسیمِ کار بھی ہو سکتا ہے، لہٰذا مفتی صاحب موصوف کے مزاج پر نکیر کرنا، درست نہیں، جس طرح دوسرے مزاج کے حامل پر علی الاطلاق نکیر کرنا، درست نہیں، الا یہ کہ کسی خرابی پر نکیر کی جائے۔ محمد رضوان خان۔

میں جلسے میں چلا گیا، سٹیج پر میرے ساتھ شیعوں کے ایک بڑے عالم بیٹھے تھے، اور ان کے ساتھ وہ بزرگ بھی بیٹھے تھے، جنھوں نے اعلان کر رکھا تھا کہ میں کسی ایسے اجلاس اور جلسے میں نہیں جاؤں گا، جہاں شیعہ کافر موجود ہوگا، جب ان کے خطاب کی باری آئی، تو انہوں نے اپنی تقریر میں اتحاد کی باتیں کیں، اور کہا ہم منافق نہیں ہیں، جب ان سے ہمارا اختلاف تھا، تو ہم نے کھل کر اختلاف کیا، آج ہم نے ان سے دوستی کر لی، پھر اُس شیعہ عالم کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا یہ ہاتھ اب ٹوٹ سکتا ہے، چھوٹ نہیں سکتا۔

خلاصہ یہ کہ جب ضیاء الحق صاحب کا دور ختم ہوا، ایران عراق جنگ بھی ختم ہوگئی، تو اب تکفیرِ شیعہ کا فتویٰ بھی پیچھے چلا گیا، اور عمل تو شروع سے اس کے خلاف ہو رہا تھا۔

عراق پر امریکہ نے جو قبضہ کیا، وہ شیعہ سنی جھگڑے کے راستے سے کیا، شیعہ سنی کو آپس میں لڑوایا، اور خود قبضہ کر لیا، پاکستان میں ان کی مسلسل یہ کوشش رہی کہ یہاں شیعہ، سنی اختلافات کی وجہ سے ملک کسی بڑے حادثے کا شکار ہو جائے، لیکن الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی حفاظت فرمائی، اس زمانے میں بار بار غیر ملکی میڈیا کے لوگ میرے پاس آتے کہ اسلام کے بارے میں کچھ پوچھنا ہے، اور چھوٹتے ہی یہ سوال کرتے کہ شیعہ، سنی جھگڑے کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے کبھی ان کے سوال کا جواب نہیں دیا، بلکہ یہ کہا کہ یہ ہمارا اپنا اندرونی معاملہ ہے، بظاہر آپ اس طرح کے سوالات کے ذریعے مسلمانوں کو لڑانا چاہتے ہیں، ہم آپ کے سوالات کا جواب دینے سے معذرت خواہ ہیں۔

محرم میں امن وامان سے متعلق اجلاسات:

جس زمانے میں شیعوں کا مسئلہ چل رہا تھا، تو جب بھی محرم الحرام کا مہینہ آتا، تو

ڈپٹی کمشنر، کمشنر اور کبھی گورنر، وزیرِ اعلیٰ صاحبان میٹنگ بلاتے تھے، اور بعض اوقات صدرِ مملکت بھی میٹنگ بلاتے تھے، ہم ان میں شرکت کرتے تھے، ان اجلاسات میں وہ عموماً یہی بات کرتے تھے کہ ہم کو امن وامان کا خیال رکھنا چاہیے، اور رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔

مجھے اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کے واسطے سے مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ صاحب کا ایک نسخہ ملا تھا، انہوں نے ایسی ہی کسی حکومتی میٹنگ میں ایک بات کہی تھی، وہ یہ کہ ''جھگڑا ماننے سے نہیں ہوتا، بلکہ نہ ماننے کی وجہ سے ہوتا ہے'' ہم تو شیعہ حضرات کے تمام بزرگوں کو مانتے ہیں، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسن و حسین، حضرت عباس رضی اللہ عنہم سب کو اپنے سر کا تاج مانتے ہیں، ان کی محبت کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں، ان کی تعظیم ہمارے دلوں میں رچی بسی ہوئی ہے، لیکن شیعہ ہمارے سارے بزرگوں کو نہیں مانتے، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں، تو جھگڑا شیعوں کی طرف سے ہوتا ہے، ہماری طرف سے نہیں، لہٰذا امن وامان اور رواداری کی باتیں شیعوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے، ہمیں نہیں۔

جب سے حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ کا یہ نسخہ ہاتھ میں آیا، اس کے بعد سے میں یہ بات اجلاس میں کہہ دیا کرتا تھا، ایک اجلاس میں، جس میں گورنر صاحب اور وزیرِ مذہبی امور بھی تشریف رکھتے تھے، میں نے یہ بات ذرا زیادہ زور دے کر کہی، اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ہماری حکومتوں کی طرف سے بھی یہ رویہ سامنے آتا رہا ہے کہ انہوں نے سنیوں کو دبانے کی ہمیشہ کوشش کی، لیکن شیعوں پر کم سے کم پابندیاں لگائی ہیں، میں نے کہا کہ دیکھیے! بات صاف ہے کہ ہم ان کے سارے بزرگوں کو مانتے ہیں، لیکن وہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیتے

ہیں، میں آپ سے صاف بات کہہ رہا ہوں کہ میرے بارے میں آپ لوگ کہتے ہیں کہ میں معتدل آدمی ہوں، لیکن میرے جذبات یہ ہیں (فتویٰ نہیں دے رہا) کہ اگر میرے سامنے کوئی شخص حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دے گا، تو یا وہ زندہ رہے گا، یا میں زندہ رہوں گا، یہ چیز ہم برداشت نہیں کر سکتے، ہم لاکھ اپنے لوگوں کو سمجھائیں، لیکن جب تک آپ ان شیعوں پر پابندیاں نہیں لگائیں گے، حالات قابو میں نہیں آئیں گے، یہ باتیں سن کر اجلاس میں ایک سکتہ سا پیدا ہو گیا، تو اس طرح کی باتیں بھی ان اجلاسوں میں ہوتی تھیں۔

اب پھر عاشوراء آ رہا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، مگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ اُن کوتاہیوں کے باجود، جو حکومت سے اس مسئلے میں ہوتی ہیں، امن وامان ختم کرنے کا کوئی جواز نہیں، صبر سے کام لیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِی عَلَى الْحَوْضِ

ترجمہ: صبر کرتے رہنا، یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے آ کر ملو (پاکستان کے قیام، دستور سازی اور اسلامی نظامی کی ترویج میں ہمارے اکابر کا کردار اور طریقۂ کار، ج ا ص ۲۲۰ تا ۲۲۴، بنیادی اصولوں کی کمیٹی، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طبع: دسمبر 2019ء)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی کسی بات سے علمی و تحقیقی طور پر کسی کو اختلاف ہو، تو وہ اپنی جگہ، لیکن انہوں نے مذکورہ مضمون میں فیما بینہ' و بین اللہ اپنے تاثرات و تجربات اور مشاہدات پیش فرمائے ہیں۔

ان میں سے کسی بات سے اختلاف کی بناء پر ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی جسارت کرنا، سنگین غلطی ہے، جو بعض متعصبین و متشددین کی طرف سے سرزد ہوتی ہے۔

اور اہلِ تشیع کے متعلق ہم مفتی صاحب موصوف کے مذکورہ موقف کو حق وصواب اور شرعی و فقہی اصولوں کے زیادہ موافق اور جمہور اکابر دیوبند کے مطابق سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ صاحب کا پیش فرمودہ نسخہ بالکل واقعہ کے مطابق ہے۔

مولانا مودودی صاحب نے بھی شیعوں کی یہی شکایت بیان کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس معاملے میں سنیوں اور شیعوں کی پوزیشن میں ایک بنیادی فرق ہے، جسے ملحوظ رکھ کر ہی فریقین کے درمیان انصاف قائم کیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ شیعہ جن کو بزرگ مانتے ہیں، وہ سنیوں کے بھی بزرگ ہیں، اور سنیوں کی طرف سے ان پر طعن وتشنیع کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، اس کے برعکس سنیوں کے عقیدے میں جن لوگوں کو بزرگی کا مقام حاصل ہے، ان کے ایک بڑے حصہ کو شیعہ نہ صرف برا سمجھتے ہیں، بلکہ انہیں برا کہنا بھی اپنے مذہب کا ایک لازمی جز قرار دیتے ہیں، اس لئے حدود مقرر کرنے کا سوال صرف شیعوں کے معاملے میں پیدا ہوتا ہے، انہیں اس بات کا پابند کیا جانا چاہئے کہ بدگوئی اگر ان کے مذہب کا کوئی جزِ لازم ہے، تو اسے اپنے گھر تک محدود رکھیں، پبلک میں آ کر دوسروں کے بزرگوں کی برائی کرنا ، کسی طرح بھی ان کا حق نہیں مانا جاسکتا۔

میرا خیال یہ ہے کہ اس معاملہ کو اگر معقول طریقے سے اٹھایا جائے، تو خود شیعوں میں سے بھی تمام انصاف پسند لوگ اس کی تائید کریں گے (رسائل ومسائل، حصہ سوم، ص۲۱۶، اختلافی مسائل، بعنوان ''شیعہ سنی تنازعات'' مطبوعہ: اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹیڈ، منصورہ ملتان روڈ، لاہور)

''فتاویٰ عثمانی'' کا حوالہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے ''فتاویٰ عثمانی'' میں روافض کی تکفیر کے متعلق ایک سوال اور جواب اس طرح ہے:

سوال:......مسئلہ یہ ہے کہ ''بینات'' والوں نے دو نمبر، روافض کے بارے میں

شائع کیے ہیں، ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ ''علماء کا متفقہ فیصلہ، یعنی شیعہ کافر ہے'' اس میں ہندو پاک کے بڑے بڑے علماء کے دستخط موجود ہیں، آپ کے دستخط نظر سے نہیں گزرے، اور ہمارے ایک دوست کا کہنا یہ ہے کہ مولانا محمد رفیع صاحب کو شیعہ روافض کی تکفیر کے بارے میں تردد ہے۔

برائے مہربانی آپ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں کہ کیا واقعی ایسا ہے کہ آپ شیعوں کو کافر نہیں سمجھتے۔ فقط۔ والسلام

آپ کا مخلص: احقر حافظ مشتاق احمد

جواب:...... جو ''شیعہ'' کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہوں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن یہ بات کہ تمام شیعہ، یہ، یا اس قسم کے کافرانہ عقائد رکھتے ہیں، تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی۔

اور کئی شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ''الکافی'' یا ''اصولِ الکافی'' وغیرہ میں جتنی باتیں لکھی ہیں، ہم ان سب کو درست نہیں سمجھتے۔

دوسری طرف کسی کو کافر قرار دینا، چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لیے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے۔

اگر بالفرض کوئی تقیہ بھی کرے، تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عنداللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہری اقوال پر ہی دیا جائے گا۔

اسی لیے چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے، یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔

اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا ہے۔

اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، مفتیِ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ اِن کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے، مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت وگمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

والسلام ۔ ۱۴/۱/۱۴۱۲ھ

(فتاویٰ عثمانی، ج۱، ص۹۷، ۹۸، کتاب الایمان والعقائد، فصل فی الفرق والاحزاب الاسلامیة والباطلة والأشخاص المتعلقین بھا، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2006ء)

ہماری نظر میں مفتی صاحب موصوف کا مذکورہ بالا فتویٰ انتہائی احتیاط اور فتوے کے اصولوں کے موافق ہے، خواہ کسی دوسرے کے نزدیک ایسا نہ ہو، وہ اس کا معاملہ ہے، اور خواہ دوسرا کوئی مفتی صاحب موصوف کے اس طرح کے فتووں پر مختلف قسم کی الزام تراشیاں کرے، اس کا عنداللہ وہ خود جواب دہ ہے۔

''فتاویٰ عثمانی'' کا دوسرا حوالہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، اہلِ تشیع کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

سوال :......رافضی شیعہ اور اثنا عشری میں کوئی فرق ہے، تو تحریر کیجیے، نیز ایسے عقائد رکھنے والوں سے کسی سنیُ العقیدہ عورت، کا یا مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟
جبکہ یہ خلفائے ثلاثہ پر تبرّا پڑھتے ہیں، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس نے میرے صحابی کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی، جس نے مجھے تکلیف دی، اس نے گویا خدا کو ناراض کیا۔
ان ارشادات کی روشنی میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب :......شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں، وہ سب اپنے آپ کو شیعہ اور اثنا عشری کہتے ہیں، اور اہلِ سنت ان سب کو رافضی کہتے ہیں، یہ تمام فرقے علی الاطلاق کافر نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے جو لوگ حضرت علی کی خدائی کے قائل ہوں، یا قرآنِ کریم کو تحریف شدہ مانتے ہوں، یا امُّ المومنین حضرت عائشہ پر تہمت لگاتے ہوں، یا اس قسم کے کسی اور کافرانہ عقیدے کے معتقد ہوں، وہ تو کافر ہیں، اور ان سے نکاح نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ اس قسم کے کفریہ عقائد نہ رکھتے ہوں، وہ کافر نہیں ہیں، ان سے نکاح تو ہو جاتا ہے، مگر مناسب نہیں (فتاویٰ عثمانی، ج۲،ص۲۶۱و۲۶۲، کتاب النکاح، فصل فی المناکحۃ بالکفار و اھل الکتاب و الفرق الضالۃ، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2006ء)

ہمیں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے مذکورہ فتوے سے اتفاق ہے، کسی دوسرے اہلِ علم، یا اصحابِ علم حضرات کو اختلاف ہو، تو وہ ان کا معاملہ ہے۔

موجودہ زمانے میں بھی شیعوں کے بہت سے فرقے پائے جاتے ہیں، بعض فرقے، یا ان سے منسلک عوام، بارہ اماموں کو بھی مانتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی طرف سے صریح اور نا قابلِ تاویل، کفریہ عقائد و اعمال کا اظہار نہیں کیا جاتا، رہا تقیہ کا معاملہ، تو اس کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا، اور آگے بھی آتا ہے۔

البتہ کئی اہلِ علم حضرات کی رائے یہ ہے کہ اثنا عشری، شیعوں کے عقائد بہر حال کفریہ ہیں، جن میں کوئی تاویل ممکن نہیں، جبکہ اس بارے میں دوسرے اصحابِ علم کی رائے یہ ہے کہ ظاہری نسبت کرنے سے، اولاً تو تمام عقائد میں اتحاد لازم نہیں آتا، دوسرے یہ کہ ہر اثنا عشری کی طرف کفریہ عقائد کی نسبت کرنا، خلافِ احتیاط ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ اصولوں پر مدار رکھ کر حکم بیان کیا جائے، جس کے پیشِ نظر اگر بالفرض تمام اثنا عشری، یا کسی شیعہ فرقے کے عقائد کفریہ ہوں گے، تو وہ تمام کے تمام کافر شمار ہوں گے، اور کسی فرد یا افراد کے ہوں گے، تو وہی کافر شمار ہوں گے، جب ہمیں نہ تو علمِ غیب ہے، اور نہ ہی دنیا جہاں کے اہلِ تشیّع کے اصل عقائد کا علم ہے، بلکہ بہت سے اہلِ تشیّع کی طرف سے ان کفریہ عقائد سے برائت کا بھی اظہار موجود ہے، تو ایسی صورت میں اپنے اوپر بلاوجہ تکفیر کی ذمہ داری کا بوجھ لاد لینا، اور قیامت کے حساب کو دنیا میں ہی انجام دینے کی بے جا کوشش کرنا، درست طریقہ نہیں۔

جہاں تک نکاح وغیرہ جیسے معاملات کا تعلق ہے، تو ان میں ہر طرح کے اہلِ تشیّع سے احتیاط کی جائے، جس کی تفصیل حضرت تھانوی اور مفتی محمد شفیع صاحبان رحمہما اللہ وغیرہ کے حوالے سے گزر چکی ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، اہلِ تشیع ہی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

شیعوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے متعدد فرقے ہیں، جن کے عقائد بھی الگ الگ ہیں، اس لیے علمائے اہلِ سنت کے فتاویٰ، ان کے بارے میں مختلف رہے ہیں، زیادہ تر اسلافِ امت کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ''من حیث المجموع'' تمام شیعوں پر کوئی حکم نہیں لگاتے، بلکہ ان کے عقائد پر حکم لگاتے ہیں کہ جو یہ عقیدہ

رکھے گا، وہ کافر ہے، مثلاً جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی تھی، تو وہ کافر ہے، یا جو یہ عقیدہ رکھے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، وہ کافر ہے، یا جو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، یا امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، تو یہ سب عقائد رکھنے والے کافر ہوں گے، اس لیے کہ یہ امور، قطعیت کے ساتھ قرآن کریم کے اندر آ گئے ہیں۔

چونکہ یہ شیعہ فرقے پہلی صدی میں پیدا ہو چکے تھے، پھر رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے زیادہ ہو گئے، تو ان کا یہ مسئلہ ہر دور میں رہا ہے، اور ہر دور میں علمائے امت کا یہ طریقۂ کار رہا ہے کہ بجائے بحیثیتِ مجموعی، پورے فرقہ پر فتویٰ لگانے کے، عقائد پر فتویٰ لگایا جائے کہ ان میں سے جو یہ عقیدہ رکھے گا، وہ کافر ہوگا، لیکن یہ نہیں کہا کہ سارے شیعہ کافر ہیں، اسی بناء پر بخاری شریف میں شیعہ راویوں کی تعداد بیسیوں ہیں، اور وہ بھی کٹر شیعہ ہیں، لیکن ان کے اوپر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، اس واسطے کہ ان سے عقائدِ کفریہ ثابت نہیں ہوئے تھے۔

اور اصولِ حدیث کے اندر یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ جو مبتدع اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو، اور اس سے کوئی جھوٹ بھی ثابت نہ ہو، تو اس کی روایت قابلِ قبول ہے۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منهاج السنة'' تالیف فرمائی، اور ردِ شیعہ میں اس سے بہتر شاید کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، لیکن ساری تردید اور سب کچھ کرنے کے بعد، بحیثیتِ مجموعی تمام شیعوں پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ یہ کہا کہ

---

[1] اور تقیہ دراصل جھوٹ ہی کی ایک شکل ہے، اگر تقیہ کی نسبت تمام اہلِ تشیّع کی طرف کی جاتی، تو پھر شیعہ راوی کی روایت کو کیسے قبول کیا جاتا، تقیہ کا ہر شیعہ کی طرف الزام عائد کرنے سے احادیث پر اعتماد بھی متاثر ہو جائے گا۔
محمد رضوان خان

جو یہ عقیدہ رکھے، وہ کافر ہے۔

ہمارے حضرات اکابرِ علمائے دیوبند کا بھی یہی طریقہ کار رہا ہے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، ان سب کے فتاویٰ موجود ہیں، جن میں انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

بعض حضرات کا یہ موقف ہے کہ شیعہ اثنا عشری، لازمی تحریفِ قرآن کے قائل ہوتے ہیں، یعنی کوئی شیعہ اثنا عشری ایسا نہیں ہے، جو کہ تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہو، اس لیے کہ ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اور ''اصولِ کافی'' میں تحریفِ قرآن کی روایتیں ہیں، اور ان کے جو دوسرے مآخذ ہیں، ان سب کے اندر تحریفِ قرآن کا عقیدہ موجود ہے، اور شیعہ اثنا عشری ان کتابوں کو مانتے ہیں، لہٰذا پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سب شیعہ اثنا عشری کافر ہیں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ (المتولد: 1877ء، 1293ھ، المتوفیٰ: 1962ء، 1381ھ) نے یہ بات سب سے پہلے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائی، اور پھر اسی بات کو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے چلایا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر یہ کہا کہ اب ہمیں اس میں احتیاط کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم فرقے پر حکم نہ لگائیں، بلکہ عقائد پر حکم لگائیں، کیونکہ اب یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ تمام اثنا عشریہ، جن کتابوں کو مانتے ہیں، ان کتابوں میں تحریف موجود ہے، لہٰذا انہوں نے کہہ دیا کہ ہر شیعہ اثنا عشری کافر ہے۔

لیکن حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے جس زمانے کے اندر یہ بات تحریر فرمائی تھی، اور حضرات علمائے دیوبند کے پاس فتویٰ کے لیے بھیجی، تو بہت سے حضرات نے ان سے اتفاق کر کے اس فتویٰ پر دستخط فرما دیئے، لیکن بہت

سے حضرات نے اس فتویٰ پر بعینہٖ دستخط نہیں فرمائے، بلکہ یہ بات لکھ دی کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں، یا فلاں فلاں باتوں کے قائل ہیں، وہ کافر ہیں، گویا انہوں نے اسی موقف کو برقرار رکھا، جو شروع سے چلا آتا تھا، اور اپنے اوپر یہ ذمہ داری نہیں لی کہ ہم یہ کہیں کہ ہر شیعہ اثناعشری ضرور، یہ عقائد رکھتا ہے (انعام الباری، ج ا ص ۳۳۱ تا ۳۳۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی ''منہاجُ السنۃ'' کا جو حوالہ دیا ہے، تو اس کی تائید ''منہاجُ السنۃ'' کی مختلف عبارات سے ہوتی ہے، جیسا کہ گزرا۔

شیعہ اثناعشری کے متعلق علی الاطلاق کافر نہ ہونے کے متعلق دارُالعلوم کے جملہ اساتذۂ کرام کا مصدقہ فتویٰ پہلے نقل کیا جاچکا ہے، جس کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی توضیح وتشریح بھی گزر چکی ہے، اس زمانے کے جماعتِ دیوبند کا اجتماعی فتویٰ ہمارے نزدیک یہی ہے۔

مفتی صاحب موصوف نے اپنی مندرجہ بالا تقریر میں کئی باتوں کی وضاحت فرمادی ہے، اور کئی شبہات کے جوابات اجمالاً ذکر فرمادیے ہیں، جو اہلِ انصاف واہلِ اعتدال کے لیے انتہائی مفید ہیں، البتہ متعصبین وغیر محققین کا معاملہ جدا ہے، نہ ان سے بحث مفید ہے، نہ ان کو افہام و تفہیم کچھ زیادہ سودمند ہے۔

موجودہ دور کے بعض اصحابِ علم کی رائے اگرچہ اس سے مختلف ہے، اور وہ محض اثناعشری کی نسبت ہونے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں، یا یہ کہتے ہیں کہ خمینی کے بعد دنیا جہان کے تمام اہلِ تشیّع کے عقائد ''خمینی'' والے بن گئے ہیں، چونکہ وہ خمینی کو پیشوا ور ہبر قرار دیتے ہیں، جبکہ خمینی کے بعض عقائد، کفریہ تھے۔

لیکن ہمارا رجحان، اس طرف نہ ہوسکا، کیونکہ اولاً تو کسی کو پیشوا ور ہبر قرار دینے سے اس کے تمام عقائد وافکار سے متفق ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے اہلِ تشیّع واہلِ روافض کے عوام کا کسی

عالم کے اس طرح کے عقائد وافکار سے واقف اور متفق ہونا بھی لازم نہیں آتا، جیسا کہ ''سوانح قاسمی'' کے حوالہ سے پہلے گزرا۔

اور اس طرح کی مثالیں اور نظیریں اہلُ السنۃ والجماعۃ میں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً قیامِ پاکستان کی کوششوں کے اعتبار سے ''محمد علی جناح'' کو ''قائدِ اعظم'' کہا جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''بڑا قائد''، اور ''قائد'' کے معنیٰ ''رہبر وپیشوا'' کے ہیں، ''محمد علی جناح'' کو بہت سے عوام کے علاوہ اہلِ علم حضرات بھی ''قائدِ اعظم'' کہتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''قائدِ اعظم'' کے جو جو عقائد وافکار اور نظریات تھے، ان سب سے اتفاق کرلیا گیا ہے۔ [۱]

اسی طرح مثلاً ''علامہ اقبال مرحوم'' کو بہت سے عوام اور علماء ''علامہ'' کہتے ہیں، اور ان کو برِّ صغیر کے مسلمانوں کا عظیم رہنما شمار کرتے ہیں، لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ''علامہ

---

[۱] مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب شہید رحمہ اللہ کی تالیف کردہ ''تاریخ: اسلامی جمہوریہ پاکستان'' دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے، جس میں ''قائد اعظم کا مذہب'' کے عنوان سے متعدد حوالہ جات ایسے نقل کیے گئے ہیں، جن سے قائد اعظم کا ''سنیّ المذہب'' یا ''عام ومطلق مسلمان'' ہونا معلوم ہوتا ہے (ملاحظہ ہو مذکورہ کتاب: جلد ۱، صفحہ ۴۹۱ تا ۴۹۵، مطبوعہ: المنہل پبلشرز، کراچی، سنِ اشاعت: 2020ء)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مرحوم اپنے مضمون ''علامہ اقبال، قائد اعظم اور نظریۂ پاکستان'' میں فرماتے ہیں کہ:

محمد علی جناح کے خاندانی پس منظر کے بارے میں اختلاف ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آپ اسماعیلی خوجے تھے، لیکن مجھے اس بارے میں ایک عجیب اقتباس ملا ہے۔ ۱۹۶۴ء میں ماہنامہ ''نقوش'' نے ۱۲۰۰ صفحات پر مشتمل آپ بیتی نمبر شائع کیا تھا، جس میں تمام مشاہیر کی زندگی کے حالات ان کی اپنی تحریروں سے، یا اپنے اقوال کے حوالے سے بڑی خوبصورتی سے جمع کیے گئے۔

مسٹر جناح کے بقول آپ اصل میں منٹگمری کے علاقے کے ایک راجپوت خاندان کی نسل سے ہیں، مسٹر جناح سے جب نواب صاحب باغ پت نے کہا کہ آپ کا خاندان تو تجارت پیشہ ہے، پھر آپ میں یہ گھن گرج کیسے آئی؟ تو آپ نے کہا: میں اصل میں پنجابی راجپوت ہوں، کئی پشتیں گزریں کہ میرے اجداد میں سے ایک صاحب جو منٹگمری (موجودہ ساہیوال) کے رہنے والے تھے، کاٹھیاواڑ چلے گئے تھے، وہاں انہوں نے ایک خوجہ لڑکی سے شادی کرلی تھی، اور انہی کے خاندان میں مل گئے تھے، اس وقت سے ہم لوگ خوجوں میں شمار ہونے لگے، لہٰذا میں اسماعیلی خوجہ نہیں ہوں، بلکہ میری رگوں میں جو خون ہے وہ راجپوت کا ہے، اس قول کے راوی صغیر احمد عباسی ''پرائیویٹ سیکرٹری آف نواب صاحب چھتاری'' ہیں (علامہ اقبال، قائد اعظم اور نظریۂ پاکستان، ص ۱۲، ۱۳، مطبوعہ: مکتبہ خدامُ القرآن، لاہور)

اقبال مرحوم'' کے جو جو عقائد وافکار اور نظریات تھے، ان سب سے اتفاق کرلیا گیا ہے۔

بہت سے اہلِ تشیّع واہلِ روافض بھی ''امام'' کا لفظ اسی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں، جس کی بناء پر تمام اہلِ تشیع اور اہلِ روافض عوام کی طرف اس طرح کے عقائد وافکار کی نسبت کرنا، درست نہیں۔

اس موقع پر ''سوانح قاسمی'' کی مندرجہ ذیل عبارت کو مکرر ملاحظہ کرلینا چاہئے۔

''حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ ان کے (یعنی شیعوں کے):

''جہلا فاسق ہیں'' (تذکرۃ الرشید، ج۲ص۲۸۶)

اور یہ بڑے پتے کی بات ہے کہ جاہل مسلمان، خواہ سنی ہو، یا شیعہ، مسلمان ہونے کی وجہ سے قرآن کو بہرحال، اللہ کی کتاب ہی مانتا ہے، اس غریب کو ان واہی تباہی قصوں سے کیا سروکار، جو شیعہ علماء کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں'' (سوانحِ قاسمی، ج۲ص۶۳، بعنوان ''اہلِ تشیع کے بارے میں اصلاحی اقدامات'' شائع شدہ: دارالعلوم دیوبند ''نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند'')

مزید تفصیل آگے اہلِ عرب کے حوالہ جات کے ضمن میں آتی ہے۔

''دارُالعلوم کراچی'' کا فتویٰ

''دارُالعلوم کراچی، پاکستان'' سے شیعوں کے سلسلے میں ایک تفصیلی فتویٰ جاری ہوا، جس میں مذکور ہے کہ:

احناف میں سبِّ شیخین کے کفر ہونے میں اختلاف ہے اور بقیہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق سبِّ شیخین کفر نہیں ہے، جیسا کہ اس کی صراحت بیان ہوچکی ہے، اور جس امر کے کفر ہونے میں اختلاف ہو، اس کی وجہ سے کافر قرار دینا صحیح

نہیں ہے۔

چنانچہ احناف کے نزدیک فتویٰ کی مشہور کتاب ''الدر المختار'' میں ہے:

''والذی تحرر أنه لا یفتی بکفر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة فعلی هذا أکثر ألفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر فیها ولقد ألزمت نفسی أن لا أفتی بشیء منها اهـ کلام البحر باختصار''

(الدر المختار، ج: ۴ ص: ۲۲۳، ۲۲۴)

ہندوستان کے محقق علماء واکابر نے بھی اسی احتیاط کو اپنایا ہے اور شیعوں کو علی الاطلاق کافر قرار نہیں دیا، بلکہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق شیعوں میں سے جو فرقہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے، اسے کافر قرار دیا، اور جو فرقہ ضروریاتِ دین کا منکر نہیں ہے، اسے کافر قرار نہیں دیا۔

چنانچہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے کفایت المفتی (ج ۱ ص ۲۷۶) میں، علامہ عبدالحئ لکھنوی نے فتاویٰ عبدالحئ (ج ۱ ص ۱۵ و ص ۹۲) میں، مفتی عزیز الرحمان صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند نے عزیز الفتاویٰ (ص ۳۳۰، ۳۹۸ وغیرہ) اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مکمل و مدلل (ج ۳، ۴ ص ۱۳۶) میں، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ (ج ۱ ص ۴۸۶ و ج ۲ ۲۲۷ وغیرہ) میں مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند نے امداد المفتین (ص ۱۴۰ و ۵۰۴ وغیرہ) میں، مفتی محمود صاحب گنگوہی نے فتاویٰ محمودیہ (ج ۱ ص ۴۱۲) میں اور مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری نے فتاویٰ رحیمیہ (ج ۳ ص ۱۳۵ وغیرہ) میں یہی تفصیل کی ہے کہ:

''روافض کے مختلف فرقوں میں سے جو فرقے ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا

انکار کرتے ہیں، مثلاً صحبتِ صدیق کا انکار کریں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر (زنا کی) تہمت رکھتے ہیں، یا قرآن مجید کو محرّف اور غیر معتبر کہتے ہیں، یہ لوگ قطعاً باجماعِ امت کافر ہیں۔

اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے، مگر خلفائے ثلاثہ پر تبرّا کرتے ہیں، ان کے کفر میں اختلاف ہے، مگر احتیاط اس میں ہے، جس کو شامی نے اختیار کیا ہے کہ تکفیر نہ کی جائے، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ فاسق ہیں (امداد المفتین ص ۱۴۰)

اکابر میں سے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے فتاویٰ عزیزی ص ۳۷۷ اور ص ۲۵۶ میں اور فتاویٰ رشیدیہ ۴۶۹ اور ۲۷۸ میں متضاد روایات منقول ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی طرف تکفیرِ روافض کی جو نسبت ہے، اس کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ [1]

اور دار العلوم دیوبند کی طرف جو نسبت کی جاتی ہے کہ وہاں سے روافض کی علی الاطلاق تکفیر جاری ہوئی ہے، اس کی تردید حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دار العلوم دیوبند کے اس خط سے ہو جاتی ہے، جو حضرت موصوف نے جناب مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی طرف اسی بارے میں لکھا تھا، حضرت نے لکھا کہ:

تکفیرِ شیعہ کے بارہ میں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، تمام جماعت کا مسلک یہی ہے کہ علی الاطلاق فرقۂ شیعہ کی تکفیر یہاں سے کبھی نہیں کی گئی، بلکہ صرف انہی شیعوں کی تکفیر کی گئی ہے، جو قطعیات اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔

میں نے آپ کے تحریر فرمانے پر دار الافتاء میں جا کر فتویٰ تلاش کیا، تو 19 صفر 48

[1] اور جس فتوے پر ان حضرات کے دستخط ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے، اس کی حقیقت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہما اللہ کے حوالہ سے پہلے گزر چکی، اور اسی فتوے میں آتی ہے۔ محمد رضوان خان۔

ہجری میں مولانا ریاض الدین صاحب کا فتویٰ رجسٹر میں درج نکلا، مگر اس میں پورے فرقہ کی تکفیر نہیں ہے، بلکہ منکرِ صحابیت صدیق اکبر، قاذفِ صدیقہ رضی اللہ عنہا قائلِ تحریف قرآن کی تکفیر کی گئی ہے، اس فتویٰ پر آپ کے اور تمام اساتذۂ دارالعلوم کے دستخط ہیں، لکھنؤ جاتے ہوئے میں نے قصد کیا کہ دارالمبلغین میں بھی تحقیق کروں، چنانچہ کی گئی، وہاں کوئی مخطوط فتویٰ تو نہیں ملا، مطبوعہ فتویٰ ملا، اس میں مولانا ریاض الدین صاحب کے دستخط سے بعینہٖ وہی عبارت مطبوعہ جو یہاں دارالافتاء میں 19 صفر 48 ہجری والے فتویٰ میں درج ہے، جس سے واضح ہے کہ یہاں کے اکابر نے جماعتی حیثیت سے فرقۂ شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، صرف منکرین ضروریاتِ دین کی تکفیر کی ہے (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص۱۲۰۱)

مذکورہ بالا تمام عبارات واقتباسات سے یہ ثابت ہوا کہ شیعوں کی علی الاطلاق تکفیر نہ کی جائے، بلکہ اس میں تفصیل کی جائے کہ جو فرقہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے، وہ کافر ہے، اور جو ضروریاتِ دین کا منکر نہیں ہے، وہ کافر نہیں ہے، البتہ فاسق اور سخت گناہگار ہے۔

تمام شیعوں سے نکاح کا سلسلہ قائم نہ کیا جائے، اور نہ ان سے بلاوجہ تعلق بڑھایا جائے، یہی متقدمین ومتاخرین کا فتویٰ ہے، اور اسی میں احتیاط ہے۔

اور نعرہ ’’کافر کافر شیعہ کافر‘‘ علی الاطلاق درست نہیں ہے، اور یہ نعرہ کہ ’’جو نہ مانے وہ بھی کافر‘‘ یہ کسی طرح درست نہیں ہے، اس نعرہ سے فقہاء، مجتہدین، محدثین اور اکابر کی تکفیر لازم آتی ہے۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيْهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا. متفق عليه.

وفی روایة عن ابی ذر : وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ . رواه البخاری وفی روایة عنه : وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ:عَدُوُّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ . متفق علیه (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو وہ قول ان دونوں میں سے کسی ایک طرف لوٹتا ہے، اور ایک موقع پر فرمایا کہ مسلمان کو کافر مت کہو، اگر وہ حقیقت میں کافر نہیں ہے، تو یہ قول کہنے والے کی طرف لوٹے گا، اور ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر، یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا، حالانکہ وہ دوسرا مسلمان اس طرح نہیں ہے تو وہ قول اس کہنے والے پر جاری ہوگا۔

اس لیے اس نعرہ سے پوری طرح بچنا چاہیے اور اگر پہلے کہا ہے، تو اس سے توبہ کرنا واجب ہے، کسی حقیقی کافر کو بھی خواہ مخواہ کافر کہنا اچھی بات نہیں ہے، چہ جائیکہ مسلمان کو کافر کہنا، فقہاء و مجتہدین کسی کو کافر کہنے سے بہت زیادہ احتراز کرتے تھے اور بہت ہی احتیاط سے اس بارے میں فتویٰ دیتے تھے۔

البتہ جو شخص کسی حقیقی مسلمان کو بلا دلیل کافر کہے، اور کہنے والا دینِ اسلام کو باطل نہ سمجھتا ہو، تو اس طرح کہنے سے وہ کافر نہیں ہوگا۔

قال النووی : أن مذهب الحق أنه لا يكفر المسلم بالمعاصی كالقتل والزنا، وقوله لأخيه: كافر من غير اعتقاد بطلان دين الإسلام (مرقاة المفاتيح ج ۹ ص ۱۳۷)

شیعوں میں سے جو فرقہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے اور ان کے بارے میں فقہاء و علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، تو ان سے جہاد کرنا جائز ہے، لیکن عام مسلمانوں کو

امیر یعنی حکومت کی اجازت کے بغیر کافر شیعوں سے جہاد و قتال کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے مرتدوں سے قتال کرے، ان کی شوکت کو ختم کرے اور ان کو دوبارہ مسلمان ہونے پر مجبور کرے اور مسلمان اس بارے میں حکومت کی مدد کریں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

محمد اشرف۔۱۴۱۲/۲/۲۷ہجری

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

رجسٹر نقلِ فتاویٰ، جلد اصفحہ۱۴، وصفحہ۳۳

تاریخ نقلِ فتاویٰ: ۱۲/۳/۱۴ھ

’’دارُالعلوم کراچی‘‘ کا دوسرا فتویٰ

’’دارُالعلوم کراچی‘‘ سے اہلِ تشیع کے سلسلے میں ایک سوال کا جواب، درجِ ذیل طریقے پر جاری ہوا:

محترم مفتی صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

موجودہ دور کے شیعوں کی تکفیر صحیح ہے، یا نہیں؟ جبکہ علمائے دیوبند کی ایک بڑی جماعت اس زمانہ میں ان کی تکفیر کررہی ہے اور دوسری طرف ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض علماء کی طرف سے ان کی تکفیر کے بارے میں سکوت کیا گیا ہے، پس آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنی علمی تحقیق کو علمی دلائل سے مزین کرکے عنایت فرمائیں۔

والسلام۔عبدالحفیظ (راولپنڈی)

الجواب حامداً و مصلیاً

علی الاطلاق تمام شیعوں کی تکفیر درست نہیں، کیونکہ عقیدے کے لحاظ سے شیعوں کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً: قرآنِ کریم میں تحریف کے قائل ہوں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہوں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود مانتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن یہ بات کہ تمام شیعہ یہ، یا اس قسم کے کافرانہ عقائد رکھتے ہیں، تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی۔

اور کئی شیعہ یہ کہتے ہیں کہ الکافی، یا اصولُ الکافی وغیرہ میں جتنی باتیں لکھی ہیں، ہم ان سب کو درست نہیں سمجھتے۔

دوسری طرف کسی کو کافر قرار دینا، چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لیے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے۔

اگر بالفرض کوئی تقیہ بھی کرے، تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عنداللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہری اقوال پر ہی دیا جائے گا۔

اس لیے چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے، اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں (ماخذہ فتاویٰ عثمانی: ۱/۷۴)

ذیل میں شیعوں سے متعلق اکابرِ دیو بند کے چند فتوے ذکر کیے جاتے ہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم دیو بند (۲۵۰/۷) میں ہے:

''فرقہ شیعہ تفضیلیہ جو کہ تبرا گو نہ ہو، وہ فرقہ کافر نہیں، اگر چہ اہلِ سنت والجماعت میں داخل نہیں ہے''۔

فیہ ایضاً (۲۷۲/۷):

''محققین فقہاء کی تحقیق یہ ہے کہ اگر شیعہ حضرت عائشہ صدیقہ کے افک کا قائل ہے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہے، یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی میں غلطی ہونے کا معتقد ہے، تو یہ جملہ امور موجبِ کفر وارتداد باتفاق ہیں، پس ایسے رافضی کے ساتھ سنیہ عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوتا''۔

کفایت المفتی (۲۸۹/۱، دارالاشاعت) میں ہے:

''شیعہ اگر حضرت علی کو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتا ہے، بس اس کے علاوہ اور کوئی بات اس میں شیعیت کی نہیں، تو یہ کافر نہیں ہے''۔

اگر بالفرض کوئی تقیہ بھی کرے، تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عنداللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہری اقوال پر ہی دیا جائے گا، اسی لیے چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔

اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیو بند کا رہا ہے۔

اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ ان کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے۔

مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت اور گمراہی میں ہے، اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین (نیز ملاحظہ فرمائیں: جواہر الفقہ ۱/۶۰)

مذکورہ فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ جمہور اکابر علمائے دیوبند علی الاطلاق شیعہ کی تکفیر کے قائل نہ تھے، لہٰذا علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر صحیح نہیں ہے۔

لما فی الشامیه :

وبهذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية فی علی، أو أن جبريل غلط فی الوحی، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر كما أوضحته فی كتابی تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام (۳ / ۴۶ ، سعيد)

ولما فيها ايضا:

أقول: نعم نقل فی البزازية عن الخلاصة أن الرافضی إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر، وإن كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع .اهـ.وهذا لا يستلزم عدم قبول التوبة .على أن الحكم عليه بالكفر مشكل، لما فی الاختيار اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون

كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر في فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة ......فعلم أن ما ذكره في الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت......وقد ألزمت نفسي أن لا أفتي بشيء من ألفاظ التكفير المذكورة في كتب الفتاوى، نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة – رضي الله تعالى عنها – أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، ولكن لو تاب تقبل توبته (۲۳۷/۴)

لما في الهندية:

الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله، فهو كافر، وإن كان يفضل عليا كرم اللّٰه تعالى وجهه على أبي بكر – رضي الله تعالى عنه – لا يكون كافرا إلا أنه مبتدع. الخ (۲۶۴/۲)

ولما في البحر الرائق:

والرافضي إن فضل عليا على غيره فهو مبتدع، وإن أنكر خلافة الصديق فهو كافر ومن أنكر الإسراء من مكة إلى بيت المقدس فهو كافر ومن أنكر المعراج من بيت المقدس فليس بكافر (۶۵۹/۱ . دار احياء التراث العربي)

ولما في فتح القدير:

وفی الروافض أن من فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع، وإن أنکر خلافة الصدیق أو عمر – رضی اللہ عنہما – فھو کافر (ج ۱/ ۳۰۴، رشیدیة)

ولما فی مجمع الانھر:

والرافضی إن فضل علیا فھو مبتدع، وإن أنکر خلافة الصدیق فھو کافر (۱/ ۱۶۳، دار الکتب العلمیة) واللّٰہ سبحانہٗ و تعالیٰ أعلم.

محمد عارف عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱/۹/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
محمد رفیع عثمانی عفی عنہ
۶/۹/۱۴۲۹ھ
(مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۷/۹/۱۴۲۹ھ
(مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفر اللہ عنہ
۳/۹/۱۴۲۹ھ
(نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

الجواب صحیح
محمد عبدالمنان عفی عنہ
۸/۹/۱۴۲۹ھ
(نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
۸ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضّل علی عفی عنہ
۸/۹/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ
۱۴۲۹/۹/۹ھ

سید حسین احمد عفی عنہ
۱۴۲۹/۹/۸ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبدالرؤف سکھروی

نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی۔۱۴۲۹/۹/۸ھ

دارالافتاء: جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر: ۷۰/۱۰/۱۱

مؤرخہ: ۱۴۲۹/۹/۱۲ھ

دارُالعلوم دیوبند کا فتویٰ

دارُالعلوم دیوبند ہندوستان سے ’’اہلِ تشیع‘‘ کے متعلق حال ہی میں ایک فتویٰ جاری ہوا، جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:...... کیا سب شیعہ کافر ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......(Fatwa ID 5/ 1431-539=675)

سب شیعہ کافر نہیں، بلکہ ان کے کافر ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے تین صورتیں ہیں، اور ہر صورت کا حکم جداگانہ ہے۔

اوّل یہ کہ ان میں سے کسی شخص، یا فرقہ کے متعلق یقینی طور پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے، اگرچہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہو، اور صاف انکار کرنے سے تبری بھی کرتا ہو، مثلاً قرآن مجید کے محرف و نا قابلِ اعتبار ہونے پر، اگر کسی شخص کی ایسی عبارت ہے کہ اس سے یقینی طور پر

یہی مفہوم نکلتا ہے (جو پیچھے ذکر کیا گیا، یعنی یقینی طور پر ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کے منکر ہونے کا ثبوت) پھر اس کے باوجود، اپنی عبارت کو غلط مان کر اس سے رجوع ظاہر نہیں کرتا، مگر عقیدۂ تحریفِ قرآن سے تبری کرتا ہے۔

تو اس تبری کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ وہ باتفاق وباجماع کافر ومرتد ہے، اس کے ساتھ کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں، نہ اس سے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے، اور نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، اور نہ ہی اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

كما في رد المحتار :نعم لا شك في تكفير مَن قذف السيدة عائشة أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن (شامي مع الدر، كتاب الجهاد باب المرتد مطلب مهم في حكم سبّ الشيخين: ٦/٣٣٨، زكريا)

دوم صورت یہ ہے کہ کسی شخص، یا فرقہ کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر نہیں ہے، مگر جمہورامت کے خلاف حضرت علی کو افضلُ الصحابہ اور خلیفۂ اول سمجھتا ہے۔

تو ایسا شخص، یا فرقہ فاسق وگمراہ ہے، مگر کافر ومرتد نہیں، اس کے ساتھ وہ اسلامی معاملات جائز ہیں، جو کسی فاسق وگمراہ کے ساتھ کیے جاسکتے ہیں، مثلاً ذبیحہ اس کا حلال ہے، اس کے جنازہ پر نماز جائز ہے، لیکن نکاح کے معاملہ میں اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے، کیوں کہ فاسق کی معاشرت کے اثرات ونتائج خطرناک ہوتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ یقینی طور پر کسی امر کا ثبوت نہ ملے، یعنی نہ اس کا یقین ہے کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے، اور نہ اس کا کہ منکر نہیں ہے، بلکہ ایک مشتبہ حالت ہے، اور اشتباہ اس وجہ سے ہے کہ اس فرقے کے عقائد واقوال ہی مشتبہ ہیں، یا اس وجہ سے کہ اس شخص کے متعلق یہ یقین نہیں کہ اس کا

تعلق باعتبارِ مذہب وعقائد کس فرقہ سے ہے۔

ایسے لوگوں کے متعلق شرعی فیصلہ بھی دشوار ہے، اس میں احوط واسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم لگایا جائے، اور نہ اسلام کا۔

اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، اور حکمِ ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی نہ اس سے عقدِ مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، اگر تحقیق کی قدرت ہو، اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو، تو سکوت کریں گے، اور اس (کے کفر) کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

سوال وجواب نمبر: 21676

تاریخ اشاعت: 01 ستمبر 2020ء

(بعنوان: کیا سب شیعہ کافر ہیں؟)

(https://darulifta-deoband.com/ur/fatwa/MjE2NzY=)

مذکورہ فتوے میں علی الاطلاق تمام ''اہلِ تشیع'' یا ان کے کسی مخصوص فرقہ کی تکفیر کے بجائے، کفریہ عقائد کے حامل شیعہ کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

اور جس شخص، یا فرقہ کے عقائد مشتبہ ہوں، خواہ اشتباہ کی وجہ کوئی بھی ہو، اس سے نکاح وذبیحہ وغیرہ کے معاملات میں احتیاط کا حکم لگایا گیا ہے، اور اس کے کفر کے معاملہ کو اللہ کے حوالہ کیا گیا ہے۔

یہ فتویٰ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبان رحمہما اللہ کی مفصل تحقیق کے مطابق ہے، جس کو مکمل ومفصل انداز میں پہلے نقل کیا جاچکا ہے۔

دارُالعلوم دیوبند کا دوسرا فتویٰ

دارُالعلوم دیوبند ہندوستان سے ''اہلِ تشیع'' کے متعلق ایک اور فتویٰ جاری ہوا، جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:...... کیا شیعہ اس کائنات کے بدترین کافر ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......(Fatwa ID:189=ل/189ل)

شیعوں میں تمام شیعہ کافر نہیں، بلکہ وہی شیعہ کافر ہیں، جو غلطِ وحی، یا الوہیتِ علی، یا افکِ صدیقہ کے قائل ہیں، یا قرآن مجید میں کمی، بیشی کا اعتقاد رکھتے ہیں، یا صحبتِ صدیق کے منکر ہیں۔

و بهذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية فی علی أو أن جبريل غلط فی الوحی أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة (شامی:4/135 ، ط زکریا دیوبند)

لیکن جو شیعہ حضرت علی کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتے ہوں، بس اس کے علاوہ کوئی اور بات شیعیت کی نہیں، تو یہ کافر نہیں ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند۔

سوال وجواب نمبر:418

تاریخِ اشاعت:01/ستمبر/2020ء

(https://darulifta-deoband.com/home/ur/deviant-sects/418)

مذکورہ فتویٰ میں بھی تمام ''اہلِ تشیع'' یا ان کے کسی مخصوص فرقہ پر کفر کا حکم لگانے کے بجائے،

اس اصولی موقف کو اختیار کیا گیا ہے، جو جمہور متقدمین ومتاخرین کے مطابق ہے۔

اور غیر مجتہدین کا قول، اصل مجتہدین کے پایہ کا شمار نہیں ہوتا، خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

دارُالعلوم دیوبند کا تیسرا فتویٰ

دارُالعلوم دیوبند ہندوستان سے ''اہلِ تشیع'' کے متعلق ایک اور فتویٰ جاری ہوا، جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:...... حضرت میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ جو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ کو گالی دے اور اپنی کتابوں میں ان کو برا بھلا لکھے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......(Fatwa ID:م/168=168)

صحابہ کرام کو گالی دینے والا، اور ان کو بُرا بھلا لکھنے والا، فسق وگناہ کا مرتکب، اور راہِ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند ۔

سوال وجواب نمبر:107020

تاریخِ اشاعت:01/ستمبر/2020ء

(https://darulifta-deoband.com/home/ur/deviant-sects/10702)

مذکورہ فتویٰ میں جمہور مجتہدین کے اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے، جس کا پہلے باحوالہ اور مفصل ذکر گزر چکا ہے، اور یہ بھی گزر چکا کہ صحابۂ کرام پر محض سبّ وشتم کرنا، جبکہ ضروریاتِ دین کے انکار کو متضمن نہ ہو، سخت گناہ ضرور ہے، لیکن کفر نہیں، اور تکفیر کا قول بعض غیر مجتہد متاخرین کا ہے، جو کہ راجح نہیں۔

دارُالعلوم دیو بند کا چوتھا فتویٰ

سوال:...... کیا شیعہ کافر ہیں، یا مشرک؟ اگر کافر ہیں، تو کیوں کافر ہیں اور اگر مشرک ہیں، تو کیوں مشرک ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......(Fatwa ID:م/586=586)

جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہیں، مثلاً قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہیں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں، وغیرہا۔

ایسے کفریہ عقائد رکھنے والے شیعہ کافر ہیں۔

شامی وغیرہ میں ان کے کفر کی صراحت موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیو بند

سوال وجواب نمبر 6333۔

تاریخِ اشاعت: 01/ستمبر/2020ء

(https://darulifta-deoband.com/home/ur/deviant-sects/6333)

مذکورہ فتویٰ علامہ شامی کی نقل کردہ تحقیق کے مطابق ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ علامہ شامی نے خود، اس مسئلہ میں اپنی طرف سے قول نہیں کیا، بلکہ انہوں نے مجتہدین متقدمین کی تصریحات سے اس مسئلہ کو اخذ کیا ہے، لہٰذا علامہ شامی کے نقل کردہ قول کو مرجوح، یا تساہل پر مبنی قرار دینا راجح نہیں۔

مذکورہ فتویٰ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے قبل درمیان میں بعض حضرات نے ایک فتویٰ میں علی الاطلاق اہلِ تشیع، یا ان کے مخصوص فرقہ کی تکفیر کی تھی، وہ موقف بعد تک جاری نہ رہا، اور

اصل موقف وہی برقرار رہا، جو پہلے سے جمہور متقدمین کا چلا آ رہا تھا۔

’’جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن‘‘ کا فتویٰ

’’جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان سے اہلِ تشیع کے سلسلے میں مؤرخہ 13 مئی 2020ء کو ایک فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... شیعہ کافر کیوں ہیں؟ شیعہ کو کافر کہنا صحیح ہے؟

جواب: ...... جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآنِ کریم میں تحریف کے قائل ہوں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل ہوں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، ایسے شیعہ کو ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے۔

اگر کسی شیعہ کے مذکورہ عقائد نہ ہوں (اور وہ ان سے برائت کرتا ہو) تو وہ کافر نہیں، اس لیے علی الاطلاق ہر شیعہ کو (خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں) کافر قرار دینے میں جمہور علمائے اُمت نے احتیاط کی ہے۔

لیکن جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، وہ بھی اہلِ سنت والجماعت کے خلاف عقائد ونظریات اختیار کرنے کی وجہ سے بلاشبہ سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے، آمین۔

فقط

واللہ اعلم

ماخذ: دارالافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر: 143901200024

تاریخ اجراء: 28/ اگست/ 2017ء

(بعنوان ''شیعہ کافر کیوں ہیں'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2017-09-28)

مذکورہ فتوے میں تمام شیعوں کو کافر قرار نہیں دیا گیا، صرف کفریہ عقائد رکھنے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے، اور جس کے عقائد کفریہ نہ ہوں، اور وہ کفریہ عقائد سے برائت کرے، تو اس کو کافر قرار دینے سے منع کیا گیا ہے، اور اس برائت میں ''تقیہ'' وغیرہ کے مانع ہونے کو موثر قرار نہیں دیا گیا، جس کی وجہ وہی ہے، جو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتوے میں گزری ، اور آگے بھی مدلل انداز میں اس کا ذکر آتا ہے۔

''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن'' کا دوسرا فتویٰ

''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان سے مؤرخہ 28 جولائی 2018ء کو ''اہلِ تشیع'' کے سلسلے میں ایک اور فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... مسلکِ شیعہ کے بہت سارے فرقے ہیں، ان میں سے ایک فرقہ کو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں صفحہ 53 پر صحیح کہا ہے، لیکن جس طبقہ کو شاہ صاحب نے صحیح کہا ہے، وہ موجودہ دور میں نہیں ہے، شاید۔

تو سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ جتنے بھی شیعہ ہیں، ان پر علی اطلاق کفر کا فتوی ہے، یا نہیں، جس طرح قادیانیوں پر علی الاطلاق کفر کا فتوی ہے؟

جواب:...... شیعہ حضرات پر علی الاطلاق کفر کا فتوی نہیں ہے۔

فقط۔ واللہ اعلم

دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر: 143909200239

تاریخ اجراء: 28/ جولائی/ 2018ء

(بعنوان ''موجودہ دور کے تمام شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2018-05-26)

مذکورہ فتوے میں بھی نہ تو علی الاطلاق، تمام شیعوں کی تکفیر کی گئی، اور نہ ہی شیعوں کے کسی مخصوص فرقہ کی تکفیر کی گئی، بلکہ اس کا دار و مدار عقائد کے کفریہ ہونے، نہ ہونے پر رکھا گیا ہے، اور جواب میں صاف فرمادیا گیا کہ:

شیعہ حضرات پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں ہے۔

اس سے زیادہ صراحت اور کیا ہوسکتی ہے۔ پھر علی الاطلاق موجودہ دور کے تمام اہلِ تشیع پر کفر کا فتویٰ لگانے کا کیا مطلب؟

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن'' کا تیسرا فتویٰ

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان سے مؤرخہ 28 جولائی 2018ء کو'' اہلِ تشیع'' اور ان سے تعلقات کے سلسلے میں ایک اور فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... ایک شخص شیعہ کے عقائد ونظریات سے خوب واقف بھی ہو، اور پھر بھی ان کو مسلمان کہے، اور مسلمان مانے، تو ایسے شخص کے ساتھ تعلقات رکھنا کیسا ہے؟ اور قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:...... اہلِ تشیع میں سے اگر کسی کا عقیدہ کفریہ ہو (مثلاً: تحریفِ قرآنِ کریم کا قائل ہونا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود، یا نبی ماننا، امامت کو نبوت سے افضل ماننا، اپنے ائمہ کے لیے علمِ غیب کلی ثابت کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا وغیرہ) تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اور اگر کسی شیعہ کا عقیدہ کفر تک نہ پہنچتا ہو، تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا، البتہ گمراہ اور اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہوگا۔

اب جو شخص شیعہ کو مسلمان مانے، تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(1)......وہ مطلقاً تمام شیعہ کو مسلمان کہتا ہے۔

(2)......کفریہ عقائد جاننے کے باوجود انہیں مسلمان کہتا ہے۔

تو ان دونوں صورتوں میں مذکورہ شخص غلطی پر ہے، اور گمراہ ہے، اس پر توبہ لازم ہے۔

لیکن جب تک خود ان عقائد کو غلط سمجھے، اسے کافر کہنا درست نہیں ہے، اس سے ایسے تعلقات بالکل نہ رکھے جائیں کہ وہ اپنا نظریہ اور فکر دوسروں میں پھیلا سکے۔

اور اگر وہ ان عقائد ہی کو صحیح سمجھنے لگے، تو اس صورت میں یہ شخص بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

(3)......اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہر شیعہ کافر نہیں ہے، بلکہ جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو، وہ کافر ہوگا، اور جس کے عقائد کفر کی حد تک نہ پہنچتے ہوں، وہ شیعہ کافر نہیں ہے، البتہ اہلِ سنت سے خارج اور گمراہ ہے، تو اس شخص کا موقف درست ہے، ایسے شخص سے تعلقات قطع نہ کیے جائیں۔

لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰہ عنها او انکر صحبة الصدیق أو اعتقد الالوهیة فی علی أو أن جبرئیل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن(ردالمحتار، باب المرتد،مطلب مهم :فی حکم سب الشیخین، ۴/۲۳۷)

فقط۔ واللہ اعلم

دارالافتاء: جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر:143909201565

تاریخ اجراء:28/ جولائی/2018ء

(بعنوان"شیعہ کو مسلمان سمجھنا")

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2018-07-28)

مذکورہ فتوے میں تیسرے موقف کے حامل شخص کو درست قرار دیا گیا ہے، لیکن آج کل بعض متشددین کا طبقہ اس موقف کو درست ماننے کے لیے تیار نہیں اور وہ تمام اہلِ تشیع کو کافر قرار دینے پر اصرار کرتا ہے، یہاں تک کہ "جو نہ مانے" اسے بھی کافر قرار دینے کا فتویٰ صادر کرتا ہے، اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جو اہلِ تشیع خود کفریہ عقیدہ نہیں رکھتے، لیکن وہ کفریہ عقیدہ رکھنے والے اہلِ تشیع کی تکفیر نہیں کرتے، وہ بھی کافر ہیں، جبکہ مذکورہ بالا فتوے میں تصریح ہے کہ:

"جب تک خود اِن عقائد کو غلط سمجھے، اسے کافر کہنا درست نہیں ہے"

ہم اس موقف سے اتفاق کرتے ہیں، جس کی وجہ وہی ہے، جو ہم نے دوسرے مقام پر باحوالہ ذکر کی، کہ اس سے "التزامِ کفر" کا ثبوت نہیں ہوتا، اور "کفرِ استلزامی" پر صریح کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔

"جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن" کا چوتھا فتویٰ

"جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان" سے 22 ستمبر 2018ء کو "اہلِ تشیع" کے سلسلے میں ایک اور فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... شیعہ لوگوں کا کلمہ ہم سے مختلف ہے، کیا یہ کافر نہیں؟

جواب:...... شیعہ لوگوں کو محض شیعہ ہونے کی بنا پر کافر کہنا محلِ نظر ہے، البتہ شیعہ حضرات میں سے جن لوگوں نے کلمۂ اسلام، شعائرِ اسلام، ارکانِ اسلام اور اساسِ اسلام تک اپنی دینی شناخت از خود عام مسلمانوں سے جدا کر رکھی ہے، یا

قرآنِ کریم کو عام مسلمانوں کے برعکس غیر محفوظ اور محرف کتاب کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے ''بدأ'' کا عقیدہ رکھتے ہیں، وحیِ الٰہی میں بایں معنیٰ غلطی کے صدور کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بجائے غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی پہنچادی، نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت کے قرآنی حکم کے برعکس عقیدہ اپنا رکھا ہے، نیز جو لوگ شیعت کے لبادے میں الوھیتِ علی رضی اللہ عنہ کا شرکیہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور مخصوص عقیدۂ امامت کی آڑ میں نبوت کے ثبوت اور ختمِ نبوت کے انکار کی فکر کے حامل ہیں، ان کا دینِ اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے، ایسے لوگوں کو ہر حال میں اسلام میں داخل ماننے کا اصرار کرنا بھی درست نہیں ہے، کیوں کہ ایسے لوگ خود بھی اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ رہنا اور چلنا نہیں چاہتے۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار: ۳/۴۶):

وبهذا ظهر أن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية فى على، أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر؛ لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أو يسب الصحابة؛ فإنه مبتدع لا كافر، كما أوضحته فى كتابى تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام شاتم خير الأنام أو أحد الصحابة الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام.

الغنية لطالبى طريق الحق (غنية الطالبين: ۱/۱۷۹):

والذى اتفقت عليه طوائف الرافضة وفرقها، إثبات الإمامة عقلًا وأن الإمامة نص، وأن الأئمة معصومون من الآفات من الغلط والسهو والخطأ.

ومن ذلك إنكارهم إمامة المفضول والاختيار الذى قدمناه فى ذكر الأئمة .ومن ذلك تفضيلهم عليًا -رضى الله عنه -على جميع الصحابة وتنصيصهم على إمامته بعد النبى صلى الله عليه وسلم، وتبرؤهم من أبى بكر وعمر -رضى الله عنهما -وغيرهما من الصحابة إلا نفرًا منهم سوى ما حكى عن الزيدية، فإنهم خالفوهم فى ذلك .ومن ذلك أيضًا ادعاؤهم أن الأمة ارتدت بتركهم إمامة على -رضى الله عنه -إلا ستة نفر. وهم على وعمار والمقداد بن الأسود وسلمان الفارسى ورجلان آخران .ومن ذلك قولهم :إن للإمام أن يقول لست بإمام فى حال التقية .وأن الله تعالى لا يعلم ما يكون قبل أن يكون، وإن الأموات يرجعون إلى الدنيا قبل يوم الحساب .إلا الغالية منهم، فإنها

زعمت بأن لا حساب ولا حشر .ومن ذلک قولهم :أن الإمام يعلم كل شيء ما كان وما يكون من أمر الدنيا والدين حتى عدد الحصى وقطر الأمطار وورق الشجر، وأن الأئمة تظهر على أيديهم المعجزات كالأنبياء عليهم السلام، وقال الأكثرون منهم :إن من حارب عليًا -رضى الله عنه -فهو كافر بالله عز وجل، وأشياء ذكروها غير ذلک .وأما الذى انفردت به كل فرقة :فمنهم الغالية :وقد ادعت أن عليًا -رضى الله عنه -أفضل من الأنبياء صلوات الله عليهم أجمعين .وادعت أنه ليس بمدفون فى التراب كبقية الصحابة -رضى الله عنهم-، بل هو فى السحاب يقاتل أعداء ه تعالى من فوق السحاب، وأنه كرم الله وجهه يرجع فى آخر الزمان يقتل مبغضيه وأعداء ه، وأن عليًا وسائر الأئمة لم يموتوا، بل هم باقون إلى أن تقوم الساعة، ولا يجوز عليهم الموت .وادعت أيضًا أن عليًا -رضى الله عنه -نبى وأن جبريل عليه السلام غلط فى نزول الوحى عليه .وادعت أيضًا أن عليًا كان إلهًا -عليهم لعنة الله وملائكته وسائر خلقه إلى يوم الدين، وقلع آثارهم وأباد خضراء هم، ولا جعل منهم فى الأرض ديارًا؛ لأنهم بالغوا فى غلوهم ومردوا على الكفر، وتركوا الإسلام وفارقوا الإيمان، وجحدوا الإله والرسل والتنزيل، فنعوذ بالله ممن ذهب إلى هذه المقالة.

فقط۔ واللہ اعلم

دارالافتاء: جامعہ علومِ اسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر: 144001200210

تاریخِ اجراء: 22/ستمبر/2018ء

(بعنوان ''شیعہ کافر ہے یا نہیں؟'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2018-09-22)

مذکورہ فتوے میں بھی تمام ''اہلِ تشیع'' کے محض ''شیعہ'' ہونے کی بناء پر کافر کہنے کو محلِ نظر قرار دیا گیا ہے۔

لہٰذا جو حضرات، تمام اہلِ تشیع کو محض شیعہ ہونے کی بناء پر کافر کہتے ہیں، ان کو اپنے قول پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن'' کا پانچواں فتویٰ

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان سے 25 نومبر 2018ء کو ''اہلِ

تشیع"، کے سلسلے میں ایک اور فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال: ......میری بہن اہلِ تشیع سے شادی کرنا چاہتی ہے، ہماری بہت کوشش کے باوجود وہ ہمارے قابو میں نہیں ہے، کیا نکاح ممکن ہے؟

جواب: ......اگر کوئی شیعہ قرآنِ مجید میں تحریف، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے، یا جبریلِ امین سے وحی پہنچانے میں غلطی کا عقیدہ رکھتا ہو، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہو، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو، یا بارہ اماموں کی امامت من جانب اللہ، مان کر ان کو معصوم مانتا ہو، یا یہ تسلیم کرتا ہو کہ ان کے پاس حلال وحرام کا اختیار ہے، تو اس طرح کے عقائد رکھنے والا فرد مسلمان نہیں ہے، اور کسی سنی لڑکی کا اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔

البتہ اگر شیعہ لڑکا اپنے باطل کفریہ عقائد سے صدق دل سے توبہ کر کے مکمل برائت کا اظہار کرے، اور اپنے عقیدہ کے مطابق تقیہ سے کام نہ لے، اور صحیح اسلامی عقائد کا دل وجان سے اقرار کرلے، تو اس سے نکاح جائز ہوگا۔

نیز اگر کسی شیعہ کے مذکورہ عقائد نہ ہوں، اور ان کے علاوہ کوئی اور کفریہ عقیدہ بھی نہ ہو، تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا۔

آپ کی بہن کو چاہیے کہ زندگی کے اس اہم موڑ پر اپنی خواہشات کے ہاتھوں اپنے ایمان کو خطرے میں نہ ڈالے، والدین کی مشاورت سے کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان سے نکاح کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتے کے انتخاب میں دین داری کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔

آپ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کریں، اور بہن کو شرعی مسئلہ بھی بتائیں، اور اس کے لیے دعاء بھی کریں، اللہ تعالیٰ بہتر رشتہ عطا فرمائیں گے۔

فقط

واللہ اعلم

ماخذ: دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر:144003200239

تاریخ اجراء:25/نومبر/2018ء

(بعنوان''اہلِ تشیع سے نکاح'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2018-11-25)

مذکورہ فتوے میں بھی تمام''اہلِ تشیع'' پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا، اور وہی تفصیل و تقسیم بیان کی گئی، جس کا ذکر پیچھے مختلف عبارات وفتاویٰ جات میں گزرتا رہا ہے۔

اور تقیہ پر کلام دوسرے مقامات پر سیر حاصل انداز میں کردیا گیا ہے۔

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن'' کا چھٹا فتویٰ

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان سے مؤرخہ 19 مئی 2020ء کو'' اہلِ تشیع'' کے سلسلے میں ایک اور فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... مجھ سے ایک دوست نے سوال کیا ہے کہ میرا ایک دوست ہے، وہ ایک شیعہ لڑکی سے پیار کرتا ہے، اور اس کے ساتھ شادی بھی کرنا چاہتا ہے، لڑکے کا تعلق اہلِ سنت والجماعت دیوبند سے ہے، کیا شیعہ لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: ......اگر کوئی شیعہ قرآنِ مجید میں تحریف، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے، یا جبریلِ امین سے وحی پہنچانے میں غلطی کا عقیدہ رکھتا ہو، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہو، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو، یا اس کے علاوہ کوئی کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، تو ایسا شیعہ اسلام

کے بنیادی عقائد کی مخالفت کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا، اور ایسے شیعہ کے ساتھ مسلمان کا نکاح جائز نہیں ہوگا، خواہ وہ شیعہ لڑکی ہو اور مسلمان لڑکا اس سے نکاح کرے۔

لہٰذا اگر مذکورہ لڑکی درجِ بالا عقائد رکھتی ہے، تو سنی لڑکے کے لیے اس سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

البتہ اگر وہ لڑکی اپنے عقائد سے صدقِ دل سے توبہ کرے (اس سلسلے میں تقیہ نہ کرے) اور مذکورہ عقائد سے برائت کرے، تو سنی لڑکے کا نکاح اس سے جائز ہوگا۔

اور اگر وہ لڑکی مذکورہ بالا عقائد، یا دیگر کفریہ عقائد میں سے کوئی عقیدہ نہیں رکھتی، تو اس سے سنی کا نکاح جائز ہوگا، تاہم وہ اہلِ تشیع کی مجالس میں شرکت کرتی ہو، یا آپ کے دوست کے لیے نکاح کے بعد اس ماحول میں رنگ جانے کا امکان ہو، تو ایسی جگہ نکاح نہیں کرنا چاہیے، نیز نکاح کے مقاصد میں سے دونوں خاندانوں کی ہم آہنگی و موافقت بھی ہے، ایسے رشتوں میں خاندانی تعلقات استوار رکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، اس لیے اگر وہ لڑکی اہلِ تشیع کے باطل عقائد سے مکمل برائت کرے، اور ان کی مجالس میں نہ خود شریک ہو، اور نہ ہی آپ کے دوست کو شرکت پر آمادہ کرے، تو وہ نکاح کرلے، ورنہ کسی دین دار سنی گھرانے میں نکاح کرلے۔

وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة أبي بكر الصديق أو يقذف عائشة الصديقة فهو كافر؛ لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة (ردالمحتار: ۳/ ۴۶ سعید)

فقط واللہ أعلم

ماخذ: دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر:144109202121 تاریخ اجراء:13/مئی/2020ء

(بعنوان''شیعہ لڑکی سے نکاح کا حکم'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/13-05-2020)

مذکورہ فتوے میں بھی اہلِ تشیع کے کفر کا دارومدار، کفریہ عقائد ہونے، نہ ہونے پر رکھا گیا ہے، اورعلی الاطلاق، تمام اہلِ تشیع کو کافر قرار نہیں دیا گیا۔

اور یہ فتویٰ پاکستان کے موجودہ زمانے کے''اہلِ تشیع'' سے متعلق ہے۔

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن'' کا ساتواں فتویٰ

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان سے مؤرخہ 24 جولائی 2020ء کو'' اہلِ تشیع'' کے سلسلے میں ایک اورفتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... ایک ایسے شخص جس کے عقائد معلوم نہ ہوں کہ وہ تحریفِ قرآن، تہمتِ عائشہؓ اور صحابہ کرام پر سب وشتم ودیگر گمراہ کن عقائد کا قائل ہے، یا نہیں۔ لیکن وہ عبادات ودیگر معاملات میں مذہبِ شیعہ پر ہی عمل کرتا ہے۔

کیا ایسے شخص پر کافر کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ نیز کیا ایسے شخص کا ذبیحہ حلال ہے؟

جواب: ......صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شخص کے عقائد متعینہ طور پر معلوم نہیں، تو اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، البتہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح وغیرہ معاملات نہ کیے جائیں اور نہ ہی اس کا ذبیحہ استعمال کیا جائے۔

سنن الترمذی ت شاکر (4/668) شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر:

"عن أبی الحوراء السعدی، قال :قلت للحسن بن علی :ما حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال :حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :دع ما یریبک إلی ما

لایریبک ." فقط

واللہ أعلم

ماخذ: دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر: 144112200219

تاریخ اجراء: 24 جولائی 2020ء

(بعنوان ''جس شیعہ کے عقائد واضح نہ ہوں اس کا حکم'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/jis-shia-kay-aqaid-wazeh-na-hon-us-ka-hukum-144112200219/24-07-2020)

مذکورہ فتوے میں عبادات ودیگر معاملات کو ''مذہبِ شیعہ'' کے مطابق، انجام دینے والے شخص پر، جب تک اس کے عقائد متعین طور پر معلوم نہ ہوں، کفر کا حکم لگانے کی نفی کی گئی ہے، البتہ احتیاطاً نکاح وذبیحہ جیسے معاملات میں اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

''اشرفُ الفتاویٰ'' کا حوالہ

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شعبہ'' معہد امُّ القریٰ'' کے جاری شدہ فتاویٰ کے مجموعہ''اشرفُ الفتاویٰ'' میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں، وہ سب اپنے آپ کوشیعہ اور اثنا عشری کہتے ہیں، اور اہلِ سنت سب کو رافضی کہتے ہیں، یہ تمام فرقے علی الاطلاق کافر نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے جولوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدائی کے قائل ہوں، یا قرآن کریم کو تحریف شدہ مانتے ہوں، یا امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہوں، یا اس قسم کے کسی اور کافرانہ عقیدے کے معتقد ہوں، تو وہ کافر ہیں، اوران سے نکاح نہیں ہوتا، اور جولوگ اس قسم کے کفریہ عقائد نہ رکھتے ہوں، وہ کافر تو نہیں ہیں، مگر اس کا نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی سے کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ وہ سنی لڑکی کا کفو نہیں ہے۔

وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي، أو أن جبريل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة(شامية ، ٤٦/٣)

وفي البحرالرائق، كتاب السير، باب احكام المرتدى: ويكفر من اراد بغض النبي صلى الله عليه وسلم...... وبعد اسطر...... بقذفه عائشة رضي الله عنها، من نسائه صلى الله عليه وسلم فقط، وبانكاره صحبة ابي بكر رضي الله عنه(١١/٣)

واللہ اعلم (محمد شعیب سروری عفی عنہ)

(اشرفُ الفتاویٰ، ج١ص٢٠٨، کتاب النکاح، بعنوان ”شیعہ سنی کے نکاح کا حکم“ ناشر: معہد امُّ القریٰ، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

مذکورہ فتوے میں بھی جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کے محتاط اور مضبوط موقف کی پیروی کی گئی ہے، اور تمام شیعوں یا تمام ”اثنا عشریوں“ کو علی الاطلاق کافر قرار دینے کے بجائے، ان کے عقائد کے متعلق تفصیل وتقسیم بیان کی گئی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا حوالہ

بریلوی مکتبۂ فکر سے وابستہ، محقق عالمِ دین علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے ”شرح صحیح مسلم“ میں روافض کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، جس کے بعد اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”روافض اور شیعہ کی تکفیر کے سلسلے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید میں تحریف کا قول کریں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کریں، یا حضرت ابو بکر کی صحابیت کا انکار کریں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل ہوں، یا ان کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں، یا یہ کہیں کہ وحی لانے میں حضرت

جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوئی، وحی حضرت علی پر لانی تھی، وہ غلطی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے، یا جو کسی امتی کو معصوم کہیں اور اس کو نبی پر فضیلت دیں، یا جو کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین، یا چار کے سوا باقی صحابہ (العیاذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے، ان میں سے ہر ایک قول کرنے والے کا کفر قطعی اور یقینی ہے۔

اور جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو سبّ کرے (یعنی لعنت کرے اور بُرا کہے) یا ان کی خلافت کا انکار کرے، اس کا کفر فقہی ہے، کیونکہ شوافع اور حنابلہ ان کی تکفیر نہیں کرتے اور فقہائے احناف میں سے بھی ملا علی قاری اور علامہ شامی ان کی تکفیر نہیں کرتے، اور علامہ ابنِ ہمام کو بھی اس میں تامل ہے۔

اور جو لوگ صرف حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دیتے ہیں، وہ اہلِ بدعت ہیں، لیکن ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی'' (شرح صحیح مسلم، ج۶، ص۱۲۳۵، کتاب فضائل الصحابۃ، باب نمبر ۸۹۰، فرید بک سٹال، لاہور، تاریخِ طبع ۲۰۰۲ء)

علامہ موصوف نے بھی تمام اہلِ تشیع، یا ان کے کسی خاص فرقہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کے عقائد وافکار پر مدار رکھا۔

جہاں تک کفرِ فقہی کی بات کا تعلق ہے تو ہم باحوالہ یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ ملا علی قاری اور علامہ شامی کا یہ قول جمہور فقہائے کرام کے موافق، بلکہ مجتہدینِ حنفیہ کے بھی زیادہ مطابق ہے، اور نصوص سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس لیے یہ صرف ملا علی قاری اور علامہ شامی کا قول نہیں ہے، انہوں نے اس قول کی تائید میں کئی فقہی حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں، نیز جس مسئلہ میں تکفیر اور عدمِ تکفیر کے باب میں اختلاف ہو، وہاں عدمِ تکفیر کو ترجیح ہوا کرتی ہے، جس کی خود حنفیہ نے تصریح کی ہے، اور ننانوے احتمالات، کفر کے اور ایک احتمال، ایمان کا ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کا حکم نہ لگانے کے اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اختلافی مسئلہ میں

تکفیر نہ کی جائے، کیونکہ اس اختلاف کی وجہ سے، ایمان کا احتمال ثابت ہوجاتا ہے۔

سعودی عرب کی ''اللجنةُ الدائمة'' کا حوالہ

سعودی عرب کی ''اللجنةُ الدائمة'' کے فتاویٰ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

س:هل الشيعة الحاليون كفار كلهم أو أئمتهم؟

ج:الشيعة الحاليون فرق كثيرة فاقرأ عنهم في كتب الفرق المعاصرة لتعرف تفصيل القول في الحكم عليهم، واقرأ: (مختصر التحفة الإثنى عشرية)، وكتاب (الخطوط العريضة) لمحب الدين الخطيب، و(منهاج السنة) لابن تيمية و(المنتقى منه للذهبى .

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد ، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو	**عضو**
عبد الله بن قعود	**عبد الله بن غديان**
نائب الرئيس	**الرئيس**
عبد الرزاق عفيفي	**عبد العزيز بن عبد الله بن باز**

(فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء - المجموعة الأولى،ج٢،ص ٣٧٤،هل الشيعة الحاليون كفار كلهم أو أئمتهم؟السؤال الخامس من الفتوى رقم :٨١٨٧)

ترجمہ: سوال: موجودہ دور کے شیعہ، سب کے سب، یا ان کے ائمہ کافر ہیں؟

جواب: موجود دور کے شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں، جن کے متعلق موجودہ فرقوں کی کتب کو پڑھ لینا چاہیے، تاکہ ان کے بارے میں حکم کی تفصیل معلوم ہوجائے، جن میں ''مختصر التحفة الإثنى عشرية'' اور محبّ الدین خطیب کی ''الخطوط العريضة'' اور ابنِ تیمیہ کی ''منهاجُ السنة'' اور علامہ

ذہبی کی ''المنتقیٰ'' کتابیں قابلِ مطالعہ ہیں۔

وباللّٰہ التوفیق .وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد ، وآلہ وصحبہ وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

رکن (عبداللہ بن قعود) رکن (عبداللہ بن غدیان)

نائب رئیس (عبدالرزاق عفیفی) رئیس (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)

(فتاویٰ اللجنة الدائمة)

اس کے علاوہ ''اللجنةُ الدائمة'' کے اور کئی فتاویٰ میں بھی شیعہ مذہب کو ''مبتدع'' قرار دیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] س:هل الطريقة الشيعة الإمامية من الإسلام؟ ومن الذى اخترعها؟ لأنهم أى الشيعة ينسبون مذهبهم لسيدنا على كرم الله وجهه، وأيضًا إذا لم يكن مذهب الشيعة من الإسلام ما الخلاف بينه وبين الإسلام؟ وأرجو من فضيلتكم وإحسانكم بيانًا واضحًا شافيًا بالأدلة الصحيحة خصوصًا مذهب الشيعة وعقائدهم وبيان بعض الطرق المخترعة فى الإسلام.

ج: مذهب الشيعة الإمامية مذهب مبتدع فى الإسلام أصوله وفروعه، ونوصيك بمراجعة كتاب (الخطوط العريضة) و(مختصر التحفة الإثنى عشرية) و(منهاج السنة) لشيخ الإسلام، وفيها بيان الكثير من بدعهم.

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد ، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو — عضو

عبد الله بن قعود — عبد الله بن غديان

نائب الرئيس — الرئيس

عبد الرزاق عفيفى — عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء - المجموعة الأولى ، ج٢، ص٣٧٧، ٣٧٨،هل الطريقة الشيعة الإمامية من الإسلام؟السؤال الثالث من الفتوى رقم: ٩٤٢٠)

س :إن بعض الناس يرى أنه يجب على المسلم لكى تقع عباداته ومعاملاته على وجه صحيح أن يقلد أحد المذاهب الأربعة المعروفة وليس من بينها مذهب الشيعة الإمامية ولا الشيعة الزيدية فهل توافقون فضيلتكم على هذا الرأى على إطلاقه فتمنعون تقليد مذهب الشيعة الإمامية الإثنا عشرية مثلا؟

ج :الحمد لله وحده والصلاة والسلام على رسوله وآله وصحبه ..وبعد:

على المسلم أن يتبع ما جاء عن الله ورسوله إذا كان يستطيع أخذ الأحكام بنفسه وإذا كان لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور"اللجنةُ الدائمة" کے بعض فتاویٰ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ شیعوں کے بہت سارے فرقے ہیں، ان میں سے بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبوت کے درجے میں مانتے ہیں، اور جبریل علیہ السلام کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لانے میں غلطی کے قائل ہیں، اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يستطيع ذلک سأل أهل العلم فيما أشكل عليه من أمر دينه ويتحرى أعلم من يتحصل عليه من أهل العلم ليسأله مشافهة أو كتابة.

ولا يجوز للمسلم أن يقلد مذهب الشيعة الإمامية ولا الشيعة الزيدية ولا أشباههم من أهل البدع كالخوارج والمعتزلة والجهمية وغيرهم، وأما انتسابه إلى بعض المذاهب الأربعة المشهورة فلا حرج فيه إذا لم يتعصب للمذهب الذى انتسب إليه ولم يخالف الدليل من أجله.

وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو	عضو
عبد الله بن قعود	عبد الله بن غديان
نائب الرئيس	الرئيس
عبد الرزاق عفيفى	عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء - المجموعة الأولى، ج۵، ص۴۵، ۴۶، السؤال الأول من الفتوى رقم: ۲۸۱۵)

س: إننى طالب علم، وأحبه وأجاهد فى سبيل أن أتعلم، فأدرس عند أحد العلماء (أى: سيد)، دراسة فى الفقه والنحو والتجويد، وأجد بعض الإخوة يقولون: إن هؤلاء يسبون بعض الصحابة، وفعلًا وجدت بعضهم كذلک، ولكن ما زلت أدرس عندهم، فأرجو منكم أن توجهوننى نحو الأصح؛ أكمل دراستى أو أبحث عن علماء غيرهم؟

كذلک أرسل إلى إيران، ويرسلون لى بكتب دينية وسياسية وغيرها، ولكنها إمامية، أى: مغالية فى أهل البيت بزيادة، فهل تنصحوننى أن أكمل مراسلتى لهم؟

وإننى أقرأ القرآن الكريم فى رمضان بزيادة، ولكن وجدت عندى أخطاء فى قراء تى له، فمضيت إلى أحد العلماء (السادة)، وطلبت منه أن يدرسنى، ولكننى أكتشف عنده أخطاء، فلم أدر ما هو الحل؟ مع أن منطقتى لا يوجد فيها حافظ، وخلال رمضان أقيم فى قريتى، فهل يجوز أن أشترى لى أشرطة للقرآن؟ أو أبحث عن عالم يدرسنى القرآن؟ والسلام عليكم.

ج: عليک بالدراسة على العلماء المعروفين بعلمهم، وسلامة اعتقادهم، والبعد عن المبتدعة والمخالفين لأهل السنة، ومنهم الشيعة والإمامية، لا تدرس عليهم، ولا تجالسهم، ولا تراسلهم، ولا تنظر فى كتبهم؛ لئلا يضلوک عن سبيل الله، وكذلک ادرس القرآن على مقرء يجيد القراء ة، ويكون سليمًا فى عقيدته ودينه، ولا مانع من الاستماع للأشرطة المسجلة من القرآن لتستفيد منها.

وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

طرح کا عقیدہ رکھنے والے کافر ہیں۔ [1]

نیز حکومتِ سعودیہ کا طرزِ عمل بھی یہی ثابت کرتا ہے، کیونکہ اگر ان کے نزدیک علی الاطلاق اہلِ تشیع واہلِ روافض، کافر و مرتد وغیرہ ہوتے، تو وہ ان کے حج کرنے، بلکہ حرمین شریفین میں داخلہ پر پابندی عائد کرتے، کیونکہ ان کے نزدیک حدودِ حرم میں غیر مسلم کا داخلہ سخت منع ہے۔

مفتی عبدُ العزیز بن باز کا حوالہ

سعودی عرب کے سابق مفتیِ اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (المتوفیٰ: 1420ھ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو — عضو

عبد الله بن قعود — عبد الله بن غديان

نائب الرئيس — الرئيس

عبد الرزاق عفيفي — عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء - المجموعة الأولى، ج۲ ا، ص۹۹، ۱۰۰، الفتوى رقم: ۱۷۴۵۲)

[1] س: بماذا تحكمون على الشيعة وخاصة الذين قالوا: إن عليًا فى مرتبة النبوة، وأن سيدنا جبريل غلط بنزوله على سيدنا محمد؟

ج: الشيعة فرق كثيرة، ومن قال منهم: أن عليًا رضى الله عنه فى مرتبة النبوة وإن جبريل عليه السلام غلط فنزل على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم فهو كافر.

وبالله التوفيق. وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو — عضو

عبد الله بن قعود — عبد الله بن غديان

نائب الرئيس — الرئيس

عبد الرزاق عفيفي — عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء - المجموعة الأولى، ج۲، ص۳۷۶، من قال: إن عليًا فى مرتبة النبوة وإن جبريل عليه السلام غلط؟ السؤال الثالث من الفتوى رقم: ۸۵۶۴)

نے عربی زبان میں ایک سوال کے جواب میں اہلِ تشیّع کی کئی اقسام ہونے کا حکم لگایا ہے، اور یہ حکم خمینی اور ایرانی انقلاب کے بعد کے زمانے سے متعلق ہے، جس کا ذیل میں بزبانِ اردو خلاصہ بیان کیا جاتا ہے، فرماتے ہیں کہ:

''شیعہ کئی قسموں کے ہیں، ایک قسم کے نہیں ہیں، شہرستانی نے ان کے بائیس فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کی بدعات حدِ کفر تک پہنچی ہوئی ہیں، اور بعض کی بدعات حدِ کفر تک پہنچی ہوئی نہیں ہیں، البتہ فی الجملہ وہ بھی بدعتی ہیں، جن میں ادنیٰ درجہ کے لوگ وہ ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، صدیقِ اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں، جس میں انہوں نے خطاء کی ہے، اور صحابۂ کرام کی مخالفت کی ہے، اور ان میں زیادہ خطرناک وہ رافضی ہیں، جو خمینی کے اصحاب ہیں، اور اسی طرح سے نصیریہ کا فرقہ بھی ہے، جن کی جماعت ''شام'' میں پائی جاتی ہے، اور باطنیہ فرقہ، ملکِ ایران میں پایا جاتا ہے، اور ہندوستان کے ملک میں اسماعیلیہ فرقہ پایا جاتا ہے، اور یہ زیادہ شدید اور خطرناک فرقے ہیں، رافضیوں کا ایک فرقہ ''اثنا عشری'' کہلاتا ہے، جن کو ''جعفریہ'' بھی کہا جاتا ہے، اور ایک فرقہ کو ''خمینیہ'' کہا جاتا ہے۔

اور شیعوں کا ایک فرقہ ''زیدیہ'' کے نام سے مشہور ہے، جو ملکِ یمن میں پایا جاتا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے قائل ہیں، کافر نہیں ہیں، الا یہ کہ جو بتوں کی عبادت کریں، اور اہلِ بیت کے متعلق غلو کا ارتکاب کریں، محض تفضیلی شیعہ، کافر نہیں ہیں، لیکن وہ بدعت اور خطاء کے مرتکب ہیں۔ [1]

خلاصہ یہ کہ شیعہ کی مختلف اقسام ہیں، جن کے عقائد کو تفصیل سے دیکھا جائے گا،

---

[1] ملحوظ رہے کہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اتباع میں بعض باعثِ کفر اقوال وافعال میں تاویل کے قائل نہیں، جس کی تفصیل ہم نے ''محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد وافکار'' نامی کتاب میں تحریر کر دی ہے، اور وہ علمی وتحقیقی رسائل کی جلد نمبر 13 میں شائع ہو چکی ہے۔ محمد رضوان خان۔

اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ تمام شیعہ کافر ہیں، بلکہ ان کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ اور یہ کہنا بھی جائز نہیں ہوگا کہ شیعہ سب کے سب مسلمانوں کی طرح ہیں، اور وہ سب برابر ہیں، یہ کہنا باطل ہے، بلکہ اس میں تفصیل کی جائے گی، جو کہ ذکر کی گئی''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] الرد على من نفى التفريق بين السنة والشيعة

السؤال:...... ما تقولون فى رجل قال :ليس هناك فرق بين سنى وشيعى، بل كلهم مسلمون، وهو مفتٍ فى إحدى ديار المسلمين؛ حيث أجريت معه مقابلة فى إحدى المجلات منذ شهر، ويقول: حرام علينا أن نقول :هذا سنى وهذا شيعى، فهل هذا الكلام لا بأس به؟ أو ماذا ترون فيه؟

الجواب:...... هذا الكلام فيه إجمال وخطأ، لأن الشيعة أقسام وليسوا قسماً واحداً، وقد ذكر الشهرستانى أنهم اثنتان وعشرون فرقة، فهم يختلفون، فيهم من بِدعتُه تكفِّره، وفيهم من بدعته لا تكفره، مع أنهم فى الجملة مبتدعون، وأدناهم من فضل علياً على الصدِّيق وعمر، قد أخطأ وخالف الصحابة؛ ولكن أخطرهم الرافضة أصحاب الخمينى، هؤلاء أخطرهم، وهكذا النصيرية أصحاب حافظ الأسد وجماعته فى سوريا، فـ الباطنية التى فى سوريا والباطنية التى فى إيران والباطنية فى الهند وهم الإسماعيلية، هذه الطوائف الثلاث هى أشدهم وأخطرهم، وهم كفرة، لأنهم والعياذ بالله يضمرون الشر للمسلمين، ويرون المسلمين أخطر عليهم من الكفرة، ويبغضون المسلمين أكثر من بغضهم للكفرة، ويرون أهل السنة دماء هم وأموالهم حلاً لهم، وإن جاملوا فى بعض المواضيع التى يجادلون فيها، ويرون أن أئمتهم يعلمون الغيب، وأنهم معصومون، ويُعبَدونهم من دون الله، كالاستغاثة بهم، والذبح والنذر لهم، هذا حالهم مع أئمتهم.

فـ الرافضة الذين هم الطائفة الإثنا عشرية، ويقال لهم :الجعفرية، ويُقال لهم الآن :الخمينية، الذين يدعون إلى الباطن من شر الطوائف، وهكذا طائفة النصيرية من شر الطوائف، وهكذا طائفة الإسماعيلية، هؤلاء باطنية، في الباطن يرون إمامة الصدِّيق وعمر وعثمان باطلة، ويرون الصحابة كفاراً مرتدين عن الإسلام إلا نفراً قليلاً مثل :علي، والحسن، والحسين، وعمار بن ياسر، واثنين أو ثلاثة أو أربعة من بقية الذين يرون أنهم يوالون علياً فقط، وأما بقية الصحابة فعندهم أنهم مرتدون قد خرجوا عن الإسلام وظلموا علياً، إلى غير هذا مما يقولون، نسأل الله العافية، مع ما عندهم من غلو فى أهل البيت، ودعواهم أنهم يعلمون الغيب، وأن الواجب إمامتهم، وأن هذه الإمامات التى بعد على وقبل على كلها باطلة، وأن ما عندهم التى هى حق إلا ولاية على والحسن فقط، وأما هذه الولايات التى من عهد النبى صلى الله عليه وسلم إلى يومنا كلها باطلة عند الرافضة، نسأل الله السلامة.

المقصود :أن الشيعة أقسام، وليسوا قسماً واحداً، ومنهم الزيدية المعروفة فى اليمن، عندهم التفضيل، ليسوا بالكفار إلا من عَبَدَ الأوثان منهم، وغلا فى أهل البيت ودعاهم من دون الله، أما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ موصوف مذکور اور مفتی اعظم سعودی عرب نے بھی تمام اہلِ تشیّع کو علی الاطلاق نہ تو کافر قرار دیا، اور نہ ہی امام خمینی کا متبع قرار دیا، اور نہ ہی تمام اہلِ تشیّع کو شیعہ اثنا عشری قرار دیا، اور نہ ہی اثنا عشری ہونے کی بنیاد پر کافر قرار دیا، بلکہ شیعوں کے علی الاطلاق کافر قرار دینے کے قول کو باطل قرار دیا۔

کفر کے اسباب اور وجوہات پائے جانے، نہ پائے جانے پر ہی کفر، یا بدعت کا مدار رکھا گیا ہے۔

ہندوستان و پاکستان کے متعدد اور مشہور مشائخ واکابر کا موقف بھی یہی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ سعودی عرب کے سابق مفتیِ اعظم کا موقف مذکورہ اکابر ومشائخ کے مطابق ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مجرد تفضيل على على الصدّيق وعمر لا يكون كفراً؛ ولكنه بدعة وخطأ، والواجب تفضيل الصدّيق، ثم عمر، ثم عثمان على علي،علي هو الرابع رضي الله عنه، هذا هو الحق الذى أجمع عليه الصحابة رضى الله عنهم وأرضاهم، فالذى يفضل علياً عليهم يكون قد أخطأ، ولا يكون كافراً، وإنما الكفار منهم الرافضة، والنصيرية، والإسماعيلية الذين يغلون فى أهل البيت، ويعبدونهم من دون الله، ويرون أن ولايتهم جائزة، وأن أئمتهم يعلمون الغيب، إلى غير هذا مما يقولون، نسأل الله السلامة.

فالحاصل أنه ينظر فى عقائدهم بالتفصيل، ولا يقال :الشيعة كلهم كفار، لا، بل فيهم تفصيل، وهم أقسام كثيرة.

السائل :وحجهم إلى بيت الله الحرام، يعنى :كيف يتم بناءً على هذه العقيدة التي يؤمنون بها؟

الشيخ :لا بد أن يُنظر فى أمرهم فى المستقبل، نسأل الله أن يوفق الدولة لكل خير ويعينها.

السائل :لماذا هم يبغضون تسمية أبى بكر، وعمر، وعثمان، وعائشة، وحفصة، وحبيبة؟ يعنى: الاسم هذه الأسماء مبغوضة عندهم أشد البغض !الشيخ :معروف؛ لأنهم يرون أن الصدّيق كافر، وعمر كافر، وعثمان كافر، ويرون أنهم ظلموا علياً، ويتهمون عائشة إلى غير هذا من عقائدهم الباطلة، نسأل الله العافية.نسأل الهداية لنا ولجميع المسلمين.

المقصود أن من قال :إنه لا فرق بين الشيعة وبين السنة هذا قول باطل وخطأ، الشيعة فيهم تفصيل، لا يجوز أن يقال :إنهم كالمسلمين، وإنهم سواء ، هذا باطل، بل فيهم تفصيل(دروس للشيخ عبد العزيز بن باز "دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية" رقم الدرس ١٥ ،ص ٢٢"الغزو الفكرى"الرد على من نفى التفريق بين السنة والشيعة)

''شیخ محمد بن صالح عثیمین'' کا حوالہ

سعودی عرب کے شیخ محمد بن صالح عثیمین (المتوفٰی: 1421ھ) کے فتاویٰ ورسائل میں ہے کہ:

''شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، سفارینی نے ان کے بائیس فرقوں کا ذکر کیا ہے، اور اسی اعتبار سے ان کا حکم مختلف ہوتا ہے، جس اعتبار سے وہ سنت سے دور ہوتے ہیں، پس جو شخص سنت سے زیادہ دور ہوگا، وہ گمراہی کے زیادہ قریب ہوگا''۔انتھٰی۔ [1]

عرب کے مذکور ومعروف عالمِ دین نے بھی شیعوں کے مختلف فرقے ہونے کا حکم لگایا، اور ان کی گمراہی کے مختلف درجات بیان فرمائے، تمام اہلِ تشیع پر یکساں حکم نہیں لگایا۔

''شیخ محمد بن صالح عثیمین'' کا دوسرا حوالہ

عرب کے شیخ موصوف مذکور ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''رافضی، دوسرے اہلِ بدعت کی طرح ہیں، جب وہ کفر کا ارتکاب کریں، تو وہ کافر شمار ہوں گے، اور جب وہ فسق کا ارتکاب کریں، تو فاسق شمار ہوں گے، پس یہ بات ممکن نہیں کہ عام جواب دیا جائے، اور یہ کہا جائے کہ تمام رافضی کافر ہیں، یا تمام رافضی فاسق ہیں''۔انتھٰی۔ [2]

[1] الشيعة فرق شتى ذكر السفاريني في شرح عقيدته أنهم اثنتان وعشرون فرقة، وعلى هذا يختلف الحكم فيهم بحسب بعدهم من السنة، فكل من كان عن السنة أبعد كان إلى الضلال أقرب(مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، ج٣،ص٥٥،رقم السؤال ٤٠٩، العقيدة،الولاء والبراء)

[2] الحكم على الرافضة وكيفية التعامل معهم:

السؤال: بالنسبة للرافضة، هل يعتبروا كفرة؟ وكيف يكون تعامل المسلم معهم؛ حتى إن بعض الرافضة يُظهِر الحقد لـ أهل السنة، فكيف يكون التعامل معهم يا شيخ؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’شیخ محمد بن صالح عثیمین‘‘ کا تیسرا حوالہ

شیخ موصوف ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

’’رافضی اہلِ بدعت، سب ایک طرح کے نہیں، بلکہ ان میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، ان میں سے بعض کافر ہیں، اور بعض اس سے نیچے درجے کے ہیں، اور ان میں بعض عامی لوگ بھی ہیں، جو کسی چیز کو نہیں جانتے، لہٰذا تمام رافضیوں پر عام حکم لگانا، ممکن نہیں، جب تک ہر شخص کو متعین طریقے پر نہ دیکھ لیا جائے‘‘۔ انتہٰی۔ [1]

عرب کے شیخ موصوف بھی وہی بات فرمارہے ہیں، جو مختلف اہلِ دیوبند مشائخ واکابر کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجواب: الرافضة بارك الله فيك كغيرهم من أهل البدع، إذا أتوا بما يوجب الكفر صاروا كُفَّاراً، وإذا أتوا بما يوجب الفسق صاروا فُسَّاقاً، وإذا كان لشيء من أقوالهم القريبةِ من أقوال أهل السنة فإنه فيه شيءٌ من النظر، وصار محل اجتهاد فهم فيه كغيرهم أيضاً.

فلا يمكن أن يُجاب بجواب عام ويقال: كل الرافضة كُفَّار، أو كل الرافضة فُسَّاق، لا، بل لا بد من التفصيل والنظر في بدعتهم.

ويجب علينا نحن أن ندعوهم إلى الحق، وأن نبينه لهم، وإذا كنا نعلم من أي فرقة هُمْ فعلينا أن نبين عيب هذه الفرقة، ولا تيأس، فإن القلوب بين إصبعين من أصابع الرحمن عزَّ وجلَّ، ربما يهديهم الله على أيدينا، فيحصل لنا خير كثير، والإنسان الذي يهتدي بعد أن كان غير مهتدٍ قد تكون فائدته للمجتمع أكثر وأكبر من الذي كان مهتدياً من قبل؛ لأن المهتدي الجديد قد عرف الباطل ورجع عنه، وسيبينه للناس(لقاء الباب المفتوح للعثيمين"دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية"رقم الدرس ٧٠، ص ١٩، تفسير آيات من سورة البلد "الأسئلة" الحكم على الرافضة وكيفية التعامل معهم)

[1] السؤال: هل يكفر عامة الرافضة؟

الجواب: أهل البدع ليسوا على قولٍ واحد، فهم يختلفون اختلافاً كثيراً، منهم من يكفر، ومنهم من هو دون ذلك، ومنهم العامي الذي لا يدري عن شيء، فلا يمكن الحكم عليهم بحكمٍ عام حتى ينظر في كل شخصٍ بعينه، وهكذا المعتزلة والجهمية وغيرهم من أهل البدع(لقاء الباب المفتوح للعثيمين"دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية"رقم الدرس ١٨٩، ص ١٤، تفسير آيات من سورة الرحمن " الأسئلة "حكم تكفير الرافضة عموماً)

عبارات اور ان کے فتاویٰ جات کی روشنی میں گزرا، جن میں ایک قول ان کے علماء کے کافر اور نابلد عوام کے فاسق ہونے کا ہے۔

''شیخ سلمان عودۃ'' کا حوالہ

سعودی عرب کے نامور عالمِ دین اور داعی ''شیخ سلمان العودۃ'' ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''شیعہ کے بارے میں تفصیل ہے، کیونکہ ان کی کتابوں میں صریح کفر بھی پایا جاتا ہے، اور ان کی کتابوں میں شدید بدعت، یا اس سے کم درجے کی بدعت کا ذکر بھی پایا جاتا ہے، اور ان کی کتابوں میں دوسری ملی جلی باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

جہاں تک شیعہ لوگوں کے اشخاص وافراد کا تعلق ہے، تو ان پر، ان کے اس اعتقاد کے اعتبار سے حکم لگایا جائے گا، جو ہمارے علم میں آئیں، پس جو شخص قرآن میں طعنہ زنی کرے، یا دین کے ضروری معلوم قطعی حکم کا انکار کرے، یا امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے، تو وہ کافر ہے۔

اور جس شخص کی بدعت اس سے کم درجے کی ہو، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا، تو وہ خطاء کار بدعتی ہے، لیکن اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اور تفصیل، اجمال سے بہتر ہے''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] سؤال عن الشيعة:......ما هو موقف السنى من الشيعى ؟ علماً أن هناک ممن يحبونكم ويستمعون لأشرطتكم، ووجدت منه ميلاً للشيعة وانخداعاً بهم بسبب تقيتهم، وعندما ناقشته مراراً لم يقتنع، ويقول هؤلاء الشيعة أفضل منا، ويدعون إلى وحدة المسلمين .

الجواب :......موضوع الشيعة فيه تفصيل؛ فإن فى كتبهم ما هو كفر صريح، ومنها ما هو بدعة غليظة أو دون ذلک، أو فيها ما هو كسائر الكلام.

أما الأشخاص فيحكم عليهم بحسب اعتقادهم الذى نعلمه فمن طعن فى القرآن، أو أنكر قطعياً معلوماً بالضرورة من الدين، أو اتهم عائشة أم المؤمنين -رضى الله عنها بالزنا، فهو كافر بالله العظيم .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ سلمان العودہ ایک اسلامی مبلغ، مذہبی اسکالر، یونیورسٹی کے پروفیسر، اور سعودی مفکر ہیں، جنہوں نے ''سنت'' میں ماسٹریٹ کیا ہوا ہے اور 60 کے قریب گراں قدر دینی وعلمی کتب تصنیف کی ہیں۔

شیخ موصوف بھی اہلِ تشیّع کے متعلق تفصیل کے قائل ہیں، اوران سب پر یکساں اجمالی حکم لگانے سے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں۔

ہم بھی اسی تفصیل کو راجح سمجھتے ہیں، اور موجودہ دور میں بعض حضرات کی طرف سے سب شیعوں کو کافر قرار دینا، اسلامی تعلیمات اور صریح احادیث کی رُو سے سخت خطرناک سمجھتے ہیں۔

امامِ کعبہ شیخ مفتی عادل کلبانی کا حوالہ

مکہ مکرمہ کی مسجدِ حرام میں بعض اوقات، تراویح کی امامت انجام دینے والے، اور ''ریاض'' کی ''جامع الملک خالد'' کے سابق امام وخطیب، شیخ عادل بن سالم بن سعید کلبانی فرماتے ہیں کہ:

''شیعہ'' امتِ مسلمہ کا حصہ ہیں، اوران کی تکفیر نا جائز ہے، امتِ مسلمہ کو تکفیری اور خارجی نظریات سے دور رہنا چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن كانت بدعته دون ذلك، كتفضيل على -رضى الله عنه -على الشيخين فهو مخطء مبتدع، لكنه لا يكفر بها..، والتفصيل خير من الإجمال .

أما الدعوة إلى وحدة المسلمين فهى حق، ويجب علينا جميعاً السعى فى وحدة الأمة ورص الصفوف، خصوصاً فى عصر التحديات الضخمة وفى مواجهة تيار العولمة الجارف.

لكن لا ينبغى أن تكون دعوة الوحدة شعاراً نزايد به، بل يجب أن تكون منهجاً نسعى فى تكريسه والقضاء على أسباب الخلاف والفرقة بصورة جوهرية، ويجب أن تكون برنامجاً تربوياً يتربى عليه أفراد الأمة (المجلس العلمى"الألوكة " الموضوع: كيفية معاملة الرافضة وفوائد أخرى ....العلامة سلمان العودة)

(موقع: "الألوكة"، https://majles.alukah.net/t7613/)

ہم اس سے قبل تکفیری خارجی گمراہ کن پراپیگنڈے کے اثر کی وجہ سے شیعوں کے علماء کو کافر سمجھتے تھے، لیکن پھر ہم نے اس امر میں تحقیق کی، اور کتب پڑھیں، جس کی بدولت اہلِ تشیّع کے متعلق ہمارا موقف بدل گیا اور ہم اب شیعہ کو امتِ مسلمہ کا حصہ سمجھتے ہیں۔

میں نے شیعہ کے مذہبی رہنما سے اس بارے میں طویل بحث بھی کی، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ شیعہ کافر نہیں ہیں۔

اور اب میں ایسے کسی بھی شخص کو کافر نہیں مانتا جو ''لا الہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' کہے، اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھائے، اور ہمارے قبلے کی جانب رخ کر کے نماز پڑھے، وہ مسلمان ہے، یہی اسلام کی روح ہے، اور صحیح احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

آج میرا یہی عقیدہ ہے، اور اس پر مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا، علامہ ابنِ تیمیہ اور کئی دیگر محققین نے بھی اہلِ تشیّع کی تکفیر نہیں کی۔

اور مسلمان کی تکفیر میں جلد بازی اور جذباتی فتووں کا مظاہرہ کرنے والے اور اس قبیل کے دیگر انتہا پسند گروہ مسلمانوں کے اندر ایک تشدد پسند اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے تمام مسلمانوں کو اس طرح کے تکفیری، خارجی، اور تشدد پسند فتنوں سے دور رہنا چاہیے''۔انتہٰی۔

شیخ موصوف کا یہ بیان، مختلف عربی جریدوں میں شائع ہوا۔ [1]

---

[1] قال إمام الحرم المكى السابق "عادل الكلبانى"، إنه تراجع مؤخرا عن "تكفير "علماء المذهب الشيعى، وذلك بعد كتاب قرأه، متراجعا بعده عن كتابة مقال يتناول الموضوع.

وفى مقابلة لـ"الكلبانى "على قناة "MBC"، قال:" الحق أننى كنت (أكفر علماء الشيعة) إلى فترة قريبة، ثم قرأت كتابا، لشريف حاتم العونى وتكفير أهل الشهادتين، وحقيقة نقل نقولات ورجعت للنقولات التى نقلها عند أهل العلم ومنهم شيخ الإسلام المعتمد الأصلى عندنا، وحتى أننى ناقشت أحدا عندى وكنت أريد أن أكتب مقالا فتراجعت عن كتابة المقال ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ مفتی عادل کلبانی نے پہلے اہلِ تشیع کے صرف علماء کو کافر قرار دیا تھا اور ان کے عوام پر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتابع قائلا: " نعم، لم أعد أكفر من قال لا إله إلا الله، فكل من قال لا إله إلا الله ومن أكل ذبيحتنا واستقبل قبلتنا فهو مسلم وفی التفاصيل هذا يحال إلى القضاء، هذا ما أدين الله به اليوم، والله لم يجبرنی عليه أحد ولم يكلمنی به أحد ولم أشأ أن أنشره لكيلا يأول ."..

(جريدة "الخليج الجديد" ۲۲مارچ۲۰۱۹ء)

(https://thenewkhalij.news/article/144099/)

الكلبانی: تراجعت عن تكفير علماء الشيعة ..وأرفض الإلغاء المطلق للولاية:

أكد إمام الحرم المكی سابقا الشيخ عادل الكلبانی تراجعه عن تكفير علماء الطائفة الشيعة، موضحاً أنه كان يكفرهم إلى وقت قريب لكنی تراجعت.

وقال الكلبانی، فی مقابلة تلفزيونية مع برنامج بالمختصر على شاشة MBC أمس الجمعة، إنه قرأ كتاباً لحاتم العونی تكفير أهل الشهادتين، مضيفاً لقد نقل العونی مقولات وراجعتها لأهل العلم ومنهم شيخ الإسلام، وكنت سأكتب مقالا أوضح فيه وجهة نظری، ولكنی خفت أن يؤول إلى أنه كانت نتيجة لضغوطات سياسية.

وأكد أنه لم يعد يكفر من يقول أن لا إله إلا الله، مشيرا إلى أنه من الطبيعی أن تتغير الآراء، وأنه إذا وجدت أنی أسير فی الطريق الخطأ، سأتراجع.

ولفت الشيخ الكلبانی إلى أنه فی كثير من الأشياء التی ستأتی ينبغی أن نأخذ زمام الأمور فيها، ونقول رأينا فيها، كالسينما وقيادة المرأة، التی أوضحت رأيی فيها سابقا، وهوجمت بسببها، وتوقع المتشائمون أن هذه القرارات ستؤدی لخطر عظيم، وهذا ما لم يحدث بحمد الله فی دولة تحتكم فی قوانينها وتشريعاتها للكتاب والسنة.

وطالب الكلبانی العلماء بالبحث عن المستجدات والاجتماع بالخبراء لبحث القضايا المستجدة والمتغيرة، مشيرا إلى أن الإسلام لم يأت ليضيق علينا حياتنا.

وتناول الشيخ الكلبانی قضية الولاية على المرأة وسفرها بدون محرم، مؤكداً أن الشيخ ابن جبرين كان يرى أن السفر مرتبط بطول المدة (يوم وليلة)، لذا لا يرى السفر إلى جدة سفراً، ويجوز للمرأة أن تسافر إلى جدة أو غيرها من المدن بدون محرم، وحتى إلى المدن البعيدة كالمدن الأمريكية يمكن لها أن تذهب بلا محرم كون مدة السفر لا تصل إلى يوم وليلة، وعلى هذا الرأی لا تحتاج المرأة إلى محرم، موضحاً أنه يميل إلى رأی الشيخ ابن جبرين.

وأكد رفضه للإلغاء المطلق للولاية على المرأة كالزواج، مستدركاً بعض القوانين كفتح حساب بنكی والعمل وغيرها لا تحتاج إلى ولی الأمر، مضيفاً لقد زودنا العيار فی طلب موافقة المحرم.

وعن قضية إغلاق المحلات وقت الصلاة قال الشيخ الكلبانی إن إجبار الناس على إغلاق محلاتهم إلى نحو ساعة فيه إجحاف .وأضاف: تغلق المحلات وقت الصلاة، ولكن لوقت محدد وحسب موقع المسجد، خاصة بين صلاتی المغرب والعشاء.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

غور وفکر کرکے حکم لگانے کا قول کیا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأشار الشيخ الكلباني إلى أن إغلاق المحلات وتحريم البيع والشراء في صلاة الجمعة جائا بنص قرآني، لذا لا يجوز البيع والشراء، أما في غيرها فالمسألة فيها سعة.

وتطرق اللقاء لحديث الداعية المثير للجدل وسيم يوسف، وحديثه عن صحيح البخاري، وشدد الشيخ الكلباني على أن الله في كتابه الكريم تعهد بحفظ الذكر، وأن الذكر يشمل القرآن والسنة، وكلاهما لن يحفظ إلا بحمَلته.

وأضاف لا يستطيع لا وسيم ولا غيره أن يقدح في كتاب البخاري أو مسلم أو كتب الحديث المعتبرة، لذا أقول له: كان غيرك أشطر.

وانتقد الكلباني ما رآه خلطاً عند وسيم يوسف، مضيفاً يظن أن التشكيك مثل التضعيف، وهذا غير صحيح .البخاري ومسلم أميرا المؤمنين في الحديث، وأنت إذا صعدت المنبر لن تستطيع أن تستشهد بالقرآن فقط، لذا لا بد من الحديث، وكثير من القضايا والتي ينادي بها وسيم موجودة في السنة فقط .وحول تنوع شخصيته إماما وداعية وشيخا ومؤثرا في حسابات التواصل ومشجعا لنادي النصر، وحاضرا لافتتاح حفل هيئة الترفيه، وصف الكلباني نفسه بأنه مجموعة إنسان، وأن هذا الأمر الطبيعي في الإنسان .وقال إن الشيخ ابن باز كان رأساً في السلفية والعلم والتقوى وكذلك ابن عثيمين وابن جبرين، وأنه لا أحد يشك فيهم، وتجدهم يتعاملون مع جميع فئات المجتمع.

وأشار إلى أن النبي كان يعامل حتى المنافقين واليهود، مضيفاً في تويتر أتعامل مع من يكتب وبحسب شخصيته وتعريفه وكتابته أتعامل معه، فأنا مجموعة إنسان، وهذه سمعتها من الأمير خالد الفيصل، وليس من محمد عبده، فأنا لا أسمع أغاني، ولكن لو سمعت أغاني فلا أتحرج.

وتوقع الكلباني دوري الأمير محمد بن سلمان للمحترفين هذا العام من نصيب النصر .

(جريدة "عكاظ" 23مارچ2019ء، اتوار)

(https://www.okaz.com.sa/local/na/1714202)

[1] قال إمام الحرم المكي الشريف، الشيخ عادل بن سالم الكلباني،في مقابلة مع قناة بي .بي .سي أذيعت ضمن برنامج في الصميم (شاهد المقابلة)، وأكد خلالها أن الشيعة لا يحق لهم أن يكونوا ممثلين في هيئة كبار العلماء، أعلى هيئة دينية في المملكة العربية السعودية.

وسئل الإمام الذي عينه الملك عبد الله بن عبد العزيز في سبتمبر 2008لإمامة المصلين في مكة المكرمة، إن كان مع من يكفرون الشيعة، فأجاب بأن تكفير عامة الشيعة (مسألة) يمكن أن يكون فيها نظر، أما بخصوص علمائهم فأرى أنهم كفار، بدون تمييز .

(الموقع"بابا" 06مايو ٢٠٠٩)

(http://www.bab.com/node/107885)

بعد میں ان کے علماء کی تکفیر کے قول سے بھی رجوع کرلیا۔ [1]

دینِ اسلام میں قبولِ حق سے کوئی چیز مانع نہیں ہونی چاہیے، اور اپنی کسی بات کے خطاء و تسامح ہونے کا جب ادراک واحساس ہوجائے، اس سے بغیر کسی لومۃِ لائم کے رجوع کرلینا چاہیے، اہلِ حق کا یہی طریقہ رہا ہے۔

شیخ موصوف مذکور نے جس وقت جس بات کو حق وصواب سمجھا، اس کے مطابق قول کیا، اور

---

[1] قال عادل الكلباني، الإمام السابق بالمسجد الحرام فى مكة المكرمة، إنه تراجع مؤخراً عن "تكفير "علماء المذهب الشيعي.

جاء ذلک فى مقابلة للكلبانى على قناة MBC، حيث قال: " الحق إننى كنت (أكفّر علماء الشيعة) إلى فترة قريبة، ثم قرأت كتاباً، الشريف حاتم العونى حفظه الله وتكفير أهل الشهادتين . وحقيقةً نقل نقولات ورجعت للنقولات التى نقلها عند أهل العلم ومنهم شيخ الإسلام المعتمد الأصلى عندنا، وحتى إننى ناقشت أحداً عندى و كنت أريد أن أكتب مقالاً فتراجعت عن كتابة المقال."

وتابع قائلاً: " نعم، لم أعد أكفّر من قال لا إله إلا الله، فكل من قال لا إله إلا الله ومن أكل ذبيحتنا واستقبل قبلتنا فهو مسلم، وفى التفاصيل هذا يحال إلى القضاء، هذا ما أدين الله به اليوم، والله لم يجبرنى عليه أحد ولم يكلمنى به أحد، ولم أشأ أن أنشره لكيلا يؤوّل ."

(الموقع"وكالة نون الخبرية"الاحد، ۲۴۔۰۳۔۲۰۱۹)

(http://non14.net/110328)

قال الشيخ عادل الكلبانى إمام الحرم المكى الأسبق إنه تراجع مؤخرا عن تكفير علماء المذهب الشيعي، وذلک بعد كتاب قرأه، متطرقا لقضية سفر المرأة دون محرم، قائلا لا حرج فى ذلک.

وأضاف الكلبانى فى مقابلة مع قناة MBC أنه كان (يكفر علماء الشيعة) إلى فترة قريبة، ثم قرأ كتاب، الشريف حاتم العونى عن تكفير أهل الشهادتين، وحقيقة نقل نقولات ورجعت للنقولات التى نقلها عند أهل العلم ومنهم شيخ الإسلام المعتمد الأصلى عندنا، وحتى اننى ناقشت أحدا عندى و كنت أريد أن أكتب مقالا فتراجعت عن كتابة المقال.

وتابع الكلبانى: نعم، لم أعد أكفر من قال لا إله إلا الله، فكل من قال لا إله إلا الله ومن أكل ذبيحتنا واستقبل قبلتنا فهو مسلم وفى التفاصيل هذا يحال إلى القضاء، هذا ما أدين الله به اليوم، والله لم يجبرنى عليه أحد ولم يكلمنى به أحد ولم أشأ أن أنشره لكيلا يأول .

قبول حسن

تصريحات الكلبانى تقبلها البعض بقبول حسن، وأشادوا به،وأثنوا عليها،واعتبروها عودة إلى المنهج الوسطى القويم والصراط المستقيم.

(الموقع"البديل"الاحد، ۲۴۔۰۳۔۲۰۱۹)

(http://www.elbadil.info/new/node/5829)

جس کا خطاء وتسامح پر مشتمل ہونا معلوم ہوا، اس سے رجوع کرلیا، شیخ موصوف نے یہ بھی واضح کردیا کہ بعض جذباتی طبقات کے طرزِ عمل کی وجہ سے انہوں نے اہلِ تشیع کے علماء کو کافر قرار دیا تھا، پھر خود تحقیق کرنے پر اس کا خطاء ہونا معلوم ہوا، جس کی وجہ سے انہوں نے اس سے رجوع کیا، اور اہلِ تشیع کے علماء اور عوام کو امتِ مسلمہ کا حصہ قرار دیا، سوائے اس کے کہ متعین شخص میں صریح کفر کی وجہ پائی جائے، جس میں تاویل ممکن نہ ہو۔

ہمارے یہاں بھی بعض جذباتی طبقات کی طرف سے اس سلسلہ میں بہت تشدد پایا جاتا ہے، جو اپنے موقف کے برخلاف کسی کی بات سننے اور تحقیق کرنے پر آمادہ نہیں، اوپر سے اپنے پسندیدہ موقف کے برخلاف قول اختیار کرنے والے کی عزت اور پگڑی کو اچھالنے اور طرح طرح سے نکیر وتحقیر کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔

شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب کا حوالہ

عرب کے مشہور عالم اور علمِ حدیث پر کام کرنے والی شخصیت شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب، ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''میرا ہمیشہ سے یہ قول رہا ہے کہ شیعہ کے افراد میں سے ہر فرد پر، کفر کا اطلاق کرنا جائز نہیں، بلکہ ہر شیعہ شخص کے عقیدے کے مطابق، قید لگانا ضروری ہے کہ جو شخص کفریہ عقیدہ رکھے، وہ کافر ہے۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عام جمہور لوگوں کے مقابلے میں وہ علماء، جو علمِ صحیح کی معرفت رکھنے والے ہیں، وہ زیادہ علم رکھتے ہیں، اور وہ عامۃُ المسلمین کے مقابلے میں اس مسئلے کی تفصیل سے زیادہ واقف ہیں۔

اس بناء پر تمام شیعوں پر مطلق کفر کا حکم لگانا، درست نہیں، اور ہم اس تفصیل کے قائل ہیں کہ ان میں سے وہ شخص جو کفریہ عقیدہ رکھے، خواہ وہ عام لوگوں کے

مقابلے میں خاص شخص ہو، یا عالم ہو، یا طالبِ علم ہو، یا عامی شخص ہو، تو وہ اپنے کفریہ عقیدے کے مطابق کافر شمار ہوگا، ورنہ کافر شمار نہیں ہوگا'' ۔انتھٰی۔ [1]

ہم بھی اہلِ تشیّع کے متعلق اسی تفصیل کے قائل ہیں، اور یہی موقف بہت سے محققین کا ہے،

---

[1] ما هو حكم تكفير الشيعة بالكلية ؟ وهل ندعو الله أن ينصر الكافرين عليهم ؟
السائل :شيخنا فى أحد الإخوة بيسأل بقول لك هل يصل الشيعة لحكم الكفار ، أو فى قول إله : هل يصل الشيعة فى حكم الكفار ؟ وهل ندعو الله أن ينصر الكفار عليهم ؟ طبعا هذا أخونا اللى بسأل فى لبنان يعنى عند الشيعة وما شيعة ما يرونه يفعلون الشيعة بقول لك :هم يفعلون أمور كفرية لا يفعلها الكفار ، فهل هؤلاء يعنى يدخلوا فى حكم الكفار ؟ وهل ندعو الله أن ينصر الكفار عليهم حتى نتخلص منهم ؟
الشيخ :أما إنو ندعو الله أن ينصر الكفار على هؤلاء الشيعة الذين يظن السائل أنهم كفار هذا ما ندرى حقيقة الأمر فى كفرهم ، يعنى أضر على الأمة المسلمة ، أما هل نحكم على الشيعة بالكفر ؟ هذا كما أقول أنا دائما وأبدا لا يجوز إطلاق الكفر على كل فرد من أفراد الشيعة ، بل لا بد من تقييد ذلك بكل شيعي يعتقد عقيدة مكفرة ، ولا شك أننا نحن نحتك ونعلم أن العلماء ، العلماء العارفون بالعلم الصحيح هم بلا شك أعلم من جماهير الناس ، خذوا مثلا موضوع الصفات الإلهية ، فالعلماء أعرف بتفاصيل هذه المسألة من عامة المسلمين ، على العكس تماما :العلماء المنحرفون عن الكتاب والسنة كالشيعة والخوارج وأمثالهم ، هم فى نقدى أنا وعلمى أضل من العامة واضح هذا الكلام ؟
السائل :نعم
الشيخ :آه ، لماذا ؟ لأنهم مثقفون بثقافة علمية وهى محرفة عن الكتاب والسنة ، بينما عامة الشيعة وعامة الطوائف الأخرى يعيشون فى الغالب على الفطرة ، فبقدر ما يتعمق أحدهم فى معرفة مذهبه يتعمق بالضلال ، والعكس بالعكس تماما.
وعلى هذا فما ينبغى أن يطلق التكفير على عامة الشيعة ، وإنما نقول بالتفصيل التانى :كل من اعتقد منهم عقيدة كفرية ولا علينا بعد ذلك أكان من الخاصة من العامة ، أكان من العلماء بزعمهم أم من طلاب العلم ، أم من عامتهم ، المهم أن ننظر هل هو ينطوى قوله على عقيدة كفرية أو لا ؟! فإن كان الجواب بالإيجاب لا سمح الله فهذا يلقى الكفر وإلا فلا ، وأنا أضرب مثلا فى الواقع بعض علماء الشيعة فى هذا الزمان ، ما أظن أحدا منكم لم يسمع بالخمينى ، الذين تسميه الشيعة :بآية الله ، كذلك ما أظن أن أحدا منكم لم يسمع على الأقل وقد يكون قرأ رسالته المعنونة :بالحكومة الإسلامية فهو يريد أن يصنف بأن أهل البيت بمنزلة عند الله دونها منزلة الرسل والأنبياء والملائكة ، إذن هذا نستطيع أن نقول بكفره ، لكن هل نستطيع أن نقول :كل شيعى هكذا ؟ لا لأنه هناك دكتور وكأنهم فى تحلله وتخلصه من كثير(الشيخ محمد ناصر الالبانى ،فتاوى عبر الهاتف والسيارة،اضيفت فى 2019-07-12)
(https://www.alathar.net/home/esound/index.php?op=codevi&coid=251648)

علامہ ابنِ عابدین شامی، ملا علی قاری حنفی، اور بہت سے مشائخِ دیوبند بھی اسی تفصیل کے قائل ہیں، اور ہمارے سامنے دلائل کے لحاظ سے یہی موقف راجح ہونا ثابت ہوا۔

شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب کا دوسرا حوالہ

اس کے علاوہ شیخ ناصر الدین البانی صاحب نے دوسرے موقع پر ایک سوال کے جواب میں اہلِ تشیّع کی تکفیر کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

’’ہم ہمیشہ سے یہ کہتے آئے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شریعت میں مسلمان کی کسی جماعت، یا گروہ کی تکفیر جائز نہیں، اس لیے کہ مسلمانوں کی کسی بھی جماعت، یا گروہ میں کوئی نہ کوئی بات ایسی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ کفر کا مستحق ٹھہرتا ہے، لیکن اس کے باوجود کسی دوسری وجہ اور دوسرے عذر (مثلاً صحیح یا غلط تاویل) کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کی جاتی۔

اس لیے کسی وجہ، یا سبب کی بناء پر تمام شیعوں کی تکفیر، یا تمام زیدیہ کی تکفیر، یا تمام خوارج کی تکفیر، یا اباضیہ فرقہ کی تکفیر، یا کسی بھی ایسے فرقہ کی تکفیر جائز نہیں، جو قدیم سے چلا آ رہا ہے، بلکہ اس میں تفصیل ضروری ہے۔

اور ہمیں تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عامۃُ المسلمین فرقوں کے بہت سے لوگوں میں اب تک قدیم آثار موجود ہیں، اس لیے یہ تمام فرقے اسلام پر ہی باقی ہیں، البتہ ان میں سے بعض اس نہج سے ہٹ گئے ہیں۔

اور علمائے کرام نے جو اُن فرقوں کا حکم بیان کیا ہے، تا حال وہ حکم ان کا برقرار ہے، اور اگر ان فرقوں کو بعض وجوہات واسباب کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے، تو پھر بعض دوسری وجوہات واسباب کی بناء پر دوسرے فرقوں کو بھی کافر قرار دینا پڑے

گا، اوراس طرح کوئی بھی فرقہ، مسلمان باقی نہیں رہے گا۔

اور مسلمان کی تکفیر کے متعلق یہ اصول ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جب تک وہ اصولِ اسلام کا معترف ہو، اس وقت تک اس کی تکفیر سے ممکنہ حد تک بچا جائے گا، اوراس پر اصل حکم مسلمان ہونے کا ہی باقی رکھا جائے گا، جس کے متعلق قرآن وسنت کی نصوص موجود ہیں، اوراس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی نازل ہونے کے زمانے میں منافقین موجود تھے، جن کے متعلق صریح آیات نازل ہوتی رہتی تھیں، اوران کے دل میں ایمان نہ ہونے کی بھی تصریح کی گئی تھی، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود، ان کے ساتھ یہود ونصاریٰ کی طرح برتاؤ نہیں کیا گیا۔

اوراس کی ایک دلیل وہ حدیث بھی ہے، جس میں ایک شخص نے موت کے ڈر کی وجہ سے کلمۂ شہادت پڑھا تھا، پھر بھی اس کے ظاہر کا اعتبار کیا گیا۔

یہی حکم آج ایسے شخص کا بھی ہوگا، جو ڈر اور خوف وغیرہ کی وجہ سے ''تقیہ'' کرے، کہ ہم اس کے ظاہر کا اعتبار کریں گے۔

اس کے علاوہ کسی پر کفر کا حکم لگانے کا تعلق مسلمان حاکم سے ہے کہ اسی کی طرف سے ثبوتِ کفر اور حجت قائم ہونے کے بعد قتل کا حکم لگایا جائے گا، جہاں تک عامۃُ الناس کا تعلق ہے، ان کے ساتھ ''اس قتل کے حکم'' کا تعلق نہیں، ان کے ساتھ تو نکاح وغیرہ جیسے امور کا تعلق ہے، تو ان کو اس قسم کے امور میں اجتناب واحتیاط کرنی چاہئے، اور بس'' ۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] باب هل يكفر الشيعة بعامة؟

سؤال: هل يصح تكفير الشيعة عامتهم أم فرق خاصة منهم؟ أم فرق خاصة منهم؟

الشيخ: نحن نقول دائما وأبدا: لا يجوز فى شرع الله –تبارک وتعالى– تكفير طائفة أو جماعة من المسلمين بالجملة، لا يجوز هذا؛ ذلک لأن أى طائفة قد يكون فيهم من لم يستحق أن يوجه إليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب، اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں کہ:

''میں کسی متعین مسلمان کی تکفیر کو جائز قرار نہیں دیتا، جو کسی اسلامی اور منحرف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التكفير لعذر أو لآخر، كما أنه قد يوجد فيهم من يستحق التكفير، ولذلك فلا يجوز بوجه من الوجوه أن يقال: الشيعة مثلا كلهم كفار، أو الزيدية مثلا، أو الخوارج، أو الإباضية، أو غير هذه الفرق التى كانت قديما، ولا يزال شىء من آثارها موجودة حتى يومنا هذا، هذا أولا، وخلاصة ذلك: لا يجوز التكفير بالجملة، وإنما لا بد من التفصيل، ونحن نعلم بالتجربة بأن كثيرا من عامة المسلمين بغض النظر عن انتمائهم إلى السنة أو إلى الشيعة أو إلى غيرهم نجد فيهم من لا يزال على الفطرة ولم يتأثر بما يسمى عند العلماء بعلم الكلام، كما تأثر به كثير من المشتغلين بالعلم، ولذلك فهؤلاء العامة يبقون على سلامتهم، وعلى فطرتهم، بينما يكون بعض خاصتهم قد انحرفوا عن الخط المستقيم بسبب أنهم تثقفوا بثقافة غير إسلامية، وإن كان يطلق عليها أنها من الإسلام، فإذا تركنا هؤلاء العامة، وتوجهنا إلى الخاصة منهم من أى أعود لأقول: من أى جماعة كانت، حتى من أهل السنة الذين يقولون إنهم من أهل السنة والجماعة............

لأنه يمنعنا من المبادرة إلى تكفير أى مسلم ما دام أنه يلتقى معنا فى الأصل الأول من أصول الإسلام الخمسة، وهى شهادة أن لا إله إلا الله، فكل مسلم يشهد هذه الشهادة فابتداء لا يجوز الحكم بتكفيره؛ لأنه رفع راية الإسلام بشهادته بشهادة الإسلام، وأنتم فيما أعتقد جميعا تعلمون قول النبى –صلى الله عليه وآله وسلم–: أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، فإذا قالوها: فقد عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحقها، وحسابهم عند الله–تبارك وتعالى–، إذا هذا المسلم الذى يشهد هذه الشهادة نحن لا يغيب عنا ولا يفوتنا أنه قد يقولها وهو كافر بما تدل عليه من الحق ومن العقيدة الصحيحة؛ لأن هذا من طبيعة المنافقين الذين كانوا موجودين حتى فى العصر الأول الأنور الأطهر، وهو العصر الذى قال عنه الرسول –عليه السلام–: خير الناس قرنى، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم قد كان فيهم خاصة فى المدينة من أهل المدينة مردوا على النفاق، الله كان يعلمهم، وقال للنبى – صلى الله عليه وآله وسلم –: "لا تعلمهم نحن نعلمهم"، فكيف عاملهم الرسول –عليه السلام– هل عاملهم معاملة اليهود والنصارى؟ فرض عليهم الجزية يعطونها ويدفعون عن يد وهم صاغرون؟ أم مشى عليهم أحكام الإسلام؟ مشى عليهم أحكام الإسلام؛ لأنهم شهدوا بألسنتهم، أما قلوبهم فكما قال فى الحديث السابق: حسابه عند الله –تبارك وتعالى–، يؤكد لكم هذا المعنى الذى خلاصته أن الإسلام يبنى أحكامه على ما يظهر للناس، ولذلك كان من قواعد علماء الفقه والأصول: نحن نحكم بالظاهر، والله يتولى السرائر.

وهذا مأخوذ من بضعة أحاديث ثابتة فى السنة الصحيحة، منها تلك القصة الواردة فى كتب السيرة وفى الصحيح –أيضا– أن رجلا كان يبارز مشركا فلما شعر المشرك بأنه صار تحت ضربة السيف وأنه مقتول لا محالة قال: لا إله إلا الله، فالمسلم ما بالاه، قتله، ولما بلغ الخبر النبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فرقوں میں سے کسی جماعت کی طرف نسبت کرتا ہو، اس کی متعین طور پر تکفیر جائز نہیں، الّا یہ کہ آپ کے سامنے اس متعین شخص کی طرف سے کفر میں واقع ہونا ثابت ہو جائے، لہٰذا شیعہ اور زیدیہ وغیرہ کو کفار نہیں کہا جائے گا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ جو شخص فلاں فلاں کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، تو وہ کافر ہے، ان میں سے کسی فرقے کو علی الاطلاق کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

– صلى الله عليه وآله وسلم – أرسل خلفه وقال له: كيف أنت ولا إله إلا الله، قال: يا رسول الله ما قالها إلا خوفا من القتل، وحقيقة الأمر: كل واحد منا فضلا عن ذاك الصحابى الذى باشر الأمر يشعر تماما أنه هذا المشرك ما قال هذه الكلمة إلا فرارا من القتل، ولذلك ما اقتنع هذا الصحابى بهذه الشهادة فقتله، مع ذلك فالرسول – صلى الله عليه وآله وسلم – قال له: هلا شققت عن قلبه؟!، هلا شققت عن قلبه؟!؛ إذا كأنه يقول: ليس لك إلا الظاهر، أما القلوب فلا يعلم ما فيها إلا علام الغيوب –سبحانه وتعالى–.

وحقيقة الأمر أننا فى الوقت الذى نتصور ما سبق بيانه أنه من الممكن أن هذا المشرك ما قالها إلا تقية، وإلا خوفا من القتل، يمكن –أيضا– أن نلاحظ احتمالا آخر، وهو أن يكون هذا المشرك معتدا بقوته وشجاعته وبطولته، فلما رأى نفسه مغلوبا، بل ومقتولا تحت ضربة سيف ذلك الصحابى كأنه تجلى له أن هناك قوة قاهرة مد بها هذا الصحابى حتى تمكن من أن يجعل ذلك المشرك الذى كان يتوهم فى نفسه أنه البطل الصنديد، فحينئذ خضع لهذه القوة وليس لأنه خاف كما قلنا فى الاحتمال الأول من القتل فقال: لا إله إلا الله، وهذا يقربه إلينا –هذا الاحتمال الثانى– يقربه إلينا حادثة مصارعة الرسول – صلى الله عليه وآله وسلم – لركانة، الذى كان يعد فى زمن الجاهلية المصارع الذى لا غالب له، فجاء إلى النبى – صلى الله عليه وآله وسلم – وطلب منه المصارعة، فما كان منه –عليه السلام– بقوة من الله –تبارك وتعالى– ولا شك إلا مجرد أن أخذه ورماه على ظهره، قوة خارقة، طلب منه المرة الثانية والثالثة، فكان عاقبة أمره أن قال: أشهد أنك رسول الله، فآمن، لماذا؟ لأنه رأى قوة لا يعتقد إنها من قوة البشر.

إذا الشارع الحكيم يبنى أحكامه على ما يظهر للناس، فكل مسلم إذا يرفع هذه الراية الإسلامية، فيشهد أن لا إله إلا الله؛ لا يجوز لنا أن نبادر إلى تكفيره إلا فى حالة واحدة، حينما يعلن مع تلك الشهادة ما يعارضها وما يعطلها وينكرها، حينئذ ندينه ونلزمه بما يلزم منه، حينذاك باستطاعتنا أن نكفره، ومع ذلك رويدك، ولا يجوز –أيضا– المسارعة إلى تكفيره إلا بعد إقامة الحجة عليه.

إذا عندنا الآن شرطان؛ ليجوز للعالم المسلم أن يكفر مسلما: الشرط الأول: أن يسمع من هذا المسلم ما يكفر به .الشرط الثانى: أن تقام الحجة عليه؛ لأن الله –تبارك وتعالى– ما أنزل الكتب وأرسل الرسل إلا لتكون حجة الله –تبارك وتعالى– قائمة على الناس، ولا يكون لإنسان ما ارتد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا اگر کسی شیعہ کی کتاب میں یہ بات ہو کہ حضرت فاطمہ کا مصحف، ہمارا مصحف ہے، اور یہ اس مصحف کا جزو ہے، اور باقی حصہ ضائع ہو گیا ہے، تو وہ کافر قرار پائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو كفر بالله ورسوله عذر يوم القيامة، من هنا اتفق علماء المسلمين على أنه إذا وجد هناك قوم لم تبلغهم دعوة الإسلام فهؤلاء لا يحكم لهم بالنار التى وعد بها الكفار؛ لأن الكفار هم الذين بلغتهم الدعوة ثم جحدوها وأنكروها، كما قال الله –عز وجل– فى كثير من هؤلاء: "وجحدوا بها واستيقنتها أنفسهم "وأصل الكفر –كما تعلمون– من الكفر وهو التغطية؛ لذلك فالزراع يسمون بالكفار "أعجب الكفار نباته" أى الزراع، فلما كان الزارع يستر الحب بالحرث وبالتراب، كذلك الكافر يستر الحق بباطله، فمن كان بهذه المثابة فهو الذى يكفر، ويكون مخلدا فى النار، أما من لم تأته الدعوة ولم تظهر له الحجة ثم ظل على كفره وعلى ضلاله، فهذا يعتبر عند علماء المسلمين من أهل الفترة، ولذلك فأهل الفترة لا يحكم لهم لا بإسلام ولا بكفر، لهم معاملة خاصة عند الله –تبارك وتعالى–، ونكتفى بهذه الإشارة إلى هؤلاء، والمهم: فلله الحجة البالغة على الناس، فلا يجوز المبادرة إلى تكفير أى إنسان ظهر منه ما يحملنا على أن نقتنع بأنه كفر بـ لا إله إلا الله، فلا بد من إقامة الحجة عليه، فإن جحدها ألحق بالكفار، وإن خضع لها فهو لا يزال فى إسلامه، على هذا نحن نسوق هذه القاعدة بالنسبة لعامة المسلمين، سواء كانوا ينتمون إلى السنة أو إلى الشيعة أو إلى أى طائفة أخرى، لا بد قبل كل شيء من أن يعلن إنكاره لما هو ثابت فى الشرع على طريق اليقين، وهنا يعبر العلماء بكلمة: أنكر ما هو معلوم من الدين بالضرورة، أنا أضرب لكم مثلا: الذى ينكر حرمة الخمر، فهذا يعتبر كافرا مرتد عن الدين؛ لأن هذا معلوم من الدين بالضرورة، وليس كذلك من ينكر حرمة الحشيش المخدر أو الأفيون أو هذا الدخان الذى ابتلى به عامة الناس، هؤلاء لا يكفرون؛ لأنهم لا ينكرون ما هو معلوم من الدين بالضرورة، ثم إنهم يجدون كثيرا ممن يظنون أنهم من أهل العلم يفتونهم بأنه هذا مكروه، معليش تركه أولى، من هذا الكلام، ولذلك فمن أنكر ما كان معلوما من الدين بالضرورة ثم أقيمت عليه الحجة الشرعية من كتاب الله ومن سنة رسول الله – صلى الله عليه وآله وسلم – فكفر وجحد فهذا هو الكافر، ما يهمنا كان سنيا منتسبا إلى السنة أو إلى الشيعة أو إلى غيرهم، هذا نهاية الجواب عن السؤال .

ولكن عندى شيء أريد أن ألفت نظر الشباب المسلم اليوم؛ هذا الكلام لا يفيد المسلمين اليوم، ذلك لأن قضية التكفير هذا يعود إلى رأى الحاكم المسلم؛ لأن هذا الحاكم المسلم هو الذى له صلاحية إقامة الحدود الشرعية، فإذا قال فرد من أفراد العلماء أو من طلاب العلم مثلى: فلان كافر، ماذا ترتب على ذلك؟ ترتب عليه فقط إنى أنا ما أزاوجه ما كذا ..أعامله إلى آخره، لكن لما بيكون هناك يوجد حاكم مسلم يدعوه أن يؤمن بالإسلام وإلا قطع رأسه، ولذلك فليس من المفيد اليوم بين المسلمين إثارة هذه القضايا؛ لأنها أحكام تتعلق بالحكام الذين يحكمون بما أنزل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن میں یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ شیعہ کے بڑے بڑے علماء نے اس قول کا انکار کیا ہے، اور اس قول پر کفر کا حکم لگایا ہے، اور ان لوگوں کو مذہبِ شیعہ کے شاذ اور خارج لوگوں میں شامل کیا ہے، لہٰذا تمام اہلِ تشیع کی تکفیر کا قول خطاء پر مبنی ہے، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ جو اس طرح کا عقیدہ رکھے کہ قرآن ناقص ہے، یا اہلِ بیت، اللہ کے نزدیک، انبیاء اور رسولوں اور فرشتوں سے افضل ہیں، وغیرہ، تو وہ کافر ہے، لیکن یہ کہنا کہ ہر شیعہ اس طرح کے باطل عقائد رکھتا ہے، یہ جائز نہیں''۔انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله وأين هؤلاء في هذا الزمان، زمن الغربة بين أفراد المسلمين أنفسهم، فضلا عن حكامهم، وصدق من قال: دود الخل منه فيه، ولذلك فما يفيد كثيرا أن نتكلم: هل يجوز تكفير الشيعة؟ أو تكفير الخوارج، أو ...الخ؟! ما الذى يترتب من هذا؟! وإنما يجب أن نبلغ الناس شريعة الله، وهذا يتطلب منا نحن الذين نفكر ونتسائل: هل يجوز تكفير هؤلاء وهؤلاء؟ يجب علينا أن نتفقه فى دين الله، وعلى كتاب الله وسنة رسول الله – صلى الله عليه وآله وسلم –، ثم بعد ذلك نرجوا أن نكون قد وضعنا نواة لتحقيق المجتمع الإسلامى المنشود أولا، والذى بدونه لا يمكن إقامة الحكم الإسلامى على وجه الأرض، بهذا أنصح بعد أن قدمت الجواب عن ذاك السؤال (موسوعة الالبانى فى العقيدة، ج٥ص ٥٧٩ الىٰ ٥٨٦، ملخصاً،كتاب الكفر والتكفير والنفاق،جماع أبواب الكلام على البدع الكفرية هل يكفر أصحابها والكلام على بعض البدع العقدية وموقعها من الكفر،باب هل يكفر الشيعة بعامة؟،الناشر: مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء – اليمن)

[1] أنا أقول لا يجوز تكفير مسلم بعينه لأنه ينتمى إلى طائفة من الطوائف الإسلامية والمنحرفة، لا يجوز تكفيره بعينه، إلا أن تراه مثلما قلت آنفا تراه وقع فى الكفر حينئذ، أما الشيعة كفار، الزيدية كفار، القاديانية كفار، البهائية كفار، (قل) من كان يعتقد كذا وكذا فهو كافر أما بالكوم بالكمشه بالجملة هذا ما يجوز، لأنه بتعى خطورة تكفير المسلم، من كفر مسلما فقد كفر، هذا صحيح، لذلك أنا قلت لك آنفا ما أتيتم بكتاب الشيعة اللذى اسمه كتاب الكلينى وما يقول فيه أن مصحف فاطمة مصحفنا هذا جزء من ذاك المصحف والباقى ضايع فهذا من يراه ...

مداخلة :طيب بناء على هذه العقيدة فلا يجوز تكفيرهم بالكوم؟

الشيخ :اسمع يا شيخ، بدنا نرجع إلى عند الشيخ ابن باز الله يرضى عليك، فالمهم هذه العقيدة كفر ومن اعتقدها فهو كافر، لكن أنا على يقين أن كبارا من علماء الشيعة كفروا بهذا القول، كفروا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب کا تیسرا حوالہ

شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب، ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''میں شیعہ لوگوں کو کافر قرار دینے کے قول کی جرأت نہیں کرتا، جن کو رافضی کہا جاتا ہے، جب تک کہ ان میں سے ہر ایک کا عقیدہ معلوم نہ ہو جائے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہر شیعہ عالم کا عقیدہ، کفریہ ہے، البتہ یہ کہا جائے گا کہ جس کا فلاں کفر والا عقیدہ ہو، وہ کافر ہے، اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ کافر ہیں، کیونکہ ان میں سے اکثر کے عقائد کفریہ ہیں، یا یہ کہ ان کی ''الکافی'' کتاب میں فلاں فلاں کفریہ باتیں ہیں، یہ بات شیعہ اور روافض پر کفر کے اطلاق کے عموم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بهذا القول واعتبروا هؤلاء شاذين وخارجين عن مذهب الشيعة، ما بالك بالعامة يا أخي (الذين بيشهدوا أن لا إله إلا الله وبيصلوا، يا أخي ما عندهم هالمعلومات ...اللي بتضلل المسلم وتخرجه عن هذا الدين فلذلك فهذا تكفير بالكمشة، بالكوم، بالجملة، هذا خطأ من أهل السنة ولا يجوز أن يقع فيه المسلم، على هذا أنا ما أقول بأن الشيعة كفار؛ بقول من كان يعتقد كذا وكذا، وكذا من كان يقول أن القرآن ناقص من يقول أهل البيت أفضل عند الله من الأنبياء والرسل والملائكة من يقول أن السيدة عائشة التي طهرها الله عز وجل.

مداخلة :برأها.

الشيخ :أي نعم برأها مما رميت به إلى آخره، ...فهؤلاء كفار بلا شك لكن لا تستطيع لا أنت ولا غيرك أن يأتي ويقول بأن كل شيعي يعتقد هذه العقائد الباطلة لا يجوز هذا، بناء على هذا التفصيل تقدر تقول :يجوز للمسلم أن يتزوج شيعية ولا لا، يجوز لمسلم أن يزوج بنته لشيعي ولا لا، وعلى هذا التفصيل مما عرفته.

مداخلة :نفحصه أولا.

الشيخ :أيوه من عرفته فتعطيه ما يستحقه من الحكم، أما هيك ما يجوز هذا "(''الهدى والنور"446 / 22 : 19 : 00)

(موسوعة الالبانى فى العقيدة، ج٥ص٥٩٨ و ٥٩٩، كتاب الكفر والتكفير والنفاق،جماع أبواب الكلام على البدع الكفرية هل يكفر أصحابها والكلام على بعض البدع العقدية وموقعها من الكفر،باب منه،الناشر: مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء – اليمن)

کے لیے کافی نہیں، کیونکہ یہاں پر اس اطلاق کے لیے دو سبب مانع ہیں، پہلا سبب یہ ہے کہ ہمیں اس بات کی قدرت نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ ہر شیعہ عالم، اس کفریہ عقیدے کا حامل ہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے کی تحقیق ہو، اور یہ دونوں سبب مفقود ہیں، ایسی صورت میں ہمارے لیے اُن کو گمراہ کہنا کافی ہے، جہاں تک انتہائی حکم کی گہرائی کا تعلق ہے، تو اس کے لیے ان کے عقیدے کی معرفت ضروری ہے، خواہ زبان سے ہو، یا قلم سے ہو"۔انتھٰی۔ [1]

شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب کا چوتھا حوالہ

شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب، ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

"شیعہ اور روافض کے بارے میں میرا قول یہ ہے کہ وہ گمراہ فرقوں میں شر والا فرقہ ہے، لیکن ہم ان سب کو کافر قرار نہیں دیتے، اور رافضیوں کی بعض کتابوں میں جو

---

[1] أنـا لا أتـجرأ على القول بتكفير الشيعة قوم يسمونهم بالرافضة؛ إلا إذا عرفنا عقيدة كل واحد منهم، مثلا الخميني أعلن عن عقيدته بما سماه بـ أيش؟

مداخلة :الحكومة الإسلامية.

الشيخ :الحكومة الإسلامية، إيه هذا كفر بلا شك يعني، لكن أنا مش ضروري أتصور كل.

مداخلة :شيعي.

الشيخ :كـل عالم شيعي هو يحمل نفس الفكرة هذه، فأقول :مـن كان يحمل هذه الفكرة، من كان يـعتقد أنه هذا القرآن الذي بين أيدينا هو ربع القرآن الحقيقي اللي هو في مصحف فاطمة، لا شك في كفر من يقول هذا.

لكن أقول :الشيـعة كـفـار؛ لأنه كثير منهم، أو لأنه كتابهم الكافي يقول كذا وكذا !هذا غير كافي لتعـميـم إطلاق لفظة الكفر على الشيعة وعلى الرافضة؛ لأنه هنا في سببين مانعين من هذا الإطلاق : الأول :أننا لا نستطيع أن نقول :كل عالم شيعي يحمل هذه العقيدة المكفرة .ثانيا :ينبغي أن يتحقق الشرط الثاني :وهـو إقامة الحجة .فهـذا وهـذا مفقود يكفينا إذا أن نقول :هـؤلاء ضالون، أما بدقة متناهية، فينبغي أن نعرف عقيدتهم إما من لسانهم أو من قلمهم.

الملقي :جزاكم الله خيرا فضيلة الشيخ.("الهدى والنور"754 / 50 : 27 : 00)(موسوعة الالباني في العقيدة، ج٢ص ٤٦١،كتاب الكفر والتكفير والنفاق،جماع أبواب الكلام على البدع الكفرية هل يكفر أصحابها، باب من كفر معاوية رضى الله عنه هل يكفر؟)

یہ بات مذکور ہے کہ قرآن مجید جو ہمارے سامنے موجود ہے، وہ قرآن کا چوتھائی حصہ ہے، اور کامل قرآن، فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قرآن ہے، تو اس قول کا قائل بلاشک وشبہ کافر ہے، لیکن ہمیں اس بات کی قدرت نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ شیعہ لوگوں میں سے ہر فرد کا یہ عقیدہ ہے، خواہ ان کے علماء ہوں، یا ان کے طلبہ ہوں، یا ان کے عامۃُ الناس ہوں"۔انتھٰی۔ [1]

ہم شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب کے مذکورہ موقف سے اتفاق کرتے ہیں، متعدد اکابرو

---

[1] أنا أقول فى الشيعة وفى الرافضة وهم شر الفرق الضالة :لا نكفرهم بالكوم، يعنى: بالجملة، وإنما ندين كل إنسان بما يسمع منه، أما كون الرافضة يقولون فى بعض كتبهم :أن هذا المصحف الذى بين أيدينا هو ربع المصحف والمصحف الكامل هو مصحف فاطمة رضى الله عنه، فمن يقول بهذا القول هو كافر بلا شك؛ لأنه يكفر بقوله تعالى:"إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون" لكن هل نستطيع أن نقول فى كل فرد من أفراد الشيعة، سواء كانوا من علمائهم أو طلابهم أو عامتهم؟ الجواب :لا، لا يجوز التكفير بالكوم، فهمت مقصودى بالكوم؟ يعنى :بالجملة، لا بد من التفصيل.
أما الأحزاب الإسلامية فهؤلاء لا يجوز أن يصفوا مع بعض الفرق الضالة، هؤلاء لهم مناهجهم ارتضوها لأنفسهم، لا نؤيدهم فيها، بل ننصحهم أن ينخلعوا منها؛ لأنها ليست على الكتاب والسنة، لكننا لا نقرنهم مع الفرق الضالة .اسمح لى لعلى أجبتک عن سؤالک؟
مداخلة :كذلک البهائية والقاديانية؟
الشيخ :كذلک البهائية والقاديانية من يعتقد عقيدتهم كمن يعتقد بنقصان المصحف فهو كافر، لكن فردا فردا لا، أنا من فضل الله على من أعرف الناس بالقاديانية؛ لأنى بليت بهم فى دمشق سنين طويلة، ففيهم من يعرفون بالقاديانيين وفيهم من يعرفون بالأحمديين، وكلهم ينتسبون إلى ميرزا غلام أحمد القاديانى، لكن الطائفة الأولى يعتقدون بنبوته، الطائفة الأخرى يعتقدون بأنه مصلح من المصلحين، وكلاهما فى ضلال، لكن الطائفة الأولى أشد إغراقا فى الضلال؛
لأنهم يؤمنون ببقاء النبوة بعد النبى عليه الصلاة والسلام، أما الآخرون يقولون :لا؛ ولذلک أولا بمعرفتى بالفقه الإسلامى أولا، وتجربتى ثانيا، هو الذى يمنعنى أن أنصح المسلمين جميعا ألا يكفروا من يستحق التكفير بالكوم وإنما بالتفصيل، من اعتقد كذا وكذا فهو كافر، أما الشيعة فيهم وفيهم، أما القاديانيين ففيهم وفيهم، أما البهائيين فكلهم كفار(موسوعة الالبانى فى العقيدة ، ج۴ص ۲۸۴،۲۸۵،كتاب الكفر والتكفير والنفاق، باب بيان خطأ التكفير بالجملة)

مشائخِ دیوبند وحنفیہ کا بھی یہی موقف ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

''دکتور صبری محمد خلیل، سوڈان'' کا حوالہ

''سوڈان'' کے شہر ''خرطوم'' میں واقع ''جامعۃُ الخرطوم'' (University of Khartoum) کے فلسفہ اسلامی کے استاذ ''دکتور صبری محمد خلیل'' نے شیعہ کے متعلق، علامہ ابنِ تیمیہ کے اصل موقف کو منقح کرنے کے لیے ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے علامہ ابنِ تیمیہ کی عبارات وحوالہ جات اور تصریحات کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے نزدیک شیعہ مطلقاً کافر نہیں، بلکہ وہ گمراہ اور مبتدع ہیں۔

اور اہلِ تشیّع کی تکفیر پر امت کا اجماع بھی نہیں۔

جس کے بعد موصوف نے عرب کے شیخ ابنِ عثیمین اور شیخ سلمان العودۃ کے حوالے سے بھی یہ تحریر کیا ہے کہ یہ اہلِ علم حضرات بھی روافض کے متعلق، علامہ ابنِ تیمیہ کے موقف ہی کو اختیار کرتے ہیں۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] الموقف الحقیقی للإمام ابن تیمیه من الحکم علی الشیعة:

تمهید :

یحاول هذا المقال بیان خطا المذهب القائل أن مذهب الإمام ابن تیمیه فی الحکم علی الشیعة، هو مذهب اجمالی، قائم علی إطلاق حکم واحد علیهم هو تکفیر الشیعة، دون تمییز بین فرقها، و بین أفکارها والأشخاص المنتمین إلیها ..و أن الإمام ابن تیمیه قد تبنی مذهب تفصیلی، یمیز بین الفرق الشیعیة المتعددة، کما یمیز بین الأفکار الشیعیة والأشخاص المنتمین إلی المذهب أو المذاهب الشیعیه، وهو لا یحکم علی الشیعة بالخروج الکلی عن الإسلام، وان حکم علیهم بالضلال والابتداع، وفیما یلی نشیر لمذهب ابن تیمیه فی الحکم علی الشیعة بالتفصیل :

وصف الشیعة بأنها فرقه ضالة ومبتدعه :

یصف الإمام ابن تیمیه الشیعة بأنها فرقه ضالة ومبتدعه (منهاج السنة :1/160)

وهذا الوصف ای الضلال هو محل إجماع بین علماء أهل السنة بفرقهم المتعددة، کما یصف الإمام ابن تیمیه الشیعة بقلة العلم والعقل ,والتناقض والاضطراب ,والعداء للمسلمین ,والتعاون مع الأعداء ضد المسلمین نسبه لتعاون بعض الشیعة مع التتار فی عهده(مجموع الفتاوی: 3/356، ومنهاج السنة النبویة: 7/220)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''دارُالافتاء المصریة'' کا حوالہ

مصر کے دارالافتاء سے ایک سوال کے جواب میں درجِ ذیل فتویٰ جاری ہوا:

''شیعہ کا اسلامی مذہب سے تعلق ہے، اور شیعہ کے متعدد فرقے ہیں، ان کے بعض فرقے متعدل ہیں، اور بعض غالی ہیں، جن میں شیعہ، امامیہ اثناعشریہ بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشيعة مع ضلالهم لم يخرجوا عن الإسلام بالكلية :

غير ان الإمام ابن تيميه مع وصفه للشيعة بالضلال، إلا انه لم يخرجهم عن دائرة الإسلام بالكلية ويدل على هذا:

الف:...... تقريره أن دخول الكافر فى الإسلام على مذهب الرافضة خير له من بقائه على كفره:

حيث يقول(وقد ذهب كثير من مبتدعة المسلمين من الرافضة والجهمية وغيرهم إلى بلاد الكفار فأسلم على يديه خلق كثير ,وانتفعوا بذلك ,وصاروا مسلمين مبتدعين ,وهو خير من أن يكونوا كفارا) (مجموع الفتاوى:13/96).

ب:......تقريره أن الرافضة فيهم خلق مسلمون ظاهرا وباطنا :

حيث يقول عند ذكر قول الرافضة فى عصمة الأئمة(فهذه خاصة الرافضة الأمامية، التى لم يشركهم فيها أحد، لا الزيدية الشيعة ,ولا سائر طوائف المسلمين ,إلا من هو شر منهم كالإسماعيلية الذين يقولون بعصمة بنى عبيد ,المنتسبين إلى محمد بن إسماعيل بن جعفر , القائلين :بأن الإمامة بعد جعفر فى محمد بن إسماعيل دون موسى بن جعفر ,وأولئک ملاحدة منافقون .والإمامية الاثنا عشرية خير منهم بكثير ,فإن الإمامية مع فرط جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ,ليسوا زنادقة منافقين ,لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم ..) (منهاج السنة: 2/452)

ج:......العذر بالجهل وعدم تكفيره لعوام الشيعة :

وقد طبق الإمام ابن تيميه قاعد هى العذر بالجهل اى عدم تكفير من جهل أن قوله هو كفر، وبناء عليها فقد قرر ان عوام الشيعة الذين لم يعرفوا أمرهم قد يكونوا مسلمين حيث يقول ..وأما أولئک فأئمتهم الكبار العارفون بحقيقة دعوتهم الباطنية زنادقة منافقون ,وأما عوامهم الذين لم يعرفوا أمرهم فقد يكونون مسلمين ,(منهاج السنة: 2/452)

د:......قوله بقاعدة التكفير على العموم أما المعين فيتوقف تكفيره على استيفاء الشروط وانتفاء الموانع :

كما طبق الإمام ابن تيميه قاعدة التكفير على العموم أما المعين فيتوقف تكفيره على استيفاء الشروط وانتفاء الموانع فى الحكم على الشيعة ،والتى تعنى جواز القول بان القول المعين هو كفر،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہیں، اور اسی طرح زیدیہ فرقہ بھی شیعہ فرقوں سے تعلق رکھتا ہے، پس زیدیہ اہلِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما الشخص المعين فلا يجوز القول بكفره إلا بعد استيفائه شروط التكفير وانتفاء موانعه عنه .حيث يقول فى مجموع الفتاوى "

والصحيح أن هذه الأقوال التى يقولونها التى يعلم أنها مخالفة لما جاء به الرسول كفر وكذلك أفعالهم التى هى من جنس أفعال الكفار بالمسلمين هى كفر أيضا .وقد ذكرت دلائل ذلك فى غير هذا الموضع؛ لكن تكفير الواحد المعين منهم والحكم بتخليده فى النار موقوف على ثبوت شروط التكفير وانتفاء موانعه .فإنا نطلق القول بنصوص الوعد والوعيد والتكفير والتفسيق ولا نحكم للمعين بدخوله فى ذلك العام حتى يقوم فيه المقتضى الذى لا معارض له .وقد بسطت هذه القاعدة فى "قاعدة التكفير " "

هـ:......إنكاره القول بتفضيل اليهود النصارى على الشيعة :

حيث يقول فى الرد على من يفضل اليهود والنصارى على الرافضة (كل من كان مؤمنا بما جاء به محمد فهو خير من كل من كفر به ,وإن كان فى المؤمن بذلك نوع من البدعة ,سواء كانت بدعة الخوارج والشيعة والمرجئة والقدرية أو غيرهم) (مجموع الفتاوى: 35/201)

و:......قوله صحة الصلاة خلف الإمام الرافضى :

حيث يقول(والفاسق والمبتدع صلاته فى نفسه صحيحة ,فإذا صلى المأموم خلفه لم تبطل صلاته ,لكن إنما كره من كره الصلاة خلفه لأن الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر واجب ,ومن ذلك أن من أظهر بدعة أو فجورا لا يرتب إماما للمسلمين ,فانه يستحق التعزير حتى يتوب ,فإذا أمكن هجره حتى يتوب كان حسنا ,وإذا كان بعض الناس إذا ترك الصلاة خلفه وصلى خلف غيره آثر ذلك حتى يتوب ,أو يعزل ,أو ينتهى الناس عن مثل ذنبه ,فمثل هذا إذا ترك الصلاة خلفه كان فيه مصلحة ,ولم يفت المأموم جمعة ولا جماعة ,وأما إذا كان ترك الصلاة يفوت المأموم الجمعة والجماعة فهنا لا يترك الصلاة خلفهم إلا مبتدع مخالف للصحابة رضى الله عنهم . وكذلك إذا كان الأمام قد رتبه ولاة الأمور ,ولم يكن فى ترك الصلاة خلفه مصلحة ,فهنا ليس عليه ترك الصلاة خلفه ,بل الصلاة خلف الإمام الأفضل أفضل ,وهذا كله يكون فيمن ظهر منه فسق أو بدعة تظهر مخالفتها للكتاب والسنة ,كبدعة الرافضة والجهمية(مجموع الفتاوى : 23/254)

تقرير أن علماء أهل السنة لم يجمعوا على تكفير الشيعة :

كما ينفى الإمام ابن تيميه إجماع علماء أهل السنة على تكفير الشيعة،من خلال تقريره أن للعلماء قولان فى تكفيرهم حيث يقول فى مجموع الفتاوى "وأما تكفيرهم وتخليدهم: ففيه أيضا للعلماء قولان مشهوران: وهما روايتان عن أحمد .والقولان فى الخوارج والمارقين من الحرورية والرافضة ونحوهم"

التمييز بين الفرق الشيعية :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

السنۃ والجماعۃ کے زیادہ قریب ہیں، اور امامیہ اپنے آپ کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف منسوب نہیں کرتے، اگرچہ ان کا شمار بھی مسلمانوں میں ہوتا ہے، اور اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد ميز الإمام ابن تيميه بين الفرق المذاهب الشيعية المتعددة ،ونتيجة لذلک لم يضع حکم واحد على هذه الفرق، بل وضع أحكام متعددة ،وهذا الموقف يتفق معه فيه كثير من علماء أهل ألسنه الذين قرروا :إن الشيعة على ثلاثة أقسام :قسم كافر بالإجماع كغلاة الشيعة ,وقسم غير كافر بالإجماع كالشيعة المفضلة ,وقسم وقع فيه خلاف بين العلماء كالرافضة .حيث ذكر الإمام ابن تيمية الشيعة المفضلة عند ذكر الفرق التى أجمع الأئمة على عدم كفرهم (مجموع الفتاوى: 3/551)كما ذكر ان غلاة الشيعة بفرقهم المتعددة كفار بالإجماع (منهاج السنة: 3/452و 5/337)وذكر أن العلماء لهم فى الرافضة قولان ,هما روايتان عن الإمام أحمد (مجموع الفتاوى: 3/56 والصارم المسلول :571-567)

القتال مشروط وليس مطلق :

أما تقرير الإمام ابن تيميه وجوب قتال الشيعة فهو مقيد بمن تنطبق عليه شروط القتال من الشيعة، ممن خرج على الحاكم الشرعى، أو أعان الأعداء على المسلمين فهو من باب مقاتله الفئه الباغية وليس من باب جهاد الكفار المحاربين.

مذهب التفصيل فى الحكم على الشيعة عند بعض العلماء المعاصرين :

وقد تبنى بعض العلماء المعاصرين ذات مذهب الإمام ابن تيميه فى الحكم على الشيعة، والقائم على التفصيل، ومن هؤلاء العلماء :

الشيخ ابن عثيمين :

يقول الشيخ ابن عثيمين فى الاجابه على السؤال :بالنسبة للرافضة هل يعتبرون كفرة ؟ وكيف يكون تعامل المسلم معهم لأنهم كثيرا ما يظهرون الحقد والبغض لأهل السنة ؟(الرافضة بارك الله فيك كغيرهم من أهل البدع ، إذا أتوا بما يوجب الكفر صاروا كفارا وإذا أتوا بما يوجب الفسق صاروا فساقا ، وإذا كان لشىء من أقوالهم القريبة من أقوال أهل السنة شىء من النظر ، وصار محل اجتهاد فهم فيه كغيرهم ، فلا يمكن أن يجاء بجواب عام ويقال :كل الرافضة كفار ، أو كل الرافضة فساق ، لا بد من التفصيل والنظر فى بدعتهم ، ويجب علينا أن ندعوهم إلى الحق ، وأن نبيّنه لهم ، وإذا كنا نعلم من أى فرقة هم ، فعلينا أن نبيّن عيب هذه الفرقة ، ولا نيأس ، فإن القلوب بين إصبعين من أصابع الرحمن عز وجل ، ربما يهديهم الله على أيدينا ، فيحصل لنا خير كثير ، والانسان الذى يهتدى بعد أن كان غير مهتد قد تكون فائدته للمجتمع أكثر وأكبر من الذى كان مهتديا من الأول ، لأنه عرف الباطل ورجع عنه ، وبيّنه للناس فيكون بيانه للناس عن علم)

الشيخ سلمان العودة :

ويقول الشيخ سلمان عوده فى الاجابه على السؤال :ما هو موقف السنى من الشيعى ؟ علماً أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سلسلے میں ضروری ہے کہ تمام شیعوں پر یکساں حکم جاری نہ کیا جائے، بلکہ ان میں درجات کے اعتبار سے فرق کیا جائے، ان کے علماء اور عوام کے درمیان بھی تفریق نہ کی جائے، عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے''۔انتہٰی۔ [1]

اس سے قبل بھی اہلِ تشیع اور روافض کے بارے میں علمائے کرام کی آراء مختلف رہی ہیں، اور وہ تمام آراء اپنے اپنے شرعی وفقہی دلائل اور اپنی اپنی تحقیق وتجزیہ اور مشاہدہ پر مبنی ہیں، کسی ایک عالم، یا ایک طبقہ کی مخصوص تحقیق کو سب پر نہ تو مسلط کیا جاسکتا، اور نہ ایک رائے کا سب کو پابند کیا جاسکتا، اسی کے ساتھ غیر اصولی تکفیری مہم سے امت کی وحدت کو نقصان پہنچنے کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، مسئلہ چونکہ دین کا ہے، ذات پات کا نہیں، اس لیے اس کو اسی حیثیت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

هناک ممن يحبونكم ويستمعون لأشرطتكم، ووجدت منه ميلاً للشيعة وانخداعاً بهم بسبب تقيتهم، وعندما ناقشته مراراً لم يقتنع، ويقول هؤلاء الشيعة أفضل منا، ويدعون إلى وحدة المسلمين .(موضوع الشيعة فيه تفصيل؛ فإن في كتبهم ما هو كفر صريح، ومنها ما هو بدعة غليظة أو دون ذلک، أو فيها ما هو كسائر الكلام.أما الأشخاص فيحكم عليهم بحسب اعتقادهم الذی نعلمه فمن طعن فی القرآن، أو أنكر قطعياً معلوماً بالضرورة من الدين، أو اتهم عائشة أم المؤمنين رضی الله عنها بالزنا، فهو كافر بالله العظيم .ومن كانت بدعته دون ذلک، كتفضيل علی رضی الله عنه على الشيخين فهو مخطء مبتدع، لكنه لا يكفر بها ..، والتفصيل خير من الإجمال(جمال بدرالدولة، 16اپریل 2015)(الموقع الرسمی للدكتور صبری محمد خليل خيری،الموقف الحقيقی للإمام ابن تيميه من الحكم على الشيعة)

(https://drsabrikhalil.wordpress.com/2015/04/16)

[1] هل الشيعة من أهل السنة والجماعة؟ وهل توقف الأزهر عن الفتوى بأنهم من الفرق الضالة؟
الجواب :أمانة الفتوى الشيعة مذهب إسلامی من جملة مذاهب المسلمين، والشيعة فرق عديدة؛ منها المعتدل ومنها المغالی، والشيعة الإمامية الاثنا عشرية وكذلک الزيدية جزء أساسی فی الأمة الإسلامية، فالزيدية بالإجمال أقرب فرق الشيعة إلى أهل السنة والجماعة، أما الإمامية فلا ينسبون إلى أهل السنة والجماعة وإن كانوا من جملة المسلمين أهل القبلة الواحدة.
وفی هذا المقام يلزم التنبيه إلى أن تعميم الأحكام على جميع الشيعة دون تفرقة أو تمييز بينهم بحسب درجتهم فی التشيع ودون تفريق بين علمائهم وعوامهم ليس من العدل والإنصاف والعلم فی شیء ، بل هو عين الفتنة التی يبغيها الشيطان فی أمة النبی صلى الله عليه وآله وسلم(الموقع ”دارالافتاء المصرية“ الشيعة وأهل السنة،الرقم المسلسل ٢٣٦٨، التاريخ:24/07/2013)
(https://www.dar-alifta.org/Home/ViewFatwa?ID=12580&title=)

سے ملاحظہ کرنا چاہیے، اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنا چاہیے، اگرچہ اس رائے سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ حسین صالح مصر کا حوالہ

مصر کے ”رئیس لجنۃ الفتویٰ“ اور ”وعظ وارشاد“ کے ادارہ کے مدیر شیخ حسین صالح نے فرمایا کہ:

”شیعہ کو قتل کرنا، یا ان کو کافر قرار دینا، شرعاً جائز نہیں، اور حد کو قائم کرنا، صرف حاکم کا حق ہے، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علماء کا موقف، اس سلسلے میں واضح اور صریح ہے کہ شیعہ جماعت کے اکثر لوگ دین سے ناواقف اور جاہل ہیں، ہمارے اوپر واجب ہے کہ ان کو دعوت دیں، اور حقائق کو واضح کریں، تاکہ ان لوگوں کو درست بات معلوم ہو، اور کفر کا حکم لگانا، ایک شرعی چیز ہے، کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ دوسرے پر کفر کا حکم لگائے، تا آنکہ کتاب وسنت سے اس کے کفر پر کوئی ناقابلِ تردید دلیل قائم نہ ہو“۔انتھیٰ ۔ [1]

---

[1] قال الشيخ حسين صالح، رئيس لجنة الفتوى ومدير منطقة الوعظ والإرشاد الدينى بأسيوط مصر:
إن الحكم بقتل الشيعة أو بتكفيرهم لا يجوز شرعاً وإقامة الحد من حق الحاكم فقط وموقف علماء أهل السنة واضح وصريح فى هذا الأمر .وأضاف، فى تصريحات صحفية اليوم، أن "الشيعة جهلاء بالدين ويجب علينا فقط دعوتهم وكشف الحقائق ليتبين للناس الصواب من الخطأ "، مشيرا إلى أن "الحكم بكفرهم لا يجوز، فالكفر حكم شرعى مرده إلى الله ورسوله وليس على أحدٍ أن يكفر أحداً حتى يقيم الدليل من الكتاب والسنة على كفره ."وأوضح الشيخ صالح أن قتل المسلم للمسلم المختلف معه فى العقيدة لا يجوز بأى حال من الأحوال، ولكن يجب محاورة الحجة بالحجة والرأى بالرأى والدليل بالدليل حتى يترك ما يعتقده من باطل ويذعن للحق والصواب .أما بخصوص سبهم الصحابة وأم المؤمنين السيدة عائشة رضى الله عنها، فقال إن معاقبتهم على ذلك الخروج وإقامة الحد عليهم من حق الحاكم فقط حتى لايؤدى إلى شيوع الفوضى والفساد فى ربوع المجتمع(الموقع"الوطن"الأربعاء 26يونيو 2013)
(https://www.elwatannews.com/news/details/210214)

مذکورہ رائے بھی ایک مستند عالمِ دین اور اہلِ فتویٰ کی ہے، جس کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

”شیخ علی جمعہ، جامعۃُ الازھر“ کا حوالہ

جامعہ ازہر کے استاد، مفسر اور فقیہ اور محقق سنی شافعی عالمِ دین، اور ”ھیئۃ کبار علماء الازھر“ کے رکن، دکتور علی جمعہ، جو 2003ء سے 2013ء تک مصر کے اٹھارویں مفتیِ اعظم کے عہدے پر فائز رہے، اور انہیں 2008ء میں ”یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ“ اور ”دی نیشنل“ کے مطابق بین الاقوامی سطح پر سب سے زیادہ قابلِ احترام اسلامی فقہاء میں سے ایک قرار دیا گیا۔

وہ اپنے ایک تفصیلی و تحقیقی مضمون میں فرماتے ہیں کہ:

”شیعوں پر مطلق کفر کا حکم لگانا، صحیح نہیں، اور ان کی طرف جو کفر کے اسباب منسوب کیے جاتے ہیں، ان کے متعلق اہلِ تشیع کی طرف سے مختلف تاویلات سامنے آئی ہیں، جس کی بناء پر ان کی تکفیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

البتہ بعض لوگ ان میں غالی ہیں، جن کو اسلام سے خارج قرار دیا جاسکتا ہے۔

احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام کی طرف منسوب کسی شخص کو کافر قرار دینے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اسی کے ساتھ شریعتِ اسلامی میں تمام مسلمان فرقوں کو باہم اتحاد و اتفاق کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی بناء پر سنی اور شیعہ مسلمانوں کو، غیر مسلموں کے مقابلے میں متحد ہونا چاہیے۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اہلِ تشیع کو مسلمانوں سے الگ فرقہ شمار نہیں کیا جاتا تھا، پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ آپس میں بُعد ہوتا چلا گیا، جس میں بعض انتہاء و تشدد پسند سوچ رکھنے والوں کے کردار کے علاوہ، سیاسی وغیر سیاسی

مفادات بھی ہیں۔

شیعہ، سنی جھگڑوں کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے“۔انتھٰی ۔ لے

لے هل الشيعة من المسلمين؟ وإذا كانوا من المسلمين فما واجب أهل السُّنَّة نحوهم؟ وما هى مسائل الاختلاف بينهم وبين أهل السنة؟ وهل يجوز التقريب بينهم وبين أهل السنة؟ أو أن هذا مَسلكًا خاطئا؟

بسم الله، والحمد لله، والصلاة والسلام على سيدنا رسول الله، وآله وصحبه ومن والاه .وبعد، فالشِّيعة :اسم عَلَمٍ أُطْلِق على معنى الأَتْبَاع والأَنْصَار، وجمعه أَشْيَاع، وشِيَع، وقد أطلق اسم الشيعة على مَنْ ناصروا سيدنا على بن أبى طالب -كرَّم الله وجهه ورضى عنه -دون غيره، وأقرُّوا بأحقيته فى الخلافة.

ولم يختص مصطلح الشِّيعة فى باداء الأمر بأصحاب سيدنا على بن أبى طالب -كرم الله وجهه ورضى عنه -دون غيرهم، بل أطلق بمعناه هذا على كل من ناصر وشايع سيدنا عليًّا وسيدنا معاوية رضى الله عنهما ودليل ذلك ما جاء فى صحيفة التَّحكيم :هذا ما تقاضى عليه على بن أبى طالب ومعاوية بن أبى سفيان وشيعتهما .ثم بعد ذلك صار هذا المصطلح خاصًّا بأصحاب سيدنا على كرَّم الله وجهه ورضى عنه.

إلا أن شيعة سيدنا على رضى الله عنه بقيت ببقاء نسله الشريف، واستمر معاداة الحكام من بنى أمية لأهل بيت سيدنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، حتى قتل يزيد بن معاوية السيد الأكرم الحسين عليه السلام، فازداد مقت شيعة سيدنا على وأبنائه رضى الله عنهم أجمعين على بنى أمية، وامتد مقتهم لكل مَن رضى بحكم بنى أمية فألحقوا أكثر صحابة النبى صلى الله عليه وسلم بهم.

وأهل السنة يعلمون أن عليًّا رضى الله عنه كان أقرب للحقّ من معاوية رضى الله عنه، ويعلمون أن سيِّدنا الحسين قُتِلَ مظلوما، وخرج أهل المدينة على يزيد بعدما استباحها، ولم يستقر حكم بنى أُميَّة إلا بانتقال الحكم لبيت مرْوان.

فأهل السُّنَّة ليسوا هم شيعة معاوية ولا أتباع شيعة معاوية رضى الله عنه، وإنما هم شيعة لسيدنا على ولمعاوية رضى الله عنهما وكل أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، وأهل السنة يعتبرون أن حُبَّ آل البيت من أعظم القربات، ممتثلين لقوله تعالى:قل لا اسألک عليه اجرا الا المودة فى القربى (الشورى:23)، وأهل السُّنَّة أيضا يحبون جميع الصحابة رضى الله عنهم، ولا تجدهم يحطون من شأن أى واحد من الصحابة رضوان الله عليهم، وأن موقفهم من الخلافات السياسية التى حدثت بين الصحابة هو التعامل معها بما يرشدنا إليه قوله تعالى:تلک أمة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسألون عما كانوا يعملون(البقرة:134) فلا يقفوا منهم موقف الْحَكَم.

وفى بداية نشأة الشيعة لم تتميز بأصول تُخَالف بها جماعة المسلمين، ثم بعد ذلک بدأ البُعْد بين أهل السنة والشيعة بسبب المسائل السياسية، ثم انقسموا بعد ذلک إلى فرق كثيرة، منها المعتدلة الذين لم يختلفوا مع أهل السُّنَّة على أصل من أصول الدين -وهم من نخصهم بالخطاب هنا كالإمامية والزيدية وهم أغلب من ينتسبون للشيعة۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض دیگر اہلِ علم نے بھی اہلِ تشیع کی طرف بارہ اماموں کے معصوم ہونے کے عقیدے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومنها التى غالت لدرجة أنها خالفت أهل السنة فى أصول الدين، فبهذه المخالفة خرج من الإسلام، -كالإسماعيلية والدروز وغيرهما -وقد ساعد أعداء الإسلام على هذا زيادة البُعْد والفرقة بين أهل السنة والشيعة.

فالشيعة الذين لا ينكرون أصلا من أصول الدين من المسلمين؛ لأنهم يشهدون أنْ لا إله إلا الله، وأن سيدنا محمَّدًا رسول الله، ويؤمنون بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم الآخر، والقدر خير وشره، ومَنِ اجتمعت فيه هذه الخصال ما جاز بحال من الأحوال إخراجه من مِلَّة الإسلام، فلا خلاف بينهم وبين أهل السنة فى المسائل القطعية، المعلومة من الدين بالضرورة، ولا فى أركان الإسلام، فبهذا لا يجوز لأهل السنة أن يحكموا عليهم بالكفر-كما يفعل المتشَدِّدون ممن تسموا بالسلفيين فى هذه الأيام -لأن الرسول صلى الله عليه وآله وسلم حذَّرنا أَشَدَّ التحذير من الوقوع فى تكفير أحد من أهل القبلة.

فعن أبى ذَرٍّ -رضى الله عنه -أنه سمع النبى صلى الله عليه وآله وسلم يقول :لا يرمى رجل رجلا بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه، إن لم يكن صاحبه كذلک(1)

(1)أخرجه البخارى فى صحيحه، 5/2247.

وعن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :أيما امرء قال لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه(2)

(2)أخرجه البخارى، فى صحيحه، 5/2263، ومسلم فى صحيحه، 1/79واللفظ له.

وقال حجة الإسلام، الإمام الغزالى :والذى ينبغى أن يميل المحصِّلُ إليه :الاحترازُ من التكفير ما وجد إليه سبيلا، فإن استباحة الأموال والدماء من المصلين إلى القبلة، المصرحين بقول :لا إله إلا الله محمد رسول الله، خطأ، والخطأ فى ترک تكفير ألف كافر فى الحياة أهون من الخطأ فى سفک محجمة من دم امرء مسلم(3)

(3)الاقتصاد فى الاعتقاد، للغزالى، ص 157

مفهوم التَّقْرِيب ومدى اتفاقه مع روح الإسلام:

يختلف النَّاس فى معنى مفهوم التَّقريب الْمُرَاد بين الفِرَق الإسلامية عامَّة، وبين أهل السُّنَّة والشيعة خاصَّة، وخلاصته هو :التَّقارب بين أتباع المذاهب الإسلامية بغية تعرُّف بعضهم على البعض الآخر على طريق تحقيق التآلف والأُخُوَّة الدينية، على أساس المبادء الإسلامية المشتركة الثابتة فى مجال العقيدة والشريعة باعتبارها أساسًا للأُمَّة، وأن يتَّسع صدر كل منَّا بل فِكْرُه وعقله لقبول ما عند الآخر، وذلک عن طريق الاحتكام إلى المصير الذى لابد منه ولا بديل عنه فى القضايا الاجتهادية.

وقضِيَّة التأليف بين فصائل الأُمَّةِ، والسَّعْى فى إصلاح ذات بَيْنِهَا، وجَمْع شملها على الحقِّ والْهُدَى، ورَأْبِ صَدْعِهَا، والتقريب بين فئاتها المتنازعة، من أعظم أصول الإسلام العظيمة، ومن أفضل أبواب الخير والجهاد فى سبيل، قال تعالى:واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا(آل عمران:103) فهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس طرح کے دوسرے افکار ونظریات پر کلام کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اعتصام بحبل الله، واجتماع على هدى الله .وقال النبى صلى الله عليه وسلم :المؤمن للمؤمن كالبنيانِ، يشد بعضه بعضا(4)

(4)أخرجه البخارى فى صحيحه 1/182، ومسلم فى صحيحه .4/1999

وقد طلب الله سبحانه وتعالى من هذه الأُمَّة أن تتوحَّد كلمتها، وألا تكون فِرَقًا وأحزابا، قال تعالى: وإن هذه أمتكم أمة واحدة وأنا ربكم فاتقونِ(المؤمنون: 52) وقال أيضا:منيبين إليه واتقوه وأقيموا الصلاة ولا تكونوا من المشركين.من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا كل حزب بما لديهم فرحون(الروم: 31,32)وقال النبى صلى الله عليه وآله وسلم :لا تختلفوا فإن من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا(5)

(5)أخرجه البخارى فى صحيحه .2/849

فقد حذَّر النبى صلى الله عليه وآله وسلم من الفرقة بين المسلمين ودعا إلى توحيد صفوفهم، روى النعمان بن بشير أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :مثل المؤمنين فى توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى(6)

(6)أخرجه البخارى فى صحيحه، 5/2238، و مسلم فى صحيحه .4/1999

فهذا يدل على أن كل مَن يعمل لِلَمِّ شملها، ويسعى إلى تأليف قلوب أبنائها، فهو مُؤْمِنٌ حقًّا، مُجاهد فى سبيل أنبل غاية عُنِيَ بها الإسلام، وهى تأليف القلوب وتوحيد الأهداف، وأمَّا أولئك الذين يورثون العداوات، ويبعثون العَصَبيَّات، ويُفَرِّقون بين الأخ وأخيه، ويصطنعون العداوة والبغضاء ، فهؤلاء هم الذين يسعونِ فى الأرض بالفساد، وواجب المسلمين المخلصين أن يقفوا لهم بالمرصاد، وأن يُبَصِّروا الأُمَّة بهم، ويكشفوا لهم أهدافهم وسوء غاياتهم، وقد نهانا ربنا عن الفُرْقَة فقال:ولا تكونوا كالذين تفرقُوا واختلفوا من بعد ما جاء هم البينات وأولئك لهم عذاب عظيم(آل عمران:105)

والأُمَّةُ الإسلامية لم تُؤْتَ من ثَغْرَةٍ، مثل ما أُوتِيَتْ من جانب فُرْقتها وتنازعها، والصِّرَاع بينها، وقد رسم الإسلام للأُمَّة طريق وحدتها، وما حصلت الفُرْقَة إلا بالبُعْدِ عن المنهج الإسلامى الصحيح.

ومَنْ يسْتَعْرِض تاريخ المسلمين يجد أنهم لم ينهزموا عَسْكَرِيًّا بقدر ما انهزموا بسلاح (فرِّق تَسُد)، وما أسهل على عدوِّنا -على مدار التاريخ -أنِ يستزرع جماعات للقيام بِمُهِمَّة التمزيق التى تُفْرَض علينا؛ فنستسلم لها على أنها أقدار محتومة للأُمَّة، والقَدَرُ منها براء ، والمُسْتَعْمِرُون استغلُّوا أسباب الفُرْقة بين المسلمين أسوأ استغلال، فراحوا يبعثون لأسباب العداوة والبغضاء ، وينفخون فى نار قد خمد أوارها وانطفأ لهيبها -مع أن أكثر هذه الأسباب قد أصبحت غير ذات موضوع -كل هذا لتبقى لهم الكلمة النافذة فى بلاد الإسلام التى حَبَاها الله بخيرات لا تكاد تُوجَد فى غيرها من بلاد الله.

وليست الدعوة إلى التقريب بين الفِرَق الإسلامية دعوة إلى بقاء فرقة على حساب فرقة، ولكنها دعوة إلى تنقيتها من الشَّوَائِب التى أثارتها العصبيَّات والنَّعرات الطائفية، وأذكتها العقلية الشعوبِيَّة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس سلسلے میں مختلف ایسی توجیہات وتاویلات کا ذکر کیا ہے، جو تکفیر کے لیے مانع شمار ہوتی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتقريب يبعدنا عن التمذهب السلبى القائم على التّناحر الذى هو بحقيقته غير دينى، ويقرّبنا إلى التمذهب الإيجابى، الذى هو نشاط فكرى وعلمى ومدارسة واقعية قائمة على أساس دينى، ويقربنا بالنتيجة إلى الإسلام الواحد الذى اتفقنا عليه.

فبهذا اتضح لنا أن مسألة التقريب بين الفِرَق الإسلامية بوجه عام، وبين السنة والشيعة بوجه خاص أمر مطلوب شرعًا.

ولا شك أن العِبْء َالأكبر فى عملية التقريب بين الفِرَق يَقَعُ على عاتق العلماء والْمُفكّرين؛ وذلك لأنهم -من جهة -ورثة الأنبياء ، وحملة الدعوة، وبناة الجيل، وهم -من جهة أخرى -أعلم بالأُسُس التى يعتمدها التَّقْرِيب، وأكثر أَثَرًا فى توحيد الصفوف وتحقيق خصائص الأُمَّة.

وقد حدث تقريب بالفعل بين بعض علماء فِرَق الشيعة المعتدلة وبين علماء أهل السُّنَّة مُمَّثلا فى علماء الأزهر -فى بداية مطلع القرن العشرين، وباستقراء قضايا الخلاف بين أهل السُّنَّة وبعض فِرَق الشيعة المعتدلة وجدنا أن هذا القضايا مدارها على الجهات الآتية:

(1) رواية الأحاديث، فيرى أهل السنة أن الرِّواية المعتمدة عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تشمل نقل الصَّحابة كلهم عنه، وعدد الصحابة الذين رأوا النبى صلى الله عليه وآله وسلم ما يقرب من مائة وأربعة عشر ألف صحابى، روى منهم عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ألف وثمانمائة صحابى فقط، وعدد الأحاديث التى رويت عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم من طريق أهل السُّنَّة لا يزيد عن خمسين ألف حديث، منها الصحيح، ومنها الضعيف، ومنها المقبول، ومنها المردود.

أما الشِّيعة فيرون أن الرواية لا تكون معتمدة إلا إذا كانت عن سيدنا عِلِيٍّ كرَّم الله وجهه ورضى عنه، وذلك من طريق نسله الشَّريف الذى حفظه الله سبحانه وتعالى وعصمه من الخطأ، فكانت العِصْمة لسيدنا الحسن بن على رضى الله عنه من بعد أبيه ثم لأخيه الحسين من بعده، ثم لابنه على زين العابدين من بعده، ثم لابنه محمد الباقر من بعده، ثم لابنه جعفر الصادق من بعده، وإليه تنسب الجعفرية، ثم لابنه موسى الكاظم من بعده، ثم لابنه على بن موسى الرضا من بعده، ثم لابنه محمد بن على الجواد، ثم لابنه على بن محمد الهادى، ثم لابنه الحسن بن على العسكرى، ويعتقد الشيعة أنه هو المهدى، ومن هنا سميت بالإثنى عشرية .ومرويات الشيعة جمعها الإمام المجلسى فى كتاب كبير يضم عشرات الآلاف من الأحاديث بعضها صحيح وبعضها ضعيف، فمنها المقبول ومنها المردود.

فإذا نظرنا إلى هذا الكَمِّ الهائل من الرواية عند كل من الفريقين قد اتَّحد فى مساحة كبيرة جدًّا واختلف فى مساحة أقل، ولقد صدرت عدة محاولات لرصد هذا الاتحاد لجعله منطلقا للتقريب بين المذهبين ولإعلام أتباع كل منهما أنهما يتفقان أكثر مما يختلفان، شأنه فى هذا شأن المدارس العلمية التى تنتمى إلى دين واحد بأصول واحدة، ولقد قامت المحاولات لجمع الروايات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہیں، ان میں امام کے معصوم ہونے کی تاویل بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے، جو وحدتِ امت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المشتركة المقبولة عند المذاهب المختلفة، فصنَّف العلامة الإباضي يوسف الطفيش كتابه (جامع الشمل)، وحاول السيد محمد الحسيني الجلالي في جامع الأحاديث أن يبين الروايات المشتركة بين أهل السُّنَّة والشيعة، وهذا مجهود علمي يبين القاعدة المشتركة التي تجمع بين الفريقين.

وعند الاطلاع على هذه الحقائق تزداد تعجبًا وتسأل :ففيم الاختلاف؟ لأن الاختلاف في اعتماد الرواية سوف يسبب اختلافا في الفقه، والاختلاف في الفقه بسيط؛ لأن الفقه مبني على الظن، وما كان مبنيًّا على الظن فإن للاجتهاد فيه مجالا، وإذا كان الأمر أمر اجتهاد فإنه يجب على كل واحد منا أن يقبل اجتهاد المجتهد الآخر.

-2مسألة البداء ة، فيرى علماء الشيعة أن أهل السنة أساء وا فهم الشيعة من مرادهم باصطلاح البداء ة، فعلماء الشيعة ينكرون أن مقصدهم من البداء ة أن الله يقرر أمرًا ثم يبدو له غيره، وقالوا ما نفسر به البداء ة هو عين ما تفسرون به أنتم (القضاء المعلق) فأهل السنة يقولون :إن القضاء منه مُبْرَم، ومنه مُعَلَّق، فالمبرم :هو علم الله الذي لا يتغير ولا يتبدل، وأما الْمُعَلَّق :فذلك المسطور في اللَّوح المحفوظ، والذي يمكن أن يُغَيِّره الله سبحانه وتعالى بسابق علمه وإرادته المطلقة، وقدرته التي لا نهاية لها، وحملوا عليه حديث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :لا يرد القضاء إلا الدعاء ولا يزيد في العمر إلا البر(7)

(7)رواه الترمذي في سننه .4/448

وحديث :لا يأتي ابن آدم النذر بشيء لم يكن قد قدرته، ولكن يلقيه القدر وقد قدرته له، أستخرج به من البخيل(8)

(8)رواه النسائي في سننه .7/16

وعلى هذا فلا خلاف في الحقيقة، إنما هو خلاف موهوم نتج مِن سُوء ِالفهم، ومِن حمل الألفاظ على غير معانيها الاصطلاحية التي استقرَّت في أذهان الناس، وهذا ما يُعْرَف بالخلاف اللفظي، وهو ما لو اطلع كل فريق على ما قاله الآخر لقال به.

-3القول بتحريف القرآن، ولقد اعتذرت الشيعة عما ورد مما يُوهِمُ هذا المعنى القبيح، بأن هذا اللفظ معناه استعمال القراء ات الشاذَّة التي يذكرها أهل السنة أيضا في كتبهم، وهي غير معتبرة ولا معتمدة؛ لأنها لم ترد بسند متواتر عن المصطفى صلى الله عليه وسلم، وأن السُّنَّة والشِّيعة على السَّواء يقولون بحفظ كتاب الله الذي بين أيدينا، والذي لم يختلف عليه المسلمون قط عبر العصور، وهو ذلك الذي بين دفَّتي المصحف المعروف المشهور، وكل الأُمَّة يقولون بحفظه، كما ورد في قوله تعالى:إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون(الحجر:9) .فعاد الخلاف أيضا إلى اللفظ دون المعنى.

-4القول بتكفير الصَّحَابة، فهو خاص بالغلاة منهم، أما الطوائف المعتدلة لم نر لأحد من الأئمة المعصومين عند الشيعة -كلاما مخالفا في الصَّحابة الكرام، والشيعة الأوائل لم يقولوا بهذا، قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیے بھی ناگزیر ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ابن تيمية :الشِّيعة المتقدِّمُون الذين صحبوا عليًّا أو كانوا فی ذلک الزمان لم يتنازعوا فی تفضيل أبی بكر وعمر، وإنما كان نِزَاعُهم فی تفضيل علی وعثمان، وهذا مما يعترف به علماء الشيعة الأكابر من الأوائل والأواخر حتى ذكر مثل ذلک أبو القاسم البلخی قال :سأل سائل شريک بن عبد الله ابن أبی نمر، فقال له أيهما أفضل أبو بكر أو علی؟ فقال له :أبو بكر، فقال له السائل أتقول هذا وأنت من الشيعة؟ فقال :نعم، إنما الشيعی من قال مثل هذا، والله لقد رقی علیٌّ هذا الأعواد، فقال :ألا إن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر ثم عمر، فكيف نرد قوله، وكيف نكذبه؟ والله ما كان كذابا(9)

(9)منهاج السنة لابن تيمية 1/7، 8.

-6قضية مَنْ أحقُّ بالخلافة هو سيدنا على كرَّم الله وجهه، ورضی عنه فقط وهو قول الشيعة -أو ترتيب الخلافة كما حدثت، أبو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی، وهو قول أهل السُّنَّة، فهی مسألة تاريخية، ولكنها تعرف عند الشيعة بقضية الإمامة، وهی أنها لابد فيها من الوصاية والنصر، وهو ما تدَّعيه الشيعة، أو أنها مسألة تتعلق بالاجتماع البشری، وهی متروكة لاختيار المسلمين عامَّة بالانتخاب الحر، وهو ما تدعيه السُّنَّة.

-7التقية :وهی عند الشيعة، وتعريفها عند أهل السنة :أن يتكلم الإنسان بغير ما يعتقد، وعدوا هذا بابا من أبواب النفاق، أو الكذب، أو الضعف، أو الخداع، أو نحو ذلک من الصفات الذميمة.

إلا أن الشيعة أجابوا على هذا بأن تعريفها يكاد يكون حكاية مذهب الخصم طلبًا للأمن، وحكاية مذهب الخصم طلبًا للأمن وإن خالفت معتقد مَن يتكلم، إلا أنها ليست واحدة من هذه المعانی القبيحة المذكورة التی تتردد بين النفاق الخداع، وإنما هو وضع قد تمليه على الإنسان ظروف سياسية خاصة فی عصر من عصور الجور، وتقييد حرية الرأی، فيضطر الإنسان إلى أن يحكی مذهب الغير، وليس إلى الكذب أو نحو ذلک.

-8العِصْمَة، فقد حملها أهل السنة على معنى :عدم اقتراف الذنوب، وأن عصمة أئمة الشيعة كعصمة الأنبياء ، وقد اعتذر الشيعة عن هذا وقالوا بأنهم لا يريدون هذا المعنى وإنما يريدون به معنى التَّوْفِيق، أی :أن أئمتهم مُوَفَّقُون.

من خلال ما قدمنا تبين أن مسألة التقريب ليست مستحيلة، وأنها تحتاج إلى بعض الوقت لكی يظهر أثرها على الناس، لأن التقريب الذی حدث كان بين العلماء ، وواجب هؤلاء العلماء من الفريقين أن يفهموا أتباعهم ويبعدوهم عن التعصب المقيت الذی يؤدی إلى تكفير بعضهم البعض، مما يهدد مستقبل الأمة الإسلامية، والله تعالى أعلى وأعلم.

(موقع الدكتور على جمعة،25ستمبر2016ء)

(https://www.draligomaa.com/index.php/الفتاوی/عقائد/item/1983-)

[1] الشيخ حسن الجواهری:

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على محمد وآله الطيبين الطاهرين وصحبه الميامين. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

"شیخُ الازہر احمد الطیب" کا حوالہ

عالمِ اسلام کے عظیم تاریخی علمی مرکز جامعۃُ الازہر کے سربراہ شیخ الازہر احمد الطیب نے شیعہ مسلمانوں پر کفر کے فتوے کی تردید کی، اوراس سلسلہ میں سخت بیان جاری کیا۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

❴گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ❵

بالنسبة لما ذكره الأستاذ الدكتور عبد الستار أبو غدة من أن المقرر لدى الإمامية أن لأقوال الأئمة حجية سوى حجية الإضافة إلى قول النبى صلى الله عليه وسلم، ولو سمى ذلك أحيانًا بالاجتهاد فضل الاجتهاد بمعنى آخر.

طبعًا أنا لا أقول بأنه لا يوجد قول بذلك ولكن أنكر أن يكون ذلك هو المقرر لدى الإمامية، بل هو قول ضعيف جدًا والمقرر عند علمائها ومراجعها كسيدى الشيخ الصادق، وسيدى الخوئى، والمراجع الحاضرين وغيرهم يقولون بأن التشريع قد انتهى بانتهاء عهد النبى صلى الله عليه وسلم، فقد قال تعالى :(اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتى) (المائدة3) ، والموجود فى روايات كتب الإمامية جملة واحدة تبلغ حد التواتر الإجمالى على الأقل تقول بأن ما يقوله الأئمة هو عن آبائهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وليسوا هم بأهل رأى واجتهاد، بل ما يقولونه مسند إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن آبائهم.

طبعًا العادة الجارية عند العلماء -مثل الإمامية -ذكر الروايات عن كتب متقدمة عليهم بمئات السنين إلا أنهم يذكرون فى آخر الكتاب ويذكرون السند إلى أصحاب هذه الكتب .فالأئمة صرحوا برواياتهم الموجودة التى تبلغ حد التواتر الإجمالى على الأقل بأن ما يقولونه هو عن آبائهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فليس هو رأى اجتهاد وليس هو حجة بنفسه مع قطع النظر عن وصوله إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم .فقد تكونت الشريعة فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يمكن لأحد أن يُشرع بعد زمان انتهاء عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، هذا ما عليه طائفة الإمامية اليوم بعلمائها ومراجعها وإن كان هناك قول فأظن -والله أعلم -أنهم يقصدون أن ما يقوله الأئمة هو رواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكروا سندها عن آبائهم المعصومين الصادقين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وأما ما ذكره الأستاذ أبو غدة أيضًا من نسبة هذا القول إلى مؤلف فى الفقه الجعفرى فهو أمر عجيب، إذ لا يحسن أن يذكر هذا القول المهم وينسب إلى مؤلف فى الفقه الجعفرى ليس له حظ من الاجتهاد والعلم .كان من المفروض أن يذكر الآراء الموجودة عن علماء الإمامية الحاضرين الذين يصرحون بأن عهد التشريع قد انتهى بانتهاء عصر الرسالة، والموجود من أقوال الأئمة هو رواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .والحمد لله رب العالمين(مجلة مجمع الفقه الإسلامى التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامى بجدة، ج ١١ ،ص٨٧٧، موضوع: الوحدة الاسلامية)

’’شیعہ مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ، قرآن وسنت کے منافی ہے، جسے ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا، اور سیٹلائٹ چینلوں پر شیعہ مسلمانوں کو کافر کہنا، ایک غلط اقدام ہے اور کتاب وسنت اور دین کے لحاظ سے اس طرح کے اقدامات قطعاً نا قابلِ قبول ہیں۔

ہم شیعہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور یہ جان لینا چاہئے کہ افواہوں کے برخلاف شیعہ مسلمانوں کے پاس کوئی دوسرا قرآن نہیں ہے۔

شیعہ اور سنی مسلمانوں کے درمیان ایسا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کر دیا جائے، اور اس سلسلے میں ہم جو تشدد شیعہ اور دوسرے مسلمان فرقوں کی تکفیر کے متعلق دیکھ رہے ہیں، وہ دراصل بعض لوگوں کے ناجائز سیاسی وغیر سیاسی مفادات پر مبنی ہے۔

ایسے حالات میں کہ جب امتِ مسلمہ کے درمیان اتحاد کی اشد ضرورت ہے، اور اس کے بغیر ہم سر نہیں اٹھا سکتے، مختلف اسلامی ممالک میں آنے والی حالیہ تبدیلیوں کے باوجود استبدادی نظام کے فتنوں سے چھٹکارہ پانے اور اس بحران کو عبور کرنے کی اہم ترین روش مسلمانوں کا باہمی اتحاد ہے، اسلام دشمن طاقتوں نے مختلف سازشوں کے ذریعے، سنی، شیعہ کے درمیان جنگ کو اپنے ایجنڈے میں شامل کر رکھا ہے، تاکہ اس طریقے سے امتِ مسلمہ کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ دیں۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے اندر اپنا اثر ونفوذ پیدا کرنے کے لئے خائن اور مفاد پرست افراد واشخاص سے استفادہ کرتی ہیں اور مختلف اسلامی فرقوں کو اپنی مفاد پرستانہ پالیسیوں کی ترویج اور تشریح کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ یہ درحقیقت امریکی اسلام کی ترویج اور تشریح ایک ایسی سازش ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کی صفوں میں اختلاف پیدا کرنا، اور عالمِ اسلام کو عالمی سیاست میں

ایک مثالی طاقت میں تبدیل ہونے سے روکنا ہے۔

دشمنانِ اسلام دراصل شیعہ اور سنی کے درمیان اختلافات پیدا اور مسلط کر کے اپنے مفاد حاصل کرنے کے خواہاں ہیں، اسی بنیاد پر شیعہ اور سنی کو فروعی مسائل میں الجھایا جاتا ہے، تاکہ وہ عالمِ اسلام کے بڑے اور اہم مسائل کو فراموش کر دیں۔ اسلام دشمن طاقتوں کی کوشش ہے کہ دقیانوسی اور جہالت کی علامت ماڈرن اسلام کو خالص محمدی اسلام کے مقابلے میں لاکر پیش کریں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ خالص محمدی اسلام ہر طرح کے اختلافات اور فتنہ انگیزیوں سے مبرا ہے اور امتِ مسلمہ کے اتحاد اور وحدت پر زور دیتا ہے۔ دوسری طرف داعش جیسے گمراہ، منحرف اور اسلامی شریعت اور اسلامی فقہ سے بے بہرہ دہشتگرد گروہ، بظاہر اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں، لیکن انہیں امریکہ اور اسرائیل کی مکمل پشت پناہی اور حمایت حاصل ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بھر میں امتِ اسلامیہ کو ایک ہونے کی ہمیشہ ہی ضرورت رہی ہے، مگر اس کی اہمیت اور افادیت اس وقت بہت زیادہ محسوس ہوئی، جب استعمار اور اسلام دشمن طاقتوں نے کئی ایک مواقع پر تعصب وتنگ نظری اور اپنے مفادات کو ہر حالت میں ترجیح دی، بالخصوص اقوامِ متحدہ میں جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوا، جس کا تعلق امتِ مسلمہ سے تھا، تو غیر مسلم طاقتوں نے اسے رد کر دیا اور مسلمانوں کا کبھی بھی ساتھ نہیں دیا، اس حوالے سے مسئلہ فلسطین، مسئلہ کشمیر اور ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے رکھے جانے والے متعصّبانہ رویہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آج امتِ مسلمہ میں وحدت کا فقدان، اسلام دشمن قوتوں کو مضبوط اور طاقت کے گھمنڈ میں مبتلا کر چکا ہے، جس کے باعث وہ ہر روز مسلمانوں پر ظلم کی نئی داستانیں رقم کرتے ہیں اور انہیں اپنا زیرِ نگیں بناتے

ہیں، فلسطین کے مسلمانوں کی حالتِ زار کسی کو نظر نہیں آ رہی، غزہ کے مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمان مجبور و لاچار امتِ مسلمہ سے فریاد کناں ہیں کہ اتحاد و وحدت کی طاقت سے ان کو ظالمین وغاصبین کے چنگل سے نجات دلوائیں۔

(http://alwaght.net/ur/News/15241/)

بعنوان: ''شیعہ مسلمانوں کو کافر کہنا ایک غلط اقدام''

شیخ الازہر کا یہ مضمون متعدد صحیفوں میں شائع ہوا ہے۔ [1]

---

[1] شيخ الأزهر يحذر من تكفير الشيعة ولو "سبّوا الصحابة "

أكد شيخ الأزهر، أحمد الطيب، أن "كل شخص يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وأركان الإسلام الخمسة، فهو مسلم، فالذى يؤمن بأن محمدا ليس خاتم الأنبياء فهذا تكذيب للقرآن وليس من المسلمين "، مؤكدا أن "التكفير خطر، ولا يملك أحد أن يكفر أحدا، والأمر يعود لأولى الأمر."

وقال الطيب خلال لقائه بمجلس العلماء الإندونيسى فى العاصمة جاكرتا، الاثنين، فيما يخص "الشيعة المعتدلين" :"لا نستطيع تسجيل ملاحظة عليهم، وهم مسلمون "، مشيرا إلى أن بعض الشيعة الذين يسبون الصحابة "سفهاء "لا يمثلون الشيعة، كما قال كبار المرجعيات الشيعية مثل محمد على التسخيرى.

وأكد، بحسب ما نقلت عنه صحيفة الوطن المصرية، أنه حتى الذين يسبون الصحابة لا نستطيع أن نخرجهم من الإسلام، وهم فى ضلال، فإنكار ما علم من الدين بالضرورة يخرج من الملة فقط، وغير ذلك فهى مسائل خلافية.

وقال إن الخلافات ضخمها أعداء الإسلام، وأنفقوا عليها المليارات، وكانت النتيجة ما يحدث فى سوريا واليمن، فكلها صراعات شيعة وسنة، فربما إذا حسم ذلك الخلاف منذ البداية، وأنهم إخوة ما حدث هذا.

وحسب "الشروق "المصرية قال الطيب إن "الحرب فى سوريا ليست بين السنة والشيعة بل بين أمريكا وروسيا"، مبينا أن "الشيعة والسنة أخوة ولم يعرف التاريخ أى خلافات بينهما."

وأكد الطيب أن التقريب بين السنة والشيعة اخترعه الأزهر والشيخ محمود شلتوت، لافتا إلى أن الأزهر لا يكفر أحدا من أهل القبلة كونه ضل فى بعض الآراء .

(الموقع ”عربى 21، القاهرة“23فرورى 2016ء)

(https://arabi21.com/story/889781/)

شيخ الازهر: تكفير الشيعة مرفوض وسوف أصلى خلفهم فى النجف الأشرف:

قال شيخ الأزهر أحمد الطيب اننا لم نعد عربا بثقافة عربية ولا مسلمين بثقافة إسلامية خاصة أن بعض الأفكار التافهة تتخطفنا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ممکن ہے کہ شیخ الازہر کے مذکورہ موقف، یا اس کے کسی جزء سے کسی کو اختلاف ہو، لیکن وہ جس رائے کو درست سمجھتے ہیں، انہوں نے پیش کردی ہے۔

ہمارے مسلمانوں کے ایک مخصوص جذباتی طبقے کو اپنے خاص موقف کے علاوہ دوسرے ہر ایک کے موقف میں طرح طرح کے کیڑے نظر آتے ہیں، خواہ دوسرے کے موقف پر شریعت کے مضبوط دلائل کیوں نہ قائم ہوں۔

اس لیے ممکن ہے کہ اس طرح کے طبقے کو مندرجہ بالا موقف کمزور نظر آئے، لیکن یہ دنیا کے ایک عظیم علمی مرکز کے سربراہ کا موقف ہے، جس کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

17 ستمبر 2020ء کو ''شیخ الازہر ڈاکٹر احمد الطیب'' کے موقف کے حوالہ سے تقریب خبر رساں ایجنسی، لبنان، بیروت میں درجِ ذیل خبر شائع ہوئی:

> ''پچھلے دنوں شیخ الازہر ڈاکٹر ''احمد الطیب'' کو شیعوں کے ساتھ روابط رکھنے پر تہمتیں لگائی گئیں، یہاں تک کہ کچھ ذرائع نے لبنان کے شیعہ علماء کا ان کے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولفت الشيخ الطيب الى أنه يُخطط لفتنة اليوم يراد لها ان تنبعث فى بلاد أهل الاسلام فى وقت نحتاج فيه الى وحدة الأمة الاسلامية لكل دولها.

وأضاف هذا هو المهم والضرورى الذى نحتاجه وبدونه لا نستطيع ان نرفع رؤوسنا فى يوم من الأيام.

ورفض الشيخ الطيب ان يكون هناك فضائيات تحكم بكفر المسلمين الشيعة.

وأضاف: هذا غير مقبول ولا نجد له مبرراً لا من كتاب ولا سنة ولا اسلام.

وتابع بالقول نحن نصلى وراء الشيعة فلا يوجد عند الشيعة قرآن آخر كما تطلق الشائعات والا ما ترك المستشرقون هذا الأمر فهذا بالنسبة لهم صيد ثمين، وردا على سؤال، رأى الشيخ الازهر انه لا يوجد خلاف بين السنى والشيعى يخرجه من الاسلام انما هى عملية استغلال سياسى لهذه الخلافات، معلنا انه سيزور النجف اذا ذهب الى العراق .وقال الازهر واجبه الأول العمل على وحدة الأمة الاسلامية وكذلك توحيد المسلمين على رؤية مع اختلاف الاجتهاد، مبديا استعداده لزيارة أى مكان اجمع فيه المسلمين مع بعضهم والنجف بصفة خاصة .ولفت الى أنه قال للوفد العراقى الذى زاره مؤخراً سآتيكم وأنا أب للسنة والشيعة .

(الموقع "صحافة نت" shafaa.net، 14 يناير 2011ء، الجمعة)

(http://sahafaa.net/show313952.html)

ساتھ ملاقات کے بعد، ان پر شیعوں کے مفاد میں موقف اختیار کرنے کا الزام عائد کیا۔

اس ضمن میں مرکز تحقیقاتِ اسلامی مصر کے رکن ڈاکٹر ''محمد شحات الجندی'' نے شیخ الازہر کا وحدتِ مذاہبِ اسلامی کے حوالے سے، بیانات کے بارے میں کہا:

''شیعہ اور سنی مسلمانوں کے درمیان تفاہم پیدا کرنے کے حوالے سے شیخ الازھر کی کوششوں پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا، کیونکہ وہ الازھر کے پہلے عالم ہیں، جنہوں نے شیعوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز جانا ہے، اور یہ بات جان لینی چاہئے کہ جو بھی شیعوں پر کفر کی تہمت لگاتا ہے، وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے''۔

انہوں نے مزید کہا:

''شیخ الازھر نے طرفین کی طرف سے ہر قسم کے عقیدتی ترویج کو ٹھکرایا ہے، اور یہ وہی موقف ہے، جو کہ شیعہ دینی مراجع کا ہے، جس طرح ''شیخ محمد علی تسخیری'' نے بھی ''الطیب'' کی باتوں کے ساتھ اتفاقِ رائے کرتے ہوئے، دوسرے مذاہب کا احترام کرنے کی تاکید کی ہے''۔

انہوں نے شیخ الازھر کا ہر اس معاملے میں، جس کا تعلق امتِ اسلامی سے ہو، جملہ اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی امور میں ان کی ذمہ داری بننے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، انہوں نے اس موضوع کے حوالے سے اپنی ذاتی رائے بیان نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے الازھر کا نظریہ بیان کیا ہے۔

جندی نے اسی طرح وضاحت کرتے ہوئے کہا، شیخ الازھر کا خلیج فارس ممالک میں مذھبی اختلافات کے حوالے سے دیئے گئے بیانات ان امور کا ایک حصہ ہیں کہ جن کا براہِ راست تعلق، اجتماعی عدالت اور اجتماعی صلح کی بازیابی سے ہے۔

انہوں نے زور دے کر کہا کہ شیخ الازھر سیاسی استبداد کا خاتمہ چاہتے ہیں، اور ان

کی باتوں کو سیاست میں داخل قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ وہ عربی سماج کی اصلاح چاہتے ہیں۔

انھوں نے مزید واضح کیا کہ ڈاکٹر الطیب شیعہ اور سنی کے درمیان اسلامی اخوت اور وحدت کے لیے کوششیں کرتے ہیں۔

مرکز تحقیقاتِ اسلامی مصر، کے رکن نے کہا کہ جو لوگ شیخ الطیب کی باتوں کو شیعوں کے خلاف تعصب قرار دیتے ہیں، وہ دراصل اپنی ذاتی رائے بیان کرتے ہیں۔

انھوں نے الازھر کو خاموشی اختیار کرنے کی دعوت دینے والوں پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اگر الازھر خاموشی اختیار کرے گا، تو کہا جائے گا کہ امتِ اسلامی کے مسائل سے کنارہ کشی اختیار کی ہے، اور جب بات کرتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ جن باتوں سے ان کا تعلق نہیں ہے، ان کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

دارُالتقریب مصر کے سربراہ "شیخ محمد عاشور" نے بھی شیخ الازھر کو مسلمانوں کے، ان عظیم علماء میں قرار دیا، جو کہ ہمیشہ مذاہب کے درمیان قربت پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہ کہنا کہ وہ شیعوں کے خلاف محتاط طریقہ اختیار کرتے ہیں، ایک مردود امر ہے۔

انھوں نے مزید کہا کہ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کے لئے سازشیں کی جاتی ہیں، اور یہ سازشیں مذہبی اختلافات سے پیدا کی جاتی ہیں، اسلام دشمن عناصر کا یہ ہمیشہ طریقہ کار رہا ہے، جس کا مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی حوالے سے مصر کے معروف مبلغ "شیخ حبیب علی الجعفری" نے واضح کیا کہ ڈاکٹر الطیب مذہبی فتنوں کے خلاف مقابلہ کرنے والی عظیم شخصیت ہیں، ان پر الزام تراشیاں قابلِ مذمت ہیں۔

انہوں نے ان لوگوں کو جو ہمارے رموزِ دینی کی اہانت کرنا چاہتے ہیں، وہ بھی موجودہ مصر کے حالات میں، انہیں روکنے کی ضرورت پر تاکید کرتے ہوئے کہا کہ یاد دہانی کے لیے اتنا کافی ہے کہ شیخ الازھر کو سابقہ حکومت کی طرف سے شیعوں کو کافر قرار دینے کے لیے کافی دباؤ میں لایا گیا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے کوئی فتوی، صادر نہیں کیا‘‘۔

(http://www.taghribnews.com/ur/news/66933/)

شیخ یاسر بن حسین برھامی کا حوالہ

شیخ یاسر بن حسین برھامی ’’خوارج وروافض‘‘ اور ’’معتزلہ‘‘ کی تکفیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’ان کی تکفیر کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے، اور راجح یہ ہے کہ ان کے اقوال ’’کفریہ اقوال‘‘ ہیں، لیکن متعین شخص پر اس وقت تک تکفیر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جب تک اس کے اوپر حجت قائم نہ کر دی جائے۔

جمہور اُن کی عدمِ تکفیر کے قائل ہیں، اور امام مالک اور بعض اہلِ حدیث سے خوارج اور روافض کی تکفیر منقول ہے۔

اگر کوئی عالم مجتہد اِن کی تکفیر کرے، تو اس کے قول کی بھی گنجائش ہے (یعنی اس کا قول باطل نہیں، بوجہ اجتہاد کی گنجائش ہونے کے) اگر چہ جمہور کے نزدیک اس کا قول راجح نہ ہو۔

موجودہ دور میں روافض کی تکفیر کا مسئلہ بہت زیادہ مشہور ہو گیا ہے، موجودہ دور کے بعض اہلِ علم اور مشائخ نے ان کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا ہے، اور اس میں قدیم اختلاف کا کوئی ذکر نہیں کیا، لیکن اہلِ سنت ہمیشہ روافض کے ساتھ بظاہر مسلمانوں جیسا معاملہ کرتے رہے ہیں۔

تکفیر کے مسئلے میں بعض شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، رافضی بعض اوقات اپنے

مشائخ کے قول کو قبول تو کرتا ہے، لیکن اس قول کا نہ تو التزام کرتا، اور نہ ہی اس کی معرفت رکھتا، مثلاً ہر رافضی ''کتابُ الکافی'' میں موجود ہر چیز کی معرفت نہیں رکھتا، اور اسی طرح سے ہر سنی ''بخاری'' میں موجود ہر چیز کی معرفت نہیں رکھتا۔

اور شیعہ عوام، جو ہمارے ساتھ حرم میں نماز پڑھتے ہیں، اور حج اور عمرہ کرتے ہیں، اور اس کے علاوہ دیگر اعمال کرتے ہیں، کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سب ''کتابُ الکافی'' میں موجود چیزوں کو جانتے ہیں۔

یہاں تک کہ ان کے بعض مشائخ بھی، بعض اوقات مقلد ہوتے ہیں، جو عبایا وغیرہ بھی پہنتے ہیں۔

اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ''الکافی'' میں موجود اقوال ''کفرِ صریح'' ہیں، لیکن اس سے ہر شیعہ رافضی کی تکفیر لازم نہیں آتی۔

پس اس وجہ سے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ جمہور علماء اسی بات پر ہیں، اور یہی راجح ہے کہ نہ تو ہم شیعہ رافضی کی عمومی تکفیر کرتے، اور نہ ہی ہم حجت قائم کیے بغیر تکفیر کرتے، پس جو لوگ صحابۂ کرام پر سب وشتم کرتے ہیں، وہ عظیم گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ان کے بہت سے رئیس اور علماء بھی حقیقت میں ناواقف اور نابلد ہیں''۔

انتھٰی۔ [1]

---

[1] الخلاف فی تکفیر الخوارج والرافضة والمعتزلة:

ومنها تكفير بعض أهل البدع كالخوارج والرافضة والمعتزلة، فهذه مسألة خلافية بين العلماء .

والرافضة :هم الذين يسبون أبا بكر وعمر.

والخوارج :هم الذين يكفرون بالكبائر.

فالمسألة فيها :خلاف بين العلماء ، والراجح فيها أن أقوالهم أقوال كفرية والمعين لا يكفر حتى تقام عليه الحجة.

فمن العلماء من يحكم عليهم بأنهم خارج فرق الإسلام، ويقول :هؤلاء كفرة نوعاً وعيناً، وعامة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ موصوف مزید لکھتے ہیں:

''جو رافضی صحابۂ کرام پر سب وشتم کرتے ہیں، اور بعض اوقات بعض صحابۂ کرام کو کافر قرار دیتے ہیں، اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرتے ہیں، اور یہ عقیدہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العلماء على عدم تكفيرهم، وأكثر العلماء يطلق عدم التكفير ويقولون :ليسوا كفاراً.

وهذا ظاهر المنقول عن على رضى الله عنه فى الخوارج، والشافعى كلامه فى الرافضة نص صريح، فإنه قال :تجوز شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية -وهم فرقة من الرافضة وليسوا كل الرافضة -فإنهم يستحلون الكذب، فأما باقى أهل الأهواء فتجوز شهادتهم.

وهذا الكلام من الإمام الشافعى رحمه الله يدل على أنه ربما لا يفسق بعضهم أيضاً.

يعنى :أن هذه البدعة لا تقتضى فسقه إذا كان متأولاً ولم تقم عليه الحجة.

فالراجح فى هذه المسألة :أن فرق الرافضة والخوارج والمعتزلة أقوالهم كفر، والمعين منهم إذا أقيمت عليه الحجة يكفر، وقبل إقامة الحجة لا يكفر، ومن يراجع المسألة يجد أن الجمهور على عدم تكفيرهم، ولكن القول بتكفيرهم سائغ إذا قاله عالم مجتهد، وقد نقل عن مالك وعن بعض أهل الحديث تكفير الخوارج والرافضة.

ومسألة تكفير الروافض الآن كثرت جداً من طلبة العلم، بل قد تجد الإجماع عليه عندهم؛ نتيجة أن المشايخ الذين أفتوا بذلك ما بينوا الخلاف القديم فيها، وأن أهل السنة ما زالوا يعاملونهم ضمن أهل الإسلام، رغم أن الذى فى كتبهم كفر لا شك فيه.

ولكن فى مسألة التكفير لوازم ينبغى مراعاتها، فالرافضى قد يقبل ما يقوله مشايخه، لكنه لا يلتزم هذا الكلام ولا يعرفه، فمثلاً :ليس كل رافضى يعرف ما فى كتاب الكافى، وهكذا ليس كل سنى يعرف ما فى البخارى، ولا يعرف ما فى فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية.

وعوام الشيعة الذين يأتون يصلون معنا فى الحرم ويحجون ويعتمرون ونحو ذلك هل نقدر أن نقول :إن كلهم عارفون ما فى كتاب الكافى؟ حتى مشايخهم ربما يكونون مقلدين، فتجد شيخاً لابساً عباية ولكنه مقلد لأئمتهم فى الضلال والعياذ بالله.

ولا شك أن الأقوال الموجودة فى الكافى أقوال كفر صريح، ولكن لا يلزم من ذلك تكفير كل شيعى رافضى.

وبالتالى نقول :جمهور العلماء على هذا، وهذا هو الراجح، فإننا لا نكفر بالعموم ولا بغير إقامة حجة.

فالذين يسبون الصحابة ارتكبوا معصية عظيمة، ومن يسب الإمام ومن يكفر من بشروا بالجنة فكلامه هذا كلام كفر، والرد على الرسول صلى الله عليه وسلم يلزم منه الكفر، لكن هو عنده أن الرسول ما قال كذا، أو عنده أن الرسول بشرهم بالجنة لو صدقوا، فعنده تأويلات، فلا بد من إقامة الحجة، ثم إن عوامهم نشئوا على هذه العقائد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رکھتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں، جیسا کہ امامیہ اثناءعشریہ کا عقیدہ ہے، تو ان کے عقائد باطل ہیں، بلکہ بعض اقوال کفر ہیں، لیکن علی الاطلاق اوران کے عوام پر حجت قائم کیے بغیر متعین طریقہ پر کفر کا حکم لگانا، درست نہیں۔

البتہ جو فرقے متعین طریقہ پر کافر ہیں، اور وہ اپنے کفریہ عقیدہ کی وجہ سے واضح اور ممتاز ہیں، جیسا کہ اسماعیلیہ اور بوہریہ اور قادیانیہ اور بہائیہ، تو ان کے کفر میں شبہ نہیں''۔انتہیٰ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإن قيل :فهل يمكن أن نكفر رء وسهم وعلماء هم؟ فنقول :لا؛ لأن كثيراً منهم جهلة فى الحقيقة، وبالتالى فلا بد فى المعين عموماً أن ننظر هل قامت الحجة عليه أم لا؟ وإلا فـ نافع بن الأزرق كان رأساً فى الخوارج، وكان ابن عباس يناظره ويبعث له ويذكر له أدلة وقال :وما أراك خارجاً منها، يعنى :أخاف أنك لن تخرج من النار، لما كان يكذب بخروج الموحدين من النار، فكان ابن عباس يراسله ويبعث له بالأجوبة فى المسائل الفقهية والمسائل الاعتقادية، وكان يناظره مناظرات عديدة ويلتقى به، فلو كان ابن عباس يرى ردته ما كان جالسه، مثلما فعل أبو موسى لما قتل الرجل الذى تهود بعد إسلامه فقال معاذ رضى الله عنه :لا أجلس حتى يقتل؛ قضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقتله أبو موسى رضى الله عنه.

فهل عاملوا أهل البدع بنفس الطريقة التى عاملوا بها مسيلمة الكذاب؟ لا، وإنما كانوا يكاتبونه ويراسلونه مثلما كان ابن عباس يراسل نافع بن الأزرق.

وبالتأكيد فإن الأمر مختلف، فمن يراجع أبواب الردة من كتب الفقه سيجد كثيراً من هذا النوع الذى هو اختلاف فى تكفير بعض أصحاب البدع والاعتقادات والأقوال الفاسدة، فتجد من يقول:

قال الحنفية :يكفر، والراجح عندنا أنه لا يكفر.

فتجد أن عندهم مسائل فى الردة فيها خلاف.

وبالتالى فهذه مسألة اعتقادية لا يضلل فيها، فعند أن تجد من يقول فى مسألة معينة :الراجح أنه يكفر أو يقول :الراجح أنه لا يكفر، تعرف أن هذه مسألة لا يضلل المخالف فيها، وأن الخلاف فيها خلاف سائغ(أدب الخلاف،للشيخ ياسر بن حسين برهامى ”دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية“ رقم الدرس ٣ص٢٣،أمثلة على الاختلافات السائغة بين أهل العلم،الخلاف فى تكفير الخوارج والرافضة والمعتزلة)

[1] من أمثلة كفار النوع :المعتزلة الذين يثبتون الأسماء وينفون الصفات، وهؤلاء قد انقرضوا إلا بعض العقلانيين المتأثرين بهم فى بعض الجامعات، وهم موجودون لكن بقلة، وليسوا منتشرين فى عامة المسلمين، وليس هناك أحد يمتحن الناس أو يدعو الناس لذلك علانية، والمنتشر ممن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب کا حوالہ

فاضل دارُالعلوم دیوبند، ہندوستان، مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب رحمہ اللہ نے ''مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ'' کے نام سے ایک مضمون تحریر فرمایا ہے، اوراس میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يتدين بهذا الدين الأشاعرة، لكن هؤلاء الأشاعرة ليسوا من الفرق المختلف فى تكفيرها، وعامة أهل العلم لا يكفرون الأشاعرة.

كذلك الخوارج الذين يكفرون الصحابة رضى الله عنهم، ويكفرون مرتكب الكبيرة، ويخلدونه فى النار، وهؤلاء مثل الإباضية الذين ينتشرون فى عمان وليبيا، وكفرق التكفير المعاصرة -مثل جماعة شكرى مصطفى وأمثالها -هى من فرق الخوارج وتصرح بتكفير مرتكب الكبيرة ونحو ذلك.

ومن الأمثلة :الرافضة الذين يسبون الصحابة رضى الله عنهم، وربما كفروا بعضهم، ويسبون أبا بكر وعمر، ويعتقدون أن أول الخلفاء على بن أبى طالب رضى الله عنه، وهم الإمامية الإثنا عشرية، وهم منتشرون بالعراق وإيران، وبعض الجمهوريات الإسلامية فى آسيا.

ومن الأمثلة :القدرية الذين يثبتون علم الله، وكتابة المقادير، وينفون المشيئة، وخلقه تعالى لأفعال العباد، وهذه العقيدة للأسف تنتشر بين أوساط من يسمون بالمثقفين فى بلادنا وغيرها، بل وينصرها بعض المشايخ الذين يتصدرون للدعوة فى بعض الجماعات، وهناك كتاب سىء صاحبه اسمه مصطفى درويش من أنصار السنة، دافع فيه عن القدرية، مع أنه منتسب لجماعة سنية، والشيخ الشعراوى فى كتاب القضاء والقدر خلاصة كلامه يدل على إثبات عقيدة القدرية أيضاً، وإن كان هو فى أماكن أخرى يتكلم كلاماً حسناً، لكنه فى كتاب القضاء والقدر الذى هو أول لقاء اته واشتهر به، ينقل فيه عقيدة القدرية.

ومن الأمثلة :الجبرية وإن كان يفترض أن القدرية تذكر فى مقابل الجبرية.

أما من يصل إلى درجة الإباحية من الجبرية، ويقول :إن المعاصى لا تضر فهو كافر من النوع الأول.

ومن الأمثلة :الصوفية الذين يطوفون بقبور الأولياء ، ويطلبون منهم المدد، ويذبحون لهم وينذرون، وهؤلاء مختلف فى تكفيرهم وذكروا فى هذا الباب، وإن كان النوع بلا شك كفر، ولكن الخلاف على أساس انتشار الجهل فى هذا الأمر فى كثير من المتأخرين منع من الحكم عليهم بالتكفير، فهم أولاً ذكروا فى النوع الأول ضمن غلاة الصوفية، الذين يقولون :أنا أعبد الولى فلاناً، ويصرح بعبادة غير الله، أو يصرح أنه الله، أو أن الولى فلاناً هو الله، فهؤلاء لا يوجد نزاع بأنهم كفار نوعاً وعيناً، أما هؤلاء ممن يطوفون بالقبور عندما تقول له :هل أنت تعبد البدوى؟ يقول لك :أعوذ بالله، أنا لا أعبد البدوى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انہوں نے شیعوں کو مسلمانوں کا طبقہ قرار دیا ہے، اسی کے ساتھ انہوں نے اس فرقہ کے وجود میں آنے اور اس کے قلیل مقدار میں ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فهو يأبى أن يقر بعبادة غير الله، مع أن هذا الذى يفعله عبادة، تماماً كالرافضى الذى يسب أبا بكر رضى الله عنه، فهذا تكذيب للقرآن ومناقضة له، لكن هل يلتزم ذلك، ويصرح بأنه يخالف القرآن؟ لا، وإذا كان هكذا فقد خرج من الملة فى ساعته وتوه، لكنه يقول لك :هذا الكلام غير صحيح، أو أنه يؤول الكلام على غير وجهه، ويقول لك :هذا لما كان مع الرسول صلى الله عليه وسلم، ثم ارتد، ويحرف معنى الكلام، ومثل اعتقاد الخوارج كفر على بن أبى طالب والصحابة، فهذا يعتبر كفراً، ومعلوم بلا شك أن الشرع أتى بخلاف عقائدهم، بل مقطوع بكفر هذا القول، والرسول صلى الله عليه وسلم أخبر بخروجهم من الدين، ومن تقام عليه الحجة منهم ثم يصر على هذه العقائد فهو كافر.

فالصوفى يقول :أنا أعمل هذا العمل تبركاً بالولى، وأنا لا أذبح له تعظيماً له وعبادة له، ومن فعل ذلك فهو كافر، أما من لا يعلم أن الذبح عبادة، فلا بد من إقامة الحجة عليه.

أما من يذبح لله عند البدوى، فهذه بدعة وضلالة، ومما لا يختلف فى عدم تكفيره، وهو غير مشرك باتفاق، لكن هذا ذريعة إلى الشرك والكفر.

والصحيح فى هذا النوع من الخلاف :أن هذه الأقوال البدعية أقوال كفرية، ولكن لكثرة الجهل، وانتشار البدع، وعدم تميز أصحاب العقائد الكفرية عن غيرهم من أهل البدع غير المكفرة لم يُمكن إطلاق الكفر على عمومهم وعوامهم قبل إقامة الحجة على أعيانهم، فمثلاً الدروز طائفة كافرة بأعيان أفرادها، وهى متميزة بالعقيدة الكفرية المخالفة للمعلوم بالضرورة كما سبق فى النوع الأول، وكذا الإسماعيلية والبهرة والقاديانية والبهائية، أما الروافض فما فى كتبهم كالكافى وغيره كفر بلا نزاع، ولكن كثيراً منهم بل جُلُّ عوامهم لا يعرفون شيئاً عنها ولا عن غيرها، بل هؤلاء من أجهل الجهلة، وهم كما لو قلنا :عوام المسلمين من أهل السنة ماذا يعرفون عن البخارى؟ هم يعظمون البخارى، لكنهم لا يعرفون شيئاً عن حياته، لكن هؤلاء مع ذلك أعلم من الشيعة، فعوام أهل السنة كثير منهم عرب، ويدركون كثيراً جداً من المعانى عندما يقرء ونها، أما الروافض فمعظمهم من الأعاجم، حتى عندما يقرأ القرآن لا يفهمه، فضلاً عما هو فى تلك الكتب الكفرية، فمعظمهم لا يعرفون شيئاً عنها، إنما عنده أن الكافى كتاب عظيم القدر، أو هو الكتاب المعتمد الأول بعد القرآن، فهم لا يعرفون عن هذه الكتب شيئاً ولا عن غيرها، وإنما هم مقلدون لأئمتهم فى الضلال، ولا يثبت أن الحجة قد قامت على أعيانهم فى سب أبى بكر وعمر، ولو ثبتت إقامة الحجة على أحدهم يكفر؛ فالراجح عدم تكفير عوامهم، أو عدم تكفيرهم بالعموم، ولذلك لو أنهم يحجون ويصومون ويصلون معنا، ولا يعلمون شيئاً عما فى كتبهم، فهم منا، ولكنهم يبغضون على بدعتهم، ولا يحكم أن هذه الفرقة كلها كافرة؛ لأن فيهم من لم تقم عليه الحجة، وهكذا الصوفية،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس مضمون کے چند اقتباسات ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

''نصف ارب سے زیادہ تعداد والی اس امت میں اگر دیکھا جائے، تو دس بیس نہیں، واقعہ یہ ہے کہ تین چار فرقوں سے زیادہ ایسے گروہ نہیں مل سکتے، جن کے اختلاف وتفریق کو واقعی اختلاف وتفرق قرار دیا جاسکتا ہے، سب سے بڑا طبقہ ان لوگوں کا ہے، جنہیں اہلِ سنت والجماعت، یا سنی مسلمان کہتے ہیں، ان کے بعد دوسرا طبقہ شیعوں کا ہے، اور جی چاہے، تو مسقط اور عمان جیسے ساحلی علاقوں، یا افریقہ کے بعض دور دست خطوں میں رہنے والے خوارج، یا خارجی مسلمانوں کو بھی مسلمانوں کے تیسرے فرقے کی حیثیت سے شمار کر لیجیے، حالانکہ جہاں کروڑوں کی بات ہو رہی ہو، وہیں خارجی مسلمان جن کی تعداد جہاں تک میرا خیال ہے، لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے بھی بہ مشکل متجاوز ہو سکتی ہے، ان کا شمار کرنا تمسخر کے سوا کچھ اور بھی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ لے دے کر یہی سنی اور شیعہ دو فرقے مسلمانوں میں ایسے ضرور ہیں، جنہیں اس سلسلہ میں واقعی اہمیت حاصل ہے، ان دونوں فرقوں کے اختلافات یقیناً ایسے اختلافات ہیں، جن کی بنیاد پر کسی مذہبی امت کا ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے جدا ہو سکتا ہے۔

لیکن اہلِ سنت والجماعت کی تعداد کی کثرت کا مقابلہ اگر شیعہ فرقہ کے مسلمانوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلا شك فى كفر كثير من أقوالهم، ولكن يوجد فيهم من لا يعتقد هذه الأقوال الكفرية، ويوجد فى من يعتقدها من يتأول الأدلة تأويلاً لا يصل فى حقه أن يكون مخالفاً للمستفيض المعلوم بالضرورة، فهو يتأول الأدلة بطريقة تجعلنا نقول :تأويله هذا لا بد فيه من أن تقام عليه الحجة، أو تزال شبهاته قبل أن يحكم عليه بالكفر، لأنه غير مخالف للمعلوم بالدين بالضرورة فى حقه هو(أدب الخلاف،للشيخ ياسر بن حسين برهامى"دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية" رقم الدرس ٨،ص ٣،أدب الخلاف ٨،أمثلة لكفار النوع)

کی تعداد سے کیا جائے، تو گو خوارج کی طرح ان کو قریب قریب صفر قرار دینا، تو حقائق و واقعات کی تکذیب ہوگی، لیکن ساٹھ اور ستر کروڑ کے درمیان مسلمانوں کی جو تعداد ہے، اس میں سے بہ مشکل چند کروڑ کو الگ کر دینے کے بعد باقی صرف سنی مسلمان رہ جاتے ہیں۔

میں صحیح طور پر شیعہ طبقہ کے مسلمان کی تعداد بتا نہیں سکتا، لیکن جن جن ممالک میں شیعہ طبقہ کے لوگ آباد ہیں، ہم ان سے بھی واقف ہیں، اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ایران کے سوا اسلامی ممالک میں شاید ہزار میں ایک سے زیادہ ثابت ہونا، ان کا آسان نہیں ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ دوسرے ادیان و مذاہب کے مقابلہ میں منجملہ دوسری خصوصیتوں کے اسلام کی یہ بھی گویا ایک اعجازی خصوصیت ہے کہ جہاں غیر اسلامی اقوام میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ایک مذہب ایک ایک دین کے ماننے والوں میں سینکڑوں فرقے پائے جاتے ہیں، اور کیسے فرقے؟ کہ ان کے معبودوں تک میں اتفاق نہیں، اور تو اور گویا خدا پر بھی وہ متحد نہیں ہیں، قوموں کا جائزہ اس نقطۂ نظر سے لیجیے، کتابوں میں پڑھیے، یا گھوم پھر کر دیکھیے، تو آپ مبہوت ہو کر رہ جائیں گے کہ مذہب کی بنیاد پر جہاں ایک ایک قوم اتنی ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی ہے، وہیں دو یا زیادہ سے زیادہ تین فرقوں میں مسلمانوں کے دینی اختلاف منحصر ہو کر رہ گئے ہیں" (مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، ص ۷، ۸، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، سنِ اشاعت: ۱۹۷۶ء)

"مسلمانوں میں اختلاف کی ابتداء سیاسی قصوں سے ہوئی، بھلا بتایا جائے غریب مسلمان جو سیاست کے میدان ہی سے تقریباً نکل چکے ہیں، ان میں مذکورہ بالا سیاسی نظریات کے اختلافات کے ذکر کرنے والوں کے رہ جانے کی وجہ ہی کیا

ہوسکتی ہے، دنیا کی سیاست کے مؤثر عنصر جب تک مسلمان تھے، واقعہ تو یہ ہے کہ اسی زمانہ میں رفتہ رفتہ یہ سارے سیاسی فرقے ختم ہو چکے تھے، لے دے کر اہلِ سنت والجماعت، یا سنیوں کے مقابلہ میں امامیوں، یا شیعوں کا ایک فرقہ رہ گیا، جو پرانے جھگڑوں کے ذکر کو سال کے خاص مہینوں میں یاد کر کے پھر بھول جاتا ہے، اور سچ پوچھیے تو زیادہ تر مسلمانوں میں سیاسی فرقے اسی ''شیعہ طبقہ'' ہی میں پیدا ہوئے تھے، شہرستانی تک نے لکھا ہے کہ:

''قال بعضهم أن ينفا و سبعين فرقة من فرق المذكورة فى الخبر هو فى الشيعة خاصة'' (ج ۲، ص ۴)

''بعضوں کا قول ہے کہ ستر سے کچھ اوپر فرقے، جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے، خاص کر کے شیعوں ہی میں پائے جاتے ہیں''۔

اور آج بھی مسلمانوں میں سلیمانیوں، داؤدیوں، آغاخانیوں، دروزیوں وغیرہ نام کے فرقوں کا ذکر سننے میں کبھی کبھی آجاتا ہے، تو کون نہیں جانتا کہ یہ کل کے کل شیعہ طبقہ ہی سے تعلق رکھتے ہیں، اگرچہ ان میں ہر ایک اپنی قلتِ تعداد کے لحاظ سے مسلمانوں کی اکثریت کے مقابلہ میں قابلِ توجہ نہیں رہا ہے۔

پس واقعہ تو یہی ہے کہ تھے تو یہ سارے اختلاف سیاسی ہی اختلافات، اور کچھ مختلف نظریات رکھنے والی سیاسی پارٹیاں ہی تھیں، لیکن زمانہ اور ماحول کے خاص حالات نے ان اختلافات میں مذہب کا رنگ اس لیے بھر دیا کہ ہر ایک اپنے نظریہ کی تائید میں عقلی و تجربی دلائل کے ساتھ کچھ نہ کچھ شرعی شہادتوں کے پیشِ نظر کرنے کا بھی اپنے زمانہ کے مذاق کے مطابق عادی نہ تھا'' (مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، ص ۳۳، ۳۴، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، سنِ اشاعت: ۱۹۷۶ء)

''اب تو شیعہ کے اس لفظ سے جیسا کہ سب جانتے ہیں، مسلمانوں کا ایک خاص فرقہ

سمجھا جاتا ہے، لیکن درحقیقت اسلام کی ابتدائی صدیوں کی سیاست کی یہ ایک سیاسی اصطلاح ہے، یعنی موجودہ زمانہ میں ''پارٹی'' کے لفظ کا اس زمانہ میں تھا، اسلامی تاریخ کا تھوڑا بہت مطالعہ بھی جن لوگوں نے کیا ہے، وہ اس سے واقف ہیں''

(مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، ص۹۱، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، سنِ اشاعت: ۱۹۷۶ء)

''اس زمانہ کی ایک سیاسی اصطلاح اس سے سمجھ میں آتی ہے، یعنی اہلِ بیتِ نبوت یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حامیوں کی پارٹی ہی کو شیعہ نہیں کہتے تھے، بلکہ شیعہ کا لفظ عام تھا، جس کی اضافت عباسیوں، امویوں، اہلِ بیت وغیرہ سب ہی کی طرف کی جاتی تھی، بنی امیہ کے حامیوں اور پارٹی والوں کو شیعہ بنی امیہ، عباسیوں کی پارٹی والے شیعہ بنی عباس کہلاتے تھے، جیسے شیعہ علی، یا شیعہ اہلِ بیت ان لوگوں کی تعبیر تھی، جن پر اب مطلق ''شیعہ'' کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال اسی لیے تو پیش آئی کہ سارے مضاف الیہ جس کی طرف شیعہ کا یہ لفظ منسوب ہو کر استعمال ہوتا تھا، یکے بعد دیگرے ختم ہوتے چلے گئے، تا آنکہ ''پارٹی'' یا ''شیعہ'' ہونے کی حیثیت سے صرف وہی لوگ رہ گئے، جو اپنے آپ کو اہلِ بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پارٹی میں شمار کرتے تھے۔

اور یہی میرا مقصد ہے کہ ''شیعہ'' کے لفظ کا جو مفہوم اب ہو گیا ہے، یہ خود بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کی بے شمار سیاسی پارٹیاں پیدا ہو ہو کر ختم ہوتی چلی گئیں، پارٹیاں جنہوں نے مذہب کا چولا پہن لیا تھا، لے دے کر صرف ایک پارٹی اہلِ بیت کی حمایت کا دعویٰ کرنے والی باقی رہ گئی ہے، جن کو ہم اب ''شیعہ'' کہتے ہیں''

(مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، ص۹۳،۹۴، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، سنِ اشاعت: ۱۹۷۶ء)

''بلاخوفِ تردید یہ کہا جاسکتا ہے اور یہی کہنا چاہیے کہ ایشیا و افریقہ بلکہ یورپ و امریکہ کے انسانوں میں ''اسلامی برادری'' قرآن کی بدولت جو قائم ہوگئی ہے اور

ستر کروڑ سے پچاس کروڑ تک اس قرآنی برادری میں شریک ہونے والوں کی تعداد کا تخمینہ آج جو کیا جا رہا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت میں شیعوں کے سوا صرف ایک فرقہ اہل السنّت والجماعت ہی کا باقی رہ گیا ہے، اس میں شک نہیں کہ خوارج کی طرح شیعوں کی تعداد نا قابلِ لحاظ نہیں ہے، لیکن جہاں تک میرا تخمینہ ہے اہل السنّت والجماعت کے مقابلہ میں ہزار میں ایک کی نسبت بھی شیعوں کی ثابت ہو جائے، تو اس سے زیادہ بڑا تخمینہ ان کے متعلق شاید کیا بھی نہیں جا سکتا ، گویا مسلمانوں میں ایسے فرقے جن کے اختلافات بنیادی اختلافات قرار دیے جا سکتے ہیں، لے دے کے صحیح معنوں میں ان ہی دو فرقوں کے اندر منحصر ہو کر رہ جاتے ہیں، اور خواہ مخواہ کا بھی اضافہ اگر کر لیا جائے، تو زیادہ سے زیادہ اس نوعیت کے فرقوں کو بہر حال تین سے زیادہ تو کسی طرح آگے بڑھایا نہیں جا سکتا (مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، ص۹۶، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، سنِ اشاعت:۱۹۷۶ء)

مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کا حوالہ

حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب (مدیر: ماہنامہ ''بیداری'' حیدر آباد، پاکستان) نے مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کے ''صدق، لکھنؤ'' کی فائلوں سے ''شیعہ سنی تنازعہ'' پر مختلف تحریریں جمع کی ہیں، حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب کے جمع کردہ اس مجموعہ کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''صدقِ جدید'' میں مولانا عبدالماجد صاحب رحمہ اللہ نے مسلم امت کے مسائل پر جس بصیرت اور خونِ جگر سے لکھا ہے، ضرورت ہے کہ ''صدقِ جدید'' کے ساری فائلوں کو کھنگال کر مولانا کے اس قیمتی مواد اور ان کے پیش کردہ نکات کو قوم کے سامنے لایا جائے۔

امت میں بڑھتا ہوا مسلکی اختلاف اور اس اختلاف کی وجہ سے افتراق وانتشار اور وقت اور صلاحیتوں کا ایک دوسرے کی قوت کو کمزور کرنے میں استعمال، ہمارا سب سے بڑا المیہ ہے اور اس وقت کا بنیادی مسئلہ بھی، دین کے وسیع دائرے میں رہتے ہوئے فقہی، کلامی اور اجتہادی مسائل میں اختلافِ رحمت کا باعث ہونا چاہیے، اختلاف کا آغاز، اس کے ارتقاء، پسِ منظر، اختلاف کے حدود، آداب، دائرہ کار، اختلاف کو تشدد کی صورت دینے کے اسباب، امت میں یک جہتی کو فروغ دینے کی تجاویز، افتراق نے ماضی میں امت کو جو صدمات پہنچائے، ان کی تفصیل، غرض کہ اس موضوع کے بیشتر پہلوؤں پر مولانا نے لکھا ہے اور اتنا عمدہ اور بصیرت افروز لکھا ہے کہ ہر ایک صاحبِ علم، ان نکات کو پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مولانا (دریابادی) کی کچھ تحریریں پیشِ خدمت ہیں:

اختلاف کی نوعیت:

’’شیعہ سنی کے نام نہاد جھگڑے کے سلسلے میں یہ کہنا چاہیے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہے، لیکن ذرا خلوے ذہن سے سوچیے کہ یہ کوئی دین وعقیدہ کے اختلاف کا مسئلہ تھا؟ کسی رسالت ونبوت میں کچھ ایرادات اٹھ کھڑے ہوئے تھے؟ کیا حقانیت و جامعیتِ قرآن سے متعلق کوئی رائیں ٹکرا رہی تھیں؟ کیا استقبالِ قبلہ زیرِ بحث آ گیا تھا؟ عبادات میں سے کسی کی فرضیت ووجوب پر مناظرہ شروع ہو گیا تھا؟ کوئی بھی شے اس قبیل کی تھی؟ آگے چلیے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ دعویٰ کب پیش کیا تھا کہ میں شخصاً علی رضی اللہ عنہ سے افضل، اعلیٰ اور اشرف ہوں؟ گفتگو کا سارا خلاصہ یہ تھا کہ ایک فریق کے خیال میں خلیفۃ الرسول سے کچھ انتظامی غلطیاں اور سیاسی کوتاہیاں

واقع ہوگئی تھیں، مثلاً یہ کہ انہیں قاتلانِ حضرت عثمان رضی اللہ سے قصاص فوراً لینا چاہیے تھا، تو فرمائیے کہ اسبابِ مخالفت تو تمام تر سیاسی، تدبیری وملکی وانتظامی تھے، دین وعقیدہ کی گھٹیاں کیسے پڑ گئیں، اور کفر وایمان کی پیوندکاریاں اس میں کیسے راہ پا گئیں؟

اس سے بھی اوپر چلیے، خلیفۂ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ راشد علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف، کیا کوئی دینی واعتقادی تھا؟ یہ کسی اور اسلام کے قائل تھے اور وہ کسی اور کے؟ یا ایک دوسرے کے کمالات کے، فضائل کے، مناقب کے منکر تھے؟، کیا نعوذ باللہ دونوں ایک دوسرے کے نزدیک بدراہ وبدکردار تھے؟

گفتگو صرف یہ چھڑی تھی کہ بہ حیثیت حکمران کون بہتر ہوگا اور شرفائے عرب کی اکثریت کس شخصیت کی طرف زیادہ آسانی سے کھنچے گی؟

پھر وہی سوال تمام تر ذاتی مقبولیت ومرجعیت کا، حربِ عقائد کی کڑیاں اور لڑیاں جو بعد کو زلفِ مسلسل بنتی چلی گئیں، خدا کے لیے سوچیے کہ ابتدا میں کہاں تھیں؟ دین کی خدمت اب کاہے میں ہے؟ ان الجھنوں کو سلجھانے میں، پیچیدگیوں کا حل نکالنے میں، یا اس کے برعکس الجھنوں کو اور بڑھانے اور ان گتھیوں کو مزید پیچیدہ کرنے میں؟ کاش وہی سادگی آج پھر نمودار ہو جاتی اور یہ شدید نفاق وشقاق مٹ مٹا کر بات صرف اسی سادہ اختلافِ رائے کی رہ جاتی'' (صدق 31 نومبر 1969ء)

سید حسین نصر اس وقت عالمِ اسلامی کی ایک معروف علمی شخصیت ہیں اور مسلکِ امامیہ اثنا عشریہ رکھتے ہیں، تہران یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور کچھ دن بیروت کی امریکی یونیورسٹی میں بھی بہ حیثیتِ استاد کام کر چکے ہیں، مستشرقین کی طویل صحبت ورفاقت کے بعد خود بھی ایک مستشرق فاضل بن گئے ہیں اور مستشرقین کے علمی

رسالوں میں مقالے لکھتے رہتے ہیں اور مقالوں کا موضوع اسلام کی نصرت و حمایت میں مستشرقین کے خلاف دفاع ہی رہتا ہے۔

انگریزی میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں، مثلاً:

(1) سائنس اور تہذیبِ اسلام میں (Science and Civilization in Islam)

(2) اسلامیات (Islamic Studies)

(3) تین حکماءِ اسلام (Three Muslim Sages)

(4) فرنچ زبان میں ''تاریخ فلسفۂ اسلام'' پر ایک کتاب کی تصنیف میں شرکت، فرنچ مستشرق کورین (Corin) کے ساتھ۔

اور جوابی محاذ پر وہ کام کر رہے ہیں، جس کا کوئی اندازہ بھی ہمارے ہاں کے مولوی صاحبان کو نہیں، تازہ ترین کتاب ''اسلام کے تصورات وحقائق'' (Ideals and Realities of Islam) حال میں دیکھنے میں آئی، ضخامت 184 صفحہ، پبلشر George Allen & Unwin، میوزیم اسٹریٹ، لندن۔ قیمت 28 شلنگ۔ کتاب انگریزی میں بسم اللہ سے شروع ہوتی ہے اور چار ساڑھے چار صفحہ کے مقدمہ کے بعد چھ بابوں میں تقسیم ہے۔

پہلا باب: اسلام آخری دین بھی ہے اور سب سے ابتدائی دین بھی۔ اس کے عمومی وخصوصی خط وخال۔

دوسرا باب: قرآن، خدائی کلام اور علم وعمل کا مبداء ومبتداء۔

تیسرا باب: نبی اور احادیثِ نبوی کا آخری نبی اور آفاقی انسان۔

چوتھا باب: شریعت یا خدائی قانون، معاشری اور انسانی معیارِ عمل۔

پانچواں باب: طریقت، طریقِ روحانیت اور اس کے قرآنی ماخذ۔

چھٹا باب: سنیت اور شیعیت، اثنا عشریت اور اسماعیلیت۔

اصلاً یہ چند لکچر تھے، جو بیروت کی امریکی یونیورسٹی میں سر آغا خان کے سرمایہ سے دیے گئے تھے، نظرِ ثانی کے بعد انہیں کو کتابی شکل دے دی گئی، مصنف کا دعویٰ کہیں بھی اسلام کا جدید ''ایڈیشن'' یا ''ماڈرن'' اسلام پیش کرنے کا نہیں، وہ کہتے ہیں، میں وہی پرانا (Orthodox) اسلام پیش کر رہا ہوں جو 14 سو سال سے چلا آ رہا ہے، صرف میرا اندازِ بیان بیسویں صدی کا ہے، ہر باب کے مضمون و مفہوم کا ایک موٹا اور ہلکا سا اندازہ تو محض عنوان ہی سے ہو گیا ہوگا، مصنف نے بڑی حد تک اپنے اس دعوے کو نباہ دیا ہے کہ ''تجدد'' ان کی کتاب میں کم سے کم ہے، زیادہ تر اعادہ وتکرار، انہیں پرانی باتوں کا ہے، البتہ اندازِ بیان نیا اور زبان اسی بیسویں صدی کی، نہ کہیں تعددِ ازواج کے نام سے شرم ومعذرت، نہ کہیں فرنگ کے دعوائے مساوات مرد وزن کی تائید اور نہ کہیں صوفیہ کے طریقِ ذکر وفکر سے عار وفرار۔

شروع سے آخر تک، زور بجائے عقل واجتہاد کے نقل واتباعِ احکام پر، توحید و ایمان پر۔

کتاب کا دلچسپ ترین باب اس کا آخری باب ہے، جہاں مصنف نے تعارفِ سنیت کے ساتھ شیعیت (اور اس کی دونوں شاخوں) کا کرایا ہے، باب بھر میں ذکر، نہ باغِ فدک کا، نہ زیاد وابنِ زیاد کے مظالم کے تذکرے، نہ شیعیت کا یہ تعارف کہ وہ سنیت کی حریف اور اس کے خلاف کوئی باغیانہ تحریک ہے، بلکہ یہ کہ ''سرچشمہ'' اسلام (یعنی قرآن وحدیث) کے دو بڑے دھارے شروع ہی سے چلے آ رہے ہے، ایک وہ جو صحابہ کی اکثریت، یا جمہور کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے اور یہی اہلِ سنت کا مسلک ہے، اور دوسرا وہ چھوٹا دھارا، جس کو علی رضی اللہ عنہ اور

یارانِ علی (سلمان فارسی، ابوذر ومقداد رضی اللہ عنہم) سنبھالے رہے تھے اور اس اقلیتی دھارے کو شیعیت کہتے ہیں، اصلی و بنیادی اختلاف کسی عقیدہ کا نہیں، فرق جو کچھ پڑا ہے، وہ انہیں مشترک بنیادی عقائد کی تعبیر وتشریح میں پڑا ہے اور قرآن وسنت کی اسی اختلافِ تعبیر نے امامت، عصمتِ ائمہ وغیرہ چند اہم اختلافات اور پیدا کر دیے، جنہیں بعد کو اصل کی سی اہمیت دے دی گئی، اور حقیقت میں سب کا ماخذ ومخرج قرآن اور اس کے برابر سنتِ رسول تھے، اس نظریہ کے خطاء وصواب سے یہاں بحث نہیں، محض اس کی ندرت کے لحاظ سے یہاں اسے پیش کیا جا رہا ہے، یہ نظریہ اگر کہیں شیعوں میں مقبول ہو گیا، تو آگے چل کر کثرت سے شیعہ (سید امیر علی مرحوم کی طرح) ''شیعہ'' سے بڑھ کر ''معتزلی'' نظر آنے لگیں گے، اور فریقین کی کتبِ مناظرہ کے ذخیرہ عظیم پر یکسر پانی پھر جائے گا، صفحہ اول پر جو عقائد کی تشریح ہوئی ہے، اس میں شیعی علمِ کلام کے ڈانڈے معتزلی علمِ کلام سے کثرت سے مل جل گئے ہیں (صدق 22 مارچ 1968)

باہمی منافرت کے سنگین نتائج:

''ابنِ علقمی معید الدین محمد، آخری خلیفہ مستعصم کے وزیر کا نام ہے، یہ ایک شیعہ خاندان سے تھے، ان کے ہم مذہب ابن طفلقہ نے ان کے علم وفضل، ان کی خطاطی اور ان کی کتاب دوستی کو سراہا ہے اور ان کے تدبر کی مدح کی ہے، لیکن ان تک کو یہ ماننے پر مجبور ہونا پڑا ہے کہ انہوں نے کافر تاتاریوں کے حملہ بغداد سے قبل ان سے غدارانہ خط وکتابت کر رکھی تھی، ابنِ علقمی کی وفاداری غالباً شیعہ محلّہ کرخ کی تاراجی سے ختم ہو گئی تھی، ان کی غداری کے حدود کا جائزہ لینا مشکل ہے، تاہم اتنا تو یقینی ہے کہ جب سردارانِ فوج، ہلاکو سے مقابلہ کی رائے دے رہے تھے، تو ابنِ علقمی کا مشورہ نرمی وسازگاری کا تھا۔

ابنِ علقمی کو گبن نے اپنی تاریخِ زوال رومہ میں دغا باز، وزیر سے یاد کیا ہے، کسی بھی دوسری شخصیت کی غداری پر زیادہ زور دینا، اب عبث سی بات ہے، کام کی بات یہ ہے کہ یہ دیکھیے کہ اس غداری کی محرک کیا شے ہوئی؟ مال کی طمع؟ جی نہیں، غرضِ زر، زن اور زمین کے عام محرکات میں سے کوئی شے نہیں، بلکہ شیعہ سنی کی باہمی منافرت، جس نے ایک طرف سنیوں کو مجبور کیا کہ شہر کی شیعہ آبادی کو تہس نہس کر ڈالیں اور دوسری طرف شیعوں کو کہ وہ جوشِ انتقام میں آ کر خونخوار دشمنوں سے مل جائیں، تو فتنہ کی جڑ تو یہ باہمی منافرت ہوئی، اصل ضرورت اسی پر زور لگانے کی ہے، بغداد کا شاداب اور لہلہاتا ہوا باغ اسی آندھی کی نذر ہو گیا اور اتنے عظیم حادثہ سے بھی ملت کی آنکھیں، نہ کھلیں اور نظر اس زہریلی اور مہلک فضا کی طرف نہ گئی، بادشاہ (برائے نام خلیفہ) کی غفلت وعیش پسندی، امیروں کی رنگ رلیاں اور شراب کے دور وغیرہ، سب اسی تاریخی ''زوالِ بغداد'' میں معین ومعاون ہوئے، لیکن آگ کی چنگاری اسی فرقہ واریت نے ڈالی اور مخاصمت، شیعہ سنی تک محدود نہ تھی، بلکہ خود اہلِ سنت کے بھی مختلف فرقوں کے درمیان اسی زور وشور سے جاری تھی (صدق 25 جولائی 1969)

پاکستان کے ایک نیم علمی نیم دینی ماہنامہ میں سرور صاحب جامعی کے سنجیدہ قلم سے:

''پاکستان میں ہماری اسلامیت میں ہماری قومیت کی بنیاد ہے، اب اگر ہمارے ہاں اسلامیت، ایک وحدانی شعور نہیں ہے، بلکہ وہ عبارت ہے، مختلف فرقوں سے، جو ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں اور ان میں آپس میں برابر محاربت و مبارزت رہتی ہے، تو ذرا اندازہ کیجیے کہ ہم میں قومی وحدت کیسے پیدا ہوگی اور ہم کیسے یہ محسوس کریں گے کہ ہم ایک ہیں اور ہمارے دکھ سکھ مشترک ہیں۔

آئندہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ خود مسلمانوں کے مذہبی فرقوں کا آپس کا تصادم ہے، جو برابر بڑھتا جا رہا ہے اور یہ پاکستان کی ہیئتِ سیاسی واجتماعی کی وحدت وہم آہنگی میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا ہے، بلکہ اگر زیادہ وضاحت سے کام لیا جائے، تو یہ کہنا پڑے گا کہ مسلمان فرقوں کا موجودہ باہمی تصادم خود پاکستان کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے، اور اس ضمن میں ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ اس وقت ہمارے پاس جو مذہبی فرقہ واریت کی فضا ہے، اس کے ہوتے ہوئے خواہ پاکستان میں کتنے ہی کارخانے لگ جائیں اور تعلیم کتنی ہی پھیل جائے، ملک صحیح معنوں میں مضبوط ہوگا، نہ متحد۔

پاکستان میں اس مسئلہ کی اہمیت تو ظاہر ہی ہے، لیکن ہندوستان میں بایں مغلوبی و شکستہ حالی یہ اندرونی مذہبی فرقہ واریت کچھ کم اہم اور کم قابلِ توجہ نہیں (صدق 9 نومبر 1966)

ایک شیعہ فاضل کی زبان سے، آج سے نصف صدی قبل:

’’متعصب اور خود غرض لوگوں نے ہر دو فریق کے عوام کو لکھنو میں یقین دلایا ہے کہ سنی، بہ لحاظِ عقیدہ، شیعہ کے، اور شیعہ، بہ لحاظِ عقیدہ، سنی کے مسلمان نہیں ہے، یعنی اقرارِ توحید ورسالت ومعاد وقبلہ وقرآن ایسے عقائد ہیں، جن کے باوجود دنیاوی اور اسلامی معاشرت بھی قائم نہ رہنا چاہیے، ہر دو فریق نے اس نئی ایجاد سے اپنی قدیم فقہ پر بھی پانی پھیر دیا، علمِ اخلاق کی جو خدمت کی، وہ جدا رہی۔

شیعوں کے مقتدا اور معصوم ائمہ نے نہایت درجہ صلح اور دوستی اور صبر کے ساتھ عام مسلمانوں سے برتاؤ کیا، یہ بھی ہر مولوی بلکہ سنیوں کو معلوم ہوگا (کیونکہ عقائدِ شیخ صدوق میں لکھا ہوا ہے کہ) کہ قیامت تک احتیاط لازم ہے اور ائمہ معصومین نے حکم دیا ہے کہ سنت جماعت سے بیماروں کی عیادت کرو، ان کے ساتھ نماز پڑھو،

عمدہ سلوک اور برتاؤ رکھو اور ایسی کوئی بات نہ کرو کہ وہ ائمہ کے خلاف مشتعل ہوں اور ایسے لوگوں سے سخت نفرت کی جائے، جو محبت کے نام سے عداوت بڑھاتے ہیں'' (منقول از اودھ پنچ، 25 جون 1908ء)

1908ء میں لکھنو میں شیعہ سنیوں کے درمیان سخت تصادم برپا تھا، اس وقت یہ تحریر مشہور قومی کارکن اور صاحبِ علم خواجہ غلام الثقلین بی اے، ایل ایل بی (علیگ) کے قلم سے شائع ہوئی تھی اور اتنا عرصہ گزر جانے پر بھی باسی نہیں ہوئی ہے، کلمہ گو، مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو ہوا نہ دے۔

خواجہ غلام الثقلین مرحوم (متوفی 1914ء) کو لوگ اب تو بھول بھال گئے، اپنے دور کے اکابرین میں ہوئے ہیں، 1911ء میں سفر، عراق، ایران، شام وغیرہ کیا اور واپسی میں روزنامچہ سیاحت مرتب کر کے تجارتی پریس میرٹھ سے شائع کیا، بخارا میں عین عاشوراء کے دن ایک خونریز بلوہ شیعہ، سنیوں کے درمیان دو ایک سال قبل ہو چکا تھا، اس کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

بخارا کے افسوس ناک فساد کی بنیاد صرف یہ نکلی کہ عاشوراء کے دن وہاں کے شیعہ (جو ایرانی الاصل ہیں) اور منجملہ دو لاکھ آبادی کے 15 ہزار کی تعداد میں ہیں، بازاروں کے اندر ماتم کرتے جا رہے تھے، ایک ترکمان طالب علم ان کو دیکھ کر ہنسنے لگا، عزاداروں نے اس کے دو تین تھپڑ مارے، اس پر دیگر لوگ آئے اور طرفین سے دو دن تک بلوے رہے، ڈیڑھ سو آدمی قتل ہو گئے، وزیرِ بخارا جو شیعہ تھا، معزول ہوا اور روس کا تسلط بخارا میں اور بھی زیادہ ہو گیا، اکثر مسلمانوں کی جہالت ہے کہ ایک دوسرے کا خون بہانے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں، جس کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے'' (ص 338) (صدق 18 ستمبر 1959ء)

رواداری کا کلچر:

علامہ مناظر احسن گیلانی کے مقالہ ''اسلام میں فرقہ بندی کی حقیقت واصلیت''

سے:

''فرقہ واری، رواداری کا یہ واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ جن دنوں میں علامہ شبلی نعمانی مرحوم ''الفاروق'' لکھ رہے تھے، علی گڑھ کالج کی پروفیسری کی خدمت پر مامور تھے، سرسید احمد خان کو اندیشہ ہوا کہ کالج کے ہمدردوں میں جو شیعہ حضرات ہیں، وہ حضرت عمر فاروق کی اس سوانح نگاری سے برا مان جائیں گے، انہوں نے ازراہِ مصلحت بینی، کالج کے ایک بڑے شیعہ ہمدرد ومددگار ''نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی'' کو مولانا شبلی کے ارادہ سے مطلع کرتے ہوئے اپنا خطرہ بتادیا کہ اس کتاب سے مجھے سنی، شیعہ تفریق کا ڈر ہے اور لکھا کہ میں نے مولانا شبلی کا قلم روک رکھا ہے، نواب صاحب مرحوم نے اس کا یہ جواب دیا کہ اسلام نے ایک فاروق پیدا کیا ہے، حیف ہے کہ اس کی سوانحِ عمری نہ لکھی جائے، مولوی شبلی کو ''الفاروق'' سے مت روکیے''۔

مصنف ''الفاروق'' کے مخلصانہ تعلقات، نہ صرف اسی بلگرامی شریف شیعہ خاندان سے آخر تک قائم رہے، بلکہ عزیز لکھنوی اور خواجہ غلام الثقلین اور لکھنؤ کے اور شیعہ عمائد سے بھی رہے، اور مولانا کی عزیز ترین یادگار دارُالمصنفین (اعظم گڑھ) کی مجلسِ اعلیٰ کے صدر اپنی زندگی بھر یہی عماد الملک سید حسین بلگرامی رہے، اور ان کے بعد ان کے فرزند ''مہدی یار جنگ بہادر''

خود علی گڑھ کی تحریک میں سالار جنگ، خلیفہ محمد حسین، سید حسن بلگرامی، سید علی بلگرامی، مرزا عابد علی بیگ اور خواجہ غلام الثقلین کا جو حصہ رہا ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اور سر آغا خان اور راجہ علی محمد خاں (والی محمود آباد) تو مسلم یونیورسٹی کی روحِ رواں ہی مدتوں رہے ہیں (صدق 25 دسمبر 1959ء)

ہوش بلگرامی، جو بعد کو نواب ہوش یار جنگ بہادر ہو گئے تھے، ان کی آپ بیتی کا ایک ٹکڑا ماہ نامہ نقوش کے آپ بیتی نمبر سے:

’’خدا ہر ذی روح کا خالق ہے، بلکہ کائنات کی ہر چیز اسی کی مخلوق ہے، مگر اس کی عالمگیر تہذیب (؟ توحید) اس امت کے ہاتھوں بدنام ہو رہی ہے، جو توحید پرستی کے دعویدار ہونے کے باوجود، خود ہی مختلف پرستشوں میں مبتلا ہو گئی ہے، اور یہاں تک جراتیں بڑھ گئی ہیں کہ اسلام کا ایک فرقہ ان کو بھی برا بھلا کہنے میں بدنام ہے، جن کو اگر وہ خلیفہ نہیں مانتا ہے، تو ان کے صحابی ہونے سے تو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اس پر بوالعجبی یہ کہ وہ تبرا بازی کو محبت سے تعبیر کرتا ہے، اور مدح و قدح کے قضیے کھڑے کر کے مسلمانی طاقت کو کمزور کر ہی چکا ہے، علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی گستاخی کا محرک ہوتا ہے۔ جس طرح بتوں کو برا کہنے سے خدا کو برا کہلوانے کا حوصلہ پیدا کیا جاتا ہے، اسی طرح خلفائے ثلاثہ کی شان میں بے ادبیاں کر کے علی مرتضیٰ کو بلا وجہ ہدف بنایا جاتا ہے۔ ایسوں کو کون سمجھائے، اور اگر سمجھائے بھی، تو مذہبی جنون کب سمجھنے دیتا ہے؟ افترا پردازوں کا اجتہاد کب صحیح راستہ اختیار کرنے دیتا ہے؟

علی رضی اللہ عنہ کی حکیمانہ روش پر اگر ان کے متبع چلتے، اور کسی کی مدح نہیں کر سکتے، تو قدح بھی نہ کرتے، تو یہ وہ راستہ ہوا، جس سے دوسروں کے معتقدات کو صدمہ نہ پہنچتا، ان کے جذباتِ عقیدت نہ بھڑکتے، اور انتقامی جذبہ اس حد تک پہنچ جاتا، جس سے خدا محفوظ رہا، نہ رسول‘‘۔

کسی شیعہ صاحب کی نظر سے اگر یہ نوٹ گزرے، تو وہ یاد کر لیں کہ اوپر کی عبارت کسی سنی کے قلم سے نہیں، اور نہ اس سے مقصود کوئی مناظرہ ہے، ایک شیعہ کے قلم سے ہے، اور اس سے ان کا مقصود اپنے ہی بھائیوں کی اصلاح اور نصیحت، انہیں

کی ہمدردی و ہواخواہی ہے، اور یقین ہے کہ اسے اسی نظر سے پڑھا بھی جائے گا۔
اکیلے ہوش بلگرامی ہی نہیں، متعدد شیعہ، راقم سطور نے علی گڑھ، حیدرآباد، لکھنو اور دلی وغیرہ میں ایسے دیکھے ہیں، جو عمر فاروق کا نام ''حضرت عمرؓ'' کہہ کر لیتے، اور ہر طرح اہلِ سنت کے جذبات کا احترام کرتے، ایسوں کا وجود جب تک ہے، اتحادِ اسلامی کی طرف سے مایوسی کی وجہ موجود نہیں (صدق 24 جولائی 1964ء)

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے تازہ سیاحت نامہ میسور سے:

''قدیم ریاست میسور کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہاں ہر قصبہ میں بالعموم اور شہروں میں بالخصوص بہت شاندار اور وسیع میونسپل ہال اور بہت خوبصورت، صحت افزا اور خوش وضع گیسٹ ہاؤس (سرکاری مہمان خانہ) اور ریسٹ ہاؤس (سرکاری فرودگاہیں) بنی ہوئی ہیں، میں نے شمالی ہند کے بڑے بڑے شہروں اور ضلع کے صدر مقام میں بھی اتنے اچھے انتظامات نہیں دیکھے، یہ غالباً سر مرزا اسماعیل کے حسنِ مذاق اور حسنِ انتظام کا نتیجہ ہے، جن کے دورِ وزارت کی نشانیاں میسور کے چپہ چپہ پر موجود ہیں، اور اہلِ میسور بلاتفریقِ مذہب و ملت ان کا نام عزت سے لیتے ہیں''۔

امینُ الملک سر مرزا اسماعیل مرحوم کا تعلق فرقہ امامیہ سے تھا، مولانا ندوی سلمہ، سب کو معلوم ہے کہ موجودہ علمائے اہلِ سنت کے اکابر میں ہیں، بات بہ ظاہر معمولی سی ہے، لیکن موجودہ ''فرقہ وار'' (اور یہی صحیح محل استعمال فرقہ واریت، یا Sectarianism کا ہے، نہ کہ وہ مذہب تعصب Communalism جس کے لیے بالکل غلط اور بے محل یہ لفظ اخباروں نے چلا دیا ہے) کشاکش کی فضا میں یہ صحیح داد، مولانا کے قلم سے ادا ہونا، ہر طرح مبارک اور بجائے خود قابلِ داد ہے۔

آج تو شیعت کا معیار یہ رہ گیا ہے کہ بجائے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے انتہائی محبت رکھنے کے، ہر سنی پر ''ناصبیت'' کی تہمت رکھ دی جائے، اور سنیت کی روایت یہ ہے کہ بجائے شیخین کے نقشِ قدم پر چلنے کے، ہر شیعہ کو رافضیت سے نواز دیا جائے۔

حالانکہ تاریخ کا فتویٰ تو یہ ہے کہ جہاں تک خالص ''اسلامی'' ثقافت (کلچر) کا تعلق ہے، وہ تو چہارم خلیفۂ راشد پر ختم ہوگئی، اور اس کے بعد سے جو ملی جلی مخروج اور غیر خالص ''مسلم'' تہذیب چلی، اور آج تک چلی آ رہی ہے، اس میں سوادِ اعظم کے ساتھ ساتھ، شیعہ اقلیت کا حصہ بھی اچھا خاصا شامل ہے، امت کی شان میں جو یہ آیا: **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** ''تو اس کے معنیٰ یہی ہیں کہ یہ لوگ منکرین کے مقابلہ میں تو پتھر کی سی صلابت رکھتے ہیں، لیکن آپس میں ایک دوسرے کی کمزوریوں کے لیے موم کے سے نرم ہیں (صدق 30 دسمبر 1966ء)

اپنا مسلک، ہر فرقہ بلکہ ہر مذہب کو اسی نام ولقب سے یاد کرنا ہے، جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے، نہ کہ ایسے لفظ سے جو وہ اپنے حق میں نا ملائم، بلکہ بطورِ گالی کے سمجھتا ہو، اسی اصول کے تحت لفظ ''رافضی'' کے استعمال سے ہمیشہ اجتناب رہا۔

حال میں لغتِ عربی خصوصاً الفاظِ قرآنی کی مستند لغت ''**کلیات ابی البقاء**'' (متوفیٰ 1095ء) میں لغت ''رفض'' پر نظر پڑ گئی، اور اس میں یہ درج ملا:

ترجمہ: ''روافض سے مراد وہ اہلِ لشکر ہیں، جنھوں نے اپنے سردار کا ساتھ چھوڑ دیا''۔

اس کے بعد ذکر، اصطلاحی فرقہ رافضہ کا ہے۔

ترجمہ: ''رافضہ ایسے ہی فرقہ کو کہتے ہیں، اور رافضہ، شیعانِ کوفہ کے ایک فرقہ کا نام ہے، ان لوگوں نے زید بن علی (زین العابدین) سے بیعت کی تھی، اور زید کا عقیدہ تھا کہ فاضل کے ہوتے ہوئے، مفضول کی امامت بھی درست ہے، پھر ان

لوگوں نے زید سے فرمائش کی کہ خلفائے شیخین سے تبرا کیجیے، اس سے آپ نے انکار کیا، اور فرمایا کہ وہ دونوں تو میرے جدِ امجد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے وزیر تھے، اس پر ان لوگوں نے زید کو چھوڑ دیا، اور ان سے علیٰحدگی اختیار کر لی، اور یہی نسبت رافضی کہلاتی ہے''۔

اور یہی روایت اختصار کے ساتھ لغت کی دوسری مستند کتابوں ''الجمہرۃ'' (ابن درید) صحاح جوہری، قاموس (فیروز آبادی) لسانُ العرب وتاجُ العروس میں بھی دہرائی گئی ہے، لیکن ابو البقاء کی دینی حیثیت بھی نمایاں ہے، اس لیے پورا حوالہ انہیں کا نقل ہوا، روایت اگر صحیح ہے، تو ظاہر ہے کہ لفظِ رافضی میں بجائے خود کوئی پہلو سب وشتم کا نہیں، یہ اور بات ہے کہ مسلسل غلط محل استعمال سے اس میں ثانوی مفہوم، طنز وتشنیع کا بھی پیدا ہو گیا ہے (صدق 10 جون 1966ء)

شیعہ سنی اتحاد کا مطلب:

(مراسلہ) سوال: اسی مقصد کا ایک مضمون کسی ایرانی عالم کی طرف سے بھی آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے، جناب نے اس مسئلہ پر اپنا خیال مبارک ظاہر نہیں فرمایا کہ یہ اتحاد ممکن بھی ہے، یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ اس اتحاد کی نوعیت کیا ہوگی؟ کیا مشترکہ ادارت میں رسالہ شائع ہونے سے قرب حاصل ہو جائے گا؟ کیا شیعہ حضرات تبرا کرنے سے تائب ہو جائیں گے، اور کیا سنی حضرات امامتِ حضرت علی کو جزوِ ایمان تسلیم کر لیں گے؟ اس کے علاوہ اس تفرقہ کے اجزاء اور بھی بہت سے ہیں، اگر یہ ممکن ہے، یعنی شیعہ حضرات کا تبرا سے تائب ہونا، اور امامتِ حضرتِ علی کو تسلیم کرنا، اور تمام جزوی اختلافات کو نظر انداز کرنا، تو علماء حضرات آپ کے مقتدر اخبار میں اور دوسرے مذہبی رسالوں میں اعلان فرمائیں، تاکہ عام مسلمانوں کی رہنمائی ہو۔ نیاز مند، عبدالستار خلجی (ناظم آباد نمبر ۳، کراچی)

صدق (کا تبصرہ): جو اتحاد مطلوب و مقصود ہے، اس کے لیے اصل اصول کا اشتراک بالکل کافی ہے، فروع بلکہ غیر اہم اصول کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں، انضمام اور چیز ہے (اور اس پر کوئی بھی فرقہ کیوں راضی ہونے لگا) اور اتحاد، اور اتحاد کی دعوت، تو قرآن مجید نے غیر مسلموں (یہود و نصاریٰ) تک کو دی ہے، یہ کہہ کر کہ توحید کو بطورِ نقطۂ اشتراک قبول کرلو، اور ان کے دوسرے عقیدوں سے کوئی بحث ہی نہیں رکھی، اور مدینہ آ کر یہود سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدۂ اتحاد قائم ہی کرلیا تھا، یہ طے کر لیجیے، اس پر سختی سے جم جایئے، تو اتحاد و مصالحت کی صورت بالکل آسان ہوجاتی ہے، نقطۂ اشتراک و اتحاد، اقرارِ شہادتین ہے، یعنی اقرارِ توحید ورسالت۔

مسئلۂ امامت وتفضیلِ صحابہ وغیرہ، گو اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن توحید ورسالت کی طرح اور وحدتِ کلمہ وقبلہ کی طرح بنیادی چیزیں نہیں، جزئیات کی طرف جایئے گا، تو خود اہلِ سنت کے ہاں کتنے فرقے، کتنی تفریقیں نکل آئیں گی (صدق 29 دسمبر 1967ء)

الحاج محمد علی سالمین، جن کا ایک ادارہ گرینڈ مسلم مشن کے نام سے بمبئی میں تھا، جس کا کام زیادہ تر انگریزی میں ہوتا تھا، اور جو خود امامیہ عقیدے کے ہیں، ان کا ایک مکتوب ان کے آبائی وطن بحرین (خلیجِ عرب) سے (درج ذیل ہے):

''بحرین بہت قدیم ہے، یہاں کے رہنے والے اکثر عرب ہیں، جن میں اثنا عشری 90 فیصدی ہیں، باقی دوسرے عرب ممالک کے عرب اور ایرانی تاجر آ کر آباد ہوگئے ہیں...... میں نے ہر ہر جگہ عرب ممالک میں دیکھا کہ لفظِ شیعہ، سنی بہت مکروہ ہوگیا ہے، اور پبلک اس کو گوارا نہیں کرتی، محض لفظِ مسلم کافی سمجھتے ہیں، دونوں میں رشتہ داریاں ہوتی رہتی ہیں، مغربیت، عربوں پر اثر انداز ہوتی جارہی

ہے، اور نسلِ جدید، اسلام سے ناواقف ہوتی جارہی ہے، اور مغربی تہذیب وتمدن کو اپناتی جارہی ہے، کھانا پینا بھی یورپین طریقے سے کھاتے ہیں، صرف پرانے اور ادھیڑ عمر کے لوگ، عربی کھانا اور عربی تہذیب پر چلتے ہیں...... بحرین کی حکومت میں شیعہ، سنی سب کو ملازمتیں ملتی ہیں، کوئی تفریق نہیں کی جاتی اور نہ تعصب سے کام لیا جاتا ہے، سب سے بڑی جگہ ایک شیعہ عرب کو ملی ہے، جو مالیات کے سیکرٹری ہیں، حاکم خود سنی مسلک کے ہیں، تعصب نام کی کوئی چیز نہیں، تمام رعایا ان سے خوش ہے''۔

شیعہ سنی اتحاد سارے کلمہ گو فرقوں کے اتحاد کی طرح وقت کی ایک بڑی ضرورت ہے، اہم ہمیشہ ہی سے تھا، موجودہ مصلحتِ ملی نے اہم تر بنادیا ہے، اس پہلو سے خبر بڑی خوشگوار ہے، لیکن اس اتحاد کی بنیاد ہمیشہ وحدتِ امت وحبِ اسلام ہی ہونا چاہئے، یہ نہ ہو کہ اس کی بنیاد لا مذہبی، اسلام سے کم تعلقی اور دین کی طرف سے بے پروائی ہو، جیسا کہ اس خبر نامہ کے بعض فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی عقائد کی طرف سے بے پرواہ ہو کر سب کے سب ''صاحب'' کے دین وآئین پر آتے جارہے ہیں، یہ راہ، ارتداد کی ہے، اتحادِ ملی کی نہیں، اتحاد، سوچ سمجھ کر شعورِ کامل کے ساتھ ہو (صدق، 7 فروری 1964ء)

(صدق کے لیے ایک مراسلہ)

''اقلیت کی خانہ جنگی'' کے عنوان سے جو شذرہ صدق نمبر 40 میں تحریر فرمایا ہے، اس نے ایک دیرینہ تمنا کو پھر جگادیا ہے، عرصہ سے یہ تمنا ہے کہ شیعہ، سنی اتحاد کے ضمن میں آپ سے ایک مضمون لکھنے کی درخواست کروں، وقتاً فوقتاً آپ صدق میں اس جانب اشارہ فرماتے رہتے ہیں، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں فرقوں میں تفرقہ جن بنیادوں پر ہے، اسے عوام کو بتا کر خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کو

روشناس کرا کر، پھر اس کے دور کرنے کے سلسلہ میں کوئی آپ جیسا اتحاد پسند مقبول الطرفین اور منصف طبیعت کا مالک عالمِ دین اپنی تجاویز پیش کرے، اور قرآن وحدیث اور واقعات وتواریخ کی روشنی میں ان بنیادوں کی تصحیح وتغلیط کی وضاحت کرے، بڑے بڑے پڑھے لکھے، یعنی ایم اے، بی اے حضرات کو صحیح طور پر تفرقہ مذکور کی صحیح بناء معلوم نہیں، اور بالکل من گھڑت باتوں پر ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں۔

میری ناقص رائے تو یہ ہے کہ اگر طرفین کو تفرقہ کا بنیادی فرق بتا کر اس کو دور کرنے کی ترغیب وتبلیغ کی جائے، تو ان شاء اللہ معجزۂ اتحاد شیعہ وسنی بہت جلد ظہور پذیر ہوسکتا ہے، کاش آپ کو اس تحریک کی ابتداء کرنے کی فرصت وسعادت حاصل ہوجائے، یا آپ کے توسط سے کوئی اور عالمِ دین، یا رہبرِ قوم اس کی ابتداء کرنے پر آمادہ وکمربستہ ہوجائیں! (عباس غفر اللہ لہٗ، از اسلام آباد)

صدق (کا مذکورہ مراسلہ پر تبصرہ): یہ دنیا اگر اتنی حق پسند اور سلیمُ الفکر ہوتی، تو اس درجہ خون ریزی وسفاکی اور شقاوت ہی کی نوبت تاریخ میں کیوں آئی ہوتی! شیعہ، سنی اختلاف تو پھر کچھ نہ کچھ اہمیت رکھتا ہے، خود سنیوں نے اس سے کہیں ہلکے اور بالکل ہی جزئی وسطحی اختلافات پر دوسرے سنیوں کے گلے کاٹ ڈالنے اور سر توڑ دینے میں تکلف نہیں کیا ہے، اور ہر فرقے کے اندر ٹولے ہی نہیں، چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بے شمار قائم ہوچکی ہیں، اختلاف اور چیز ہے، اسے تو کوئی انسان دماغوں سے مٹا ہی نہیں سکتا، اور تفرقہ، نزاع، تعصب وعیب جوئی دوسری چیز، اسلام کی بنیاد تو صرف توحید ورسالت کی تصدیق پر ہے، دل میں اگر اسی عقیدے کا بنیادی اور مرکزی تصور جما ہوا ہے، تو دوسرے اختلافات خود بخود ہلکے نظر آنے لگیں گے، لیکن یہی تو نہیں، اور ہم آپ تیرہ سو سال سے (بہ زبانِ رومی) گرفتارِ

ابوبکر وعلی بن چکے ہیں، تعصّبات، ایک دوسرے سے متعلق اعتراض، روایات، الزامات واتہامات کی کوئی حد ہی نہیں، صدیوں کی جمی ہوئی ضد کی جڑیں اکھاڑ پھینکنا، کسی بشر کا کام تو ہے نہیں، اللہ میاں کسی کو فوقُ البشر بنا کر بھیج دیں، تو بات ہی اور ہے (صدق، 11، اکتوبر 1967ء)

تبرا بازی کے جواب میں صحیح رویہ:

میں کسی بھی کلمہ گو فرقہ کی تکفیر کا قائل نہیں، اور فرقۂ شیعہ امامیہ کے افراد کے ساتھ تو میرے تعلقات خصوصیت سے حدِ یگانگت تک پہنچے ہوئے ہیں، لکھنو، دہلی، علی گڑھ، پانی پت، بلگرام، حیدرآباد، پٹنہ، بلکہ لاہور، کراچی، ڈھاکے وغیرہ کے پچاسوں بہترین شیعہ افراد سے ربط ضبط نہ صرف قائم رہا ہے، بلکہ بعض ملی موضوع پر ان سے اشتراکِ عمل کی بھی نوبت آ چکی ہے۔

چنانچہ حال ہی میں، میں نے ایک ممتاز شیعہ فاضل سے درخواست کی کہ شیعہ اہلِ نظر، اہلِ قلم نے مسلم ثقافت اور مسلم علوم وفنون (تفسیر، کلام، تاریخ، لغت، صرف، نحو، شعر وادب، فلسفہ، ریاضیات، طبعیات وغیرہ) میں جو خدمات اس ساڑھے بارہ سو سال کی مدت میں انجام دی ہیں، اسی طرح شیعہ اہلِ سیف واہلِ سیاست نے فتوحاتِ ملکی وغیرہ کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں، اس سب پر ایک ضخیم ومبسوط رسالہ، بلکہ ہو سکے، تو کتاب چند جلدوں میں تیار کیجیے، اور دنیا پر دکھا دیجیے کہ آپ کے فرقہ کا قدم بھی عام ومشترک، خدماتِ ملت میں کسی سے پیچھے نہیں۔

ان شیعہ کرم فرماؤں کی ایک بڑی تعداد دنیا سے اٹھ گئی، پھر بھی جو باقی رہ گئے ہیں، ماشاء اللہ ایسی کم نہیں، ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی، ان کے اخلاص پر مجھے اعتماد وفخر ہے، اور کبھی کبھی انہوں نے مجاہدانہ حد تک میرے ساتھ

اشتراکِ عمل کیا ہے۔

اس ذہنیت اور حسنِ ظن کے پسِ منظر کے ساتھ میں کانپ کر رہ گیا، جب بے شان وگمان بلاکسی ادنیٰ توقع وخیال کے پاکستان کے کسی مذہبی، یا مناظرانہ رسالہ میں نہیں، ایک خالص ادبی رسالہ کے دسمبر نمبر میں کسی مولوی صاحب کا نہیں، ایک ٹھیٹھ مسٹر صاحب کا افسانہ تینوں خلفائے راشدین کی ہجو وتبرا سے لبریز اپنی آنکھوں سے پڑھ لیا، آنکھوں پر اپنے پر یقین نہ آیا، دوبارہ پڑھنے کی کوشش کی، اور دل پر جبر کر کے کسی حد تک تو پڑھ ہی لیا، مضمون نگار ایم اے، پے ایچ ڈی ہیں، جوارِ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں، لکھنؤ یونیورسٹی میں انگریزی کے استاد تھے، کراچی یونیورسٹی میں بھی انگریزی ہی کے ہوں گے، یا شاید اردو کے ہوں، اب تک صرف اپنی تنقیدوں اور افسانوں ہی کے لیے مشہور رہے ہیں۔

میرے پرانے ملنے والے ہیں اور تقسیم سے قبل کے، میں تصور بھی نہیں کرسکتا کہ ان کا قلم اس درجہ سفاک، دل آزار وصبر آزما ثابت ہوگا، رسالہ کا نام ''ساقی'' (کراچی) ہے، معلوم ومعروف شاہد احمد مرحوم دہلوی اس کے ایڈیٹر تھے، اب پرچہ کے اوپر ضابطہ سے نام ان کی بیوی کا ہے، لیکن ناممکن ہے انہوں نے مضمون کو پڑھنے، یا سمجھنے کے بعد درج کیا ہو۔

کسی سنی مسلمان کے لیے ممکن نہیں کہ مضمون پڑھ کر اس کا خون کھول نہ جائے اور شیعوں کی طرف غصہ ونفرت اس میں موجزن نہ ہو جائے، مجرم کے جرم کو ہلکا کرنے کے لیے یہ ہرگز کافی نہیں کہ افسانہ بڑے لخلخہ کے ساتھ قدیم افسانوی بندشوں اور تلازموں سے لکھا گیا ہے، میں مضمون کے ٹکڑے نقل کر کے خواہ مخواہ زہر کے پھیلانے کا مرتکب نہ ہوں گا اور نہ میں چاہتا ہوں کہ اب تک کسی سنی نے بھی اسے دیکھا ہو، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ صرف شیعہ ہی اسے پڑھیں اور پھر جو

کچھ ان کے انصاف میں آئے، وہ سزا اس مجرم کو اپنی عدالت سے دیں اور اس طرح سنیوں کی اشک شوئی کریں، خدانخواستہ یہ توقع نہ پوری ہو، تو ظاہر ہے کہ اہلِ سنت کو چارہ جوئی کا پورا اختیار باقی رہے گا۔

16، 17 برس قبل اسی قسم کا، بلکہ اس سے بھی کہیں تلخ وتکلیف دہ تجربہ ایک بے ادب، بے نصیب شاعر کی تحریر سے متعلق ہوا تھا، میں نے تحریر کو شائع کر کے فیصلہ صرف شیعہ حضرات ہی پر چھوڑ دیا تھا، بحمد اللہ شیعیانِ لکھنو (خصوصاً خان بہادر مولوی سید مہدی حسن صاحب) نے فوری طور پر کارروائی کی اور بغیر اہلِ سنت کو درمیان میں لائے خود ہی بدتمیز شیعہ شاعر کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا (صدق 16 فروری 1968ء)

(صدق کے لیے مراسلہ) سوال: میں ہر سال یومِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مناتا ہوں، جس میں مسلمانانِ عالم کے اماموں اور کاتبِ وحی کے صرف مناقب بیان کیے جاتے ہیں، تاکہ مسلمان اس مدبر کے حالات سے باخبر ہوں، ایسا کرنے پر مجھے مطعون کیا جاتا ہے، میں اپنے بزرگوں سے سالانہ جلسے پر پیغامات ارسال کرنے کی استدعاء کرتا ہوں، تو مجھے ڈانٹ ڈپٹ کے خط بھیجے جاتے ہیں، لیکن کچھ بھی ہو، میں مرتے دم تک ایسا کرتا رہوں گا، آج آنجناب کے ملاحظہ میں ایک پوسٹر پیش کرتا ہوں، جو یہاں کے شیعہ حضرات نے ہر در و دیوار پر لگوایا ہے، اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ ان حضرات کو سات خون معاف اور ہم اگر فضائل بھی بیان کریں، تو گنہگار، یہ کیسی منطق اور کیسا انصاف؟ والا جناب سے میری استدعا ہے کہ میرا نام ظاہر فرماتے ہوئے ''صدق'' میں اس تعلق سے ایک نوٹ تحریر فرمائیں کہ ایسا پوسٹر کیا دوسروں کی دل آزاری کا باعث نہیں ہے؟ (کفش بردار، مرزا جمیل احمد بیگ، ایم اے، ایل ایل بی (علیگ) ایڈووکیٹ، موتی

مارکیٹ، حیدرآباد)

صدق (کا جواب): ایسے شرانگیز پوسٹر کے صدق میں شائع ہونے کی توقع ہی آخر کیسے کی جاسکتی تھی؟ اہلِ سنت کے لیے اتنا اشتعال انگیز، اتنا ہیجان آور، اسے تو فوراً ہی صبرِ جمیل سے کام لے کر، ردی میں پھینک دینا تھا، جیسا کہ دنیا کی اور بہت سی بیہودہ اور صبر آزما اشتعال انگیزیوں کے موقع پر کرنا ہی پڑتا ہے، عقل وشریعت دونوں کے مقتضا سے، لیکن یہ بھی دوسری طرف زیادتی ہے کہ ایسی تکلیف دہ صبر آزما حرکتوں کو منسوب حیدرآباد کے کل شیعوں، بلکہ ان کی اکثریت کی بابت بھی کیا جائے، اس سرزمین پر آخر سالارِ جنگ اوران کی اولاد رہ چکی ہے، عماد الملک سید حسین بلگرامی، ڈاکٹر سید علی بلگرامی اور بلگرامیوں کا پورا خاندان گزر چکا ہے اور بہت سے حضرات، آپ ان کی طرف دیکھیے، یہ تو ان کی صرف ایک مختصر سی ٹولی ہے، اور ایسی ٹولیاں کس فرقہ، کس قوم، کس مذہب میں نہیں ہوتیں؟

تدبر اور دوراندیشی کا تقاضا ہے کہ رواداری اور باہمی سازگاری کی ایسی فضا پیدا کی جائے، جس میں ایسی آوازیں بالکل دب کر رہ جائیں، اپنی ساری توانائی، ہمت اور اثر، انہیں مصلحانہ ومصالحانہ کوششوں میں صَرف فرمایئے، ''جوابی'' اور ''انتقامی'' کارروائیاں، محض آگ پر تیل چھڑکنے کا کام دیں گی اور ان کا منحوس چکر کبھی ختم ہونے پر نہ آئے گا، سارا زور صرف متفقہ مسائل پر دیجیے، جو بنیادی اور کلیدی مسائل ہیں، ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک کلمہ، ایک قبلہ، اتنی اکٹھی نعمتیں اور کس کو ملی ہیں؟ ان کی ناقدری، کفرانِ نعمت کی ایک بدترین شکل ہے، بہت سے اعمال بجائے خود مستحب وافضل ہوتے ہیں، لیکن جب ان سے صورت کسی فتنہ کی پیدا ہو جائے اور ترکِ واجب ان سے لازم آنے لگے، تو ان کا ترک بھی عقلاً وشرعاً واجب ہو جاتا ہے۔

اختلافی مسائل جو کچھ بھی ہیں، وہ تمام تر فروعی (مثلاً امامت ومسئلہ ولایت) ان پر باہمی گفتگو ہمیشہ علمی وسنجیدہ انداز میں ہوسکتی ہے اوران کی بنیاد پر کوئی فساد، ہنگامہ، بلوہ، آج تک نہیں ہوا ہے، بعض تاریخی شخصیتوں کے ٹکراؤ، نزاع و اختلاف بڑھانے والے گھسے پٹے ہوئے واقعات کو دہرانے کے بجائے ان حقیقتوں کواپنی فکرونظر کے سامنے لاتے رہیے:

(1)......سنی حکمرانوں کے وزیرِ اعظم اورسپہ سالارکس کثرت سے شیعہ رہا کیے ہیں، اوراسی طرح شیعہ رئیسوں کے دیوان اورمینیجرسنی، بے شمارمثالیں مل جائیں گی۔

(2)......پختہ وراسخ سنی حکمرانوں کی مائیں اور بیگمات کس کثرت سے شیعہ گزری ہیں، سلطان اورنگ زیب کی والدہ کون تھیں؟اور جہانگیراورشاہ جہاں کی بیگمات کون؟

(3)......''مسلم کلچر'' جس قدر قابلِ قدر مجموعہ کا نام ہے، اس کے اجزاءِ ترکیبی میں سے ایک ایک پرغور کیجیے، تاریخ، لغت، ادب، کلام، شاعری، طب، معماری، صناعی، منطق، فلسفہ، طبعیات وغیرہ، ان میں سے ہر ایک کی تشکیل میں فرقۂ اکثریت کے ساتھ ساتھ کتنا ہاتھ فرقۂ اقلیت کا بھی ہے۔

(4)......ہندوستان میں مسلم کلچر کے اس عظیم ادارہ کی طرف نظر کیجیے، جس کا نام مسلم یونیورسٹی ہے کہ شیعہ بھی اس میں کس گرم جوشی کے ساتھ شریک رہے ہیں

(صدق 13 جون 1969ء)

(ماخوذ از: ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ۹تا۲۰، دسمبر 2004ء، جلد 15، شمارہ 12، بعنوان ''شیعہ سنی مسئلہ، مولانا دریابادی کی نظر میں'')

مولانا محمد وارث مظہری صاحب کا حوالہ

مولانا محمد وارث مظہری صاحب (W.mazhari@gmail.com۔ مدیر: ماہنامہ ''ترجمان دارالعلوم'' دہلی) نے ایک مضمون ''شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے، جس کو افادیت کی غرض سے ذیل میں نقل کیا جارہا ہے، کسی کے مضمون، یا اس کے بعض اجزاء سے اختلاف یا اتفاق، ایک فطری چیز ہے:

شیعہ سنی اختلاف، بنیادی طور پر مسلمانوں کی داخلی سیاسی کش مکش کی پیداوار ہے، لیکن بعد میں اس اختلاف نے جو شکل اختیار کی، اسے اب دونوں فریقوں کی نظر میں محض فروعاتِ دین میں اختلاف سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، تاہم اسے کفر وایمان کا اختلاف قرار دینا بھی کسی طرح صحیح نہیں ہے، اس اختلاف کو کم، یا ختم کرنے کی جو سنجیدہ کوششیں ماضی میں ہونی چاہیے تھیں، وہ بدقسمتی سے نہیں ہوسکیں، اب یہ اختلاف اتنی سنگین کشمکش کی شکل اختیار کرچکا ہے کہ اس کی زَد میں آکر نہ جانے کتنی ہی جانیں ضائع اور نہ جانے کتنے ہی مال واسباب تباہ ہوچکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں فرقوں کے شدت پسند حلقے اس اختلاف کو کفر واسلام کے تناظر میں دیکھنے اور پیش کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اور اس طرح دونوں فرقوں کے درمیان خلیج مزید بڑھتی رہی ہے، دونوں فرقوں، یا اس کے بعض طبقات کے اندر ایک دوسرے کے تعلق سے انتہاء پسندانہ نظریات پائے جاتے ہیں۔

شیعہ کی کتابوں میں یہ نظریہ پایا جاتا ہے کہ جب حضرت امام مہدی ظاہر ہوں گے، تو وہ سنیوں کو قتل کریں گے، سنیوں کے یہاں یہ حدیث پیدا کرلی گئی ہے کہ'' اخیر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے، جو رافضی کہلائیں گے، اسلام کے منکر ہوں گے، لیکن اس کا لفظی اقرار کریں گے، تو تم ان کو قتل کردو، اس لیے کہ وہ مشرکین

ہیں"(یکون قوم فی آخر الزمان یسمون الرافضة یرفضون الاسلام و یلفظونه فاقتلوهم فانهم مشرکون) [1]

شاید اسی گھڑی ہوئی روایت کی بناء پر پاکستان میں بعض انتہا پسندوں نے شیعوں کو مباح الدم قرار دے رکھا ہے۔ [2]

---

[1] مسائل الجاهلية التی خالف فيها رسول الله ﷺ اهل الجاهلية ص : ٦٧ ، المكتبة السلفية ومكتبتها ، قاهره.

١٣٩٧ اسرورق کی عبارت ہے: الف اصلها الامام شيخ الاسلام محمد ابن عبد الوهاب و توسع فيها على هذا الوضع علامة العراق السيد محمود شكرى آلوسى ۔

غالب گمان یہی ہے کہ یہ اضافہ ثانی الذکر کی طرف سے کیا گیا ہوگا۔

[2] اس روایت کی بعض سندیں شدید ضعیف اور بعض ضعیف ہیں، جن سے مستند اور کثیر نصوص کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی کسی کے کفر و قتل کا شدید اور سخت ترین حکم ثابت کیا جا سکتا، جو کہ ایک انتہائی درجہ کا اقدام ہے۔

حدثنا عبد الله، حدثنا محمد بن جعفر الوركاني، في سنة سبع وعشرين ومائتين حدثنا أبو عقيل يحيى بن المتوكل، وحدثنا محمد بن سليمان لوين، في سنة أربعين ومائتين حدثنا أبو عقيل يحيى بن المتوكل، عن كثير النواء ،

عن إبراهيم بن حسن بن حسن بن علي بن أبي طالب، عن أبيه، عن جده، قال، قال علي :قال علي بن أبي طالب، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يظهر في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام(مسند أحمد،رقم الحديث٨٠٨)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف جدا لضعف يحيى بن المتوكل وكثير النواء ، وأورده ابن الجوزي في "العلل المتناهية 1/163 "من طريق "المسند"، وقال :هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وأخرجه ابن عدي في "الكامل 6/2087 "من طريق محمد بن سليمان لوين، و 7/2664من طريق محمد بن جعفر الوركاني، بهذا الإسناد .وفي المطبوع منه: "إبراهيم بن الحسن عن أبيه عن جده علي "ويغلب على ظننا أنه تحريف، وليس يعرف للحسن بن الحسن بن علي عن جده رواية.

وأخرجه البخاري في "التاريخ الكبير 280 -1/279 "تعليقا، والبيهقي في "الدلائل" 6/547من طريق محمد بن الصباح، وابن أبي عاصم (978) من طريق يزيد بن هارون، والبزار (499) من طريق مهران بن أبي عمر، والخطيب في "الموضح 2/332-333" من طريق إسحاق بن المنذر، أربعتهم عن يحيى بن المتوكل، به .ووقع في المطبوع من "الدلائل :"إبراهيم بن الحسن بن الحسن بن علي عن أبيه عن جده علي!

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کسی بھی جماعت یا قوم میں، دوسری جماعت کے خلاف جو ڈھلی ڈھلائی سوچ (Stereotypes) بن جاتی ہے، اس کو ختم کرنا آسان نہیں ہوتا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کوئی بھی فریق اپنے نظریاتی خول سے باہر آ کر دوسرے فریق کو خود اپنے طور پر سمجھنے اور برتنے کی کوشش نہیں کرتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه البيهقي 6/547من طريق الأسود بن عامر، عن أبي سهل، عن كثير النواء ، به .
وأبو سهل هذا لم نتبينه، ويغلب على ظننا أنه محرف عن "أبي عقيل "فالحديث لا يعرف إلا به، والله أعلم(حاشيةمسند أحمد)

وقال الالبانی:

(هذا في الجنة -يعني :عليا -وإن من شيعته قوما يعلمون الإسلام ثم يرفضونه، لهم نبز يسمون :الرافضة، من لقيهم فليقتلهم، فإنهم مشركون).

منكر.

أخرجه أبو يعلى في "مسنده "(12/116 - 117) : حدثنا أبو سعيد الأشج :حدثنا ابن إدريس عن أبي الجحاف داود بن أبي عوف عن محمد ابن عمرو الهاشمي عن زينب بنت علي عن فاطمة بنت محمد قالت :نظر النبي صلى الله عليه وسلم إلى علي فقال....:فذكره.قال الهيثمي في "مجمع الزوائد "(10/22)": رواه الطبراني، ورجاله ثقات، إلا أن زينب بنت علي لم تسمع من فاطمة فيما أعلم .والله أعلم.

قلت :فيه ملاحظتان:

الأولى :عزوه للطبراني، أظن أنه وهم أراد أن يقول :أبو يعلى، فسبقه القلم! أو أنه خطأ من الناسخ أو الطابع.

والأخرى :توثيقه لرجاله، إنما هو بالنظر لما وقع في إسناد أبي يعلى " :ابن إدريس "، فإنه كذلك في "المقصد العلي "للهيثمي (3/16/933) ، و"المطالب العالية "أيضا (ق1/487 ــ المسندة) وهو خطأ لا أدري منشأه،والصواب (أبو إدريس) ، واسمه : (تليد بن سليمان) ، فهو الذي يروي عن (أبي الجحاف) وعنه أبو سعيد الأشج، وإن كان هذا يروي أيضا عن (ابن إدريس) ، لكن ابن إدريس ليس له رواية عن أبي الجحاف، وإنما يروي عن هذا (أبو إدريس) ، قال ابن حبان في "الضعفاء "(1/204 -205)": تليد بن سليمان، كنيته :(أبو إدريس) الكوفي، روى عن أبي الجحاف داود ابن أبي عوف روى عنه الكوفيون، وكان رافضيا يشتم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، وروى في فضائل أهل البيت عجائب، وقد حمل عليه ابن معين حملا شديدا، وأمر بتركه، روى عن أبي الجحاف داود بن أبي عوف ." ...

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موجودہ دور میں دونوں فرقوں میں سے باشعور اور حساس لوگوں پر مشتمل ایک طبقہ شیعہ سنی مکالمے کو فروغ دینے کا خواہش منداور اس کے لیے کوشاں ہے، لیکن اعتراف کی بات یہ ہے کہ اس تعلق سے جتنی دلچسپی شیعہ علماء اور اہلِ حل وعقد کے یہاں پائی جاتی ہے، اتنی دلچسپی سنی علماء واہلِ فکر کے یہاں نہیں پائی جاتی۔

تہران میں اس کے لیے حکومت کی سرپرستی میں باضابطہ ایک ادارہ ''**المجمع العالمی للتقریب بین المذاهب الاسلامیة** '' قائم ہے، جس سے اسی مقصد کے پیشِ نظر ''**رسالة التقریب** '' نامی عربی جرنل شائع ہوتا ہے، سنی علما اور دانشوروں کی بڑی تعداد شیعہ سنی مفاہمت کے لیے اس کی طرف سے منعقد کیے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :فساق هذا الحديث، وإسناده هكذا :حدثناه محمد بن عمرو بن يوسف :ثنا أبو سعيد الأشج :ثنا تليد بن سليمان عن أبي الجحاف."

ومن طريق ابن حبان ساقه ابن الجوزی فی "العلل المتناهية"(160- 1/159) وقال: "لايصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال أحمد وابن معين :(تليد) كذاب."

وقد غفل عن هذا التحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمی، فقال فی تعليقه على "المطالب العالية "فقال (3/95):

"إسناده أمثل من الحديث السابق (يعنی :حديث ابن عباس المتقدم برقم 6267) ، وفيه أبو الجحاف من غلاة الشيعة ." ...

قلت :ولكنه ثقة، وليس هو الآفة، وإنما (أبو إدريس) ولم ينتبه، لكونه تحرف إلى (ابن إدريس) ، وهو معذور، لأنه يحكم على ما بين يديه مما يبدو له بادی الرأی، فهو لا يبحث ولا يحقق، خلافا لما يقتضيه ما أعطى له وقيل فيه ترويجا للكتاب " :تحقيق الأستاذ المحقق الشيخ!"....

وقد تبعه على هذه الغفلة المعلق على "مسند أبی يعلى "فقال":إسناده صحيح إن كانت زينب (سمعت) من أمها، وإلا فهو منقطع !" ...

(تنبيه) : قوله فی علی رضی الله عنه " :هذا فی الجنة "ثابت عن النبی صلى الله عليه وسلم من طرق، وهی عقيدة أهل السنة، وأنه من العشرة المبشرين بالجنة، كما جاء فی غير ما حديث مرفوع عن النبی صلى الله عليه وسلم .فانظر "تخريج العقيدة الطحاوية "(ص 489- 488) (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة،رقم الحديث ۶۵۴۱)

جانے والے پروگراموں میں شریک ہوتی رہی ہے۔

فرقہ وارانہ مفاہمت کے لیے سب سے اہم طریقہ، مکالمے کا طریقہ ہے، مکالمہ، متفق علیہ امور میں تعاون اور مختلف فیہ امور میں گفت وشنید کے نکات کی تلاش کا نام ہے، اس لیے وہ ہر انسانی گروہ کی ضرورت ہے، چوں کہ شیعہ، سنی مفاہمت مسلمانوں کے لیے اپنے داخلی حصار کو مضبوط کرنے کی ایک بہت ہی اہم کوشش ہے، اسی لیے وہ زیادہ حساس بھی ہے، اس کی حساسیت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ دونوں فرقوں کا یہ اختلاف، صدیوں پر پھیلا ہوا ہے، ان اختلافات کو حل کرنے سے متعلق ماضی میں گفت وشنید کی سنجیدہ کوششیں بہت کم ہوسکیں، اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنے جسم کے ایک بڑے اور ضروری عضو کو جسم سے کاٹ کے علیٰحدہ تو کر سکتے ہیں، لیکن پرسکون نہیں رہ سکتے، یہ فطرت کے خلاف ہے، فطرت، دشمنوں کو بھی دوست بنانے کی ترغیب دیتی ہے، اسی لیے قرآن میں اس کی تاکید کی گئی ہے (فصلت:34)

راقم الحروف کا خیال ہے کہ موجودہ سیاسی صورتِ حال میں شیعہ سنی مفاہمت بہت سے سیاسی مسائل کے حل کی کلید بن سکتی ہے، یہ دونوں فرقے، ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں، اور ان کا باہمی تعاون اجتماعی قوت واتحاد کے ایسے دروازوں کو کھول سکتا ہے، جو اب تک تاریخ میں بند رہے ہیں۔

شیعہ سنی مفاہمت کے عمل کو ایک دینی وملی ضرورت کے طور پر آگے بڑھانا، وقت کا تقاضا ہے، جس کا مقصد، تصحیحِ فکر ونظر کے ساتھ اسلامک اکٹوزم کو زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیز بنانا ہے، دونوں فرقوں کے درمیان مکالمے کے لیے سب سے پہلے اس بات پر اتفاق ضروری ہے کہ شیعہ، سنی اختلاف کا تعلق بنیادی عقائد اور ایسے اساساتِ دین سے نہیں ہے، جو کفر وایمان کی بنیاد ہیں۔

اس تعلق سے اہم بات جس کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، یہ ہے کہ شیعوں کے مختلف طبقات اور گروہ ہیں، ان کے درمیان بہت سے بنیادی نظریات میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے، شیعوں کی باضابطہ الگ الگ شاخوں کے علاوہ خود اثنا عشری فرقہ، مختلف طبقات میں بٹا ہوا ہے، اس لیے کوئی ایک شرعی حکم، تمام شیعوں پر لگانا، انصاف کے تقاضے کے مطابق نہیں ہے، بہت سے ثقہ علماء کا نقطۂ نظر یہی ہے کہ عمومی طور پر شیعوں پر کفر کا حکم لگانے کی بجائے یہ معیار بنایا جائے کہ جو لوگ اس طرح کے عقائد رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، اس میں غالی شیعہ خود شامل ہو جائیں گے، خاص طور پر جو شیعہ قرآن میں تحریف کے شدت کے ساتھ منکر ہیں، ان کی تکفیر صحیح نہیں ہے۔

شیعہ اور سنی دونوں ہی قرآن کے اس حکم کے مخاطب ہیں کہ "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو" (آلِ عمران:103)

قرآن کے مطابق آپسی تنازع اور اختلاف کو امت کی قوت کے اثر کو زائل ہونے کا سبب بتایا گیا ہے (الانفال:46)

اس پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں امت کی جو صورتِ حال ہے، وہ سب پر ظاہر ہے، ایک مضبوط حکمتِ عملی کے تحت نو استعماری مغربی طاقتیں، شیعہ، سنی اتحاد کو عملی شکل میں ڈھلتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتیں، حالیہ عرصے میں غیر مسلموں: عیسائی، ہندو وغیرہ کے ساتھ مکالمے کا غلغلہ پایا جاتا ہے، اور اسلامی اور مغربی ملکوں میں اس پر کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہو رہے ہیں۔

لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ خود داخلی سطح پر اس نوع کی کوشش وعمل کی ہمارے اندر شدید کمی پائی جاتی رہی ہے۔

برصغیر میں پہلے شیعہ، سنی اختلاف نے، اور بعد میں دیوبندی، بریلوی اور اہلِ

حدیث واہلِ تقلید کے اختلاف نے مسلم اجتماعیت کو شدید نقصان پہنچایا۔

دیوبندی، بریلوی مفاہمت پر میرے خیال میں اب تک باضابطہ طور پر صرف حلقۂ دیوبند کے مشہور عالم مولانا اخلاق حسین قاسمی رحمہ اللہ نے قلم اٹھایا ہے، اس موضوع پر اپنا کتابچہ انہوں نے راقم الحروف کو بھی بھجوایا تھا، لیکن کسی نے اس کوشش اور فکر کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی، اب یہ اطلاع خوش آیند ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب بھی دیوبندی بریلوی اختلاف وکش مکش کو ختم، یا کم کرنے کے تعلق سے نہایت مثبت ذہن رکھتے ہیں۔

اس وقت امت کی سب سے اہم ضرورت، نظمِ اجتماعی کا استحکام ہے، اور اس کے لیے بین مسلکی مکالمے کی ہر سطح پر ضرورت ہے، مکالمے کے علاوہ دوسرا، انتخاب، ذاتی مطالعہ اور ذاتی غور وفکر، ایک یک طرفہ عمل ہے، جس کا نتیجہ محدود اور وقتی ہوتا ہے۔

اس مفاہمت کے عمل میں سب سے بنیادی رول شیعہ سنی، دونوں فرقوں کے علماء اور اربابِ فکر کا ہے، کیوں کہ عوام کی فکری قیادت انہی کے ہاتھوں میں ہے، لیکن دانش وروں کے اہلِ فکر طبقے کے اشتراک وتعاون کے بغیر یہ نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا، اس کے لیے چند امور بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، جن کو اس تعلق سے عمل میں لانا ضروری ہے:

حسنِ ظن:

دوفریقوں کے درمیان نتیجہ خیز مکالمے کے لیے سب سے اہم چیز، حسنِ ظن اور ’’الدین النصیحۃ‘‘ کے تحت خیرخواہی کا جذبہ ہے، قرآن میں بدگمانی کی مذمت کی گئی ہے (الحجرات: 12)

حدیث کے مطابق بدگمانی سے بچنا چاہئے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے

''ایاکم و الظن، فان الظن أکذب الحدیث''(متفق علیہ)

مسلکی کش مکش میں سب سے زیادہ دخل اس بدگمانی کو ہے، جو باہمی طور پر دوری بنائے رکھنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنے کی وجہ سے عوام تو عوام، خواص کے بھی ذہنوں میں راسخ ہو چکی ہے، عوامی سطح پر ایک دوسرے کے تعلق سے نہایت بے بنیاد باتیں پھیلی ہوئی ہیں، حسنِ ظن کے ساتھ یہ علمی اور دینی تقاضا ہے کہ اس کی حقیقت، خود متعلقہ فریق کی کتابوں، یا علماء سے معلوم کی جائے، دونوں فرقوں کے تعلق سے پائے جانے والے اسٹیریوٹائپس کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

شیعوں کے تعلق سے بدگمانی کی ایک اہم وجہ، ان کا تقیہ سے متعلق نظریہ ہے، اس میں شک نہیں کہ اس سے متعلق جو نظریات اپنی تفصیلی شکل میں ان کی کتابوں میں موجود ہیں، وہ انتہا پسندی پر مبنی ہیں، اور ان پر عمل کرنے کی صورت میں تقیے اور نفاق میں بظاہر کم ہی فرق رہ جاتا ہے، لیکن اہلِ سنت میں بڑے پیمانے پر یہ رائج تصور کہ شیعہ سنیوں کے ساتھ ہر، یا اکثر انفرادی واجتماعی امور ومعاملات میں تقیہ کرتے ہیں، صحیح نہیں ہے، سماجی زندگی میں یہ سرے سے قابلِ عمل نہیں ہے۔

تاہم یہ صحیح ہے کہ غالباً تقیے کی ہی بناء پر اہلِ تشیّع کے یہاں فکر وعمل کا تضاد پایا جاتا ہے۔

سماجی سطح پر اشتراکِ عمل:

اس تعلق سے سب سے اہم کام یہ ہے کہ دونوں مکاتبِ فکر کے لوگوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ اشتراکِ عمل وجود میں آئے، اشتراکِ عمل سے اشتراکِ فکر کی بھی راہیں ہموار ہوں گی، سنی حلقے کی طرف سے جو بھی سیاسی وسماجی پروگرام منعقد ہوں، ان میں شیعہ اہلِ علم وفکر کی شرکت کو یقینی بنایا جائے، اسی طرح شیعہ حضرات

سنیوں کو اپنے اجتماعی کاموں میں شریک کریں، اپنے اداروں کی رکنیت دیں۔
ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مثال اس تعلق سے نمایاں ہے کہ عرصۂ دراز سے اس کے نائب صدر مشہور شیعہ عالم مولانا کلب صادق ہیں۔
مسلم پرسنل لاء بورڈ ہندوستان میں اہم اجتماعی ادارہ ہے، جس کے صدور میں قاری محمد طیب رحمہ اللہ (سابق مہتمم دارُالعلوم دیوبند) مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، قاضی مجاہدُ الاسلام قاسمی رحمہ اللہ اور مولانا رابع حسنی ندوی (موجودہ) جیسے مستند اور ثقہ علماء کا نام آتا ہے۔
آل انڈیا مسلم مجلسِ مشاورت میں بھی شیعہ علماء شریک رہے ہیں، ہندوستان میں یہ بحث سرے سے کبھی پیدا نہیں ہوئی کہ شیعوں کو مسلمانوں کی ملی و اجتماعی سرگرمیوں میں شریک کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ موجودہ صورتِ حال میں اہلِ فکر شیعہ علماء، سنی فضلاء اور اربابِ علم و ہنر کو اپنے اداروں سے جوڑنے کی خواہش رکھتے ہیں۔
راقم الحروف کے شناسا کئی دیوبندی فضلاء، دہلی کے ''سفینۃ الہدایہ ٹرسٹ'' اور ''جامعہ اہلِ بیت'' سے وابستہ ہیں، میرے خیال میں اہلِ تشیّع کی طرف سے یہ ایک مثبت پہل ہے، جس کے جواب میں ہمیں بھی اپنے اداروں میں شیعوں کو جگہ دینے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن یہاں اس سیاق میں ایرانی حکومت کے اس رویے کی کوئی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی کہ ایران میں سنیوں کو تقریباً حاشیہ پر رکھا گیا ہے، تہران میں تقریباً دس لاکھ سنی ہیں، لیکن سنیوں کو وہاں مسجد بنانے کی اجازت نہیں، اس کے برعکس مثال کے طور پر سعودی عرب میں نہ صرف ان کی مساجد ہیں، بلکہ مجھے دو اہم شیعہ علماء نے بتایا کہ مدینہ میں بھی انہیں مسجد بنانے کی اجازت مل گئی ہے، اس طرح کا امتیاز شیعہ سنی مفاہمت و تقارب میں زبردست

رکاوٹ ہے۔

بہرحال دونوں فرقوں کے درمیان، سماجی سطح پر دوریوں کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے کی ضرورت ہے، عراق میں اہلِ سنت اور اہلِ تشیّع کے درمیان ازدواجی رشتے کا تعلق تقریباً 30 فیصد ہے۔

http://soundvision.com/info/muslims/shiasunni.asp

ہمارے یہاں بہ مشکل ایک فیصد ہوگا، اہلِ سنت کے وسیع النظر علماء کی نظر میں یہ صحیح اور جائز ہے، شیخ یوسف قرضاوی انہیں میں سے ایک ہیں، لیکن ہمارے اکثر علماء اس جواز کے قائل نظر نہیں آتے۔

سوال یہ ہے کہ اگر اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی جائز ہے، تو یہ کتنی عجیب بات ہوگی کہ شیعوں کے ساتھ اسے ناجائز قرار دیا جائے، ایک دوسرے کے پروگراموں، شادی وغم کی تقریبات، ایک دوسرے کی مسجدوں میں نماز کی ادائیگی، اجتماعی افطار، اس نوع کی دوسری سرگرمیاں دونوں فرقوں کے درمیان مفاہمت کے عمل کو تیز کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

اشتعال انگیز باتوں سے احتراز:

دونوں فرقوں کو اشتعال انگیز باتوں سے آخری حد تک پرہیز کرنا لازمی ہے، ہندوستان میں، لکھنؤ میں اور پاکستان کے مختلف شہروں میں شیعہ سنی کشیدگی میں اس بات کا بہت دخل رہا ہے کہ دونوں فریق اپنے نظریات پر سنجیدہ علمی ماحول میں غور وخوض کے بجائے، انہیں عوامی سطح پر سڑکوں پر حل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اشتہارات اور جلسے جلوس جذبات کو اور بھڑکاتے ہیں، اسی روش نے پاکستان کو مسلکی کش مکش کا جہنم زار بنا دیا ہے، اختلاف کرنے والے ہر دو فریقوں میں ایک حلقہ انتہاء پسندوں پر مشتمل ہوتا ہے، اربابِ حل وعقد کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس حلقے کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی کرے، سماجی سطح پر اس کو الگ تھلگ کرنے کی

کوشش کرے، اجتماعی عہدوں سے اس کو دور رکھے، نئی نسل کو اس سے خبردار و ہوشیار کرے، اسی حلقے کو اسلام دشمن اور سماج دشمن عناصر استعمال کر کے اپنا مقصد پورا کرتے ہیں۔

ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ دونوں فریقوں کو اس ذہنیت سے نکلنا ضروری ہے کہ فریقِ مخالف، جب تک اپنے فلاں مخصوص نظریات سے دست بردار نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کے ساتھ مکالمہ اور تعلق سازی کی کوشش نہیں کی جاسکتی، حقیقت یہ ہے کہ اس شرط کے ساتھ کبھی کوئی مکالمہ عمل میں آ ہی نہیں سکتا۔

ایک دوسرے کو اصل ماخذ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش:

شیعہ سنی مفاہمت کے لیے ایک دوسرے کو اس کے اصل ماخذ سے سمجھنا، ایک اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے، دونوں فریقوں کے پاس اختلافی لٹریچر کا تقریباً ہزار سال سے زیادہ عرصے پر مشتمل ذخیرہ موجود ہے، جس میں دونوں فریقوں کے یہاں بڑی مقدار میں رطب و یابس چیزیں جمع ہوئی ہیں، ان سے دامن بچاتے ہوئے بنیادی ماخذ تک رسائی اور اس کی روشنی میں اپنے اختلافات کا تجزیہ، ایک دشوار گزار عمل ضرور ہے، لیکن ناگزیر ہے، اصل مسئلہ علمی حلقوں کی سہل پسندی اور اخلاص کی کمی کا ہے، جو علماء، ذوقِ علم سے بہرہ ور ہیں، وہ خاموش، اور ان معاملات سے کنارہ کش ہیں، اور کم علم و نام نہاد علماء و اہلِ دانش، اختلاف کی خلیج کے مزید وسیع کرنے کو علم کی معراج اور افتراقِ امت کے کام کو عبادت سمجھ کر، اس میں جوش اور خشوع و خضوع کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

جہاں تک راقم الحروف کو علم ہے، ازہر کے تدریسِ فقہ کے نصاب میں، فقہ جعفری اور فقہ زیدی و اباضی بھی شامل ہے، علی گڑھ میں سنی تھیولوجی کے ساتھ شیعہ تھیولوجی کا قیام بھی اہم اور نہایت بامعنیٰ اقدام تھا، لیکن اس کے طرز پر ہندو پاک

کی دینی درس گاہوں میں کوئی پہل سامنے نہیں آئی، نہ شیعہ، سنیوں کے مدارس کا رُخ کرسکتے ہیں، اور نہ سنی، شیعوں کے مدارس کا۔

اب اس تعلق سے پیش رفت کی ضرورت ہے، پاکستان کے تعلق سے یہ توقع کم ہے، ہندوستان کی اگر کوئی قابلِ ذکر دینی درس گاہ اس بارے میں پہل کرے، تو بلاشبہ یہ ایک تاریخی اور دوررَس اثرات کا حامل قدم ہوگا۔

فقہ جعفری کی ایک خصوصیت (اپنی بہت سی افراط وتفریط کے ساتھ) یہ ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کھلا رکھا گیا ہے، اس اعتبار سے اس باب میں سنی مکتبِ فکر کے مقابلے میں حرکت اور لچک زیادہ ہے، اور اس کے عملی مظاہر، ایران میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں (اگرچہ ایک خاص دائرے تک ہی، کیونکہ بہرحال راقم الحروف کو اس بات پر ہمیشہ حیرت رہی ہے کہ آخر اجتہاد کے دروازے کے چوپٹ کھلے رکھے جانے کے باوجود، آج تک بہت سی قبیح اور غیر اخلاقی وغیر فطری رسموں، مثلاً متعہ، رسول اللہ کی تصویر کشی، جس کا ایران میں بکثرت رواج ہے، پر بھی شیعہ مجتہدین کی طرف سے پابندی کیوں عائد نہیں کی جاسکی؟) اسی طرح روایات واحادیث کے باب میں اگر شیعہ حضرات یہ اصولی لچک پیدا کرنے پر آمادہ ہوں کہ عقلی طور پر روایات کے قبول وعدمِ قبول کا مدار، جیسا کہ سنیوں کے یہاں ہے، راوی کا معتمد وغیر معتمد ہونا، ہونا چاہیے نہ کہ محض اہلِ بیت سے انتساب، تو وہ سینوں کے زیادہ محفوظ، مستند اور بڑے ذخیرہ سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

شیعہ، سنی مفاہمت میں ایک بڑی رکاوٹ صحابۂ کرام اور بعض ازواجِ مطہرات کے تعلق سے، شیعوں میں پائی جانے والی بدظنی، غلط نظریات اور ان کا افسوس ناک سطح پر زبانی اظہار واصرار ہے، شیعوں کے ایک طبقے نے اس کو ایک بڑے کارِ

ثواب کے طور پر اختیار کر رکھا ہے۔

شیعہ مجتہدین اور حکومت کے تعاون سے قائم قُم (ایران) کے بعض اداروں کی طرف سے نہایت افسوس ناک کتابیں، اصحابِ رسول و ازواجِ مطہرات کی معاندت میں لکھی گئی ہیں۔

مثلاً ایک کتاب ''تین سو جعلی صحابہ'' ہے، جو مجمع جہانی اہلِ بیت، قُم سے اردو سمیت کئی زبانوں میں شائع کی گئی ہے، بظاہر اس کا مقصد اسی شیعوں کے مشہور عام نظریے کو تقویت دینا ہے کہ صحابہ کی بہت بڑی تعداد نعوذ باللہ منافقین پر مشتمل تھی، جب کسی فریق کی مقدس شخصیات کو اس طرح ہدفِ تشنیع بنایا جانے لگے، تو اس کے جذبات کا برانگیختہ ہونا لازمی ہو جاتا ہے، اور اس طرح سارا معاملہ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔

کچھ سال قبل ایک بڑے شیعہ اجتماع میں، جس میں خیر سگالی کے جذبے سے سنیوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا، ایک ذمہ دار شیعہ مقرر نے اپنے اس نہایت بے بنیاد اور افسوس ناک نظریے کو دہرایا کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد تین چار صحابہ کے علاوہ، باقی سارے صحابہ نعوذ باللہ مرتد ہو گئے تھے، ہمارے ایک فاضل دیو بند دوست نے وہیں کھڑے ہو کر احتجاج کیا کہ کیا یہی سننے کے لیے ہمیں یہاں بلایا گیا تھا۔

راقم الحروف کا اندازہ ہے کہ شیعوں کا ایک طبقہ، شیعہ، سنی مفاہمت کا حامی ہونے کے باوجود، تبرّا اور سبِّ صحابہ کو، اپنا مسلک بنائے ہوئے ہے، حقیقت یہ ہے کہ کم از کم اس طبقے سے کسی قیمت پر مصالحت نہیں ہوسکتی۔

اکتوبر 2009ء میں دوشنبے (تاجکستان) میں ملک کے صدر کی طرف سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ہونے والی عالمی کانفرنس میں (جس میں راقم الحروف بھی

شریک تھا) بعض اہلِ تشیّع کی ایسی ہی کسی حرکت پر شیخِ ازہر، شیخ طنطاوی نے انتہائی خفگی کے عالَم میں اسی قسم کی رائے کا اظہار کیا تھا۔

شیعہ سنی قربت و مفاہمت میں جو چیز سب سے بڑی دیوار بن کر حائل ہے، وہ بلاشبہ یہی سب وشتمِ صحابہ کا مسئلہ ہے، اس تعلق سے شیعوں کے مراجعِ تقلید علماء اور مجتہدین، ایرانی حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تحریری، یا زبانی سطح پر پائے جانے والے اس مظہر پر پابندی لگائے۔

قُم میں مختلف دیواروں پر ''اللّٰھم العن قاتلی فاطمة ''(فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قاتلین پر اللہ کی لعنت ہو) لکھا ہوا ہے، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو اہلِ تشیّع حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قاتل تصور کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ جس طرح اہلِ تشیّع کے یہاں اب قرآن کے محفوظ اور غیر محرف ہونے پر تقریباً اجماع ہو چکا ہے، اور اس حوالے سے جو درجنوں روایات، شیعہ کی اہم اور مستند کتابوں میں پائی جاتی تھیں، ان کے بارے میں اس پر اتفاق کرلیا گیا کہ وہ سب غلط اور موضوع ہیں، اسی طرح شیعہ مجتہدین کو اپنے اثر ورسوخ کو کام میں لاتے ہوئے خاص طور پر خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عمومی سطح پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق عوام وخواص کے ذہن کو تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، جنہیں یہ بتایا گیا ہے کہ نعوذ باللہ صحابۂ کرام کی اکثریت (مختلف شیعی روایات کے مطابق، تین چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ تمام کی تمام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئی تھی، اور خلفائے ثلاثہ نعوذ باللہ غاصب ومنافق تھے، بصورتِ دیگر تقریب اور مکالمے کی کوششیں بے سود ثابت ہوں گی۔

اسی طرح اہلِ سنت کے ان علماء کو اور جماعتوں کو جو شیعوں خاص طور عمومی سطح پر

تمام اثنا عشریوں کی تکفیر کرتے ہیں، اس سے باز آنا چاہیئے، اس نظریاتی تبدیلی کے بغیر شیعہ سنی اتحاد مشکل نظر آتا ہے۔

اسی طرح پچھلے دنوں ایک سلفی اسکالر اور مناظر کی طرف سے، جو پیس ٹی وی کے ذریعے اہم خدمات انجام دے رہے ہیں، یزید کی شخصیت کو اہمیت دینے کے حوالے سے جو تنازع پیدا ہوا، وہ سراسر مسلکی امن و آشتی کی فضا کو غارت کردینے والا ہے، اہلِ سنت کی طرف سے ایسے لا حاصل موضوعات پر زبان کھولنے، یا قلم اٹھانے سے احتراز کیا جانا ہی عین اسلامی مصلحت ہے۔

بہرحال شیعہ سنی مفاہمت وقت کا ایک اہم تقاضا ہے، ہمیں آگے بڑھ کر ایسی کوششوں کا خیر مقدم کرنا چاہیئے۔

مشہور سنی داعیِ اسلام شیخ احمد دیدات مرحوم نے ایک جگہ لکھا ہے کہ کیا 90% فی صد سنی، 10% فی صد شیعوں سے خوف زدہ ہیں کہ وہ ان سے قریب ہونے کی کوشش نہیں کرتے؟

http://www.islamawareness.net/Deviant/Shia/iran.html

میرے خیال میں یہ سوال اہم ہے، اہلِ سنت ہر طرح سے اہلِ تشیع پر اثر انداز ہونے کی قوت رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے یہاں اس تعلق سے غیر ضروری حساسیت اور بے جا تحفظ کی نفسیات پائی جاتی ہے۔

2008ء میں لکھنؤ میں شیعہ وسنی حضرات نے ایک ساتھ مل کر نمازِ عید ادا کی، یہ ایک نہایت خوش آیند واقعہ تھا، جسے دونوں فرقوں کی دو باوقار شخصیات مولانا کلب صادق اور مولانا خالد رشید فرنگی محلی کا کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ صرف رسول اللہ کی اس حدیث کو بھی قابلِ ذکر انداز میں عمل میں لایا جانے لگے، تو صورتِ حال میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوسکتی ہے کہ ”ہر نیک و بد کے پیچھے اور ہر نیک و بد پر نماز پڑھو، اور ہر نیک و بد کے ساتھ جہاد کرو“ (صلوا خلف کل بر

و فاجر و صلوا علی کل بر و فاجر و جاھدوا مع کل بر و فاجر)

(بیہقی ودار قطنی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

بہر حال شیعہ سنی اتحاد اور مفاہمت وقت کا ایک اہم تقاضا ہے، ضرورت ہے کہ علماء اوراہلِ فکر اس کی طرف متوجہ ہوں، لیکن میں پوری غیر جانب داری کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ مفاہمت کے تعلق سے بنیادی طور پر شیعوں کو ہی اپنے بہت سے روایتی نظریات اور طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے، اس کے بغیر مفاہمت کا خواب پورانہیں ہوسکتا۔

مکالمے اور مفاہمت کی کوششوں کے لیے ہندوستان کی سرزمین خاص طور پر نہایت سازگار ہے، شرط یہ ہے کہ اس رُخ پر مناسب انداز میں قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی جائے (ماخوذاز: ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ ۳۵ تا ۴۱، مئی 2011ء، جلد 22، شمارہ 5، بعنوان ''شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت'')

مولانا زاہدالراشدی صاحب کا حوالہ

مولانا زاہدالراشدی صاحب (شیخ الحدیث: نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، پاکستان) تحریر فرماتے ہیں کہ:

ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تکفیر کرتے ہوئے اس کی وجوہ کا حوالہ بھی دیا جائے اور یہ کہہ کر تکفیر کی جائے کہ جو شیعہ قرآنِ کریم کی تحریف کا قائل ہے، اکابر صحابۂ کرام کی تکفیر کرتا ہے، حضرت عائشہ پر نعوذ باللہ قذف کرتا ہے، ائمہ کو انبیائے کرام کی طرح معصوم مانتا ہے، یا دین کی اور کسی ضروری بات کا انکار کرتا ہے، وہ مسلمان نہیں ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

یہ صراحت اس لیے ضروری ہے کہ شیعہ کہلانے والے بعض فرقے اور افراد ایسے

موجود ہیں، جن کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص ان عقائد سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہے اور اس کا عمل بھی اس لاتعلقی کی تائید کرتا ہے، تو محض شیعہ کہلانے کی وجہ سے اس کی تکفیر کا کوئی جواز نہیں ہے۔

مثلاً زیدی فرقہ شیعہ کہلاتا ہے، مگر اس کے یہ عقائد نہیں ہیں، یمن میں ایسے زیدیوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، جو زیدی شیعہ کہلاتے ہیں، مگر ان کے عقائد اہلِ سنت والے ہیں، حتیٰ کہ یمن کے نامورسنی عالم قاضی شوکانی کا شمار بھی زیدیوں میں کیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے ایران کے دستور میں زیدیوں کو صراحتاً اہلِ سنت کے فقہی مذاہب، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔

اسی طرح پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں ''نوربخشی'' شیعوں کی ایک بڑی تعداد ہے، جن کے عقائد اثنا عشریوں سے مختلف ہیں۔

ان کے عقائد کا الگ طور پر جائزہ لیے بغیر انھیں اثنا عشریوں کے ساتھ ایک ہی فتویٰ میں شمار کر لینا، ان کے ساتھ زیادتی کی بات ہوگی، اور افتاء کے مسلمہ اصولوں کے بھی منافی ہوگا۔

اس لیے ہمارے نزدیک بات وہی صحیح ہے، جو ہمارے اکابر کہتے آ رہے ہیں کہ مذکورہ بالا عقائد، یا ان میں سے کوئی ایک عقیدہ بھی رکھنے والے شیعہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اور ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے (ماہنامہ ''الشریعۃ'' گوجرانوالہ، پاکستان، صفحہ ۴، دسمبر 2004ء، جلد ۱۵، شمارہ ۱۲)

مذکورہ تحریر میں ''شیعوں'' کی علی الاطلاق تکفیر کرنے کے بجائے، ان کے عقائد پر مدار رکھنے کو اکابر کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب کا دوسرا حوالہ

اپنے ایک اور مضمون میں مولانا زاہد الراشدی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

سنی، شیعہ اختلافات کے حوالے سے حضرت والد محترم کا موقف یہ تھا کہ یہ اصولی اختلافات ہیں اور ان کا تعلق ایمان وعقیدہ سے ہے۔ انھوں نے اس پر ''ارشادُ الشیعہ'' کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں انھوں نے اس موقف کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی ہے، وہ اہلِ تشیع کی اور ان میں سے خاص طور پر اثنا عشریہ کی تکفیر کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کے موقف میں کوئی لچک نہیں تھی، جبکہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اصولی طور پر اس موقف سے متفق ہوتے ہوئے بھی اس کے اظہار کے لیے الگ اسلوب رکھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ لفظِ شیعہ کو تکفیر کی بنیاد بنانے کی بجائے، عقائد کی بنیاد پر تکفیر کرنی چاہیے، مثلاً یہ کہ جو شخص قرآن کریم میں تحریف کا قائل ہے، یا صحابۂ کرام کی تکفیر کرتا ہے، وغیر ذالک، تو وہ کافر ہے۔

خود میرا ذوق بھی اس حوالے سے حضرت صوفی صاحب والا ہے۔

اس لیے کہ عالمِ اسلام میں شیعہ کہلانے والے ایسے گروہ بھی موجود ہیں، جن کی ائمہ اہلِ سنت نے تکفیر نہیں کی۔ مثلاً یمن میں زیدی فرقہ کے لوگوں کی تعداد پچیس فی صد سے زائد ہے۔ ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے، جو زیدی اور شیعہ کہلانے کے باوجود، اہلِ سنت، جیسے عقائد رکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں پاکستان میں بھی ایسے بزرگ موجود ہیں، جو متصلب سنی ہیں، لیکن زیدی کہلاتے ہیں۔ حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے نام کے ساتھ زیدی لکھتے تھے، امام زید کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے تھے، امام زید بن علی پر انھوں نے الاستاذ

ابوزہرہ کی کتاب ''الامام زید بن علی'' بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کی تھی، اپنے مکان کے قریب انھوں نے جو دینی مدرسہ قائم کیا، اس کا نام مدرسہ زید بن علی ہے اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ میری پسندیدہ ترین شخصیتیں تین ہیں۔ ایک امام زید بن علی، دوسرے خواجہ گیسودراز اور تیسرے سید احمد شہید۔

ایران کے اہلِ تشیع، زیدیوں کو شیعہ کا فرقہ قرار دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ایران کے دستور میں زیدیوں کو شیعہ اکثریت کا حصہ تسلیم کرنے کی بجائے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے ساتھ اقلیتوں میں شمار کیا گیا ہے۔

اس لیے اثنا عشری شیعہ کی تکفیر میں کوئی کلام نہ ہونے کے باوجود عمومی تکفیر میں عالمِ اسلام کے مجموعی تناظر کو ملحوظ رکھنا بھی میرے نزدیک ضروری ہے۔

البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت والد محترم کا موقف اس بارے میں بے لچک تھا اور جن تحفظات کا ہم اظہار کرتے ہیں، وہ ان کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے (ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ ۲، ۳، مارچ 2010ء، جلد 21، شمارہ 3، بعنوان ''مسلکی اختلافات اور امام اہل سنتؒ کا ذوق ومزاج'')

مذکورہ عبارت میں بھی صاف طور پر یہ واضح کردیا گیا ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی مختلف ممالک وعلاقوں میں، یہاں تک کہ پاکستان میں شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، اور محتاط طرزِ عمل یہی ہے کہ شیعوں کو علی الاطلاق کافر قرار دینے کے بجائے، کفریہ عقائد پر تکفیر کا مدار رکھا جائے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دنیا جہاں میں اثنا عشری کہلائے جانے والے، یا بارہ اماموں کو ماننے والے، تمام اہلِ تشیّع کے عقائد، کفریہ ہیں، تو یہ بات محلِ کلام ہے۔

اور ہم اس فرقہ کی علی الاطلاق تکفیر کے بجائے، اسی اصولی موقف کو ترجیح دینا، احتیاط پر مبنی سمجھتے ہیں کہ جس کے عقائد کفریہ ہوں، وہ کافر ہے، ورنہ نہیں۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب کا تیسرا حوالہ

مولانا زاہد الراشدی صاحب اپنے مضمون ''قومی وملی تحریکات میں اہل تشیع کی شمولیت (۱)'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''گزشتہ ایک ماہ کے دوران مجھے کراچی، بہاول پور، لاہور، راولپنڈی، خانیوال، کبیروالا، سرگودھا، نوشہرہ، پشاور اور دیگر شہروں میں مختلف دینی اجتماعات میں شرکت اور احباب سے ملاقاتوں کا موقع ملا اور اکثر اوقات میں دوستوں کے اس سوال کا سامنا کرنا پڑا کہ ''تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت'' کی مرکزی قیادت میں اہلِ تشیع کی شمولیت کے بارے میں آپ کا موقف اور رائے کیا ہے؟

میں نے گزارش کی کہ پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے میں بھی ''تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت'' کی مرکزی کونسل کا حصہ ہوں، اور اس حوالے سے میرا موقف وہی ہے، جو ملک کے اکابر علمائے کرام کا قیامِ پاکستان کے بعد سے مسلسل چلا آ رہا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب یہ سوال اٹھا کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کس فرقے کے مسلک اور فقہ کے مطابق ہوگا اور اس سلسلہ میں فکری، کلامی اور فقہی اختلافات کو کیسے کنٹرول کیا جائے گا؟

اس سوال کے جواب کے لیے علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سربراہی میں تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ علمائے کرام نے متفقہ تیئیس (23) نکات پیش کر کے اس سوال اور اعتراض کا منہ بند کر دیا اور بتایا کہ تمام تر اعتقادی اور فقہی اختلافات کے باوجود پاکستان میں آباد، تمام مذہبی مکاتبِ فکر دستوری بنیاد اور قانونی نظام پر متفق ہیں، اور ایک متفقہ دستوری ڈھانچہ انہوں نے پیش

کر دیا، جس میں دیگر مکاتبِ فکر کے ساتھ اہلِ تشیع کے ذمہ دار علمائے کرام بھی شریک تھے۔ [۱]

1952ء میں ''تحریک ختمِ نبوت'' کے لیے تمام مکاتبِ فکر کو پھر سے جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اور آل پارٹیز ایکشن کمیٹی قائم کی گئی، تو اس میں بھی اہلِ تشیع کی نمایندگی موجود تھی، جبکہ مولانا ابوالحسنات قادری اور امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، تحریک کی قیادت کر رہے تھے۔

1974ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری کی قیادت میں ''کل جماعتی مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت'' تشکیل پائی، اور اس کی جدوجہد سے قادیانیت کو پارلیمنٹ سے غیر مسلم اقلیت کا درجہ دلوایا، تو اس کی قیادت میں بھی اہلِ تشیع موجود تھے۔ [۲]

1977ء میں ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے ''تحریک نظامِ مصطفیٰ'' کی جدوجہد حضرت مولانا مفتی محمود کی سربراہی میں میدان میں آئی، اس کی قیادت میں بھی شیعہ راہنما موجود تھے۔

1998ء میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہٗ کی سربراہی میں ایک بار پھر ''کل جماعتی مجلسِ عمل'' کا احیاء عمل میں لایا گیا، تو اہلِ تشیع کی قیادت اس میں موجود تھی، بلکہ نائب صدر کے منصب پر ایک شیعہ راہنما فائز تھے۔

اب جبکہ ''عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت'' کی میزبانی اور امیر مجلس حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم کی رہنمائی میں ''تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت'' وجود میں آئی ہے، تو ماضی کے اسی تسلسل میں شیعہ رہنماؤں کو اس کی ہائی کمان میں شامل کیا گیا ہے۔

---

[۱] ظاہر ہے کہ نفاذِ اسلام کی تحریک میں کسی ہندو، کرسچن، یا قادیانی کو شریک نہیں کیا گیا۔

[۲] ملکِ پاکستان میں بسنے والا، کوئی ہندو، یا کرسچن شریک نہ تھا۔

اس سے قبل ''متحدہ مجلسِ عمل'' میں بھی اہلِ تشیع، دیگر مکاتبِ فکر کے ساتھ قیادت کا حصہ رہ چکے ہیں۔

اس طرح دینی تحریکات کے حوالے سے قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک جو روایت اور تسلسل چلا آرہا ہے، وہ بدستور قائم ہے۔ [1]

اور یہ دراصل سیکولر حلقوں کے اس اعتراض، یا الزام کا عملی جواب ہے کہ پاکستان کے اسلامی تشخص، ملک میں اسلام اور شریعت کی حکمرانی کے بارے میں ملک کے مذہبی مکاتبِ فکر پوری طرح متفق ہیں، اور پاکستان میں نفاذِ اسلام فرقہ وارانہ مسئلہ نہیں، بلکہ متفقہ قومی مسئلہ ہے۔

ایک موقع پر بعض دوستوں نے یہ سوال کیا کہ ہمارے والدِ محترم امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا موقف اور طرزِ عمل کیا تھا؟ خصوصاً اس پسِ منظر میں کہ انہوں نے اثناءعشری اہلِ تشیع کی تکفیر پر ''ارشادُ الشیعة'' کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے، میں نے گزارش کی کہ انہوں نے ''ارشادُ الشیعة'' تصنیف فرمائی، اور اس میں انہوں نے جو موقف اختیار کیا ہے، وہ صرف ان کا موقف نہیں، بلکہ یہ تو اہلِ سنت کا موقف ہے، اور خود ہمارا موقف بھی اثناعشری اہلِ تشیع کی حد تک یہی ہے۔ [2]

لیکن اس کے باوجود وہ ان تمام تحریکات کا حصہ رہے ہیں، جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔

والدِ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور عمِ محترم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اور دیگر بزرگ 1953ء کی تحریک ختمِ نبوت میں شریک ہوئے

---

[1] ظاہر ہے کہ تحریکات کے اس تسلسل میں نہ کسی قادیانی کو شریک کیا گیا، اور نہ کسی دوسرے غیر مسلم کو۔

[2] لیکن بجائے اثنای عشری کی طرف کفر کی نسبت کرنے کے، کفریہ عقائد پر کفر کا مدار رکھنے کی تعبیر زیادہ مناسب ہے، جس کی تفصیل ابتدائی تحریر میں گزر چکی ہے۔

ہیں، جلوسوں کی قیادت کی، مشترکہ اجتماعات میں شرکت کرتے رہے ہیں، اور دونوں گرفتار بھی ہوئے ہیں۔ حضرت والد صاحب کم وبیش دس ماہ، حضرت صوفی صاحب نے تقریباً چھ ماہ اس تحریک میں جیل کاٹی ہے۔

1974ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں دونوں حضرات سرگرمی کے ساتھ شریک ہوتے رہے، مشترکہ اجتماعات میں خطاب کرتے رہے ہیں اور جامعہ نصرۃُ العلوم گوجرانوالہ میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کی صدارت میں منعقد ہونے والا وہ تاریخی جلسہ، تحریکی تاریخ کا حصہ ہے، جس میں دوسرے مکاتبِ فکر کے اکابر علمائے کرام کے علاوہ، شیعہ راہ نماؤں نے بھی خطاب کیا تھا، بلکہ یہ واقعہ بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ جلسہ کے بعد جب پولیس نے علامہ علی غضنفر کراروی کو جلسہ گاہ سے نکلتے ہی گرفتار کرلیا، تو آغا شورش کاشمیری نے نہ صرف اپنے خطاب کے دوران شدید احتجاج کیا، بلکہ پولیس چوکی کا لوگوں کے ہجوم کے ساتھ محاصرہ کرلیا، اور کراروی صاحب کو رہا کر کے وہاں سے واپس ہوئے۔

1977ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں گوجرانوالہ میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نے مشترکہ عوامی جلوس کی قیادت کی، اور گکھڑ میں حضرت والدِ محترم جلوسوں کی قیادت کرتے رہے، اوران کا یہ تاریخی واقعہ بھی اسی تحریک کا ہے کہ فیڈرل فورس کے کمانڈر نے اس کو روکنے کے لیے اس کے راستے میں لکیر کھینچ کر اعلان کیا کہ جو شخص اس لائن کو عبور کرے گا، اسے گولی ماردی جائے گی، یہ سن کر حضرت والدِ محترم نے اپنے رفقاء استاذِ محترم حضرت مولانا محمد انور صاحب مدظلہٗ، اور حاجی سیدڈار صاحب مرحوم کے ہمراہ یہ کہہ کر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے، لائن کراس کی کہ مسنون عمر پوری کرچکا ہوں، اوراب شہادت کی تمنا رکھتا ہوں۔

ان کا یہ جذبہ دیکھ کر فیڈرل سیکورٹی فورس کی رائفلیں سرنگوں ہوگئیں، اور جلوس پوری شان وشوکت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔ اپنی زندگی کے آخری دس سال، وہ بستر علالت پر رہے، لیکن اس دوران متحدہ مجلسِ عمل تشکیل پائی، تو انہوں نے دونوں الیکشنوں میں متحدہ مجلس عمل کے امیدواروں کی حمایت کی، اور لوگوں کو ان کا ساتھ دینے کی تلقین فرمائی، بعض حضرات نے اس سلسلہ میں تحفظات کا بھی ان کے سامنے اظہار کیا، مگر ان کا موقف وہی رہا۔

میں نے دوستوں سے عرض کیا کہ کسی کو مسلمان، منافق، یا کافر قرار دینے کا مسئلہ اپنی جگہ پر ایک دینی ضرورت ہوتی ہے، لیکن قومی ضروریات اور معاشرتی روابط ومعاملات کا ایک مستقل دائرہ ہوتا ہے، اور ہمارے بزرگوں نے اپنی اپنی جگہ ان دونوں کا لحاظ رکھا ہے۔

حضرت والد محترم اور حضرت صوفی صاحب کا زندگی بھر یہ معمول رہا ہے کہ وہ بہت سے معاملات پر اپنے تحفظات کا اظہار کرتے تھے، اور رائے بھی دیتے تھے، لیکن جب کوئی اجتماعی فیصلہ ہوجاتا تھا، تو اسے نہ صرف قبول کر لیتے تھے، بلکہ اس کا بھرپور ساتھ دیتے تھے۔

خود میرا معمول بھی بحمداللہ تعالیٰ یہی ہے کہ بعض معاملات پر اپنی مستقل رائے رکھتا ہوں، اس کا اظہار بھی کرتا ہوں، اور کوئی مناسب موقع ہو، تو اس پر بحث ومباحثہ سے بھی گریز نہیں کرتا، لیکن عملاً وہی کرتا ہوں، جو اجتماعی فیصلہ ہوتا ہے، اور جمہور اہلِ علم کا موقف ہوتا ہے، رائے کے حق سے میں کبھی دست بردار نہیں ہوا، لیکن اپنی رائے کو حتمی قرار دے کر، جمہور اہلِ علم کے موقف کے سامنے اڑنے سے ہمیشہ گریز کیا ہے، اور اسے کبھی حق اور صواب کا راستہ نہیں سمجھا۔

میری طالبِ علمانہ رائے میں اسلام، کفر اور نفاق کی بحث کے باوجود معاشرتی

معاملات اور اجتماعی روایات کو الگ دائرے میں رکھنا چاہیے، اور اس سلسلہ میں دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارے لیے مثال موجود ہے۔......

اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اکابر کے فیصلوں پر حسبِ سابق اعتماد کیا جائے۔......

راقم الحروف نے مختلف دوستوں کے سوالات پر ''تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت'' کی قیادت میں اہلِ تشیع کی شمولیت کے مسئلے پر اپنے موقف کی وضاحت کی تھی، جو روزنامہ اسلام میں 11 فروری 2011ء کو نوائے حق کے عنوان سے میرے مستقل کالم کی صورت میں شائع ہوئی، اس پر محترم جناب مولانا محمد یونس قاسمی نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے...... مولانا قاسمی کی شکایت یہ ہے کہ اکابر کے فیصلے بدلتے رہتے ہیں، جبکہ میں نے اس کالم میں ہی اس کے بارے میں عرض کر دیا تھا کہ کسی کو کافر قرار دینے، یا مسلمان تسلیم کرنے کا دائرہ الگ ہے۔

اور معاشرتی روابط اور مشترکہ تحریکات میں اشتراکِ عمل کا دائرہ اس سے مختلف ہے، جس کی واضح مثال موجود ہے کہ دورِ نبوی میں عبداللہ بن ابی اور اس کے ٹولے کو قرآن کریم کی نصِ قطعی میں کافر قرار دیے جانے کے باوجود، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرتی طور پر انھیں الگ نہیں کیا، بلکہ ان کی تمام تر خرابیوں اور غلط کاریوں کے ہوتے ہوئے بھی، انھیں اجتماعی معاملات میں اپنے ساتھ شریک رکھا، اس لیے کہ انھیں معاشرتی طور پر الگ کرنے اور ان کے خلاف کوئی سخت کارروائی کرنے میں اس دور کے حالات میں مصلحت نہیں تھی۔ [1]

ہمارے اکابر کا طریقہ بھی یہی چلا آ رہا ہے کہ (مطلق، مشروط، یا اختلافی) کفر کے فتووں کے باوجود، مشترکہ قومی معاملات، اور اجتماعی تحریکات میں اہلِ تشیع کو

---

[1] بلکہ منافقین کو قتل کرنے سے بھی منع فرمایا، اور ظاہرِ اسلام پر عمل پیرا ہو کر، باطن اور قلب کے حساب کو اللہ کے حوالہ فرمایا، جس کی تفصیل متعلقہ کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اپنے ساتھ شریک رکھا ہے، اور اس میں کوئی تعارض اور الجھن کی بات نہیں ہے۔

اس سلسلے میں علمائے کرام کے متفقہ 22 نکات، 1953ء کی تحریکِ ختمِ نبوت، 1973ء کے دستور، 1974ء کی تحریکِ ختمِ نبوت، 1977ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ، اور 1984ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کا حوالہ مذکورہ کالم میں دیا جا چکا ہے۔

اس کے ساتھ اس تسلسل میں چند اور تحریکات کا اضافہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔

بھارت میں مسلمانوں کے شرعی خاندانی قوانین کے تحفظ کے لیے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا مشترکہ پلیٹ فارم موجود ہے، جس کے پہلے سربراہ حضرت مولانا قاری محمد طیب، دوسرے سربراہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تیسرے سربراہ حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی تھے، جبکہ اب اس کے سربراہ حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہٗ ہیں، اور اہلِ تشیع اس بورڈ کا نہ صرف مسلسل حصہ ہیں، بلکہ ممتاز شیعہ علماء اس کے مرکزی عہدہ دار بھی چلے آ رہے ہیں۔[1]

ایران میں اہلِ سنت کے بزرگ عالمِ دین، حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ، جو حضرت مولانا احمد علی لاہوری، اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے تلامذہ میں سے تھے، ایرانی انقلاب کے بعد اس کی مرکزی کونسل اور دستور ساز اسمبلی کے ممبر رہے ہیں، اور ایرانی دستور کی تشکیل میں ان کا اہم کردار ہے۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور دوسرے علمائے کرام کے ساتھ مجھے 1987ء میں ایران جانے کا موقع ملا، تو ہم نے ایران میں حضرت مولانا عبدالعزیز سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، انھوں نے ایرانی انقلاب اور دستور میں اپنے کردار کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ فرمایا، البتہ یہ شکایت کی کہ اب ایرانی راہ نماؤں کا رویہ تبدیل ہوتا جا رہا ہے، اور وہ ان کی باتوں پر پہلے کی طرح توجہ نہیں دیتے۔

[1] اور "مسلم پرسنل لاء بورڈ" کے نام سے بھی ان کے ظاہرِ اسلام کو برقرار رکھنے کو گوارا کیا گیا ہے، اس بورڈ میں کسی غیر مسلم تنظیم، یا جماعت کو شامل نہیں کیا گیا۔

افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف جہاد میں اہلِ سنت کی نصف درجن کے لگ بھگ جہادی تنظیموں کے ساتھ ساتھ، اہلِ تشیع کی حزبِ وحدت بھی جہادِ افغانستان کا حصہ رہی ہے، اور ان تنظیموں کے درمیان اس دور میں اشتراک وتعاون بھی رہا ہے۔

دینی مدارس کے تحفظ کے لیے تمام مکاتبِ فکر کے دینی مدارس کے وفاقوں کے اتحاد ''اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ'' میں ''وفاق المدارس الشیعہ'' شامل ہے۔

(ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ ۴۱ تا ۴۷، ملخص، مارچ 2011ء، جلد 22، شمارہ 3، بعنوان ''قومی وملی تحریکات میں اہلِ تشیع کی شمولیت'')

''وفاق المدارس الشیعہ'' کا حوالہ آگے بھی آتا ہے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب کا چوتھا حوالہ

مولانا زاہد الراشدی صاحب ہی اپنے مضمون ''قومی وملی تحریکات میں اہل تشیع کی شمولیت (۲)'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

سوال یہ ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کے خاندانی شرعی قوانین کے تحفظ کے لیے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے عنوان سے جو مشترکہ فورم کام کررہا ہے، اور اہلِ تشیع بھی اس کا حصہ ہیں، کیا دارالعلوم دیوبند اس سے الگ تھلگ ہے؟ اس بورڈ کی تو بنیاد ہی حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قدس اللہ سرہُ العزیز کی صدارت میں رکھی گئی تھی، اور وہ تاحیات اس کے صدر رہے ہیں۔

اور کیا حرمین شریفین میں اہلِ تشیع کو مسلمانوں کے ساتھ نمازوں، روزوں، حج، تراویح اور دیگر عبادات میں شریک ہونے سے روکنے کے لیے کوئی قدم اٹھایا گیا ہے؟

جن چند بزرگوں نے مقاطعہ کی بات کی ہے، وہ بھی ہمارے بزرگ ہیں، اکابر ہیں اور قابلِ احترام ہیں، لیکن آج بھی علمائے امت کا اجماعی تعامل کیا ہے؟ اور ہمارے مراکز کی عملی پالیسی کیا ہے؟ اگر ہم شخصی آراء اور اجماعی تعامل میں فرق محسوس کرتے ہوئے، اپنے اندر معروضی حقائق اور ملی ضروریات کا سامنا کرنے کا حوصلہ پیدا کر سکیں، تو اکابر کے عملی فیصلوں کی حکمتوں کو سمجھنا آج بھی مشکل نہیں ہے (ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ ۴۴، مئی 2011ء، جلد 22، شمارہ 5، بعنوان ''قومی وملی تحریکات میں اہلِ تشیع کی شمولیت'')

مولانا زاہد الراشدی صاحب کا پانچواں حوالہ

مولانا زاہد الراشدی صاحب ہی اپنے مضمون ''سنی شیعہ تصادم روکنے کی ضرورت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مشرقِ وسطیٰ ہو، یا پاکستان، ہم کسی بھی جگہ سنی، شیعہ کشیدگی میں اضافہ اور اس کے فروغ کے حق میں نہیں ہیں، اور پہلے کی طرح اب بھی دل سے چاہتے ہیں کہ اس کی شدت اور سنگینی میں کمی لائی جائے اور اس ماحول کو بحال کرنے کی کوشش کی جائے، جو سنی شیعہ کشیدگی کے باقاعدہ خانہ جنگی کی صورت اختیار کرنے سے قبل موجود تھا کہ باہمی اختلافات کے باوجود مشترکہ قومی مسائل میں ایک دوسرے سے تعاون کیا جاتا تھا، اختلافات کو دلیل اور مناظرہ کے دائرے میں محدود رکھا جاتا تھا، ایک دوسرے کے عقیدہ وموقف پر شدید تنقید بھی کچھ حدود کا لحاظ رکھتی تھی، اور باہمی قتل وقتال اور تصادم سے ہر ممکن گریز کیا جاتا تھا۔

ہم نے پاکستان کے قیام کی تحریک سے لے کر تحریک ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم، تحریک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

اور دیگر دینی وقومی تحریکات میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے۔اوران تمام تر اختلافات کے باوجود کیا ہے، جنہوں نے اب ہمیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا رکھا ہے۔اور سنی شیعہ اختلافات کا جملہ زبان پر آتے ہی دل و دماغ میں عجیب سا ہیجان بپا ہونے لگتا ہے۔

جہاں تک اختلافات کی بات ہے، وہ تو صدیوں سے چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔انہیں ختم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی دونوں میں سے کوئی گروہ دوسرے کو ختم، یا مغلوب کرسکتا ہے۔یہ اختلاف، عقیدہ میں بھی ہے، شخصیات میں بھی ہے، فقہ وشریعت میں بھی ہے، اور رسوم وعبادات میں بھی ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ اختلافات کسی طرح ختم کیے جا سکتے ہیں، تو وہ انسانی فطرت، معاشرتی نفسیات اور تاریخی پسِ منظر وعوامل سے بے خبری کا اظہار کرتا ہے۔البتہ ان اختلافات کا ایسا اظہار اوران کی بنیاد پر ایسا باہمی رویہ ضرور غور طلب ہے، جو کشیدگی میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور باہمی تصادم کی راہ ہموار کرتا ہے۔اس کا سنجیدگی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

ہم اس پر غور وخوض کی اہلِ فکر ودانش کو وقتاً فوقتاً دعوت دیتے رہتے ہیں اور اسے اپنی دینی وقومی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

دراصل ہمارے ہاں یہ سوچ مسلسل پروان چڑھ رہی ہے کہ کسی مسئلہ کو ''کیمو فلاج'' کر دینے سے شاید اس کے حل کی کوئی صورت نکل آتی ہے۔یعنی مسئلہ کے وجود سے انکار کر دیا جائے، اس پر بحث وتمحیص سے گریز کیا جائے، اور اسے نظر انداز کیا جاتا رہے، تو وقتی طور پر وہ آنکھوں سے ضرور اوجھل ہو جاتا ہے، لیکن اس کی سطحِ سمندر جیسی خاموشی کی تہہ میں جو طوفان کروٹیں لے رہے ہوتے ہیں، ان میں ایک بھی ابھر آئے، تو سب کچھ تہہ وبالا ہو کر رہ جاتا ہے۔اور پھر جو کچھ کیا جا

سکتا ہے، وہ بھی نہیں ہو پاتا۔

پاکستان کا داخلی ماحول ہو، یا مشرقِ وسطیٰ کا وسیع تناظر ہو، ہم ہر جگہ اور ہر حوالہ سے اس بات پر زور دیتے آ رہے ہیں کہ کشیدگی کی موجودگی کو محسوس کیا جائے، اس کے معروضی تناظر کو کھلی آنکھوں سے دیکھا جائے، اس کے اسباب وعوامل کی نشاندہی کی جائے، ان پر فریقین کے سنجیدہ اور اربابِ دانش کے درمیان مکالمہ کا اہتمام کیا جائے، ان اسباب وعوامل کو کم کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جائے، ایک دوسرے کے وجود اور جائز حقوق کا احترام کیا جائے، اور ایک دوسرے کی شکایات وتحفظات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

یہ کام یک طرفہ نہیں، بلکہ دو طرفہ بنیادوں پر ہونا چاہیے اور ایسے مؤثر افراد و طبقات کو سامنے آنا چاہیے، جو عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے دونوں فریقوں سے بات کر سکیں، دونوں کو ایک میز پر لا سکیں، حقیقت پسندانہ توازن قائم کر سکیں، اور معاملات کو سلجھانے یا کم از کم مزید بگڑنے سے روکنے کے لیے کوئی کردار ادا کر سکیں۔

ہمارے خیال میں مسئلہ کا اصل حل یہی ہے اور اس کے لیے مشرقِ وسطیٰ کے ماحول میں اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) جبکہ پاکستان کے اندر عدالتِ عظمیٰ، یا ریٹائرڈ جسٹس صاحبان کا کوئی فورم اس کام کو بطریقِ احسن سرانجام دے سکتا ہے۔

اگر حکومتی سطح پر، یا فریقین کی طرف سے اس کی پذیرائی نہ ہو، تو بھی غیر جانبدار دانش وروں کا کوئی فورم اپنے طور پر یہ ذمہ داری قبول کر کے آزادانہ انکوائری اور تحقیقات کے ذریعہ سنی شیعہ کشیدگی میں مسلسل اضافہ کے اسباب وعوامل کی نشاندہی کر کے، اس میں کمی لانے کے لیے تجاویز اور سفارشات ملکی اور عالمی رائے عامہ کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ اس سے لوگوں کو اصل صورتِ حال کو سمجھنے

میں مدد ملے گی اور رائے عامہ کی راہ نمائی ہو جائے گی۔

اور یہ طرزِ عمل کوئی نئی اور انہونی بات نہیں ہوگی، کیونکہ قومی اور عالمی سطح پر تنازعات میں ایسا ہوتا آ رہا ہے اور اس کی افادیت اور تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔[1]

مثلاً مشرقِ وسطیٰ کی موجودہ صورت حال کو سعودی عرب اور ایران کے درمیان پراکسی وار سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اور ظاہری تناظر بھی یہی ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کے نصف درجن کے لگ بھگ ممالک میں یہ کشیدگی آگے بڑھ رہی ہے اور اس کے فروغ کی پشت پر ایران اور سعودی عرب کی موجودگی ہر ایک کو نظر آ رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا موقف یہی ہوگا کہ وہ یہ سب کچھ اپنے دفاع میں کر رہا ہے اور اپنے ہم خیال لوگوں کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اپنی سلامتی اور بقاء کی خاطر اسے ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔

لیکن کیا ان دعووں کا زمینی حقائق کی بنیاد پر جائزہ لینا ضروری نہیں ہے؟ سوال یہ ہے کہ زمینی حقائق کیا ہیں، واقعات کی ترتیب کیا ہے، اور ایک دوسرے کے حوالہ سے اقدامات اور پالیسیوں میں توازن و تناسب کیا ہے؟ جب تک ان امور کا جائزہ نہیں لیا جائے گا، اور معروضی صورتِ حال کی پشت پر کارفرما حقائق واسباب کو سامنے نہیں لایا جائے گا، نہ تو اس کشیدگی بلکہ تصادم کو روکنا ممکن ہوگا اور نہ ہی انصاف کے تقاضے پورے کیے جا سکیں گے۔

دونوں میں سے کسی کو یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کشیدگی اور تصادم کا فائدہ صرف امریکہ، اسرائیل اور ان عالمی قوتوں کو ہے، جو عالمِ اسلام کو بکھری ہوئی حالت میں رکھنا چاہتی ہیں، جنہیں عالمِ اسلام میں دینی بیداری اور مذہبی رجحانات کا فروغ برداشت نہیں ہے، جن کا مفاد اسرائیل کے تحفظ واستحکام اور

---

[1] بلکہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی وسیع دینی وقومی تنظیموں اور اداروں، نیز بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیتوں کی طرف سے اس پر کافی کام بھی ہوا ہے، جو عام اسٹیج کے مقررین اور ان کے سامعین کی نظروں سے کافی حد تک اوجھل ہے۔

اس کے ذریعہ مشرقِ وسطیٰ کے وسائل اور دولت پر اپنی گرفت قائم رکھنے میں ہے، اور جو عالمِ اسلام کو اس کے اپنے وسائل کے کنٹرول اور استعمال سے محروم رکھنے میں اپنی عافیت سمجھ رہی ہیں'' (روزنامہ'' اسلام، لاہور، تاریخ اشاعت: 11 ستمبر 2015ء (http://zahidrashdi.org/249،

مولانا زاہد الراشدی صاحب کا چھٹا حوالہ

مولانا زاہد الراشدی صاحب ہی اپنے دوسرے مضمون ''اہلِ سنت کے مقدسات اور جناب آیت اللہ خامنہ ای کا فتویٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اہلِ تشیع کا اس سانحۂ عظمیٰ پر (یعنی محرم پر کربلا سے متعلق) جذبات اور رنج وغم کے اظہار کا اپنا طریقہ ہے کہ وہ مجالس منعقد کرتے ہیں، ماتمی جلوسوں کا اہتمام کرتے ہیں اور کھلے بازاروں میں ماتم کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔

اہلِ سنت کے نزدیک اظہارِ رنج کا طریقہ مختلف ہے کہ وہ مساجد میں بیانات اور خطبات و دروس کی صورت میں خانوادۂ اہلِ بیت کے ساتھ اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں، جبکہ ماتم کی مروجہ صورتوں کو وہ درست نہیں سمجھتے۔

چنانچہ اس وجہ سے بعض مقامات پر باہمی کشیدگی بڑھ جاتی ہے اور مختلف شہروں میں اس کے باعث متعدد مواقع پر اس کا افسوسناک اظہار ہو چکا ہے۔

اسی لیے انتظامیہ ہر جگہ محرم الحرام کے آغاز سے قبل علمائے کرام اور سنی، شیعہ رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیتی ہے اور مختلف سطحوں پر امن کمیٹی کے اجلاسوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور بات بھی کشیدگی اور بسا اوقات تصادم کا باعث بن جاتی ہے کہ بعض شیعہ ذاکرین کی طرف سے ماتمی جلوسوں میں صحابۂ کرامؓ کی اکابر

شخصیات ، بالخصوص حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کا ذکر ایسے انداز سے ہوتا ہے، جو اہلِ سنت کے لیے قابلِ قبول بلکہ بعض صورتوں میں قابلِ برداشت نہیں ہوتا، جس سے باہمی منافرت میں اضافہ ہوتا ہے اور افسوسناک واقعات رونما ہوجاتے ہیں۔

البتہ اہلِ تشیع کے سنجیدہ علمائے کرام اور باشعور رہنما، اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتے اور باہمی رواداری اور امن ومصالحت کے قیام کی کوششوں میں انتظامیہ اور اہلِ سنت سے ہمیشہ تعاون کرتے ہیں۔

اس سال اس حوالے سے ایک خوشی کی خبر بروقت سامنے آئی ہے، جو اس مسئلہ کی شدت اور سنگینی کو کم کرنے میں خاصی معاون ہوسکتی ہے اور وہ اثنا عشریہ اہلِ تشیع کے عالمی رہنما اور ایران کے رہبرِ انقلاب جناب آیتُ اللہ خامنہ ای کا وہ فتویٰ ہے، جو انہوں نے صحابۂ کرامؓ اور امہاتُ المومنینؓ کی حرمت وتعظیم کے بارے میں جاری کیا ہے۔

اس کی کچھ تفصیلات دہلی سے شائع ہونے والے جریدے سہ روزہ ''دعوت'' نے 16، اکتوبر 2010ء کے شمارے میں اور اسلام آباد سے شائع ہونے والے اہلِ تشیع کے جریدہ ماہنامہ ''پیام'' نے نومبر 2010ء کے شمارے میں شائع کی ہیں۔

ماہنامہ پیام کی رپورٹ کے مطابق یہ (مذکورہ) فتویٰ یوں ہے کہ:

''برادرانِ اہلِ سنت کے مقدسات کی توہین کرنا حرام ہے، چہ جائیکہ بالخصوص زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگائی جائے، جس سے ان کے شرف وعزت پر حرف آتا ہو، بلکہ تمام انبیاء کی خصوصاً سید الانبیاء کی ازواج کی توہین ممنوع ہے''۔

سہ روزہ دعوتِ دہلی نے یہ فتویٰ اس طرح نقل کیا ہے کہ جناب خامنہ ای نے

فرمایا ہے کہ:

’’ہمارے سنی بھائیوں کی علامتوں اور مقدسات کی توہین وتحقیر، بالخصوص رسولِ اکرم کی ازواجِ پر تہمت باندھنا، جو ان کے شرف میں خلل پڑنے کا باعث ہو، حرام ہے۔ بلکہ یہ امر تمام انبیاء کی ازواج اور خاص طور پر ان کے سردار وسرور رسولِ اعظم کی زوجات کے لیے محال ہے‘‘۔

اس کا پسِ منظر یہ بیان کیا جارہا ہے کہ کوئی صاحب خود کو شیعہ رہنما ظاہر کرکے ویب سائٹ پر امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بطور خاص ہرزہ سرائی کررہے ہیں، جس سے مختلف ممالک میں ہیجان کی صورت پیدا ہورہی ہے۔

اس پر جناب خامنہ ای سے استفسار کیا گیا؟ تو انہوں نے اس سلسلہ میں باقاعدہ فتویٰ جاری کیا ہے، جس کی بہت سے دیگر شیعہ اکابر نے بھی تائید کی ہے اور شیخ الازہر سمیت عالمِ اسلام کے متعدد سنی رہنماؤں اور حکومتِ کویت نے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔

ہمارے خیال میں جناب خامنہ ای کا یہ فتویٰ بہت اہم اور بروقت ہے، جس سے ایسے لوگوں کی زبانوں پر قابو پانے میں مدد ملے گی، جو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں نازیبا الفاظ اور لہجہ اختیار کرکے، اہلِ سنت کے جذبات کو مجروح کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس فتویٰ سے ان سنجیدہ اور صاحبِ علم شیعہ رہنماؤں کو بھی حوصلہ ملے گا، جو باہمی رواداری اور امن و مصالحت کے فروغ کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں (روزنامہ ’’پاکستان‘‘ 8 دسمبر 2010ء، بعنوان ’’بین المذاہب امن سیمینار کی روداد‘‘ http://zahidrashdi.org/1805 ’’اہلِ سنت کے مقدسات اور جناب آیت اللہ خامنہ ای کا فتویٰ‘‘)

مولانا زاہد الراشدی صاحب کے ’’روافض‘‘ سے متعلق موقف پر اعتراض کا جواب دیتے

ہوئے حافظ محمد اسامہ مدنی (رفیقِ تحریر: ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ) لکھتے ہیں :

حضرت صوفی (عبدالحمید سواتی) صاحب رحمہ اللہ نے اپنے دروس وخطبات میں اہلِ تشیع کو اگرچہ گمراہ کن، مگر مسلمانوں کا باقاعدہ ایک فرقہ تسلیم کیا ہے، اور بحیثیتِ مجموعی وہ علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کے بھی قائل نہیں تھے، بلکہ ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والوں کے بارے میں شخصی، یا ذیلی گروہ کے حوالے سے تکفیر کے قائل تھے، اور اسی بناء پر وہ مشترکہ ملی وقومی تحریکات میں اہلِ تشیع کی شمولیت کے حق میں تھے، مفکرِ اسلام علامہ (زاہد) راشدی پر ''رافضیت نوازی'' کا یہ الزام بھی مفسرِ قرآن (صوفی عبدالحمید سواتی) رحمہ اللہ کے اسی نظریہ سے مطابقت رکھنے کی وجہ سے لگایا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ تکفیرِ شیعہ سے متعلق یہ نظریہ حضرت مفسرِ اعظم قرآن (صوفی عبدالحمید سواتی) رحمہ اللہ کے تفردات میں سے نہیں ہے، بلکہ محقق اہلِ علم اور معتمد مفتیانِ کرام اور اکابر علمائے دیوبند کی ایک اچھی خاصی تعداد، بلکہ عملاً جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند اسی نظریہ پر کاربند ہیں، مثلاً تعلیمی میدان میں ''اتحاد تنظیماتِ مدارسِ اسلامیہ'' کا اسٹیج ''عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت'' کا اسٹیج، اور ''جمعیۃ علمائے اسلام کے قومی وملی اتحادات'' کے اسٹیج، اور ''مسلم پرسنل لاء بورڈ'' وغیرہ، اور اگر اسی بنیاد پر ''رافضیت نوازی'' کے سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی مہم شروع کردی جائے، تو معلوم نہیں اس کی زَد میں کون کون آئے گا، سوچ بچار (جس کا بے حد فقدان ہے) کرکے، انہیں اس کے ممکنہ نتائج پر بھی ایک نظر کرلینی چاہیے

(ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ ۱۱۷، اضافی ملحق شمارہ جون 2014ء، خصوصی اشاعت ''ماہنامہ الشریعہ کا طرزِ فکر اور پالیسی: اعتراضات واشکالات کا جائزہ'' جلد 25، شمارہ 6، بعنوان ''مولانا راشدی کے نظریات اور الشریعہ کی پالیسی، چند اعتراضات کا جائزہ'')

مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا حوالہ

سال 2005ء میں سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ، اور سپاہِ صحابہ کے نامور بزرگ مولانا علی شیر حیدری رحمہ اللہ کے درمیان ایک خط وکتابت ہوئی۔

مولانا علی شیر حیدری رحمہ اللہ نے مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کو ایک تفصیلی خط لکھا، اس پر صدرِ وفاق نے جو جواب تحریر فرمایا، وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

محترم جناب مولانا علی شیر حیدری حفظکم اللہ تعالیٰ ورعاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

جناب کا مکتوب بنام ذمہ دارن ''وفاق المدارس العربیہ، پاکستان'' ملا۔

اس مکتوب میں ''اتحاد تنظیمات مدارسِ دینیہ، پاکستان'' میں شیعہ مکتبِ فکر کی شرکت پر اعتراض کیا گیا ہے، کیا یہ مناسب نہ تھا کہ عنوانِ عام کے بجائے وفاق کے ''صدر'' یا ''ناظمِ اعلیٰ'' کے نام یہ لکھا جاتا۔ فتدبر!

پہلے تو آپ نے لفظ ''دینیہ'' پر اعتراض کیا ہے، چونکہ ''شیعہ'' دینِ اسلام کے اندر داخل نہیں، اگر صرف ''مدارس'' کا لفظ ہوتا، یا ''دینیہ'' کے بجائے ''عربیہ'' کا لفظ ہوتا، تو آپ کے خیال میں ان کو دینِ اسلام میں شرکت کی سند حاصل نہ ہوتی۔

یہ بحث اس لیے قابلِ غور نہیں کہ ''مدارس'' کا لفظ ہو، یا اس کے ساتھ ''عربیہ'' کا اضافہ کر دیا جائے، عرفِ عام وخاص میں ان الفاظ کا اطلاق ''مدارسِ دینیہ'' ہی پر ہوتا ہے، اس لیے یہ ترمیم آپ کے مقصد کے لیے مفید نہیں۔

باقی اتحاد میں ان کی شرکت اس لیے ہے کہ حکومت نے دوسرے وفاقوں اور تنظیمات کی طرح ''وفاق المدارس الشیعہ، پاکستان'' کو منظور کیا ہوا ہے، اس بناء

پر مدارس کے جملہ معاملات میں وہ، اور دیگر وفاق اور تنظیمات متحد ہو کر مذاکرات پر مجبور ہیں، بصورتِ دیگر ہم اپنے مطالبات کے لیے حکومت کے ساتھ مذاکرات میں مضبوط پوزیشن اختیار نہیں کرسکیں گے، اور کامیابی کا حصول دشوار ہوگا، حکومت کی خواہش اور کوشش وفاقوں اور تنظیمات کو کمزور کرنے کی رہی ہے، اور اب بھی یہی صورتِ حال ہے۔

باقی آپ نے لکھا ہے کہ ذمہ دارانِ وفاق کا طرزِ عمل، اکابر علمائے دیوبند کے طرز سے ہٹا ہوا ہے، جس کی اصلاح ضروری ہے۔

خدائے بزرگ و برتر آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھیں، آپ ماشاء اللہ امتِ مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہیں، اگر محسوس نہ فرمائیں تو ٹھنڈے دل سے ضرور غور فرمائیں، اور بار بار غور فرمائیں کہ آپ نے اپنی تحریک کو اشتعال انگیز نعرے دے کر کیا کھویا، کیا پایا؟

کیا اکابر علمائے دیوبند کا یہی طریقہ رہا ہے؟ آپ کا قیمتی سرمایہ اس اشتعال کی نذر ہو گیا، اور بے شمار علماء، صلحاء اور نوجوان آپ کی اس پالیسی کی بھینٹ چڑھ گئے، دشمن منظّم ہو گیا، اور اس نے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف با قاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کارروائیاں شروع کردیں۔

آپ کی اس پالیسی کا بھیانک اور لرزا دینے والا یہ نتیجہ پوری دنیا میں عام ہوا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں، اور اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ امام باڑوں اور مسجدوں میں لاشیں گر رہی ہیں، زخمی تڑپ رہے ہیں، دونوں جگہ حفاظت کے لیے پہرے بٹھا دیے گئے ہیں، بہت سے لوگ خوف کی وجہ سے مسجدوں میں نہیں آتے، اور یہ سلسلہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آرہا۔

کیا یہ صورتِ حال اور اس کا تسلسل آپ کو اور آپ کی جماعت کو پسند ہے؟

اگر پسند نہیں ہے، تو بتائیں کہ اس کے سدِ باب کے لیے جماعت نے کیا اقدامات کیے ہیں؟ آپ کے اشتعال انگیز نعروں اوران کے مکروہ ومذموم نتائج نے حضراتِ صحابۂ کرام کو بدنام کیا۔

بد باطن معاند کہتا ہے کہ جب سپاہِ صحابہ دہشت گرد ہے، اوراس کے کرتوت یہ ہیں، تو سمجھ لو صحابہ کیسے ہوں گے۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ اس جماعت نے اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے ڈاکے ڈالے، چوریاں کیں، اوراغواء کے مرتکب ہوئے، یقیناً یہ حرکتیں آپ کے علم میں ہیں، اورآپ بھی ان کو غلط سمجھتے ہیں، لیکن ان پر کنٹرول آپ کے بس سے باہر ہے، مگر ذمہ دار تو آپ ہی ہیں، چونکہ یہ سب آپ کی پالیسی کا یقینی اور حتمی نتیجہ ہے۔

اکابر علمائے دیوبند کا نام لینا تو آسان ہے، لیکن ان کے طریقے پر چلنا دوسری چیز ہے، جن اکابر کے نام آپ نے اپنے خط میں لکھے ہیں، آپ کے طرزِ عمل اور نتائج میں ان کے طور طریقہ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ لِلّٰہ آپ غور فرمائیں۔

واللہ العظیم طعن ہرگز ہرگز مقصود نہیں، اس تحریک نے اسلام اور صحابہ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، علماء اور مدارس کو جتنا نقصان اس اشتعال انگیز تحریک نے پہنچایا ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔

احقر پوری امید رکھتا ہے کہ آپ ان معروضات پر غور فرمائیں گے، اور جماعتی تعصب کو دَرآنے کا ہرگز موقع نہ دیں گے، یہ نصیحت محبّ ومخلص کی طرف سے ہے، کسی معاند کی جانب سے فضیحت نہیں ہے۔

روافض کے جن غلیظ اور بدبودار حوالوں کا آپ نے ذکر کیا ہے، وہ ہمارے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہے، اور نہ ہی یہاں ان حوالوں پر متفرع نتیجہ زیرِ بحث ہے۔

فقط۔ سلیم اللہ خان

رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان

20/شعبان/1426ھ۔24/ستمبر/2005ء

(مکمل مراسلت ''امام اہلِ سنت علامہ علی شیر حیدری: حیات وخدمات'' مرتبہ: محمد یونس قاسمی وعبدالجبار شیخ'' شائع کردہ: خلافتِ راشدہ اکیڈمی، خیر پور سندھ، پہلا ایڈیشن: 2012ء، میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

(ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ۱۵۲، ۱۵۳، اضافی ملحق شمارہ جون 2014ء، خصوصی اشاعت ''ماہنامہ الشریعہ کا طرزِ فکر اور پالیسی: اعتراضات واشکالات کا جائزہ'' جلد25، شمارہ6، بعنوان ''وہ ولولے کہاں؟ وہ جوانی کدھر گئی؟'')

مولانا محمد زاہد صاحب کا حوالہ

مولانا محمد زاہد صاحب (شیخ الحدیث ونائب مہتمم: جامعہ امدادیہ، فیصل آباد، پاکستان) اپنے ایک مضمون ''برِ صغیر کی دینی روایت میں برداشت کا عنصر'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ کہنا تو شاید خالی از مبالغہ نہ ہو کہ برِ صغیر میں اہلُ السنۃ اور اہلِ تشیع کے تعلقات بہت مثالی اور قابلِ رشک رہے ہیں، لیکن یہ کہنا ضرور درست ہوگا کہ ان میں کبھی اتنا زیادہ اور اتنے طویل عرصے کا تناؤ نہیں رہا، جتنا ہمارے ہاں اسّی کی دہائی کے بعد سے نظر آرہا ہے۔

کچھ عرصے سے یہ تاثر عام سا ہوگیا ہے کہ اہلِ تشیع کو تمام علمائے اہلُ السنۃ کافر قرار دیتے ہیں اور یہ کہ یہ ان کا متفقہ فتویٰ ہے۔

یہاں فتاویٰ کی تفصیل میں جانے کا تو موقع نہیں ہے، لیکن یہ غلط فہمی ضرور دور ہو

جانی چاہیے اور یہ بات سامنے آنی چاہیے کہ ''تکفیرِ شیعہ'' کا کوئی متفقہ فتویٰ موجود نہیں ہے، بلکہ یہ مسئلہ اہلُ السنۃ والجماعہ کے نزدیک ہمیشہ مختلف فیہ رہا ہے، اگرچہ متاخر زمانے میں اہلِ تشیع کی بطورِ فرقہ عمومی تکفیر کو بعض حلقوں کی طرف سے بہت زیادہ شدومد سے بیان کیا گیا ہے۔

لیکن اس رائے سے اختلاف رکھنے والے بھی خاصی تعداد میں موجود رہے ہیں، جن حضرات نے تکفیر کی ہے، ان کی ایک بڑی تعداد نے بھی درحقیقت بطورِ فرقہ تمام اہلِ تشیع کی تکفیر کرنے کی بجائے، بعض عقائد کی تکفیر کی ہے کہ جس جس کے یہ عقائد ہوں، وہ مسلمان نہیں ہے، مثلاً یہ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ کو نعوذ باللہ خدا مانتا ہو، قرآن کو نہ مانتا ہو، وغیرہ وغیرہ۔

یہ درحقیقت کسی فرقے کی تکفیر نہیں ہے، اس لیے کہ یہی عقیدہ شیعہ کے علاوہ کسی بھی فرقے کا شخص اختیار کرے، اس پر یہی حکم لاگو ہوگا، فقہ حنفی کی متاخرین کی کتب میں، ان کفریہ عقائد کے حاملین کے لیے ''غالی شیعہ'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، ''غالی شیعہ'' کے حوالے سے جو عقائد ذکر کیے گئے ہیں، آج کل کے عام شیعہ حضرات انہیں اپنے عقائد تسلیم نہیں کرتے، مثلاً حضرت علی کا خدا ہونا، حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہونا کہ اصل میں حضرت علی کے پاس وحی لانی تھی، لیکن غلطی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، تحریفِ قرآن کا قائل ہونا۔

آج شیعہ حضرات ان عقائد کی اپنی طرف نسبت کو غلط قرار دیتے ہیں، گویا کہ آج کے مین سٹریم کے بہت سے شیعہ حضرات پر فقہاء کی اصطلاح ''غالی شیعہ'' صادق نہیں آتی۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلی، متاخرین میں فقہ حنفی کا بہت معروف نام ہیں، وہ

لکھنؤ کے رہنے والے تھے، جو اہلِ تشیع کا گڑھ سمجھا جاتا تھا، مولانا عبدالحیؒ کا کثرتِ مطالعہ بھی ضرب المثل ہے، اس لیے یہ بات بعید سی ہے کہ لکھنؤ جیسے شہر میں رہتے ہوئے، وہ شیعہ مذہب سے ناواقف ہوں، مولانا لکھنوی کے مجموعۃُ الفتاویٰ میں بڑی تعداد میں ایسے فتاویٰ موجود ہیں، جن میں انہوں نے عام اہلِ تشیع کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ جو شیعہ سبِّ صحابہ کا مرتکب ہو، یعنی صحابہ کے بارے میں نامناسب باتیں کہے، یا حضرات شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی خلافت کو نہ مانتا ہو، اس کے بارے میں بھی محققین کا قول عدمِ تکفیر کا قرار دیا ہے اور عدمِ تکفیر ہی کو اصح اور مفتیٰ بہٖ قرار دیا ہے، اور جن حضرات نے ایسے شیعہ حضرات کی تکفیر کی ہے، ان سے مفصل دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔

مثلاً ایک استفتاء میں امت کے تہتر فرقوں میں بٹنے والی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے (علامہ لکھنوی سے) پوچھا گیا کہ:

’’بعضے صاحب فرماتے ہیں کہ رافضی کہ شیخین کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں کافر ہو گئے، بعضے کہتے کہ سب اہلِ اہوا (اہلِ سنت کے علاوہ دیگر فرقے) کافر ہیں، ایک فرقہ مسلمان ہے، جس کو اہلِ سنت و جماعت کہتے ہیں اور بعضے صاحب فرماتے ہیں کہ رافضی کی توبہ قبول نہیں، بلکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے، جو شرع شریف میں لکھا ہو، ارقام فرمائیں‘‘۔

اس کے جواب میں مولانا عبدالحیؒ لکھنوی نے لکھا (ان فتاویٰ کی زبان اگرچہ پرانی ہے، لیکن زبان کو آسان بنانے کی بجائے مولانا کی عبارات کو بعینہٖ نقل کیا گیا ہے)

’’کتابوں عقائد اور فقہ میں اس طرح لکھا ہے کہ بہتر (72) فرقے جو اہلِ اہوا

ہیں، ایک بھی کافر نہیں ہے، چنانچہ عبارت ان کتابوں کی جو یہاں موجود ہیں، بعینہٖ مفصلہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں، اور عبارت فتاویٰ کی کہ سبّ الشیخین کفر ہے، اس کا جواب بھی لکھا جاتا ہے، بغور ملاحظہ فرمائیں۔ بلکہ اعتقاد کفر کا اہلِ اہواء، جو بدعتی ہیں، ان کی رکھنا بھی کفر ہے (مجموعۃ الفتاویٰ، عمر فاروق اکیڈمی، لاہور ۱/۱۸۹، ستفتاء نمبر ۱۰۲) [1]

مولانا لکھنوی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ:

’’ہندہ ایک سنی خاتون ہے، اس کا نکاح زید کے ساتھ ہوا، جو شیعہ ہے، نکاح بھی شیعہ طریقے کے مطابق ہوا، ایک دفعہ رخصتی بھی ہو چکی ہے، لیکن اب ہندہ اپنے خاوند کے گھر دوبارہ جانے سے انکاری ہے اور اس کا مطالبہ ہے کہ پہلے مہرِ معجّل ادا کیا جائے، پھر جاؤں گی، جبکہ شیعہ مذہب میں خاوند مہرِ معجّل کی ادائیگی کے بغیر بھی اسے لے جاسکتا ہے، جبکہ فقہ حنفی کی عبارات مختلف ہیں، اب کیا کیا جائے؟‘‘

اس کے جواب مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ نے لکھا:

’’اس صورت میں شوہر، ہندہ کو قبل ادا کرنے مہرِ معجّل کے لاسکتا ہے، موافقِ قول صاحبِ بحر رائق کے‘‘ (مجموعۃ الفتاویٰ، عمر فاروق اکیڈمی، لاہور ۱/۲۴۰، استفتاء نمبر ۱۹۷)

اسی طرح ان (یعنی مولانا لکھنوی) سے یہ سوال کیا گیا کہ:

’’ایک حنفی شخص کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی ایک بیٹی مذہبِ امامیہ اختیار کیے ہوئے ہے، کیا اس بیٹی کو وراثت میں حصہ ملے گا‘‘۔

مولانا لکھنوی رحمہ اللہ نے (اس کے) جواب میں لکھا ہے:

’’اس لڑکی کو بھی وراثت میں اپنا حصہ ملے گا‘‘۔

---

[1] آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اہلِ اہواء (غیر سنی فرقوں) کو کافر قرار دینے سے خود اپنے کفر کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے، غالباً اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے، تو یہ بات دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور لگتی ہے۔ محمد زاہد۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:

ایک شیعہ لڑکے نے سنی لڑکی کو دھوکا دے کر نکاح کرلیا، اسے اس نے یہ باور کرایا کہ میں سنی ہوں، جبکہ حقیقت میں وہ شیعہ تھا، حقیقتِ حال واضح ہونے کے بعد نکاح کے حکم کے بارے میں پوچھا گیا''

توانہوں (یعنی مولانا اشرف علی تھانوی) نے اس نکاح کو نافذ قرار دیا، البتہ یہ قرار دیا کہ شیعہ، سنی چونکہ ایک دوسرے کے کفو نہیں ہیں، اور نکاح کے وقت، غیر کفو ہونے کا علم نہیں تھا، اس لیے اس نکاح کو عدمِ کفائت کی بنیاد پر فسخ کرایا جاسکتا ہے۔

گویا محض لڑکے کے شیعہ ہونے کی وجہ سے نکاح کو باطل قرار نہیں دیا، مولانا تھانوی رحمہ اللہ چند فقہی عبارات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں ولی منکوحہ اور اسی طرح بعد بلوغِ خود، منکوحہ کو بھی اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے، اور یہ فسخ، بحکمِ حاکم ہوگا (یعنی اپنے طور پر میاں بیوی جدائی اختیار کرکے عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی) جوکہ علاقہ حیدرآباد میں آسان ہے'' (امدادُ الفتاویٰ ۲/۲۲۹ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

اسی طرح کا ایک فتویٰ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا بحیثیتِ مفتی دارالعلوم دیوبند موجود ہے، یہاں بھی مفتی صاحب نے شیعہ کے کافر ہونے کو بنیاد بنا کر نکاح از ابتدا باطل قرار نہیں دیا، بلکہ دھوکا دہی کی وجہ سے دوسرے فریق کو فسخ کرانے کا اختیار دیا ہے، سوال وجواب دونوں ملاحظہ ہوں:

سوال: زید سنی کی لڑکی کو دھوکا سے عمر شیعہ اپنے نکاح میں لایا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور عمر شیعہ زید کو کندھا دے سکتا ہے، یا نہیں؟ عمر کو زید کے قبرستان میں

مردہ دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب :اگر عمر نے اپنے آپ کو مثلاً سنی حنفی ظاہر کر کے زید کو دھوکا دے کر اپنا نکاح زید کی لڑکی سے کر لیا اور واقعتاً عمر شیعہ ہے، تو اس صورت میں عورت اور اس کے اولیاء کو فسخِ نکاح کا حق حاصل ہے.....اور عمر زید کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے اور عمر کو زید کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز ہے، اس طرح کے امور میں جھگڑا فساد کرنا نہیں چاہیے (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند''امداد المفتین''ص ۵۰۶)

دارُالعلوم دیو بند کے مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ:

لداخ کے علاقے میں اکثر شیعہ ہوتے ہیں اور اکثر ہوٹل بھی ان ہی کے ہوتے ہیں، ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہوگا؟

تو انہوں نے جواب میں لکھا:

''اگر ان کے متعلق یہ تحقیق نہیں کہ ان کے عقائد، قرآنِ کریم کے خلاف ہیں، تو ان کے ہوٹل میں اور ان کا ذبیحہ کھانے کی گنجائش ہے'' (فتاویٰ محمودیہ ۲۳۶/۱۷فتویٰ نمبر ۸۳۳۴مطبوعہ جامعہ فاروقیہ کراچی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ کے خیال میں ایسے شیعہ بھی ہوتے ہیں، جن کے عقائد قرآنِ کریم کے خلاف نہ ہوں۔

مولانا میاں اصغر حسین رحمہ اللہ جو دارالعلوم دیو بند کے بڑے اساتذہ میں سے اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے، انہوں نے میراث کے احکام پر عام مسلمانوں کے لیے ایک کتاب لکھی، جس کا نام ''مفیدُ الوارثین'' ہے، اس کے مقدمے میں وہ فرماتے ہیں:

''اثنائے تحریرِ رسالہ ایک معتبر کتاب مذہبِ شیعہ کی مل گئی تھی، ارادہ تھا کہ حاشیہ پر جا بجا اہلِ سنت اور شیعوں کا اختلاف ظاہر کر دوں، تا کہ ساتھ ساتھ دو فرقوں کے

فرائض (احکامِ میراث) کا بیان ہو جائے، لیکن چونکہ رسالہ پہلے ہی سے بہت طویل ہو گیا تھا، اس لیے کچھ ارادہ ڈھیلا ہوا، پھر اس خیال نے بالکل ہی ارادہ فسخ کرا دیا کہ اہلِ سنت کو اس کی ضرورت نہیں اور شیعہ صاحبان میرے لکھے ہوئے کا کیوں اعتبار کریں گے" (مفیدُ الوارثین ص۳)

اسی کتاب میں جہاں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم شرعاً ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے اور مسلمان رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، وہاں لکھتے ہیں:

"شیعہ وسنی میں اکثر علماء کے نزدیک میراث جاری ہوتی ہے، یعنی سنی میت کے شیعہ وارث میراث سے محروم نہ ہوں گے، اسی طرح شیعہ کے ترکہ میں اہلِ سنت حسبِ قاعدہ میراث اور حصہ پائیں گے" (مفیدُ الوارثین ص۶۸)

اسی کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

"میراث المسلمین میں یہ مسئلہ دیکھ کر ایک صاحب بہت خفا ہوئے تھے، پھر کسی کو اگر شک ہو، تو درِ مختار وشامی وفتح القدیر کی وہ عبارتیں دیکھ لیں، جو مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے مسلمُ الثبوت کی شرح میں نقل فرمائیں ہیں، یا شامی نے جو "باب المرتدین" میں تحقیق وتفصیل فرمائی ہے، ملاحظہ فرمالیں، البتہ وہ شیعہ، جو بالکل کفریہ عقائد رکھتا ہو، تو اس کا حال مثل کافروں کے سمجھا جائے گا"

اب آخری زمانے میں مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ کے بارے میں ماہنامہ الشریعہ کی متعدد اشاعتوں میں یہ بات آ چکی ہے کہ وہ بھی تکفیرِ شیعہ کے قائل نہیں تھے۔

عام طور پر تکفیرِ شیعہ کی بنیاد، تحریفِ قرآن کو قرار دیا جاتا ہے، جبکہ علامہ شمسُ الحق افغانی رحمہ اللہ نے علومُ القرآن میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ شیعہ بھی تحریفِ

قرآن کے قائل نہیں ہیں۔

یہی بات اس سے بہت پہلے مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی رحمہ اللہ ردِعیسائیت پر اپنی معروف کتاب ''اظہارُ الحق'' میں فرما چکے ہیں۔

یہاں مقصود فتاویٰ جات کا احاطہ، یا ان میں راجح مرجوح کا فیصلہ کرنا نہیں ہے، بلکہ اصل مقصود یہ دکھانا ہے کہ یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ بطورِ فرقہ شیعہ کو کافر کہنا اہلِ سنت کا متفقہ موقف ہے، یہ درست نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ برِ صغیر میں جب بھی مسلمان طبقات اور فرقوں کو یکجا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، تو وہاں اہلِ تشیع کو بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھ کر ساتھ شامل کیا گیا۔

مولانا سید فرید الوحیدی، مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی سوانحِ حیات میں لکھتے ہیں:

''1929ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے تیں دوسرے قوم پرور مسلمان لیڈروں کے ساتھ ''نیشنلسٹ مسلم کانفرس'' قائم کی، اگرچہ ان کی سرگرمیوں کا اصل مرکز بدستور کانگریس کا کام رہا، نیشنلسٹ مسلم کانفرس اپنی کوئی مستقل جداگانہ تنظیم قائم نہیں کر سکی، لیکن قوم پرور مسلمانوں کی مختلف جماعتوں، جمعیتِ علماء، شیعہ پولیٹکل کانفرنس، مجلسِ احرار و خاں عبدالغفار خاں کی تنظیم کے لیے مشترک پلیٹ فارم کا کام دیتی رہی'' (شیخُ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی: ایک تاریخی وسوانحی مطالعہ ص ۳۳۵)

یہاں شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کو مسلمانوں ہی کی ایک تنظیم کے طور پر لیا جا رہا ہے۔

پاکستان بن جانے کے بعد یہ سوال اٹھا کہ ملک میں اگر اسلام نافذ کیا جائے، تو کون سے فرقے کا؟ اس چیز کو نفاذِ اسلام سے گریز کا ایک بہانہ بنا لیا گیا، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء، حکومتِ وقت اور ریاستی اداروں کو اپنے کچھ مشترکہ اور متفقہ اصول بتا دیں، چنانچہ اس مقصد کے

لیے ایک مشاورت کے نتیجے میں علماء نے دستور سازی میں راہ نمائی کے لیے بائیس متفقہ نکات پیش کیے، ان نکات کی تیاری اوران پر دستخط کرنے والوں میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء شامل تھے، شیعہ حضرات کی طرف سے دو نام یہاں قابلِ ذکر ہیں، مفتی جعفر حسین (مجتہد رکن بورڈ تعلیماتِ اسلام) اور مفتی کفایت حسین (مجتہد ادارہ عالیہ تحفظ حقوقِ شیعہ پاکستان) گویا اس سارے معاملے میں اہلِ تشیع باقی مکاتبِ فکر کے ساتھ چل رہے ہیں اور باقی مکاتبِ فکر بھی انہیں مسلمانوں کا ہی ایک طبقہ اور مکتبِ فکر سمجھ کر معاملہ کررہے ہیں۔

ختمِ نبوت کی تمام تحریکوں میں شیعہ حضرات، باقی مکاتبِ فکر کے ساتھ شریک رہے ہیں، 1974ء کی مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت، جس کے صدر مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تھے اس کے دو نائب صدر مولانا عبدالستار نیازی اور سید مظفر علی شمسی (شیعہ) تھے (طاہر رزاق: مرگِ مرزائیت ص ۱۵۸)

نوے (1990ء) کی دہائی میں جب ملی یک جہتی کونسل بنی، تو اس میں بھی شیعہ حضرات شامل تھے۔

اسی طرح اب پاکستان کے دینی مدارس کی تنظیموں کا ایک اتحاد ''اتحاد تنظیماتِ مدارسِ دینیہ'' موجود اور فعال ہے، جس میں شیعہ حضرات کا وفاقُ المدارس بھی شامل ہے۔

یاد رہے کہ یہ محض مذہبی تعلیمی اداروں کا اتحاد نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے دینی تعلیم کے اداروں کا اتحاد ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی مسیحی، یا قادیانی کے دینی درس گاہ کے اس اتحاد میں شامل ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

پھر ان دونوں فرقوں میں بحث مباحثوں اور مناظروں کا بازار بھی اگرچہ گرم رہا، لیکن خود ان مباحثوں میں حصہ لینے والے حضرات میں کئی سنجیدہ شخصیات کا یہ

احساس رہا کہ یہ مباحثے شائستگی کی حدود سے باہر نہیں نکلنے چاہئیں اور انہیں ماحول میں تلخی اور افتراق وانتشار کا باعث نہیں بننا چاہیے۔

پاکستان میں مولانا قاضی مظہر حسین چکوالوی رحمہ اللہ کا نام اہلِ تشیع کی تردید میں لکھنے کے حوالے سے بہت معروف ہے، ان کے والد مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ بھی اسی میدان کے شہسوار تھے، لیکن ان کے احساسات ان کے چند اقتباسات کی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ اندازہ ہو کہ ہر مکتبِ فکر میں ہمیشہ ایسے حضرات موجود رہے ہیں، جو ماحول کو تلخی تک پہنچانے سے گریزاں رہتے تھے۔

آگے ذکر کردہ اقتباسات کا پسِ منظر یہ ہے کہ ان کے زمانے کے احمد شاہ نامی ایک شیعہ عالم، جو پہلے سنی تھے، نے ایک اشتہار شائع کیا تھا، جس میں خلفاءِ ثلاثہ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) پر اعتراضات کیے گئے اور نامناسب زبان استعمال کی گئی تھی۔

اس کے جواب میں مولانا کرم الدین دبیر (والد مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ) نے ''السیف المسلول'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔

یہ ذہن میں رہے کہ احمد شاہ ہی کے نام کے ایک عیسائی ہو جانے والے شخص نے نعوذ باللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں ایک تکلیف دہ رسالہ لکھا تھا، جس کا ذکر دبیر صاحب کی بعض عبارات میں موجود ہے، دبیر صاحب اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''مشتہر صاحب (احمد شاہ) نے محض فرقہ اہلِ سنت والجماعت کا دِل دکھانے اور دونوں فرقوں (شیعہ وسنی) کے مابین تخمِ نفاق بونے کی غرض سے یہ اشتہار لکھ دیا ہے ...... افسوس کہ آج کل انقلابِ زمانہ سے ایسا تو کوئی مردِ خدا دنیا میں

ڈھونڈنے سے نہیں ملتا، جو بنی نوعِ انسان میں اتفاق اور اتحاد بڑھانے کی سبیل پیدا کرنے کی کوئی سعی کرے، لیکن اختلاف ڈالنے اور تفرقہ پیدا کرنے والے ہزاروں پہلوان ہر طرف گونجتے پھرتے ہیں''

یہ کسی سیاسی مصلح، یا یکسو مدرس کے الفاظ نہیں، بلکہ ایک میدانِ مناظرہ کے شہسوار کے احساسات ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

''چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے دوست احمد شاہ، جو فرقہ اہلِ سنت والجماعت کے گھر میں پیدا ہوئے اور انہی کے گھر میں پرورش پا کر علم سیکھا ہے، اب اگر کسی مصلحت، یا اتفاق سے وہ فرقہ شیعہ میں جا ملے ہیں، وہ اس بات کی کوشش کرتے کہ دونوں فرقوں میں رابطۂ اتحاد پیدا ہو اور باہمی اتفاق ومحبت کی صورت قائم ہو''

احمد شاہ عیسائی کے ساتھ ان شیعہ صاحب کا تقابل کرتے ہوئے موخر الذکر سے شکوہ کناں ہیں کہ انہیں مسلمان ہوکر ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیے تھا، اس کے بعد لکھتے ہیں:

''شیعہ وسنی دونوں فرقے ایک خدا کی پرستش کرنے والے، ایک نبی، ایک قرآن پر ایمان لانے والے اور ایک قبلہ کی طرف سر جھکانے والے ہیں، پھر افسوس ان دو ''متحدُ المقاصد '' فرقوں میں احمد شاہ شیعی، جیسے ریکروٹ نئے بھرتی ہونے والے حضرات اتحاد قائم نہیں رہنے دیتے''

پھر اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ ہر فرقے میں اس طرح کے جذباتی لوگ ہوتے ہیں، جو ماحول کی خرابی کا باعث بنتے ہیں، لکھتے ہیں:

''صاحبان! جب تک دونوں فرقوں میں ایسے مجذوبُ الخیال اور مسلوبُ الحواس لوگ چن چن کر'' کالا پانی'' نہ بھیج دیے جائیں، ان دونوں فرقوں میں

یکجہتی اور اتحاد قائم ہونا مشکل ہے‘‘۔

کالا پانی، یا جزائر انڈمان وہ جگہ تھی، جہاں انگریزی دور میں مجرموں بالخصوص ’’باغیوں‘‘ کو سزا بھگتنے کے لیے بھیجا جاتا تھا، یہ پھر ذہن میں رہے کہ یہ ایک ایسی شخصیت کی تحریر ہے، جو خود اہلِ تشیع کی تردید کے حوالے سے معروف ومشہور ہیں۔ مقصد ذکر کرنے کا یہ ہے کہ فرقہ وارانہ مباحثوں میں دلچسپی لینے والی شخصیات میں بھی ایسے لوگ موجود رہے ہیں، جو اختلاف کو اختلاف ہی رکھنا چاہتے تھے، جھگڑا نہیں بنانا چاہتے تھے۔

اپنی اس کتاب کے مقدمے میں صرف خود کو ہی امن کے خواہش مند کے طور پر پیش نہیں کیا، بلکہ اس بات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ دوسری طرف بھی اسی طرح کے جذبات رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

’’میں کبھی باور نہیں کرسکتا کہ دونوں فرقوں کے مہذَّب اور ’’اولی الابصار‘‘ لوگ ایسی نفاق انگیز تحریروں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے، بلکہ وہ تو ایسی مفسد تحریریں پڑھ کر جل بھُن جاتے ہوں گے، مگر کیا کریں، یہ لوگ کسی کے قابو میں نہیں کہ اپنے، یا بیگانے، کسی کی سنیں۔

مجھے یاد ہے کہ اسی اشتہار کی نسبت پچھلے دنوں ایک شیعہ بزرگ مولوی مہر محمد شاہ خوش نویس جہلم نے ’’سراج الاخبار‘‘ میں ایک مضمون شائع کروایا تھا، جس میں انہوں نے مُشتہر (احمد شاہ) صاحب کو بہت کچھ پھٹکار کی، اور ایسے شرمناک اشتہار کی اشاعت پر بہت افسوس ظاہر کیا اور اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ایمان بروئے آیاتِ قرآنی ثابت کر کے مشتہر صاحب کو نادم کیا اور بڑے زور سے دعوت دی کہ اگر اس کو اس بارہ میں کچھ شک ہے، تو ان سے زبانی مباحثہ کر کے اپنا

اطمینان کرلیں“

اس اقتباس میں ایک قابلِ توجہ بات تو یہ ہے کہ دوسرے فرقے کے پیشوا کو بھی ”بزرگ“ کے لقب سے یاد کیا جارہا ہے، دوسرے اس بیان سے اس تاثر کی بھی نفی ہوگئی کہ ہر ہر شیعہ حضراتِ خلفاءِ ثلاثہ کو برا بھلا کہتا، یا اسے استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے، بلکہ اس کے برعکس معلوم ہوا کہ اہلِ تشیع میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں، جو اپنے بعض لوگوں کے غلو کی اصلاح کرتے ہیں اور خلفاءِ ثلاثہ کا ایمان قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

اس کی تازہ ترین مثال یہ ہے کہ جب کویت کے ”یاسر“ نامی ایک عرب نے نعوذ باللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں افترا پردازیاں کیں، تو ایران کی اعلیٰ قیادت نے بھی اس کی سختی سے تردید کی، اور صراحتاً یہ کہا کہ اس طرح کا الزام نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگانا غلط ہے، بلکہ کسی بھی نبی کی بیوی کے بارے میں اس طرح کی لب کشائی جائز نہیں ہے (ماہنامہ ”الشریعہ“ گوجرانوالہ، صفحہ ۱۲ تا ۱۸، جون 2013ء، جلد 24، شمارہ 6، بعنوان ”برصغیر کی دینی روایت میں برداشت کا عنصر“)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا حوالہ

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی: تنظیمِ اسلامی، پاکستان) کی تحریرات اور مضامین میں ”شیعہ، سنی“ کے مسئلے پر کافی مواد موجود ہے، موصوف کے مضامین میں سے، چند اقتباسات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

جن میں کئی باتیں قابلِ اختلاف بھی ہوسکتی ہیں، لیکن بعض باتیں افادیت سے خالی نہیں، بشرطیکہ اختلاف کو اختلاف کی حدود میں رکھا جائے، اور کسی شخصیت سے کسی مسئلہ میں اختلاف کو اس کی ذات سے اختلاف کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔

موصوف اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ:

جہاں تک ''کتابُ اللہ'' کا تعلق ہے، تو اگرچہ اہلِ سنت کو، اہلِ تشیع کے بارے میں یہ شکوک وشبہات ہیں کہ وہ قرآن کو بھی صحیح نہیں مانتے، ان کی بعض کتابوں سے اس کے حوالے بھی دیے گئے ہیں، اور مولانا محمد منظور نعمانی نے اسی موضوع پر بڑی مفصل کتاب لکھی ہے، لیکن اہلِ تشیع کا عمومی موقف یہ ہے کہ نہیں، ہم اسی کتاب کو برحق مانتے ہیں، اور ہمیں ظاہر بات ہے کہ ان کا وہی موقف درست تسلیم کرنا چاہئے، جو اِن کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔............ [1]

لیکن جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصل قرآن وہی تھا، ان کے عقیدے کے مطابق وہ اصل قرآن اب دنیا میں کہیں نہیں ہے، اور اس کا نسخہ صرف ان کے امام غائب کے پاس ہے، جو روپوش ہیں، اور وہ جب ظاہر ہوں گے، تو اسے لے کر آئیں گے، یہ عقیدہ رکھنے والوں کے پاس بھی اس قرآن کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے، اور وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اُس وقت تک یہی مصحفِ عثمان ہی قرآن ہے، تو ہمیں انہی کے موقف پر بات طے کرنی چاہئے۔

باقی غالی قسم کے واعظین، جو باتیں کہتے رہتے ہیں، اور ایک دوسرے پر تکفیر کے تیر چلاتے رہتے ہیں، ان کو نظر انداز کرنا چاہئے۔

یہ چیزیں غالی واعظین اور مذہبی پیشہ ور قسم کے لوگوں کے اندر ہوتی ہی ہیں، اہلِ تشیع کا مستند موقف بہرحال یہی ہے کہ ہم اسی قرآن کو تسلیم کرتے ہیں (شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت اور اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کے بعض اہم اختلافات کی اصل حقیقت وحیثیت، ص۲۲، ۲۳، ملخصاً، باب دوم ''پاکستان میں شیعہ سنّی مفاہمت کی اہمیت اور اس کی ٹھوس بنیاد'' مطبوعہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، طبع سوم: فروری 2014ء)

---

[1] اس سلسلے میں بعض محققین کے حوالہ جات، پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں۔

موصوف اپنے ایک اور مضمون میں فرماتے ہیں کہ:

میں نے بار ہا کہا ہے اور اب بھی اس موقف پر قائم ہوں کہ مسلمانوں میں حقیقی فرقے صرف دو ہیں، ایک شیعہ اور دوسرا سُنّی، باقی تقسیمیں بھی اگرچہ موجود ہیں، اوران کے درمیان شاید محاذ آرائی بھی پائی جاتی ہے، تاہم وہ فرقے نہیں، بلکہ مختلف مکاتبِ فکر مسالک اور فقہی مذاہب ہیں، جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور سلفی وغیرہ۔......

اہلِ تسنن کی طرح اہلِ تشیع کی بھی ذیلی تقسیم موجود ہے، مثلاً اسماعیلی اور اثنا عشری وغیرہ (شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت اور اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کے بعض اہم اختلافات کی اصل حقیقت وحیثیت، ص۶۹، ۷۰، ملخصاً، باب دوم''سفرِ ایران کے مشاہدات اور تاثرات''مطبوعہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، طبع سوم: فروری 2014ء)

میں اہلِ تشیع کی ''مِن حیث الجماعة''تکفیر کا قائل نہیں ہوں، اور نہ ہی میرا ماضی میں کبھی یہ موقف رہا ہے، بلکہ میں انہیں مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ''سپاہِ صحابہ پاکستان'' کے بانی ''مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم'' کے جوش و جذبے اور خلوص و اخلاص کا میں بہت معترف اور قائل رہا ہوں، لیکن اہلِ تشیع کی تکفیر کے بارے میں ان کے موقف سے مجھے کبھی اتفاق نہیں رہا، چنانچہ میں نے کبھی ان کے موقف کی تائید وحمایت نہیں کی، ان کی وفات کے بعد ایک تعزیتی جلسہ میں تقریر کے لیے مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا، لیکن میں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں نے جب ان کی زندگی میں ان کے موقف کی تائید نہیں کی، تو ان کے انتقال پر اپنی سیاسی دوکان چمکانے کے لیے جلسہ میں تقریر کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔

جہاں تک انفرادی طور پر کسی شخصِ واحد کی تکفیر کا سوال ہے، تو اس میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی رائے کا قائل ہے، جو خلافِ اسلام ہے، لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کرتا، بلکہ اسے چھپاتا ہے، تو اس کی تکفیر بھی نہیں کی جاسکتی۔

البتہ کوئی شخص کسی خلافِ اسلام عقیدہ کا قائل ہو، اور اس کا برملا اظہار بھی کرتا ہو، تو اسے بلا ریب کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

قادیانیوں کو اگرچہ ''مِن حیث الجماعة'' کافر قرار دیا گیا ہے، لیکن ان کا معاملہ اہلِ تشیع سے بالکل مختلف ہے، اس لیے کہ انہوں نے برملا کہا تھا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں (ایضاً صفحہ ۷۱، ۷۲)

جہاں تک اہلِ تشیع کے ''امامتِ معصومہ'' کے عقیدہ کا تعلق ہے، وہ میرے نزدیک بالکل بے بنیاد اور سراسر غلط ہے، اس لیے کہ میرے نزدیک ''معصومیت'' صرف خاصۂ نبوت ورسالت ہے، اب چونکہ نبوت ورسالت کا دروازہ ابدُ الآباد تک بند ہو چکا ہے، اس لیے ''معصومیت'' کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، چنانچہ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمانِ غنی اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اگرچہ انتہائی برگزیدہ اور قابلِ احترام ہستیاں تھیں، لیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی کو بھی ''معصومیت'' کی صفت سے متصف قرار نہیں دیا جا سکتا، ان سے بھی اجتہادی خطائیں ہو سکتی تھیں۔

اس عقیدہ کے حوالے سے تین باتیں قابلِ غور ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ اگرچہ اہلِ تشیع، امامتِ معصومہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور اپنے ائمہ کے بعض ایسے خصائص اور صفات قرار دیتے ہیں، جو صرف نبوت کا خاصہ ہیں، تاہم وہ ائمہ کو نبی کے ہم پلہ نہیں کہتے، چنانچہ امامتِ معصومہ کا تصور

بہر حال نبوت سے کم تر درجے کی چیز ہے، اس لیے اس بنا پر ان کی تکفیر نہیں کی جا سکتی، دیکھئے قانونی اعتبار سے اصول یہ ہے کہ کسی جرم پر سزا دینے کے لیے اس جرم کی کوئی مقدار معین ہوتی ہے، مثلاً اسلام میں چوری کی سزا قطعِ ید ہے، لیکن اس کے لیے وضاحت کی گئی ہے کہ کتنی بڑی چوری پر اس سزا کا اطلاق ہوگا، اور کون کون سی چوریاں اس سزا سے مستثنیٰ ہوں گی، مثال کے طور پر مشترکہ مال میں سے چوری پر ہاتھ نہیں کٹے گا، اگر کوئی شخص سڑک پر مال ڈال دیتا ہے، وہ غیر محفوظ ہے، اگر اسے کوئی شخص اٹھا کر لے جاتا ہے، تو اس پر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس سے کم تر سزا دی جائے گی۔

کچھ اسی طرح کا معاملہ امامتِ معصومہ کا ہے کہ اس میں نبوت کی کچھ خصوصیات تو یقیناً مانی جاتی ہیں، لیکن اسے نبوت تو نہیں مانا جاتا، لہٰذا اس سے شدید اختلاف کیا جا سکتا ہے، اسے انتہائی ضلالت و گمراہی قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن اس بناء پر کسی کی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔

دوسرے یہ کہ امامتِ معصومہ کا وہ تصور جس کی بناء پر امام کو نبی کا مقام دیا جاتا ہے، وہ بالفعل صرف آغا خانیوں کے ساتھ مخصوص ہے، جن کے امام حاضر پرنس کریم آغا خان ہیں، وہ جب پاکستان آتے ہیں، تو انہیں صدر مملکت کی طرح پروٹوکول دیا جاتا ہے، انہیں C130 جہاز دیا جاتا ہے، جس کے ذریعے وہ اسلام آباد سے گلگت اور چترال جاتے ہیں، انہیں معصوم عن الخطاء سمجھا جاتا ہے، احکامِ شریعت میں کمی بیشی اور حلال وحرام کے بارے میں انہیں صاحبِ اختیار تسلیم کیا جاتا ہے اور ان کی ہر بات قابلِ اتباع سمجھی جاتی ہے۔

امامتِ معصومہ کا یہ عقیدہ تو بلا شبہ بد ترین گمراہی ہے، لیکن یہ صرف آغا خانیوں کے ساتھ خاص ہے۔

تیسرے یہ کہ ہمارے ہاں کے اثنا عشری شیعہ اور اہلِ سنت کے درمیان، اس اعتبار سے تھوڑا فرق رہ جاتا ہے کہ ان کے پہلے گیارہ امام تو اسلام کے ابتدائی اڑھائی سو برسوں کے دوران آ گئے، لیکن ان کا بارہواں امام معصوم ابھی تک غائب ہے، گویا وہ ساڑھے بارہ سو برس سے کسی ایسے امام کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں، جو معصوم عن الخطاء ہو، جس کا حکم ماننا لازم ہو، جس کو مامور من اللہ سمجھا جائے، اور جو قرآن کی تشریح وتوضیح کر سکے، چنانچہ اب ان کے لیے صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ اجتہاد کریں، یہ اجتہاد ہمارے اور ان کے مابین مشترک ہے، ہم بھی کتاب وسنت سے اجتہاد کریں گے اور وہ بھی کتاب وسنت سے اجتہاد کریں گے، البتہ ان کے سنت کے ذرائع (Sources) ہم سے مختلف ہیں (ایضاً صفحہ ۷۲ تا ۷۳)

جہاں تک الامام المہدی کی شخصیت کا تعلق ہے، اس پر اہلِ سنت اور اہلِ تشیع دونوں کا اس اعتبار سے اتفاق ہے کہ قیامت سے قبل ایک بڑی شخصیت ظاہر ہو گی، البتہ اس بارے میں ہمارے اور اہلِ تشیع کے نقطۂ نظر میں یہ فرق ہے کہ ہم مہدی کو ''مجدد'' مانتے ہیں، میرے نزدیک وہ آخری اور کامل مجدد ہوں گے۔

جبکہ اہل تشیع سمجھتے ہیں کہ وہ بارہ سو برس سے روپوش رہنے والے امام غائب ہیں، جو ظاہر ہوں گے، گویا وہ انہیں معصوم بھی سمجھتے ہیں، لیکن ہم معصوم نہیں سمجھتے (ایضاً صفحہ ۷۴)

جہاں تک قرآن حکیم کی محفوظیت کا تعلق ہے، اس پر کم از کم اہل تشیع کے وہ علماء جو اس وقت ایران میں برسرِ اقتدار ہیں، قطعاً کسی شک وشبہ کا اظہار نہیں کرتے، ان کے علاوہ کسی کے ذہن میں کوئی اشکال ہو، تو دوسری بات ہے (ایضاً صفحہ ۷۵)

اہلِ تشیع کے ہاں جو مختلف ذیلی فرقے ہیں، ان میں ایک ''زیدی شیعہ'' کہلاتے

ہیں، یہ لوگ بھی معتدل رائے کے قائل ہیں، یہ لوگ تفضیلی ہیں، یعنی ان کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ خلافت، حضرت علی کا حق تھا، لیکن جب انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت قبول کر لی، تو اب اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت بھی برحق ہے، چنانچہ وہ ان خلفائے راشدین کو غاصب نہیں کہتے، صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔

اِس وقت موجودہ ایران میں جدید دانشوروں کی اکثریت کو میں نے اس ضمن میں معتدل پایا ہے، علماء میں سے بھی بعض معتدل ہیں، البتہ بعض ابھی تک غالی ہیں، عوام کی غالب اکثریت غالی شیعوں پر مشتمل ہے۔

معتدل شیعہ کے حوالے سے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ہمارے محدثین نے ان کی روایات کو قبول کیا ہے، خاص طور پر امام بخاریؒ کے بارے میں کتبِ تاریخ میں آتا ہے کہ انہوں نے بہت سے معتدل شیعہ راویوں سے روایات قبول کی ہیں، اور بخاری شریف میں درج کی ہیں۔

یہ طرزِ عمل ہمارے محدثین کے اعتدال کی علامت ہے، اسی بناء پر اہلِ سنت کا ایک متشدد گروہ، جو حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو حریصِ اقتدار قرار دیتا ہے، صحیح بخاری کی روایات پر اعتراض کر رہا ہے (ایضاً صفحہ ۷۹)

میرے نزدیک پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر ''نیو ورلڈ آرڈر'' یعنی نئے عالمی یہودی مالیاتی استعمار کا سدِ باب اس وقت تک ممکن ہی نہیں، جب تک کہ اہلِ تشیع اور اہلِ تسنن کے مابین مفاہمت نہ ہو جائے، چنانچہ میرے نزدیک شیعہ سنی مفاہمت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے (ایضاً صفحہ ۸۳)

احیائے اسلام اور غلبۂ دینِ حق کے لیے شیعہ سنی مفاہمت اور اتحاد کا میں سختی سے

پہلے بھی قائل تھا اور اب مزید قائل ہوتا جا رہا ہوں، اس لیے کہ اس کے بغیر نہ یہاں اسلام آ سکتا ہے اور نہ ہی نیو ورلڈ آرڈر کے زیرِ عنوان نئے عالمی یہودی مالیاتی استعمار کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا راستہ روکا جا سکتا ہے (ایضاً صفحہ ۸۵،۸۶)

ہم یہ پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ کسی بھی شخص کی رائے سے اختلاف کی گنجائش ہوسکتی ہے، نبیوں کے علاوہ کسی اور انسان کی قطعی معصومیت کے اہل السنۃ قائل نہیں۔

''ملی یکجہتی کونسل'' اور ''اعلامیہ مکہ وعمان'' کا حوالہ

''رسا نیوز ایجنسی'' میں 24/ فروری/ 2015ء کو درجِ ذیل مضمون شائع ہوا:

''ملی یکجہتی کونسل'' کے صدر صاحبزادہ ڈاکٹر محمد ابو الخیر زبیر اور سیکریٹری جنرل لیاقت بلوچ نے اپنے ایک متفقہ بیان میں بیان کیا کہ کسی بھی مسلّمہ اسلامی مکتبِ فکر کی تکفیر جائز نہیں، عالمِ اسلام کے تمام ذمہ دار علماء اور دینی ادارے اہلِ تسنن اور اہلِ تشیع کے مسلَّمہ مکاتبِ فکر کو مسلمان قرار دے چکے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ ذرائع ابلاغ میں ایک گروہ کی جانب سے ایسا موقف پیش کیا جا رہا ہے، جو ملک بھر کے اکابر وجید علماء ومفتیانِ کرام اور مشائخِ عظام کے متفقہ موقف کی نفی پر مبنی ہے۔

''ملی یکجہتی کونسل پاکستان'' کے رہنماؤں نے مزید کہا کہ ''ملی یکجہتی کونسل پاکستان'' جس میں پاکستان کے تمام مسالک کے جید علماء اور اہم مذہبی تنظیمیں شامل ہیں، امت کے اتحاد ووحدت کی ترویج اور انتہا پسندانہ تکفیری روش کے خلاف مسلسل جدوجہد کر رہی ہے۔

انھوں نے یاددہانی کرتے ہوئے بیان کیا کہ تاریخی متفقہ بائیس نکات پر دستخط کرنے والے علماء میں تمام شیعہ، سنی، مکاتبِ فکر کے جید علمائے کرام اور مفتیانِ

عظام شامل تھے۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور تحریک ختمِ نبوت کی جدو جہد میں بھی تمام مسالک کے علماء ہمیشہ شریک رہے ہیں۔

مزید برآں ملی یکجہتی کونسل پاکستان کے ضابطۂ اخلاق میں ممتاز شیعہ، سنی علمائے کرام اور مفتیانِ عظام نے ایک دوسرے کی تکفیر نہ کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔

کونسل کے مرکزی راہنماؤں نے ذرائعِ ابلاغ میں حقائق کی نشر و اشاعت کے لیے عالمی حیثیت کے حامل دو اہم اعلانات جاری کیے ہیں، جن میں عالمی سطح کے جید علمائے کرام نے تمام شیعہ، سنی مسلّمہ مکاتبِ فکر کی تکفیر کو ناجائز قرار دے رکھا ہے۔

یہ دو اہم دستاویزات ''اعلانِ مکہ'' اور ''اعلانِ عمان'' کے نام سے شہرت رکھتی ہیں، ان دونوں اعلامیوں کو اسلامی نظریاتی کونسل اپنی رپورٹ ''اسلام اور انتہا پسندی'' میں شامل کر کے شائع کر چکی ہے:

اعلانِ عمان:

اردن کے دارُالحکومت عمان میں 27 تا 29 جمادی الاولیٰ 1426ھ ، 4 تا 6 جولائی 2005ء کو ''اسلام کی حقیقت اور معاصر معاشرے میں اس کا کردار'' کے عنوان سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں یہی موقف اختیار کیا گیا اور ان فتاویٰ اور کانفرنس کی سفارشات کو بنیاد بنا کر کانفرنس نے ''اعلانِ عمان'' کے نام سے ایک بیان جاری کیا۔

اس اعلان کا متن مع ترجمہ قبل ازیں اسلامی نظریاتی کونسل کی 2006ء میں شائع ہونے والی رپورٹ اسلام اور دہشت گردی میں بھی شامل کیا جا چکا ہے:

وفقاً لما جاء فی فتوی فضیلة الامام الأكبر شیخ الأزهر المكرّم،

وفتوى سماحة آية الله العظمى السيد على السيستانى الأكرم، وفتوى فضيلة مفتى الديار المصرية الاكرم، وفتاوى المراجع الشيعية الأكرمين (الجعفرية والزيدية)،وفتوى فضيلة المفتى العام لسلطنة عمان الأكرم، وفتوى مجمع الفقه الاسلامى الدولى (منظمة المؤتمر الاسلامى. جدة، المملكة العربية السعودية)،وفتوى المجلس الأعلى للشؤون الدينية التركية،وفتوى فضيلة مفتى المملكة الأردنية الهاشمية ولجنة الافتاء الأكرمين فيها، وفتوى فضيلة الشيخ الدكتور يوسف القرضاوى الأكرم ،ووفقاً لما جاء فى خطاب صاحب الجلالة الهاشمية الملك عبدالله الثانى ابن الحسين ملك المملكة الأردنية الهاشمية فى افتاح مؤتمرنا ،ووفقاً لعلمنا الخالص لوجه الله الكريم.

ووفقاً لما قدم فى مؤتمرنا هذا من بحوث ودراسات ومادار فيه من مناقشات، فاننا، نحن الموقعين أدناه،نعرب عن توافقنا على مايرد تالياً، واقرارنا به:

انّ كل من يتبع أحد المذاهب الأربعة من أهل السنّة والجماعة (الحنفى،والمالكى ، والشافعى،والحنبلى)والمذهب الجعفرى، والمذهب الزيدى، والمذهب الاباضى،والمذهب الظاهرى، فهومسلم، ولا يجوز تكفيره، ويحرم دمه وعرضه وماله. وأيضاً،ووفقاً لما جاء فى فتوى فضيلة شيخ الأزهر،لايجوز تكفير أصحاب العقيدة الأشعرية، ومن يمارس التصوف

الحقیقی. وکذلک لایجوز تکفیر أصحاب الفکر السلفی الصحیح. کمالا یجوز تکفیر أی فءۃ أخری من المسلمین تؤمن باللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ وبرسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأرکان الایمان، وتحترم أرکان الاسلام، ولا تنکر معلوماً من الدین بالضرورۃ. (اعلان عمان)

ترجمہ: عزتِ مآب امامِ اکبر مکرم جناب شیخ الازھر کے فتوے، سماحۃ آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کے فتوے، دیارِ مصر کے مفتی اعظم کے فتوے، شیعیانِ جعفریہ وزیدیہ کے قابلِ احترام مراجع کے فتاویٰ، سلطنتِ عمان کے مفتیُ العام عزتِ مآب کے فتوے، بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی (اسلامی کانفرنس تنظیم، جدہ، سعودی عرب) کے فتوے، ترکی کی سپریم کونسل برائے دینی امور کے فتوے، اردن کی سلطنتِ ہاشمیہ کے مفتی اعظم اور فتویٰ کمیٹی کے مفتیانِ کرام کے فتوے، اور عزتِ مآب جناب ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے فتوے کے مطابق ہماری اس کانفرنس میں سلطنتِ ہاشمیہ اردن کے عزتِ مآب بادشاہ عبداللہ ثانی بن حسین کے افتتاحی خطاب کے مطابق:

خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہمارے علم کے مطابق، اور ہماری اس کانفرنس میں پیش کیے گئے مقالات، لیکچرز اور مذاکرات کے مطابق ہم زیرِ دستخطی درجِ ذیل بیان سے اتفاق کرتے اور اس کا اقرار کرتے ہیں:

جو شخص اہلِ سنت والجماعت کے مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کسی ایک، یا مذہبِ جعفری، مذہبِ زیدی، مذہبِ اباضی یا مذہبِ ظاہری کی اتباع کرے، وہ مسلمان ہے اور اس کی تکفیر جائز نہیں ہے، اس کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال حرام ہے، اور جناب شیخ الازھر کے فتوے کے مطابق اشعری

عقیدہ رکھنے والوں، حقیقی تصوف سے شغف رکھنے والوں، اور صحیح سلفی فکر رکھنے والوں میں سے بھی کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے، جیسا کہ مسلمانوں کی کسی بھی ایسی جماعت کی تکفیر جائز نہیں ہے، جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اورارکانِ اسلام پر ایمان رکھتی ہو، ارکانِ اسلام کا احترام کرتی ہو، اوردین کی جو باتیں بالضرورۃ معلوم ہیں، ان میں سے کسی کا انکار نہ کرتی ہو‘‘

اعلامیہ مکہ:

اسلامی کانفرنس تنظیم اور مجمع فقہِ اسلامی کی دعوت پر 19 اکتوبر 2006 کو عراق کے 50 ممتاز شیعہ، سنی علماء ’’مکہ‘‘ میں اکٹھے ہوئے اورانھوں نے عراق کی پرتشدد اور خون ریز صورتِ حال پر غوروفکر کیا اور ایک اہم فتویٰ جاری کیا، اس تاریخی دستاویز پر اسلامی کانفرنس تنظیم کے سیکرٹری ’’اکملُ الدین احسان اوغلوٗ‘‘ مجمع فقہِ اسلامی کے سیکرٹری ’’محمد حبیب بن خوجہ‘‘ عالمی مجلس برائے تقریبِ مذاہبِ اسلامی کے سیکرٹری ’’آیتُ اللہ تسخیری‘‘ اور علمائے اسلام کی عالمی یونین کے سیکرٹری ’’محمد سلیم العوا‘‘ نے گواہ کی حیثیت سے دستخط کیے۔

یہ اعلامیہ دس نکات پر مشتمل ہے، ہم ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

مسلمان وہ ہے، جو اللہ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دے، یہ بنیادی اصول ’’شیعہ اور سنی‘‘ دونوں پر بلا استثنا مساوی طور پر لاگو ہوتا ہے، ان دونوں مکاتبِ فکر کے ’’مشترکات‘‘ ان کے ’’مختلفات‘‘ سے کئی گنا زیادہ ہیں، دونوں کے اختلافات کا تعلق فقط رائے اور تعبیر سے ہے۔

ان کے اختلافات کا تعلق ایمان، یا ارکانِ اسلام سے نہیں ہے۔

مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور شہرت قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں حرمت کی حامل ہے، لہٰذا مسلمان مرد ہو، یا عورت شیعہ ہو، یا سنی، اُسے قتل کرنا،

اُسے نقصان پہنچانا، اُس پر تشدد کرنا، اُس کے مال اور جائیداد پر حملہ کرنا، اسے بے گھر کرنا، یا اُسے اغوا کرنا جائز نہیں۔

تمام عبادت خانے محترم ہیں، جن میں مساجد اور تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے غیر مسلموں کے عبادت خانے شامل ہیں۔

شیعہ وسنی علماء کو چاہیے کہ اتحاد و یکجہتی کے اصولوں پر قائم رہیں۔

نیز وہ قرآنی آیات ''والصلح خیر'' اور ''تعاونوا علی البر والتقوی'' کی روشنی میں قومی اتفاق کے حصول کے لئے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لائیں (رسا نیوز ایجنسی)

مجمع الفقہ الاسلامی کے عمان میں منعقدہ اجلاس کی مکمل قرارداد، عربی زبان میں شائع بھی ہو چکی ہے۔ [1]

---

[1] وقد بحث مجلس مجمع الفقه الإسلامي الدولي هذا الموضوع في دورته السابعة عشرة الأخيرة بعمّان عاصمة المملكة الأردنية الهاشمية المنعقدة في 28جمادى الأولى إلى 2جمادى الآخرة 1427هـ الموافق 28-24حزيران (يونيو) 2006 م ، وأصدر قراراً مطولاً ومهماً حول هذا الموضوع ، وهذا نصّ عناصره وفقراته :

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه أجمعين ..

قرار رقم 152 (1/17)

بشأن الإسلام والأمة الواحدة، والمذاهب العقدية والفقهية والتربوية.إن مجلس مجمع الفقه الإسلامي الدولي المنبثق عن منظمة المؤتمر الإسلامي المنعقد في دورته السابعة عشرة بعمان استماعه إلى المناقشات التي دارت حوله، واستعراض قرارات المؤتمر الإسلامي الدولي الذي عقد عام 1425هـ/2005م، والذي دعا لدراسة وتبني المبادء التي حوتها رسالة عمّان، والتي تبناها منتدى العلماء والمفكرين الذي عقد بمكة المكرمة تمهيداً لمؤتمر القمة الإسلامي الاستثنائي الثالث.

قرر ما يأتي :أولاً :إن البحوث التي أُعدت في هذا الموضوع تتفق كلها على القواعد الأساسية العامة للإسلام، وتعتبر المذاهب العقدية والفقهية والتربوية اجتهادات لعلماء الإسلام قصد تيسير العمل به، وهي تتجه كلها إلى بناء وحدة الأمة وإثرائها فكراً

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز 20و21، اکتوبر 2006ء کو مکہ مکرمہ میں سنی اور شیعہ علماء کی طرف سے جو فیصلہ کیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتحقيقاً لرسالة الإسلام الخالدة، وتتلاقى بحوث هذا الموضوع مع الدراسات التى قدمت مضامين (رسالة عمّان) المشتملة على بيان وتوضيح حقيقة الإسلام ودوره فى المجتمع المعاصر، وهى تستحق التقدير والإشادة بجهود جلالة الملك عبد الله الثانى ابن الحسين، حفظه الله، ملك المملكة الأردنية الهاشمية، فى تبنيها والتعريف بها على نطاق عالمى واسع .

ثانياً :تأكيد القرارات الصادرة عن المؤتمر الإسلامى الدولى الذى عقد فى عمّان (المملكة الأردنية الهاشمية) تحت عنوان (حقيقة الإسلام ودوره فى المجتمع المعاصر) للتوافق بينها وبين ما اشتملت عليه الأبحاث والمناقشات فى الموضوع . وقد أشارت ديباجة هذه القرارات إلى الفتاوى والقرارات الصادرة من هيئات الفتوى وكبار العلماء فى المذاهب المتعددة بتأييد تلك القرارات، وهى :

إنّ كلّ من يتبع أحد المذاهب الأربعة من أهل السُنة والجماعة (الحنفى والمالكى، والشافعي، والحنبلى) والمذهب الجعفرى، والمذهب الزيدى والمذهب الإباضى، والمذهب الظاهرى، هو مسلم، ولا يجوز تكفيره .ويحرم دمه وعرضه وماله .وأيضاً، ووفقاً لما جاء فى فتوى شيخ الأزهر لا يجوز تكفير أصحاب العقيدة الأشعرية، ومن يمارس التصوّف الحقيقى .وكذلك لا يجوز تكفير أصحاب الفكر السلفى الصحيح .

كما لا يجوز تكفير أى فئة من المسلمين تؤمن بالله سبحانه وتعالى وبرسوله r وأركان الإيمان، وأركان الإسلام، ولا تنكر معلوماً من الدين بالضرورة .

إنّ ما يجمع بين المذاهب أكثر بكثير مما بينها من الاختلاف .فأصحاب المذاهب الثمانية متفقون على المبادء الأساسية للإسلام .فكلّهم يؤمنون بالله سبحانه وتعالى، واحداً أحداً، وبأنّ القرآن الكريم كلام الله المنزَّل المحفوظ من الله سبحانه والمصون عن التحريف، وبسيدنا محمد عليه الصلاة والسلام نبياً ورسولاً للبشرية كافّة .وكلّهم متفقون على أركان الإسلام الخمسة :الشهادتين، والصلاة، والزكاة، وصوم رمضان، وحج البيت، وعلى أركان الإيمان :الإيمان بالله، وملائكته، وكُتبه، ورُسله، واليوم الآخر، وبالقدر خيرّه وشرّه .واختلاف العلماء من أتباع المذاهب هو اختلاف فى الفروع وبعض الأصول، وهو رحمة .وقديماً قيل :إنّ اختلاف العلماء فى الرأى رحمة واسعة(دعوة إلى كلمة سواء بين المذاهب الإسلامية،محاولة فى التقريب والتعاون،بين مذاهب الأمة الإسلامية،محاضرة الأستاذ الدكتورعبداللطيف ،الشيخ توفيق الشيرازى الصباغ،أستاذ الإسلاميات فى جامعتى دمشق وبنغازى سابقاً،أستاذ الفرق والأديان والمذاهب المعاصرة ،فى كلية الآداب بجامعة الملك عبدالعزيز بجدة سابقاً،ص ٢٠)

گیا، وہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ ل

(علماء دين شيعة وسنة يوقعون "وثيقة مكة "لحقن الدماء فى العراق)
عقد الجمعة/ السبت 2006-20-21في مكة المكرمة بجوار الحرم المكى الشريف لقاء ضم كبار القيادات الدينية السنية والشيعية فى العراق بمبادرة من منظمة المؤتمر الاسلامى ممثلة فى مجمع الفقه الاسلامى حيث تم خلال اللقاء التوقيع على نص وثيقة مكة المكرمة التى تستهدف حقن دماء المسلمين فى العراق وما يتبع ذلك من "اقتتال طائفى "واعمال "تشريد وترويع."
وبدأ اللقاء بتلاوة آيات من القرآن الكريم ثم القى الامين العام لمنظمة المؤتمر الاسلامى الدكتور اكمل الدين احسان أوغلى كلمة أوضح فيها أن "هذا اليوم مشهود مبارك من أيام الله تبارت للوصول اليه همم ثلة من المسلمين الخيريين للتوافق على حقن الدماء المراقة ووقف ازهاق الارواح البريئة والقضاء على الفتنة وصد تيار المحن التى ابتلى بها الاخوة فى العراق وشكراً الله عز وجل أن يسر هذا اللقاء المبارك فى هذه البقعة المباركة فى هذا الشهر الفضيل بما انجح مسعى المنظمة وسدد خطانا."
وتابع أوغلى "لقد رأينا أن علينا فى منظمة المؤتمر الاسلامى ونحن نستشعر مسؤوليتنا أمام الله وأمام الأمة الاسلامية وأمام التاريخ أن ننهض بجهد خاص فى سبيل مجابهة تيار هذه الفتنة فى العراق قبل أن يزيد استفحالها وذلك عن طريق القيام بعمل خالص لوجه الله تعالى لا نبتغى منه سوى مرضاته وخير العراق وشعبه وخير العالم الاسلامى كله فالفتنة أشد من القتل ساعين الى حقن الدماء ووقف أسباب الصدام المذهبى أو الطائفى واقتلاع جذوره."
واضاف يقول" :ولما كان أحد أسباب الخلل الأمنى فى العراق مرده الى ترويج أفكار دينية مغلوطة ومدسوسة على الدين الاسلامى الحنيف بتكفير المسلمين الذين يشهدون لا إله الا الله وأن محمد رسول الله كان من الواضح ان العلماء هم أولى الناس للتصدى لهذه الافتراء ات وتكذيبها وتنبيه من وقعوا فى شباكها الى مغبة أعمالهم وصرفهم عن اقترافها باعتبار أن ذالك فرض عين على علماء الدين للقيام بهذا التنبيه والزجر."
واختتم حديثه قائلا" :حمد الله أن سعى منظمة المؤتمر الاسلامى فى هذا السبيل قد بلغ غايته وتمكن الاخوة من افاضل كبار المرجعيات الدينية وعلماء المسلمين و الشيعة و السنة من الاجتماع تحت سقف مجمع الفقه الاسلامى الدولى التابع للمنظمة والتوافق على نص و ثيقة تبين لكل مسلم عراقى حقيقة موقف الدين وحكم الشرع مما يجرى من سفك للدماء واقتراف اثام و معاصى."
نص وثيقة مكة المكرمة
عقب ذلك تلى الأمين العام لمنظمة المؤتمر الاسلامى الدكتور اكمل الدين احسان أوغلى وثيقة مكة المكرمة فى الشأن العراقى فيما يلى نصها.
الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على رسول الله محمد وآله وصحبه أجمعين .
وبعد ..بناء على ما آلت إليه الأوضاع فى العراق وما يجرى فيه يوميا من إهدار للدماء وعدوان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''عالمی اسلامی اتحاد کانفرنس'' کا حوالہ

دسمبر 2018ء کی 12 اور 13 تاریخ کو مکہ مکرمہ میں ''عالمی اسلامی اتحاد کانفرنس'' منعقد ہوئی، جس کے متعلق ''Dailyhunt'' میں ڈاکٹر بدر الحسن القاسمی (کویت) کا درجِ ذیل تبصرہ شائع ہوا:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على الأموال والممتلكات تحت دعاوى تتلبس برداء الإسلام والإسلام منها براء، وتلبية لدعوة الأمين العام لمنظمة المؤتمر الإسلامى، وتحت مظلة مجمع الفقه الإسلامى الدولى التابع للمنظمة .نحن علماء العراق من السنة والشيعة، اجتمعنا فى مكة المكرمة، فى رمضان من عام 1427هـ وتداولنا فى الشأن العراقى، وما يمر به أهله من محن ويعانونه من كوارث، وأصدرنا الوثيقة الآتى نصها:

أولا :المسلم هو من شهد أنه لا إله لا الله وأن محمدا رسول الله، وهو بهذه الشهادة يعصم دمه وماله وعرضه إلا بحقها وحسابه على الله .ويدخل فى ذلک السنة والشيعة جميعا، والقواسم المشتركة بين المذهبين أضعاف مواضع الاختلاف وأسبابه .والاختلاف بين المذهبين ـ أينما وجد ـ هو اختلاف نظر وتأويل وليس اختلافا فى أصول الإيمان ولا فى أركان الإسلام .ولا يجوز شرعا لأحد من المذهبين أن يكفر أحدا من المذهب الآخر .لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم "من قال لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما "ولا يجوز شرعا إدانة مذهب بسبب جرائم بعض أتباعه.

ثانيا :دماء المسلمين وأموالهم وأعراضهم عليهم حرام .قال الله تعالى "ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذابا عظيما "وقال النبى صلى الله عليه وسلم "كل مسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه "وعليه فلا يجوز التعرض لمسلم شيعى أو سنى بالقتل أو الإيذاء، أو الترويع أو العدوان على ماله أو التحريض على شىء من ذلک، أو إجباره على ترک بلده أو محل إقامته أو اختطافه أو أخذ رهائن من أهله بسبب عقيدته أو مذهبه ومن يفعل ذلک برئت منه ذمة المسلمين كافة مراجعهم وعلماؤهم وعامتهم.

ثالثا :لدور العبادة حرمة .وهى تشمل المساجد والحسينيات وأماكن عبادة غير المسلمين .فلا يجوز الاعتداء عليها أو مصادرتها أو اتخاذها ملاذا للأعمال المخالفة للشرع ويجب أن تبقى هذه الأماكن فى أيدى أصحابها وأن يعاد إليهم ما اغتصب منها وذلک كله عملا بالقاعدة الفقهية المسلمة عند المذاهب كافة أن "الأوقاف على ما اشترطه أصحابها "وأن "شرط الواقف كنص الشارع "وقاعدة أن "المعروف عرفا كالمشروط شرطا."

رابعا :إن الجرائم المرتكبة على الهوية المذهبية كما يحدث فى العراق هى من الفساد فى الأرض الذى نهى الله عنه وحرمه فى قوله تعالى "وإذا تولى سعى فى الأرض ليفسد فيها ويهلک الحرث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’دسمبر 2018ء کی 12 اور 13 تاریخ کو مکہ مکرمہ میں ایک بڑی عالمی کانفرنس منعقد ہوئی، جس کا عنوان ’’عالمی کانفرنس برائے اسلامی اتحاد، افرادِ امت کوملت سے خارج کرنے کے نقصانات، وطنی حکومت کے تصوراوراس کی مشترکہ قدروں کی حمایت‘‘ رکھا گیا تھا۔

کانفرنس کا انعقاد ’’رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ‘‘ کی دعوت پر اور سعودی عرب کے بادشاہ معظم کی سرپرستی میں ہوا، اوراس کا افتتاح مکہ مکرمہ کے گورنر شہزادہ خالد الفیصل نے کیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والنسل والله لا يحب الفساد "وليس اعتناق مذهب، أيا ما كان، مسوغا للقتل أو العدوان ولو ارتكب بعض أتباعه ما يوجب عقابه إذ "ولا تزر وازرة أخرى ."

خامسا :يجب الابتعاد عن إثارة الحساسيات والفوارق المذهبية والعرقية والجغرافية واللغوية ، كما يجب الامتناع عن التنابز بالألقاب وإطلاق الصفات المسيئة من كل طرف على غيره، فقد وصف القرآن الكريم مثل هذه التصرفات بأنها فسوق قال تعالى "ولا تلمزوا أنفسكم ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإيمان ومن لم يتب فأولئك هم الظالمون."

سادسا :ومما يجب التمسك به وعدم التفريط فيه ، الوحدة والتلاحم والتعاون على البر والتقوى وذلك يقتضي مواجهة كل محاولة لتمزيقها قال تعالى "إنما المؤمنون إخوة "وقال "وان هذه أمتكم أمة واحدة وأنا ربكم فاتقون "ومن مقتضى ذلك وجوب احتراز المسلمين جميعا من محاولات إفساد ذات بينهم وشق صفوفهم وإحداث الفتن المفسدة لنفوس بعضهم على البعض الآخر .

سابعا :المسلمون من السنة والشيعة عون للمظلوم ويد على الظالم ، يعملون بقول الله تعالى "إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذى القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي يعظكم لعلكم تذكرون "ومن أجل ذلك يجب العمل على إنهاء المظالم وفى مقدمتها إطلاق سراح المختطفين الأبرياء والرهائن من المسلمين وغير المسلمين .وإرجاع المهجرين إلى أماكنهم الأصلية.

ثامنا :يذكر العلماء الحكومة العراقية بواجبها فى بسط الأمن وحماية الشعب العراقى وتوفير سبل الحياة الكريمة له بجميع فئاته وطوائفه ، وإقامة العدل بين أبنائه ، ومن أهم وسائل ذلك إطلاق سراح المعتقلين الأبرياء ، وتقديم من تقوم بحقه أدلة جنائية إلى محاكمة عاجلة عادلة وتنفيذ حكمها ، والأعمال الدقيق لمبدأ المساواة بين المواطنين.

تاسعا :يؤيد العلماء من السنة والشيعة جميع الجهود والمبادرات الرامية إلى تحقيق المصالحة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ارضِ حرم کی نسبت ہی ایسی ہے کہ ادنیٰ اشارہ پر ساری دنیا سے لوگ کشاں کشاں چلے آتے ہیں، چنانچہ شرکائے کانفرنس کی تعداد ایک ہزار دوسو (1200) بتلائی گئی، جو دنیا کے ملکوں کی شہریت رکھنے والے تھے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوطنية الشاملة في العراق عملا بقوله تعالى "والصلح خير" وبقوله "وتعاونوا على البر والتقوى."

عاشرا: المسلمون السنة والشيعة يقفون بهذا صفا واحدا للمحافظة على استقلال العراق، ووحدته وسلامة أراضيه؛ وتحقيق الإرادة الحرة لشعبه؛ ويساهمون في بناء قدراتهم العسكرية والاقتصادية والسياسية ويعملون من أجل إنهاء الاحتلال، واستعادة الدور الثقافي والحضاري العربي والإسلامي والإنساني للعراق.

إن العلماء الموقعين على هذه الوثيقة يدعون علماء الإسلام في العراق وخارجه، إلى تأييد ما تضمنته من بيان، والالتزام به، وحث مسلمي العراق على ذلك. ويسألون الله وهم في بلده الحرام، أن يحفظ على المسلمين كافة دينهم وأن يؤمن لهم أوطانهم، وأن يخرج العراق المسلم من محنته وينهي أيام ابتلاء أهله بالفتن، ويجعله درعا لأمة الإسلام في وجه أعدائها. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

تأييد من علماء دين عرب

وأعرب عدد من العلماء المسلمين عن تاييدهم لما جاء وفي وثيقة مكة المكرمة في الشان العراقي ودعوا المسلمين في العراق من السنة والشيعة الى الالتزام بما جاء في هذه الوثيقة من توجيهات اسلامية مبنية على القران الكريم و السنة النبوية ومن هؤلاء فضيلة شيخ الازهر الشيخ محمد سيد طنطاوي وفضيلة رئيس الاتحاد الاسلامي لعلماء المسلمين الدكتور يوسف القرضاوي وسماحة اية الله العظمى محمد بشير النجفي وسماحة اية الله العظمى محمد حسين فضل الله كما ايد الوثيقة والدعوة اليها والعمل بها مجلس التعاون الخليجي. بعد ذلك جرى التوقيع على الوثيقة حيث وقع كل من الشيخ علي بابير والدكتور السيد محمد بحر العلوم والشيخ صلاح الدين بهاء الدين والدكتور احمد كاظم البهادلي والسيد علي سلمان جبار والدكتور همام باقر حمودي والدكتور ابراهيم الحسان ومحمد محمد الحيدري والشيخ علي خضر الزند والشيخ عبد الحليم جواد كاظم الزهيري والشيخ الدكتور احمد عبدالغفور السامرائي والشيخ الدكتور عبدالملك السعدي والدكتور فاضل الشرع و الشيخ جلال الدين الصقير والشيخ محمود الصميدعي والشيخ عبدالستار عبدالجبار عباس والدكتور محسن عبدالحميد والدكتور صلاح سالم عبدالرزاق والشيخ الدكتور عبدالجليل ابراهيم الفهداوي والشيخ الدكتور ابراهيم محمد بشار الفيض والسيد صدر الدين حسن علي القبنجي والشيخ الدكتور محي الدين علي القرداجي والسيد فايق كاظم نون والشيخ الدكتور مكي حسين حمدان الكبيسي والسيد ظافر خلف كرم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''امتِ مسلمہ کا اتحاد'' ہر زمانہ میں وقت کا اہم ترین مسئلہ رہا ہے اور موجودہ زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چیلنجوں کو دیکھتے ہوئے یہ ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

مکہ مکرمہ کی سرزمین پر اور خانہ کعبہ کے زیرِ سایہ، اس طرح کی ہر کوشش قابلِ تحسین کہلائے گی۔

حضرت علامہ مناظر احسن گیلانی نے اب سے تقریباً پون صدی پہلے ''مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ'' نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کے درمیان نقطہ اتحاد کی نشاندہی کی تھی اور اختلاف وانتشار کو خارجی اسباب سے جوڑا تھا کہ جب اللہ ایک۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک۔ قرآن ایک، اور قبلہ ایک۔ تو پھر یہ فرقہ بندیاں کیوں؟

لیکن حقیقت یہی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور اختلاف وانتشار سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والشيخ الدكتور فؤاد كاظم زايد المقدادى وعبدالكريم ناصر وابراهيم النعمة والشيخ محمد كاظم فيروز يعقوب .بعد ذلک وقع الشهود التالية اسمائهم على الوثيقة امين مجمع الفقه الاسلامى الدولى الشيخ الدكتور محمد الحبيب بن الخوجه وعضو المجمع الفقهى الاسلامى الدولى سماحة اية الله محمد على التسخيرى ومستشار الامين العام لمنظمة المؤتمر الاسلامى الدكتور محمد سليم العوا .

عقب ذلک تلى الدكتور محمد سليم العوا ملخص لرسائل التاييد والمباركة الموجهة للمشاركين فى المؤتمر من قبل بعض كبار العلماء والمرجعيات الدينية اوضح فيها ان هذه الوثيقة لقيت ترحيبا ودعما كبيرين من المرجعيات والقيادات الاسلامية فى العالم كله حيث تلقت الامانة العامة بعد ان ارسلت الوثيقة الى القيادات الدينية السنية والشيعية رسائل من اصحاب السماحة والفضيلة اية الله العظمى السيد السستانى واية الله العظمى محمد اليعقوبى واية الله العظمى الشيخ بشير حسين النجفى وسماحة اية الله محمد مهدى اصفى وفضيلة الشيخ العلامة الدكتور عبدالكريم زيدان والشيخ الدكتور حارث الضارى(العربية .نت،تاريخ النشر :الجمعة 27رمضان 1427هـ 20-أكتوبر ، 2006)

(https://www.alarabiya.net/articles/2006%2F10%2F20%2F28423)

بچنے کی تلقین کرنے والی یہ امت، مختلف سیاسی وغیر سیاسی عوامل کی وجہ سے مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹتی ہی چلی جارہی ہے اور ہر طرح کی کوششوں، تدبیروں اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجانے کی دعوتوں کے باوجود صورتِ حال یہی ہے۔ ع

مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی

جس سے دشمنانِ اسلام کو ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے اصول پر عمل کر کے مسلمانوں کو مزید کمزور کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

مکہ مکرمہ کی اس عظیم کانفرنس میں شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث، زیدی، صوفی، دروزی، سبھی فرقوں اور جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے اور سبھوں نے کانفرنس کے مقصد سے اتفاق کیا اور اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

شرکائے کانفرنس کے عمومی تاثرات کے علاوہ علمی نشستوں میں جو موضوعات پیش کئے گئے وہ اس طرح کے تھے:

''وسیع تر اسلامی اتحاد کی ضرورت، باہم اختلافات کے آداب، اسلامی اتحاد کی راہ میں درپیش رکاوٹیں۔

اور ذیلی عنوانات میں ''مشترکہ قدریں، بقائے باہم کے اصول، دینی خطاب کی اصلاح، اسلامی اتحاد کا پروگرام، امت اور وطن کا مفہوم، دین کے محکمات، امت اور وطن کے درمیان تفریق میں انتہا پسندی کا دخل، دوسروں کو نظر انداز کرنے کا ذہن، تکفیر اور انتہا پسندی کے درمیان رشتہ، فقہی جمود کے اسباب ونتائج، وغیرہ۔

اس کانفرنس کے شرکاء میں سعودی عرب، مصر اور لبنان کے مفتیوں کے علاوہ برِ صغیر کے علماء میں حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی، مولانا ارشد مدنی، امام جامع مسجد دہلی، مولانا سید احمد بخاری، جماعت اہلِ حدیث کے امیر مولانا اصغر امام مہدی، مولانا

تقی الدین ندوی مظاہری، مولانا ڈاکٹر اقبال ندوی مدنی، بھوپال اور بے شمار علماء ومشائخ شامل تھے۔

اس کانفرنس میں میری شرکت رابطہ عالمِ اسلامی کی دعوت پر ہوئی، جس کے شرکاء کی تعداد توقع ہی نہیں تصور سے بھی زیادہ تھی۔

دراصل مکہ مکرمہ پہنچنے اور خانہ کعبہ کی زیارت کا ہر مسلمان کے دل میں والہانہ اشتیاق ہوتا ہے، پھر ''اتحادِ امت'' کا عنوان ہو، مقدس شہر میں ضیافت کا شایانِ شان نظم، عمرہ اور زیارتِ مدینہ کا بیش بہا موقع، تو ''ہم خرما وہم ثواب'' کے حصول کے لئے ہر کوئی آمادہ نظر آتا ہے۔

کانفرنس میں دو موقعے ایسے آئے، جس میں میں نے اپنی رائے پیش کی اور زیرِ بحث موضوع سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ایک نشست میں ''اختلاف کے اصول وآداب اور محکماتِ دین'' کا موضوع زیر بحث تھا، اجلاس کی صدارت محمد بن سعود یونیورسٹی کے ڈائریکٹر سلیمان ابا الخیل کر رہے تھے۔

اس نشست میں میری گفتگو کا حاصل یہ تھا کہ:

''تکفیر'' کا فتنہ اتنا عام ہوگیا ہے کہ اس کی وجہ سے امت سخت آزمائش میں مبتلا ہے اور لوگوں کی جان ومال کو نشانہ بنایا جارہا ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ''تکفیر'' کے اصول وضوابط عام فہم انداز پر مرتب کئے جائیں اور کسی کلمہ گو کی تکفیر کے نقصانات کو واضح کیا جائے، اس سلسلہ میں امام غزالی کی کتاب ''فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ'' اور علامہ انور شاہ کشمیری کی کتاب ''إکفارُ الملحدین'' سے مدد لی جاسکتی ہے۔

اسی طرح بہت سے نوجوانوں کے ذہن میں ''ولاء وبراء'' کی اصطلاح کا صحیح

مفہوم نہیں ہے، چنانچہ جو چیزیں عقیدہ کے دائرہ میں نہیں آتیں، ان کو بھی غلط فہمی کی وجہ سے اس کا جزء سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد پر لوگوں پر ایسے حکم لگائے جاتے ہیں، جو ملت میں تفریق کا باعث بنتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام، اپنے گرامی نامہ میں الیٰ ہرقل ''عظیمُ الروم'' لکھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی غیر مسلم کی ہدایت کی امید ہو، یا اس کے شر سے بچنے کی ضرورت ہو، تو اس کے لئے ایسے القاب، یا الفاظ لکھے جاسکتے ہیں، جو احترام پر دلالت کرنے والے ہیں، لیکن یہ ''موالاۃ'' نہیں ''مدارات'' کا مسئلہ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم حادثہ کا شکار ہو، یا بیماری میں مبتلا ہو، تو اس کی مدد کرنا شرعی حکم کے منافی نہیں ہے، لیکن یہ ''مواسات'' کا مسئلہ ہے، اسے ''موالات'' کے خانہ میں نہیں رکھنا چاہئے اور اس طرح کی اصطلاحات کو واضح طور پر بیان کیا جانا چاہئے۔

اسی طرح ''اسلامی وحدت'' کے موضوع پر بحث سے متعلق نشست میں جو کانفرنس کی تیسری علمی نشست تھی اور اس میں لبنان کے شیعی مرجع علی الامین، کویت کے ڈاکٹر محمد الطبطبائی اور سوڈان کے ڈاکٹر اسماعیل حی، اور مصر کے ڈاکٹر محی الدین عفیفی کے مقالات پیش ہوئے، اور فرقہ واریت، تکفیر اور ملت سے خارج کرنے کی کوشش اور فکری جمود وغیرہ کے عنوانات پر گفتگو کی گئی۔

میرے تبصرہ کا حاصل یہ تھا کہ نظریاتی طور پر جو باتیں کہی گئی ہیں، وہ بے حد اہم ہیں، لیکن سوال یہ ہے ''بلی کی گردن میں گھنٹی کون باندھے گا'' کہ باہمی اختلافات پر قابو پایا جاسکے۔

اہلِ سنت کی نظر میں صحابہ اور آل بیت، سبھی قابلِ احترام ہیں اور دونوں سے محبت

ہر مسلمان پر واجب ہے، چنانچہ آل بیت کے کسی فرد پر تنقید کو وہ برداشت نہیں کر سکتے، اب دوسرا فریق حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں اپنا رویہ اگر بدل لے اور سب وشتم سے باز آجائے، تو اتحاد کے راستہ کی رکاوٹ دور ہو سکتی ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جو دوسروں کی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کریں، وہ بھی کافر ہیں، اور ان کا حال فرقہ مرداریہ کے سردار عیسی المردار کی طرح ہے کہ ہر کسی کی تکفیر کرتے رہتے ہیں، جیسے ایک شخص نے ہاتھ پکڑ کے کہا کہ اللہ کی جنت، جس کی وسعت زمین وآسمان سے بڑھ کر ہے، اس میں کیا صرف تم اور تمہارے دو ماننے والے جائیں گے؟ تو وہ لا جواب ہو گیا۔

ایسے لوگ اپنا رویہ اگر بدل لیں اور کسی مسلمان کو کافر نہ کہیں، تو اتحاد کی راہ میں حائل ایک اور رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔

اس نشست کے ایک مقالہ نگار اور "**مجمعُ البحوث الاسلامية، مصر**" کے سکریٹری جنرل نے فکری اور فقہی جمود پر گفتگو کرتے ہوئے یہ دعوی کر ڈالا کہ ساتویں اور آٹھویں صدی، اجتہاد ترک کر کے تقلید کی راہ اختیار کر لینے کی وجہ سے تاریکی کا دور سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ وہ زمانہ ہے، جس میں ابنِ حجر، ابنُ الہمام، ابنِ تیمیہ، ابنُ القیم اور دوسری نابغہ روزگار شخصیتیں پیدا ہوئیں اور اور ہر مذہب کے فقہاء نے لوگوں کو نئے مسائل کے احکام سے آگاہ کیا اور ضرورت کے مطابق اجتہاد کا سلسلہ کبھی موقوف نہیں ہوا، چنانچہ میں نے ان کے تجزیہ کو غیر مناسب قرار دیا اور کہا کہ (واقعی) فقہ اسلامی کی تاریخ میں ایسا تاریک دور کبھی نہیں آیا، البتہ وہ لوگ جو اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتے ہوں، ان کے سامنے تو اجتہاد کا دروازہ بند ہی ہونا چاہئے۔

شرکائے کانفرنس میں ایک شخصیت مشہور مالکی فقیہ اور موریتانیہ کے سابق وزیر

''عبداللہ بن بیہ'' کی ہے، جو عرصہ تک ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے پروفیسر رہے، اس وقت ان کو متحدہ عرب امارات کی افتاء کونسل کا صدر بھی منتخب کرلیا گیا ہے اور معمر ہونے کے باوجود ان کا حافظہ قوی، ان کا علم تازہ، ان کے فکر میں ندرت ہے، انہوں نے ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب کے عالمی اتحاد سے علاحدگی اختیار کرلی تھی۔

کانفرنس کی افتتاحی اور اختتامی نشستوں میں وہ شریک رہے، ان کا کہنا ہے کہ ''خلافت'' کے احیاء کا مسئلہ اجتہاد اور مصلحت سے جڑا ہوا ہے، وہ کوئی لازمی شرعی، یا تعبدی مسئلہ نہیں ہے۔

اس سے ''حکومتِ الٰہیہ'' کے قیام اور ''حاکمیت'' کے خاص مفہوم کو سامنے رکھ کر، سو سال سے جاری نزاع کو ایک نئی سمت میں لے جانے کی راہ کھلتی ہے، اور بیرونی محاذ سے ہٹ کر جو داخلی کشمکش مختلف مسلم ملکوں میں جاری ہے اور جس کی وجہ سے ہزاروں جانیں اس طرح جارہی ہیں کہ قاتل بھی مسلمان اور مقتول بھی مسلمان، اس سے نکلنے کی راہ کی نشاندہی ہوتی ہے، یہ موضوع مزید توضیح وتنقیح چاہتا ہے۔

لہٰذا ع

صدائے عام ہے، یارانِ نکتہ داں کے لئے

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں امامت وخلافت کے تصور کو خود عصرِ حاضر کے بعض مفکرین نے معمہ بنا کر رکھ دیا ہے، اس لئے ''**الاحکامُ السلطانیة**'' سے لے کر حضرت شاہ اسماعیل شہید کی ''منصبِ امامت'' تک کا جائزہ لے کر عصرِ حاضر کے مفکرین کی کتابیں پڑھنی چاہئیں اور ان کے فکر وخیال پر عصرِ حاضر کے سرمایہ دارانہ اور جمہوری نظام اور اشتراکیت وغیرہ کے ردِ عمل کا جائزہ لینا چاہئے ورنہ خلافت وملوکیت پر حکم لگانے میں ناہمواری برقرار رہنے کی اس وقت تو ع

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

کے مرحلہ سے امت دوچار ہے۔

انہوں نے مشہور مالکی عالم قاضی عیاض کے حوالہ سے یہ دلچسپ نکتہ بھی پیش کیا کہ اختلاف وانتشار کی حالت اور متعدد مسلم حکومتوں کے قیام کی شکل میں حرمین شریفین پر جس کا اقتدار ہو، اسے ''خلیفہ'' کا مقام حاصل ہوسکتا ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر بارہ صفحات پر مشتمل بیان جاری کیا گیا، جس میں کانفرنس کی کارروائی اور مستقبل میں اسلامی اتحاد کی پائیداری کے لئے تفصیلی پروگرام پیش کیا گیا اور انتہا پسندی سے باز رہنے اور ''وطنی حکومت'' کے تصور کو پختہ کرنے پر زور دیا گیا۔

(https://m.dailyhunt.in/news/india/urdu/baseerat+online-epaper-baonline/-newsid-105389631)

(https://www.bhatkallys.com/ur/articles/badrulhasan/)

''میثاقِ مکہ مکرمہ کی دستاویز'' کا حوالہ

اواخرِ مئی 2019ء میں خادمِ حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی سرپرستی میں ''میثاقِ مکہ مکرمہ'' میثاقِ مدینہ کی بنیادوں پر ایک دستاویز تیار کی گئی، جس میں عصرِ حاضر کے اہم مسائل کو اسلام کے وسیع افق کے تناظر میں دیکھا گیا، یہ دستاویز مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے قبلہ کے زیرِ سایہ، نامور مفتیانِ عظام اور علمائے کرام کی سرپرستی میں تیار ہوئی، اس کانفرنس میں 1200 سے زائد مفتیان اور علمائے کرام کی تائید سے جاری ہوئی، اور اسے ''دورِ جدید میں اپنی نوعیت کی پہلی دستاویز'' قرار دیا گیا۔

اس دستاویز میں معاشروں کے اندر دینی تنازعہ وتصادم کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، اور باہمی مؤثر رابطوں اور مصلحتِ عامہ کے لیے، مکالمہ ومفاہمت اور اتحاد پر زور دیا گیا، اور مذاہب وفلسفوں کے پیروکاروں کی ناعاقبت اندیشی سے عدمِ تعلق وبرائت کا اظہار کیا گیا، اور کھو کھلے

نظریات اور نعروں سے پاک وصاف مؤثر عالمی اتحاد کی دعوت دی گئی۔

نفرت کی ترغیب اور تشدد وتصادم کی حوصلہ افزائی کرنے والوں کے خلاف قانون سازی اور مؤثر کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا گیا، اور اس طرزِ عمل کو مشترکہ مفادات کے لیے انتہائی مُضِر قرار دیا گیا، اور اسی کے ساتھ ''اسلام فوبیا'' کے تصور کو ختم کرنے پر زور دیا گیا، اور اس طرزِ عمل کے اختیار کرنے والوں کو ناعاقبت اندیش بتلایا گیا۔

یہ دستاویز ''رابطہ عالمِ اسلامی'' کی ویب سائٹ پر، اردو زبان میں بھی شائع کی جا چکی ہے۔

(ملاحظہ ہو: https://www.themwl.org/ur/node/36140)

جمعرات 25 رمضان 1440ھ۔30 مئی 2019ء، کو اردو ''العربیہ ڈاٹ نیٹ، ریاض'' میں ''مکہ دستاویز'' کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی کہ:

''سعودی عرب کی سپریم علماء کونسل نے رابطہ عالمِ اسلامی کے اجلاس کے میں ''مکہ دستاویز'' کی منظوری کا خیر مقدم کیا ہے۔

مملکت کی سرکاری نیوز ایجنسی ''ایس پی اے'' کے مطابق علماء کونسل کے جنرل سیکرٹریٹ سے جاری ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ ''مکہ دستاویز'' کا اجراء، اسلام کی اعتدال پسندانہ تعلیمات اور کتاب وسنت کی تعلیمات کی عکاس ہے، یہ اس بات کا اظہار ہے کہ خادمُ الحرمین الشریفین کی قیادت میں سعودی عرب اسلام کی اعتدال پسندانہ تعلیمات کے فروغ میں سرگرم ہے۔

خیال رہے کہ گذشتہ روز مکہ معظّمہ میں ہونے والے رابطہ عالمِ اسلامی کے اجلاس کے اختتام پر ''مکہ دستاویز'' جاری کی ہے، جس میں مسلم معاشروں کے مختلف طبقات کے درمیان رواداری اور پُر امن بقائے باہمی کے فروغ کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

یہ دستاویز اسلامی تعاون تنظیم کے سربراہ اجلاس سے دو روز قبل جاری کی گئی، جو سات صفحات پر محیط ہے، دستاویز میں مختلف اسلامی اصول بیان کیے گئے ہیں، ان

کے ساتھ رواداری اور مساوات کے فروغ اور منافرت پھیلانے والے مبلغین کی حوصلہ شکنی کے لیے رہنما ہدایات دی گئی ہیں، نیز کسی فرقے کے پیروکاروں کو کم تر خیال کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

پہلے صفحہ پر ''مکہ دستاویز'' کو مقدس شہر سے جاری کرنے کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہی بات سب سے مقدم ہے، جس سے دستاویز کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے کہ اسے دنیا بھر میں بسنے والے ایک ارب ساٹھ کروڑ مسلمانوں کے مقامِ قبلہ سے جاری کیا جارہا ہے۔

سعودی سپریم علماء کونسل کا کہنا ہے کہ مکہ دستاویز عالمِ اسلام کی حقیقی ترجمانی کرتی ہے، اس دستاویز کو پوری مسلم امہ کے جید علماء کی حمایت حاصل ہے''۔

(ویب سائٹ: العربیہ، 30 مئی 2019ء۔25 رمضان 1440ھ)

(http://urdu.alarabiya.net/ur/middle-east/2019/05/30)

31 مئی 2019ء کو ''دنیا نیوز'' میں ''مکہ دستاویز'' کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی کہ:

مرکزی علماء کونسل کے چیئرمین صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی اور مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا محمد شاہنواز فاروقی نے ''رابطہ عالمِ اسلامی'' کے زیرِ اہتمام ''مکہ مکرمہ'' میں ہونے والی کانفرنس میں ''مکہ دستاویز'' کی منظوری کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ ''مکہ دستاویز'' کا اجراء، اسلام کی اعتدال پسندانہ تعلیمات اور کتاب وسنت کی تعلیمات کی عکاس ہے، اس دستاویز کو پوری مسلم امہ کے جید علماء کی حمایت حاصل ہے۔

''رابطہ عالمِ اسلامی'' کے زیرِ اہتمام مکہ مکرمہ میں ہونے والی کانفرنس میں شریک مرکزی علماء کونسل کے چیئرمین صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی نے ''مکہ دستاویز'' کو دنیا میں اعتدال پسندی کے فروغ کا بڑا ذریعہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ خادمُ الحرمین الشریفین شاہ سلمان کی قیادت میں سعودی عرب اسلام کی اعتدال پسندانہ تعلیمات کے فروغ میں سرگرم ہے۔

"مکہ دستاویز" میں اسلام کے خلاف منافرت پھیلانے کی روک تھام کے لیے تجاویز بھی پیش کی گئیں ہیں "مکہ دستاویز" کا تصور "میثاقِ مدینہ" سے ملتا جلتا ہے۔

https://dunya.com.pk/index.php/city/faisalabad/2019-05-31/1447262?key=bklEPTE1ODI1OTEmY2F0ZUlEPTc=

"کل ہند دارالعلوم دیوبند کانفرنس" کا حوالہ

مولانا شوکت علی قاسمی بستوی (استاذ دارالعلوم دیوبند وناظم عمومی رابطہ مدارسِ اسلامیہ عربیہ) صفر 1429ھ کو دارُالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والی "کل ہند کانفرنس" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

اکابر دارُالعلوم خصوصاً کاروانِ دیوبند کے قافلہ سالار، امیر ملتِ اسلامیہ ہند حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ نے ذمہ داران واساتذۂ دارالعلوم کے مشورے سے 25 فروری کو "دہشت گردی مخالف کل ہند کانفرنس" بلانے کا فیصلہ کیا، جس میں تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے ذمہ داران اور ملی تنظیموں کے سربراہ اور مدارسِ اسلامیہ کے نمائندگان شریک ہوئے۔......

یہ کانفرنس اس لحاظ سے بے حد اہم، کامیاب ترین اور تاریخ ساز رہی کہ اس میں دارُالعلوم دیوبند سے وابستہ مدارس کے علاوہ ندوۃُ العلماء لکھنؤ، مظاہر العلوم سہارنپور، جماعتِ اسلامی، اہلِ حدیث، اہلِ تشیع اور بریلی مکاتبِ فکر کے ذمہ داران، اور مدارس کے نمائندگان بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے، نیز ان کے علاوہ مسلم پرسنل لاء بورڈ، جمعیۃ علمائے ہند، مسلم مجلسِ مشاورت، ملی کونسل، تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند، ملی وتعلیمی فاؤنڈیشن نئی دہلی، فرنگی محل لکھنؤ کے نمائندگان نے بھی شرکت کی، اظہارِ خیال فرمایا۔......

رابطہ مدارسِ اسلامیہ کے زیرِ اہتمام اب تک دارالعلوم دیوبند میں 14 بڑے کل ہنداجتماعات منعقد ہوئے ہیں، جن میں مدارسِ اسلامیہ کے نظامِ تعلیم وتربیت، باہمی ربط واتحاد کے فروغ اور داخلی وخارجی مسائل ومشکلات کے ازالے کے حوالہ سے نہایت دوررَس نتیجہ خیزاورانقلاب انگیز فیصلے کیے جاتے رہے ہیں۔

اس تاریخ ساز کانفرنس کے انعقاد سے حضرت اقدس مہتمم صاحب دامت برکاتہم کوخصوصی دلچسپی رہی، تمام مکاتبِ فکر کے نمائندگان حضرات کودارالعلوم کے اسٹیج پرایک ساتھ جمع کرنے کے لیے حضراتِ اساتذہٴ دارالعلوم کے وفود مختلف اطراف میں روانہ فرمائے، ملتِ اسلامیہ کے مختلف نمائندگان حضرات کی خدمت میں خصوصی دعوت نامہ پیش کیا گیا، ان حضرات نے وفود کا گرم جوشی سے استقبال کیا، اس کانفرنس کے انعقادکووقت کی اہم ضرورت قرار دیا، اور جمعیۃ علمائے ہند، جماعتِ اسلامی ہند، جمعیۃ اہلِ حدیث، اور بریلوی مکتبِ فکر کے مختلف ذمہ داران نے شرکت کا وعدہ فرمایا، اور بہت سے حضرات اس وقت اسٹیج پرتشریف فرماہیں، اور کچھ حضرات تشریف لانے والے ہیں۔

خطبہٴ صدارت:

بعدازاں صدرکانفرنس حضرت مولانامرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، مہتمم دارالعلوم دیوبند کا خطبہٴ صدارت پیش کیا گیا، حضرت کی علالتِ طبع اورضعف ونقاہت کے باعث ان کی طرف سے یہ خطبہٴ صدارت حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی زیدمجدہم، نائب مہتمم واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے پیش فرمایا۔

حضرت صدرِکانفرنس زیدمجدہم نے خطبہٴ صدارت میں فرمایا کہ سب سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردی کے بارے میں مدارسِ اسلامیہ کے اس

طے شدہ، متفقہ موقف کا واضح اعلان کر دیا جائے کہ ہمارا دہشت گردی سے کوئی واسطہ نہیں، ہم ہر قسم کی دہشت گردی کو مسترد کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں کسی تفریق کو قطعاً روا نہیں رکھتے، دہشت گردی کلی طور پر ایک غلط اور عاقبت نا اندیشانہ عمل ہے، خواہ اس کا مرتکب کسی بھی مذہب وملت سے وابستہ ہو، اور معاشرہ کے کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو، دہشت گردی، اسلامی تعلیمات کے بھی سراسر منافی ہے، اسلام، دینِ رحمت ہے، دینِ امن ہے، اس لیے دہشت گردی کی ہر ایسی کارروائی جس کا نشانہ بے قصور افراد بنتے ہوں، اسلام کے تصورِ امن سے متصادم ہے۔

اس بارے میں اسلامی تعلیمات اس قدر واضح اور قطعی ہیں کہ ان کی روشنی میں بلاخوف تردید، یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ آج اگر دنیا کے پاس امن وسلامتی اور صلح وآشتی کا کوئی جامع، بامقصد اور ہمہ گیر تصور موجود ہے، تو وہ فقط اسلام کا عطیہ ہے۔

حضرت صدر کانفرنس دامت برکاتہم نے صدارتی خطبہ میں نظریاتی اور مسلکی اختلافات فراموش کرنے کی تلقین کی، اور دردمندانہ لہجے میں فرمایا کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اپنے فروعی اختلافات کو اپنے گھر تک محدود رکھیں، اور دشمنوں کے مقابلے میں متحد ملت کا کردار پیش کریں، حضرت نے حکومت وانتظامیہ اور پولیس وخفیہ ایجنسیوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے کہا کہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ دہشت گردی کے حوالے سے خاص طور پر ہمارے ملک میں ایسی صورتِ حال پیدا کردی گئی ہے، جس سے پوری قوم پریشان ہے، انھوں نے کہا کہ حکومت وانتظامیہ کا نشانہ عمومی طور سے مسلمان اور خاص طور سے دیندار مسلمان، یا مدارسِ اسلامیہ کے علماء وفضلاء ہیں، ان میں سے کسی کو بھی دہشت گردانہ کارروائی کے سلسلہ میں نہ تو کسی غور وفکر کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، نہ احتیاط برتی جاتی ہے، جب کہ

حقیقت یہ ہے کہ مدارسِ اسلامیہ کے علماء نے ملک کے لیے بے شمار قربانیاں دی ہیں ،جس کی گواہی اس زمین کا ذرہ ذرہ دے سکتا ہے، مدارس، ملک وملت اور انسانیت کے لیے خیر وفلاح کے سرچشمے ہیں، یہ ملک کو امن پسند، ایماندار اور فرض شناس شہری فراہم کرتے ہیں، حکومت اور اس کے انتظامی اداروں کو مخاطب کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ اگر آپ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے میں سنجیدہ ہیں ،تو نہایت مضبوطی کے ساتھ انصاف کا دامن تھام کر کام کیجئے ،اور عقیدہ ومذہب کی بنیاد پر کسی بھی تفریق سے اجتناب کیجئے۔

حضرت صدر کانفرنس نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ دہشت گردی بنیادی طور پر ہمارے ملک کا مسئلہ نہیں، بلکہ ان عالمی طاقتوں کا پیدا کردہ ہے، جن کے نظریات کی بنیاد صہیونیت ہے، انھوں نے کہا کہ چند افراد کے طرزِ عمل سے پوری قوم کو ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

وقیع ترین خطبۂ صدارت سامعینِ کرام نے بڑی توجہ اور انہماک سے سنا، اس کے بعد حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم، ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علمائے ہند سے افتتاحی خطاب کی درخواست کی گئی۔...........

عظیم الشان کانفرنس کا تاریخی اعلامیہ، جسے حضرت مولانا مفتی محمد ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدہم نے پڑھا:

بعد ازاں حضرت مولانا مفتی محمد ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدہم ،رکن مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند، وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس نے کانفرنس کا تاریخی اعلامیہ پڑھ کر سنایا، اعلامیہ میں اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ اسلام ساری انسانیت کے لیے دینِ رحمت ہے، وہ دائمی امن وسلامتی اور لازوال سکون واطمینان کا سرچشمہ ہے، اسلام نے پوری انسانی برادری کو بلاتفریق قوم ومذہب

اتنی اہمیت دی ہے کہ ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے، اسلام ہر قسم کے تشدد اور دہشت گردی کا شدید مخالف ہے۔

رابطہ مدارسِ اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ملت اسلامیہ کے تمام مکاتبِ فکر کے نمائندوں کی یہ دہشت گردی مخالف کل ہند کانفرنس ہر قسم کے تشدد اور دہشت پسندی کی سخت الفاظ میں مذمت کرتی ہے

(ماہنامہ ''دارالعلوم، دیوبند'' بعنوان ''دہشت گردی کے خلاف دارالعلوم دیوبند میں تاریخ ساز کل ہند کانفرنس'' جلد 92، شمارہ 4، اپریل 2008ء، ربیع الثانی 1429ھ)

مفتی گلزار احمد نعیمی صاحب کا حوالہ

جماعت اہلِ حرم کے سربراہ مفتی گلزار احمد نعیمی صاحب ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''انقلابِ ایران کے بعد شیعہ علماء نے بہت سی حقیقتوں کا ادارک کر لیا ہے اور کمزوریوں پر حقیقت پسندانہ نظر ڈالی ہے۔ یہ بہت ہی خوش آئند بات ہے کہ شیعہ مراجع نے کچھ ایسے فتاوی صادر کیے ہیں، جن کی وجہ سے ان کے دیگر مسالک کے ساتھ قرب کے مواقع پیدا ہو رہے ہیں۔ 2010ء میں اسلامی جمہوریہ ایران کے رہبر اور روحانی پیشوا جناب آیۃُ اللہ سید علی خامنہ ای نے مقدساتِ اہلِ سنت اور خصوصاً ازواجِ مطہرات اور صحابہ کی توہین کی حرمت کا فتوی صادر کر کے امت کے درمیان شیعہ سنی خلیج کو کم از کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اسے بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

میں نے اپنے خطبہ (9 مئی 2014ء) میں بھی ایرانی رہبر کے اس فتوی پر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور عوام نے بھی اسے سراہا ہے۔ یہ فتویٰ اس حوالے سے بھی بہت اہم ہے کہ یہ فتویٰ اس شخصیت نے دیا ہے، جو عالمِ اسلام میں رہنے

والے تمام اہلِ تشیع کی عظیم مقتدیٰ وپیشویٰ ہے، یہ فتویٰ اتحادِ امت کی پیش رفت کی طرف ایک اہم ڈاکیومنٹ ثابت ہوسکتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی عالمی سطح پر تشہیر کی جائے، اور اہلِ تشیع اس فتویٰ کو صدق دل سے قبول کریں، اور اہلِ سنت بھی صدق دل سے اس نئی پیش رفت کو خوش آمدید کہیں۔

علمائے اہل سنت نے علی الاطلاق ہر شیعہ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، اور نہ ہی عوام اہلِ سنت نے ''کافر کافر شیعہ کافر'' کا نعرہ اپنے جلسوں میں لگایا ہے، ہم اس شخص کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جو ایک کلمہ گو مسلمان کو کافر کہے، ہمارے علماء نے ان شیعہ کو کافر کہا ہے اور ان کے بارے میں فتویٰ صادر کیا ہے، جو خلفائے ثلاثہ، صحابہ اور ازواجِ مطہرات کو سب وشتم کرتے ہیں، جو تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، ہمارے نزدیک خلفائے ثلاثہ اور ازواجِ مطہرات کی توہین، علی الاطلاق حرام ہے، اور یہ حرمت تمام حرمتوں سے بڑھ کر ہے، جو شخص تحریفِ قرآن کا قائل ہو، اس کا مصطفیٰ کی امت سے کوئی تعلق نہیں ہے، جو شیعہ، خلفاء وصحابہ اور امہاتُ المومنین پر سب وشتم نہ کرے، اور تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہو، وہ شیعہ مسلمان ہے، اور ہمارا بھائی ہے۔

آج دنیائے شیعیت میں چار مشہور مراجع ہیں، جو اہلِ تشیع کی راہنمائی کررہے ہیں، دنیامیں زیادہ تران ہی کی تقلید کی جاتی ہے (1) آیتُ اللہ سید علی سیستانی (نجف) (2) آیتُ اللہ سید علی خامنہ ای (ایران) یہ ولایت فقیہی ایران کے رہبر ہیں (3) آیتُ اللہ سید سعید الحکیم (نجف) (4) آیتُ اللہ شیخ مکارم شیرازی (قم)

یہ سب مراجع اس پر متفق ہیں کہ خلفاء، ازواجِ مطہرات اور مقدساتِ اہلِ سنت کی توہین علی الاطلاق حرام ہے، شیعہ مجتہدین کی طرف سے یہ بہت اہم پیش رفت

ہے، اس پیشِ رفت کو سنی اور شیعہ دونوں قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔

اگر شیعہ اس فتوے پر من وعن عمل کرتے ہیں، تو اہلِ سنت کا فرض ہے کہ وہ ان مسلمان بھائیوں کو گلے سے لگائیں، اور انہیں امت کا حصہ سمجھیں، اور ان کی تکفیر کرنے سے باز رہیں، ہاں اگر کوئی شیعہ ان مراجع کے فتویٰ کو نہیں مانتا، اور حسبِ معمول ان شنیع افعال کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس سے تعلق رکھنا دین کی توہین ہے۔

ہم اپنے شیعہ بھائیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ بلا وجہ تاریخی جھگڑوں میں نہ پڑیں، اور نہ ہی ان تنازعات کو دوبارہ زندہ کریں، اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت سے اختلاف تھا بھی، تو کچھ عرصہ بعد آپ نے خود یہ اختلاف ختم کر دیا، اور باقاعدہ خلیفہ اول کی بیعت فرمالی تھی، حضرت عمر فاروق کی خلافت میں خلیفہ کے مشیرِ اعظم خود حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے، خلیفہ ثالث کے ساتھ تو قربت کا یہ عالم تھا کہ جب خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے گھر کو بلوائیوں نے گھیرا ہوا تھا، تو جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضراتِ حسنین کریمین کو خلیفہ کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا، یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب حضرت عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا، اور حضرت علی قصرِ خلافت میں تشریف لائے، تو آپ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ کی سرزنش فرمائی، اور ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا''**كيف قتل الاميرو انتم على الباب**''یعنی خلیفہ کیسے شہید کر دیے گئے، حالانکہ تم دونوں دروازے پر کھڑے تھے؟ اس جملے کی گہرائی میں جانے کی اپنے قارئین سے گزارش کروں گا، اس شہادت کے بعد امتِ مسلمہ میں جو فسادات ہوئے، اور کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا، اس میں امت کا اکثریتی موقف یہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حق پر تھے۔

یہ خوش آئند بات ہے کہ عالمِ اسلام کے شیعہ رہنما بطور خواص مراجع، اتحادِ امت

کی بات کر رہے، جبکہ عرب ممالک میں تکفیری تحریک زوروں پر ہے، عرب وعجم کے شدت پسندوں کو متشدد رویہ رکھنے والے عرب علماء کے فتاویٰ کی شیلڈ حاصل ہے، حالانکہ اتحادِ امت کی آواز حجاز مقدس سے آنی چاہیے تھی، متولیانِ حرمین شریفین ایک فرقے کے انتہاء پسند نظریات کو امت پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، جبکہ عجم کے اہلِ فکر ودانش امت کو امتِ وسط دیکھنا چاہتے ہیں“

(https://valiasr-aj.com/urdu/shownews.php?idnews=313)

”بشارتِ عظمیٰ کانفرنس“ پاکستان کا حوالہ

3 اگست 2017ء کو خبر رساں ایجنسی ”تسنیم“ میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی:

لاہور سے خبر رساں ادارے تسنیم کے نمائندے کی رپورٹ کے مطابق ”وفاق المدارسُ الشیعة“ پاکستان کے صدر، آیتُ اللہ حافظ ریاض حسین نجفی کی زیرِ صدارت ”جامعةُ المنتظر“ میں ”بشارتِ عظمیٰ کانفرنس“ میں ملک بھر سے علماء وذاکرین، اور بانیانِ مجالس نے واضح کیا کہ توحید، اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور شرک کرنے والا مرتد ہے۔

باطل عقیدۂ تفویض (سپردگی) سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے، ہم شیعہ اثنا عشریہ، شرک کا ارتکاب کرنے والوں اور ان کے سہولت کاروں سے برائت کا اعلان کرتے ہیں، ہم ختمِ نبوت اور امامت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں، جبکہ ولایتِ علی علیہ السلام کو ایمان کی علامت، اور ان سے بغض کو نفاق کی علامت سمجھتے ہیں۔

اس کانفرنس میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ شیعہ، فقہ جعفریہ سے تعلق رکھتے ہیں، فقہ اہلِ بیت کے ماہرین کی طرف رجوع کر کے ہی، فقہ جعفریہ پر عمل ممکن اور نسبت درست ہوتی ہے، غیر مقلد (اگر خود مجتہد نہیں ہے) فقہ جعفریہ کا پیروکار نہیں ہو سکتا۔

اعلامیہ میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ ''سیدُ الشھدا '' کو ولایتِ اہلِ بیت کا اقرار، اوران کے دشمنون سے بیزاری کا اعلان سمجھتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ نماز، دین کا ستون ہے، جس کے پاس نماز نہیں، اس کی کوئی نیکی قبول نہیں، اور جو اللہ کی بندگی نہیں کرتا، وہ رسول کی امت اور علی علیہ السلام کا شیعہ نہیں ہوسکتا۔

کانفرنس سے قائدِ ملتِ جعفریہ علامہ سید ساجد علی نقوی، علامہ محمد تقی نقوی، علامہ افتخار نقوی، علامہ محمد افضل حیدری، علامہ سبطین سبزواری، علامہ محمد شفا نجفی، کرم علی حیدری، علامہ محمد امین شہیدی، مولانا ضمیر نقوی، ڈاکٹر شبیر حسن میثمی، شبیہہ رضا زیدی، نوبہار شاہ، اور ذاکرین: ثقلین گھلو، مزمل شاہ، اقبال ناصر چانڈیہ، اعجاز جھنڈوی، مفتی عابد، اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے زور دیا کہ سٹیجِ حسینی کا تحفظ کرنا ہوگا، شرک کا ارتکاب کرنے والے شیعہ نہیں ہوسکتے، یہ نصیری اور استعماری ایجنٹ ہیں، جو سازش کے تحت ملتِ جعفریہ کو تقسیم اور بدنام کرنا چاہتے ہیں۔

آیتُ اللہ حافظ ریاض نجفی نے کہا کہ دعوتِ اسلام کے ساتھ ہی سب سے پہلے توحید، اور پھر نماز کا حکم آیا، پہلے نمازی، خاتمُ الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، اور حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، جو ان سے تعلق رکھتا ہے، نماز ترک نہ کرے۔

علامہ ساجد علی نقوی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا کہ تشیّع کے نام پر سٹیج سے کفریات بکی جارہی ہیں، وحیِ الٰہی، توحید اور نبوت کا انکار کیا جانا، کسی صورت قبول نہیں، اس بحران کا خاتمہ صبر وتحمل اور حکمت سے کریں گے، انہوں نے اتحادِ ملتِ جعفریہ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تشیّع کے ذریعے اسلامی تعلیمات کی نفی قبول نہیں، اتحاد کے لئے مشترکات اور فارمولا ضروری ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ ذاکرین کا عزّ اداری کے فروغ میں بڑا کردار ہے، سٹیجِ حسینی پر کفریات

بکنے والوں کا بزرگ ذاکرین کو محاسبہ کرنا چاہیے تھا، علامہ ساجد نقوی نے ہدایت کی کہ بحران پیدا کرنے والوں کو سمجھایا جائے، کسی قسم کا تصادم نہیں ہونا چاہیے۔

انہوں نے کہا کہ عزاداری کے لئے کسی پرمٹ کی ضرورت نہیں، یہ ہمارا آئینی حق ہے، مدارس پر چھاپے اور مجالسِ عزا منعقد کروانے پر، ایف آئی آر ز کا اندراج قابلِ مذمت ہے۔

علامہ محمد تقی نقوی نے کہا کہ توحید، نبوت اور امامت کی توہین کرنے والا استعماری ایجنٹ ہوسکتا ہے، شیعہ نہیں۔

ڈاکٹر شبیر حسن میثمی نے کہا کہ حزبُ اللہ، لبنان کے ہاتھوں اسرائیل کی عبرتناک شکست کے بعد غالی اور نصیری پیدا کئے جارہے ہیں، تاکہ مکتبِ اہلِ بیت کو بدنام اور تقسیم کیا جائے۔

علامہ سبطین حیدری سبزواری نے کہا کہ ''شیعہ اثنا عشریہ'' کا غالیوں اور نصیریوں سے کوئی تعلق نہیں، ہمیں دین عزیز ہے، کسی سے رشتہ ناطہ نہیں۔

علامہ محمد امین شہیدی کا کہنا تھا کہ کانفرنس کا مقصد ذاکرین پر تنقید نہیں، ان میں موجود کالی بھیڑوں کی نشاندہی ہے، تقاریر کی بجائے، انحرافات روکنے کے لئے عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔

ذاکراہلِ بیت ثقلین گھلو نے کہا کہ ذاکرین کی تربیت کے لئے ''مدرسۃُ الواعظین'' بنایا جائے۔

(https://www.tasnimnews.com/ur/news/2017/08/03/1482087/)

''اوریا مقبول جان صاحب'' کا حوالہ

مشہور کالم نگار، ''اوریا مقبول جان'' نے ایک مضمون ''شیعہ سنی فسادات، فاتح کون؟'' تحریر کیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:

پوری امتِ مسلمہ میں کون ہے، جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات کو پوری امت کا مشترکہ اثاثہ نہ سمجھتا ہو۔ اقبال نے تو انہیں ''قافلہ سالارِ عشق'' اور ''نکتہ پرکارِ عشق'' جیسے القابات سے یاد کیا۔ اقبال تو اس امت کی زبوں حالی پر نوحہ بھی یوں پڑھتا ہے کہ ''قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں''۔

یہ الفاظ اور سیدنا امام حسینؓ کی ذات سے عشق، اقبال کے ہاں ایک تسلسل کا نام ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جب بھی کہانی دہرائی جائے گی، قافلہ سالاری سیدنا امام حسینؓ کے سر کا تاج رہے گی۔

کوفہ کی سرزمین پر کربلا کے المناک سانحے کے بعد بے وفائی کا ایک اور باب رقم ہو رہا تھا۔

حضرت علی ابن حسین زین العابدین کے فرزند حضرت زید بن علی، ہشام بن عبدالملک کے دور میں کوفہ تشریف لائے، تو وہاں آپ نے ایک خطبہ ارشاد کیا جس میں کہا:

''اللہ کی قسم مجھے یہ چیز سخت ناگوار ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں اور اس حالت میں کہ ان کی امت کو نہ میں نے معروف کا حکم دیا ہو اور نہ منکر سے منع کیا ہو''۔

کوفہ میں منصور بن المعتمر نے لوگوں سے زید بن علی کے لیے بیعت لینا شروع کی۔

اس زمانے میں اہلِ سنت کے امامِ اعظم امام ابو حنیفہ، بنی امیہ کے ظلم و تشدد کا مسلسل شکار ہو رہے تھے۔ منصور بن المعتمر اور امام ابو حنیفہ دونوں راتوں کو چھپ کر ملتے اور روتے رہتے۔ چند اور بزرگوں، مسلمہ بن کہیل اور نبیل الاعمش کی کوششوں سے کوفہ کے چالیس ہزار لوگوں نے حضرت زید بن علی کی بیعت کر لی۔

حضرت زید نے جب قیام کا ارادہ کیا، تو فضیل بن زبیر کو قاصد بنا کر ابو حنیفہ کے

پاس بھیجا۔

یہاں امام ابوحنیفہ کا ایک تاریخی فقرہ ہے، جو تاریخ کی کتابوں میں درج ہے۔

انہوں نے کہا:

خروجه يضاهي خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم البدر

''زید کا اس وقت اٹھ کھڑا ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر میں تشریف آوری سے مشابہ ہے''

اس کے بعد حضرت زید نے دعوتِ جہاد دی اور فرمایا:

''ہم تم کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تمہیں بلاتے ہیں کہ آؤ ظالموں سے جہاد کرو''۔

اس پر چالیس ہزار لوگوں نے حضرت زید کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی۔

اس کے بعد بے وفائی کی ایک دلگداز داستان ہے، حیلوں اور بہانوں کا ایک سلسلہ ہے۔ ایسے سوالات کوفہ والوں نے اٹھائے، جو آج بھی اس امتِ مسلمہ کو تقسیم کیے ہوئے ہیں، چال چلن بھی وہی رکھا، جو کوفہ والوں کا مسلم بن عقیل اور سیدنا امام حسینؓ کے ساتھ تھا۔

صبح جب حضرت زید بن علی میدان میں نکلے، تو ان کے ساتھ اتنے ہی جان نثار تھے، جتنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ بدر میں تھے، یعنی 313۔

یوں امام ابوحنیفہ کے قول پر اللہ کی جانب سے مہرِ تصدیق ثبت ہوئی کہ ان کا خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر میں آمد سے مشابہ ہے۔

ملتِ اسلامیہ کی تاریخ کا ایک اور خونچکاں باب رقم ہوا، اور یہ جانفروش شہید کر دیے گئے۔

اس وقت شیعانِ علی بھی موجود تھے اور اہلِ سنت بھی، لیکن امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر میں کسی ایک میں بھی اختلاف موجود نہ تھا۔

یہ تھی اس امت کی روایت جو صدیوں چلتی برِصغیر تک پہنچی۔

برِصغیر میں مسلکِ شیعہ اور مسلکِ سنی باہم ساتھ ساتھ اپنے اپنے عقیدوں پر قائم ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہوئے صدیوں یہاں زندگی بسر کرتے رہے۔

برِصغیر میں مسلکی طور پر پہلا شیعہ خاندان ''سید سالار داؤد غازی'' اور ''سید سالار مسعود غازی'' کا تھا، جو 1030 عیسوی میں اودھ کے علاقے میں آ کر آباد ہوا۔

ان کی اولاد میں سے سید عبداللہ زر بخش اور سید زید شہسوار نے بارہ بنکی کے قریب زید پور شہر آباد کیا۔

اسی دور میں ہندوستان کی چند ریاستوں کے سربراہ بھی شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے، جن میں اودھ، سندھ اور ملتان قابلِ ذکر ہیں۔

اس دور سے 1857ء میں انگریزوں کے قبضے تک یہاں ہر طرح کے حکمران برسرِ اقتدار آئے۔

خاندانِ غلاماں سے لے کر مغل بادشاہوں تک، ان کی حکومتوں میں اہم عہدوں پر شیعہ بھی رہے اور سنی بھی۔

ان میں کبھی کبھار سیاسی نوعیت کا اختلاف ہو بھی جاتا، لیکن وہ ان لوگوں کی ذاتی اقتدار کی جنگ ہوتی، یہ جنگ، مسلک کی جنگ نہیں بنتی تھی۔ [1]

ہمایوں کی ایران سے واپسی کے بعد بہت سے ایرانیوں کی برِصغیر آمد کے بعد اس مسلک کو فروغ ملا اور عزاداری، مرثیہ خوانی اور مرثیہ نویسی نے رواج پایا۔

پورے مغلیہ دور میں کسی ایک معمولی سے شیعہ سنی فساد، یا دنگے کی کوئی خبر موجود نہیں۔

یہاں تک کہ روبنسن (Robinson) جیسا مؤرخ، جس نے برصغیر کے

---

[1] اگرچہ موجودہ زمانہ کے بعض غیر محقق، یا پیشہ ور لوگوں نے اس کو شیعہ، سنی مذہبی فتنہ کا رنگ دے دیا ہے۔

مسلمانوں کو تقسیم کا درس دینے کے لیے Sepratism among Indian Muslims لکھی، وہ بھی کسی ایک واقعے کا تذکرہ نہ کر سکا، جس میں شیعہ سنی فساد نظر آتا ہو۔

حالانکہ التمش سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک پورے بر صغیر پر فقہ حنفیہ نافذ تھی اور قاضی اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے، سب اس پر متفق تھے، اس لیے کہ دونوں مسالک کے علماء یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے جو قانون نافذ کرنے کے لیے ہوتے ہیں، ان میں دونوں کے درمیان ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔ چوری، زنا، جھوٹ، غیبت، قتل میں کوئی شیعہ، سنی نہیں ہوتا اوران سب کی سزا مقرر ہے۔ زکوٰۃ اور عشر میں بھی کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔

جو اختلافات تھے، وہ فروعی نوعیت کے تھے اور جو الزامات تھے، وہ بھی مجمع باز خطیبوں اور ذاکروں کے پیدا کردہ تھے، یا پھر افسانہ طراز مورخوں نے، انہیں ہوا دی۔

یہی اس امت کی اصل روح تھی کہ اختلاف کی عزت کی جائے اور نیت کو اعمال کا معیار سمجھا جائے۔

پہلا شیعہ سنی فساد 1906ء میں لکھنؤ میں ہوا، جو انگریز حکمرانوں کی برکت کا نتیجہ تھا۔

اس کے بعد 1907ء اور 1908ء میں بھی فسادات ہوئے اور معاملہ باہم افہام وتفہیم سے علماء نے طے کرلیا اور مسلم معاشرے میں رواداری قائم رہی۔

1906ء کے فسادات کیسے ہوئے؟ اب یہ کوئی راز نہیں۔ کوئی شخص بھی برطانیہ میں انڈیا آفس لائبریری میں تمام مکتوبات دیکھ سکتا ہے۔

اس کی پوری تفصیل 18 اپریل 1939ء کے اس خط میں موجود ہے، جو گورنر ہیگ (Heig) نے وائسرائے لنلتھ گو (Linlithgow) کو تحریر کیا۔

یہ خط اس لیے تحریر کیا گیا تھا کہ 1939ء میں پھر فسادات پھوٹ پڑے تھے۔

لکھنو میں جہاں محرم کے دنوں میں تعزیہ اور علم کے جلوس نکلا کرتے تھے، وہیں سنی اپنی مساجد میں مدحِ صحابہ کے نام سے مجلس منعقد کیا کرتے تھے، لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔

1906ء میں انگریز نے ایک حکم نامہ جاری کیا کہ مدحِ صحابہ ایک نئی اختراع ہے اس لیے محرم کے دو دنوں، چہلم اور یومِ شہادتِ علی کے دن اس پر پابندی ہوگی۔

یہ اقدام دنیا کو یہ بتانے کے لیے کیا گیا کہ ہم نے یہ امن کے لیے کیا ہے، لیکن اصل میں یہ ایسی شرارت تھی، جس نے آگے چل کر اس فساد کا بیج بویا۔

اس کی تفصیل Heig papers MSS.EUR.F.125.102 IOR میں موجود ہے اور انڈیا آفس لائبریری میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس کے بعد پورے برصغیر میں محرم کے جلوسوں کے روٹوں کے لائسنس انگریز ڈپٹی کمشنروں نے جاری کیے۔

آپ تمام شہروں کے روٹ ملاحظہ کریں، تو ان میں شرارتاً خاص طور پر ایسے مقامات شامل کیے گئے، جہاں آج نہیں تو کل کسی بھی وقت فساد برپا ہوسکتا ہے، یا کروایا جاسکتا ہے۔

1935ء میں چہلم کے دن کچھ مقامات پر مدحِ صحابہ پر پابندی کو غیر قانونی سمجھ کر سنی مساجد میں توڑا گیا۔

اس کے بعد 1936ء میں ذوالحج سے صفر تک کے مہینوں میں ہر جمعہ کو مدحِ صحابہ کو معمول بنایا گیا، قانون کی خلاف ورزی پر انگریزوں نے ہزاروں سنیوں کو گرفتار کرلیا، حالانکہ دوسری جانب سے کوئی احتجاج نہ تھا۔

آگ لگانے کے لیے یہ کافی تھا۔ فسادات شروع ہوئے۔ جھانسی ڈویژن کے کلکٹر جسٹس ایلسوپ (Allsop) کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی گئی، جس کا

مقصد یہ تھا کہ 1909ء کے احکامات میں کیا تبدیلیاں کی جائیں۔

28 مارچ 1938ء میں یہ رپورٹ سامنے آئی جس میں کہا گیا کہ:

The Sunni recitation were allowable in theory, but were actually provocative and should be disallowed.

آگ بڑھانے کے لیے یہ فقرے کافی ثابت ہوئے کہ سنی مدحِ صحابہ کتابی طور پر تو صحیح ہے، لیکن عملی اظہار شرانگیزی ہے، اس لیے اس پر پابندی لگائی جائے۔ سنیوں نے اس پر سول نافرمانی کی ایک تحریک شروع کی۔ ادھر ملک میں انتخابات کے بعد جمہوریت آ گئی تھی۔ کانگریس کی حکومت قائم ہوگئی۔

31 مارچ 1939ء کو کانگریس حکومت نے مدحِ صحابہ پر سے پابندی اٹھادی اور سول نافرمانی کی تحریک ختم ہوگئی۔

لیکن اس دوران دونوں جانب گزشتہ پچاس سال سے نفرت کا بیج بویا جا چکا تھا۔ یوں مارچ، اپریل اور مئی 1939ء میں شیعہ مسلک کے لوگوں نے احتجاج شروع کیا اور گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ اٹھارہ ہزار افراد گرفتار ہوئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کو دونوں گروہوں نے منصف مقرر کیا، لیکن چونکہ اختلافات کو اس طرح پالا گیا تھا کہ دوسری جانب سے تبرّیٰ کو بھی سرعام کرنے کی اجازت مانگ لی گئی اور اس پر از خود عمل بھی شروع ہوگیا جس پر شدید فسادات نے جنم لیا۔ یہ تمام معاملات اور کہانی گورنر ہیگ کے خطوط میں درج ہے، جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد 1940ء میں تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں نے عوامی مقامات پر مدحِ صحابہ اور تبرّیٰ پر پابندی لگادی۔

یہ ہے وہ تاریخ کہ آگ بھی خود بھڑکائی اور پھر اسے ایک دوسرے کے گھروں میں سلگنے کے لیے چھوڑ دیا۔

کس قدر بدنصیب ہیں، ہم اور کس قدر ناسمجھ ہیں، ہمارے فرقہ پرست کہ محرم کے جلوسوں کے وہ روٹ، جنہیں انگریز ڈپٹی کمشنروں نے فساد کے ممکنہ امکانات کے لیے ڈیزائن کیا تھا، اسے کربلا کی طرح مقدس سمجھتے ہیں اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

ہر سال قوم دعائیں کرتی ہے، فسادات سے نجات کے لیے، دنیا بھر کی انتظامیہ ان مقامات پر کھڑی ہوتی ہے، لیکن پھر بھی فساد ہو جاتا ہے اور کوئی مل بیٹھ کر ان سب کو محفوظ راستوں پر لے جانے کی کوشش نہیں کرتا۔

کس قدر بدقسمت ہیں ہم کہ انگریز جو لکیریں کھینچ گیا، اسے مقدس سمجھ کر خون بہاتے ہیں۔

صوبے انگریز نے بنائے، آپ انہیں بدل کر دکھائیں، ضلعوں، تحصیلوں میں ردوبدل پر فساد، جلوس کے قدیمی روٹ پر جھگڑا۔

کوئی ہے جو عقل سیکھے، اس برصغیر میں نفرت کا بیج بونے والے انگریز کے قانون اور احکامات کو بدل دے۔

اس سارے فساد پر آج بھی انگریز فاتح ہے، جو نفرت کا بیج بو گیا۔

ایک اور بہت بڑا سوال امتِ مسلمہ میں مسلکی اختلافات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عدمِ برداشت اور خونریزی کے حوالے سے پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس برِصغیر میں موجود تیس سے چالیس ہزار انگریز ہی اس کے واحد ذمہ دار ہیں؟

کیا ہمارے علماء نفرت کی آگ میں حصے دار نہیں ہیں؟ کیا ان لوگوں نے ایک مسلسل عمل کے ذریعے، سادہ لوح مسلمانوں کو ایک دوسرے سے نفرت کا سبق

نہیں پڑھایا؟

برِ صغیر کی گزشتہ ڈیڑھ سو سال کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہر مکتبِ فکر کے جیّد ترین علماء نے مدتوں اس بات پر اپنی توانائیاں صرف کیں کہ مخالف مسلک کے عقائد اور ان کے علماء کی تحریروں میں کون سے نقائص ہیں، زوردار اور پُر جوش رسالے لکھے اور تمام مکاتبِ فکر کے مدرسوں میں پڑھائے جاتے رہے۔

اس کے بعد منبر ومحراب ہاتھ آئے، تو اپنی شعلہ بیانیوں کا سارا زور مخالف کو کذّاب، بے دین، گمراہ، اور بالآخر کافر کہنے پر صرف کیا۔

شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث سب نے اس میں پورا پورا حصہ ڈالا۔

ردِّ بریلویت، ردِّ دیوبندی، ردِّ شیعہ اور ردِّ غیر مقلدین، جیسے موضوعات پر آپ کو ایک وسیع مواد ہر مکتبِ فکر میں مل جائے گا۔

وہ، جن کے اسلاف قرآن وسنت کے ہر پہلو کو لوگوں پر روشن کیا کرتے تھے، جو کبھی پوری دنیا میں کفر وشرک کے مقابلے میں توحید کے علمبردار تھے، جو سیّدُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی مشعل روشن کرنے کے نقیب ہوا کرتے تھے، ان کا سارا زورِ بیان اس بات پر صرف ہونے لگا کہ فلاں شخص، یا گروہ، اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہے، یا نہیں، فلاں دل میں سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی مشعل روشن ہے، یا بجھ چکی۔

مشرک، بدعتی، گستاخِ رسول، منکرینِ اولیاء، گستاخِ صحابہ اور منکرینِ اہلِ بیت، جیسے موضوعات ہمارے مذہبی اکابرین کا پسندیدہ موضوع بن گئے۔

گزشتہ چالیس سالوں سے میں ہر مکتبِ فکر کے علماء کی دھواں دار تقریروں سے فیض یاب ہو رہا ہوں۔

کانفرنس ''توحید'' کے نام پر منعقد ہوتی ہے، لیکن تقریریں پڑوس کی مسجد کے امام

اوراس کے اسلاف کی ہرزہ سرائی کے ذکر سے بھری ہوتی ہیں۔

مجلس ''میلادِ سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم'' کی سجائی جاتی ہےاور شعلہ بیانیاں اپنے اسلاف کی تعریف وتوصیف اور دوسروں کی گستاخیوں کی داستانیں، بیان کرنے پرصرف ہوجاتی ہیں۔

''آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کی محفلوں کا تو غضب ناک پہلو یہ ہے کہ فقرے گھما پھرا کرایسے بولے جاتے ہیں کہ پوری بستی جواس محفل میں شریک نہیں، یزید کی فوج قراردے دی جاتی ہے۔

ادھر بات شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شروع ہوتی ہے، مگرکوئی لمحہ ایسانہیں گزرتا کہ جوشِ خطابت لوگوں سے، دوسرے مکتبِ فکر کے لوگوں کے لیے کفر کےنعرے نہ لگوادے۔

یہ تقریریں اور یہ علمی مواداور تحقیق وتنقیص کا یہ عمل ڈیڑھ سوسال سے جاری ہے، لیکن ان ڈیڑھ سوسالوں سے ایک سوبیس سال انتہائی امن اورسکون کے ہیں۔

کوئی دنگا، فساد، سرپھٹول، یاقتل وغارت نہیں۔

لیکن گزشتہ تیس سال ایسے ہیں کہ جیسے ہرلمحہ سولی پرلٹکا ہوا ہو۔

ان تیس سالوں میں ایسا کیا ہوگیا؟

اگرآج ہم نے اس پرغورنہ کیا، تو اگلے سوسال ہم ایک دوسرے کی لاشیں اٹھاتے رہیں گے۔

ان تیس سالوں میں اس مسلم خطے کے سیاسی حالات میں ایسی اہم تبدیلیاں آئیں جن کا اثر یہاں کے صدیوں پرانے معاشرتی، سیاسی اور مذہبی حالات پر پڑا۔

ایک پُرسکون ''جھیل جیسی مسلم معاشرت'' میں ہلچل مچ گئی۔

افغانستان میں روسی افواج داخل ہوئیں اورایران میں انقلاب آ گیا۔

یہ دونوں واقعات جنگِ عظیم اوّل کے بعد مسلم اُمہ کی خلافت کی مرکزیت کے ختم

ہونے اور جدید سیکولر قومی ریاستوں کے بعد سب سے بڑے واقعات تھے۔

ایران میں، انقلاب نے جہاں سیکولر قومی ریاست کی بنیادیں ہلا دیں، وہیں افغانستان کا جہاد بھی خلافتِ اسلامیہ کے قیام کا نعرہ لے کر اٹھا اور طالبان کی صورت میں قائم حکومت نے مغرب کی سیکولر ریاستیں قائم کرنے کی جدوجہد کو غارت کر دیا۔

ان انقلابات کے نتیجے میں پورے خطے میں ایک بے یقینی کی کیفیت پیدا ہوگئی اور وہ تمام حکمران جنہیں پہلی جنگِ عظیم کے بعد مغرب نے اپنے کاسہ لیسوں کی حیثیت سے مسلّط کیا تھا، اپنے ممکنہ انجام کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے اور یوں ایک کشمکش اور جنگ کا آغاز ہو گیا۔

لیکن اس کشمکش اور جنگ کا ایندھن وہ مواد بنا، جو سو دو سال سے اس امت کے مختلف مسالک کے علماء نے وقتاً فوقتاً تحریر کیا تھا۔

ایک دوسرے کے ردّ میں لکھی گئی کتابیں اور کفر کے فتوے گرد آلود تہہ خانوں سے نکالے گئے اور پھر انہیں چاروں جانب پھیلا دیا گیا۔

اسی زمانے میں ایک اور چیز نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

پہلے ان تمام علماء اور ذاکرین کے بے محابہ خطاب، صرف اپنی اپنی مساجد اور امام بارگاہوں تک محدود تھے، لیکن جس طرح اس دور میں پہلے آڈیو کیسٹوں اور ویڈیو کیسٹوں نے عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی، جیسے فنکاروں کو مقبولیت بخشی، ویسے ہی ان علماء اور ذاکرین کی آڈیو اور وڈیو کیسٹوں نے انہیں راتوں رات ملکی اور غیر ملکی مقبولیت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ یہ کیسٹیں عام دکانوں پر دستیاب ہونے لگیں۔

شیعہ ذاکر کی کیسٹ، سنی گاہک کے ہاتھ میں اور سنی مقرر کی کیسٹ، شیعہ گاہک کے ہاتھ میں آ گئی۔

مدتوں ان لوگوں کو ان کے مولوی بتایا کرتے تھے کہ فلاں مسلک کا مولوی، یا ذاکر ہمارے بارے میں یہ کہتا ہے اور پھر نفرت کا بیج بویا جاتا تھا۔

لیکن اب تو وہ سب کچھ ایک دلیل کے طور پر مخالف فرقے کے لوگوں کے ہاتھ میں آ گیا۔

وڈیو اور آڈیو سے سب کچھ، سی-ڈی، اور ڈی-وی-ڈی پر منتقل ہوتا چلا گیا۔ ادھر گھر گھر کمپیوٹر آیا، تو یہ سارا نفرت انگیز مواد عام آدمی کی دسترس میں چلا گیا۔

آڈیو، ویڈیو کیسٹ، یا سی-ڈی اور ڈی-وی-ڈی خریدنے کے لیے پھر بھی زحمت اٹھانا پڑتی تھی، بازار جانا پڑتا تھا، لیکن جیسے ہی انٹرنیٹ آیا، تو یہ تمام مواد یوٹیوب سے ہوتا ہوا ''فیس بک، ٹوئٹر'' اور دیگر ''ویب سائٹس'' کی صورت میں ہر شخص کے گھر، یہاں تک کہ موبائل تک جا پہنچا۔

اب نہ دکان پر جانے کا تردّد، نہ کیسٹ اور سی ڈی خریدنے کی زحمت، راہ چلتے موبائل پر انٹرنیٹ کھولو اور نفرت کے ثبوت کے طور پر کسی بھی مولوی، یا ذاکر کی تقریر سنا کر آگ لگوا دو۔

یہاں ایک عجیب منطق پیش کی جاتی ہے کہ انٹرنیٹ، یا سوشل میڈیا پر ہر طرح کا جھوٹ اور افواہ چل رہی ہوتی ہے، لیکن یہ جھوٹ اور افواہ نہیں، بلکہ ہمارے اپنے مذہبی قائدین کی غیر ذمہ دارانہ گفتگو ہوتی ہے، جسے ایک عام کمپیوٹر جاننے والا شخص بھی بڑی آسانی سے پہچان سکتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، یا سچ۔

یہی وجہ ہے کہ مسجد اور امام بارگاہ میں بولی جانے والی نفرت کی زبانیں، اب گھروں کے دالانوں تک جا پہنچی ہیں۔

اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم ایسا نہیں کہتے، یہ ہم پر الزام ہے، اس کے جواب میں سامنے والا موبائل پر کسی نہ کسی کی تقریر نکال کر سنا دیتا ہے۔

یہ وہ سب کچھ ہے، جس نے اس سیاسی اور علاقائی طور پر پیچیدہ صورتِ حال کو ایندھن فراہم کیا، آگ لگائی اور کشت وخون کا بازار گرم کیا۔

اس سارے طوفان میں نہ دیوبندی کو فتح حاصل ہوئی، نہ بریلوی کو، نہ شیعہ جیتا اور نہ اہلِ حدیث۔

مسکراہٹ ان چہروں پر ہے، رقص کناں وہ لوگ ہیں، جو مدتوں سے یہ خواہش دل میں دبائے بیٹھے ہیں کہ کسی طرح لوگوں کو اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عقائد سے برگشتہ کیا جائے۔

یہ لوگ ہیں، جو اس مواد کو اکٹھا کرتے ہیں، کبھی کالم کی صورت میں پروتے ہیں اور کبھی کسی ٹاک شو میں دھینگا مشتی کرواتے ہیں۔

لوگ سوال کرتے ہیں، حل کیا ہے ! جس نے درد دیا ہے، وہی دوا دے گا۔

اس امت کے تمام علماء کو اکٹھا ہونا پڑے گا اور ان سب لوگوں سے لاتعلقی کا اعلان کرنا ہوگا، جن کی نفرت پر مبنی تقریریں اور مواد ہمارے درمیان موجود ہے اور ایسے سارے مواد، سی ڈیز اور کیسٹوں کو سرِ عام جلانا ہوگا، ورنہ اہلِ نظر مسجدوں اور امام بارگاہوں میں، جبہّ ودستار اور عمامے خون سے رنگین دیکھ رہے ہیں۔

(روزنامہ ''دنیا'' اسلام آباد، پیر، 18 نومبر 2013ء، 13 محرم الحرام 1435ھ، صفحہ نمبر 2، قسط 1)

(https://dunya.com.pk/index.php/author/orya-maqbool-jaan/2013-11-18/5037/44733086)

(روزنامہ ''دنیا'' اسلام آباد، بدھ، 20 نومبر 2013ء، 15 محرم الحرام 1435ھ، صفحہ نمبر 2، قسط 2)

(https://dunya.com.pk/index.php/author/orya-maqbool-jaan/2013-11-20/5064/32182730)

مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کا حوالہ

اگر بعض ان اہلِ دیوبند حضرات کو ''جو علی الاطلاق اہلِ تشیع کی تکفیر کرتے ہیں'' مذکورہ حوالہ جات سے وحشت ہو، اور انہیں کفار کے مقابلہ میں ''شیعہ، سنی اتحاد'' اور اہلِ تشیع کو مسلم قرار دینے، اور متعین طور پر تکفیر ثابت نہ ہونے کی صورت میں اہلِ سنت سے الگ فرقہ قرار دینے

میں تعجب محسوس ہو، تو ان کو دارُ العلوم دیوبند کے اکابر کے درجِ ذیل واقعہ، اور ہدایت کو ملاحظہ کرلینا چاہیے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات میں ہے کہ:

یہ تو تعزیوں کا حکمِ اصلی ہے، باقی بعض عوارض کی وجہ سے یہ بدل بھی جاتا ہے، اس کے متعلق ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک گاؤں ہے، کانپور کے ضلع میں ''گجنیر پورب میں، وہاں کے لوگوں کے متعلق ''شدھی'' ہونے کی خبر سنی تھی (شدھی سے مراد ہندو بنانے اور ہندو مذہب میں داخل کرنے کی تحریک ہے) میں اس گاؤں میں ایک مجمع کے ساتھ گیا اور اس باب میں ان لوگوں سے گفتگو کی، ان میں ایک شخص تھا، جو ذرا چودھری سمجھا جاتا تھا، میں نے اس کو بلا کر دریافت کیا کہ سنا ہے کہ تم شدھی ہونے کو تیار ہو، اگر تم کو اسلام میں کچھ شک ہو، ہم سے تحقیق کرلو، اس نے کہا کہ میرے یہاں تعزیہ بَنَٹ ہے (یعنی میرے یہاں تعزیہ بنتا ہے) پھر ہم ہندو کاہے کو (یعنی کیونکر) ہونے لگے، میں نے اس کو تعزیہ کی اجازت دے دی، کیونکہ یہاں عارض (یعنی خاص عارضی حالت) کے سبب یہ بدعت، وقایہ تھی کفر کی (یعنی کفر سے حفاظت کا ذریعہ تھی) اور میری اس اجازت کا ماخذ ایک دوسرا واقعہ تھا کہ اجمیر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (نانوتوی، دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس) نے اہلِ تعزیہ کی نصرت (ومدد) کا فتویٰ دے دیا تھا۔

قصہ یہ تھا کہ مولانا (محمد یعقوب نانوتوی) ایک زمانہ میں اجمیر شریف تشریف رکھتے تھے، عشرۂ محرم کا زمانہ آیا اور غالباً ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گذرنے پر شیعی صاحبان اور ہندوں میں جھگڑا ہوا، اب صورت یہ تھی کہ اگر تنہا شیعی صاحبان مقابلہ کریں، تو غلبہ کی امید نہ تھی، اس لئے کہ ان کی جماعت قلیل (یعنی کم) تھی

اور ہندوؤں کی کثیر (یعنی زیادہ) اس بناء پر شہر اجمیر کے عمائد مسلمان سنیوں نے مقامی علماء سے استفتاء کیا کہ یہ صورت ہے، ہم کو کیا کرنا چاہئے، وہاں کے علماء نے جواب دیا کہ بدعت اور کفر کی باہم لڑائی ہے، تم کو الگ رہنا چاہئے۔

پھر اہلِ شہر جمع ہوکر مولانا (محمد یعقوب صاحب نانوتوی) کے پاس آئے اور کُل واقعہ عرض کیا اور علماء کا قول بھی نقل کیا۔

حضرت مولانا (محمد یعقوب صاحب نانوتوی) نے سن کر فرمایا کہ جواب تو ٹھیک ہے کہ بدعت اور کفر کی لڑائی ہے، مگر یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ کیا ہندو، اس کو بدعت سمجھ کر مقابلہ کرر ہے ہیں، یا اسلام سمجھ کر مقابلہ کرر ہے ہیں، سو یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں، بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے، یہ شیعی صاحبان کی شکست نہیں، بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے، لہٰذا اہلِ تعزیہ کی نصرت (ومدد) کرنا چاہئے۔

اسی طرح تعزیہ بدعت ضرور ہے، لیکن وہاں میں نے اس کو وقایۂ کفر (یعنی کفر سے حفاظت کا ذریعہ) سمجھ کر اجازت دے دی۔

ہمارے بزرگ بحمداللہ جامع بین الاضداد تھے، جو محقق کی شان ہوتی ہے

(الافاضات الیومیۃ، جلد: ۳، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۴ص۱۶۲ تا ۱۶۵، ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ، ملفوظ نمبر ۲۰۲ ''احکام التبر کات''، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: شوال ۱۴۲۳ھ)

ملاحظہ فرمایئے کہ اُس زمانے کے تمام سنی علماء نے، ہندوؤں کے مقابلہ میں اہلِ تشیع کو ''بدعتی'' یا اہلِ سنت سے خارج قرار دیا، ہندوؤں کی طرح کفار قرار نہیں دیا، یہاں تک کہ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس، اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے استاذ، مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے تو ہندوؤں کے مقابلہ میں سنیوں کو اہلِ تشیع کا ساتھ دینے، اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں مغلوب کرنے، اور مسلمانوں کا غلبہ ثابت کرنے کی مصلحت کی خاطر تعزیہ نکلنے میں اہلِ تشیع کی نصرت ومدد کرنے کا حکم صادر فرمادیا، اور حضرت

مولانا اشرف تھانوی نے اس طرزِ عمل کو اللہ کی حمد بیان کرتے ہوئے، اپنے بزرگوں کی جامع بین الاضداد، اور محققانہ شان قرار دیا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ طرزِ عمل مذکورہ شان سے محروم لوگوں کو تحقیق کے خلاف معلوم ہوگا۔

اور موجودہ دور کے محققین یہ بات آج بھی سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر کی کفریہ طاقتیں، اہلِ تشیع اور اہلِ سنت کو مسلمان سمجھ کر، ان کے خلاف متحد ہیں، اور وہ اپنے مفادات کی خاطر اپنی حسبِ مصلحت کبھی کسی ایک کا اور کبھی کسی دوسرے کا ساتھ دے کر، دوسرے کے ساتھ لڑاتی ہیں، اور خود تماش بینوں کی طرح پیچھے بیٹھی رہتی ہیں۔

جبکہ بانیٔ دار العلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ کے اس سلسلہ میں حوالہ جات پہلے ذکر کیے جاچکے ہیں۔

افغانستان کے موجودہ طالبان حکمران کا حوالہ

مذکورہ مضمون نظرِ ثانی ہوکر مکمل ہوچکا تھا، اور اشاعت کے لیے تیار تھا کہ اسی دوران افغانستان میں دوبارہ طالبان کی حکومت آگئی، جن کو بہت سے حضرات کی طرف سے حنفی اور اہلِ دیوبند کا ہم مسلک شمار کیا جاتا ہے، مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں اہلِ تشیع کے متعلق ان کا موقف اور طرزِ عمل بھی ملاحظہ کرلیا جائے، جنہوں نے دنیا میں عالمِ کفر کے طرزِ عمل، اور اپنے سابقہ دورِ حکومت، اور عراق، شام وغیرہ کے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، عالمِ کفر کے مقابلہ میں ''شیعہ، سنی کے مابین اتحاد'' کا فیصلہ کیا، اور عمومی حکم کے لحاظ سے شیعوں کو مسلمان کہا، جو جمہور متقدمین مجتہدین، اور اکابر ومشائخ، بالخصوص مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے مذکورہ طرزِ عمل کے مطابق، اور زمینی حقائق، اور حکمت ومصلحت پر مبنی ہے، کیونکہ اس کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں عالمِ کفر، اپنے مذموم مقاصد ومفادات حاصل کرتا رہا ہے، اور امتِ مسلمہ بہت نقصان اٹھا چکی ہے۔

چنانچہ گزشتہ دنوں یہ خبر شائع ہوئی:

کابل: تسنیم خبر رساں ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق افغانستان میں طالبان کی عبوری حکومت کے نائب صدر ملا عبدالسلام حنفی نے کہا ہے کہ شیعہ اور سنی دونوں مسلمان ہیں، اس لئے ان کے مابین اتحاد ضروری ہے۔

ملا عبدالسلام حنفی نے کہا کہ افغانستان کے عوام کو چاہئے کہ وہ، وہ کام کریں، جس سے اسلام اور افغانستان کے دشمنوں کو قوم و زبان و نسل کے ذریعے اپنے قدم جمانے کا موقع نہ مل سکے۔ انہوں نے کہا کہ دشمن کسی بھی طور پر افغانستان کے شیعہ اور سنی مسلمانوں کے مابین اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

اس سے قبل افغانستان کی شیعہ علماء کونسل نے بھی ملک میں طالبان حکومت میں شیعہ مسلمانوں کے کردار اور ایک قومی حکومت کی تشکیل پر زور دیا تھا (ویب سائٹ ''ابلاغ'' 30 مئی، 2022ء)

(https://iblagh.com/352187)

اور اس سے پہلے مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی:

طالبان کے ارشاد و دعوت کمیشن کے سربراہ ملا امیر خان متقی نے کہا ہے کہ افغانستان کے شیعہ اور سنی شہریوں میں بہت زیادہ اشتراکات ہیں، شیعہ اور سنی دونوں ہی، اسلامی نظام، اتحاد، ترقی، خوشحالی اور اپنے بچوں کی اچھی تعلیم کے خواہاں ہیں۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ افغانستان کے طالبان، شیعہ مسلمانوں کو، اپنا ہم وطن مانتے ہیں، اور جس طرح سے سنی مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کا تحفظ کرتے ہیں، اسی طرح اہلِ تشیع کا بھی تحفظ کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ طالبان امتیازی سلوک کی پالیسی میں یقین نہیں رکھتے اور اہلِ سنت و اہلِ تشیع، دونوں ہی ایک طرح سے قابلِ احترام ہیں۔

طالبان کے ارشاد و دعوت کمیشن کے سربراہ نے کہا کہ اسلام اور وطن کے دشمن عراق کی طرح افغانستان میں بھی شیعہ، سنی میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔
انہوں نے کہا کہ کچھ طاقتیں، ناکامی کے بعد اب عسکریت پسندی کے لئے کوشاں ہیں، تاہم ہم ان طاقتوں کو پیغام دیتے ہیں کہ جب پچاس ملک مل کر کچھ نہیں کر پائے، تو تم کچھ لوگ کیا کرلو گے؟ اس لئے شیعہ اور سنی دھوکے میں نہ آئیں۔
انہوں نے کہا کہ طالبان یہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ انتقام کے درپے نہیں اور افغانستان کے تمام لوگ ایک مضبوط اور جامع افغان حکومت کے زیرِ سایہ ہوں گے اور ملک ترقی کرے گا۔
ملا امیر خان متقی نے افغانستان کے شیعہ مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان کے بہت سے شیعہ اکثریتی علاقے طالبان کے قبضے میں ہیں، لیکن کسی ایک شیعہ پر بھی حملہ نہیں کیا گیا، لیکن پروپگنڈہ یہ کیا جا رہا ہے کہ ہم شیعوں کے خلاف ہیں۔
انہوں نے کہا کہ ہم واضح طور پر کہتے ہیں اور سب جان لیں کہ طالبان کا نظریہ، داعشی نہیں ہے، اور ہم چودہ سو سال پہلے والے اہلِ سنت و جماعت کے مسلک پر عمل پیرا ہیں اور اگر کسی شیعہ، یا سنی پر ظلم ہوا ہوگا، تو طالبان اس کا حق اسے دلائیں گے۔
انہوں نے کابل میں شیعہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے دھماکوں اور حملوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب دشمن کے پروپگنڈے ہیں، اگر یہ طالبان کا کام ہوتا، تو کیوں طالبان کے زیرِ قبضہ علاقوں میں کسی ایک شیعہ عالمِ دین، یا شیعہ فرد کے خلاف کچھ نہیں کیا گیا، افغانستان، اس ملک کے ہر فرد کا گھر ہے، وہ چاہے جس قوم، یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو (ویب سائٹ ''اقنا'' 05 جولائی 2021)

(https://iqna.ir/ur/news/3509734)

اور مندرجہ ذیل خبر بھی شائع ہوئی:

کابل: طالبان نے اپنی فورسز کو شیعہ مساجد اور امام بارگاہوں کو تحفظ فراہم کرنے کا حکم دے دیا، طالبان عہدیداروں کو مزار شریف، غزنی اور ہرات سمیت افغانستان کے مختلف شہروں میں شیعہ دینی مراکز اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی ہدایت کی گئی ہے، ہرات سے جاری اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ شہر ہرات میں اہلِ تشیع بھائیوں کی متعدد مساجد اور امام بارگاہیں واقع ہیں۔لہٰذا موجود مساجد اور امام بارگاہوں کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہونی چاہیئے۔

(ویب سائٹ ''روزنامہ نوائے اسلام'' 18/اگست/2021ء)

https://www.nawaeislam.com/afghan-taliban-order-protection-of-shiite-mosques-and-imambargahs/

نیز یہ خبر شائع ہوئی کہ:

افغان میڈیا کی رپورٹس کے مطابق طالبان رہنماؤں نے کابل میں ہزارہ محلے دشتِ برچی میں ہونے والی اہلِ تشیع کی محرم الحرام کی مجلس میں شریک ہو کر شیعہ برادری کو تحفظ کی یقین دہانی کرائی۔

افغان طالبان نے اپنی فورسز کو اہلِ تشیع کی مساجد اور امام بارگاہوں کے تحفظ کا حکم جاری کیا ہے، طالبان کے عہدیداروں نے مزار شریف، غزنی اور ہرات سمیت افغانستان کے مختلف شہروں میں واقع اہلِ تشیع کے مراکز کے تحفظ کا اعلان کیا۔

اُدھر افغان شہر ''مزار شریف'' میں طالبان سیکورٹی آفیشل مولوی عبدالقادر نے مسجد وامام بارگاہِ محمد رسول اللہ میں محرم کی ماتمی مجلس میں شرکت کی۔

اس موقع پر ان کا کہنا تھا کہ کچھ طالبان ارکان کے حسینی پرچم نیچے کرنے کے اقدام پر معذرت خواہ ہوں، اور یہ ایک غیر ذمہ دارانہ فعل تھا، ہم اپنے شیعہ بھائیوں کی توہین نہیں کرنا چاہتے۔

انہوں نے کہا کہ ہم مزارشریف میں بھائیوں کی طرح اکٹھے رہنا چاہتے ہیں، میں حنفی صوفی ہوں اور پیغمبرِ اسلام کے نواسے حضرت امام حسین کا احترام کرتا ہوں اور ان کی شہادت کی برسی پر غمزدہ ہوں۔

انہوں نے کہا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی کو بھی دوسروں کی مذہبی رسومات میں مداخلت کا حق نہیں دیا جائے گا اور کسی بھی شیعہ پر کسی کو بھی حملہ کی اجازت نہیں دی جائے گی (ویب سائٹ ''زمینی حقائق'' 18/ اگست/ 2021ء)

(https://zameenihaqaiq.com/article/59518)

اور یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ:

افغان نیوز ایجنسی ''آوا'' کی رپورٹ کے مطابق افغانستان کے صوبے ہرات میں طالبان کے ثقافتی اور اطلاع رسانی کے ڈائریکٹر مولوی نعیم الحق حقانی نے اخوتِ اسلامی کونسل کے مرکز میں علماء کے اجلاس میں کہا کہ اس وقت ہمارے شیعہ اور سنی بھائی مکمل امن وامان کے دائرے میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، اور چیز یہ ہمارے دشمنوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

انہوں نے کہا کہ مجاہدین نے بہت کم وسائل کے ساتھ 20 سال تک امریکہ کا مقابلہ کیا اور عوامی تعاون سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔

مولوی نعیم الحق حقانی نے کہا کہ افغانستان کے عوام گزشتہ 4 عشروں سے امن و امان کے لئے ترس گئے تھے اور اب وہ امن وامان کی اہمیت کو سمجھ گئے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ دشمن یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ افغانستان، عراق اور شام کی مانند ہوجائے گا، لیکن افغانستان کی اہم شخصیات نے یہ ثابت کردیا کہ افغان عوام ایک دوسرے کے شانہ بشانہ زندگی گزار سکتے ہیں (ویب سائٹ ''سحر'' 8، اکتوبر 2021ء)

(https://urdu.sahartv.ir/news/islamic_world-i394263)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ افغانستان کے طالبان حکمرانوں کی طرف سے وہاں بسنے والی اکثریت

واقلیت کے ساتھ منصفانہ سلوک کرنے اور بلا امتیاز لوگوں کی جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت کرنے کی شرط پر، جمعیت علمائے ہند کے صدر مولانا سید ارشد مدنی صاحب، پہلے ہی حمایت کا بیان دے چکے ہیں، جس کا اظہار انہوں نے ایک گفتگو کے دوران کیا تھا، اور اس کی خبر اس طرح شائع ہوئی تھی:

جمعیت علمائے ہند کے صدر مولانا سید ارشد مدنی نے کہا کہ طالبان دراصل حضرت شیخ الہند کی تحریک سے متاثر ہیں، انہوں نے دیوبند میں اپنی رہائش گاہ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مستقبل بتائے گا کہ طالبان کا طریقہ کار اور راستہ ٹھیک ہے، یا نہیں؟ اگر طالبان افغانستان میں حکومت بنانے کے بعد تمام لوگوں کے ساتھ منصفانہ اور مساوی سلوک کریں گے، تو پوری دنیا ان کی تعریف کرے گی، اور پھر ہم بھی ان کے ساتھ ہیں، لیکن اگر وہاں طالبان کی طرف سے ناانصافی اور زیادتی کی جائے گی، تو کوئی بھی ان کی حمایت نہیں کرے گا۔

سید ارشد مدنی نے کہا کہ کسی بھی حکومت کو چلانے کے لیے دو چیزیں بنیادی ہیں، ایک مفاہمت اور محبت، اور دوسرے ملک میں رہنے والی اکثریت اور اقلیت کے ساتھ مساوی سلوک کرنا، اگر وہ ملک میں محبت اور امن قائم کرتے ہیں، نیز سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں، ان کی حکومت میں اگر لوگ اپنی عزت، جان و مال اور ہر چیز کو محفوظ سمجھتے ہیں، پھر ایسی حکومتیں کامیاب ہوتی ہیں، اور پوری دنیا کامیاب حکومتوں کی تعریف کرتی ہے، مولانا ارشد مدنی نے کہا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم طالبان کے لیے اچھی رائے رکھتے ہیں، وہ غلط ہیں، کیونکہ کسی کے بارے میں ہماری کوئی رائے نہیں ہے، لیکن مستقبل فیصلہ کرے گا کہ دنیا ان کے بارے میں کیا سوچتی ہے، وہ اپنی حکومت میں تحفظ، تعلیم، صحت اور خواتین کی عزت کیسے کرتے ہیں؟ (ویب سائٹ ''بصیرت آن لائن'' 20/ اگست/ 2021ء)

(https://www.baseeratonline.com/153679)

مولانا نور عالم خلیل امینی، دارُالعلوم دیوبند کا حوالہ

اگر چہ موجودہ دور کے بعض جوشیلے وجذباتی مسلمانوں کو''شیعہ سنی اتحاد'' بالکل گوارا نہیں، لیکن ان کو موجودہ کفریہ طاقتوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، جنھوں نے اپنے تمام اصولی اختلافات بھلا کر دنیا بھر کے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے، تو کیا ایسی حالت میں، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کردہ تکفیر میں احتیاط، اور دلوں میں چھپے ہوئے رازوں کو اللہ کے حوالے کرنے، اور اللہ پر توکل کرنے، اور جمہور مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں، کفار کے مقابلہ میں ''شیعہ سنی'' متحد نہیں ہو سکتے؟

اس سلسلہ میں مولانا نور عالم خلیل امینی (رئیس تحریر الداعی واستاذ ادب عربی، دارالعلوم دیوبند) نے ایک نہایت مفید مضمون ''اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنانِ وقت کی طرف سے محاذوں کی تکثیر، اور اُسوۂ نبیِ اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے، جو کچھ مفصل ہے، ذیل میں اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

> ''اِسلام دشمن طاقتیں آج اِسلام کے خلاف متحد ہو کر اِس طرح اُس پر ٹوٹ پڑی ہیں کہ ہر خاص وعام کی زبان پر ہے کہ اسلام کے خلاف اس کے دشمنوں کی ایسی یگانگت، ایسا اتحاد، ایسی یک جائی کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ اسلام سے لڑنے، اُس کا پیچھا کرنے، اُس کو گھیرنے اور ہر طرف سے اُس پر راہ بند کر دینے کی ہر تدبیر سے کام لیا جا رہا ہے، ہر ذریعے کو آزمایا جا رہا ہے، ہر طریقۂ پیکار کو استعمال کیا جا رہا ہے اور ایک کے بعد دوسرا محاذ کھول کر فرزندانِ اِسلام کو ہر محاذ پر مشغول کر کے اُن کی طاقت کو منتشر کر دینے اور فیصلہ کن اور آخری مزاحمت سے انھیں باز رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فرزندانِ اسلام غافل اور محوِ استراحت ہیں اور دشمنانِ اسلام ہمہ وقت محوِ فکر وعمل ہیں۔

محاذوں کی تکثیر اور جنگی کارروائیوں کے مراکز کا تنوع، اِسلام سے برسرِ پیکار طاقتوں کے کارگر اور ترجیحی طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، جس پر وہ ماضی میں بھی کاربند رہی ہیں۔ انھیں یقین رہا ہے کہ اگر اسلام کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے محاذ ایک دو ہی رہیں گے، تو فرزندانِ اسلام کے لیے، ان سے نمٹنا اور حساب بے باق کرنا آسان ہوگا؛ لیکن محاذوں کی کثرت اور اُن کے متنوّع ہونے کی صورت میں دشمنانِ اسلام کے بزعمِ اہلِ اسلام کے لیے اُن سارے محاذوں پر، اُن سے لڑنا آسان نہ ہوگا، نتیجتاً وہ شکست کھا جانے، اُن کے سامنے سرنگوں ہوجانے اور ان کے لیے جیت کو تسلیم کر لینے پر آمادہ ہوجائیں گے۔

محاذِ جنگ کی تکثیر اور اس کو نوع بہ نوع کرنے کی پالیسی پر ہی آج اسلام دشمن طاقتیں عمل پیرا ہیں۔ دوسری طرف انھوں نے اپنی صفوں میں اتحاد و یک جہتی کی ایسی مثال قائم کی ہے، جو دیدنی بھی ہے اور باعثِ عبرت بھی۔ باعثِ عبرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے درمیان اختلاف و تضاد کے اتنے سارے عوامل پائے جاتے ہیں کہ اُنھیں کسی بھی حال میں متحد نہیں ہونا چاہیے تھا؛ بلکہ انھیں ہمیشہ اور ہر طرح متحارب، یا متصادم رہنا چاہیے تھا۔ یہ زمانے کی نیرنگی اور اس کے عجائبات میں سے ہے کہ اختلاف کے لاتعداد محرکات کے باوجود صرف ایک محرک یعنی اِسلام دشمنی نے انھیں متحد اور متعاون بنادیا ہے۔ ان کے عقیدے مختلف ہیں، رجحانات و میلانات مختلف ہیں، عبادتوں اور پرستشوں کا انداز مختلف ہے؛ ساتھ ہی ان کے مقاصد و مفادات، ان کی نسلوں اور جنسوں، رنگوں اور ملکوں، معبودوں اور عقیدتوں کے محوروں میں نہ صرف اختلاف؛ بلکہ بالکل تضاد پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کے بت پتھر کے ہیں، تو کسی کے صنم لکڑی کے، کسی کے معبود گڑے ہیں، تو کسی کے کھڑے، کسی کے پڑے ہیں، تو کسی کے بیٹھے! ۔ لیکن اُن کے

درمیان ایک قدرے مشترک ہے اور وہ ہے اسلام دشمنی، جس نے سارے تضادات کے باوجود انھیں ایک بنادیا ہے۔

کیا یہ بات ہم مسلمانوں کے لیے درس انگیز نہیں کہ ہم مسلکوں اور مکاتبِ فکر کے اختلاف کے باوجود لا اِلٰہ اِلا اللہ، محمد رسول اللہ کے قدرِ مشترک پر متحد ہوکر باطل کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیں، تاکہ خدا کی کائنات امن کی جنت، سکون کا گہوارہ، راحت کی جا اور انسانیت کی جائے پناہ، اسی طرح بن جائے، جس طرح کہ خدا نے چاہا ہے اور خدا کے نبی نے جس کو برپا کرکے دکھادیا ہے!............

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ یہ مغربی ممالک اور امریکہ ڈھیر سارے ایٹمی ہتھیار بنائیں، بناتے جائیں، انھیں ترقی دیتے جائیں، ان کی وجہ سے دنیا والوں بالخصوص مسلمانوں کو اِس طرح ڈرائیں، جیسے بڑی عمر کے لوگ بچوں کو بھوت اور جن سے ڈراتے ہیں اور مسلم ملکوں اور دیگر کمزور ملکوں سے کہیں کہ تمہیں کسی طرح کے چاقو اور چھری بنانے کا حق نہیں اور اگر تم نے بنانے پر اِصرار کیا، تو ہم تمہیں نیست ونابود کردیں گے۔

برطانیہ کے ٹائمز اخبار نے کچھ دنوں پہلے جو اعداد وشمار شائع کیا تھا، اس کے بہ موجب دنیا میں اِس وقت (۱۷۰۰۰) ایٹمی ہیڈس ہیں، جن کے ذریعے دنیا کو کئی بار تباہ کیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے تنہا امریکہ کے پاس ۷۳۰۰ ہیڈس ہیں۔ امریکہ نے ۱۹۴۵ء میں اپنے نیوکلیئر تجربات شروع کردیے تھے۔ برطانیہ کے پاس ۲۲۵ ہیڈس ہیں، اُس نے اپنا پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۵۲ء میں کیا تھا۔ فرانس کے پاس ۳۵۰ ہیڈس ہیں، اُس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۶۰ء میں کیا تھا۔ چین کے پاس ۴۰۰ ہیڈس ہیں، اُس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۶۴ء میں کیا تھا۔ روس کے پاس ۸۰۰۰ ہیڈس ہیں، اس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۴۹ء میں کیا تھا۔ اِسرائیل کے

حوالے سے دنیا والوں کو یقین ہے کہ اس کے پاس سینکڑوں ہیڈس ہیں، لیکن چونکہ وہ خود، اس کا آقا امریکہ اور اس کا پاسدار مغرب، اس کے تعلق سے ایٹمی معاملے میں بطورِ خاص مکمل طور پر راز داری برتتے ہیں؛ اس لیے اُس کے ایٹمی ہیڈس کی تعداد کا ذرائع ابلاغ کو صحیح علم نہیں۔ شمالی کوریا بھی اپنے پاس ایٹمی ہتھیار کی موجودگی کا مدعی ہے؛ لیکن عالمی ذرائع کو اِس حوالے سے کوئی یقینی بات معلوم نہیں۔ ہندوستان کے پاس بھی چھوٹا سا ایٹمی اسلحہ خانہ موجود ہے۔ پاکستان کے متعلق جیسا کہ معلوم ہے عالمی طور پر صرف یہ خیال ہے کہ اُس کے پاس شاید کچھ نیوکلیر ہتھیار ہیں؛ لیکن حتمی طور پر کچھ معلوم نہیں؛ لیکن امریکہ، اسرائیل، مغرب اور اِن کے دُم چھلوں نے پچھلے دنوں پاکستان اور اُس کے ایٹمی پروگرام کے خالق عبدالقدیر خان کے خلاف جس طرح شور برپا کیا، اُس سے عالم اِسلام کے ضمیر کو زبردست ٹھیس پہنچی اور مسلم اُمّہ کو یقین کرنا پڑا کہ ساری دنیا کی اقوام وملل یقیناً ایک فریق ہیں اور اُمتِ مسلمہ دوسرا فریق ہے اور اُس کو یقین کرنا پڑا کہ ''اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ'' واقعی ایک زندہ، نا قابلِ تکذیب اور ہزاروں سچائیوں کی ایک سچائی ہے۔ ابھی یہ شور تھما نہیں تھا کہ امریکہ، اُس کے لے پالک اِسرائیل اور برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک نے زور شور سے اِیران کے ایٹمی پروگرام کا مسئلہ چھیڑ دیا، جب کہ ایران نے زیادہ سے زیادہ صرف یورینیم کی افزودگی کا کام ابھی ابھی صرف امریکہ اور مغرب کے چھیڑنے، گھیرنے اور چڑھانے اور جنگ کی کھلی دھمکیوں کے بعد ہی شروع کیا ہے۔ اُس نے بار بار یہ دہرایا ہے کہ اُس کا ایٹمی پروگرام صرف مثبت اور غیر فوجی مقاصد کے لیے ہے اور اُس کا اِرادہ ہتھیار بنانے کا ہرگز نہیں ہے؛ لیکن امریکہ اور مغرب کی صرف ایک ہی رٹ ہے کہ اِیران ایٹمی ہتھیار بنا رہا ہے اور ہم اِس کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ

امریکہ کے ایران کے خلاف محاذ کھولنے اور ایران کو ہار مان لینے کے لیے ہر طرح کا دباؤ ڈالنے کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ایران کو مسلم ملک کے خانے میں رکھا جاتا ہے اور وہ وقتاً فوقتاً زبانی جمع خرچ کے طور پر اِسرائیل کو چیلنج کرتا رہتا ہے۔

(ماہنامہ ''دارالعلوم'' شمارہ 5، جلد 90، ربیع الثانی 1427 ہجری، مطابق مئی 2006ء)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ص ۲۵ تا ۳۶ ملخصاً، ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ، فروری 2016ء)

مذکورہ تحریرات واقتباسات سے کسی کا اختلاف اپنی جگہ، اختلافات کہاں نہیں ہوتے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیری مہم کا جس طرح جمہور مجتہدین ومحققین سے تعلق نہیں، اسی طرح زمینی حقائق سے بھی تعلق نہیں، اور یہ مہم امت کے لیے سخت خطرناک ہے۔

اور جمہور کا موقف اس سلسلہ میں یہی ہے کہ محض ''شیعہ'' یا ''رافضی'' ہونے پر کفر، یا ارتداد کا حکم نہ لگایا جائے، بلکہ ضرورت پڑنے پر عمومی حکم، اہلُ السنۃ سے خارج ہونے کا لگایا جائے، البتہ کسی کا متعین طریقہ پر ''التزامِ کفر'' کا ثبوت ہو، اور تکفیر کی جملہ شرائط پائی جائیں، تو پھر ہی اس پر یہ حکم لگایا جاسکتا ہے، اور ''لزومِ کفر'' کو ''التزامِ کفر'' کے لیے کافی سمجھنا بھی درست نہیں، تا آنکہ ''التزامِ کفر'' کا ثبوت نہ ہوجائے، اس کے بغیر عام حالات میں ''مسلمان'' ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور علمی مباحث کے دوران، جو بعض امور پر تکفیر کا حکم مذکور ہے، اس کو زجروتوبیخ، یا لزومِ کفر پر محمول کیا جائے گا، ساتھ ہی اپنی نماز، اور نکاح جیسے معاملات بھی احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھا جائے گا، اور اپنے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے، کفار کے مقابلہ میں اتحاد کو فروغ دیا جائے گا، اور ''الدین النصیحۃ'' کی خاطر جملہ شرک وبدعات کی اصلاح کے لئے حکمت وبصیرت کے ساتھ قرآن وسنت کے مطابق ''امر بالمعروف ونھی عن المنکر'' کا حکم پورا کیا جائے گا جس کی تفصیل باحوالہ ماسبق میں ذکر کی جاچکی ہے۔ ہم اسی موقف کو راجح سمجھتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم.

(تتمہ)

ظاہرِ اسلام کو نظر انداز کرنے کی ممانعت پر نصوص

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنے فتوے میں جو یہ بات تحریر فرمائی کہ:

”اگر کوئی شیعہ، کفریہ عقیدے کا انکار کرتا ہے، خواہ تقیہ ہی سے سہی، تو ہمارے لیے چارہ نہیں کہ ہم اس کے قول وفعل کا اعتبار کریں، تقیہ ونفاق کا تعلق قلب سے ہے، اس کے ہم ذمہ دار نہیں“۔

مفتی صاحب موصوف کی اس بات کی بنیاد، وہ نصوص، اور احادیث وروایات ہیں، جن میں دل کے بجائے، ظاہری الفاظ وکلمات کا اعتبار کیا گیا ہے، اور ظاہر کو نظر انداز کرنے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے، اس طرح کی چند نصوص، اور احادیث وروایات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔ [1]

سورہ نساء کا حوالہ

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ، كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (سورة النساء، رقم الآية ۹۴)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، جب چلو تم، اللہ کے راستے میں، تو تم تحقیق کرلیا کرو، اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تم پر سلام ڈالے کہ تو مومن

---

[1] جبکہ اس نکتے کی مفصل ومدلل تحقیق، ہم نے ”منافقِ اعتقادی وعملی کا حکم“ میں بیان کردی ہے، جو اہلِ علم کے لیے قابلِ ملاحظہ ہے۔ محمد رضوان۔

نہیں، تلاش کرتے ہو تم، دنیاوی زندگی کے سامان کو، پس اللہ کے پاس بہت سامالِ غنیمت ہے، اسی طریقے سے تم پہلے تھے (سورہ نساء)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ، فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ : قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ، قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٥٨ "٩٦" كتاب الايمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال :لا إله إلا الله)

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہادی لشکر میں بھیجا، تو ہم صبح صبح جہینہ کے علاقہ میں پہنچ گئے، میں نے وہاں ایک آدمی کو پایا، اس نے کہا کہ **لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ**، میں نے اسے ہلاک (وقتل) کر دیا، پھر میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہوا کہ میں نے مسلمان کو قتل کیا یا کافر کو؟ تو میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے **لَا اِلٰہ اِلَّا اللہُ** کہا اور پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے تو یہ کلمہ تلوار کے ڈر سے کہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کہا تھا، یا نہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش میں آج سے

پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا (اور اس کلمہ گو کو قتل کرنے کا فعل کفر کی حالت میں سرزَد ہوا ہوتا، اور یہ گناہ آج اسلام لانے سے ختم ہو گیا ہوتا) (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر بھی اگر ظاہری الفاظ میں ایمان کا اظہار کرے، تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ اپنے دل سے ایمان نہ لائے، کیونکہ حکم، ظاہر کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور دل کے معاملات اللہ عزوجل کے سپرد ہوتے ہیں۔ [1]

عسعس بن سلامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عسعس بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى

---

[1] وفيه دليل على أن الكافر إذا تكلم بالتوحيد، وجب الكف عن قتله.

قال الإمام: وهذا فى الثنوى الذى لا يعتقد التوحيد إذا أتى بكلمة التوحيد، يحكم بإسلامه، ثم يجبر على سائر شرائط الإسلام، فأما من يعتقد التوحيد، لكنه ينكر الرسالة، فلا يحكم بإسلامه بمجرد كلمة التوحيد حتى يقول محمد رسول الله، فإذا قاله، كان مسلما إلا أن يكون من الذين يقولون: محمد مبعوث إلى العرب خاصة، فحينئذ لا يحكم بإسلامه بمجرد الإقرار بالرسالة حتى يقر أنه مبعوث إلى كافة الخلق، ثم يستحب أن يمتحن بالإقرار بالبعث، والتبرؤ من كل دين خالف الإسلام. وكذلك حكم المرتد يعود إلى الإسلام عن الدين الذى انتقل إليه.

وذهب أكثر أهل العلم إلى قبول توبة الكافر الأصلى والمرتد، وذهب جماعة إلى أن إسلام الزنديق والباطنية لا يقبل ويقتلون بكل حال، وهو قول مالك وأحمد، وقالت طائفة: إذا ارتد المسلم الأصلى، ثم أسلم لا يقبل إسلامه، فأما الكافر الأصلى إذا أسلم، ثم ارتد، ثم عاد إلى الإسلام، يقبل إسلامه، وظاهر الحديث دليل العامة على قبول إسلام الكل.

وفى قوله: هلا شققت عن قلبه؟ دليل على أن الحكم إنما يجرى على الظاهر، وأن السرائر موكولة إلى الله عز وجل، وليس فى الحديث أنه ألزم أسامة الدية.

قال أبو سليمان الخطابى: يشبه أن يكون المعنى فيه أن أصل دماء الكفار الإباحة، وكان عند أسامة أنه إنما تكلم بكلمة التوحيد مستعيذا من القتل، لا مصدقا به، فقتله على أنه مباح الدم، وأنه مأمور بقتله، والخطأ عن المجتهد موضوع، أو تأول فى قتله أنه لا توبة له فى هذه الحالة، لقوله سبحانه وتعالى "فلم يك ينفعهم إيمانهم لما رأوا بأسنا"، وكما أخبر عن فرعون أنه لما أدركه الغرق قال: "لا إله إلا الذى آمنت به بنو إسرائيل"، فقيل له: "ئالآن وقد عصيت قبل" ولم يقبل إيمانه. (شرح السنة للبغوى، ج۱۰ ص۲۴۲، ۲۴۳، تحت رقم الحديث ۲۵۶۲، كتاب قتال أهل البغى، باب تحريم قتله إذا أسلم على أى دين كان)

قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَإِنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَّقْصِدَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ، وَإِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ، قَالَ: وَكُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّهٗ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهٗ، فَجَاءَ الْبَشِيْرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ فَأَخْبَرَهٗ، حَتّٰى أَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعَاهُ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهٗ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا، وَسَمّٰى لَهٗ نَفَرًا، وَإِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَتَلْتَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِسْتَغْفِرْ لِيْ، قَالَ: وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُهٗ عَلٰى أَنْ يَّقُوْلَ: كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(صحیح مسلم،رقم الحدیث ۱۶۰ ”۹۷“کتاب الایمان،باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال :لا إله إلا الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مسلمانوں کو مشرکین کی طرف بھیجا، ان مشرکین میں سے ایک آدمی ایسا تھا کہ وہ مسلمانوں میں سے جس کو قتل کرنا چاہتا، تو اسے قتل کر دیتا (یعنی انتہائی خون خوار اور لڑاکا تھا) تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی، جس کے بارے میں ہمارا گمان یہ ہے کہ وہ حضرت اسامہ بن زید تھے، انہوں نے اس مشرک کو غفلت میں ڈال کر اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا، جب انہوں نے اپنی تلوار اس مشرک کی طرف اٹھائی تو اس نے کہا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ! مگر اُسامہ نے اسے قتل کر دیا، پھر اس جنگ کی فتح کی خوشخبری سنانے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے بارے میں پوچھا

وہ آدمی حالات بتا رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے حضرت اسامہ کا یہ واقعہ بیان کیا کہ کس طرح اسامہ نے اس کلمہ کہنے والے کو قتل کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلا کر پوچھا کہ تم نے اسے کیوں قتل کردیا؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے مسلمانوں میں کھلبلی ڈال دی تھی اور اس نے فلاں فلاں مسلمان کو قتل کیا، اور انہوں نے چند لوگوں کا نام لیا اور میں نے اس پر قابو پالیا، جب اس نے تلوار دیکھی، تو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کہنے لگا (اور اس نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے بعد بھی اسے قتل کردیا؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ جی ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کا کیا جواب دوگے، جب وہ قیامت کے دن اس کو لے کر آئے گا؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ میرے لئے استغفار فرمادیجئے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ تم کیا جواب دوگے، جب وہ قیامت کے دن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ لے کر آئے گا (مسلم)

عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قَالَ: فَأَغَارَتْ عَلٰى قَوْمٍ قَالَ: فَشَذَّ مِنَ الْقَوْمِ رَجُلٌ قَالَ: فَأَتْبَعَهُ رَجُلٌ مِنَ السَّرِيَّةِ شَاهِرًا سَيْفَهُ قَالَ: فَقَالَ الشَّاذُّ مِنَ الْقَوْمِ: إِنِّيْ مُسْلِمٌ. قَالَ: فَلَمْ يَنْظُرْ فِيْمَا قَالَ: فَضَرَبَهُ فَقَتَلَهُ، قَالَ: فَنَمَى الْحَدِيْثُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَقَالَ فِيْهِ قَوْلًا شَدِيْدًا، فَبَلَغَ الْقَاتِلَ قَالَ: فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ قَالَ الْقَاتِلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ مَا

قَالَ الَّذِیْ قَالَ إِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ قَالَ: فَأَعْرَضَ عَنْهُ، وَعَمَّنْ قِبَلَهُ مِنَ النَّاسِ، وَأَخَذَ فِیْ خُطْبَتِهٖ، ثُمَّ قَالَ أَیْضًا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا قَالَ الَّذِیْ قَالَ إِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَعَمَّنْ قِبَلَهُ مِنَ النَّاسِ وَأَخَذَ فِیْ خُطْبَتِهٖ، ثُمَّ لَمْ یَصْبِرْ فَقَالَ الثَّالِثَةَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ مَا قَالَ إِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ: فَأَقْبَلَ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، تُعْرَفُ الْمَسَائَةُ فِیْ وَجْهِهٖ، قَالَ لَهٗ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَبٰى عَلَیَّ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۴۹۰) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا ایک دستہ روانہ فرمایا، پھر اس نے ایک قوم پر حملہ کیا، تو اس قوم کا ایک آدمی اپنی قوم سے نکلا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے لشکر کے اس دستے کا ایک شخص اپنی تلوار لہراتا ہوا، اس آدمی کی طرف لپکا، اس آدمی نے کہا کہ میں مسلمان ہوں، لیکن اس شخص نے اس آدمی کی بات پر غور نہیں کیا، اور تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت الفاظ میں اس کی مذمت اور برائی بیان فرمائی، جس کی اطلاع اس قتل کرنے والے تک بھی پہنچی۔

حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرما رہے تھے، تو اس قتل کرنے والے شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اس آدمی نے اپنے مسلمان ہونے کی یہ بات صرف اپنی جان بچانے کے لئے کہی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور اس کی جانب بیٹھے ہوئے لوگوں سے منہ موڑ لیا، اور اپنا وعظ جاری رکھا۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح إن کان بشر بن عاصم اللیثی هو الذی وثقه النسائی، وإلا کان الإسناد حسنا، والحدیث صحیح لغیره (حاشیة مسند احمد)

پھر اس قتل کرنے والے شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اس آدمی نے اپنے مسلمان ہونے کی یہ بات صرف اپنی جان بچانے کے لئے کہی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور اس کی جانب بیٹھے ہوئے لوگوں سے منہ موڑ لیا، اور اپنا وعظ جاری رکھا۔

پھر اس قتل کرنے والے شخص سے صبر نہیں ہوا، اور تیسری دفعہ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اس آدمی نے اپنے مسلمان ہونے کی یہ بات صرف اپنی جان بچانے کے لئے کہی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قتل کرنے والے شخص کی طرف متوجہ ہوئے، اور آپ کے چہرے پر اس وقت غم و غصے کے آثار نمایاں تھے، اور فرمایا کہ بلاشبہ اللہ عز وجل نے کسی مسلمان کو قتل کرنے والے کے حق میں میری بات ماننے سے بھی انکار کر دیا ہے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ بیان فرمائی (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے ظاہری مسلمان کو قتل کرنے کی سخت وعید معلوم ہوئی۔ [1]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

ایک اور شخص کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک تفصیلی حدیث میں ہے کہ:

---

[1] (إن الله أبى على فيمن قتل مؤمنا) ظلما يعنى سألته أن يقبل توبته فامتنع أشد امتناع قال ذلك (ثلاثا) أى كرره ثلاث مرات للتأكيد هذا إن كان ثلاثا من لفظ الصحابى فإن كان من الحديث فالمعنى سألته ثلاث مرات فامتنع وفى رواية للخطيب ما يقتضى الأول وهذا يخرج مخرج الزجر والتهويل كأنه علم أن ذلك القاتل ليس ممن أناب حق الإنابة أو المراد من استحل القتل ظلما (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٦٥٩)

"إن الله أبى على فيمن قتل مؤمنا .ثلاثا (حم ن ك) عن عقبة بن مالك (صح) ."

(إن الله أبى على) امتنع تعالى فى قبول الشفاعة (فيمن قتل مؤمنا ثلاثا) مرات أو شفاعات أو قاله ثلاثا وهو نظير ما تقدم من حديث أنس: " أبى الله أن يجعل لقاتل العمد توبة "(حم ن ك عن عقبة بن مالك) بإسناد صحيح (التنوير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ١٦٥٣)

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهٗ؟ قَالَ : لَا، لَعَلَّهٗ أَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّيَ فَقَالَ خَالِدٌ : وَكَمْ مِّنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۴۳۵۱، كتاب المغازى، باب بعث على بن أبى طالب عليه السلام، وخالد بن الوليد رضى الله عنه، إلى اليمن قبل حجة الوداع،مسلم، رقم الحديث ۱۰۶۴ ''۱۴۴'')

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس آدمی کی گردن نہ اُڑادوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، تو حضرت خالد نے عرض کیا کہ کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں، جو اپنی زبان سے وہ بات کرتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھوں، اور نہ یہ کہ میں ان کے پیٹوں کو چاک کروں (لہٰذا ہم تو ظاہر کے مکلّف ہیں) (بخاری، مسلم)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهٗ مِنْ حُنَيْنٍ، وَفِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا، يُعْطِي النَّاسَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اِعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: دَعْنِيْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ، أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّيْ أَقْتُلُ

أَصْحَابِيْ، إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٦٣ "١٤٢" كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم)

ترجمہ: مقامِ جعرانہ پر ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ حنین سے لوٹے تھے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر (مستحق) لوگوں کو دے رہے تھے، اس آنے والے آدمی نے کہا کہ اے محمد! انصاف کیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے ویل (وہلاکت) ہو، کون ہے جو انصاف کرے، جب میں انصاف نہ کروں، اور اگر میں عدل و انصاف نہ کروں، تو خائب وخاسر (یعنی نقصان وخسارہ اٹھانے والا) ہوں گا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے، تاکہ میں اس منافق کو قتل کردوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ! لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں، لیکن وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرتا (یعنی حلق سے آگے نہیں بڑھتا) اور یہ لوگ قرآن سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر اپنے شکار سے آر پار ہوکر نکل جاتا ہے (مسلم)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری مسلمانوں کے ساتھ بھی صریح کافروں والا برتاؤ کرنے سے خود گریز کیا، اور دوسروں کو بھی گریز کرنے کا حکم فرمایا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُوْلُ: إِنَّ أُنَاسًا كَانُوْا

يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا، أَمِنَّاهُ، وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَيْءٌ اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيرَتِهٖ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٦٤١، كتاب الشهادات، باب الشهداء العدول)

ترجمہ: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ وحی کو لیا کرتے تھے، اور وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اب تو بس ہم تمہارے ظاہری اعمال کو لیں گے، پس جو ہمارے سامنے خیر کو ظاہر کرے گا، تو ہم اس کو امن اور قُرب دیں گے، اور ہمارا اس کی خفیہ اور رازداری کی چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، اللہ ہی اس کی رازداری کی چیزوں کا اس سے محاسبہ کرے گا (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ: نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٧٢٩٣، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال وتكلف ما لا يعنيه)

ترجمہ: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں تکلف (اور کھود کرید) سے منع کیا گیا ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کی طرف سے انسان، ظاہر کا مکلّف ہے، اور اسے تکلف اور تعمّق کا مکلّف نہیں کیا گیا، بلکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] فى هذا الحديث من الفقه أن العمل على الظواهر، والله تعالى يتولى السرائر، فمن أظهر خيرًا فأمنه المسلم فلا جناح على الآمن، كما أن من أظهر شرًا فحذره المسلم فلا جناح على الحاذر. وكذلك يكون الآمن لو أظهر كل منهما ضد ذلك، فكانت الحال محمولة على ما أظهر دون ما أسر (الإفصاح عن معانى الصحاح لابنِ هبيرة، ج ١ ص ١٩٣، مسند عمر بن الخطاب رضى الله عنه، الحديث الحادى والثلاثون)

عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُهُ أَنْ يُسَارَّهُ، فَسَارَّهُ فِيْ قَتْلِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ، فَجَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلَامِهِ، وَقَالَ: أَلَيْسَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَا شَهَادَةَ لَهُ، قَالَ: أَلَيْسَ يَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا شَهَادَةَ لَهُ، قَالَ: أَلَيْسَ يُصَلِّيْ؟ قَالَ: بَلٰى وَلَا صَلَاةَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ نُهِيْتُ عَنْهُمْ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحديث ۵۹۷۱، كتاب الجنايات، موارد الظمآن الى زوائد ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا، جس نے آپ سے سرگوشی کے ساتھ بات کرنے کی اجازت طلب کی، پھر اس نے منافقین میں سے ایک آدمی کے قتل کے متعلق خاموشی سے معلوم کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ کیا وہ "لا الٰہ الا اللہ" کی گواہی نہیں دیتا؟ تو اس شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک، لیکن اس کی یہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)
وقال حسين سليم اسد الداراني:
الحديث في الإحسان 7/ 584 برقم (5940). وهو من المصنف 10/ 163 برقم (18688). وأخرجه أحمد 5/ 433 من طريق عبد الرزاق، بهذا الإسناد. وهذا إسناد صحيح (حاشية مورد الظمآن)

گواہی نا قابلِ اعتبار ہے (یعنی وہ صرف زبان سے گواہی دیتا ہے، دل سے گواہی نہیں دیتا، کیونکہ وہ منافق ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ میرے متعلق اللہ کا رسول ہونے کی گواہی نہیں دیتا؟ تو اس شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک، لیکن اس کی یہ گواہی نا قابلِ اعتبار ہے (یعنی وہ صرف زبان سے گواہی دیتا ہے، دل سے گواہی نہیں دیتا، کیونکہ وہ منافق ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ تو اس شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک، لیکن اس کی یہ نماز نا قابلِ اعتبار ہے (یعنی وہ صرف ظاہر میں نماز پڑھتا ہے، کیونکہ وہ منافق ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان ہی لوگوں کو قتل کرنے سے مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) منع کیا گیا ہے (صحیح ابنِ حبان)

پس اہلِ تشیع میں سے جو لوگ، اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں، اور پانچ نمازوں کو فرض سمجھتے ہیں، اور صریح نا قابلِ تاویل کفر کو ظاہر نہیں کرتے، قتل کرنا، یا ان کو صریح کافر قرار دینا، مذکورہ حدیث کی رُو سے درست نہیں۔

ابنِ عباس اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ عَلٰی نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ غَنَمٌ لَهٗ، فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ قَالُوْا: مَا سَلَّمَ عَلَیْكُمْ إِلَّا لِیَتَعَوَّذَ مِنْكُمْ فَقَامُوْا فَقَتَلُوْهُ وَأَخَذُوْا غَنَمَهٗ، فَأَتَوْا بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ”یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰی إِلَیْكُمُ السَّلَامَ

لَسْتَ مُؤْمِنًا" (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۰۳۰، ابواب التفسیر، باب ومن سورة النساء، صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۴۷۵۲، کتاب السیر، باب الخروج وکیفیة الجهاد) [1]

ترجمہ: قبیلۂ بنوسلیم کا ایک شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا، اور اس کے ساتھ بکریاں تھیں، تو اس نے صحابۂ کرام کو سلام کیا، تو انہوں نے کہا کہ اس نے تم کو سلام، صرف اس لیے کہا ہے، تاکہ تم سے بچ سکے، تو اُن حضرات نے اٹھ کر اس کو قتل کر دیا، اور اس کی بکریوں کو لے لیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، جس پر اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا"

"اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، جب چلو تم، اللہ کے راستے میں، تو تم تحقیق کر لیا کرو، اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تم پر سلام ڈالے کہ تو مومن نہیں" (ترمذی)

یہ حدیث کچھ مختصر الفاظ کے ساتھ "صحیح بخاری" میں بھی ہے۔ [2]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی "مسندُ البزار" میں روایت ہے کہ:

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فِيْهَا الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ، فَلَمَّا أَتَوُا الْقَوْمَ، وَجَدُوْهُمْ قَدْ تَفَرَّقُوْا، وَبَقٰى رَجُلٌ، لَهُ

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن وفی الباب عن أسامة بن زید.
وقال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[2] عن ابن عباس رضی الله عنهما: " ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا" قال: قال ابن عباس: " كان رجل فی غنيمة له فلحقه المسلمون، فقال: السلام عليكم، فقتلوه وأخذوا غنيمته، فأنزل الله فی ذلک إلی قوله: " تبتغون عرض الحياة الدنيا " تلک الغنيمة "قال: قرأ ابن عباس السلام (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۵۹۱)

مَالٌ كَثِيرٌ ، لَمْ يَبْرَحْ ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَأَهْوٰى إِلَيْهِ الْمِقْدَادُ فَقَتَلَهُ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: أَقَتَلْتَ رَجُلًا يَشْهَدُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ وَاللّٰهِ ! لَأَذْكُرَنَّ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ،إِنَّ رَجُلًا شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَقَتَلَهُ الْمِقْدَادُ؟ فَقَالَ: ادْعُ لِيَ الْمِقْدَادَ، يَا مِقْدَادُ !أَقَتَلْتَ رَجُلًا يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ فَكَيْفَ بِكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ غَدًا؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ“ أَوِ السَّلَامَ، شَكَّ أَبُو سَعِيدٍ، يَعْنِي جَعْفَرَ بْنَ سَلَمَةَ، ”لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ، كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ“ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمِقْدَادِ: كَانَ رَجُلًا مُؤْمِنًا،يُخْفِي إِيمَانَهُ، مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ ، فَأَظْهَرَ إِيمَانَهُ، فَقَتَلْتَهُ ، وَكَذٰلِكَ كُنْتَ تُخْفِي إِيمَانَكَ بِمَكَّةَ قَبْلُ (مسند البزار، رقم الحديث ٥١٢٧، مسند ابنِ عباس رضی الله عنهما) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہادی لشکر روانہ فرمایا، جس میں حضرت مقداد بن اسود بھی شامل تھے،پس جب یہ لشکر کافروں کے پاس آیا،تو اُن کو دیکھا کہ وہ منتشر ہوگئے،اورایک آدمی باقی رہ گیا،جس کے پاس بہت سا مال

---

[1] قال الهيثمی:

رواه البزار، وإسناده جيد(مجمع الزوائد، رقم الحديث ١٠٩٤٣، سورة النساء)

وقال د .سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثری:

هذا مرسل صحيح الإسناد...... وأصل الحديث فی الصحيحين عن ابن عباس رضی الله عنهما(حاشية المطالب العالية، ج١٤ ص٥٧٢، ٥٧٣، تحت رقم الحديث ٣٥٦٨، كتاب التفسير، سورة النساء)

تھا، تو اس نے فوراً ہی (مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر) کہا کہ ''أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ'' اس کی طرف مقداد بن اسود آگے بڑھے، اور اس کو قتل کر دیا، تو اُن کو آپ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ کیا تم نے ایسے شخص کو قتل کر دیا، جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دی تھی، اللہ کی قسم! میں ضرور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کروں گا، پھر جب وہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک آدمی نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دی تھی، اور اس کو مقداد بن اسود نے قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقداد کو میرے پاس بلاؤ، پھر آپ نے فرمایا کہ اے مقداد! کیا تم نے ایسے شخص کو قتل کر دیا، جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا تھا، پس کل (قیامت کے دن) آپ کے ساتھ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا کیا معاملہ ہوگا؟ جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ، كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ''

''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، جب چلو تم، اللہ کے راستے میں، تو تم تحقیق کر لیا کرو، اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تم پر سلام ڈالے کہ تو مومن نہیں، تلاش کرتے ہو تم، دنیاوی زندگی کے سامان کو، پس اللہ کے پاس بہت سا مالِ غنیمت ہے، اسی طریقے سے تم پہلے تھے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد سے فرمایا کہ یہ شخص مومن تھا، جو اپنے ایمان کو کافر لوگوں کے ساتھ مخفی رکھتا تھا، پھر اس نے اپنے ایمان کا اظہار کر دیا، لیکن آپ نے اسے قتل کر دیا، اور اسی طریقے سے تم ''مکہ'' میں اس سے

پہلے اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے (مسند البزار)

اس طرح کا واقعہ حضرت مقداد بن اسود کی سند سے بھی مروی ہے۔

چنانچہ ''صحیح ابنِ حبان'' میں حضرت عبید اللہ بن عدی سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِيْ فَضَرَبَ إِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ وَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ أَفَأَقْتُلُهُ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِيْ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۶۴، كتاب الإيمان، باب فرض الإيمان) [1]

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر کافروں میں سے کسی آدمی سے میرا سامنا ہو جائے، پھر وہ مجھ سے قتال کرے، پھر وہ تلوار سے میرے ایک ہاتھ پر وار کرے، اور اسے کاٹ دے، پھر وہ مجھ سے کسی درخت کی اوٹ (یعنی آڑ) میں چھپ جائے، اور پھر یہ کہے کہ میں اللہ کے لیے اسلام لایا، تو کیا اے اللہ کے رسول! میں اسے قتل کر دوں؟ جبکہ وہ اسلام لانے کا کہہ چکا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسے قتل نہ کریں، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے میرے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے، پھر اس کو کاٹنے

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

کے بعد (درخت کے پیچھے چھپ کر) یہ بات کہی ہے، تو کیا میں اسے قتل کردوں؟
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسے قتل نہ کریں، اگر آپ اس کے
باوجود اسے قتل کردیں گے، تو وہ آپ کے اس درجے میں ہوگا، جس میں آپ
اسے قتل کرنے سے پہلے تھے (یعنی مسلمان) اور آپ اس کے اس درجے میں
ہوں گے، جس میں وہ کلمہ سے پہلے تھا (یعنی کافر) (ابنِ حبان)

جب تک کسی مسئلے کے متعلق وحی نازل نہیں ہوتی تھی، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی مسئلے کا علم نہ ہوتا تھا، اور اس مسئلے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موقع پر معلوم کرنا بھی ممکن نہ ہوتا تھا، اس وقت تک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد کی رُو سے عمل کرنے کے مکلّف ہوتے تھے، اور بعض اوقات اُن کے باہمی اجتہاد میں اختلاف بھی رونما ہوجاتا تھا، جس میں وہ عنداللہ، معذور شمار ہوتے تھے، جس کے بعد وحی نازل ہونے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وضاحت کے بعد سب لوگوں کے لیے اس کی پابندی ضروری ہوجاتی تھی، اور اس کے بعد اس کی خلاف ورزی جائز نہیں ہوتی تھی۔

سورہ نساء کی مذکورہ آیت اور احادیث سے معلوم ہوا کہ توحید ورسالت کے مدعی کے ظاہر کو نظر انداز کرکے اور "تقیہ" کو بنیاد بنا کر کفر کا حکم جاری کرنا، درست نہیں۔

سورہ نساء کی مذکورہ آیت کے ذیل میں مفسرین نے، اور احادیث کے ذیل میں محدثین نے اس مسئلہ کی تصریح فرمائی ہے، اگر کوئی اسلام کو ظاہر کرے، تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے، اور باطن اور دل کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے، جمہور مجتہدین ومحدثین نے بھی اس اصول کو ملحوظ رکھا۔

تفسیر جلالین کا حوالہ

"تفسیر الجلالین" میں ہے کہ:

''سورہ نساء کی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی، جب کافروں کے لشکر میں سے ایک شخص نے، مسلمانوں کو سلام کیا، جو کہ اس کے مسلمان ہونے کی ظاہری علامت تھی، تو لوگوں نے کہا کہ اس نے ''تقیہ'' کے طور سلام کیا ہے، اور اس کو قتل کردیا، تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو مومن نہ سمجھنے سے منع فرمایا''۔ [1]

تفسیر ابنِ کثیر کا حوالہ

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ:

''جو تم کو سلام کرے، اور تمہارے سامنے ایمان کو ظاہر کرے، تو تمہارے لیے اس سے غفلت اختیار کرنا، اور اس پر ''تصنع'' اور ''تقیہ'' کی تہمت لگانا، جائز نہیں، بلکہ اس کے ظاہر کا اعتبار کرنا ضروری ہے''۔ [2]

تفسیر روح المعانی کا حوالہ

تفسیر ''روح المعانی'' میں ہے کہ:

---

[1] ونزل لما مر نفر من الصحابة برجل من بنى سليم وهو يسوق غنما فسلم عليهم فقالوا ما سلم علينا إلا تقية فقتلوه واستاقوا غنمه (يأيها الذين آمنوا إذا ضربتم) سافرتم للجهاد (فى سبيل الله فتبينوا) وفى قراءة فتثبتوا فى الموضعين (ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام) بألف أو دونها أى التحية أو الانقياد بكلمة الشهادة التى هى أمارة على الإسلام (لست مؤمنا) وإنما قلت هذا تقية لنفسك ومالك فقتلوه (تبتغون) تطلبون لذلك (عرض الحياة الدنيا) متاعها من الغنيمة (فعند الله مغانم كثيرة) تغنيكم عن قتل مثله لماله (كذلك كنتم من قبل) تعصم دماؤكم وأموالكم بمجرد قولكم الشهادة (فمن الله عليكم) بالاشتهار بالإيمان والاستقامة (فتبينوا) أن تقتلوا مؤمنا وافعلوا بالداخل فى الإسلام كما فعل بكم (إن الله كان بما تعملون خبيرا) فيجازيكم به(تفسير الجلالين،ص١١٨،سورة النساء ،رقم الآية ٩٤)

[2] وقوله :فعند الله مغانم كثيرة أى خير مما رغبتم فيه عرض الحياة الدنيا الذى حملكم على قتل مثل هذا الذى ألقى إليكم السلام، وأظهر لكم الإيمان فتغافلتم عنه واتهمتموه بالمصانعة والتقية لتبتغوا عرض الحياة الدنيا، فما عند الله من الرزق الحلال خير لكم من مال هذا(تفسير ابن كثير، ج٢،ص٣٤٠،سورة النساء ،رقم الأية ٩٤)

’’مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے سامنے ایسی چیز کا اظہار کرے، جو اس کے ’’اسلام‘‘ پر دلالت کرتی ہو، تو تم یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں، اور تو نے قتل وغیرہ کے خوف کی وجہ سے ایسا کیا ہے، بلکہ تم اس چیز کو قبول کرلو، جس کا اس نے اظہار کیا ہے، اور اس کے ساتھ اسی کے مطابق معاملہ کرو‘‘۔ [1]

احکامُ القرآن جصاص کا حوالہ

ابوبکر جصاص حنفی نے ’’احکامُ القرآن‘‘ میں فرمایا کہ:

’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام ظاہر کرنے والے کے ایمان کے صحیح ہونے، اور اس پر مسلمانوں والے احکام جاری ہونے کا حکم فرمایا ہے، اگرچہ باطن اور غیب میں اس کے خلاف کیوں نہ ہو، اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ’’زندیق‘‘ کی توبہ قبول کرلی جائے گی، جب وہ اسلام کا اظہار کرے، اور اسی وجہ سے اسلام کا اظہار کرنے والے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے سے منع فرمایا، اور اس کے ظاہری قول پر، اسلام کا حکم لگایا‘‘۔ [2]

---

[1] والمعنى لا تقولوا لمن أظهر لكم ما يدل على إسلامه:
لست مؤمنا وإنما فعلت ذلك خوف القتل بل اقبلوا منه ما أظهر وعاملوه بموجبه(روح المعانی، ج۳ص ۱۱۴ ،سورة النساء ،رقم الآیة ۹۴)

[2] وهو معنى قوله تعالى ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا فحكم الله تعالى بصحة إيمان من أظهر الإسلام وأمرنا بإجرائه على أحكام المسلمين وإن كان في المغيب على خلافه وهذا مما يحتج به في قبول توبة الزنديق متى أظهر الإسلام لأن الله تعالى لم يفرق بين الزنديق وغيره إذا أظهر الإسلام وهو يوجب أن من قال لا إله إلا الله محمد رسول الله أو قال إني مسلم أنه يحكم له بحكم الإسلام لأن قوله تعالى لمن ألقى إليكم السلام إنما معناه لمن استسلم فأظهر الانقياد لما دعي إليه من الإسلام وإذا قرء السلام فهو إظهار تحية الإسلام وقد كان ذلك علما لمن أظهر به الدخول في الإسلام.
وقال النبي صلى الله عليه وسلم للرجل الذي قتل الرجل الذي أسلمت والذي قال لا إله إلا الله قتلته بعد ما أسلم. فحكم له بالإسلام بإظهار هذا القول(أحكام القرآن،لابی بكر الرازی الجصاص، ج۳، ص ۲۲۴، سورة النساء ،رقم الآیة ۹۴)

اور ابو بکر جصاص حنفی نے ''احکامُ القرآن'' میں مزید فرمایا کہ:

''جب ہمیں کوئی خبر دینے والا، خبر دے، جس کے جھوٹ اور سچ کا ہمیں علم نہ ہو، تو ہمارے لیے اس کو جھوٹا قرار دینا جائز نہیں۔

جیسا کہ کلمۂ توحید کا اظہار کرنے والے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا حکم لگایا، اس کے علاوہ منافقین نے ظاہری کلمے کے اظہار کی وجہ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کرلیا تھا، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کو اُن کے کفرِ اعتقادی کا علم تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان میں سے بہت سے لوگوں کے نفاق کا علم تھا۔

جس سے معلوم ہوا کہ زبان سے اسلام کا قول کرنے والے پر مسلمان ہونے کا حکم جاری کیا جائے گا''۔ [1]

نیز ابو بکر جصاص حنفی ہی نے ''احکامُ القرآن'' میں یہ بھی فرمایا کہ:

---

[1] قال إذا ضربتم في سبيل الله فتبينوا ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا فالذى يقتضيه ظاهر اللفظ الأمر بالتثبت والنهى عن نفى سمة الإيمان عنه وليس فى النهى عن نفى سمة الإيمان عنه إثبات الإيمان والحكم به ألا ترى أنا متى شككنا فى إيمان رجل لا نعرف حاله لم يجز لنا أن نحكم بإيمانه ولا بكفره ولكن نتثبت حتى نعلم حاله وكذلك لو أخبرنا مخبر بخبر لا نعلم صدقه من كذبه لم يجز لنا أن نكذبه ولا يكون تركنا لتكذيبه تصديقا منا له كذلك ما وصفنا من مقتضى الآية ليس فيه إثبات إيمان ولا كفر وإنما فيه الأمر بالتثبت حتى نتبين حاله إلا أن الآثار التى قد ذكرنا قد أوجبت له الحكم بالإيمان.

لقوله صلى الله عليه وسلم أقتلت مسلما وقتلته بعد ما أسلم.

وقوله أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله فإذا قالوها عصموا منى دماء هم وأموالهم إلا بحقها.

فأثبت لهم حكم الإسلام بإظهار كلمة التوحيد وكذلك قوله فى حديث عقبة بن مالك الليثى إن الله تعالى أبى على أن أقتل مؤمنا فجعله مؤمنا بإظهار هذه الكلمة وروى أن الآية نزلت فى مثل ذلك فدل ذلك على أن مراد الآية إثبات الإيمان له فى الحكم بإظهار هذه الكلمة وقد كان المنافقون يعصمون دماء هم وأموالهم بإظهار هذه الكلمة مع علم الله تعالى باعتقادهم الكفر وعلم النبى صلى الله عليه وسلم بنفاق كثير منهم فدل ذلك على أن قوله ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا قد اقتضى الحكم لقائله بالإسلام (أحكام القرآن،لابى بكر الرازى الجصاص، ج٣،ص ٢٢٦،سورة النساء ،رقم الأية ٩٤)

’’حکم ظاہر پر لگایا جائے گا، نہ کہ دل پر، اور ہم حقیقتِ اعتقاد کے اعتبار سے مؤاخذہ نہیں کریں گے، کیونکہ ہماری اس کی طرف رسائی ممکن نہیں، اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’اجتنبوا کثیرا من الظن . إن بعض الظن إثم‘‘ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بدگمانی سے بچو، کیونکہ یہ بہت جھوٹی بات ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’ولا تقف ما ليس لک به علم‘‘

اس قسم کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں چھپی ہوئی بات کا دنیا کے احکام میں اعتبار نہیں، بلکہ جو قول ظاہر ہو، اس کا اعتبار ہے‘‘۔ [1]

مفسرینِ عظام کے علاوہ محدثینِ عظام نے بھی احادیث کی شرح کرتے ہوئے، یہی بات بیان فرمائی ہے۔

---

[1] ألا ترى أن المرتد ظاهرا متى أظهر الإسلام حقن دمه كذلک الزنديق.
وقد روى عن ابن عباس فى المرتد الذى لحق بمكة وكتب إلى قومه سلوا رسول الله صلى الله عليه وسلم هل لى من توبة فأنزل الله كيف يهدى الله قوما كفروا بعد إيمانهم -إلى قوله تعالى -إلا الذين تابوا من بعد ذلک وأصلحوا فكتبوا بها إليه فرجع فأسلم فحكم له بالتوبة بما ظهر من قوله فوجب استعمال ذلک والحكم له بما يظهر منه دون ما فى قلبه. وقول من قال إنى لا أعرف توبته إذا كفر سرا فإنا لا نؤاخذ باعتبار حقيقة اعتقاده لأن ذلک لا نصل إليه وقد حظر الله علينا الحكم بالظن بقوله تعالى اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم.
وقال النبى صلى الله عليه وسلم إياكم والظن فإنه أكذب الحديث.
وقال تعالى ولا تقف ما ليس لک به علم وقال إذا جاء كم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله أعلم بإيمانهن ومعلوم أنه لم يرد حقيقة العلم بضمائرهن واعتقادهن وإنما أراد ما ظهر من إيمانهن بالقول وجعل ذلک علما فدل على أنه لا اعتبار بالضمير فى أحكام الدنيا وإنما الاعتبار بما يظهر من القول وقال تعالى ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا وذلک عموم فى جميع الكفار.
وقال النبى صلى الله عليه وسلم لأسامة ابن زيد حين قتل الرجل الذى قال لا إله إلا الله فقال إنما قالها متعوذا قال هلا شققت عن قلبه(أحكام القرآن،لابى بكر الرازى الجصاص، ج٣، ص٢٧٥، و٢٧٦، سورة النساء ،باب استتابة المرتد)

امام نووی، اور علامہ بدرالدین عینی کا حوالہ

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں فرمایا کہ:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا، اس میں فقہ اور اصول کے ایک مشہور قاعدہ کی دلیل پائی جاتی ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے، اور رازداریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے‘‘۔انتہٰی۔[1]

اور علامہ بدرُالدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں فرمایا کہ:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بس میں بشر ہوں، میں نہ تو غیب کو جانتا، اور نہ چیزوں کے بواطن اور خفیہ امور کو جانتا، جو کہ بشریت کا تقاضا ہے، بلکہ ظاہر پر حکم لگاتا ہوں، اور رازداریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے۔

اگر اللہ چاہتا، تو چیزوں کے چھپے ہوئے پہلوؤں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمادیتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، اور امت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا حکم فرمایا، اور احکام کو ظاہر پر جاری فرمایا‘‘۔انتہٰی۔[2]

نیز امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں ہی فرمایا کہ:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل پھاڑنے کا حکم نہیں دیا گیا،

---

[1] وقوله صلى الله عليه وسلم أفلا شققت عن قلبه فيه دليل للقاعدة المعروفة فى الفقه والأصول أن الأحكام يعمل فيها بالظواهر والله يتولى السرائر (شرح صحيح مسلم ،للنووى، ج٢،ص١٠٧، كتاب الإيمان،باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لا إله إلا الله)

[2] قوله :(إنما أنا بشر) أى :لا أعلم الغيب وبواطن الأمور، كما هو مقتضى حال البشرية، وأنه إنما يحكم بالظاهر والله يتولى السرائر، ولو شاء الله لأطلعه على باطن الأمور حتى يحكم باليقين، لكن أمر الله أمته بالإقتداء به، فأجرى أحكامه على الظاهر (عمدة القارى شرح صحيح البخارى،لبدر الدين العينى، ج١٣،ص٥، كتاب المظالم والغضب،باب إثم من خاصم فى باطل وهو يعلمه)

اور نہ ہی ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم دیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ظاہر پر حکم لگانے کا امر ہوا ہے، اور راز داریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ کلمہ پڑھ لیں گے، تو مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کرلیں گے، اور ان کے دل اور باطن کا حساب اللہ کے ذمے ہے، نیز ایک حدیث میں ہے کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا“۔انتہٰی۔ [1]

امام مناوی کا حوالہ

اور امام مناوی رحمہ اللہ نے ”فیضُ القدیر“ میں فرمایا کہ:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل پھاڑنے کا حکم نہیں دیا گیا، اور نہ ہی ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم دیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے لوگوں کے دل میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ مجھے ظاہر کو لینے کا حکم دیا گیا ہے، اور راز داریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے“۔انتہٰی۔ [2]

”مرقاةُ المفاتیح“ کا حوالہ

اور ”مشکاۃ“ کی شرح ”مرقاۃ“ میں ہے کہ:

”اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ کی دلیل پائی جاتی ہے کہ

---

[1] قوله صلى الله عليه وسلم (إنى لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أشق بطونهم) معناه إنى أمرت بالحكم بالظاهر والله يتولى السرائر كما قال صلى الله عليه وسلم فإذا قالوا ذلك فقد عصموا منى دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله وفى الحديث هلا شققت عن قلبه(شرح صحيح مسلم ،للنووى، ج۷،ص ۱۶۳ ، كتاب الزكاة ،باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

[2] (إنى لم أؤمر أن أنقب) بشد القاف أفتش (عن قلوب الناس) لأعلم ما فيها (ولا أشق بطونهم) يعنى لم أؤمر أن أستكشف ما فى ضمائرهم بل أمرت بالأخذ بالظاهر والله يتولى السرائر(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۲۶۳۷)

احکام میں ظاہر پر حکم لگایا جاتا ہے، اور رازداریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے''۔

انتہیٰ۔ [1]

شیخ سعید بن علی قحطانی کا حوالہ

دکتور شیخ سعید بن علی بن وہف قحطانی، اپنی تالیف ''**قضیۃُ التکفیر بین أھل السنۃ وفرق الضلال فی ضوء الکتاب والسُّنَّۃ**'' میں فرماتے ہیں کہ:

''کسی کو کافر قرار دینے کے، چند ضوابط وقواعد ہیں، جن کی معرفت ضروری ہے۔

کسی کو کافر قرار دینے کا پہلا ضابطہ وقاعدہ یہ ہے کہ ظاہر پر حکم لگایا جائے، اہلُ السنۃ کے نزدیک احکام، گمان اور وہم پر مبنی نہیں ہوتے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ آپ نے ''**لا الٰہ الا اللّٰہ**'' کہنے کے بعد بھی اس کو قتل کر دیا، جس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ اس نے اسلحہ کے خوف کی وجہ سے یہ جملہ کہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا، تاکہ آپ جان لیتے کہ اس نے دل سے کہا تھا، یا نہیں۔

جس میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ کی دلیل ہے کہ ''**أن الأحکام یعمل فیھا بالظاھر، واللّٰہ یتولی السرائر**'' (یعنی ''احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے، اور رازداریوں کا ذمہ دار اللہ ہے'')۔ انتہیٰ۔ [2]

---

[1] وفیہ دلیل للقاعدۃ المعروفۃ فی الفقہ والأصول أن الأحکام یحکم فیھا بالظواھر، واللہ تعالی یتولی السرائر (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۸، ص ۲۴۵۶، کتاب القصاص)

وفیہ دلیل للقاعدۃ المعروفۃ فی الفقہ والأصول أن الأحکام یحکم فیھا بالظواھر، واللہ تعالی یتولی السرائر (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۶، ص ۲۲۶۰، کتاب القصاص)

[2] إن التکفیر لہ ضوابط لا بد من معرفتھا، ومنھا الضوابط الآتیۃ:

۱۔ الحکم بالظاھر، فإن أھل السنۃ لا تکون أحکامھم مبنیۃ علی الظنون والأوھام؛ ولھذا قال رسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال کسی شخص پر ”تقیہ“ کو بنیاد بنا کر اس کے ظاہر کو نظر انداز کرنا، اور اس پر صریح کفر وارتداد کا حکم لگا دینا، اصولِ شریعت کے خلاف اور مختلف فتنوں کا باعث ہے، جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اور اگر کوئی شخص، اسلام کا اظہار کرنے والے اہلِ تشیع پر ”تقیہ“ کی وجہ سے کفر کا حکم لگائے گا، تو نصوص اور احادیث روایات کی رُو سے، اس کو اجتہادی خطاء قرار دیا جائے گا، اور اس قول کو مرجوح سمجھا جائے گا، اور زیادہ سے زیادہ اس عالم کے عنداللہ، معذور ہونے کا گمان کیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله -صلى الله عليه وسلم -لأسامة -رضى الله عنه -عندما قتل رجلا بعد أن قال لا إله إلا الله.أقال لا إله إلا الله وقتلته؟ قال :قلت يا رسول الله :إنما قالها خوفا من السلاح .قال :أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا؟ فما زال يكررها على حتى تمنيت أنى أسلمت يومئذ .

وهذا فيه دليل على القاعدة المعروفة فى الفقه والأصول أن الأحكام يعمل فيها بالظاهر، والله يتولى السرائر.

٢ ـ الاحتياط فى تكفير المعين؛ فإن مذهب أهل السنة وسط بين من يقول :لا نكفر من أهل القبلة أحدا، وبين من يكفر المسلم بكل ذنب دون النظر إلى توفر شروط التكفير، وانتفاء موانعه، فأهل السنة يقولون :من استحل ما هو معلوم من الدين بالضرورة كفر، ومن قال :القرآن مخلوق، أو إن الله لا يرى فى الآخرة كفر، لكن الشخص الذى قال مقالة الكفر، أو فعل فعل الكفر، لا يحكم بكفره حتى تتوفر شروط الكفر، وتنتفى موانعه فإذا توفرت الشروط وانتفت الموانع حكم بردته، فيستتاب فإن تاب وإلا قتل .

٣ـ ما تقوم به الحجة :اتفق السلف على عدم تكفير المعين إلا بعد قيام الحجة، فلا بد من معرفة ما تقوم به الحجة، وما الفرق بين بلوغ الحجة وفهمها؟ وما الأدلة على ذلك؟ وهذا يحتاج إلى تفصيل وعناية دقيقة من طالب العلم لا يتسع المقام لذكرها هنا .

٤ ـ عدم التكفير بكل ذنب؛ ولهذا قال الطحاوى رحمه الله:ولا نكفر أحدا من أهل القبلة بذنب ما لم يستحله، والمراد لا يكفر بكل ذنب، فأهل السنة لا يكفرون المسلم الموحد المؤمن بالله واليوم الآخر بذنب يرتكبه :كالزنا، وشرب الخمر، وعقوق الوالدين، وأمثال ذلك، ما لم يستحل ذلك، فإن استحله كفر؛ لكونه بذلك مكذبا لله ولرسوله -صلى الله عليه وسلم -، خارجا عن دينه، أما إذا لم يستحل ذلك فإنه لا يكفر بل يكون ضعيف الإيمان، وله حكم ما تعاطاه من المعاصى فى التفسيق، وإقامة الحدود، وغير ذلك حسبما جاء فى الشرع المطهر(قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص ٣٢،الباب الأول: أصول وضوابط وموانع فى التكفير،الفصل الثالث ضوابط التكفير)

جائے گا، یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا کہ کسی عالم کے قول کو تو ''صواب'' اور ''راجح'' قرار دیا جائے، اور اس کی وجہ سے بے شمار نصوص کو نظر انداز کیا جائے، یا ان میں بے جا تاویل کی جائے۔

لہٰذا جب کسی کی طرف سے شرکیہ اور کفریہ چیزوں کی برائت ظاہر کی جائے، تو اس کو قبول کر لینا ہی مومن کی شان ہے۔

ملحوظہ

آخر میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی بیان کردہ ایک اہم ہدایت کا ملاحظہ کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا، فرماتے ہیں:

> یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بعض اوقات، تکفیر کے معاملہ میں علماء وفقہاء کے درمیان اختلافِ رائے ہوسکتا ہے، لیکن اس اختلاف کی وجہ سے کوئی بھی فریق قابلِ ملامت نہیں ہوتا، اور جو جس رائے کو بھی ''مابینهٗ و بین اللہ'' درست سمجھے، اس کو اختیار کرسکتا ہے (انعام الباری، ج اص ۳۳۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے کفر کے متعلق فقہائے کرام وعلمائے عظام کا اختلاف ہو، تو دوسری رائے پر نکیر کیے بغیر کسی ایک رائے کو اختیار کرنا، قابلِ ملامت نہیں۔

پس اگر ایک فریق علی الاطلاق کفر کا حکم نہ لگانے میں احتیاط کے پہلو کو اختیار کرتا ہے، اور اس کا یہ قول اصل مجتہدینِ عظام، جمہور فقہائے کرام اور قواعدِ شرعیہ وفقہیہ، بلکہ جمہور متقدمین کے مطابق ہے، تو اس پر ملامت کرنے اور اس کے قول پر نکیر کرنے کا جواز کیونکر ہوسکتا ہے، بالخصوص جبکہ فقہائے حنفیہ کی تصریح کے مطابق کسی شخص، یا فرقہ کی تکفیر میں اختلاف ہو، تو عدمِ تکفیر کا قول راجح ہوا کرتا ہے۔

ایسی صورت میں عدمِ تکفیر کے قول کے بجائے، تکفیر کا قول ہی ایک جہت سے قابلِ نکیر ہوسکتا۔

مگر ہم نے دیکھا کہ اگر آج کوئی صاحبِ علم، بلکہ صاحبِ فتویٰ، شیعہ پر علی الاطلاق حکم نہ لگائے، بلکہ ان کے عقائد کے مطابق کفر وعدمِ کفر کا اصولی اور احتیاط پر مبنی اور شرعی وفقہی قواعداور مجتہدین کی تصریح کے مطابق حکم بیان کرے، یا اپنے علم ومشاہدہ کے مطابق، اس کی تفریع کرتے ہوئے یہ قرار دے کہ موجودہ دور کے فلاں فلاں قسم کے شیعہ کافرنہیں، یا اکثر اہلِ تشیّع کی طرف صریح کفر کی نسبت درست نہیں، بلکہ وہ بظاہر مسلمان ہیں، اور ''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (سور الحجرات، رقم الآیة ۱۰)''

اور ''الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ (بخاری، رقم الحدیث ۲۴۴۲)''

اور ''لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ (مسلم، رقم الحدیث ۲۵۶۴ "۳۲")''

وغیرہ نصوص کے مطابق شیعہ وسنی کے مابین اسلامی تعلیمات کی دعوت دے، تو اس پر ایک جذباتی طبقہ سخت نکیر کرتا ہے، جو شرعی اصول وقواعد سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ [1]

---

[1] لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه ثم ما تيقن أنه ردة يحكم بها وما يشك أنه ردة لا يحكم بها إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشك مع أن الإسلام يعلو وينبغي للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضى بصحة إسلام المكره .أقول :قدمت هذا ليصير ميزانا فيما نقلته فى هذا الفصل من المسائل، فإنه قد ذكر فى بعضها إنه كفر مع أنه لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل اهـ ما فى جامع الفصولين وفى الفتاوى الصغرى :الكفر شىء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر اهـ وفى الخلاصة وغيرها :إذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فى البزازية إلا إذا صرح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح وفى التتارخانية :لا يكفر بالمحتمل، لأن الكفر نهاية فى العقوبة فيستدعى نهاية فى الجناية ومع الاحتمال لا نهاية اهـ والذى تحرر أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء منها اهـ كلام البحر باختصار (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص۲۲۴، كتاب الجهاد، باب المرتد)

اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر فى فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ائمہ ٔ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو، اور ائمہ ٔ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں، تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی، دونوں جانبیں معروف ہی کی فرد ہوتی ہیں، اس لیے وہاں ''امر بالمعروف'' اور ''نھی عن المنکر'' کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا، اور اپنے مسلکِ مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارکِ سنت ہونے کا الزام لگانا، یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امامِ حدیث حافظ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جامعُ العلم'' میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے، وہ اہلِ علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحہ ٔ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں، جن میں آج کل کے بہت سے علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق وتکفیر تک پہنچ جاتے ہیں، اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں، اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ، کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں (مجالسِ حکیم الامت، صفحہ ۶۸، ۶۹، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

جس مسئلہ میں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو، اس کی کوئی جانب،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یقتضی نقل إجماع الفقهاء .وذكر فی المحیط أن بعض الفقهاء لا یکفر أحدا من أهل البدع. وبعضهم یکفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دلیلا قطعیا ونسبه إلی أکثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل کلام المجتهدین، نعم یقع فی کلام أهل المذهب تکفیر کثیر ولکن لیس من کلام الفقهاء الذین هم المجتهدون بل من غیرهم، ولا عبرة بغیر الفقهاء، والمنقول عن المجتهدین ما ذکرنا(رد المحتار علی الدر المختار، ج۴، ص۲۳۷، کتاب الجهاد، باب المرتد)

شرعی حیثیت سے منکر نہیں کہلائے گی، کیونکہ دونوں آراء کی بنیاد قرآن وسنت اور ان کے مسلمہ اصول پر ہے، اس لیے دونوں جانبیں داخلِ معروف ہیں، زیادہ سے زیادہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح کہا جاسکتا ہے، اس لیے ان مسائلِ مجتہد فیہا میں ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا فریضہ بھی کسی پر عائد نہیں ہوتا، بلکہ غیر منکر پر نکیر کرنا، خود ایک منکر ہے، یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالحین کا بے شمار مسائل میں جواز وعدمِ جواز اور حرمت وحلت کا اختلاف ہونے کے باوجود کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے پر اس طرح نکیر کرتا ہو، جیسے منکرات پر کی جاتی ہے، یا ایک دوسرے کو، یا اس کے متبعین کو گمراہی یا فسق وفجور کی طرف منسوب کرتا ہو، یا اس کو ترکِ وظیفہ، یا ارتکابِ حرام کا مجرم قرار دیتا ہو، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے، وہ بھی اس پر شاہد ہے، جس میں فرمایا ہے کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کا تخطیہ یعنی اس کو خطاوار مجرم کہنا جائز نہیں (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۰۸، ۴۰۹، مضمون ''وحدتِ امت'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''روکنے، ٹوکنے کا معاملہ صرف اُن مسائل میں ہوگا، جو اُمت میں مشہور ومعروف ہیں، اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں، اجتہادی مسائل، جن میں اُصولِ شرعیہ کے ماتحت مختلف رائیں ہوسکتی ہیں، ان میں روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہیئے'' (معارف القرآن، ج ۲ ص ۱۴۲، سورہ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۰۴، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، سنِ اشاعت: ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری، جون 1991ء)

مفتی صاحب موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی کہ ''امر بالمعروف ونہی

عن المنکر" کے ماتحت اس پر نکیر کیا جائے اور جب وہ منکر نہیں تو غیر منکر پر نکیر، خود امرِ منکر ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔

یہ وہ بات ہے جس میں آج کل بہت سے اہلِ علم بھی غفلت میں مبتلا ہیں، اپنے مخالف نظریہ رکھنے والوں پر تبرا اور سب وشتم سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جس کا نتیجہ مسلمانوں میں جنگ وجدل اور انتشار واختلاف کی صورت میں جگہ جگہ مشاہدہ میں آرہا ہے، اجتہادی اختلاف، بشرطیکہ اصولِ اجتہاد کے مطابق ہو، وہ تو ہرگز آیتِ مذکورہ **ولا تفرّقوا** کے خلاف اور مذموم نہیں۔

البتہ اس اجتہادی اختلاف کے ساتھ جو معاملہ آج کل کیا جارہا ہے کہ اسی کی بحث ومباحثہ کو دین کی بنیاد بنالی گئی اور اس پر باہمی جنگ وجدل اور سب وشتم تک نوبت پہنچادی گئی، یہ طرزِ عمل بلاشبہ **ولا تفرّقوا** کی کھلی مخالفت اور مذموم اور سنتِ سلف، صحابہ وتابعین کے بالکل خلاف ہے، اسلافِ امت میں کبھی کہیں نہیں سنا گیا کہ اجتہادی اختلاف کی بنا پر اپنے سے مختلف نظریہ رکھنے والوں پر اس طرح نکیر کیا گیا ہو" (معارف القرآن، ج۲ ص۱۴۳، سورہ آلِ عمران، آیت نمبر۱۰۴، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، سنِ اشاعت: ذوالحجہ۱۴۱۱ہجری، جون 1991ء)

واللہ تعالیٰ اعلم.

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ کہ قرآن وسنت اور جمہور امت کے اصول کے مطابق، خوارج، روافض، واہلِ تشیع پر علی الاطلاق کفر کا حکم لگانا، اور کسی کے ظاہرِ اسلام کو ترک کر کے دل میں چھپی ہوئی بات، یا ''تقیہ'' وغیرہ کی بنیاد پر، نفاقِ حقیقی اور کفروارتداد کا حکم جاری کرنا درست نہیں۔

اس کے بجائے جمہور محققین فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کی طرف سے بیان کردہ اصولوں کے مطابق تقسیم وتفصیل اور تحقیق وتعلیق کو پیشِ نظر رکھ کر اصولی حکم بیان کرنا مناسب ہے، جس میں بے شمار حکمتیں ومصلحتیں ہیں۔

اور جن غیر جمہور حضرات نے خوارج، اہلِ تشیع وروافض کو علی الاطلاق کافر قرار دیا ہے، اگر اُن کے قول کو پیشِ نظر رکھا جائے، تب بھی شریعت کی بنیادی اور اصولی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی تکفیر کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ [1]

کیونکہ جس فرد، یا جماعت کی تکفیر میں معتمد ومعتبر مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام وعلمائے عظام کا اختلاف ہو، اس کے متعلق تکفیر کرنے سے اجتناب میں احتیاط، ملحوظ ہوا کرتی ہے۔

اسی وجہ سے فقہائے کرام نے ''تکفیر'' کے مسئلے میں احتیاط کا حکم فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] قلت :ولكن علماء الأحناف منعوا عن التختم في اليسار؛ لما صار ذلك شعارا لأهل البدع من الرافضة ، وقد حرم التشبه بأهل الأهواء كما حرم بالكفرة، وذلك لأن العلماء وإن اختلفوا في تكفير هؤلاء الفرق إلا أنهم متفقون على تفسيقهم، والتزي بزي الفساق لا يجوز(بذل المجهود في حل سنن أبي داود، ج١٢ ،ص٢٥٦، كتاب الخاتم،باب ما جاء في التختم في اليمين أو اليسار)

[2] أقوال العلماء في التحذير من التكفير:

أدرك علماء الإسلام فداحة القول بكفر المسلم فأطبقوا على منع التكفير إلا بدليل ساطع، لا مدافع له، إذ الشهادة بالكفر على الموحد من أعظم الزور والظلم والبهتان.

قال الشوكاني: " اعلم أن الحكم على الرجل المسلم بخروجه من دين الإسلام ودخوله في الكفر لا ينبغي لمسلم يؤمن بالله واليوم الآخر أن يُقدم عليه إلا ببرهان أوضح من شمس النهار، فإنه قد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن حیرت ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اس اہم اصول کی خلاف ورزی کا خود بھی مرتکب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثبت فی الأحادیث الصحیحة المرویة من طریق جماعة من الصحابة أن ((من قال لأخیه: یا کافر . فقد باء بها أحدهما)) ...ففی هذه الأحادیث وما ورد موردها أعظم زاجر وأکبر واعظ عن التسرع فی التکفیر"(السیل الجرار 578 /4)

وأما ابن حزم فإنه یری أن البرهان المطلوب للحکم بکفر المسلم ینبغی أن یکافء ما ثبت به إسلامه، فلا یرفع عنه اسم الإسلام إلا بنص أو إجماع:" والحق هو أن کل من ثبت له عقد الإسلام، فإنه لا یزول عنه إلا بنفی(هکذا فی الأصل، والصواب: "إلا بنص")أو إجماع، وأما بالدعوی والافتراء فلا.

فوجب أن لا یکفر أحد بقول قاله إلا بأن یخالف ما قد صح عنده أن الله تعالی قاله، أو أن رسول الله – صلی الله علیه وسلم – قاله، فیستجیز خلاف الله تعالی وخلاف رسوله علیه الصلاة والسلام، وسواء کان ذلک فی عقد دین أو فی نحلة أو فی فتیا، وسواء کان ما صح من ذلک عن رسول الله – صلی الله علیه وسلم – منقولاً نقل إجماع تواتراً أو نقل آحاد "(الفصل فی الملل والأهواء والنحل 392 /3)

وبمثله قال الباقلانی: " ولا یکفر بقول ولا رأی إلا إذا أجمع المسلمون علی أنه لایوجد إلا من کافر، ویقوم دلیل علی ذلک، فیکفر"(فتاوی السبکی 578 /2)

ویقول ابن تیمیة:" فلیس لأحد أن یکفر أحداً من المسلمین، وإن أخطأ وغلط حتی تقام علیه الحجة، وتبین له المحجة، ومن ثبت إیمانه بیقین لم یزُل ذلک عنه بالشک، بل لا یزال إلا بعد إقامة الحجة، وإزالة الشبهة"(مجموع الفتاوی501 /12)

ومثله فی الاحتیاط وطلب السلامة من هذه البلیة قول ابن عبد البر: " ومن جهة النظر الصحیح الذی لا مدفع له، أن کل من ثبت له عقد الإسلام فی وقت بإجماع من المسلمین، ثم أذنب ذنباً أو تأول تأویلاً، فاختلفوا بعد فی خروجه من الإسلام لم یکن لاختلافهم بعد إجماعهم معنیً یوجب حجة، ولا یخرج من الإسلام المتفق علیه إلا باتفاق آخر أو سنة ثابتة لا معارض لها، وقد اتفق أهل السنة والجماعة، وهم أهل الفقه والأثر علی أن أحداً لا یخرجه ذنبه – وإن عظم – من الإسلام، وخالفهم أهل البدع، فالواجب فی النظر أن لا یکفَّر إلا من اتفق الجمیع علی تکفیره، أو قام علی تکفیره دلیل لا مدفع له من کتاب أو سنة"(التمهید22 - 21 /17)

ویروی ابن نجیم عن الطحاوی وغیره من علماء الحنفیة قولهم بأن المسلم لا یخرج من الإسلام إلا بأمر یتیقن کفر صاحبه: " ما تیقن أنه ردة یحکم بها، وما یشک أنه ردة لا یحکم بها، إذ الإسلام الثابت لا یزول بشک، مع أن الإسلام یعلو، وینبغی للعالم إذا رفع إلیه هذا أن لا یبادر بتکفیر أهل الإسلام"(البحر الرائق 134 /5)

ولما کان المکفرون لا یملکون – غالباً – الدلیل المتیقن علی کفر المخالف، فإنهم یعتمدون القیاس فی استدلالهم، وهو دلیل لا یراه ابن الوزیر کافیاً فی تکفیر المشبهة والمجبرة، فإن کثیراً

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے، اور دوسروں کو بھی اس کی نہ صرف یہ کہ دعوت دیتا ہے، بلکہ اس رائے کو اختیار کرنے کا پابند اور اس پر اصرار بھی کرنا چاہتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من العلماء لم يكفروهم، ونقل عن الشيخ مختار في كتابه "المجتبى "قوله:" لأن حجة من كفرهم القياس على المشركين المصرحين، وهما [أي أبو الحسين والرازي] قد قدحا في صحة هذا القياس، دع عنك كونه قطعياً، وذلك القدح هو بوجود الفارق الذي يمنع مثله من صحة القياس، وهو إيمان هؤلاء بجميع كتب الله تعالى وجميع رسله بأعيانهم وأسمائهم إلا من جهلوه، وإنما يخالفون حين يدعون عدم العلم، ثم ظهر عليهم ما يصدق من ذلك من إقامة أركان الإسلام وتحمل المشاق العظيمة بسبب تصديق الأنبياء عليهم السلام، ولأن القياس عند المحققين من علماء المعقولات لا يكون قاطعاً، لأن الأمرين إن استويا في جميع الوجوه لم يكن قياساً، وإن وجد بينهما فارق جاز أن يكون مؤثراً في عدم استوائهما في الحكم (إيثار الحق على الخلق 377 - 378)

وعليه فإن ابن الوزير يرى "أن في الحكم بتكفير المختلف في كفرهم مفسدة بينة تخالف الاحتياط ...أن الخطأ في العفو خير من الخطأ في العقوبة، نعوذ بالله من الخطأ في الجميع، ونسأله الإصابة والسلامة والتوفيق والهداية"(المصدر السابق 405)

ويدعو الشوكاني إلى تلمس المعاذير للمسلمين والإحجام قبل المسارعة إلى تكفيرهم "فحينئذ تنجو من معرَّة الخطر، وتسلم من الوقوع في المحنة، فإن الإقدام على ما فيه بعض البأس لا يفعله من يشح على دينه، ولا يسمح به فيما لا فائدة فيه ولا عائدة، فكيف إذا كان يخشى على نفسه إذا أخطأ أن يكون في عداد من سماه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كافراً، فهذا يقود إليه العقل فضلاً عن الشرع ..

فحتم على كل مسلم أن لا يطلق كلمة الكفر إلا على من شرح بالكفر صدراً، ويقصر ما ورد مما تقدم على موارده، وهذا الحق ليس به خفاء، فدعني من بُنيات الطريق يأبى الفتى إلا اتباع الهوى ... ومنهج الحق له واضح"(السيل الجرار 579 - 578 /4)

ويقول الزركشي:" فلينتبه لهذا، وليحذر ممن يبادر إلى التكفير ..فيخاف عليه أن يكفر، لأنه كفّر مسلماً"(تحفة المحتاج في شرح المنهاج 88 /9)

ويقول عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب:" وبالجملة فيجب على من نصح نفسه ألا يتكلم في هذه المسألة إلا بعلم وبرهان من الله، وليحذر من إخراج رجل من الإسلام بمجرد فهمه، واستحسان عقله، فإن إخراج رجل من الإسلام، أو إدخاله فيه من أعظم أمور الدين"(الدرر السنية 217 /8)

ويقول:" فما تنازع العلماء في كونه كفراً فالاحتياط للدين التوقف وعدم الإقدام، ما لم يكن في المسألة نص صريح"(المصدر السابق 217 /8)

أما من تجرأ على التكفير من غير أن يملك مثل ذلك الدليل الساطع فإنه مستحق للعقوبة الغليظة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معاملہ چونکہ دین اورآخرت کا ہے،کوئی دنیا کی ہار جیت، یا اونچ نیچ کا کھیل نہیں، اور ہم اس سلسلہ میں ظاہر کے مکلّف ہیں، اور ہمیں کفر وغیرہ کا حکم لگانے کے متعلق انتہائی احتیاط کا حکم ہے،اس لیے اس اصول کو حتی الامکان نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، اگر پھر بھی کسی کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو، تو اس کے لیے اللہ نے خود حساب وکتاب کا دن مقرر کیا ہوا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بما اجترأ عليه، يقول ابن تيمية فى سياق الحديث عن خلاف المسلمين فى بعض مسائل التوسل: "بل المكفّر بمثل هذه الأمور يستحق من غليظ العقوبة والتعزير ما يستحقه أمثاله من المفترين على الدين، لا سيما مع قوله – صلى الله عليه وسلم –: ((من قال لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما)) " (مجموع الفتاوى 106 /1)

وينبه ابن الوزير إلى مفسدة أخرى للتكفير، وهى التسبب فى الفرقة بين المسلمين، وما تؤدى إليه من توهين أمر المسلمين، وهذه المفسدة حرى دفعها بمزيد من العذر والتثبت والاحتياط، يقول: "وكم بين إخراج عوام فرق الإسلام أجمعين، وجماهير العلماء المنتسبين إلى الإسلام من الملة الإسلامية، وتكثير العدد بهم، وبين إدخالهم فى الإسلام ونصرته بهم وتكثير أهله، وتقوية أمره، فلا يحل الجهد فى التفرق بتكلف التكفير لهم بالأدلة المعارَضة بما هو أقوى منها أو مثلها مما يجمع الكلمة، ويقوى الإسلام، ويحقن الدماء، ويسكن الدهماء حتى يتضح كفر المبتدع اتضاح الصبح الصادق، وتجتمع عليه الكلمة، وتحقق إليه الضرورة"(إيثار الحق على الخلق 402)

وقال الغزالى: " والذى ينبغى أن يميل المحصل إليه الاحتراز من التكفير ما وجد إليه سبيلاً، فإن استباحة الدماء والأموال من المصلين إلى القبلة المصرحين بقول: (لا إله إلا الله، محمد رسول الله) خطأ، والخطأ فى ترك ألف كافر فى الحياة أهون من الخطأ فى سفك محجمة من دم مسلم "(الاقتصاد فى الاعتقاد 224 - 223)

ويقول رحمه الله: " الوصية: أن تكف لسانك عن أهل القبلة ما أمكنك، ما داموا قائلين: (لا إله إلا الله، محمد رسول الله)، غير مناقضين لها ...فإن التكفير فيه خطر، والسكوت لا خطر فيه " (فيصل التفرقة بين الإسلام والزندقة 128)

وينقل ابن نجيم عن أهل العلم حرصهم على إعذار المسلم، وتوقفهم عن المبادرة إلى تكفيره مهما وهنت شبهته التى دفعت به إلى ارتكاب المكفِّر، فيقول: " وفى الفتاوى الصغرى: الكفر شىء عظيم، فلا أجعل المؤمن كافراً متى وجدت رواية أنه لا يكفر"(البحر الرائق 134 /5)

ويقول: " وفى الخلاصة وغيرها: إذا كان فى المسالة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير، تحسيناً للظن بالمسلم "(المصدر السابق 134 /5)

ثم يقرر رحمه الله خلاصة رأيه فيقول:" والذى تحرر أنه لا يفتى بتكفير مسلم أمكن حمل كلامه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں ہر کافر کا کفر اور ہر منافق کا نفاق کھل جائے گا، اس لیے اس غیبی حقیقت کو اللہ پر چھوڑ نا چاہیے، اپنا کام چھوڑ کر، اللہ کی ذمہ داری اور وظیفہ کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنا فتنہ وفساد کا باعث ہے، جس کا خمیازہ اس وقت پوری دنیا میں مسلمان بھگت رہے ہیں، اور زیادہ تر غیر مسلم دشمنانِ اسلام اقوام، شیعہ، سنی اختلافات کو ہوا دے کر مسلمانوں میں متعدد فسادات رونما کر رہی ہیں، اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے پورے پورے ملکوں کی حکومتوں کا خاتمہ ہو رہا ہے، اور کچھ کے سروں پر اس طرح کے خطرات منڈلا رہے ہیں۔

اور اس کا تکفیری مہم کے ساتھ ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ طرفین سے ایک دوسرے کی مقدس ہستیوں پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کی جاتی ہے، جس سے فریقین کے جذبات بھڑکتے ہیں، جس میں شریعت کے حکم کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معبودانِ باطلہ کو سب وشتم کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کی عبادت کرنے والے لوگ ہمارے معبودِ برحق کو پلٹ کر سبّ وشتم کریں گے، جس کا سبب ہم ہی ہوں گے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی محمل حسن أو كان فی كفره اختلاف، ولو رواية ضعيفة، فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير بها، ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء منها "(المصدر السابق 5/ 135)

وينقل المليبارى اتفاق العلماء قديماً وحديثاً على الاحتياط والتريث فى هذه المسألة:" ينبغى للمفتى أن يحتاط فى التكفير ما أمكنه لعظم خطره وغلبة عدم قصده سيما من العوام، وما زال أئمتنا على ذلك قديماً وحديثاً"(فتح المعين 4/ 138)

لقد أطبق علماء الإسلام زرافاتٍ ووِحداناً على خطورة القول بكفر المسلم، ورأوا أن الخطأ فى نسبته إلى الكفر من أعظم الظلم والغبن له، فالأصل فيه السلامة، والإسلام ثبت له بيقين، فلا يرفع إلا بيقين مثله، وما دون هذا اليقين ندفعه بإحسان الظن وتلمس الأعذار والاستتار دون تكفيره بضعيف الروايات احتياطاً للدين وصوناً لأعراض ودماء المسلمين(التكفير وضوابطه للدكتور منقذ بن محمود السقار "الباحث فى ادارة الدراسات والبحوث فى رابطة العالم الاسلامى" ص ٢١ الىٰ ٢٦،أقوال العلماء فى التحذير من التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

هٰكذا فى "المفصل فى شرح حديث من بدل دينه فاقتلوه،لعلى بن نايف الشحود "ج٢،ص ٢٩٢ الىٰ ٢٩٤،الباب الخامس فى اقوال المعاصرين)

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة الأنعام، رقم الآية ١٠٨)

ترجمہ: اور نہ سب وشتم کرو تم، اُن (افراد واشیاء) کو کہ بلاتے ہیں وہ (یعنی مشرکین وکافرین) اللہ کے علاوہ کو، تو وہ سب وشتم کریں گے، اللہ کو، عداوت کے طور پر بغیر علم کے، اسی طریقے سے مزین کردیا ہم نے، ہر ایک امت کے لیے، ان کے عمل کو، پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہوگا، پھر خبردار کردے گا وہ (رب) اُن کو، ان چیزوں سے، جو وہ عمل کرتے تھے (سورہ انعام)

بعض احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

اس اصول کی خلاف ورزی کرنے کے نتیجے میں، طرفین سے جذبات بھڑکتے ہیں، اور مختلف قسم کے فتنے وفسادات رونما ہوتے ہیں۔

اور ہم یہ پہلے عرض کرچکے ہیں کہ ہمارے دینی وعلمی سلسلے سے وابستہ ایک طبقہ ''تمام اہلِ تشیع پر علی الاطلاق کفر کا حکم'' لگانے پر زور دیتا ہے اور دوسرے تمام لوگوں کو اپنے موقف کا پابند کرنا ضروری سمجھتا ہے، اور اپنے خلاف کسی مستند عالمِ دین اور محقق، بلکہ جمہور کی رائے کو ذرا اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے پر اہلِ تشیع سے ساز باز کرنے وغیرہ جیسی الزام تراشیوں پر اتر آتا ہے۔

اس جذباتی طبقہ کو دوسرے اہلِ علم حضرات پر اس طرح کی الزام تراشیوں سے باز آنا چاہیے۔

اور اس سلسلے میں مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام، اور سنجیدہ اہلِ نظر کے طرزِ عمل کو سامنے رکھ کر اپنی راہِ عمل کو متعین کرنا چاہیے، جو ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کے باوجود، ایک

دوسرے کا احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

جبکہ کسی کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا معاملہ بڑا نازک ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اعتقادی اور حقیقی منافقوں کے ساتھ بھی ظاہری برتاؤ مسلمانوں والا برقرار رکھا، اور حقیقی واعتقادی منافقین کے نام معلوم ہونے کے باوجود ان کا راز افشاء نہیں کیا، جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے مضامین میں بیان کردی ہے۔

اس لیے اہلِ تشیع واہلِ روافض کو علی الاطلاق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر، ان کے ساتھ ہمہ جہتی غیر مسلموں، یا مرتدوں والا برتاؤ کرنے، اور ان کو قتل کا حکم صادر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اسی میں سلامتی وعافیت اور سلف کی اتباع ہے۔

البتہ جس کے متعلق متعین طور پر اس طرح کفریہ عقائد کا حامل ہونا، یعنی ''التزامِ کفر'' ثابت ہو جائے، جس میں کوئی تاویل بھی ممکن نہ ہو، اس کا معاملہ الگ ہے، لیکن یہ کام بھی محققین و منتظمین کا ہے، غیر محقق وغیر منتظم کا اس کام کو بھی اصولوں کے مطابق انجام دینا مشکل ہے۔

اور ہم باحوالہ ثابت کر چکے کہ جمہور محققین کے نزدیک، تمام اہلِ تشیع واہلِ روافض، اور امامیہ واثنا عشریہ کے متعلق اس طرح کے صریح کفر کا ثبوت ابھی تک یقینی طور پر ثابت نہ ہو سکا، اور متعدد احتمالات وتاویلات کی بنیاد پر کفر کا حکم لگانا، جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کی تصریح کے موافق نہیں۔

جہاں تک اپنی نماز، اور نکاح کا معاملہ ہے، تو اس میں بہرحال احتیاط کا حکم ہے، جس طرح تکفیر میں احتیاط کا حکم ہے۔

اگر امامیہ، یا اثنا عشریہ کی طرف منسوب کسی شخصیت نے تکفیری اقوال کا ارتکاب کیا ہو، لیکن دیگر امامیہ واثنا عشریہ اس سے انکار کرتے ہوں، تو ان کی طرف ان اقوال کی نسبت درست نہ ہوگی، جیسا کہ آج کل اہلِ دیوبند اور اہلِ بریلوی دونوں مکاتبِ فکر کے حضرات اپنی نسبت ''حنفیت'' کی طرف کرتے ہیں، لیکن ان میں بعض اختلافات شدید نوعیت کے ہیں، جن

میں سے ایک مکتبِ فکر کے اس طرح کے اقوال کی دوسرے کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔

ہمارے نزدیک یہی موقف راجح اور شرعی وفقہی قواعد کے زیادہ موافق اور مسلمانوں کی اجتماعی مصلحت پر مبنی ہے، جس کے متعلق مزید شبہات پر بحث ہم نے اپنے دوسرے مضمون ''تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام'' اور ''آباءِ انبیاء کے موحد ہونے پر کلام'' کے آخر میں کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو ہر قسم کے فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ فرمائے، اور امتِ مسلمہ کو بے جا تعصّب وتعسّف اور تعمّق سے محفوظ رکھے، اور امتِ مسلمہ کو اصولِ شریعت کے مطابق متحد ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

فقط وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحْکَمُ

محمد رضوان خان

14/ شعبان المعظم/ 1440 ہجری۔ بمطابق 20/ اپریل/ 2019ء بروز ہفتہ

نظرِ ثانی: 7/ محرم الحرام/ 1444ھ بمطابق 8/ اگست/ 2022ء، بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

تکفیرِ شیعہ

اور چند شبہات پر کلام

تکفیرِ شیعہ کے حکم پر ادارہ غفران سے جاری شدہ فتویٰ

مذکورہ فتوے پر چند شبہات اور ان کے تحقیقی جوابات

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

علمی و تحقیقی رسائل

قرآن وسنت اور جمہور امت کے اصول
کے مطابق، خوارج، روافض، واہلِ تشیع پر علی الاطلاق کفر
کا حکم لگانا، اور کسی کے ظاہرِ اسلام کو ترک کر کے دل میں چھپی ہوئی
بات، یا ''تقیہ'' وغیرہ کی بنیاد پر، نفاقِ حقیقی اور کفر وارتداد کا حکم جاری کرنا
درست نہیں۔ اس کے بجائے جمہور محققین فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کی
طرف سے بیان کردہ اصولوں کے مطابق تقسیم وتفصیل اور تحقیق وتعلیق کو پیشِ نظر رکھ
کر اصولی حکم بیان کرنا مناسب ہے، جس میں بے شمار حکمتیں ومصلحتیں ہیں۔ اور جن
غیر جمہور حضرات نے خوارج، اہلِ تشیع وروافض کو علی الاطلاق کافر قرار دیا ہے، اگر اُن
کے قول کو پیشِ نظر رکھا جائے، تب بھی شریعت کی بنیادی اور اصولی تعلیمات کا تقاضا یہ
ہے کہ ان کی تکفیر کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ کیونکہ جس فرد، یا جماعت کی
تکفیر میں معتمد ومعتبر مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام وعلمائے عظام کا اختلاف
ہو، اس کے متعلق تکفیر کرنے سے اجتناب میں احتیاط، ملحوظ ہوا کرتی
ہے۔اسی وجہ سے فقہائے کرام نے ''تکفیر'' کے مسئلے میں
احتیاط کا حکم فرمایا ہے۔(صفحہ نمبر 760)